نفس المہموم

مولف

رئیس المحدثین آقائی شیخ عباس قمی اعلی اللہ مقامہ

مترجم

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید صفدر حسین نجفی صاحب

اعلی اللہ مقامہ

پیش کش، سیّد محمّد شبر عبّاس

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ رتّہ متّہ، ضلع جھنگ

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مقتل کی مشہور و معروف کتاب نفس المہموم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب حاج شیخ عباس قمی اعلی اللہ مقامہ کی تصنیف شدہ ہے جو مفاتیح الجنان، سفینۃ البحار، فوائدِ رضویہ وغیرہ کئی مشہور و معروف کتب کے مصنف ہیں۔ ان کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مانند ہے۔ علم حدیث میں ان کی بے شمار تصانیف موجود ہیں۔ جو عالم تشیع کے لئے مایۂ افتخار ہیں۔ دوسرا ہمیں اس بات کا فخر بھی حاصل ہے کہ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید صفدر حسین نجفی صاحب اعلی اللہ مقامہٗ۔ سابق پرنسپل جامع المنتظر نے اپنی بہت سی مصروفیات کے بعد اس کتاب کا ترجمہ بکمال مہربانی فرمایا تھا اور اندازہ ہے کہ ولی العصر ٹرسٹ کا کام دیکھتے ہوئے ھدیۃً ترجمہ کر کے عنایت فرمایا تھا۔ یہ آجکل کے مادی دور میں ایک انہونی سی بات ہے۔ ادارہ علامہ صاحب معروف کا تہ دل سے شکر گزار اور ممنون ہے۔ ہماری بدقسمتی کہ اتوار تین دسمبر ۱۹۸۹ء محسن ملت قبلہ سید صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہٗ انتقال فرما گئے۔ کیونکہ کتابت مکمل ہو چکی تھی اس لئے نظرثانی پر کافی دیر لگی۔ آخر میں قبلہ صاحب

انتساب

میں یہ کتاب شریکۃ الحسینؑ حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی بارگاہِ اقدس میں بطورِ عقیدت پیش کرتا ہوں مجھے اُمید ہے کہ میری یہ حقیر سی کوشش ثانی زہراء کے حضور میں شرف قبولیت حاصل کرے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی یعلم عجیج الوحوش فی الفلوت و معاصی العباد فی الخلوات واختلاف النینان فی البحار الغامرات و تلاطم الماء بالریاح العاصفات والصلوٰۃ والسلام علی سید الکائنات وافضل اھل الارض والسمٰوٰت محمد ن المبعوث بالمعجزات الباھرات والآیات البینات وعلیٰ آلہ الطاھرین المظلومین مصابیح الظلمات وعصم الامۃ من الھلکات سیما الامام المظلوم الشھید قتیل العبرات واسیر الکربات حسین مصباح الھدیٰ وسفینۃ النجاۃ۔

مؤلف کتاب پروردگار کی حمد و تعریف اور پیغمبر مختار اور آلِ اطہار پر درود و سلام اور اس کتاب کی تالیف کے سبب کو ذکر کرنے کے بعد اپنے مدارک و ماخذ کہ جس سے اس کتاب کے مطالب منقول ہیں ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے میں نے معتبر کتب سے فراہم کیا ہے کہ جن پر اعتماد کرنا چاہیئے اور جن سے استناد کرنا چاہیئے۔ ان کتب کی فہرست درج ذیل ہے۔

کتاب ارشاد تالیف شیخ ابوعبداللہ محمد بن نعمان جو مفید کے لقب سے مشہور ہیں کہ جن کی وفات شہر بغداد میں ۴۱۳ھ میں ہوئی۔

کتاب لھوف علی قتلی الطفوف تالیف سید رضی الدین ابوالقاسم علی بن موسیٰ بن جعفر بن طاؤس جن کی وفات بغداد ہی میں ۶۶۴ھ میں ہوئی۔

کتاب مناقب رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب سروی مازندرانی جن کی وفات حلب میں ۵۸۸ھ میں ہوئی اور جبل جوشن میں شہد السقط نامی مشہور مقام کے قریب دفن ہوئے۔

روضۃ الواعظین ابوعلی محمد بن حسن بن علی فارسی جو فتال نیشاپوری کے لقب سے مشہور اور ابن شہر آشوب کے اساتذہ میں سے ہے۔

مثیر الاحزان نجم الدین جعفر بن محمد حلی جو ابن نما کے لقب سے مشہور اور علامہ حلی کے استاد تھے (رحمہما اللہ)

کامل بہائی فی السقیفہ عماد الدین حسن بن علی محمد طبری کی جو محقق اور علامہ کے ہمسفر تھے اور یہ کتاب بہاؤ الدین محمد بن شمس الدین جوینی کے لیے کہ جو صاحب دیوان کے لقب سے مشہور تھا تالیف کی اور ۶۷۵ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔

روضۃ الصفا فی سیرۃ الانبیاء والملوک والخلفاء جو محمد بن خاوند شاہ کی ہے جس کی وفات ۹۰۳ھ میں ہوئی۔

تسلیۃ المجالس محمد بن ابوطالب حسینی حائری وغیرہ دوسری کتب مقاتل سے اور اس آخری کتاب سے میں دسویں بحار کے واسطہ سے میں نقل کرتا ہوں اور مقتل ہشام بن سائب کلبی سے تذکرہ سبط اور تاریخ طبری کے واسطے سے اور مقتل ابی مخنف سے طبری کے توسط سے نقل کرتا ہوں۔

سید بن طاؤس کو میں سید سے اور ابن اثیر کو جزری سے اور محمد بن جریر طبری کو طبری تعبیر کرتا ہوں۔

ابومخنف کو آزادی سے تعبیر کرتا ہوں تاکہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ میں نے اس کو اس مقتل سے کہ جو ابومخنف کے نام سے مشہور اور دسویں بحار میں چھپا ہے نقل کیا ہے

مقدمہ

ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام

علما، حدیث اور عامہ وخاصہ کے ارباب تاریخ کا حضرت ابوعبداللہ الحسین علیہ السلام کی ولادت کے دن مہینہ اور سال میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ تین شعبان بعض اس کی پانچ کہتے ہیں بعض جمادی الاولی کی پانچ ہجرت کے چوتھے سال میں، اور بعض نے کہا کہ ربیع الاول کے آخر میں ہجرت کے تیسرے سال اور اس قول کو شیخ ابوجعفر طوسی رحمۃ اللہ نے تہذیب میں اور شیخ شہید نے دروس میں اختیار کیا ہے اس روایت کے مطابق کہ جسے ثقۃ الاسلام کلینی عطر اللہ مرقدہٗ نے حضرت ابوعبداللہ صادقؑ سے روایت کیا ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہما السلام کے درمیان ایک طہر اور ان دو اماموں کی ولادت کے درمیان چھ ماہ اور دس دن کا فاصلہ تھا۔ مؤلف کتاب کہتا ہے کہ طہر سے مراد اقل طہر کی مدت ہے کہ جو دس دن ہوتا ہے اور امام حسنؑ کی ولادت پندرہ رمضان بدر کے سال یعنی ہجرت کے دوسرے سال میں ہوئی۔

اور یہ بھی ایک روایت میں آیا ہے کہ حسن وحسین علیہما السلام کی ولادت کے درمیان صرف ایک طہر تھا اور امام حسین علیہ السلام کی مدت حمل چھ ماہ تھی۔

اس کے منہ میں دی اور امام حسینؑ رسول خدا کی زبان چوستے رہے ۔ صفیہ کہتی ہیں کہ میں گمان نہیں کرتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دودھ و شہد کے علاوہ کوئی اور غذا انہیں دے رہے ہیں ۔

وہ کہتی ہیں کہ بچہ نے پیشاب کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور انہیں میرے حوالہ کر دیا جب کہ آپ گویہ فرما رہے تھے اے میرے بیٹے خدا لعنت کرے اس قوم پر جو تجھے قتل کرے گی تو آپ نے فرمایا بنی امیہ لعنہم اللہ ایک ستم گار و ظالم گروہ ہے ۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور حضرت علی بن الحسین (زین العابدین) سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام کے کان میں ان کی ولادت کے دن اذان کہی اور دوسری روایت میں ہے کہ ساتویں دن دو املح یعنی سفید سیاہی مائل گوسفندوں کا عقیقہ کیا اور دایہ کو ایک ران ایک دینار کے ساتھ دی اور اس وقت ان کے سر کے بال منڈوائے اور ان کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی اور ان کے سر پر خلوق سے جو کہ ایک قسم کا عطر ہے سے عطر کیا ۔

اور ثقۃ الاسلام کلینی نے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ اور کسی عورت کا دودھ نہیں پیا انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آتے آپ اپنا انگوٹھا ان کے منہ میں رکھتے اور وہ اس قدر اس کو چوستے کہ دو یا تین ان کے لیے کافی ہوتا پس حسینؑ کا گوشت اور خون رسول خدا کے گوشت اور خون سے اگا ہے ۔

ابلاغ کروں گا یہ کہہ کر اوپر چلا گیا اور دوسری روایت میں ہے اپنی جگہ اور ڈیوٹی پر عروج کیا اور چلا گیا اور وہ کہتا جا رہا تھا (من مثلی) مجھ جیسا کون ہے کہ میں حسینؑ بن علیؑ و فاطمہؑ کا آزاد شدہ ہوں کہ جن کے نانا احمد حاشر (میدان حشر کے مختار) ہیں۔ صلواۃ اللہ علیہم اجمعین۔

شیخ طوسی نے مصباح میں روایت کی ہے کہ قاسم بن علاء ہمدانی وکیل حضرت ابو محمد (حسن عسکری) علیہ السلام کی طرف توقیع (خط امام زمانہ) خارج ہوئی کہ مولانا (ہمارے آقا و سردار) حسین بن علی علیہما السلام جمعرات کے دن تین شعبان کو پیدا ہوئے لہٰذا اس دن روزہ رکھو اور یہ دعا پڑھو۔ اللھم انی اسئلک بحق المولود فی ھذا الیوم اور اس دعا میں ہے۔

وعاذ فطرس بمھدہ	فطرس نے تو ان کے گہوارہ سے
فنحن عائذون بقبرہ	پناہ لی اور ہم ان کے بعد ان
من بعدہ۔	کی قبر سے پناہ لیتے ہیں۔

سید کتاب لہوف میں کہتے ہیں آسمانوں میں کوئی فرشتہ ایسا نہیں رہا جو پیغمبر کی خدمت میں نازل نہ ہوا ہو ہر ایک نے آکر آپ پر سلام پیش کیا اور حسینؑ کی تعزیت کہی اور آنحضرت کو اس ثواب کو خبر دی جو امام حسینؑ کو عطا ہوگا۔ اور ان کی تربت رسول خدا کی خدمت میں پیش کی اور آنحضرت فرماتے:

اللھم اخذل من	خدایا جو حسینؑ کے ساتھ چھوڑ دے
خذلہ واقتل من	تو بھی اس کا ساتھ چھوڑ دے اور
قتلہ ولا تمتعہ	جو اسے قتل کرے تو اسے قتل کرنا
بما طلبہ۔	اور اسے اس چیز سے فائدہ نہ

پہلا باب

فضائل ومناقب

امام حسین علیہ السلام کے فضائل ومناقب اور ان پر گریہ کرنے کے ثواب انہیں قتل کرنے اور ان سے جنگ کرنے والوں پر لعنت کرنے کے بارے میں اور ان اخبار وروایات کے بیان میں کہ جو آپ کی شہادت کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں، اس میں دو فصلیں ہیں۔

و في الرحم رضي
المستمر، ظاهر
الكرم متهجدًا في
الظلم قويم الطرائق،
كريم الخلائق
عظيم السوابق شريف
النسب منيف الحسب
رفيع الرتب، كثير
المناقب محمود
الضرائب جزيل
المواهب حليم
رشيد، منيب جواد
عليم امام شهيد،
اواه منيب، حبيب
مهيب كان للرسول
ولدًا وللقرآت
سندًا وللامة
عضدًا في الطاعة
مجتهدًا حافظًا
للعهد والميثاق

آپ جو کچھ ذمہ داریاں اپنے
کندھے پر لیتے انہیں پورے
طور پر پورا کرنے والے پسندیدہ
خصائل وعادات والے جن کا
کرم ظاہر تاریکیوں میں نماز ہر
شب پڑھنے والے جن کے راستے
سیدھے تھے جن کے عادات و
اخلاق کریمانہ تھے جن کے کریمانہ
عظیم تھے جن کا نسب شریف اور
حسب بلند تھا بہت سے فضائل
مناقب کے مالک تھے قابل تعریف
عادات رکھتے تھے۔ بہت زیادہ
مواہب واحسان کرنے والے
حلیم وبردبار اور ہدایت یافتہ
اللہ کی طرف لوٹنے والے جواد تھے
تھے بہت زیادہ علم رکھنے والے
امام اور شہید تھے بہت زیادہ آہیں
بھرنے والے بارگاہ الٰہی کی طرف
رجوع کرنے والے تمام کے محبوب
ہونے کے باوجود صاحب ہیبت

باقی رہی آپ کی شجاعت تو وہ اس طرح کی تھی کہ جب آپ نے عراق جانے کا قصد کیا تو عبیداللہ بن زیاد نے بہت سے لشکر آپ کے مقابلہ کے لیے بھیجے تیس ہزار سوار و پیادہ پے درپے آئے یہاں تک کہ آپ کا محاصرہ کرلیا اور تمام اطراف وجوانب آپ پر بند کر دیے باوجود اس کے بہت بڑی تعداد اور مکمل ہتھیاروں کے آپ سے چاہا کہ ابن زیاد کے حکم پر تنزل کریں اور یزید کی بیعت کرلیں اور اگر انکار کیا تو پھر جنگ کے لیے آمادہ ہو جائیں کہ جو رگ حیات وحبل الورید کو قطع کر دے اور ارواح کو محل اعلیٰ تک پہنچائے اور اجساد کو خاک پر ڈال دے تو آپ نے اپنے نانا اور باپ کی متابعت کی اور ذلت پر راضی نہ ہوئے اور حمیت وغیرت کا لوگوں کو درس دیا اور زیر خنجر موت کا انتخاب کیا پس آپ خود آپ کے بھائی اور اہل بیت جنگ کے لیے کھڑے ہوئے اور قتل ہونے کو یزید کی متابعت پہ ترجیح دی اور اس لئیم وکمینہ گروہ نے انہیں روک لیا اور ان پر تیر برسانے شروع کر دیے اور حسینؓ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے اور ان کے عزم وارادہ کو کوئی کمزور نہ کرسکا اس کے پاؤں میدان جنگ میں پہاڑوں سے بھی مضبوط تھے اور ان کا دل جنگ وقتال کے ہولناک سے مضطرب نہیں ہوتا تھا اور آپ کی قوم وساتھیوں نے ابن زیاد کے لشکر کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور موت سے ہمکنار کیا اور کچھ کو زخمی کیا اور ان میں سے کوئی بھی اس وقت تک قتل نہیں ہوا مگر یہ کہ ہجوم کرنے والوں میں سے بہت سوں کو قتل کیا اور پھر کہیں جا کر خود قتل ہوا اور آنجناب شیر غضبناک کی مانند کسی پر حملہ نہیں کرتے تھے مگر یہ کہ ضرب شمشیر نے اس کا کام تمام کر دیتے تھے اور اسے فرش زمین پر ڈھیر کر دیتے تھے۔

مورخین نے ایک شخص سے کیا ہے کہ ایسا اس نے کہا:

الضرب وطحنت	اور تلوار کے وار کے مقابلہ میں
جنود الفجار و	ثابت قدم رہے اور فساق و
افتحمت قسطل	فجار کے لشکر کو پیس کے رکھ
الغبار مجالدًا	دیا اور بلند ہونے والے
بذی الفقار کانك	غبار میں ذوالفقار کے ساتھ
علی المختار فلما	جنگ کرتے ہوئے گھس گئے
راوك ثابت الجاش	جب انہوں نے آپ کو مضبوط اور
غیر خائف و لا	ثابت قدم پایا کہ جس میں کوئی
حاس نصیر لك	خوف و ڈر نہیں تو انہوں نے
غوائل مکرهم	آپ کے لیے مکر و فریب کے
و قاتلوك بکید هم	جال بچھا کے اور آپ سے
و شرهم و امر	اپنے پر دھوکہ دفریب اور
اللعین جنوده	بُرے طریقہ سے جنگ کی پس
فمنعوك الماء و	لعین نے اپنے لشکروں کو
ورده و ناجزوك	حکم دیا تو انہوں نے پانی کے
القتال و عاجلوك	گھاٹ کو آپ پر بند کر دیا اور
النزال و رشقوك	آپ کے مقابلہ میں جنگ کی
بالسهام و النبال	اور میدان میں جلدی آنے کے
و بسطوا الیك	لیے آپ کو پکارا اور آپ کو
اکف الاصطلا مرو	تیروں اور نیزوں سے چھلنی کر دیا

الارض جريحًا	ہوتے اپنے اہل حرم اور
تطئوك الخيول	بچوں سے لشکر کو دور کر رہے
بحوافرها و	تھے یہانتک کہ انہوں نے
تعلوك الطغاة	گھوڑے سے اوندھا کر کے
ببواترها قد	اتارا تو آپ زمین پر اس حالت
شح للموت	میں زخمی ہو کر گر پڑے کہ گھوڑے
جبينك واختلفت	آپ کو اپنے سینوں سے روند
بالانقباض و	رہے تھے وہ سرکش د طاغی آپ
الانبساط شمالك	پر تلوار تولے ہوئے تھے جب
و يمينك تدير	کہ آپ کی پیشانی موت کے پسینہ
طرفا خفيا الى	سے تر تھی اور سکڑنے اور پھیلنے
اهلك وبيتك	کی وجہ سے آپ کے دائیں اور
وقد شغلت	بائیں میں فرق تھے آپ کبھی حسرت
بنفسك عن ولدك	بھری نگاہ سے اپنی قیام گاہ اور
واهاليك۔	گھر کی طرف اپنی آنکھ پھیرتے
	تھے جب کہ آپ اپنی آل اولاد
	اور اہل حرم کی نسبت اپنے آپ
	میں مشغول کر دیے گئے تھے۔

باقی رہا آپ کے علوم تو معلوم رہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے علوم تکرار کرنے
اور درس پڑھنے و پڑھانے پر موقوف نہیں تھے اور ان کے آج کے علوم کل کے علوم

رہا آپ کا جود و کرم تو روایت ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین علیہما السلام کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس بیماری کے زمانہ میں لے آئیں کہ جس میں آنحضرت نے رحلت فرمائی اور عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں کوئی چیز انہیں اپنی صفات میں سے بطور ورثہ دیجئے تو آنحضرت نے فرمایا کہ حسنؑ کے لیے میری ہیبت و بزرگی کی میراث ہے اور حسین کے لیے میری بخشش اور شجاعت ہے۔

مشہور روایت ہے کہ آنجناب مہمان کو دوست رکھتے تھے سوال کرنے والوں پر بخشش کرتے اور صلہ فرماتے تھے فقراء مساکین پر انعام و اکرام فرماتے سائل کو عطا کرتے برہنہ کو لباس پہناتے بھوکے کو سیر کرتے مقروض کا قرض ادا کرتے اور یتیم پر شفقت مہربانی فرماتے اور حاجت مند کی اعانت کرتے جس وقت کوئی مال ان کے پاس آتا اسے تقسیم کر دیتے۔

ایک روایت ہے کہ جس وقت معاویہ مکہ میں گیا تو بہت سا مال اور پارچے اور خلعتیں آپ کے لیے بھیجی تو حضرت نے انہیں قبول نہ کیا یہ جواں مردوں کی صفت اور اہل کرم کی طبیعت و مزاج ہے آپ کے افعال محاسن اخلاق کی گواہی دیتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ کرم کہ جس کی ایک قسم بخشش ہے اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں کامل اور ان کے لیے ثابت و محقق ہے جو کہ ان سے تعدی و تجاوز نہیں کرتا بلکہ ان میں بطور حقیقت اور دوسروں میں مجازاً تھا اسی لیے بنی ہاشم میں سے کسی شخص کی طرف بخل کی نسبت دی گئی اس بنا پر کہ وہ جود و سخا میں بادلوں کے ساتھ مقابلہ کرتے اور شجاعت میں شیروں سے۔

حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام نے شام والے اپنے خطبہ میں فرمایا ہمیں علم حلم، جود وسخا، فصاحت، شجاعت اور مومنوں کے دلوں میں دوستی وہ گہرے سمندر اور ابر باراں ہیں۔

فما کان خیر اتوه	ہر خیر و اچھے کام کو وہ بجالائے
فانما توارثه	ان کے آباء و اجداد کے آباء
اباء اباشهم	پہلے سے اس بات کے وارث
قبل۔	تھے۔

ان اخلاق کریمہ کو انہوں نے اپنا دین و آئین بنا رکھا تھا اور ان کے لیے شرف و بزرگی کی انتہا تک پہنچے گا وسیلہ و ذریعہ کیونکہ یہی حضرات امت کے پیشوا اور ملت کے رؤسا، یہ لوگوں کے سردار اور بہترین عرب اور اولاد آدم کے برگزیدہ دنیا کے بادشاہ اور آخرت کے رہنما خدا کی حجت ہیں بندوں پر اور زمین میں اس کے امین ہیں آخر کار ہر اچھائی کی نشانی انہیں سے ملتی ہے اور جلالت و بزرگی کی علامات انہیں میں ظاہر و ہویدا ہیں ان کے بعد جو کوئی بھی جود و سخا سے متصف ہوا اس نے ان کی اقتداء کی ہے اور ان کے راستہ پر چلا ہے وہ کس طرح اپنا مال نہیں بخشے گا جو جنگ کے وقت جان پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتا اور کسی طرح دنیا سے وہ آنکھ بند نہیں کرے گا جس نے آخرت کے لیے ہمت باندھی اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص قتال و جدال میں اپنی جان دینے کو تیار ہے وہ مال کی نسبت زیادہ بخشنے والا ہے۔ اور جو شخص زندگی میں رغبت نہ رکھتا ہو تو وہ فانی دنیا کے مال میں زیادہ بے رغبت ہوگا۔ شاعر کہتا ہے ؎

یجود بالنفس ان ضن الجواد بها   والجود بالنفس اقصى غاية الجود

ترجمہ: وہ اپنے نفس کی سخاوت کرتا ہے جہاں سخی دجواد بخل کرتا ہے
اور نفس کی سخاوت کرنا جود وسخا کی انتہا، درجۂ کمال ہے۔

اسی بنا پہ کہتے ہیں کہ شجاعت وجود وسخا نے ایک ہی پستان سے دودھ پیا ہے اور ہمیشہ ایک دوسرے کے لازم وملزوم رہتے ہیں جس طرح کہ جڑوے ہوتے ہیں لہذا ہر بخشنے والا جواں مرد شجاع ہے اور ہر شجاع و جواں مرد بخشنے والا ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ابوتمام نے کہا ہے۔

واذا رایت ابا یزید	جب تو ابو یزید کو مجلس میں
فی الندی و دعی و	دیکھے یا میدان جنگ یا لوٹ مار
مبدی غارۃ و قعیدا	کی ابتدا کرتے ہوئے یا اس
ایقنت ان من السماح	سے لوٹتے ہوئے تو تجھے یقین
شجاعۃ تدنی	ہو جائے گا کہ سخاوت کے
و ان من الشجاعۃ	شجاعت قریب ہو رہی ہے
جودًا۔	اور شجاعت سے جود وسخا۔

اور ابوتمام متنبی کہتا ہے:۔

قالوا الم تکفہ سماحتہ	انہوں نے کہا کیا اس کے لیے
حتی بنی بیتہ علی	اس کی شجاعت کافی نہیں ہے،
الطرق فقلت ان	یہاں تک کہ اس نے اپنا گھر راستوں
الفتی شجاعتہ	پر بنالیا ہے تو میں نے کہا کہ جوانمرد
تریہ فی السمح	کی شجاعت اس کو بخل میں خوف
صورۃ الغرق	کی شکل دکھاتی ہے اے سخی تو

کن لجة ایها السماح	لہر و موج بن جا اسے تو اس
فقد امنہ سیفہ من	کی تلوار غرق ہونے سے مامون
الغرق ۔	بنا چکی ہے ۔

اور کہتے ہیں کہ جواں مرد کامل شجاع و بہادر رہوتا ہے اور بخیل کا چہرہ معاویہ نے بنی ہاشم کی جود و سخا سے اور آل زبیر کی شجاعت کے ساتھ اور بنی مخزوم اور تکبر سے اور بنی امیہ کی حلم و بردباری کے ساتھ تعریف کی یہ خبر امام حسنؑ بن علیؑ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ خدا اسے قتل کرے اس نے چاہا کہ بنی ہاشم عطا و بخشش کریں تاکہ اس کے محتاج ہو جائیں اور آل زبیر کی شجاعت و بہادری سے تعریف کی ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو قتل کرانے کے لیے تیار کریں اور بنو مخزوم تکبر کریں تاکہ لوگ انہیں دشمن رکھیں اور بنی امیہ تحمل و بردباری کریں تاکہ لوگ ان سے محبت و دوستی رکھیں ۔

معاویہ نے کچھ باتیں سچ کہیں اگرچہ اس کی سچائی اس جیسوں سے بعید ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جھوٹا سچی بات کرجاتا ہے کیونکہ بخشش و عطا جیسا کہ اس نے کہا ہے بنی ہاشم میں تھی بلکہ شجاعت و بردباری بھی تمام حالات میں ان میں موجود تھی اور ان میں تمام لوگ انہیں کے پیرو نہیں اگر اچھے خصال باقی لوگوں میں متفرق ہیں تو انہیں مجتمع ہیں ۔

رہا آپ کی فصاحت، زہد، تواضع، اور عبادت تو اگر انہیں ہم ذکر کرنے لگیں تو اس رسالہ (کتابچہ) کی دفع سے ہم خارج ہو جائیں لہذا ان کے بجائے ہم پیغمبر خدا کی ان سے محبت کے سلسلہ کی روایات ہم پیش کرتے ہیں ۔

شیخ اجل محمد بن شہر آشوب نے مناقب میں ابن عمر سے ایک روایت نقل

کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ حسینؑ باہر نکلے جب کہ آپ کا پاؤں آپ کے جامہ میں الجھا اور گر پڑے اور رونے لگے تو پیغمبر منبر سے اتر آئے اور انہیں اٹھالیا اور فرمایا خدا شیطان کو قتل کرے اور اولاد امتحان ہے اسکی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ میں منبر سے اتر آیا مناقب میں ہے کہ ابوالسعادات نے عترت کے فضائل میں نقل کیا ہے کہ یزید بن ابو زیاد نے کہا کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ کے حجرے سے باہر نکلے اور فاطمہ کے گھر کے دروازے سے گزرے تو حسینؑ کے رونے کی آواز سنی فاطمہؑ سے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

مناقب میں ہے کہ ابن ماجہ نے سنن میں اور زمخشری نے فائق میں نقل کیا ہے نبی اکرمؐ نے حسینؑ کو دیکھا کہ گلی میں بچوں سے کھیل رہے ہیں تو پیغمبر ان کے قریب آئے اور اپنا ایک ہاتھ دراز کیا اور حسین ادھر ادھر بھاگ رہے تھے اور رسول خداؐ اس سے ہنستے تھے پھر آپ نے انہیں پکڑ لیا اور ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ لیا اور دوسرا ان کے سر کے اوپر اور ان کا سر اوپر کر کے ان سے بوسے لیے اور فرمایا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

حسین منی و انا من الحسین۔	خدا تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو دوست رکھے

اور حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔

مناقب میں عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں رسولِ خداؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حسین آئے اور نبی کی پشت پر کود نے اچھلنے لگے۔ الخ

نیز اسی کتاب میں لیث بن سعد کے احادیث میں سے مروی ہے کہ پیغمبر ایک دن نماز جماعت کرا رہے تھے جب کہ حسین چھوٹے بچے تھے آپ کے پاس بیٹھے تھے جب پیغمبر سجدہ کرتے تو حسین آکر ان کی پشت پر سوار ہو جاتے اور اور اپنے پاؤں ہلاتے اور "حل حل"[1] کہتے۔ جب سر اٹھانا چاہتے تو انہیں ہاتھ سے پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھا دیتے پھر دوبارہ آپ سجدہ میں جاتے تو وہ آپ کی پشت پر سوار ہو جاتے اور حل حل کہتے اور اسی طرح کرتے رہتے یہاں تک کہ آنحضرت نماز سے فارغ ہو گئے۔

حاکم کی امالی سے روایت کی ہے کہ ابو رافع نے کہا کہ میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ جسے "مدحاۃ" کھیل کہتے ہیں اور وہ پتھر کے ساتھ کھیل کھیلتا ہے جب میرا پتھر ان کے پتھر کو جا لگتا تو میں کہتا کہ مجھے اپنی پشت پر سوار کریں تو آپ کہتے کہ کیا اس کی پشت پر سوار ہو گا کہ جو رسول خدا کی پشت پر سوار ہوتا تھا تو میں انہیں چھوڑ دیتا اور جب ان کا پتھر میرے پتھر کو آ لگتا تو میں کہتا کہ میں بھی آپ کو اپنے کندھے پر نہیں اٹھایا جیسا کہ آپ نے انہیں اٹھایا تو آپ فرماتے کیا تو راضی نہیں ہے کہ اس بدن کو کندھے پر اٹھاؤ کہ جسے رسول خدا اٹھاتے تھے، تو میں انہیں اپنے اوپر سوار کر لیتا۔

اور اسی کتاب ہی میں حفص بن غیاث کے واسطہ سے حضرت ابو عبد اللہؑ سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا نماز میں تھے اور حسینؑ ان کے پہلو میں کھڑے تھے تو رسول خدا نے تکبیر کہی اور حسینؑ اچھی طرح تکبیر

---

[1] سواری کو چلانے کے لیے یہ لفظ کہے جاتے ہیں۔

کہہ سکے تو رسول خدا نے دوبارہ تکبیر کہی اور حسینؑ نے اچھی طرح نہ کہی اسی طرح آنحضرت تکبیر کہتے اور حسینؑ تکبیر کی تمرین کرتے اور اچھی طرح ادا نہ کرتے یہاں تک رسول خدا نے سات مرتبہ تکبیر کہی اور ساتویں تکبیر امام حسینؑ نے اچھی طرح ادا کی ابو عبد اللہؑ نے فرمایا کہ اس سے سات تکبیریں سنت قرار پائیں۔

نیز اس کتاب میں تفسیر نقاش سے اس کی اسناد کے ساتھ ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا اور آپ کا بیٹا ابراہیم آپ کے بائیں زانو پر بیٹھا تھا اور حسینؑ بن علیؑ آپ کے دائیں زانو پر بیٹھے تھے اور آنحضرت کبھی اس کے بوسے لیتے اور کبھی اس کے اچانک جبرئیل وحی کے ساتھ پروردگار عالم کی طرف سے نازل ہوئے اور جب وحی کی حالت آپ سے برطرف ہوئی تو آپ نے فرمایا جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا اے محمدؐ آپ کا پروردگار آپ پر سلام بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ان دونوں کو اکٹھا نہیں رہنے دوں گا ایک کو دوسرے کا فدیہ قرار دو پیغمبر نے ابراہیم کی طرف دیکھا تو رو پڑے اور کہا اس کی والدہ ایک معمولی سی کنیز ہے اگر وہ مر جائے تو میرے علاوہ کوئی اس پر گریہ نہیں کرے گا لیکن حسین کی ماں فاطمہؑ ہے اور اس کا باپ علی میرا چچا زاد بھائی اور میں خود اس پر زیادہ محزون ہوں گا جو کہ میرا گوشت و خون ہے اگر وہ رحلت کر جائے تو میری بیٹی اور میرا چچا زاد بھائی اور میں خود اس پر محزون ہوں گا اور میں اپنے حزن و ملال کو ان کے حزن و ملال پر انتخاب کرتا ہوں اے جبرئیل ابراہیم رحلت کر جائے میں نے اسے حسینؑ کا فدیہ دیا اور اس کو اس پر قربان کر دیا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ تین دن کے بعد ابراہیم کی رحلت ہو گئی اور پیغمبر

جب کبھی حسین کو دیکھتے تو ان کی طرف آتے اور ان کے بوسہ لیتے اور انہیں سینہ سے لگاتے اور ان کے دانتوں کو چومتے اور کہتے اس کے قربان جاؤں کہ جس پر میں اپنے بیٹے ابراہیم کو فدا کیا ہے۔

تعالیت عن مدح فابلغ	تو مدح وثنا سے بلند ہے زیادہ
خاطب بمدحك بين	فصیح وبلیغ خطیب لوگوں کے
الناس اقصر قاصر	درمیان تیری مدح سے انتہائی
اذا طاف قوم فی	قاصر ہے۔ جب قوم مشاعر اور
المشاعر والصفا	صفا و مروہ میں طواف و گردش
فقبرك ركنی طائفا	کرے تو آپ کی قبر میرا رکن ہے
ومشاعری وان	طواف کے طور پر اور مشاعر کے
ذخر الاقوام نسك	طور پر اگر لوگ عبادتوں کو اپنا
عبادة فحبك او فی	ذخیرہ بناتے ہیں تو آپ کی محبت
عدتی و ذخائری۔	زیادہ وافی ہے بطور تیار شدہ
	مال و اسباب کے۔

دوسری فصل

چالیس احادیث گریہ کے بارے میں

امام حسینؑ کی مصیبت پر گریہ کرنے اور ان کے قاتلوں پر لعنت کرنے کا ثواب اور وہ روایات کہ جو آپ کی شہادت کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں اُن میں سے اس فصل میں ہم چالیس احادیث پر اکتفا کرتے ہیں!

پہلی حدیث:

مؤلف کتاب مرحوم حاج شیخ عباس قمی کہتے ہیں کہ مجھے شیخ اجل محدث الحاج میرزا حسین نوری نور اللہ تربتہ نے مجھ سے حدیث بیان کی عام کامل اجازہ کے ساتھ تمام ان کتب کے سلسلہ میں کہ جن کی روایت کا انہیں حق ہے اور ان کے اجازہ دینا ان کے لیے جائز ہے جمعہ کے دن ۴ ماہ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ کو ذمبارکہ میں فرات کے کنارے پل کے پاس شیخ امام معلم علماء اسلام الحاج شیخ مرتضیٰ انصاری سے شیخ جلیل جامع فضائل علمیہ وعملیہ الحاج ملا احمد نراقی سے وحید العصر صاحب کرامت باہر السید محمد مہدی بحر العلوم قدہ سے شیخ العلماء مرجع الفقہا استاد اکبر آقا محمد باقر سے ان کے والد معظم محقق سے مروج مذہب حق خاتم المحدثین مولانا محمد باقر مجلسی (رہ) سے ان کے والد شیخ اجل جامع فنون عقلیہ ونقلیہ مولانا محمد تقی مجلسی سے شیخ الاسلام والمسلمین رئیس الفضلاء والمحققین شیخ محمد عاملی بہاؤالدین رفعہ اللہ مقامہ سے ان کے والد محقق مدقق حسین بن عبدالصمد عاملی سے شیخ امام خاتم فقہاء اسلام شیخ الامۃ وفتاہا قدوۃ الشیعہ ونور الشریعۃ الشیخ زین العابدین جو شہید ثانی کے لقب سے مشہور ہیں قدس سرہ سے شیخ فاضل ورع نور الدین علی بن عبدالعالی میسی نور اللہ روضتہ سے شیخ سعید کامل المعی محمد بن داؤد جزینی عاملی رحمۃ اللہ سے شیخ ثقہ جلیل علی بن الشہید رفع اللہ درجتہ سے ان کے والد شیخ امام استاد فقہاء امام رئیس مذہب وملت فخر شیعہ، تاج شریعہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن مکی شہید اعلی اللہ مقامہ سے عالم محقق فاضل مدقق وحید الاعصار فخر الاسلام سلطان العلماء منتہی الفضلاء ابو طالب محمد بن علامہ رفع اللہ مقامہ سے ان کے والد شیخ اعظم وارث انبیاء ومرسلین

مروج شریعت خاتم النبیین آیۃ اللہ فی العالمین اعلم العلماء سلمین حبر الامہ محی السنۃ و حمیت البدعۃ ابو منصور حسن بن مطہر حلی جو حقیقتاً لفظ علامہ کے ساتھ مشہور ہیں جزاہ اللہ عن الاسلام خیر الجزاء سے شیخ اجل مدقق ثبت افقہ فقہاء آفاق شیخ طائفہ و سنادہا ابو القاسم نجم الدین جعفر بن سعید حلی المعروف محقق شکر اللہ سعیدہ سے سید حسیب محدث ادیب نسابہ فخار بن معد موسوی حائری رہ سے شیخ فقیہ محدث ورع سدید الدین ابو الفضل شاذان بن جبرئیل قمی نزیل دار الہجرہ علی ہاجرہا الف صلوۃ و تحیہ سے شیخ فقیہ ثقہ عماد الدین ابو جعفر محمد بن ابو القاسم بن محمد طبرسی آملی رضی اللہ عنہ سے شیخ ثقہ فقیہ ابو علی حسن بن محمد طوسی سے جو مفید ثانی سے ملقب ہیں ان کے والد رئیس طائفہ محی الرسوم مدون علوم محقق اصول و فروع مہذب فنون معقول و مسموع ابو جعفر بن محمد حسن طوسی قدس اللہ تربۃ الزکیہ سے شیخ اقدم اوثق اعلم حجۃ الفرقہ و فخر الطائفہ مروج مذہب و دین وارث علوم معصومین شیخ سعید ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان ملقب بمفید عطر اللہ مرقدہٗ سے شیخ جلیل محدث ناشر آثار ائمہ رئیس المحدثین المولود بدعاء الامام شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ قمی سے شیخ جلیل ابو القاسم محمد بن ماجیلویہ قمی سے شیخ محدث نبیہ علی بن ابراہیم سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم سے ثقہ جلیل ریان بن شبیب معتصم کے ماموں سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں ابو الحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں محرم کی پہلی تاریخ کے دن حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا! اے شبیب کے فرزند کیا تم روزے سے ہو میں نے عرض کیا نہیں تو آپ نے فرمایا یہ وہ دن ہے کہ جس میں زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی اور کہا

رب ھب لی من لدنک — یعنی اے میرے پروردگار

ذریۃ طیبۃ انک — اپنے ہاں سے مجھے پاک و پاکیزہ

سمیع الدعاء۔ ذریت واولاد عطا فرما کہ تو ہی دعا کے سننے والا ہے۔

پس خدا تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور ملائکہ کو حکم دیا تو انہوں نے زکریا کو ندا دی جب وہ محراب میں کھڑے تھے اور نماز پڑھ رہے تھے کہ خدا آپ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی پس جو شخص اس دن روزہ رکھے اور خدا تعالیٰ سے دعا کرے تو خدا اس کی دعا کو قبول کرے گا جس طرح زکریا کی دعا قبول کی۔

پھر آپ نے فرمایا اے شبیب کے بیٹے محرم وہ مہینہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ گزشتہ زمانہ میں اس کی حرمت کا خیال رکھتے لیکن اس امت نے نہ تو اس ماہ کی حرمت کو پہچانا اور نہ اپنے پیغمبر کی حرمت کو اور اس ماہ میں انہوں نے آنحضرت کی ذریت کو شہید کیا اور ان کی خواتین کو اسیر کیا اور ان کے مال و اسباب کو لوٹا خدا کبھی بھی انہیں نہیں بخشے گا۔

اے شبیب کے بیٹے اگر کسی چیز کے لیے گریہ کرنا چاہتے ہو تو حسین بن علی بن ابی طالبؑ کے لیے گریہ کرو کیونکہ انہیں انہوں نے گوسفند کی مانند ذبح کیا اور اٹھارہ جوان ان کے خاندان کے ان کے ساتھ شہید کر دیے کہ جن کی مثل و مانند روئے زمین میں نہیں تھی اور سات آسمان اور زمینیں آنجناب کے قتل ہونے پر گریہ کناں ہوئیں اور چار ہزار فرشتے ان کی یاری و مدد کے لیے نازل ہوئے لیکن انہیں آکر اس حالت میں پایا کہ آپ شہید ہو چکے تھے اب ان کی قبر کے پاس بال پریشان اور گرد آلود رہتے ہیں یہاں تک کہ جب قائم علیہ السلام قیام کریں گے تو یہ ان کے یار و انصار میں سے ہوں گے اور ان کا شعار و نعرہ یا لثارات الحسین (اے حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے والو)

اے شبیب کے بیٹے میرے والدؑ نے حدیث بیان کی ہے اپنے والد سے اپنے دادا سے کہ جب میرے دادا حسینؑ مارے گئے تو آسمان نے خون برسایا سرخ رنگ غبار کے ساتھ۔

اے شبیب کے بیٹے اگر حسینؑ پہ اتنا گریہ کر کہ تمہارے آنسو تمہارے دونوں رخساروں پہ جاری ہو جائیں تو خدا تمہارے ہر گناہ کو معاف کر دے گا جو تو نے کیا ہو چھوٹا ہو کہ بڑا تھوڑا ہو یا زیادہ۔

اے فرزند شبیب اگر تجھے اس بات میں خوشی محسوس ہو کہ خدا اسے اس حالت میں ملاقات کرے کہ تجھ پہ کوئی گناہ نہ ہو تو حسینؑ کی زیارت کرو۔

اے فرزند شبیب اگر یہ بات تجھے خوش کرتی ہے کہ جنت کے بنائے ہوئے غرفوں (بالا خانوں) میں پیغمبر خدا اور ان کے اہل بیت کا تو ہمنشیں ہو تو حسینؑ کو شہید کرنے والوں پہ لعنت بھیج۔

اے شبیب کے فرزند اگر تجھے یہ بات مسرور و خوش کرے کہ تیرا ثواب ان لوگوں کے ثواب کی مانند ہو کہ جو حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے تو جب تجھے حسینؑ یاد آئیں تو کہہ:

یا لیتنی کنت معھم فافوز — کاش میں ان کے ساتھ ہوتا

فوزًا عظیما۔ — تو عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوتا۔

اے فرزند شبیب اگر تجھے اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ جنت کے بلند درجات میں تو ہمارے ساتھ ہو تو ہمارے غم و اندوہ میں محزون و مغموم ہو اور ہماری خوشی میں خوشی و شادمان ہو اور تجھ پہ لازم ہے ہم سے محبت و دوستی رکھنا کیونکہ اگر کوئی شخص کسی پتھر سے بھی محبت کرے تو خدا اسے اس پتھر کے ساتھ قیامت

میں محشور کرے گا۔

دوسری حدیث:

سند متصل کے ساتھ شیخ مفید قدس روحہ سے ابن قولویہ سے ابن ولید سے صفار سے ابن ابوالخطاب سے محمد بن اسماعیل سے صالح بن عقبہ سے ابو ہارون مکفوف (نابینا) سے وہ کہتے ہیں میں حضرت امام ابوعبداللہ (صادق) علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا مجھے شعر سناؤ تو میں نے پڑھنا شروع کیا فرمایا اس طرح نہیں بلکہ جس طرح اپنے لیے پڑھتے ہو اور جس طرح آپ کی قبروں کے پاس جا کے مرثیہ پڑھتے ہو راوی کہتا ہے پس میں نے پڑھا:

امرر علی جدث الحسین فقل للاعظمہ الزکیۃ۔

حسین کی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کی پاکیزہ ہڈیوں سے کہو۔

اور آنجناب گریہ فرمارہے تو میں خاموش ہوگیا فرمایا آگے چلو اور تمام اشعار پڑھو تو میں نے آخر تک یہ اشعار پڑھے تو اس وقت آپ نے فرمایا مزید پڑھو تو میں نے یہ مرثیہ پڑھا۔

یا مریم قومی فاندبی مولاک وعلی الحسین فاسعدی ببکاک

اے فروہ کھڑی ہوجا اور اپنے مولا پر ندبہ اور بلند آواز سے گریہ کر اور حسینؑ پر گریہ کر کے سعادت حاصل (یا مدد کر)

ابوہارون کہتے ہیں آنجناب نے گریہ کیا اور (آپ کے گھر کی) خواتین بے تاب ہوگئیں اور جب خاموش ہوئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے ابوہارون

جو شخص امام حسین علیہ السلام کے بارے میں شعر پڑھتے اور دس افراد کو رلائے تو اس کے لیے جنت ہے پھر آپ نے ایک ایک عدد اس میں سے کم کیا یہاں تک کہ ایک تک پہنچے اور فرمایا جو شخص آنجناب کے بارے میں شعر پڑھے اور ایک ہی شخص کو رلائے تو اس کے لیے جنت ہے پھر فرمایا اور جو شخص آپ کو یاد کر کے ان پر گریہ کرے تو اس کے لیے جنت ہے۔

مؤلف کہتے ہیں جو اشعار ابو ہارون نے پڑھے تھے وہ سید حمیری کے ہیں جیسا کہ شیخ ابن نما نے تصریح کی ہے۔

تیسری حدیث:

سند متصل کے ساتھ شیخ صدوق سے ان کے اسناد کے ساتھ جیسا کہ ابن عباس سے روایت کی ہے حضرت علی علیہ السلام نے رسول خدا صلوٰۃ اللہ علیہ سے کہا اے رسول خدا کیا آپ عقیل کو دوست رکھتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم اس کو دو محبتوں اور دوستیوں کی وجہ سے دوست رکھتا ہوں ایک تو میں خود اسے دوست رکھتا ہوں اور دوسرا چونکہ ابو طالب اسے دوست رکھتے تھے اور اس کا بیٹا تیرے بیٹے کی دوستی میں مارا جائے گا تو مومنین کی آنکھیں اس پر آنسو بہائیں گی اور مقرب الٰہی فرشتے اس پر درود بھیجیں گے اس وقت رسول خدا رو پڑے چنانچہ آپ کے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا خدا سے شکایت کرتا ہوں اس چیز کی جس سے میرے اہل بیت میرے بعد ملاقات کریں گے۔ (جن مصائب سے انہیں سامنا کرنا پڑے گا۔)

چوتھی حدیث:

سند متصل کے ساتھ شیخ ابوالقاسم بن قولویہ مسنداً مُسْمَع کردین سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ حضرت ابوعبداللہ (صادقؑ) نے مجھ سے فرمایا اے مُسْمَع تو عراق میں رہنے والے لوگوں میں سے ہوتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کو نہیں جاتا میں نے عرض کیا کہ نہیں کیونکہ میں بصرہ کا مشہور شخص ہوں اور ہمارے پاس اس خلیفہ کے ہوا دار (اور اس کی پارٹی کے لوگ) اور مختلف قبائل میں ہمارے بہت سے دشمن ہیں۔ ناجیوں اور دوسرے لوگوں میں سے لہذا میں مامون نہیں ہوں کہ وہ میرے حالات سلیمان کے بیٹوں کو بتا دیں جن کی وجہ سے وہ مجھے آزار و تکلیف دیں اور مجھ پر ظلم کریں۔

آپ نے فرمایا تو کیا تو ان چیزوں کو یاد کرتا ہے جو کچھ لوگوں نے امام مظلوم سے کیا میں نے کہا جی ہاں فرمایا کیا اس پر جزع و فزع کرتا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں خدا کی قسم اس طرح مجھے گریہ گلوگیر ہوتا ہے کہ میرے گھر والے اس کے آثار مجھ سے مشاہدہ کرتے ہیں اور میں کھانا کھانا چھوڑ دیتا ہوں (اور یہ غم واندوہ میرے چہرہ پر ظاہر ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا خدا تیری آنکھ کے آنسو پر رحمت کرے البتہ تو ان لوگوں میں سے ہے کہ جو ہم پر جزع و فزع کرنے والے شمار ہوتے ہیں اور وہ کہ جو ہماری خوشی میں خوش اور ہماری غمی میں اندوہناک ہوتے ہیں اور جو ہمارے خوف کے وقت ڈرتے رہتے ہیں اور ہمارے امن وامان کی صورت میں مامون رہتے ہیں البتہ تو مرتے وقت ہمارے آباؤ اجداد کو اپنے پاس حاضر دیکھے گا کہ جو ملک الموت کو وصیت کریں گے تیرے بارے میں اور

موت کا فرشتہ تجھ پر اپنے فرزند پر مہربان ماں سے بھی زیادہ دلسوز و مہربان ہو گا تو اس وقت آپ رونے لگے اور میں بھی آپ کے ساتھ رونے لگا اور فرمایا حمد و ثنا ہے اس خدا کی جس نے ہمیں دوسری مخلوق پر فضیلت و برتری دی اپنی رحمت سے اور ہم اہل بیت کو رحمت کے ساتھ مخصوص کیا اے مسمع بے شک آسمان و زمین گریہ کر رہے ہیں اس وقت سے کہ جب سے امیر المؤمنین علیہ السلام شہید ہوئے ہم پر دلسوزی کرتے ہوئے اور جن فرشتوں نے ہم پر گریہ کیا ہے وہ بہت ہیں اور ہمارے شہید ہونے کے وقت سے فرشتوں کے آنسو نہیں رکے اور کوئی شخص ہم پر اور اس چیز پر جو ہم پر نازل ہوئی دلسوزی و ہمدردی سے گریہ نہیں کرتا مگر یہ کہ خدا اس پر رحمت کرتا ہے اس سے پہلے کہ اس کی آنکھ سے آنسو نکلے اور اس کے رخساروں پر جاری ہوں تو اگر ان میں سے ایک قطرہ جہنم میں جا پڑے تو اس کی حرارت و گرمی کو اس طرح خاموش کر دے کہ گویا دوزخ میں باقی ہی نہ رہے اور جس کا دل ہمارے لیے دکھی ہے ۔ وہ اس دن خوش ہو گا جب ہمیں دیکھے گا موت کے وقت اس قسم کی خوشی کہ جو مسلسل اس کے دل میں رہے گی یہاں تک کہ کوثر کے کنارے ہم پر وارد ہو گا اور حوض کوثر بھی خوش ہو گا. جب وہ ہمارے دوست و محب کو اپنے پاس دیکھے گا یہاں تک کہ انواع و اقسام کی خوراک اسے چھلکائے گا کہ پھر وہ حوض کے کنارے سے دور نہیں ہو گا ۔ الحدیث

پانچویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ شیخ ابوالقاسم بن قولویہ سے ان کی سند کے ساتھ عبداللہ بن بکیر سے روایت ہے کہ جس نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں کہا کہ میں نے امام

امام ابوعبداللہ (صادق) علیہ السلام کی معیت میں حج کیا اور عرض کیا اے فرزند رسول خدا اگر امام حسین علیہ السلام کی قبر میں شگاف کریں تو کیا انہیں ان کی قبر میں کوئی چیز ملے گی تو آپ نے فرمایا اے بکر کے بیٹے تیرے سوال بڑے ہیں۔ بے شک حسین بن علی علیہ السلام نے اپنے باپ ماں اور بھائی کے ساتھ رسول خدا صلواۃ اللہ علیہم کی منزل میں ہیں اور وہ حضرات جناب کے ساتھ رزق کھانے اور نوازے جاتے ہیں اور آپ عرش کی دائیں جانب اس سے معلق اور چمٹے ہوئے عرض کرتے ہیں اے میرے پروردگار جو کچھ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا کر اور اپنے زائرین کی طرف دیکھتے ہیں اور انہیں ان کے اور ان کے باپ دادا کے ناموں کے ساتھ اور جو کچھ ان کے مال و اسباب میں ہے اسے اس سے زیادہ پہچانتے ہیں کہ جتنا ان میں سے کوئی شخص اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے اور آپ اس کی طرف دیکھتے ہیں کہ جو آپ پر گریہ کرتا ہے اور خدا سے اس کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اپنے والد گرامی سے سوال کرتے ہیں کہ اس کے لیے طلب مغفرت کریں اور فرماتے ہیں اے گریہ کرنے والے اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ خدا نے تیرے لیے کیا کچھ چھپا اور آمادہ کیا ہے تو تو خوش و شادمان ہوگا اس سے زیادہ کہ جتنا تو محزون ہوا ہے اور آپ اس کے لیے ہر گناہ و خطا کے متعلق استغفار کریں گے۔

چھٹی حدیث:

سند متصل کے ساتھ شیخ جلیل رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ قمی عطر اللہ مرقدہٗ سے مسنداً ابوالحسن رضاؑ سے منقول ہے آپ نے فرمایا جو شخص ہماری مصیبت کو یاد کرے اور اس چیز پر جو ان ظالموں نے ہم پر ظلم کیے ہیں گریہ کرے تو وہ ہمارے ساتھ

ہوگا ہمارے درجہ میں قیامت کے دن اور جو شخص ہماری مصیبت دوسروں کو یاد دلائے اور خود روئے اور دوسروں کو بھی رلائے تو اس کی آنکھ اس دن نہیں روئے گی جس دن سب کی آنکھیں رو رہی ہوں گی اور جو شخص اس مجلس میں بیٹھے کہ جس میں ہمارے امر کا احیاء ہوتا ہے تو اس کا دل نہیں مرے گا اس دن کہ جس دن سب دل مریں گے۔

ساتویں حدیث:

اپنی سند کے ساتھ شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی سے مفید سے ابن قولویہ سے ان کے باپ سے سعد سے برقی سے سلیمان بن مسلم کندی سے ابن غزوان سے عیسیٰ بن ابومنصور سے ابان بن تغلب سے ابوعبداللہ (صادق) علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کسی غمگین کا آہ کھینچنا اس ظلم و ستم پر کہ جو ہم پر ہوا ہے تسبیح ہے اور ان کا غم و اندوہ عبادت ہے اور ہمارے راز کو چھپائے رکھنا راہ خدا میں جہاد ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس حدیث کو سونے کے پانی کے ساتھ لکھا جانا چاہیئے۔

آٹھویں حدیث:

اسی سند کے ساتھ شیخ فقیہ ابوالقاسم بن قولیہ سے ان کی سند کے ساتھ ابن خارجہ سے ابوعبداللہ (صادق) علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حسین بن علیؑ نے فرمایا کہ حسین بن علی علیہ السلام نے فرمایا میں آنکھ کی آنسو کا قتیل کیا ہوا ہوں میں حزن و ملال غم و اندوہ سے مارا گیا ہوں اور خدا پر لازم ہے کہ کوئی غمگین میری زیارت کو نہ آئے

مگر یہ کہ اس کو شاداں وخوشی کے ساتھ اس کے خاندان کی طرف پلٹا دے۔

نویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ شیخ الطائفہ قدہٗ سے مفید سے ابو عمرو عثمان دقاق سے جعفر بن محمد بن مالک سے احمد بن یحییٰ اودی سے مخول بن ابراہیم سے ربیع بن منذر سے اس کے باپ سے حسین بن علی علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کوئی بندہ ایسا نہیں کہ جو اپنی آنکھ سے ہمارے لیے ایک قطرہ ٹپکائے یا فرمایا آنسو کا قطرہ گرائے مگر یہ کہ خدا مدتوں اسے جنت میں جگہ دے گا احمد بن یحییٰ اودی نے کہا میں نے آنجناب کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا مخول بن ابراہیم نے اپنے باپ سے آپ سے روایت کی ہے (گزشتہ عبارت) فرمایا ہاں میں نے کہا ہے اور اس صورت میں اسناد تیرے اور میرے درمیان ساقط ہوگئی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ حقب (مدتوں تک) اس حدیث میں دوام سے کنایہ ہے۔

دسویں حدیث:

اپنی اسناد کے ساتھ ابن قولویہ سے ان کی اسناد کے ساتھ ابو عمارہ منشد سے اس نے کہا کہ دن بھی حسینؑ بن علیؑ کا نام ابو عبداللہ صادق علیہ السلام کے سامنے نہیں لیا جاتا تھا کہ اس دن آپ شام ہوئے تک شاداں وخوش ہوتے اور آپ فرمایا کرتے تھے:

الحسین عبرۃ کل مؤمن۔ یعنی حسینؑ ہر مومن کی آنسو کے گرنے کا سبب ہے!

گیارہویں حدیث:

اپنی اسناد متصل کے ساتھ علی بن ابراہیم سے ان کے باپ سے ابن محبوب سے علاء سے محمد سے ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا جس مومن کی آنکھ سے امام حسینؑ کے شہید ہونے پر آنسو گر کر اس کے رخسار پر جاری ہو تو خدا اسے جنت کے غرفوں اور بالا خانوں میں جگہ دے گا کہ مدتوں وہ وہاں رہیں گے اور جس مومن کی آنکھ آنسو بہائے یہاں تک کہ وہ اس کے رخسار پر جاری ہو اس رنج و الم اور تکلیف و آزار کی بنا پر جو دشمن کی جانب سے ہمیں پہنچی ہے دنیا میں تو خدا جنت میں سچائی و صدق کی منزل میں جگہ دے گا اور جو مومن ہماری راہ میں رنج و الم دیکھے اور اس کی آنکھ گریہ کرے یہاں تک کہ اس کے آنسو اس کے دونوں رخساروں پر بہنے لگے اس زحمت اس زحمت و رنج کی بنا پر کہ جو ہمارے متعلق اسے پہنچا ہے تو خدا قیامت کے دن کے رنج و زحمت کو اس کے چہرہ سے پھیر دے گا اور خدا اسے اپنے غضب اور جہنم کی آگ سے امین و مامون قرار دے گا۔

بارہویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ شیخ صدوق سے ان کے والد سے عبداللہ بن جعفر حمیری سے احمد بن اسحاق بن سعد سے بکر بن محمد ازدی سے ابو عبداللہ (صادق) علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فضیل سے فرمایا کیا تم (ایک دوسرے کے ساتھ) بیٹھتے اور ہماری حدیث کہتے ہو اس نے کہا جی ہاں آپ پر قربان جاؤں فرمایا میں ان مجالس کو دوست رکھتا ہوں پس ہمارے امر کا احیاء کرو اے فضیل خدا رحم کرے اس پر

جو ہمارے امر کا احیاء کرے اسے فضیل جو شخص ہمارا ذکر کرے یا جس کے پاس ہمارا ذکر کیا جائے پس اس کی آنکھ سے مکھی کے پر برابر آنسو نکلے تو خدا اس کے گناہوں کو بخش دے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

تیرھویں حدیث:

اپنی اسناد کے ساتھ شیخ صدوق سے ان کے اسناد کے ساتھ ابو عمارہ منشد سے ابو عبداللہ علیہ السلام سے آپ نے مجھے فرمایا اے ابو عمارہ کچھ اشعار حسینؑ بن علیؑ کے مرثیہ میں میرے لیے پڑھو راوی کہتا ہے کہ میں نے اشعار پڑھے تو آنحضرت نے گریہ کیا پھر میں نے پڑھے پھر آپ نے گریہ کیا خدا کی قسم میں مسلسل اشعار پڑھتا رہا اور آنحضرت گریہ کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گریہ کی آواز گھر کے اندر سے سنی پس آپ نے فرمایا اے ابو عمارہ جو شخص حسین بن علی کے متعلق شعر پڑھے اور پچاس افراد کو رلائے اس کے لیے جنت ہے اور جو شخص حسینؑ کے بارے میں اشعار پڑھے اور تیس افراد کو رلائے اس کے لیے بہشت ہے اور جو امام حسینؑ کے بارے میں شعر پڑھے اور بیس افراد کو رلائے تو اس کے لیے جنت ہے اور جو شخص حسینؑ کے بارے میں شعر پڑھے اور دس افراد کو رلائے تو اس کے لیے جنت ہے اور جو شخص حسین علیہ السلام کے بارے میں شعر پڑھے اور ایک آدمی کو رلائے تو اس کے لیے بھی جنت ہے۔ اور جو شخص حسینؑ کے بارے میں شعر پڑھ کر تباکی (رونے والے کی شکل بنائے) کرے تو اس کے لیے جنت ہے۔

چودھویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ جعفر بن قولویہ سے ہارون بن موسیٰ تلعکبری سے محمد بن عمر بن عبدالعزیز کشی سے نصر بن صباح سے ابن عیسیٰ سے یحییٰ بن عمران سے محمد بن سنان سے زید شحام سے وہ کہتا ہے کہ میں ابوعبداللہ (صادق) علیہ السلام کے پاس اہل کوفہ کی ایک جماعت کے ساتھ تھا کہ جعفر بن عفان آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ نے اسے اپنے قریب بلایا اس وقت کہا اے جعفر اس نے عرض کیا بے شک خدا مجھے آپ پر قربان کرے فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تو حسینؑ کے مرثیہ میں شعر کہتا ہے اور اچھا کہتا ہے اس نے عرض کیا جی ہاں خدا مجھے آپ کا فدیہ قرار دے فرمایا تو پھر پڑھو پس میں نے کچھ اشعار پڑھے تو آپ نے گریہ کیا اور جو لوگ آپ کے گرد بیٹھے تھے انہوں نے بھی گریہ کیا اور آپ کے چہرہ اور ریش مبارک پر آنسو جاری ہوئے اس وقت آپ نے فرمایا اے جعفر خدا کی قسم فرشتے حاضر ہوئے اور حسینؑ کے بارے میں تیرا کلام سنتے رہے اور انہوں نے گریہ کیا جس طرح کہ ہم نے گریہ کیا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اور اس میں شک نہیں کہ خدا نے اسی وقت جنت تیرے لیے واجب کر دی ہے اور تجھے بخش دیا ہے۔ اے جعفر کیا اس سے زیادہ کہوں میں نے عرض کیا جی ہاں، اے میرے آقا و سردار فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو حسینؑ کے بارے میں اشعار کہے اور خود روئے اور دوسروں کو رلائے مگر یہ کہ خدا جنت اس پر واجب کر دے گا اور اس کو بخش دے گا۔

پندرہویں حدیث:

اور سند متصل کے ساتھ شیخ صدوق سے ابن مسرور سے ابن عامر سے اعمش سے ابراہیم بن محمود سے روایت ہے اس نے کہا کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ محرم ایک ایسا مہینہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ اس میں جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے لیکن ہمارا خون اس مہینہ میں حلال سمجھا گیا اور ہماری ہتک حرمت کی گئی ہماری اولاد اور خواتین کو اسیر و قیدی بنایا گیا ہے۔ ہمارے خیموں کو آگ لگائی گئی اور جو کچھ ان میں تھا اسے لوٹا گیا اور رسول خدا کی حرمت کی بھی ہمارے بارے میں رعایت نہ کی گئی۔

حسین علیہ السلام کے شہید ہونے کے دن نے ہماری آنکھوں کو آزردہ کیا اور ہمارے آنسو جاری کیے۔ ہمارے عزت دار زمین کربلا میں ذلیل وخوار ہوئے اور بلاء مصیبت ہمیں نصیب ہوئی۔ معین دن تک پس گریہ کرنے والوں کو حسینؑ پر گریہ کرنا چاہیئے کیونکہ ان پر گریہ کرنا بڑے بڑے گناہ جھاڑ دیتا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے فرمایا جب ماہ محرم ہوتا تو میرے والد محترم کو کوئی ہنستا ہوا نہ دیکھتا اور آپ پر غم و اندوہ غالب ہوتا یہاں تک کہ دس دن گزر جاتے اور جب دسویں کا دن ہوتا وہ دن آپ کی مصیبت غم و اندوہ اور گریہ کا ہوتا اور آپ فرماتے کہ یہ وہ دن ہے کہ جس دن حسینؑ کو شہید کیا گیا۔

☆

سولہویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ شیخ صدوق عطر اللہ مرقدہ سے طالقانی سے احمد ہمدانی سے علی بن حسن فضال سے اس کے باپ سے حضرت رضا علیہ السلام سے آپ نے فرمایا جو شخص عاشورا کے دن اپنے حوائج و ضروریات کے پورا کرنے میں کوشش کو ترک کر دے خداوند تعالیٰ اس کے دنیا و آخرت کے حوائج و ضروریات بر لائے گا۔

جس شخص کا عاشور کا دن مصیبت غم و اندوہ اور گریہ کا دن ہو خدا قیامت کا دن اس کی خوشی و سرور کا دن قرار دے گا اور اس کی آنکھ ہماری وجہ سے جنت میں ٹھنڈی ہوگی۔

اور جو شخص عاشور کے دن کو برکت کا دن قرار دے اور اپنے گھر کے لیے کوئی چیز ذخیرہ کرے تو خدا اس چیز کو اس کے لیے مبارک نہیں قرار دے گا اور وہ قیامت کے دن یزید، عبید اللہ بن زیاد اور عمر بن سعد لعنہم اللہ کے ساتھ محشور ہوگا درک اسفل جہنم میں۔

سترہویں حدیث:

اسناد متصل کے ساتھ صدوق سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ بن عمران نے خدا تعالیٰ سے سوال کیا اور کہا اے میرے پروردگار میرا بھائی گزر گیا ہے اسے بخش دے ان کی جانب وحی آئی اے موسیٰ اگر تو اولین و آخرین کے لیے درخواست کرے تو میں قبول کر لوں گا سوائے حسینؑ

حسینؑ ابن علی کے قاتل کے کیونکہ میں ان کے قاتل سے ضرور انتقام لوں گا۔

اٹھارہویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ ابن قولویہ سے ان کی اسناد سے ابوعبداللہؑ (صادق) سے آپ نے فرمایا کہ یحییٰ بن ذکریا کا قاتل حرامزادہ اور امام حسینؑ بن علیؑ کا قاتل بھی حرامزادہ تھا آسمان نے گریہ نہیں کیا مگر ان (یحییٰ و حسین) دونوں پر۔

انیسویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ ابن قولویہ سے اس کی اسناد سے داؤد رقی سے وہ کہتا ہے میں حضرت ابوعبداللہ (صادق) کے پاس تھا آپ نے پانی مانگا جب پی لیا تو میں نے دیکھا کہ آپ پر گریہ طاری ہوا اور آپ کی آنکھیں آنسو سے پُر ہوگئیں، پھر فرمایا اے داؤد خدا لعنت کرے قاتل حسین پر جو بندہ بھی پانی پیئے اور حسینؑ کو یاد کرے اور آپ کے قاتل پر لعنت کرے تو خدا اس کے لیے ایک لاکھ حسنہ و نیکی لکھتا ہے اور اس کے ایک لاکھ گناہ محو کرتا ہے اور ایک لاکھ درجہ اس کا مقام و منزلت اوپر لے جاتا ہے اور اس طرح ہے کہ گویا اس نے ایک لاکھ غلام آزاد کیے اور خدا اسے خرم و خوش دل محشور کردے گا۔

بیسویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ ابن قولویہ سے محمد بن یعقوب کلینی سے اس کے اسناد کے ساتھ داؤد بن فرقد سے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابوعبداللہ (صادق) کے گھر

میں بیٹھا تھا تو میں نے (راعبی) کبوتر دیکھا کہ وہ ہمہمہ کر رہا ہے آنجناب نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے داؤد تو جانتا ہے کہ یہ پرندہ کیا کہتا ہے میں نے عرض کیا بخدا نہیں فرمایا امام حسینؑ کے قاتلوں پر نفرین ولعنت کرتا ہے پس اپنے گھروں میں اس قسم کے کبوتر رکھو۔

اکیسویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ آیت اللہ علامہ (حلی) سے خواجہ نصیر الدین طوسی سے شیخ برہان الدین قزوینی جس نے ری میں سکونت کر لی تھی شیخ منتجب الدین علی بن عبداللہ بن حسن علی ان کے باپ سے ان کے دادا سے شیخ کراجکی سے انہوں نے کہا محمد بن عباس نے اپنی اسناد کے ساتھ حسن بن محبوب سے روایت کی ہے ان کی اسناد سے صندل سے دارم بن فرقد سے وہ کہتا ہے کہ حضرت ابوعبداللہؑ نے فرمایا ہے کہ سورۂ فجر کو فرائض و نوافل میں پڑھو کیونکہ وہ امام حسینؑ بن علیؑ کا سورہ ہے اور اس کی طرف رغبت رکھا کرو خدا تم پر رحمت نازل کرے پس ابواسامہ نے آپ سے عرض کیا جو کہ اس مجلس میں حاضر تھا کس طرح یہ سورہ حسینؑ کے ساتھ مخصوص ہے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس قول کو تو نے سنا نہیں:

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ۔ اے نفس مطمئن

اس سے مراد حسینؑ بن علیؑ ہیں وہ جناب ہیں صاحب نفس مطمئنہ راضیہ مرضیہ اور آل محمد علیہم السلام میں سے آپ کے ساتھی وہ ہیں کہ جو قیامت کے دن خدا تعالے لئے سے راضی ہوں گے اور خدا بھی ان سے راضی ہوگا اور یہ سورہ مخصوص ہے حسینؑ بن علی آپ کے شیعوں اور آل محمد علیہم السلام کے شیعوں کے ساتھ جو شخص سورۃ الفجر

کی تلاوت کرے وہ جنت میں ہمیشہ امام حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ رہے گا اور خدا غالب و حکیم ہے۔

بائیسویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ شیخ طوسی سے ان کی اسناد کے ساتھ محمد بن مسلم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر (باقرؑ) اور جعفر بن محمد علیہما السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ خدا نے حسین علیہ السلام سے شہید ہونے کے عوض اور بدلہ یہ دیا کہ امامت آپ کی ذریت میں ہے اور شفا آپ کی تربت میں ہے اور دعا کا قبول ہونا آپ کے قبہ کے نیچے ہے اور جن دنوں زائران کی زیارت جاتا ہے اور واپس لوٹتا ہے۔ اس کی عمر میں حساب نہ ہونگے محمد بن مسلم نے ابوعبداللہ سے عرض کیا یہ سب کچھ تو آنحضرت کی وجہ سے لوگوں کو پہنچے گا خود آنجناب کے لیے کیا ہے فرمایا خدا انہیں اپنے پیغمبر کے ساتھ ملحق کرے گا لہذا وہ جناب آنحضرت کے ساتھ ہوں گے ان کے درجے اور منزلت میں اور پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

والذین آمنوا واتبعھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم۔	جو لوگ ایمان اور ان کی ذریت اور اولاد ایمان میں ان کی پیروی کی تو ہم ان کی ذریت کو ان سے ملحق کریں گے۔

تیئیسویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ شیخ احمد محقق سے محمد بن عبداللہ بن زہرہ حلبی سے ابن،

شہر آشوب سے احمد بن ابو طالب طبرسی سے کتاب احتجاج کی ایک طویل حدیث کے ضمن میں سعد بن عبداللہ اشعری سے حضرت مہدی سلام اللہ علیہ کے حضور میں شرفیاب ہونے کی حکایت میں ہے کہ (سعد نے) کہا مجھے کھیعص کی تاویل کے بارے میں خبر دیجئے تو حضرت نے فرمایا یہ حروف اخبار غیب میں سے ہیں کہ جن پر خدا نے اپنے بندے زکریا کو آگاہ کیا اور اس کی حکایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیان کی اور یہ واقعہ اس طرح کہ حضرت زکریا نے خدا سے درخواست کی کہ انہیں پنجتن پاک کے ناموں کی تعلیم دے جبرئیل ان پر نازل ہوئے اور انہیں وہ نام سکھلائے اور حضرت زکریا جس وقت محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ کا نام لیتے تو ان کا غم واندوہ برطرف اور زائل ہو جاتا تھا اور جب حسین علیہ السلام کا نام لیتے تو گریہ انہیں گلوگیر ہو جاتا ہے اور ان کا سانس اکھڑنے لگتا ہے ایک دن انہوں نے کہا اے میرے پروردگار کیا بات ہے جب میں انہیں سے دو چار افراد کا نام لیتا ہوں تو غم واندوہ سے مجھے تسلیت ہوتی ہے اور جب حسین علیہ السلام کو میں یاد کرتا ہوں تو میرے آنسو گرنے لگتے ہیں اور فریاد و نالہ بلند ہو جاتا ہے تو خدا تبارک وتعالیٰ نے انہیں خبر دی اور فرمایا کھیعص لیں کاف نام ہے کربلا کا اور ہا عترت کی ہلاکت وتباہی کی اور یا یزید ہے کہ جس نے حسینؑ پر ظلم وستم کیا اور عین عطش وپیاس ہے اور صاد صبر وشکیبائی ہے آنجناب کی۔

جب حضرت زکریا نے یہ سنا تو تین دن تک اپنی مسجد (عبادت گاہ) سے باہر نہ آئے اور لوگوں کو اپنے پاس آنے سے روک دیا اور گریہ وفریاد ونالہ کرتے رہے اور ان کا مرثیہ پڑھے کہ خداوندا کیا تو اپنے بہترین خلق کو اس کے اس بچے فرزند کو مصیبت میں مبتلا کرے گا کیا اس قسم کی بلا وصیبت اس کے

گھر پر نازل کرے گا کیا علی و فاطمہ علیہا السلام کو سوگواری کا لباس پہنائے گا اور اس کا غم و اندوہ ان کی منزل میں لے آئے گا پھر کہتے ہیں :

اے میرے خداوند مجھے ایک بیٹا عطا کر کہ جس سے بڑھاپے میں میری آنکھ ٹھنڈی اور روشن ہو جب مجھے فرزند دے تو مجھے اس کی محبت میں مبتلا کر دے اور پھر اس کی موت سے مجھے اندوہناک کر جیسا کہ تو نے اپنے حبیب محمدؐ کو ان کے فرزند کی وجہ سے اندوہناک کیا ہے پس خدا نے حضرت یحییٰ انہیں عطا کیا اور ان کی مصیبت میں انہیں مبتلا کیا اور حضرت یحییٰ کی مدت حمل چھ ماہ تھی جیسا کہ حسینؑ کی مدت حمل بھی چھ ماہ تھی !

چوبیسویں حدیث :

اسناد متصل کے ساتھ صدوق سے ان کی اسناد کے ساتھ ابوالجارود سے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے راوی نے کہا کہ پیغمبر اکرم ام سلمہ کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے ام سلمہ سے فرمایا کوئی شخص میرے پاس نہ آنے پائے پس حسین آئے تو میں انہیں روک نہ سکی یہاں تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور ام سلمہ بھی ان کے پیچھے پیچھے وارد ہوئیں اچانک دیکھا کہ حسینؑ آنحضرت کے سینہ پر بیٹھے ہیں اور پیغمبر گریہ کر رہے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز ہے کہ جسے الٹ پھیر رہے ہیں اس وقت آپ نے فرمایا اے ام سلمہ یہ ہیں جبرئیل جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ یہ فرزند شہید کر دیا جائے گا اور یہ تربت و مٹی اس کے مقتل کی ہے اس کو اپنے پاس رکھو جس وقت یہ خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا حبیب (حسین) شہید ہو گیا ہے ام سلمہ نے عرض کیا اے رسول خدا سے دعا کیجئے

کہ وہ اس مصیبت کو اس سے دور کر دے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے یہ درخواست کی ہے لیکن اس نے میری طرف وحی کی ہے کہ شہادت کی بنا پر اس کا ایک ایسا درجہ ہے کہ جس تک مخلوق میں سے کوئی نہیں پہنچ سکے گا اور اس کے کچھ شیعہ ہیں کہ جو شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول ہوگی اور حضرت مہدیؑ حسینؑ کی ذریت و اولاد میں سے ہیں پس کیا کہنا اس کا کہ جو حسینؑ کے دوستوں میں سے ہو اور آپ کا شیعہ ہو وہی ہیں خدا کی قسم قیامت کے دن کامیاب۔

پچیسویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ شیخ صدوق سے اس کی اسناد کے ساتھ ابو عبد اللہ علیہ السلام سے آپ نے فرمایا وہ اسماعیل کہ جسے خدا نے اپنی کتاب میں: واذکر فی الکتاب اسماعیل انہ کان صادق الوعد و کان رسولا نبیًا کے ساتھ بیان کیا ہے وہ اسماعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند نہیں ہیں بلکہ وہ ایک دوسرے پیغمبر ہیں خدا کے پیغمبروں میں سے کہ جسے خدا نے مبعوث کیا اور ان کی قوم نے انہیں پکڑ کر ان کے سر اور چہرہ کا چمڑا اتارا تو ایک فرشتہ آنجناب کے پاس آیا اور کہا کہ اللہ جل جلالہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ جو کچھ آپ کا جی چاہے فرمائش کریں تو آنجناب نے کہا میں اس کی جو کچھ حسین علیہ السلام سے کریں گے تأسی کرتا ہوں۔

چھبیسویں حدیث:

ابو جعفر طوسی نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت زینب بنت جحش زوجہ پیغمبر اکرمؐ

سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں ایک دن پیغمبر اکرم میرے ہاں سوئے ہوئے تھے کہ حسینؑ آ گئے میں انہیں مشغول رکھنے کی کوشش کرتی کہ کہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار نہ کریں اچانک میں ان سے غافل ہوئی اور وہ کمرے میں داخل ہو گئے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے گئی میں نے انہیں اس حالت میں پایا کہ وہ پیغمبر کے شکم پر بیٹھے ہیں۔

پیغمبر وضو کر کے نماز پڑھنے لگے جب سجدہ میں گئے تو حسینؑ آنحضرت کی پشت پر بیٹھ گئے آپ اتنی دیر سجدے میں رہے کہ حسین خود اتر آئے اور جب آپ کھڑے ہوئے تو حسینؑ لوٹ آئے اور پیغمبر نے حسینؑ کو اٹھا لیا یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہوئے پس پیغمبر نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور آپ کہتے تھے اے جبرئیل مجھے دکھاؤ مجھے دکھاؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آج میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے ایسا کام کیا کہ جو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا فرمایا ہاں جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھے حسینؑ کی تعزیت کہی اور بتایا کہ میری امت اسے قتل کرے گی اور سرخ مٹی بھی لایا۔

ستائیسویں حدیث:

ابن قولویہ نے اپنی اسناد کے ساتھ علیؑ بن ابی طالب سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا ایک دن رسول خدا ہم لوگوں کو دیکھنے کے لیے آئے پس میرے کھانا ان کے پاس لے آیا اور ام ایمن ایک ظرف کھجوروں کا ایک پیالہ دودھ کا اور مکھن (یا ملائی) ہمارے لیے ہدیہ لائی کہ جسے ہم نے آپ کے سامنے رکھا تاکہ آپ تناول فرمائیں اور جب آپ فارغ ہوئے تو میں کھڑا ہو گیا اور

آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا جائے جب آپ ہاتھ دھو چکے تو ہاتھوں کو تری چہرہ اقدس
اور ریش مبارک پر ملی پھر آپ مسجد میں گھر کے ساتھ ہی سجدہ میں گئے اور بہت زیادہ
گریہ کیا اور پھر سر اٹھایا اور ہم اہل بیت میں سے کسی نے جرأت نہ کی کہ آپ سے
پوچھے پس حسین کھڑے ہوئے اور آہستہ آہستہ جا کر آنحضرت کے زانو پہ بیٹھ گئے

ان کا سر اپنے سینہ سے چمٹا لیا اور اپنی ٹھوڑی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پہ
رکھی اور کہا اے بابا جان آپ کس بنا پر گریہ کر رہے ہیں آپ نے فرمایا میں نے
تم لوگوں کو دیکھا اور تمہیں دیکھ کر میں مسرور اور خوش ہوا اس طرح کہ اس سے پہلے کبھی ایسا
خوش نہیں ہوا تھا پس جبرائیل مجھ پہ نازل ہوا اور مجھے خبر دی کہ تم لوگوں کو قتل کر دیا
جائے گا اور تمہارے قتل ہونے کی جگہیں ایک دوسرے سے دور ہیں پس میں نے
خدا کا شکر ادا کیا ہے اور اس سے تمہارے لیے خیر و بھلائی چاہی ہے۔

حسینؑ نے کہا اے بابا جان پس ہماری قبروں کو کون دیکھے گا انکی زیارت کون
کرے گا اور کون ہمیں دیکھنے آئے گا اس دوری اور جدائی کے ہوتے ہوئے تو
آپ نے فرمایا میری امت کے کچھ گروہ کہ اس سے جن کا مقصد میرے ساتھ نیکی
کرنا اور صلہ رحمی کرنا ہو گا اور میں بھی موقف (حشر) میں انہیں دیکھنے جاؤں گا اور
ان کے بازو پکڑ کر موقف کی ہولناکیوں اور شدائد سے انہیں رہائی دلاؤں گا۔

اٹھائیسویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ ابو عبداللہ مفید (قدہ) سے کتاب ارشاد میں کہا ہے
روایت کی ہے اوزاعی نے عبداللہ بن شداد نے ام الفضل بنت حارث نے
وہ کہتی ہے کہ میں رسول خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور کہا یا رسول اللہ کل رات

میں نے ایک برا خواب دیکھا ہے آپ نے فرمایا کیا ہے اس نے کہا وہ خواب بہت سخت ہے فرمایا کیا ہے اس نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ ایک بدن سے ایک ٹکڑا کٹ کے میرے دامن میں رکھ دیا گیا ہے۔ رسول خدا نے فرمایا خیر ہے جو کچھ تو نے دیکھا ہے فاطمہ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا وہ تیرے دامن تربیت میں ہوگا پس فاطمہ سلام اللہ علیہا نے حسین کو جنم دیا ام الفضل کہتی ہے وہ میرے دامن میں تھا جیسا کہ رسول خدا نے فرمایا تھا۔

پس ایک دن میں اسے رسول خدا کی خدمت میں لے کر گئی اچانک میری نگاہ آپ کی آنکھوں پہ پڑی میں نے دیکھا کہ آنسو گر رہے ہیں میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں یا رسول اللہ آپ کو کیا ہوا فرمایا جبرائیل میرے پاس آیا ہے اور بتایا ہے کہ میری امت میرے بیٹے کو قتل کرے گی اور سرخ رنگ کی مٹھی بھر تربت ومٹی لایا ہے۔

انتیسویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ شیخ مفید سے کتاب ارشاد میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں سے باہر چلے گئے اور آپ کی غیبت نے طول کھینچا پھر آپ آئے تو بال پریشان اور آپ گرد آلود تھے اور آپ کی مٹھی بند تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا بات ہے کہ میں آپ کو بال پریشان اور گرد آلود دیکھ رہی ہوں تو آپ نے فرمایا اس وقت رات مجھے عراق کی جگہ پر لے گئے کہ جسے کربلا کہتے ہیں اور وہاں میرے فرزند حسینؑ اور میری اولاد واہل بیت کی ایک جماعت کی قتل گاہ مجھے

دکھائی اور میں نے ان کا خون اٹھایا ہے اور اس وقت وہ میرے ہاتھ میں ہے اور آپ نے ہاتھ کھولا اور فرمایا اسے لے لو اور اس کو محفوظ رکھو پس میں نے آپ سے وہ چیز لے لی دیکھا کہ وہ مٹی ہے لیکن سرخ رنگ کی اور اسے میں نے ایک شیشی میں رکھ لیا اور اس کا سر باندھ دیا اور اس کو محفوظ رکھا جب حسینؑ عراق کی جانب گئے تو میں شیشی کو باہر نکالا کرتی اور ہر روز اور ہر شب اسے سونگھتی اور اس کو دیکھتی اور آنجناب کی مصیبت پر میں نے گریہ کرتی پس جب دس محرم کا دن ہوا اور یہ وہ دن ہے کہ جس میں حسینؑ مارے گئے اس کو دن کے پہلے حصے میں میں نے باہر نکالا تو وہی جوں کی توں تھی اور جب دن کے آخری حصہ میں باہر نکالا تو اچانک میں نے دیکھا کہ وہ تازہ سرخ خون ہے میں نے اپنے گھر میں فریاد بلند کی اور روتے لگی لیکن اپنے غم واندوہ کو پوشیدہ کر رکھا کہ کہیں دشمن مدینہ میں سن لیں اور خوشی کرنے میں جلدی کریں پس اس دن اور ہر وقت کو ہمیشہ اپنے دل میں محفوظ کر رکھا یہاں تک کہ آنجناب کی شہادت کی خبر لائے اور حقیقت آشکار اور واضح ہوئی۔

تیسویں حدیث:

اسناد متصل کے ساتھ شیخ مفیدؒ سے کتاب ارشاد میں کہا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ایک دن آپ بیٹھے ہوئے تھے اور علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ آپ کے گرد جمع تھے تو آپ نے ان حضرات سے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب تم سب مارے جاؤ گے اور تمہاری قبریں ایک دوسرے سے دور ہوں گی تو حسینؑ نے عرض کیا کیا ہم طبعی موت سے رحلت کریں گے یا ہمیں قتل کیا جائے گا آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے تم ظلم و ستم

سے قتل کیے جاؤ گے اور تمہارا بھائی بھی جور و ستم سے قتل کیا جائے گا۔

اکتیسویں حدیث :

مجلسی رحمۃ اللہ بحار میں کہتے ہیں صاحب درثمین نے اللہ تعالےٰ کے اس قول : فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات ۔ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ساق عرش پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہؑ کے نام دیکھے اور جبرئیلؑ نے انہیں تلقین کی کہ کہو" یاحمید بحق محمد یاعالی بحق علی یا فاطر بحق فاطمہ یا محسن بحق الحسن والحسین ومنک الاحسان "
جب انہوں نے حسینؑ کا نام لیا تو ان کے آنسو جاری ہو گئے اور ان کا دل ٹوٹ گیا اور کہا اے میرے بھائی جبرئیل پانچویں کے ذکر کے وقت میرا دل ٹوٹ جاتا ہے اور میرے آنسو جاری ہو جاتے ہیں جبرئیل نے کہا آپ کے اس فرزند کو ایسی مصیبت لاحق ہو گی کہ جس کے مقابلے میں تمام مصائب ہیچ اور چھوٹے ہوں گے آدمؑ نے کہا آپ کے اے بھائی وہ کون سی مصیبت ہے کہا وہ پیاسہ مسافر اور اکیلا ہو کر مارا جائے گا اور اس کا کوئی یار و معین و مددگار نہیں ہو گا کاش آپ اسے دیکھتے کہ وہ کہہ رہا ہے ہائے پیاس ہائے بے یاوری یہاں تک کہ پیاس اس کے اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی مانند حائل ہو جائے گی پس کوئی اس کو جواب نہیں دے گا مگر تلوار اور شربت شہادت نوش کرنے کا اور اسے گوسفند کی مانند پس پشت ذبح کریں گے اور اس کا مال و اسباب دشمن لوٹ لیں گے اور واحد اس کے اور اس کے انصار کے سروں کی شہروں میں تشہیر کریں گے جب ان کے ساتھ خواتین ہوں گی خداوند منان کے علم میں اسی طرح گزرا ہے پس حضرت آدم اور جبرئیل

اس طرح روتے کہ جیسے وہ ماں روتی ہے کہ جس کا بیٹا مرجائے۔

اور روایت ہوئی ہے بعض ثقات اخیار سے کہ عید کے دن حسنؑ و حسینؑ اپنے نانا کے حجرے میں داخل ہوئے اور عرض کیا نانا جان آج عید کا دن ہے اور عربوں کے بچوں نے رنگ دار کپڑے پہن رکھے ہیں اور نئے لباس زیب تن کیے ہوئے ہیں جب کہ ہمارے پاس نیا لباس نہیں ہے اس لیے ہم آپ کے پاس آئے ہیں، پس آپ نے ایک لمحہ ان کی حالت پر غور و تامل کیا اور روئے کہ گھر میں ان کے مناسب لباس نہیں تھا اور آپ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ انہیں ناامید کریں اور ان کا دل توڑیں پس اپنے پروردگار سے سوال کیا اور عرض کیا اے میرے خدا ان کا اور ان کی مادر گرامی کا دل نہ توڑنا۔

پس جبرئیلؑ نازل ہوئے اور ان کے ساتھ دو سفید حلے تھے جنت کے حلوں اور لباسوں میں سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے اور ان سے کہا اے جوانان جنت کے سردار یہ لباس کی جنہیں خیاط (درزی) قدرت نے تمہارے قد و قامت کے مطابق سیا ہے لے لو اور چونکہ ان خلعتوں کو شہزادوں نے سفید دیکھا عرض کیا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے عربوں کے بچوں نے تو رنگین لباس پہنے ہوئے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھڑی ان کے معاملے کی سوچ میں سر نیچے کیے رکھا جبرائیلؑ نے عرض کیا اے محمدؐ آپ دل خوش رکھیں اور آپ کی آنکھ روشن و ٹھنڈی ہو:

صانع صبغۃ اللہ ۔۔۔۔۔۔ اللہ کے رنگ میں رنگنے والا

ان کے لیے اس کام کو انجام دے گا اور ان کے دل کو خوش کرے گا ہر اس رنگ سے کہ جو وہ چاہیں گے پس حکم دیجئے تا کہ طشت اور آفتابہ لے آئیں یہ چیزیں

آگئیں تو جبرائیل پانی ڈالنے لگے اور پیغمبرؐ نے حسنؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے آنکھوں کے نور تم کس رنگ کا لباس چاہتے ہو آپ نے عرض کیا ہیں سبز رنگ کا لباس چاہتا ہوں تو پیغمبرؐ نے اس لباس کو پانی میں اپنے ہاتھ سے بھگویا تو اس نے قدرت خدا سے بہترین سبز رنگ سے رنگ گیا زبرجد کی مانند پیغمبرؐ نے اسے باہر نکالا اور حسنؑ کو دیا اور انہوں نے اسے پہن لیا پھر حسینؑ کا حلہ و لباس طشت میں رکھا اور جبرئیل پانی ڈالنے لگے اور آنحضرت نے حسین کی طرف رخ کیا اور فرمایا کیا آنکھوں کی روشنی اور اس وقت حسینؑ پانچ سال کے تھے تم اپنا لباس کس رنگ کا چاہتے ہو تو انہوں نے عرض کیا نانا جان میں سرخ رنگ کا چاہتا ہوں پس پیغمبرؐ نے اسے اپنے ہاتھ سے پانی میں بھگویا اور وہ لباس سرخ ہوگیا یاقوت کی طرح تو حسین نے اسے پہن لیا اور پیغمبر اکرم خوش ہوئے اور حسنؑ و حسینؑ بھی خوش و خرم اپنی والدہ کے پاس گئے جبرئیل نے جب یہ حالت دیکھی تو رونے لگے پیغمبرؐ نے فرمایا اے جبرئیل اس جیسے دن میں کہ جب میرے بچے خوش و شاداں ہیں آپ گریاں و غمناک ہیں خدا کی قسم مجھے اس کے سبب سے آگاہ کرو جبرئیل نے عرض کیا :

اے رسول خدا آپ کے بیٹوں میں سے ہر ایک نے ایک رنگ انتخاب کیا ہے آخرکار حسنؑ کو زہر پلائیں گے اور اس کے اثر سے ان کا رنگ سبز ہو جائے گا اور حسین کو (تیغ جفا سے) شہید کریں گے اور ذبح کریں گے اور ان کا بدن ان کے خون سے رنگین ہوگا تو پیغمبر بھی رو پڑے اور آپ کے غم و اندوہ میں اضافہ ہوا

بتیسویں حدیث:

سند متصل کے ساتھ ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امیرالمومنین کے ساتھ تھا اس وقت جب آپ صفین کی طرف جا رہے تھے جب نینوی میں فرات کے کنارے آپ نے نزول اجلال فرمایا تو بلند آواز سے فرمایا اے ابن عباس کیا تم اس زمین کو پہچانتے ہو میں نے عرض کیا کہ میں نہیں پہچانتا اے امیرالمومنین تو فرمایا کہ اگر تو بھی میری طرح اسے پہچانتا ہوتا تو گریہ کیے بغیر اس سے آگے نہ جاتا۔

ابن عباس کہتے ہیں پس امیرالمومنین نے اتنا گریہ کیا کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو گئی اور آنسو آپ کے سینہ پر گرنے لگے اور ہم بھی رونے لگے اور آپ فرماتے جاتے تھے ہائے ہائے آل ابوسفیان کو مجھ سے کیا سروکار ہے آل حرب کو مجھ سے کیا سروکار جو کہ شیطان کے پیروکار اور کفر گروہ ہیں اے ابوعبداللہ صبر و شکیبائی اختیار کر تیرا باپ ان لوگوں سے وہی کچھ دیکھے گا کہ جو کچھ تو دیکھے گا پھر آپ نے پانی منگوایا اور نماز کے لیے وضو کیا اور جتنا خدا نے چاہا نماز پڑھی پھر دوبارہ گفتگو کا آغاز کیا۔ گفتگو کے بعد تھوڑی دیر کے لیے سو گئے دوبارہ اٹھے اور فرمایا اے ابن عباس میں نے عرض کیا اے امیرالمومنین میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں فرمایا جو کچھ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے تجھ سے بیان نہ کروں میں نے عرض کیا آپ کو نیند آ گئی تھی اور جو کچھ آپ نے خواب میں دیکھا ہے خیر ہے خیر ہے اے امیرالمومنین آپ نے فرمایا میں نے دیکھا ہے گویا کچھ مرد آسمان سے نازل ہوئے ہیں کہ جن کے ہاتھوں میں سفید علم ہے اور سفید و چمکدار تلواریں حمائل کیے ہوئے ہیں اور اس زمین کے گرد انہوں نے ایک خط کھینچا ہے اس وقت میں نے دیکھا ہے کہ ان کھجور کے درختوں کی

شاخیں زمین تک پہنچ رہی ہیں اور تازہ و سرخ خون میں غلطیاں ہوتی ہیں اور گویا میں اپنے فرزند اور بچہ اور بدن کے ٹکڑے کو دیکھتا ہوں کہ اس خون میں غرق شدہ فریاد کر رہے ہیں لیکن کوئی اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا اور گویا سفید رنگ کے مرد آسمان سے اتر کر انہیں پکار کر کہتے ہیں اے آل رسول صبر و شکیبائی اختیار کرو کہ تم بدترین لوگوں کے ہاتھوں مارے جاؤ گے اے اباعبداللہ یہ جنت آپ کی مشتاق ہے پھر وہ مجھے تسلی دیتے اور مجھ سے تعزیت کرتے اور کہتے تھے اے ابوالحسن آپ کو خوشخبری ہو خدا آپ کی آنکھوں کو روشنی بخشے اور ٹھنڈا کرے اس دن کہ جس میں لوگ پروردگار کے حکم سے قبروں سے اٹھیں گے بس میں بیدار ہو گیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں علیؑ کی جان ہے کہ صادق مصدق ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ میں اس زمین کو اس وقت دیکھوں گا کہ جب اہل بغی و سرکشی کی طرف نکلوں گا اور یہ زمین کرب و بلا ہے کہ جس میں حسینؑ اور سترہ افراد میری اور فاطمہؑ کی اولاد میں سے سپرد خاک ہوں گے اور یہ زمین آسمانوں میں مشہور و معروف زمین ہے۔

وہ زمین کربلا کو اس طرح یاد کرتے ہیں کہ جس طرح اہل زمین حرمین (مکہ و مدینہ) اور بیت المقدس کو یاد کرتے ہیں (الحدیث)

تینتیسویں حدیث:

شیخ صدوق نے اسناد کے ساتھ ہرثمہ بن ابی مسلم سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ مل کر ہم نے صفین کی جنگ کی جب ہم واپس لوٹے تو آپ کربلا میں اترے اور صبح کی نماز پڑھی

پھر مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور اسے سونگھا اور فرمایا افسوس ہے تیرے لیے اے مٹی تجھ سے ایک گروہ محشور ہوگا جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوگا پھر میں اپنی بیوی کے پاس آیا کہ جو شیعان علیؑ میں سے تھی اور اس سے کہا کہ کیا تجھ سے حدیث بیان نہ کروں ایک چیز کی تیرے مولا ابوالحسن سے وہ جناب کربلا میں اترے اور نماز پڑھی پھر اس کی مٹی اٹھائی اور کہا افسوس ہے تیرے لیے اے تربت تجھ سے ایک ایسا گروہ محشور ہوگا کہ جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگیا اس خاتون نے کہا اے مرد امیرالمومنین سوائے حق بات کے کچھ نہیں کہتے جب حسین علیہ السلام عراق میں آئے تو ہرثمہ نے کہا کہ میں اس جماعت میں تھا کہ جسے عبیداللہ بن زیاد نے بھیجا تھا۔

جب میں نے اس جگہ اور ان درختوں کو دیکھا تو وہ حدیث مجھے یاد آئی میں اپنے اونٹ پر بیٹھا اور حسینؑ کے پاس گیا اور ان پر سلام کیا اور جو کچھ میں نے ان کے والد بزرگوار سے سنا تھا اس منزل میں کہ جہاں حسینؑ اترے ہوئے تھے ان سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ ہے تو یا ہمارے خلاف میں نے عرض کیا نہ آپ کے ساتھ ہوں اور نہ ہی آپ کے برخلاف چھوٹے بچے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ عبیداللہ بن زیاد سے ان کے متعلق مجھے خوف ہے۔ فرمایا ایسی جگہ چلا جا کہ جہاں سے ہمارا مقتل تجھے نظر نہ آئے اور ہماری فریاد نہ سنے اور ہماری مدد نہ کرے۔ اس قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں حسینؑ کی جان ہے جو شخص ہماری غربت کی فریاد سنے اور ہماری مدد نہ کرے مگر یہ کہ خدا اسے منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا۔

☆☆

چوبیسویں حدیث:

شیخ مفید نے زکریا بن یحیی قطان سے فضیل بن زبیر سے ابوالحکم سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے اپنے علماء اور شیوخ سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ نے خطبہ دیا اور اس خطبہ میں کہا کہ مجھ سے سوال کرو اس سے پہلے کہ مجھے نہ پاؤ خدا کی قسم تم نہیں پوچھو گے کسی گروہ کے متعلق کہ جس نے سو افراد کو گمراہ کیا ہے یا سو افراد کی رہنمائی کی ہے مگر یہ کہ میں تمہیں خبر دوں گا کہ اس کا داعی اور مؤسس کون ہے اور کون اس کی تدبیر کرے گا قیامت تک پس ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ مجھے خبر دیجیے کہ میرے سر اور داڑھی میں کتنے بال ہیں امیر المومنینؑ نے فرمایا خدا کی قسم میرے خلیل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے اس چیز کے متعلق کہ جو تو نے مجھ سے پوچھی ہے اور تیرے سر کے بال کے سرے پر ایک فرشتہ ہے کہ جو تجھ پر لعنت کرتا ہے اور تیری داڑھی کے ہر بال کے سرے پر ایک شیطان ہے کہ جو تجھے شر اور برائی کے لیے برانگیختہ کرتا ہے اور تیرے گھر میں ایک بچھڑا (تیرا لڑکا) کہ جو فرزند رسول کو قتل کرے گا اور یہ نشانی برہان صدق ہے اس خبر کی کہ جو میں نے تجھے دی ہے اور اگر یہ نہ ہوتا کہ جو کچھ تو نے پوچھا ہے (بالوں کی تعداد کے بارے میں) اس کی برہان و دلیل دشوار ہے تو میں اس کی بھی تجھے خبر دیتا لیکن اس کی درستی کی نشانی اس خبر کی سچائی ہے کہ جو میں نے تجھے دی ہے تجھ پر لعنت کرنے اور تیرے ملعون بچھڑے کے بارے میں اور اس کا بیٹا اس وقت بہت چھوٹا تھا جو کہ زمین پر پڑا رہتا تھا اور ابھی تک اس نے چلنا نہیں سیکھا تھا اور

جب حسینؑ کا معاملہ وہاں پہنچا تو وہ لڑکا آنجناب کے قتل کا متولی اور سربراہ بنا اور معاملہ وہاں پہنچا اسی طرح ہوا کہ جس طرح امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا تھا۔

مؤلف کہتا ہے کہ ابن بابویہ سے منقول ہے کہ سوال کرنے والا سعد بن وقاص تھا اور ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ وہ تمیم بن اسامہ بن زہیر بن دُرید تیمی تھا اور اس کے بیٹے کا نام حصین تھا ایک دوسرا قول ہے کہ وہ سنان بن انس تھا مترجم کہتا ہے کہ سعد بن وقاص امیرالمومنین اور معاویہ دونوں سے کنارہ کش ہوگیا تھا لہٰذا اس کا آنجناب کے زیر منبر ہونا کمزور سی بات ہے۔

پینتیسویں حدیث:

ابن قولویہ نے اپنے اسناد کے ساتھ ابو جعفر (امام باقر) علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حسینؑ ان کی خدمت میں جاتے تو انہیں اپنی طرف کھینچ لیتے اور پھر امیرالمومنینؑ سے فرماتے اس کو پکڑ رکھو پھر آپ جھک کر ان کے بوسے لیتے اور پھر امیرالمومنینؑ اگر یہ فرماتے حسین عرض کرتے بابا جان کیوں روتے اور گریہ کرتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں تیرے بدن میں تلواروں کی جگہ کا بوسہ لیتا ہوں اور گریہ کرتا ہوں امام حسین نے عرض کیا اے بابا جان میں قتل کیا جاؤں گا فرمایا ہاں خدا کی قسم تم تمہارے باپ اور تمہارے بھائی قتل کیے جاؤ گے عرض کیا اے بابا جان ہمارے قتل ہونے کی جگہ الگ الگ ہوگی فرمایا ہاں اے بیٹا تو عرض کیا آپ کی امت میں سے کون ہماری زیارت کرے گا فرمایا میری، تیرے باپ اور تیرے بھائی اور تیری زیارت نہیں کریں گے مگر میری امت میں سے صدیقین!

چھتیسویں حدیث:

ابن شہر آشوب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ہند نے عائشہ سے خواہش کی جو خواب اس نے دیکھا تھا اس کی تعبیر پیغمبر اکرمؐ سے پوچھے پیغمبر نے فرمایا اس سے کہو کہ وہ اپنا خواب بیان کرے ہند نے کہا میں نے دیکھا ہے گویا ایک سورج نے میرے سر کے اوپر طلوع کیا ہے اور ایک چاند میری شرم گاہ سے نکلا ہے اور گویا ایک سیارہ ستارہ اس چاند سے الگ ہوا ہے اور اس نے ایک چھوٹے سورج پر جو پہلے سورج سے جدا ہوا حملہ کیا ہے اور اس کو ختم کر دیا ہے پس افق تاریک ہو گیا پھر میں نے دیکھا ہے کہ چند ایک ستارے آسمان میں متحرک ہیں اور سیاہ قسم کے ستارے زمین میں ہیں لیکن ان سیاہ ستاروں نے زمین کی ہر جگہ کو گھیر رکھا ہے پس پیغمبر کی آنکھیں آنسو سے پر ہو گئیں اور دو مرتبہ فرمایا باہر نکل جاؤں!

اے دشمن خدا تو نے میرے غم واندوہ کو تازہ کر دیا اور مجھے دوستوں کی موت کی خبر دی ہے جب وہ باہر چلی گئی تو عرض کیا خدایا اس پر اور اس کی نسل پر لعنت بھیج خواب کی تعبیر پوچھی گئی تو فرمایا وہ سورج جو اس پر طلوع ہوا علی ابن ابی طالب ہے اور وہ چاند معاویہ مفتون، فاسق، منکر خدا تعالیٰ ہے اور وہ تاریکی جو کہتی ہے اور سیاہ ستارے کہ جسے دیکھا ہے کہ اس چاند سے جدا ہو گا اور اس چھوٹے سورج پر کہ جو پہلے سورج سے جدا ہو گا حملہ کیا ہے اور اس کو ختم کر دیا ہے اور (دنیا) سیاہ ہو گئی ہے تو اس واقعہ کی تعبیر یہ ہے کہ میرے بیٹے حسینؑ کو معاویہ کا بیٹا قتل کرے گا تو اس سے سورج سیاہ ہو جائے گا اور

افق دنیا تاریک تاریک ہو جائے گا باقی رہے وہ سیاہ ستارے کہ جو زمین کو ہر جگہ سے گھیر لیں گے تو وہ بنی امیہ ہیں۔

سینتیسویں حدیث:

شیخ ابن نما نے کتاب مثیر الاحزان میں روایت کی ہے عبداللہ بن عباس سے کہ جب رسول خداؐ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے حسینؑ کو اپنے سینہ سے چمٹا لیا اور آنحضرت کا پسینہ رحلت کے وقت ان پر جاری تھا اور آپ فرما رہے تھے یزید کو مجھ سے کیا کام ہے خدایا اس میں برکت نہ قرار دے خدایا یزید پر لعنت بھیج پھر آپ پر غشی کی سی حالت طاری ہو گئی اور یہ حالت طول پکڑ گئی دوبارہ جب آپ کی حالت سنبھلی تو حسینؑ کو سینہ پر لے لیا اور آپ دونوں آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے اور کہتے تھے البتہ میں اور تجھے قتل کرنے والا خدا کے ہاں ایک دوسرے تک پہنچیں گے۔

اٹھتیسویں حدیث:

مذکورہ کتاب میں سعید بن جبیر سے ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حسنؑ آئے جب حضور نے انہیں دیکھا تو رو پڑے اور فرمایا میری طرف آؤ میری طرف آؤ اور انہیں اپنے دائیں زانو پر بٹھا لیا پھر جب جناب حسینؑ آئے تو جب ان پر نگاہ پڑی تو رو دیے اور جس طرح کہ حسن کو فرمایا تھا ان سے فرمایا اور ان کو بائیں زانو پر بٹھا لیا، پھر جب جناب فاطمہ آئیں تو انہیں دیکھ کر بھی آپ رو دئے اور اسی طرح کہا

اور انہیں اپنے سامنے بٹھا لیا پھر علی علیہ السلام آئے تو انہیں دیکھ کر گریہ کیا اور اسی طرح فرمایا اور انہیں اپنی دائیں طرف بٹھا لیا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں سے کس کو آپ نے نہیں دیکھا مگر یہ کہ گریہ کیا ہے ان کے درمیان کوئی ایسا نہیں ہے کہ جسے دیکھ کر آپ خوش ہوں۔

فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے مجھے مبعوث برسالت کیا ہے اور سب لوگوں پر انتخاب کیا ہے کوئی شخص روئے زمین پر مجھے ان سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور میرا گریہ ان مصائب کے لیے ہے کہ جو میرے بعد انہیں پہنچیں گے اور مجھے یاد آیا وہ کچھ کہ جس کے وہ میرے اس فرزند حسینؑ سے مرتکب ہوں گے گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ میرے حرم و قبر میں پناہ چاہتا ہے اور کوئی اسے پناہ نہیں دیتا اور اس زمین کی طرف کہ جو اس کا مقتل و مصرع ہے۔ جلے گا اور وہ زمین کرب و بلا ہے مسلمانوں کا ایک گروہ اس کی مدد کرے گا کہ جو میری امت کے تمام شہداء کے سردار اور ان سے بہتر ہوں گے قیامت کے دن، گویا میں اس کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ اس کی طرف تیر پھینکا گیا اور وہ گھوڑے سے نیچے گرا ہے پھر اسے مظلوم کر کے گوسفند کی مانند ذبح کریں گے پھر آپ آہ و نالہ کرنے اور رونے لگے اور جو آپ کے گرد تھے انہیں بھی رلایا اور ان کی فریاد بلند ہوئی پس آپ کھڑے ہو گئے اور کہہ رہے تھے خدایا میں تجھ سے شکایت کرتا ہوں اس چیز کی کہ جو میرے اہل بیت پر میرے بعد واقع ہو گی۔

انتالیسویں حدیث:

نیز مذکورہ کتاب میں کہا ہے کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ حسینؑ اپنے بھائی حسن علیہ السلام کے پاس گئے جب انہیں دیکھا تو رو پڑے آپ نے فرمایا اے ابا عبداللہ کس چیز سے آپ رو رہے ہیں کہا کہ اس سے کہ جو کچھ آپ سے کریں گے حسنؑ نے فرمایا جو کچھ مجھ پر آئے گا تو وہ زہر ہے کہ جس سے مجھے قتل کیا جائے گا لیکن کوئی دن آپ کے دن کی مانند نہیں ہے کہ تیس ہزار افراد تیرے گرد جمع ہوں گے اور وہ سب دعویٰ کریں کہ ہمارے نانا کی امت میں سے ہیں اور پھر آپ کو قتل کرنے آپ کا خون بہاتے اور ہتک حرمت کرنے اور عورتوں اور بچوں کو قید کرنے اور آپ کے مال واسباب کو لوٹنے پر اجتماع اتفاق کر لیں تو اس حالت میں بنی امیہ پر لعنت نازل ہوگی اور آسمان خون برسائے گا اور تجھ پر ہر چیز گریہ کرے گی یہاں تک بیابانوں کے جانور اور دریاؤں کی مچھلیاں۔

چالیسویں حدیث:

ابن قولویہ نے اپنے اسناد کے ساتھ حماد بن عثمان سے ابو عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جس رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کی طرف لے گئے تو ان سے کہا گیا کہ خدا تعالیٰ آپ کا تین چیزوں سے امتحان کرے گا تاکہ آپ کا صبر معلوم ہو تو آپ نے عرض کیا کہ میں تیرے حکم کو تسلیم کرتا ہوں اے پروردگار لیکن تیری توفیق کے بغیر صبر پر توانائی نہیں رکھتا پس وہ تین چیزیں کون سی

ہیں کہا گیا پہلی چیز بھوک دگرسنگی ہے اور یہ کہ اہل حاجت کو اپنے اور اپنے خاندان کے اوپر ترجیح دے آپ نے عرض کیا اے پروردگار میں نے قبول کیا اور اسے پسند کیا اور تیرے حکم کے سامنے سرتسلیم خم کیا اور توفیق و صبر تیری جانب سے ہیں۔

دوسری چیز تکذیب دلوگوں کا تجھے جھٹلانا اور خوف وخطر شدید اور میری راہ میں جان کر خرچ کرنا اور اہل کفر کے ساتھ مال وجان کے ساتھ جنگ کرنا اور اس آزار و تکلیف پر صبر کرنا کہ جو ان سے اور اہل نفاق سے تجھے پہنچے اور رنج و تکلیف اور زخم جنگ میں عرض کیا اے پروردگار میں نے قبول کیا اور پسند کیا اور تیرے حکم کے سامنے سرتسلیم خم کیا اور توفیق و صبر تیری طرف سے ہے۔

باقی رہی تیسری چیز تو وہ کچھ ہے کہ جو تیرے خاندان کو تیرے بعد پہنچے گا قتل وشہادت میں سے پس تیرے بھائی پر سب وشتم اور سختی وسرزنش دیکھے گا اور محروم ہوگا مشقت و زحمت میں پڑے گا اور ظلم وستم جھیلے گا عرض کیا اے پروردگار میں نے سرتسلیم خم کیا اور قبول کیا توفیق اور صبر تیری طرف سے ہے باقی رہی تیری بیٹی تو میں کہتا ہوں اس کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مصائب والام کی خبر دی یہاں تک کہ فرمایا اور اس بی بی کے دو بیٹے ہوں گے تیرے بھائی سے کہ جن میں سے ایک خیانت اور مکروفریب سے قتل کیا جائے گا اور اس کا لباس واسباب لوٹ لیں گے اور اسے خنجر ماریں گے اور یہ سب کام تیری امت کرے گی آپ نے عرض کیا میں نے قبول کیا اے پروردگار۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔	اور ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہماری اس کی طرف بازگشت ہے۔

میں نے سرِ تسلیم خم کیا اور قبول کیا اور توفیق و صبر تیری جانب سے ہے۔
باقی رہا اس کا دوسرا بیٹا تو تیری امت اس کو جہاد کے لیے بلائے گی۔ اور پھر اسے بری طرح قتل و شہید کریں گے نیز اس کا بیٹوں اور خاندان میں سے جو شخص اس کے ساتھ ہوگا اس کو بھی شہید کریں گے اور اس کے اہل حرم کو لوٹیں گے پس وہ مجھ سے اعانت طلب کرے گا جب کہ میری طرف سے اس کے بارے میں اور جو اس کے ساتھ ہوں گے ان کے متعلق فیصلہ گزر چکا ہے اور اس کا شہید ہونا حجت ہے اہل زمین پر اور آسمانوں کے رہنے والے اور اہل زمین اس پر گریہ کریں گے اس پر جزع و فزع کرتے ہوئے اور وہ فرشتے کہ جو آپ نصرت نہ کر سکے وہ بھی گریاں ہوں گے پھر اس کی صلب سے ایک ایسے شخص کو نکالوں گا جس کے ذریعے میں تیری مدد کروں گا اور اس کی جگہ وجود شخص میرے پاس زیر عرش موجود رہے۔
مترجم کہتا ہے کہ یہ احادیث جو اس مظلوم پر گریہ کرنے کی فضیلت میں ہیں واضح و مدوش حجت ہیں ان لوگوں کے اوپر کہ جو نور خدا کو خاموش کرنا چاہتے ہیں :

و یابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون۔	اور خدا اباء و انکار کرتا ہے مگر اس سے کہ اس کا نور مکمل ہو کے رہے اگرچہ کافر ناپسند کرتے ہیں۔

واقعاً ایسا ہی ہے کہ جو شخص روئے یا کسی کو رلائے یا رونے والے کی شکل بنائے جنت اس کے لیے واجب ہے کیونکہ رونا محبت کی نشانی

ہے اور محبت ایمان و معرفت سے پیدا ہوتی ہے اور کوئی عمل ایمان کے ہم پایہ نہیں ہے کیونکہ ایمان کی جگہ اور مقام دل ہے اور اعمال کا مصدر اعضا و جوارح اور ایمان و محبت اصل ہے اور دوسرے اعمال اس کی فرع ہیں اور ایمان و عمل کے بغیر محبت بے روح پیکر کی مانند ہے۔

اور دوسری حدیث میں گزر چکا ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا کہ اس طرح پڑھو جس طرح ان کی قبر کے پاس پڑھتے ہو یعنی سوزناک لحن کے ساتھ اور آگے آئے گا کہ اس زمانہ میں بھی لوگ آواز کو لمبا کر کے ایک دوسرے سے آواز کو ملاتے اور نوحہ پڑھتے تھے۔

اور یہ خیال نہ کرنا کہ گریہ کرنا تو مستحب ہے اور مستحبات کی طرف اس قدر توجہ نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ عزاداری امامت کے شعائر اور نشانیوں میں سے ہے اور اصول دین کے ساتھ ملحق ہے مثل آذان کے کہ جس کے متعلق مسلمانوں کے تمام گروہوں کا کہنا ہے کہ اگر اسلامی شہر کے لوگوں سے آذان کی آواز نہ سنی جائے تو امام ان سے قتال کرے تاکہ اذان کی آواز بلند ہو باوجودیکہ آذان مستحب ہے لیکن وہ نبوت کے شعائر میں سے ہے لہذا دوستوں کو چاہیئے کہ وہ دشمنوں کے فریب میں نہ آئیں اور اس خاندان کی ولا و محبت سے ہاتھ نہ اٹھائیں اور مومن کو صاحب عقل و تدبر ہونا چاہیئے ملاحدہ و زنادقہ اور ان کے پیروکار اس باب میں وسوسے ڈالتے ہیں اور شبہات پیدا کرتے ہیں اور انہیں لوگوں کے درمیان منتشر کرتے ہیں۔ اور اس سے چاہتے ہیں کہ شیعوں کے درمیان سے رسم و عزاداری کو ختم کرائیں اور کوئی شخص خاندان رسالت کو یاد نہ کرے اور دین کے احکام منسوخ ہو جائیں اور سنت اسلامی جو کہ شرفا، بزرگوں

کی رسم ہے وہ ختم ہو جائے اور مجوسیوں کی رسم ورواج تازہ کیا جائے لیکن یہ ہونے والی بات نہیں ہے خدا ایسے لوگوں کو ذلیل وخوار کرے اوران کو اپنی رحمت سے دور کرے اوران پر سخت لعنت ہے اورانہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے اورانہیں کفار وملحدین اورانبیاء کے قاتلوں کے ساتھ محشور کرے گا کیونکہ انسان اس کے ساتھ محشور ہوگا کہ جسے دوست رکھتا ہے جو آگ کی پرستش کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے تو وہ مجوسیوں کے ساتھ محشور ہوگا اور جو ملحدین کے طریقہ کا احیاء چاہتا ہے تو اس کا حشرونشر اس گروہ کے ساتھ ہوگا اور جو شخص خاندان رسالت کو دوست رکھتا ہے وہ رسول اکرمؐ اوران کی آل اطہارؑ کے ساتھ ہوگا۔ و فقنا اللہ و ایاکم لاتباعہم احیاء ملتہم انشاء اللہ۔

دوسرا باب

(واقعات بیعت یزید)

ان واقعات کے بیان میں ہے کہ جو لوگوں کی یزید بن معاویہ کی بیعت کرنے کے بعد حضرت سید الشہداء کی شہادت سے تعلق رکھتے ہیں

اور اس میں چند فصلیں ہیں!

دوسری فصل

مرگِ معاویہ

معلوم ہونا چاہیے کہ جب امام حسنؑ بن علی نے دنیا سے رحلت فرمائی تو عراق کے شیعوں میں تحرک پیدا ہوا اور انہوں نے امام حسینؑ کی خدمت میں خط لکھا معاویہ کی بیعت توڑنے اور آپ کی بیعت کرنے کے سلسلہ میں تو آپ نے اس سے امتناع و انکار کیا کہ ہمارے اور معاویہ کے درمیان عہد و پیمان ہے کہ جس کا توڑنا (ہماری طرف سے) درست نہیں ہے جب تک اس کا وقت نہ آجائے اور جب معاویہ مرگیا تو پھر اس معاملہ میں سوچا جائے گا۔

جب معاویہ پندرہ رجب سن ساٹھ ہجری میں مرگیا تو یزید نے ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو خط لکھا کہ وہ حسینؑ بن علی سے اس کے لیے بیعت کا مطالبہ کرے اور اس میں دیر نہ لگائے۔

یہاں ہم معاویہ بن ابوسفیان کی وفات کا ذکر کرتے ہیں۔

مسعودی کہتا ہے کہ محمد بن اسحاق وغیرہ نے آثار کو نقل کرنے والوں سے بیان کیا ہے کہ معاویہ اس بیماری کی ابتداء میں کہ جس میں وہ دنیا سے

گیا حمام میں گیا تو اپنے بدن کی لاغری اور کمزوری کو دیکھ کر رو پڑا کہ اب وہ جانے والا ہے اور اس امر ناگزیر کے کنارے پہنچ چکا ہے کہ جو لوگوں پر واقع ہو کے رہتا ہے اور ان اشعار کے ساتھ تمثل کہا:

ارى الليالى اسرعت فى نقضى

اخذن بعضى وتركن بعضى

حسنين طولى وحسنين عرضى

اقعدننى من بعد طول نهضى

میں دیکھ رہا ہوں کہ زمانہ نے میرے توڑ پھوڑ کرنے میں جلدی کی ہے میرا کچھ حصہ لے لیا ہے اور کچھ چھوڑ دیا ہے میرے طول وعرض کے جھکاؤ نے مجھے بٹھا دیا ہے بعد اس کے کہ میں طویل زمانہ تک کھڑا رہا جب اس کی موت قریب ہوئی اور دنیا سے جدا ہونے کا وقت آیا اور اس کی بیماری شدت پکڑ گئی اور صحت یابی سے ناامید ہو گیا تو اس نے کہا: فياليتنى فى الملك لم اعن ساعة ولم الك فى اللذات اغشى النواظر وكنت كذى طمرين عاش ببلغة من الدهر حتى زار اهل المقابر

کاش کہ مجھے ملک وسلطنت ایک گھڑی کے لیے بھی نہ دیا جاتا اور لذات میں نہ ہوتا کہ جنہوں نے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور میں اس فقیر کی مانند ہوتا جو قدر ضرورت پر زندگی گزارتا ہے یہاں تک کہ قبرستان میں پہنچ جاتا ہے۔

ابن اثیر جزری نے کہا کہ معاویہ نے اپنی بیماری سے پہلے خطبہ پڑھا اور کہا میں اس زراعت کی مانند ہوں کہ جس کے کاٹنے کا وقت آن پہنچا ہے اور میری امارت و حکومت تم پر طویل ہو گئی ہے اس طرح کہ میں تم سے تھک گیا ہوں اور تم مجھ سے میں تم سے الگ ہونے کی تمنا رکھتا ہوں اور تم مجھ سے لیکن میرے بعد جو بھی تم پر امیر ہو گا میں اس سے بہتر ہوں جس طرح کہ میرے پیش رو مجھ سے بہتر تھے۔

اور کہا گیا ہے کہ جو شخص خدا کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے خدا بھی اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے خداوندا میں تیری ملاقات کو دوست رکھتا ہوں تو بھی میری ملاقات کو پسند کر اور اسے میرے لیے مبارک قرار دے تھوڑی دیر گزری کہ اس کی بیماری شروع ہو گئی جب بیمار ہوا اس بیماری کے ساتھ کہ جس میں مر گیا اپنے بیٹے یزید کو بلایا اور کہا اے بیٹا میں بار و سامان باندھنے اور ادھر ادھر جانے کی تکلیف کی تجھ سے کفایت کی ہے اور میں نے کام تیرے سیدھے کر دیے ہیں اور دشمنوں کو خوار و ذلیل کیا ہے اور دنیائے عرب کی گردن تیرے سامنے جھکا دی ہے اور تیرے لیے میں نے وہ کچھ فراہم کیا ہے کہ جو کسی نے بھی نہیں کیا پس اہل حجاز سے مراعات کرنا جو کہ تیری اصل اور جڑ ہیں۔

جو شخص بھی حجاز سے تیرے پاس آئے اور اس کا احترام کرنا اور جو شخص غائب ہو اس کے بارے میں پوچھ گچھ کرنا اور اہل عراق کی مراعات کرنا اور اگر وہ تجھ سے چاہیں کہ ہر روز گورنر معزول کر دے تو اسے معزول کر کیونکہ ایک گورنر کو تبدیل کرنا تیرے لیے اس سے زیادہ آسان ہے اس سے کہ ایک لاکھ تلوار تیرے سامنے کھینچی جائے اور اہل شام کی رعایت کر اور وہ تیرے

رازدار ہونے چاہئیں اور اگر تجھے کسی دشمن کا خطرہ ہو تو ان سے مدد طلب کر
اور جب تیرا مقصد پورا ہو جائے تو انہیں شام کے شہروں کی طرف واپس بھیج
دے کیونکہ اگر وہ اپنے شہروں کے علاوہ کسی شہر میں رہیں تو ان کے اخلاق بدل
جائیں گے۔ اور مجھے خوف نہیں ہے کہ امر خلافت میں کوئی تجھ سے نزاع اور جھگڑا
کرے گا مگر قریش میں سے چار افراد حسین بن علیؑ۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر
اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر۔ رہا ابن عمر تو وہ ایسا شخص ہے کہ عبادت نے اسے ناکارہ
کر دیا ہے اگر کوئی شخص باقی نہ رہا تو وہ تیری بیعت کر لے گا۔

باقی رہے حسین بن علی تو وہ تیز مزاج شخص ہیں اور عراق کے لوگ انہیں خروج
کرنے پر برانگیختہ کر کے چھوڑیں گے۔ اگر وہ خروج کریں اور تجھے ان پر کامیابی
حاصل ہو تو ان سے درگزر کرنا چونکہ اس کا رحم درشتہ ہم سے پیوستہ ہے اور وہ
عظیم حق رکھتے ہیں اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ و قرب رکھتے ہیں۔ رہا
ابوبکر کا بیٹا تو جو کچھ اس کے اصحاب و ساتھی پسند کریں وہ اس کی پیروی کرتا ہے
اس کا ہم و غم عورتیں اور لہو و لعب ہے۔

باقی رہا وہ شخص کہ جو شیر کی طرح گھٹنوں کے بل بیٹھا ہے اور تجھ پر کود پڑنے کے
لیے آمادہ ہے اور جو لومڑی کی طرح تجھے چکر دے گا اور اگر اسے فرصت ملی کود پڑے
گا تو وہ زبیر کا بیٹا ہے اگر اس نے تجھ سے یہ کام کیا اور تو اس پر کامیاب ہو جائے
تو اس کا بند بند ایک دوسرے سے جدا کر دے اور جتنا ہو سکے اپنے لوگوں کے خون
کو محفوظ رکھنا اس روایت میں عبدالرحمٰن کا نام اس طرح آیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ
عبدالرحمٰن بن ابی بکر معاویہ سے پہلے وفات پا چکا تھا اور کہتے ہیں کہ یزید بھی باپ
کی بیماری اور موت کے وقت غائب تھا اور معاویہ نے ضحاک بن قیس اور مسلم بن

عقبہ مری کو اپنے پاس بلایا اور انہیں یہ پیغام دیا کہ وہ یزید تک پہنچا دیں اور یہ قول صحیح ہے۔

(جزری) نے کلام کو آگے بڑھاتے ہو کہا ہے کہ معاویہ کی بیماری کی حالت میں کبھی کبھی عقل پھر جاتی لہذا اس نے چند مرتبہ کہا کہ ہمارے اور غوطہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے اس کی بیٹی نے فریاد بلند کی واحزناہ (ہائے غم واندوہ) معاویہ کو ہوش آگیا تو اس نے کہا؛

ان تنفری فقد رایت منفرا۔ — اگر تو گھبرا کر بھاگ کھڑی ہوئی ہے تو حق رکھتی ہے کیونکہ تو نے بھگانے والے کو دیکھا ہے۔

اور جب معاویہ مرگیا تو ضحاک بن قیس باہر نکلا اور منبر پر گیا جب کہ معاویہ کا کفن اس کے ہاتھوں پر تھا خدا کی حمد وثنا کی اور پھر کہا معاویہ دنیائے عرب کا بڑا بزرگ دلاور اور صاحب عزم وارادہ شخص تھا کہ جس کی وجہ سے خدا نے فتنہ و فساد کو ختم کیا اور اس کو بندوں پر فرمانروائی دی اور اس کے ذریعہ تہرا اور ملک فتح ہوئے لیکن اب وہ مرچکا ہے اور یہ اس کا کفن ہے اب ہم اسے کفن میں لپیٹ کر قبر میں داخل کرنے والے ہیں اور اسے اس کے اعمال کے ساتھ چھوڑنے والے پھر وہی ہرج ومرج ہے قیامت کے دن تک اب جو شخص اس پر نماز پڑھنا چاہے تو نماز ظہر کے وقت حاضر ہو جائے اور ضحاک ہی نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور کہتے ہیں کہ جب معاویہ کی بیماری کی شدت پکڑ گئی تو اس کا بیٹا یزید حوّارین میں تھا (اور حوّارین حا جس پر نقطہ نہیں اور اس میں شد ہے حلب کے علاقہ کی ایک بستی ہے) اس کو خط لکھا گیا کہ آنے میں جلدی کرے

شاید باپ کو زندہ دیکھ سکے یزید نے جب خط پڑھا تو یہ اشعار کہے۔

جاء البرید بقرطاس یخب بہ فاوجس القلب من قرطاسہ فزعا

قلنا لک الویل ماذا فی کتابکم قال الخلیفۃ امسٰی مثبتا وجعا

ڈاکیہ ایک بند کا غذ لے کر آیا کہ جس سے دل میں گھبراہٹ پیدا ہوگی

تو ہم نے کہا ویل ہلاکت ہو تمہارے لیے تمہارے خط میں کیا

ہے تو اس نے کہا کہ خلیفہ درد و تکلیف میں مبتلا ہے۔

جب یزید آیا تو معاویہ کو دفن کر چکے تھے اس نے اس کی قبر پر نماز پڑھی۔

دوسری فصل

حاکم مدینہ اور امام حسینؑ

(کامل میں ہے) جب لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی تو اس نے ولید بن عتبہ کو خط لکھا اور اسے معاویہ کی موت سے آگاہ کیا ایک دوسرے مختصر سے خط میں لکھا!

امابعد! حسینؑ، عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر سے بیعت لو اور جب تک بیعت کر نہ لیں انہیں نہ چھوڑنا والسلام جب معاویہ کی موت کی خبر ولید کو پہنچی تو وہ سخت پریشان ہوا اور اس پر گراں گزرا مروان بن حکم کی طرف کسی کو بھیج کر اسے بلا بھیجا اور مروان ولید سے پہلے مدینہ کا گورنر رہ چکا تھا جب ولید مدینہ میں آیا تو مروان ولید سے مجبوراً اور ناپسندیدگی کے ساتھ اس کے پاس آتا تھا جب ولید نے یہ پس و پیش کی کیفیت اسے دیکھیں تو ایک مجلس میں برملا اسے گالیاں دیں یہ خبر مروان تک پہنچی تو کلی طور پر وہ اس سے کٹ گیا یہاں تک کہ معاویہ کی موت کی خبر آپہنچی اس کی موت بھی اور ان چند حضرات سے بیعت لینا اس پر گراں گزرا تھا لہذا اس نے مروان کو بلایا اور وہ معاویہ کی موت کا خط اس کے سامنے

پڑھا مروان نے کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور معاویہ پر رحمت بھیجی، پس ولید نے اس سے اس معاملہ میں مشورہ لیا تو مروان نے کہا میری رائے یہ ہے کہ اس وقت ان اشخاص کو بلالو اور بیعت کرنے کا حکم دو اگر تو وہ قبول کرلیں تو ان سے دستبردار ہو جاؤ اور اگر قبول نہ کریں تو اس سے پہلے کہ وہ معاویہ کی موت سے آگاہ ہوں ان کی گردن اڑادو کیونکہ اگر وہ اس کی موت سے آگاہ ہوگئے تو ہر ایک کسی طرف چلا جائے گا اور مخالفت شروع کردے گا اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے گا پس ولید نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو جو نورس جوان تھا امام حسینؑ اور ابن زبیر کی جانب بھیجا اور ان دونو کو اپنے ہاں بلایا یہ ایسا وقت تھا کہ جس میں ولید لوگوں کو ملنے کے لیے نہیں بیٹھتا تھا اور عبداللہ نے ان دونوں کو مسجد میں بیٹھا پایا اور ان سے کہا کہ امیر کے بلاوے کو قبول کریں وہ آپ حضرات کو بلا رہے ہیں انہوں نے کہا تم واپس جاؤ ہم تمہارے پیچھے آ رہے ہیں پس ابن زبیر نے امام حسینؑ سے کہا آپ کی نظر میں ولید نے اس وقت جب کہ وہ لوگوں کی ملاقات کے لیے نہیں بیٹھتا ہمیں کیوں بلایا ہے۔

آپ نے فرمایا میرا گمان ہے کہ ان کا طاغی و سرکش مرگیا ہے لہٰذا اس نے ہماری طرف بھیجا ہے تاکہ ہم سے بیعت کا مطالبہ کرے اس سے پہلے کہ یہ خبر لوگوں میں پھیل جائے ابن زبیر نے کہا میرا گمان بھی اس کے علاوہ نہیں ہے پس آپ کیا کریں گے آپ نے فرمایا کہ میں اپنے چند نوجوان اکٹھے کرکے اس کے پاس جاؤں گا پس آپ نے اپنے موالیوں میں سے ایک گروہ کو بلایا اور فرمایا کہ ہتھیار اٹھالیں اور کہا کہ ولید نے مجھے اس وقت بلایا ہے اور میں اس سے مامون نہیں کہ وہ مجھے ایسے کام پر مجبور کرے کہ جو میں قبول نہ کروں اور اس سے امن کرے

امید نہیں تم میرے ساتھ رہو اور جب میں اس کے قریب پہنچوں تو تم دروازے پر بیٹھ جانا اگر سنو کہ میری آواز بلند ہوئی ہے تو اندر آجانا اور اس کے شر اور بدی کو مجھ سے رفع کرنا پس امام حسینؑ ولید کے پاس تشریف لے گئے تو مروان بن حکم کو اس کے پاس پایا ولید نے معاویہ کی موت کی انہیں خبر دی تو حسینؑ نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا پھر اس نے یزید کا خط پڑھا کہ جس میں اس نے ولید کو بیعت لینے کا حکم دیا تھا امام حسینؑ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ میری مخفیانہ اور پوشیدہ بیعت پر تم قناعت نہیں کرو گے جب تک علی الاعلان بیعت نہ ہو اور لوگوں کو معلوم نہ ہو ولید نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے تو حسینؑ نے فرمایا پس صبح ہونے دو اور اس سلسلہ میں اپنی رائے دیکھ لو ولید نے کہا اگر آپ چاہتے ہیں تو خدا کا نام لے کر واپس تشریف لے جائیں۔

یہاں تک کہ لوگوں کی جماعت کے ساتھ میرے پاس آئیں مروان نے کہا خدا کی قسم اگر حسینؑ اس وقت تمہارے ہاں سے چلے گئے اور بیعت نہ کی تو اس قسم کا موقع پھر تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا جب تک تمہارے درمیان بہت سا خون خرابہ نہ ہوگا لہذا ان کو روک لو اور بیعت کئے بغیر تمہارے ہاں سے باہر نہ نکلیں یا ان کی گردن اڑا دو تو حسینؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے زرقاء (نیلی آنکھوں والی عورت) کے بیٹے کیا تم مجھے قتل کرو گے یا یہ خدا کی قسم تو نے جھوٹ بکا ہے اور گناہ کا مرتکب ہوا ہے اور باہر نکل آئے اور اپنے موالیوں کے ساتھ گھر تشریف لے گئے۔

اور مروان نے ولید سے کہا تو نے میری بات قبول نہیں کی خدا کی قسم اب وہ تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا ولید نے کہا تیرے غیر کے لیے دیکھ و ہلاکت ہو

اے مروان تو نے میرے لیے ایسی چیز کو پسند کیا ہے کہ جو میرے دین کو تباہ کر دے بخدا میں اسے پسند نہیں کرتا کہ جن چیزوں پر آفتاب چمکتا ہے اور ان سے غروب کرتا ہے۔ ملک و مال دنیا میں سے مجھے مل جائیں اور میں حسین کو قتل کر دوں سبحان اللہ کیا اس بنا پر کہ حسینؑ کہیں کہ میں بیعت نہیں کرتا انہیں میں قتل کر دوں خدا کی قسم میرا عقیدہ یہ ہے کہ جس شخص سے خون حسینؑ کا محاسبہ کریں گے وہ خدا کے ہاں قیامت کے دن ہلکے اور ریک ترازد ہو گا۔ مروان نے کہا اگر آپ کا نظریہ یہ ہے تو پھر جو کچھ کیا ہے درست کیا ہے یہ اس نے طنزیہ انداز میں کہا اور اس کی رائے کو پسند نہ کیا۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں کہا ہے جب حسینؑ ولید کے پاس پہنچے اور خط پڑھا تو فرمایا کہ میں یزید کی بیعت نہیں کروں گا مروان نے کہا کہ امیرالمومنین کی بیعت کرو حسینؑ نے فرمایا افرمایا وائے ہو تم پر تو نے مومنین پر جھوٹ باندھا ہے کس نے اسے مومنین کا امیر بنایا ہے مروان اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے تلوار نکال لی اور کہا کہ جلاد کو بلاؤ اس سے پہلے کہ یہ اس گھر سے باہر جائے اس کا سر اڑا دے اور ان اس کا خون میری گردن پر اور آواز بلند ہوئی تو انیس افراد آنجناب کے اہل بیت میں سے اندر آ گئے کہ جنہوں نے خنجر تانے ہوئے تھے اور حسینؑ ان کے ساتھ باہر تشریف لے گئے۔

یہ خبر یزید تک پہنچی تو اس نے ولید کو معزول کر کے مدینہ کی گورنری مروان کو دے دی اور امام حسینؑ اور ابن زبیر مکہ چلے گئے اور عمر و ابوبکر کے بیٹوں سے سختی نہ کی۔

(کامل) رہا ابن زبیر تو اس نے ولید کے قاصد کو جواب دیا کہ میں ابھی آتا ہوں

پھر وہ گھر گیا اور باہر نہ نکلا ولید نے دوبارہ قاصد بھیجا تو ابن زبیر نے اپنے یار و انصار اپنے گرد جمع کر رکھے تھے اور ان کی پناہ میں بیٹھا ہوا تھا ولید کا قاصد اصرار کرتا رہا اور ابن زبیر کہتا کہ مجھے کچھ مہلت دو تو ولید نے اپنے موالیوں (غلاموں) کو بھیجا اور انہوں نے ابن زبیر کو گالیاں دیں اور کہا اے کاہلیہ (ادھیڑ عمر کی عورت) کے بیٹے تجھے امیر کے پاس آنا پڑے گا ورنہ وہ تجھے قتل کر دے گا اس نے کہا خدا کی قسم اس کے بار بار قاصد بھیجنے سے میں خوف زدہ ہوں اتنی جلدی نہ کرو یہاں تک کہ میں کسی کو امیر کے پاس بھیجوں کہ وہ اس کی رائے میرے متعلق معلوم کرے پس اس نے اپنے بھائی جعفر کو بھیجا اور اس نے ولید سے کہا رحمک اللہ (تجھ پہ خدا کی رحمت ہو) عبداللہ سے ہاتھ اٹھا لو اسے آپ نے ڈرا دیا ہے اور اس کا دل اپنی جگہ سے اکھڑ گیا ہے کل انشاء اللہ وہ آپ کے پاس آئے گا اپنے ایلچیوں کو حکم دیجئے کہ وہ واپس پلٹ آئیں پس ولید نے کسی کو بھیجا اور اس کے قاصد واپس لوٹ آئے اور ابن زبیر اسی رات مکہ کی طرف نکل کھڑا ہوا اور ٹیڑھا راستہ فرع کا راستہ اختیار کیا صرف وہ اور اس کا بھائی جعفر تھے جب کہ ان کے ساتھ کوئی اور شخص نہیں تھا (ارشاد)

اور جب صبح ہوئی تو ولید نے بنی امیہ کے موالیوں میں سے ایک شخص کو اسّی سواروں کے ساتھ اس کے پیچھے بھیجا وہ انہیں نہ ملا اور وہ واپس لوٹ آئے (ملہوف)

جب صبح ہوئی تو حسینؑ باہر نکلے تاکہ لوگوں کی خبریں سنیں مروان نے آپ کو دیکھا تو آپ سے کہا اے ابو عبداللہ میں آپ کی خیر و بھلائی چاہتا ہوں میری بات قبول کر لیجئے جو کہ درستی کا راستہ ہے امام حسینؑ نے فرمایا وہ کیا بات ہے کہو تاکہ

میں سنوں مروان نے کہا میں کہتا ہوں کہ آپ یزید بن معاویہ کی بیعت کر لیں کہ جو آپ کے دین کے لیے بھی بہتر ہے اور آپ کی دنیا کے لیے ابھی امام حسینؑ نے فرمایا: انا للہ وانا الیہ راجعون اگر امت یزید جیسے امیر میں مبتلا ہو تو اسلام سے الوداع کر لینا چاہیئے میں نے اپنے نانا رسول اللہؐ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے خلافت آل ابوسفیان پر حرام ہے اور ان کے درمیان گفتگو طول پکڑ گئی یہاں تک کہ مروان خشمگین ہو کر واپس چلا گیا۔

جب دن آخر کو پہنچ گیا تو ولید نے چند افراد امام حسینؑ کے پاس بھیجے کہ آپ حاضر ہو کر بیعت کریں امام حسینؑ نے فرمایا صبح ہونے تم بھی دیکھو اور ہم بھی دیکھیں تو اس رات وہ آپ سے دستبردار ہو گئے اور اصرار نہ کیا آپ اسی رات مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہ اتوار کی رات تھی جب کہ ماہ رجب کے دو دن باقی تھے آپ کے بیٹے آپ کے بھائی، بھتیجے اور زیادہ تر خاندان کے افراد ساتھ تھے سوائے محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے، جب محمد کو پتہ چلا کہ آنجناب مدینہ سے چلے جائیں گے اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کدھر جائیں گے (ارشاد و کامل)

تو عرض کیا اے بھائی آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب اور میرے نزدیک زیادہ محترم ہیں میں ساری مخلوق میں سے بس آپ کی خیر و بھلائی چاہتا ہوں اور آپ میری نصیحت اور اظہار خلوص کے زیادہ مستحق ہیں جتنا ہو سکے یزید بن معاویہ اور شہروں سے دور رہیے اور بیعت نہ کیجئے اور اپنے قاصد لوگوں کی طرف بھیجئے اور انہیں اپنی طرف دعوت دیجئے اگر لوگ آپ کی پیروی کریں اور آپ سے بیعت کر لیں تو خدا کا شکر ادا کیجئے اور اگر لوگ آپ کے علاوہ کسی کے گرد اکٹھے ہو جائیں تو آپ کے دین و عقل میں کوئی کمی واقع نہیں ہو گی اور آپ کی مروت و

نفس یں ضائع نہیں ہوں گے اور مجھے ڈر ہے کہ کسی شخص کے پاس کسی شہر میں آپ جائیں اور لوگ اختلاف کریں ایک گروہ آپ کے ساتھ ہو جائے اور ایک گروہ آپ کے خلاف اور ان میں جنگ ہو اور آپ سب سے پہلے نیزوں کا نشانہ بنائیں۔ تو اس صورت میں وہ شخص کہ جو نفس اور باپ وماں کے لحاظ سے بہترین امت ہے اس کا خون زیادہ ضائع ہوگا اور اس کے اہل وعیال زیادہ ذلیل وخوار ہوں گے۔

حسینؑ نے فرمایا اے بھائی میں کہاں جاؤں تو عرض کیا کہ مکہ میں سکونت اختیار کیجئے اگر اس میں آپ کو راحت و آرام مل سکے تو وہی چیز ہے کہ جس کے آپ خواہاں ہیں اور اگر آپ کے موافق نہ ہو تو پھر یمن کی طرف چلے جائیں گے۔ اگر وہاں آرام مل سکے تو فبھا اور اگر نہ ہو سکے تو ریگستانوں اور پہاڑوں میں پناہ لیجئے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جائیے یہاں تک کہ آپ دیکھ لیں کہ لوگوں کا معاملہ کہاں پہنچتا ہے تو پھر جس امر کا آپ رخ کریں گے تو آپ کی رائے سب سے زیادہ باصواب و درست ہوگی حسینؑ نے فرمایا بھائی تو نے خیر خواہی کی اور مہربانی کی اور مجھے امید ہے کہ تیری رائے اچھی اور درست ہوگی (کامل)

پھر آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور یزید بن مُفرّغ کے ان اشعار سے تمثل کیا!

لا ذعرت السوام فی فلق الصبح مغیرا ولا دعیت یزیدا

یوم اعطی من المهانة ضیما والمنایا ارصدننی ان احیدا

میں نہیں بھگاؤں گا سوام پرندے کو صبح کے پھوٹنے کے وقت

جب میری لوٹ مار کے لیے جاؤں اور مجھے یزید نہ کہیں اس دن
کہ جب ذلت وخواری کے ساتھ مجھ پر ظلم ہو اور موت کے اسباب
میری کمین گاہ میں ہوں تاکہ وہ مجھے اپنے ارادہ سے منحرف کریں یعنی
اگر میں ذلت وخواری پر راضی ہو جاؤں اور موت سے ڈر دوں تو میں
اپنا نام واپس لے لیتا ہوں اور میں گھر سے باہر نہیں آؤں گا۔

تیسری فصل

امام حسینؑ کا قبر رسولؐ و مادر و برادر سے الوداع

علامہ مجلسی نے بحار میں کہا ہے کہ محمد بن ابوطالب موسوی نے کہا کہ جب حسینؑ کو قتل کرنے کے بارے میں ولید کو خط ملا تو اس پر بہت سخت گزرا اور اس نے کہا خدا کی قسم میں راضی نہیں ہوں کہ خدا کے پیغمبر کے بیٹے کو قتل کروں اگرچہ یزید نے ساری دنیا اور جو کچھ اس میں مجھے دے دے۔

اور کہا ہے کہ ایک رات حسین علیہ السلام گھر سے باہر نکلے اور اپنے نانا کی قبر کی طرف گئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ میں حسین بن فاطمہ میں آپ کا بچہ اور آپ کی بچی کا بچہ اور آپ کا وہ نواسہ ہوں کہ جسے آپ نے امت کے درمیان اپنی جانشینی میں چھوڑا ہے پس اے خدا کے پیغمبر ان پر گواہ رہنا کہ انہوں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے اور مجھے ضائع کر دیا اور میری حفاظت انہوں نے نہیں کی یہ میری آپ سے شکایت ہے یہاں تک کہ آپ سے میں ملاقات کروں پس آپ کھڑے ہو گئے اور قدم سے قدم ملا کر مسلسل رکوع و سجود کرتے رہے ولید نے

آپ کے بیت الشرف کی طرف کسی کو بھیجا تا کہ معلوم کرے کہ آپ مدینہ سے باہر چلے گئے ہیں یا نہیں جب آپ کو گھر میں نہ پایا تو اس نے کہا شکر ہے خدا کا کہ وہ باہر چلے گئے اور میں ان کے خون میں گرفتار و مبتلا نہ ہوا اور حسینؑ صبح کو گھر میں پلٹ آئے اور جب دوسری رات ہوئی تو قبر مطہر کے پاس آئے اور چند رکعت نماز پڑھی اور جب نماز سے فارغ ہوئے عرض کیا خدایا یہ تیرے پیغمبر محمدؐ کی قبر ہے اور میں تیرے پیغمبرؐ کا نواسہ ہوں اور یہ ایک معاملہ درپیش ہے کہ جسے تو جانتا ہے خدایا میں معروف و نیکی کو دوست رکھتا ہوں اور منکر و برائی کو دشمن رکھتا ہوں اے ذوالجلال والاکرام میں تجھ سے میں اس قبر اور جو اس میں ہے کہ حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں میرے لیے، اس چیز کو پسند فرما کہ جس میں تیری اور تیرے رسول کی رضا و پسند ہو پھر آپ قبر کے پاس روتے رہے یہاں تک کہ صبح کے قریب سر قبر پہ رکھا اور ہلکی سی نیند آپ کو آ گئی پیغمبر اکرمؐ کو دیکھا کہ ان کے دائیں بائیں اور آگے فرشتے ہیں اور وہ آپ کی طرف آ رہے ہیں یہاں تک کہ حضور نے حسین علیہ السلام کو سینہ سے لگا لیا۔ اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا حبیبی یا حسین (میرے محبوب و دلبند اے حسین) گویا حسین تجھے دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب تم خون میں لت پت ہو اور میری امت کے ایک گروہ کے ہاتھوں کرب و بلا کی زمین میں قتل کیے گئے ہو اور تم پیاسے ہو اور وہ تمہیں پانی نہیں دیتے اور اس کے باوجود میری شفاعت کی امید بھی رکھتے ہیں خدا ان کو قیامت کے دن میری شفاعت سے نائل نہ کرے۔

حبیبی یا حسین (میرے محبوب حسین) تمہارے بابا تمہاری ماں اور

تمہارے بھائی میرے پاس آئے ہیں اور وہ آرزومند ہیں اور تمہارے جنت میں کچھ ایسے درجات ہیں ہیں کہ جب تک تم شہید نہیں ہوگے ان درجات کو نہ پاسکو گے حسینؑ نے اپنے نانا کی طرف دیکھا اور کہا یا جداہ (اے نانا جان) مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ میں دنیا کی طرف پلٹ جاؤں مجھے اپنے ساتھ لے لیجئے اور اپنے ساتھ اپنی قبر میں داخل کر لیجئے پیغمبرؐ نے فرمایا اس سے چارہ نہیں ہے کہ تم دنیا کی طرف پلٹ جاؤ یہاں تک کہ تمہیں شہادت نصیب ہو اور جو کچھ خدا نے تمہارے لیے ثواب عظیم میں سے لکھ دیا ہے اسے پاؤ اس لیے کہ تم تمہارے بابا اور تمہارے چچا اور تمہارے باپ کے چچا قیامت کے دن ایک ہی زمرہ میں محشور ہوں گے یہاں تک کہ جنت میں داخل ہوں گے۔

پس امام حسین گھبرا کر نیند سے بیدار ہوئے اور اپنا خواب اپنے اہل بیت اور عبدالمطلب کی اولاد سے بیان کیا اور اس دن مشرق و مغرب میں کوئی گروہ اہل بیت پیغمبرؐ سے زیادہ غمگین اور زیادہ گریہ و بکا کرنے والا نہیں تھا۔

حسینؑ آمادہ ہوئے کہ مدینے سے باہر چلے جائیں آپ آدھی رات کے وقت اپنی والدہ کی قبر کی طرف گئے اور ان سے وداع کیا پھر اپنے بھائی حسنؑ کی قبر کی طرف گئے اور ان سے وداع کیا اور صبح کے وقت گھر واپس آئے اور آپ کا بھائی محمد بن حنفیہ آپ کے پاس آیا اور کہا اے بھائی آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں اور سب سے زیادہ عزیز و گرامی قدر میں کسی نصیحت کرنے سے دریغ نہیں کرتا چہ جائیکہ آپ سے کہ جن کا آپ سے زیادہ کوئی لائق نہیں ہے کیونکہ آپ ذات میری جان اور میری روح کی آمیزش ہیں اور وہ ہیں کہ جن کی اطاعت مجھ پر فرض ہے کیونکہ خدا نے آپ کو مجھ پر شرف بخشا ہے اور اس نے آپ کو جنت کے سرداروں میں سے قرار

دیا ہے۔ یہاں تک کہ کہا کہ آپ مکہ چلے جائیں اگر اس جگہ آپ کی راحت وآرام میسر ہو جائے تو فبہا ورنہ یمن کے شہروں کی طرف جائے کیونکہ وہ آپ کے نانا اور بابا کے یار وانصار تھے اور وہ سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ نرم دل لوگ ہیں اور ان کے شہر اور علاقے زیادہ کشادہ ہیں اب اگر وہاں آپ رہ سکے تو فبہا ورنہ ریگستانوں اور پہاڑوں کے دروں سے ملحق ہو جائے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف جائے یہاں تک آپ دیکھیں کہ لوگوں کا معاملہ کہاں پہنچتا ہے اور خدا ہمارے اور اس فاسق گروہ کے درمیان حکم فرمائے۔

پس امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے بھائی خدا کی قسم اگر دنیا میں کوئی پناہ اور منزل بھی نہ ہو میں یزید بن معاویہ کی بیعت نہیں کروں گا پس محمد بن حنیفہ اپنی بات کاٹ کر رونے لگے اور حسینؑ بھی ان کے ساتھ کچھ دیر تک روتے رہے پھر فرمایا بھائی خدا تمہیں جزائے خیر دے کہ تو نے نصیحت کی اور درستی و ثواب کی راہ بتائی میں مکہ کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میں میرے بھائی اور بھتیجے اور شیعہ و پیرو آمادہ و تیار ہیں اور ان کا معاملہ میرا معاملہ ہے اور ان کی رائے میری رائے ہے۔ باقی رہے تم تو اے بھائی اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم مدینہ میں رہ جاؤ اور میری طرف سے ان کے حالات کی جستجو رکھو اور ان کے کاموں میں سے کوئی حرج نہیں کہ تم مدینہ میں رہ جاؤ اور میری طرف سے ان کے حالات کی جستجو رکھو اور ان کے کاموں میں سے کوئی چیز مجھ سے پوشیدہ نہ رکھنا پھر امام حسین نے دوات د کاغذ طلب کیا اور یہ وصیت نامہ اپنے بھائی محمد کے لیے تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ چیز ہے کہ جس کی وصیت کی حسینؑ بن علی نے اپنے بھائی محمد کو کہ جو ابن حنفیہ کے لقب سے معروف ہے کہ حسینؑ گواہی دیتا ہے خدائے

یگانہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں جو دین حق کو لے کر آئیں ہیں حق کی جانب سے اور یہ کہ جنت و دوزخ حق ہیں اور قیامت آنے والی ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں اور خدا اٹھائے گا انہیں کہ جو قبروں کے اندر ہیں اور میں سیر و تفریح اور اظہار تکبر و بڑائی کے لیے میں نہیں نکل رہا بلکہ میں اپنے نانا کی امت کی اصلاح کے لیے خارج ہوا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ امر بمعروف اور نہی از منکر کروں اور اپنے نانا اور باپ علی بن ابی طالب کی سیرت پر چلوں پس جو شخص مجھے قبول کرے حق کی قبولیت کے طور پر تو خدا یا زیادہ استحقاق حق رکھتا ہے اور جو مجھے رد کر دے تو میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ خدا میرے اور اس قوم کے درمیان حق کا حکم کرے اور وہ بہترین حکم کرنے والا ہے یہ میری وصیت ہے تجھ سے اے بھائی دعا:

وما توفیقی الا باللہ	میری توفیق نہیں مگر اللہ کی جانب
علیہ توکلت و	سے اسی پر میں توکل کرتا ہوں،
الیہ انیب	اور اس کی طرف میری بازگشت

ہے۔

پس آپ نے اس خط کو لپیٹ کر اس پر اپنی مہر لگادی اور وہ اپنے بھائی محمد کو دے دیا اور ان سے وداع کر کے رات کی تاریکی میں محمد بن ابوطالب کہتا ہے کہ محمد بن یعقوب کلینی نے کتاب رسائل میں روایت کی ہے محمد بن یحییٰ سے محمد بن حسین سے ایوب بن نوح سے صفوان سے مروان بن اسمٰعیل سے حمزہ بن حمران سے ابوعبداللہ علیہ السلام سے راوی کہتا ہے کہ ہم نے حسینؑ کے خروج اور ابن حنفیہ کے پیچھے مدینہ میں رہ جانے کا ذکر کیا تو حضرت ابوعبداللہ (صادق)

نے فرمایا اے حمزہ میں تجھ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں کہ پھر تو اس مجلس کے بعد اس قسم کا سوال مجھ سے نہ کرے حسینؑ جس وقت اپنے شہر سے جدا ہوئے اور مکہ جانے کا ارادہ کیا تو کاغذ طلب کیا اور اس میں لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: حسین بن علی کی جانب سے بنی ہاشم کی طرف جو شخص مجھ سے ملحق ہوگیا وہ شہید ہوگا اور جو شخص مجھ سے الگ ہوگیا وہ فلاح و رستگاری تک نہیں پہنچے گا والسلام۔

محمد بن ابو طالب نے کہا ہمارے شیخ و استاد مفید نے اپنی اسناد کے ساتھ ابو عبداللہ صادقؑ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"جب ابو عبداللہ حسینؑ مدینہ سے نکلے تو فرشتوں کی کئی مُسَوَّمہ (مخصوص نشانیوں والی) افواج نے آپ سے ملاقات کی اور ان کے ہاتھوں میں حربے و ہتھیار تھے اور جنت کے ناقوں پر سوار تھے اور آپ کو آکر سلام کیا اور کہا اے خدا کی حجت بندوں پر اپنے نانا، باپ اور بھائی کے بعد خدائے سبحانہ نے آپ کے نانا کی ہمارے ذریعہ کئی جگہوں پر مدد کی ہے اور اب آپ کی ہم سے مدد کی ہے حسینؑ نے ان سے فرمایا تھا۔ تمہاری وعدہ گاہ میری قبر والی جگہ ہے اور وہ زمین ہے کہ جہاں میں شہادت پاؤں گا اور وہ کربلا ہے جب میں اس جگہ وارد ہوں تو میرے پاس آنا انہوں نے کہا اے حجت خدا ہمیں آپ حکم دیں ہم سننے اور اطاعت کرنے کے لیے تیار ہیں کیا آپ کو دشمن کا خوف ہے کہ جس سے آپ کا آمنا سامنا ہونا ہے تاکہ ہم آپ کے ساتھ رہیں فرمایا ان کے لیے میرے اوپر کوئی راہ نہیں ہے اور وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جب تک میں اپنی اس زمین میں نہ پہنچ جاؤں۔

اور کئی گروہ مسلمان جنات کے آئے اور کہا اے ہمارے سید و سردار

ہم آپ کے شیعہ اور یار و انصار ہیں جو چاہیں ہمیں حکم دیں اگر آپ حکم دیں تو ہم آپ کے ہر دشمن کو قتل کر دیں اور آپ اپنی جگہ پر رہیں اور ہم ان کے شر کی کفایت کریں حسینؑ نے فرمایا خدا تمہیں جزائے خیر دے کیا تم نے خدا کی وہ کتاب کہ جو میرے نانا رسول اللہ پر نازل ہوئی ہے نہیں پڑھی کہ :

اینما تکونوا یدرککم	جہاں کہیں تم ہو گے موت
الموت ولو کنتم	تمہیں پالے گی چاہے تم پختہ
فی بروج مشیدۃ ۔	برجوں میں کیوں نہ ہوئے ۔

اور اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے :

لبرز الذین کتب	البتہ نکلیں گے وہ لوگ کہ
علیھم القتل الی	جن پر قتل لازم قرار دیا گیا ہے
مضاجعھم ۔	اپنے لیٹنے کی جگہوں کی طرف

اور اگر میں اپنی جگہ پر رہوں تو اس ننگیں و بدنام قوم کی آزمائش کس چیز سے ہو گی اور کون شخص کربلا میں میری قبر میں ساکن ہو گا جب کہ خدا نے دحوالارض (زمین بچھانے) کے دن اسے میرے لیے انتخاب کیا ہے اور اسے شیعوں کی پناہ گاہ بنایا ہے تاکہ وہ ان کے لیے جائے امن ہو دنیا و آخرت میں لیکن ہفتہ کے دن جو کہ روز عاشورا ہے تم حاضر ہونا اور اس دن کے آخر میں میں شہید کر دیا جاؤں گا اور میرے بعد کوئی شخص میرے خانوادے اقربا، بھائیوں اور خاندان میں سے کہ جو دشمنوں کو مطلوب ہو باقی نہیں رہے گا اور میرا سر یزید کے لیے لے جائیں گے خدا اس پر لعنت کرے جنات نے کہا خدا کی قسم اے اللہ کے حبیب اور اس کے حبیب کے فرزند اگر آپ کا امر و حکم واجب الاطاعت نہ ہوتا اور آپ کے

حکم کی خلاف جائز ہوتی تو ہم آپ کے تمام دشمنوں کو قتل کر دیتے اس سے پہلے کہ وہ آپ تک پہنچتے آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہم تمہاری نسبت ان پر زیادہ قدرت رکھتے ہیں لیکن (مقصد یہ ہے) تاکہ ہر شخص برہان ودلیل سے ہلاک اور گمراہ ہو اور ہر شخص برہان ودلیل سے زندہ ہو اور ہدایت پائے یعنی اتمام حجت سے پہلے میں ان کے قتل پر راضی نہیں ہوتا (جو کچھ ہم نے محمد بن ابو طالب کی کتاب سے نقل کیا ہے وہ یہاں تک ختم ہوتا ہے۔

مجلسیؒ کہتے ہیں میں نے بعض کتب میں دیکھا ہے کہ جب آنحضرت نے مدینہ سے باہر جانے کا ارادہ کیا تو جناب ام سلمہ ان کے پاس آئیں اور کہا کہ اے بیٹا حسین عراق کی طرف جانے کی وجہ سے کیونکہ میں نے آپ کے نانا سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے میرا بیٹا حسین عراق کی سرزمین میں قتل کیا جائے گا اس جگہ کہ جسے کربلا کہتے ہیں تو آنجناب نے ان سے کہا اے مادر خدا کی قسم میں بھی اس چیز کو جانتا ہوں اور میں لامحالہ قتل کر دیا جاؤں گا اس سے کوئی گریز وچارہ نہیں ہے خدا کی قسم میں اس دن کو کہ جس میں میں دفن ہوں گا اور جو جو اشخاص میرے اہل بیت اقربا اور شیعوں میں سے قتل ہوں گے سب کو جانتا ہوں اور اگر آپ چاہیں اے مادر گرامی تو اپنی قبر اور لیٹنے کی جگہ آپ کو دکھا دوں پھر آپ نے کربلا کی طرف اشارہ کیا تو زمین پست ہو گئی یہاں تک کہ آپ نے اپنی آرام گاہ مدفن اور لشکر گاہ پر اپنے ٹھہرنے کی جگہ اور اپنا محل شہادت انہیں دکھایا تو اس وقت ام سلمہ بہت شدت سے روئیں اور معاملہ خدا کے سپرد کیا اور جناب ام سلمہ نے فرمایا اے مادر گرامی خدائے عزوجل نے چاہا ہے کہ میرے اہل حرم اور قبیلہ کی خواتین میری ازواج کو آوارہ وطن دیکھے اور میرے بچوں کے سر بریدہ مظلوم اور اسیر

اور قید وزنجیر میں بند دیکھے کہ وہ استغاثہ اور فریاد کریں لیکن انہیں کوئی مددگار نہ ملے
ایک دوسری روایت میں ہے کہ ام سلمہ نے مجھے کہا کہ میرے پاس ایک تربت ہے کہ جو آپ کے نانا نے مجھے دی ہے اور وہ ایک شیشی میں ہے حسینؑ نے فرمایا بخدا میں قتل چاہے میں عراق کی طرف نہ بھی جاؤں پھر آپ نے (زمین کربلا سے) مٹی اٹھائی اور ایک شیشی میں رکھ کر ام سلمہ کو دی اور فرمایا کہ اسے میرے نانا والی شیشی کے ساتھ ایک ہی جگہ رکھ لو جب یہ دونوں تربتیں خون ہو جائیں تو جان لو کہ میں قتل ہو چکا ہوں (مجلسی کا کلام بحار میں سے یہاں ختم ہوا)

سید بحرانی نے مدینۃ المعاجز میں مناقب السعداء سے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب امام حسینؑ نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو میں ان کے پاس آیا اور عرض کیا آپ رسول خدا کے فرزند ہیں اور ان کے دونوں نواسوں میں سے ایک ہیں میری رائے یہ ہے کہ آپ یزید سے صلح کرلیں جس طرح آپ کے بھائی نے صلح کرلی تھی بے شک وہ جناب راہ صواب و درستی پر تھے۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا جو کچھ میرے بھائی نے کیا خدا اور پیغمبر کے حکم سے تھا۔ اور جو کچھ میں کروں گا وہ بھی خدا اور رسول کا فرمان ہے۔

کیا تو چاہتا ہے کہ میں رسول خداؐ حضرت علی اور اپنے بھائی حسنؑ کو اسی وقت اس مطلب پر شاہد و گواہ کے طور پر لے آؤں پھر آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اچانک آسمان کا دروازہ کھل گیا اور رسول خداؐ اور حضرت علی، امام حسن اور جناب حمزہ و جعفر علیہم السلام اور ہمارے چچا زید آسمان سے اترے یہاں تک کہ زمین پر آ مستقر ہوئے پس میں گھبرا کر اور ہراساں ہو کر اٹھ کھڑا ہوا تو رسول خدا نے مجھ سے فرمایا اے جابر کیا میں نے تجھ سے حسین سے پہلے حسن کے معاملے میں نہیں

کہا کہ تو اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک ائمہ کے لیے سر تسلیم خم نہ کرے اور ان پر کوئی اعتراض نہ کرے کیا تو چاہتا ہے کہ تو دیکھے معاویہ کی جگہ اور میرے بیٹے حسین اور اس کے قاتل یزید کی جگہ دیکھے میں نے عرض کیا جی ہاں اے اللہ کے رسول تو آپ نے زمین پہ پاؤں مارا تو وہ پھٹ گئی ایک دریا ظاہر ہوا وہ بھی پھٹ گیا پھر زمین ظاہر ہوئی۔ وہ پھٹی تو دریا ظاہر ہوا اسی طرح سات زمینیں اور سات ہی دریا پھٹے اور ان سب کے نیچے آگ تھی۔

ولید بن مغیرہ ابو جہل معاویہ اور یزید ایک ہی زنجیر میں بندھے ہوئے تھے اور شیاطین ان کے ساتھ اکٹھے باندھے گئے تھے اور ان کا عذاب تمام اہل جہنم سے زیادہ سخت تھا اس وقت رسول اللہ نے فرمایا سر اوپر کو اٹھاؤ میں نے سر بلند کیا تو میں نے دیکھا آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور جنت ان کے اوپر تھی پھر رسول خدا اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے اوپر چلے گئے اور آپ جب فضا میں پہنچے تو حسینؑ کو صدا دی کہ اے میرے بیٹے مجھ سے آکر ملحق ہو جاؤ تو وہ ان سے جا ملے اور اوپر چلے گئے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ وہ حضرات ان آسمانوں کے اوپر جنت میں چلے گئے پھر وہاں پیغمبر نے میری طرف دیکھا اور حسین کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے جابر یہ میرا بیٹا میرے ساتھ ہے اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر اور شک و شبہ نہ کرتا کہ تو مومن ہو جائے۔

جابر کہتے ہیں میری آنکھیں اندھی ہو جائیں اگر جو کچھ میں نے رسول خدا سے نقل کیا ہے اسے نہ دیکھا ہو!

چوتھی فصل

سفر مکّہ از مدینہ

امام حسین علیہ السلام کا مکہ کی طرف متوجہ ہونا اور کوفہ لوگوں کا آپ کے خطوط کتابت کرنا (کامل)

جب حسینؑ نے مدینہ سے مکہ کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن مطیع نے آپ سے ملاقات کی اور عرض کیا آپ پر قربان جاؤں کہاں کا ارادہ ہے فرمایا اس وقت تو مکہ کا ارادہ اس کے بعد اپنی خیر و مصلحت خدا سے چاہتا ہوں اس نے کہا خدا آپ کو خیر نصیب کرے اور ہمیں آپ کا فدیہ قرار دے پس اگر آپ مکہ میں گئے تو مبادا کہیں کوفہ کے قریب جائیں کیونکہ وہ منحوس دنیا مبارک شہر ہے آپ کے والدگرامی اسی میں قتل ہوئے اور آپ کے بھائی بے یار و مددگار ہوئے اور انہیں خنجر مارا گیا کہ قریب تھا کہ ان کی جان آئے آپ حرم کو لازم پکڑے رہیں آپ عربوں کے بزرگ و بڑے ہیں اور اہل حجاز کسی شخص کو آپ پر ترجیح نہیں دیں گے اور لوگ ہر طرف سے ایک دوسرے کو آپ کی طرف

دعوت دیں گے حرم سے الگ نہ ہونا میرے چچا۔ ماموں آپ پر قربان جائیں خدا کی قسم اگر آپ شہید ہو گئے تو پھر ہمیں غلام و بندہ بنا لیں گے۔

اور شیخ مفید نے کہا ہے کہ امام حسینؑ مکہ کی طرف روانہ ہوئے جب کہ آپ خداتعالیٰ کا یہ ارشاد:

فخرج منها خائفا یترقب قال رب نجنی من القوم الظالمین ۔	پس وہ نکلا اس (مصر) سے خوف کی حالت میں جب کہ مُڑ مُڑ کے دیکھتا تھا اور کہا پروردگار مجھے ظالم و ستمگر قوم سے نجات دے۔

اور آپ نے شاہراہ کو پکڑے رکھا آپ کے اہل بیت کے افراد نے کہا کاش کہ آپ اس راستہ سے ٹیڑھے ہو جاتے دے اور آپ نے شاہراہ کو پکڑے رکھا آپ کے اہل بیت کے افراد نے کہا کاش کہ آپ اس راستہ سے ٹیڑھے ہو جاتے جس طرح کہ ابن زبیر نے انحراف کیا تاکہ آپ کو تلاش کرنے والے آپ تک نہ پہنچ پائیں تو آپ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم میں اس راستے سے جدا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ خدا جو چاہے حکم فرمائے اور جب آپ مکہ میں آ گئے جب کہ آپ کا مکہ میں دخول شب جمعہ تھے اور شعبان کی تیسری تاریخ تھی تو آپ مکہ میں آ گئے جب آپ مکہ میں آئے تو اس وقت آپ اس آیت کو پڑھ رہے تھے۔

ولما توجہ تلقاء مدین قال عسی	اور جب وہ مدینہ شہر کے سامنے والے حصے کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا

ربی ان یھدینی سواء السبیل ۔ عنقریب میرا پروردگار مجھے سیدھے راستہ کی جانب ہدایت کرے گا۔

پس آپ نے مکہ میں سکونت کر لی اور مکہ کے لوگ اور عمرہ کرنے والے اور دوسرے شہروں کے لوگ کہ جو مکہ میں تھے ان کے پاس آتے اور ابن زبیر بھی مکہ میں تھا اور کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھتا اور طواف کرتا تھا اور باقی لوگوں کے ساتھ مل کر وہ بھی امام حسینؑ کے پاس جاتا کبھی دو دن پے درپے اور کبھی دو دنوں میں ایک مرتبہ اور ابن زبیر پر آنجناب کا وجود سخت گراں تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب تک حسینؑ مکہ میں ہیں حجاز کے لوگ اس کی بیعت نہیں کریں گے اور لوگ آنجناب کی زیادہ اطاعت کرنے اور آپ ان کی نسظر میں زیادہ بزرگ تھے۔

باقی رہے اہل کوفہ تو جب انہیں معاویہ کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ یزید کے بارے میں بہت کچھ باتیں کرتے تھے اور انہیں معلوم ہوگیا کہ حسینؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور ابن زبیر کی خبر اور یہ کہ دونوں مکہ میں چلے گئے ہیں اس میں انھوں نے غور و خوض کیا پس شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہوئے اور معاویہ کے ہلاک ہونے کو یاد کیا اور خدا کا شکر و حمد و ثنا کی اور سلیمان نے کہا معاویہ مر گیا ہے اور حسینؑ نے بیعت سے انکار کر دیا ہے اور مکہ چلے گئے ہیں تم ان کے اور ان کے والد گرامی کے شیعہ ہو اگر جانتے ہو اور سمجھتے ہو کہ ان کی مدد کرو گے اور ان کے دشمن سے جہاد کرو گے تو پھر ان کی خدمت میں لکھو اور انہیں مطلع کرو اور اگر اس بات کا ڈر ہے کہ سستی کرو گے اور کمزوری و بزدلی

دکھاؤ گے تو پھر انہیں دھوکہ و فریب نہ دو سب نے کہا کہ ہم ان کی مدد کریں گے اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے اور اپنے آپ کو قتل ہونے کیلیے پیش کریں گے تو اس نے کہا پھر لکھو تو ان لوگوں نے یہ تحریر لکھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: حسینؑ بن علیؑ کی طرف سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر اور آپ کے دوسرے پیروکار دل اصل کوفہ کے مومنین اور مسلمین میں سے جو ہیں ان کی جانب سے سلام علیک ہم آپ کی خدمت میں خدا کی حمد و تعریف کرتے ہیں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں امابعد الحمدللہ کہ خدا نے آپ کے ستم گر اور عنید دشمن کو مار دیا اور نابود کر دیا کہ وہ جو اس امت پر کود پڑا تھا اور معاملہ ان کے ہاتھ سے چھین لیا تھا ان کے نیک و صالح لوگوں کو قتل کیا اور اشرار و برے لوگوں کو باقی رکھا مال خدا کو ظالموں اور دولت مندوں کے درمیان دست بدست پھرا تا لیس دوری ہو اس کے لیے قوم ثمود کی مانند اور ہمارے اوپر کوئی امام نہیں ہے۔ آپ ہماری طرف آئے شاید خدا ہمیں حق پر جمع کر دے اور نعمان بن بشیر حضرا مارت میں ہے ہم جمعہ میں اس کے پاس نہیں جاتے اور نہ عید میں اس کے ساتھ باہر جاتے ہیں اور اگر ہمیں خبر ملی کہ آپ ہماری طرف آ رہے ہیں تو ہم اس کو باہر نکال دیں گے تاکہ وہ شام چلا جائے انشاء اللہ۔

پھر یہ خط انہوں نے عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن وال تیمی کے ہاتھ بھیجا اور ان دونوں کو حکم دیا جلدی کرنے کا پس وہ دونوں جلدی کے ساتھ چلے یہاں تک کہ مکہ میں وہ پہنچے جب کہ ماہ رمضان کے دس دن گزر چکے تھے۔

پھر اہل کوفہ خط کو بھیجنے کے بعد دو دن ٹھہر کر قیس بن مسہر صیداوی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن شداد ارحبی اور عمارہ بن عبداللہ سلولی کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا اور ان کے ساتھ ایک سو پچاس خط تھے ایک ایک دو دو تین تین اور چار چار افراد کی جانب سے۔

پھر دو دن چھوڑ کر انہوں نے آپ کی طرف ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو بھیجا اور آپ کو لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسین بن علی علیہما السلام کی طرف ان کے پیروکار مومنین اور مسلمین کی جانب سے آپ آئیے کہ لوگ آپ کے چشم براہ ہیں اور ان کی رائے آپ کے غیر کے لیے نہیں ہے جلدی کیجئے جلدی کیجئے جلدی کیجئے والسلام علیک۔

اور شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن رویم شیبانی، عروہ بن قیس احمسی، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمرو تمیمی نے لکھا امابعد زمین کے اطراف سرسبز ہوگئے اور پھل پک چکے ہیں جب آپ چاہیں تشریف لائیے آراستہ فوج پر والسلام۔

اور قاصد آپ کی خدمت میں اکٹھے وارد ہوئے تو آپ نے خطوں کو پڑھا اور قاصدوں سے لوگوں کے بارے میں سوالات کیے۔

سید کہتے ہیں کہ اس کے بعد امام حسینؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز رکن و مقام کے درمیان پڑھی اور خداوند تعالےٰ سے طلب خیر کی اس کے بعد مسلم بن عقیل کو بلایا اور ان کو ان حالات سے آگاہ کیا اور ان کے خطوں کا جواب لکھا۔

شیخ مفید نے کہا ہے کہ آنجناب نے ہانی بن ہانی اور سعد بن عبداللہ کو کہ جو آخری قاصد تھے یہ خط دے کر روانہ کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حسینؑ بن علی علیہ السلام کی جانب سے مسلین اور مومنین

کے ایک گروہ کی طرف اما بعد ہانی و سعید تمہارے خط لے کر آئے اور وہ دونو تمہارے آخری قاصد تھے اور میں نے معلوم کی سب وہ باتیں کہ جو تم نے بیان کی تھیں اور تم سب کی گفتگو یہ ہے کہ ہم امام و رہنما نہیں رکھتے آپ ہماری طرف آئے شاید خدا آپ کی وجہ سے ہمیں ہدایت اور حق پر جمع کر دے اور میں نے مسلم بن عقیل کو اپنے بھائی اور اپنے چچازاد اور میرے خاندان میں میرے نزدیک جو ثقہ شخص ہے تمہاری طرف بھیجا ہے اور اس کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہاری حالت اور تمہاری رائے مجھے لکھے پس اگر اس نے مجھے لکھا کہ تم میں سے صاحبان عقل و خرد اور اہل فضل و اہل رائے و مشورہ کی رائے اسی طرح ہے کہ جیسے تمہارے قاصد کہتے ہیں اور جیسا کہ تمہارے خطوط میں میں نے پڑھا ہے تو بہت جلد میں تمہاری طرف آؤں گا۔ انشاء اللہ مجھے اپنی جان کی قسم کہ امام و رہبر نہیں مگر وہ جو کتاب خدا کے مطابق حکم کرے اور عدل و انصاف کو قائم کرے اور دین حق کا مطیع و منقاد ہو اور اپنے آپ کو رضائے خدا کا پابند کرے والسلام

اور حسین ؑ بن علی ؑ مسلم بن عقیل بن ابو طالب رحمۃ اللہ و رضوانہ علیہ کو بلایا اور انہیں قیس بن مسہر صیداوی اور عمارہ بن عبداللہ ارحبی کے ساتھ روانہ کیا اور انہیں خوف خدا اپنے کام کو مخفی رکھنے اور لطف و نرمی کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ اگر لوگوں کو ایک دل استوار اور محکم دیکھیں تو آپ کو جلدی خبر دیں۔

پانچویں فصل

روانگی حضرت مسلم بن عقیل

مسلم بن عقیل مکہ سے پندرہ رمضان کو نکلے

(ارشاد)

جیسا کہ مسعودی کہتا ہے پس مدینہ میں آئے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھی اور اپنے گھر والوں میں سے جس سے چاہا الوداع کیا اور دو افراد قبیلہ قیس کے راہنما اور دلیل کے طور پر اجیر کیے اور ان کی ہدایت و رہنمائی پر روانہ ہوئے اور کبھی کبھی بیراہا ہو کر چلتے تھے لہذا راستہ بھول گئے اور سخت پیاسے ہوئے اور چلنے کے قابل نہ رہے اور وہ دو شخص دلیل و رہنما پیاس سے مر گئے لیکن مرنے سے پہلے مسلمؑ کو راستے کی نشاندہی کر دی پس مسلم بن عقیل قدس اللہ روحہ نے ایک جگہ سے کہ جس کا نام مضیق ہے قیس بن مسہر کے ساتھ خط بھیجا اما بعد میں دو افراد دلیل و رہنماؤں کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوا اور وہ راستہ بھول گئے اور ہم سخت پیاسے ہوئے اور تھوڑی ہی دیر میں وہ دونوں

مر گئے اور ہم چل پڑے یہاں تک کہ پانی تک پہنچ گئے اور جان بچالی اور یہ پانی اس جگہ ہے کہ جسے مضیق کہتے ہیں بطن جنت میں میں نے اس راستہ کو فال بد سمجھا ہے اگر آپ کی رائے ہو تو مجھے معاف رکھیں اور کسی اور کو بھیج دیں ۔ والسلام

توامام حسین بن علیؑ نے انہیں لکھا امابعد مجھے ڈر ہے کہ وہ چیز جو میری طرف تمہارے خط لکھنے اور معافی چاہنے کا باعث ہوئی ہے وہ خوف و بزدلی ہو پس جاؤ اسی جانب کہ جدھر میں نے تمہیں بھیجا ہے ۔ والسلام

جب مسلم بن عقیل نے خط پڑھا تو کہا میں اپنے اوپر کسی چیز سے نہیں ڈرتا اور روانہ ہو گئے یہاں تک کہ ایک پانی سے گزرے جو قبیلہ طی کا تھا اور وہاں اتر گئے اور پھر وہاں سے کوچ کیا ایک شخص کو دیکھا کہ وہ تیر مار رہا ہے اور دیکھا کہ تیر ایک ہرن کو مار رہا ہے جب کہ ہرن نے سر بلند کیا ہوا تھا اور ہرن کو گرالیا تو مسلم نے کہا ہم اپنے دشمن کو انشاء اللہ قتل کریں گے اور پھر روانہ ہو گئے یہاں تک کہ کوفہ آ پہنچے اور جیسا کہ مروج الذہب میں کہا ہے کہ شوال کے پانچ دن گزر چکے تھے اور آپ مختار بن ابی عبیدہ کے گھر میں مہمان ہوئے شیعوں نے ان کا رخ کیا اور وہ ان کے پاس آنے جانے لگے اور جب ان کی ایک جماعت آپ کے پاس جمع ہو گئی تو آپ نے ان کے سامنے امام حسینؑ کا خط پڑھا جسے سن کر وہ رونے لگے۔

پس عابس بن ابو شبیب شاکریؒ اٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کر کے کہا امابعد!

میں لوگوں کی طرف سے کوئی چیز نہیں کہتا کیونکہ میں نہیں جانتا کہ ان کے دل میں کیا ہے اور آپ کو میں ان کے ذریعہ دھوکہ و فریب نہیں دیتا خدا کی قسم میں تو اس چیز کی آپ کو خبر دیتا ہوں کہ جس پر میں نے اپنے آپ کو آمادہ کر رکھا ہے

خدا کی قسم میں آپ کو لبیک کہوں گا جب آپ پکاریں گے اور میں تمہارے ساتھ مل کر تمہارے دشمن سے قتال کروں گا اور تمہارے سامنے انہیں اپنی یہ تلوار لگاؤں گا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کروں اور ان کاموں سے میرا مقصد اللہ کے ثواب کے علاوہ کچھ نہیں۔

پس حبیب بن مظاہر ثقفی کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے خدا آپ پر رحمت نازل کرے جو کچھ آپ کے دل میں تھا اسے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے پھر انہوں نے کہا اس خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میرا وہی عقیدہ ہے کہ جو اس مرد کا ہے پھر اسی قسم کی بات کی۔

حجاج بن علی کہتا ہے کہ میں نے محمد بن بشر سے کہا کہ تم سے بھی کوئی بات صادر ہوئی تو اس نے کہا میں دوست رکھتا تھا کہ خدا میرے دوستوں کو کامیاب کرے اور عزت دے لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا تھا کہ میں مارا جاؤں اور میں نہیں چاہتا تھا کہ جھوٹ بولوں پس اٹھارہ ہزار اہل کوفہ نے مسلم کی بیعت کی اور مسلم نے امام حسینؑ کو خط لکھا اور انہیں ان اٹھارہ ہزار افراد کے بیعت کرنے کی خبر دی اور آنے کی ترغیب دلائی یہ واقعہ مسلم کے شہید ہونے کے ستائیس دن پہلے کا ہے اور شیعہ جناب مسلم بن عقیل کے پاس آتے جاتے رہتے تھے یہاں تک کہ ان کی جگہ معلوم ہوگئی اور نعمان بن بشیر تک خبر پہنچی جو کہ معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا اور یزید نے بھی اسے برقرار رکھا تھا پس وہ منبر پر گیا اور اللہ سبحانہ کی حمد و ثنا کی اس کے بعد کہا

امابعد:

اے اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو اور فتنہ و فساد اور اختلاف و افتراق کی طرف جلدی نہ کرو کیونکہ اس میں مرد ہلاک ہوتے ہیں اور خون بہتے ہیں۔

اور مال غصب ہوتے ہیں میں اس سے قتال نہیں کروں گا جو مجھ سے اور جو میری طرف نہ آئے میں اس کی طرف نہ آؤں گا اور تم میں سے سوئے ہوئے کو نہیں جگاؤں گا اور تمہیں ایک دوسرے کی جان کے وسوسے نہیں کروں گا اور تہمت و بدگمانی سے کسی کو نہیں پکڑوں گا لیکن اگر تمہارا منہ کھل جائے اور اپنی بیعت توڑ دو اور اپنے امام کی مخالفت کرو تو اس خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو پھر تمہیں اس تلوار کے ساتھ البتہ ماروں گا جب تک کہ اس کا دستہ میرے ہاتھ میں ہے اگرچہ تمہارے درمیان میرا کوئی یار و مددگار نہ ہو۔

اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ لوگ جو تمہارے درمیان حق کو پہچانتے ہیں اور ان سے زیادہ ہیں کہ جو باطل کی پیروی سے ہلاک ہوں۔

پس عبداللہ بن مسلم بن ربیعہ حضرمی جو بنی امیہ کا حلیف تھا اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ یہ فتنہ کہ جسے تو دیکھ رہا ہے سخت گیری کے بغیر اصلاح پذیر نہیں ہوگا اور یہ روش جو آپ دشمنوں کے ساتھ رکھتے ہیں مستضعفین کی رائے ہے تو نعمان نے اس سے کہا اگر میں مستضعفین رہوں خدا کی اطاعت میں تو اس کو زیادہ دوست رکھتا ہوں اس سے کہ خدا کی معصیت و نافرمانی میں غالب و قوی رہوں اور منبر سے نیچے اتر آیا۔!

عبداللہ بن مسلم باہر نکلا اور اس نے یزید بن معاویہ کو لکھا اما بعد مسلم بن عقیل کوفہ میں آچکا ہے اور شیعوں نے حسین بن علی کے نام پر اس کی بیعت کر لی ہے تو اگر آپ کو کوفہ کی ضرورت ہے تو ایسے طاقت ور شخص کو بھیجو جو آپ کے حکم کو نافذ کر سکے اور آپ کی طرح عمل کرے کیونکہ نعمان بن بشیر تو ایک کمزور شخص ہے یا اس نے اپنے آپ کو کمزور بنا رکھا ہے۔

اور عمارہ بن عقبہ نے بھی اسی قسم کا خط لکھا اور عمر بن سعد بن ابی وقاص نے بھی اور جب یہ خطوط یزید کے پاس پہنچے تو اس نے معاویہ کے غلام سرجون کو بلایا اور کہا کہ تیری رائے کیا ہے کیونکہ حسینؑ نے مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا ہے اور وہ بیعت لے رہا ہے اور میں نے سنا ہے کہ نعمان کمزور آدمی ہے اور برا عقیدہ رکھتا ہے لہٰذا تیری رائے میں کوفہ کی گورنری کسے دوں اور یزید عبیداللہ بن زیاد پر بہت غضبناک تھا سرجون نے اس سے کہا اگر معاویہ زندہ ہو جائیں تو آپ اس کی رائے کو قبول کریں گے یزید نے کہا کہ ہاں تو سرجون نے عبیداللہ کی کوفہ پر گورنری کا فرمان نکالا اور کہا کہ یہ ہے معاویہ کی رائے کہ جب وہ مر رہے تھے تو اس خط کے لکھنے کا حکم دیا اور دونوں شہر بصرہ و کوفہ اکٹھے عبیداللہ کے سپرد کر دیے یزید نے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گا لہٰذا ابن زیاد کا فرمان اس کی جانب بھیجا پھر مسلم بن عمرو باہلی قتیبہ کے باپ کو بلایا اور اس کو عبیداللہ کے نام خط لکھ کر دیا۔

اما بعد! اہل کوفہ میں سے میرے شیعوں نے مجھے لکھا ہے اور خبر دی ہے کہ عقیل کا بیٹا مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے کے لیے لشکر فراہم کر رہا جب تم میرا خط پڑھو تو کوفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور ابن عقیل کو مہرہ کی طرح تلاش کر کے جب اپنے قبضہ میں لے لو تو اسے قید کر دو یا قتل کر دو یا اس کو شہر سے نکال دو۔

والسلام

اور وہ کوفہ پر گورنری کا فرمان بھی اسے دیا تو مسلم روانہ ہوا یہاں تک کہ بصرہ میں عبیداللہ کے پاس پہنچ گیا اور فرمان و خط دونوں اس کو دے دیے تو عبیداللہ نے اس وقت حکم دیا کہ تیاری کرو اور کل کوفہ کی جانب روانہ ہو جاؤ۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اس مقام پر مناسب ہے کہ ہم نعمان بن بشیر کے حالات

کی طرف اشارہ کریں۔ نعمان (نون کی پیش کے ساتھ) ابن بشیر بن سعد بن نصر بن ثعلبہ خزرجی انصاری اس کی والدہ عمرہ بنت رواحہ اس عبداللہ بن رُواحہ انصاری کی بہن ہے کہ جو جنگ مُوتہ میں جعفر بن ابوطالب کے ساتھ شہید ہوا تھا اور کہتے ہیں کہ نعمان انصار کا پہلا بچہ ہے کہ جو رسول خدا کے مدینہ میں قدوم میمنت لزوم کے بعد پیدا ہوا جیسا کہ عبداللہ بن زبیر مہاجرین میں سے پہلا بچہ تھا اور اس کا باپ بشیر انصار میں سے پہلا شخص ہے کہ جو سقیفہ کے دن کھڑا ہوا اور ابوبکر کی بیعت کی اس کے بعد دوسرے انصار میں سے پہلا شخص پے در پے آئے اور بیعت کی اور بشیر عین التمر کی جنگ کے دن خالد بن ولید کی معیت میں مارا گیا اور نعمان اور اس کا خاندان اسلاف اور اخلاف کے لحاظ سے شعر و شاعری میں مشہور تھا اور عثمانی مذہب رکھتا تھا اور اہل کوفہ کو دشمن رکھتا تھا کہ جو حضرت علیؑ کے ہوا خواہ تھے اور جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھ جب کہ انصار میں سے کوئی شخص بھی اس جنگ میں معاویہ کے ساتھ نہیں تھا معاویہ کے نزدیک اس کی عزت و منزلت تھی اور اس کا مورد مہر و محبت تھا اسی طرح اس کے بعد اس کے بیٹے یزید کے ہاں بھی اور وہ مروان بن حکم کی خلافت تک زندہ رہا اور وہ حمص کا گورنر تھا جب لوگوں نے مروان کی بیعت کی تو وہ لوگوں کو ابن زبیر کی طرف دعوت دیتا تھا اور مروان کی مخالفت کرتا تھا اور یہ بات ضحاک بن قیس کے مرج راہط میں قتل ہو جانے کے بعد کی ہے لیکن اہل حمص نے نعمان کی دعوت کو قبول نہ کیا پس وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا وہ اس کے پیچھے گئے اور اس کو جب پا لیا تو اسے قتل کر دیا یہ ۶۵ھ کی بات ہے!

باقی رہا یزید کا قول کہ نعمان کمزور اور برا عقیدہ رکھتا ہے تو شاید اس طرف اشارہ سے کہ جس کی ابن قتیبہ نے کتاب امامت و سیاست میں روایت کی ہے کہ نعمان بن بشیر نے کہا کہ پیغمبر خدا کا نواسہ میرے نزدیک بجدل کے نواسہ سے زیادہ محبوب ہے اور بحدل کا نواسہ یزید بن معاویہ تھا کہ جس کی ماں میسون بنت بحدل کلبیہ تھی اور بحدل بے نقطہ حا اور دال کے ساتھ جعفر کے وزن پر صحیح ہے نہ کہ نقطہ دار جیم کے ساتھ اور ابن قتیبہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ بن مسلم بن عمرو باہلی ہے اور یہ وہی مسلم ہے کہ جس کا نام اس سے پہلے ذکر ہوا ہے کہ جو یزید کا فرمان ابن زیاد کے لیے لے گیا تھا۔

چھٹی فصل

امام حسینؑ کا اشراف بصرہ کے نام خط

سید نے ملہوف میں کہا ہے کہ حسینؑ نے ایک خط اشراف بصرہ کی ایک جماعت کو اپنے ایک سلیمان نامی موالی کے ہاتھ بھیجا کہ جس کی کنیت ابو رزین تھی اور اس خط میں ان لوگوں کو اپنی نصرت اور اطاعت کرنے کی دعوت دی تھی کہ جن میں سے یزید بن مسعود نہشلی اور منذر بن جارود عبدی بھی تھے۔

پس یزید بن مسعود نے بنی تمیم، بن حنظلہ اور بنی سعد کو جمع کیا اور جب وہ اکٹھے ہو گئے تو کہا اے بنی تمیم تم میرے مقام اور حسب کو اپنے درمیان کیسا دیکھتے ہو انہوں نے کہا بخ بخ خدا کی قسم تو پشت کا مہرہ اور فخر کا سر اور شرف کے وسط میں قرار دیا تا ہے اور فضل و کرم میں دوسروں پر گوئے سبقت لے گیا ہے تو اس نے کہا کہ میں نے تمہیں یہاں اس لیے جمع کیا ہے کہ میں چاہتا ہوں ایک کام میں تم سے مشورہ کروں اور تم سے اعانت و مدد لوں تو انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم نصیحت و خلوص میں آپ سے دریغ نہیں کرتے اور جتنا ہو سکے اور ہمیں معلوم ہو اس کیلیے

میں مضائقہ نہیں کریں گے آپ کہیئے تاکہ ہم سنیں تو اس نے کہا کہ معاویہ مر گیا اور اس کی ہلاکت و فقدان کا کوئی غم نہیں ہے کیونکہ اس سے ستم و گناہ کا دروازہ ٹوٹ گیا ہے اور ظلم کے ستون متزلزل ہو گئے ہیں اس نے ایک نئی بیعت احداث و ایجاد کی اور اپنے گمان میں استوار و محکم عقد باندھا حالانکہ کتنا دور ہے وہ جو اس نے ارادہ کیا ہے کہ تحقق پذیر ہو اور کوشش کی ہے لیکن بخدا وہ کمزور رہا ہے اس نے مشورہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے رائے طلب کی لیکن انہوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اسے صحیح رائے نہیں دی پس اس کا بیٹا یزید جو شراب پیتا ہے اور فسق و فجور کا سردار ہے اٹھ کھڑا ہوا ہے اور وہ مسلمانوں پر خلافت کرنے کا دعوے دار بن گیا ہے اور ان کی رضا کے بغیر ان پر فرمانروائی کرتا ہے باوجود عقل کی کوتاہی اور علم کی کمی کے اور حق میں سے اپنے پاؤں کی جگہ کو بھی نہیں پہچانتا پس میں خدا کی قسم کھاتا ہوں اور میری قسم صحیح اور مبرور ہے کہ یزید سے جہاد کرنا دین کے معاملہ میں مشرکین سے جہاد کرنے کی نسبت افضل ہے۔

اور یہ حسین بن علی علیہ السلام رسول خدا صلواۃ اللہ وسلام علیہم کے نواسے ہیں۔ شرف اصیل درست رائے اور بے انتہا علم رکھتے ہیں اور اس امر کے لیے اولیٰ اور زیادہ حق رکھتے ہیں سابقہ شرف سن و سال تقدم اور پیغمبر سے قرابت کی بنا پر چھوٹوں پر مہربان ہیں اور بوڑھوں کے لیے دلسوز کیا ہی عظیم راعی ہیں رعیت کے لیے اور امام ہیں لوگوں کے لیے کہ جن کے ذریعہ خدا کی حجت لوگوں پر تمام ہوتی ہے اور خدا کے موعظہ کی ان کے واسطے سے تبلیغ ہوتی ہے لہذا نور حق سے اندھے نہ ہو اور باطل کے گڑھے میں نہ جا گرو صخر بن قیس نے جمل والے دن تمہیں

بدنام کر دیا تھا پس اس بدنامی کے دھبہ کو اپنے سے دھو ڈالو فرزند رسول کی طرف نکلنے کے ساتھ اور ان کی نصرت و مدد کرنے کے ساتھ خدا کی قسم کوئی شخص ان کی مدد میں کوتاہی نہیں کرے گا مگر یہ کہ خدا اس کی اولاد کو ذلیل و خوار اور اس کے قبیلہ کو کم مقدار کر دے گا اور یہ تو میں نے جنگ کی زرہ پہن لی ہے جو شخص قتل نہ کیا جائے وہ مر جاتا ہے اور جو شخص بھاگے گا تو طلب کرنے والے کے ہاتھ سے نکل نہیں سکتا پس اچھا جواب دو خدا تم پر رحم کرے تو بنو حنظلہ بول اٹھے اور انہوں نے کہا اے ابو خالد ہم تیرے تیر کے ترکش ہیں اور تیرے قبیلہ کے شاہوار اگر آپ ہمیں دشمن کی طرف پھینکیں تو ہدف و نشانہ پر مارا ہے اگر ہمارا ساتھ مل کر جنگ کے لیے باہر آئیں تو فاتح و کامیاب ہوں گے اگر آپ سمندر کے پانی میں اتر جائیں تو ہم بھی اتریں گے اور اگر کسی دشوار کام سے روبرو ہوں تو ہم بھی روبرو ہوں گے اپنی شمشیر سے آپ کی ہم مدد کریں گے اور اپنے بدن سے حفاظت و نگہداری جس وقت آپ چاہیں جو چاہیں کر گزریں۔

اور بنو سعد بن یزید نے کہا اے ابو خالد ہمارے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض چیز ہمارے نزدیک تیری مخالفت کرنا اور تیری رائے سے باہر نکلنا ہے اور صخر بن قیس نے ہمیں جنگ نہ کرنے کا حکم دیا تھا تاہم ہم نے اپنے امر کی حمد و تعریف کی اور ہماری عزت ہم میں باقی رہ گئی پس آپ ہمیں مہلت دیجیے تاکہ ہم مشورہ کر لیں اور پھر اپنی رائے سے آپ کو آگاہ کریں

اور بنو عامر بن تمیم نے کہا اے ابو خالد ہم تیرے باپ کے بیٹے اور تیرے حلیف و ہم قسم ہیں اگر آپ غضبناک ہوں تو ہم خوش نہیں ہو سکتے

اور اگر آپ چل پڑیں تو ہم بیٹھ نہیں سکتے۔ معاملہ آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ہمیں آپ پکاریں تاکہ ہم لبیک کہیں اور ہمیں حکم دیں تاکہ ہم اطاعت کریں حکم آپ کا ہی ہے جس وقت آپ چاہیں پس اس نے بنی سعد سے کہا خدا کی قسم اگر وہی کام کرو یعنی بنی امیہ سے قتال ترک کرنا خدا کبھی بھی تم سے تلوار نہیں اٹھائے گا اور تمہاری تلوار ہمیشہ تمہارے درمیان ہوگی۔

پس امام حسین کی طرف اس نے خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد: آپ کا خط مجھے ملا اور میں نے اس چیز کو جانا کہ جس کی طرف آپ نے ترغیب دلائی اور دعوت کی کہ آپ کی اطاعت میں سے اپنے حصہ حاصل کروں اور آپ کی نصرت کے نصیب پر فائز ہوں اور خدا کبھی بھی زمین کو ایسے شخص سے خالی نہیں رکھتا کہ جو اس میں نیک عمل کرے اور ایسے رہنما سے کہ جو لوگوں کی راہ نجات دکھائے اور آپ حجت خدا ہیں بندوں پر اور امانت ہیں اس کی زمین میں آپ زیتون احمدی صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے شاخ ہیں وہ اس کی اصل اور آپ حضرات اس کی فرع ہیں پس ہمارے پاس تشریف لے آئیے مبارک ہو آپ کو ہا پرندہ سے زیادہ نیک فال میں بنو تمیم کی گردن آپ کے زیر فرمان لے آیا ہوں اور وہ آپ کی اطاعت میں ایک دوسرے سے زیادہ سبقت لینے والے ہیں۔

پیاسہ اونٹوں سے کہ جو سخت پیاس کے وقت پانی میں داخل ہونے میں جلدی کرتے ہیں اور بنی سعد کو بھی میں آپ کی اطاعت میں لے آیا ہوں اور ان کے سینہ کی میل کچیل میں نے بارش کے پانی سے دھو ڈالی ہے ایسی بارش کہ جو سفید بادل سے برسے بجلی کے کڑکنے کے وقت۔

جب امام حسینؑ نے خط پڑھا تو فرمایا تجھے اور کیا چاہیئے خدا تجھے خوف کے دن مامون قرار دے اور عظیم پیاس کے دن تجھے سیراب کرے اور جب یہ آمادہ ہوا کہ حسینؑ کی طرف روانہ ہو تو اسے خبر ملی کہ آنحضرت شہید ہو چکے ہیں اور آنجناب سے منقطع اور الگ رہ جانے کی وجہ سے بے صبری اور بے تابی کرتا تھا باقی رہا منذر بن جارود تو وہ امام حسینؑ کا خط آپ کے قاصد سمیت عبید اللہ بن زیاد لعنہ اللہ کے پاس لے آیا اور چونکہ وہ ڈرتا تھا کہ یہ خط کہیں عبید اللہ کی طرف سے حیلہ اور بحریہ اس کی بیٹی عبید اللہ کی بیوی تھی تو عبید اللہ نے قاصد کو سولی پر لٹکا دیا اور منبر پر گیا اور خطبہ دیا اور اہل بصرہ کو یزید کی مخالفت اور فتنہ انگیز خبروں کے منتشر کرنے سے ڈرایا پس وہ رات تو اس نے بصرہ میں گزاری جب دن چڑھا تو آپ نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنی نیابت میں وہاں چھوڑا اور خود کوفہ کی طرف چل کھڑا ہوا۔

طبری کہتا ہے کہ ہشام نے کہا کہ ابو مخنف نے مجھ سے صعقب بن زہیر نے ابو عثمان ہندی سے حدیث بیان کی ہے کہ حسینؑ نے ایک خط لکھا اور اپنے غلام کے ہاتھ کہ جسے سلیمان کہتے تھے بصرہ کے لشکر کے سرداروں اور وہاں کے اشراف و بزرگوں کو بھیجا مالک بن مسمع بکری، احنف بن قیس، منذر بن جارود، مسعود بن عمرو، قیس بن ہشیم اور عمر بن عبید اللہ بن معمر کے پاس چند خطوط ایک ہی مضمون کے ان تمام اشراف کے ہاتھوں پہنچے۔

اما بعد! خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بندوں پر منتخب کیا اور ایسی نبوت کی عزت بخشی اور رسالت کے لیے چنا پھر اسے اپنے جوار رحمت میں لے گیا جب کہ آنحضرت نے بندوں کو نصیحت کی تھی اور جس چیز کی تبلیغ کے لیے آپ

بھیجے گئے تھے اس کی تبلیغ کی ہم ہیں آپ کے اہل بیت آپ کے ولی ووصی ووارث اوران کے مقام ومنزلت کے سب لوگوں سے زیادہ مستحق پس ہماری قوم نے اس مقام کو اپنے لیے مخصوص کر لیا اور ہم سے چھین لیا اور ہم بھی تفرقہ کو ناپسند اور عافیت کو دوست رکھتے ہوئے اس پر راضی رہے جب کہ ہم اپنے آپ کو اس کا زیادہ مستحق سمجھتے تھے ان لوگوں سے کہ جو اس کے متولی بن بیٹھے تھے اور میں نے اپنا قاصد اس خط کے ساتھ تمہاری طرف بھیجا ہے اور میں تمہیں کتاب خدا اور اس کے پیغمبر کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں اس بنا پر کہ ان لوگوں نے سنت کو مار دیا ہے اور بدعت کو زندہ کیا ہے اور اگر تم لوگ میری بات کو سنو اور میرے فرمان کی اطاعت کرو تو میں تمہیں راہ ارشاد کی طرف کہ جو مقصد تک پہنچائے ہدایت کر دوں گا والسلام

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پس جس شخص نے بھی اس خط کو پڑھا مخفی رکھا سوائے منذر بن جارود کے کہ جس طرح وہ خود کہتا تھا کہ اسے ڈر لگا کہ کہیں عبیداللہ کا دسیسہ نہ ہو لہذا اس قاصد کو اس رات کہ جس کی صبح عبیداللہ روانہ ہو رہا تھا لے آیا اور اسے خط بھی دیا تاکہ وہ پڑھ لے پس اس نے قاصد کی گردن اڑا دی اور بصرہ کے منبر پر گیا اور خدا کی حمد وثنا کی اور کہا اما بعد!

خدا کی قسم سرکش حیوان وجانور میرا قرین نہیں ہو سکتا (یعنی سب کو میرا مطیع ہونا چاہیئے) اور مشک کی آواز مجھے اونچی چھلانگ لگانے پر نہیں ابھار سکتی۔ (عربوں کی عادت تھی کہ وہ نیچے حصہ میں پھونکتے تھے اور اس میں ریت ڈالتے تھے اور اسے ہلاتے تھے۔ تاکہ اس کی آواز سے اونٹ کودیں اچھلیں) جو شخص میرے ساتھ دشمنی کرے میں اس سے انتقام لوں گا۔ اور جو شخص مجھ سے جنگ کرے اس کے لیے میرز ہر ہے۔

(قد انصف القارۃ من راماھا) یہ عربی زبان کی ضرب المثل ہے کہ عجمی اس کے مقابلہ میں کہتے ہیں یہ گیند اور یہ میدان (یہ گھوڑا اور یہ گھوڑے کا میدان) اور بعض کہتے ہیں کہ قارہ ایک قبیلہ تھا تیرانداز جو تیر اندازی میں ماہر تھا اور جو شخص ان سے برابری کا دعوٰی کرے تو تیر اندازی میں ان کا مقابلہ کر کے دیکھ لے)

اے اہل بصرہ امیرالمومنین نے مجھے کوفہ کا گورنر بنایا ہے اور میں کل اس طرف جاؤں گا اور اپنے بھائی عثمان کو اپنی جگہ چھوڑ رہا ہوں مخالفت اور فتنہ انگیزی سے بچو اس خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اگر تم میں سے کسی ایک کے متعلق اختلاف کی بات سنی تو اس کو اس کے قبیلہ کے بڑے کو اور اس کی قوم کے بزرگ کہ جس قوم سے وہ ہے اور قریبی کو دور والے کی مخالفت کی وجہ سے مؤاخذہ کروں گا تاکہ میرے ساتھ سیدھی طرح چلو اور تمہارے درمیان کوئی مخالفت کرنے والا نہ ہو میں زیاد کا بیٹا ہوں ہر وہ کہ جس کسی نے ریت پر قدم رکھا ہے میں اپنے باپ سے اس سے زیادہ مشابہ ہوں اور کسی قسم کی شباہت چچا اور ماموں سے میں نہیں رکھتا پھر وہ بصرہ سے چلا اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا جانشین بنایا اور خود کوفہ چلا گیا۔

اور ازدی یعنی ابو مخنف سے روایت ہوئی ہے کہ ابوالمخارق راسبی نے کہا شیعیان بصرہ کے کچھ لوگ قبیلہ عبدالقیس کی ایک خاتون کے گھر چند دن جمع ہوئے اس عورت کا نام ماریہ بنت سعد یا منقذ تھا وہ شیعہ خاتون تھی اور اس کا گھر ان کے لیے محل الفت تھا اور وہاں ایک دوسرے سے حدیث بیان کرتے تھے اور ابن زیاد تک اطلاع پہنچی کہ حسینؑ عراق کی طرف آ رہے ہیں تو اس نے بصرہ کے اپنے عامل کو لکھا کہ وہ نگہبان مقرر کرے اور راستوں پر گرفت رکھے پس یزید بن

یزید بن نبیط نے حسینؑ کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا اور وہ قبیلہ عبد القیس میں سے تھا اس کے دس بیٹے تھے تو اس نے کہا کہ تم میں سے کون میرے ساتھ آتا ہے اس کے دو بیٹے عبداللہ اور عبیداللہ تیار ہوئے تو اس نے اس خاتون کے گھر میں اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نکلنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور جانے والا ہوں انہوں نے کہا کہ ہم تم پر ابن زیاد کے اصحاب سے ڈرتے ہیں تو اس نے کہا کہ ان دونوں کے پاؤں راستہ میں گرم ہو جائیں تو پھر میں طلب کرنے والے کی طلب کی پرواہ نہیں کرتا پس وہ خارج ہوا اور اپنی سواری کو تیز چلاتا تھا یہاں تک کہ حسین تک پہنچ گیا اور البطح میں آپ کے قافلہ میں داخل ہو گیا۔ امام حسین کو خبر ملی کہ وہ آ رہا ہے تو آپ اس کو ملنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ شخص آپ کی قیام گاہ کی طرف آیا تھا اس سے کہا گیا کہ آپ تیری جگہ کی طرف گئے ہیں تو وہ پھر پلٹ گیا ادھر امام علیہ السلام نے جب اسے اس کی رہائش گاہ میں نہ پایا تو وہیں اس کی انتظار میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ وہ آ گیا اور آنجناب کو اپنے سامان کے پاس بیٹھا پایا تو اس نے کہا:

بفضل اللہ و برحمته	اللہ کے فضل اور اس کی رحمت
فبذلک فلیفرحوا۔	سے ہے پس اس چیز پر خوش ہونا چاہیے۔

پس آپ پر سلام کر کے آپ کے پاس وہ بیٹھ گیا اور آپ کو بتایا کہ وہ کس مقصد کے لیے آیا ہے تو آنحضرت نے اس کے لیے دعائے خیر کی اور وہ شخص آنجناب کے ساتھ کربلا تک آیا اور جہاد کیا اور اپنے دونوں بیٹوں سمیت شہید ہوا

☆ ☆ ☆

ساتویں فصل

ابن زیاد کا کوفہ پہنچنا

(طبری) جب یزید کا خط عبید اللہ تک پہنچا تو اس نے پانچ سو افراد بصرہ کے لوگوں میں سے انتخاب کیے کہ جن میں سے عبداللہ بن حارث بن نوفل اور شریک بن اعور تھے شریک شیعان علیؑ میں سے تھا اور مسلم بن عمرو باہلی اور اپنے حشم و خدم اور گھر والوں کے ساتھ کوفہ کی راہ لی (ارشاد) جب اس شہر میں پہنچا تو اس کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور اس نے چہرہ چھپا رکھا تھا ادھر لوگوں کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ امام حسینؑ کوفہ کی طرف آ رہے ہیں لہذا وہ ان کے چشم براہ تھے جب انہوں نے عبید اللہ کو دیکھا تو خیال کیا کہ آنجناب ہیں لہذا وہ جس گروہ کے پاس سے گزرتا وہ لوگ اس پر سلام کرتے تھے اور کہتے:

مرحبا بك یا ابن رسول اللہ مرحبا۔ خوش آمدید اے فرزند رسول خدا خوش آمدید۔

ابن زیاد امامؑ کے آنے سے ان کے خوش ہونے پر آگ بگولہ ہو رہا تھا جب

وہ لوگ زیادہ ہو گئے تو مسلم بن عمرو نے کہا دور ہو جاؤ یہ امیر عبیداللہ بن زیاد ہے
اور اسی رات وہ چلتے چلتے قصر امارہ تک جا پہنچا اور ایک گروہ اس کے اطراف میں تھا
کہ جنہیں یقین تھا کہ حسینؑ ہیں نعمان بن بشیر نے اس پر اور اس کے اطرافیوں پر دروازہ بند
رکھا تو اس کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا کہ دروازہ کھولو نعمان
نے اوپر سے جھانک کر دیکھا جب اس کا گمان تھا کہ حسینؑ ہیں اور کہا میں آپ کو
خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ دور ہو جائیں کیونکہ میں اپنی امانت آپ کے سپرد نہیں
کروں گا اور آپ سے جنگ کرنے کی بھی مجھے ضرورت نہیں۔

عبیداللہ کچھ نہیں بولتا تھا یہاں تک کہ قریب آ گیا اور نعمان اس سے قصر
کے اوپر سے باتیں کر رہا تھا۔

پس عبیداللہ نے کہا: دروازہ کھول کبھی تیرا دروازہ نہ
کھلے تیری رات لمبی ہو گئی یہ بات اس کے پیچھے سے ایک شخص نے سن لی تو اس
نے ان لوگوں سے جو اس کے پیچھے آ رہے تھے اس بنا پر کہ حسینؑ ہیں۔ کہا اے لوگو!
اس کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں یہ ابن مرجانہ ہے!

مسعودی کہتا ہے کہ لوگوں نے اسے سنگریزہ مارنے شروع کیے لیکن وہ
نکل گیا۔

(ارشاد)

پس نعمان نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا اور وہ اندر چلا گیا اور لوگوں
کے سامنے دروازہ بند کر دیا اور لوگ تتر بتر ہو گئے۔

اور صبح ہوئی تو اس نے نماز جماعت کی منادی کرائی تو لوگ جمع ہو گئے۔
ابن زیاد نکلا اور اس نے خدا کی حمد و ثنا کی اس کے بعد کہا امیر المومنین نے تمہارا
شہر اور سرحد اور فئی و بیت المال میرے سپرد کر دیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ

ستم رسیدہ کی دادرسی کروں اور محروموں کو عطا کروں اور فرمانبرداری سے بات سننے والے کے ساتھ احسان و نیکی کروں اور نافرمان کی سخت گرفت کروں اور میں ان کے فرمان کو تمہارے بارے میں انجام دوں گا اور اس کے عہد و پیمان کو نافذ کروں گا اور میں تمہارے نیکوکار اور فرمانبردار کے لیے مہربان باپ ہوں اور میرا تازیانہ اور تلوار ہر اس شخص کے سر پہ ہے کہ جو میرے فرمان کو ترک کرے اور میرے عہد و پیمان سے نکل جائے لہٰذا ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنے اوپر ڈرے الصدق ینبئ عنک لاالوعید (یہ عبارت ضرب المثل کے جاری مجری ہے اور فارسی میں اس کی جگہ کہتے ہیں اگر زندہ رہے تو ایک دوسرے کو ملیں گے یعنی جو کچھ ہم کہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں جب تک جس چیز کا ہم نے وعدہ کیا ہے۔ اس پر عمل نہ کریں)

ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے کہا اس ہاشمی تک میری بات پہنچا دو کہ وہ میرے غضب سے ڈرے اور ہاشمی سے اس کی مراد جناب مسلم بن عقیلؑ تھے

(ارشاد)

پس منبر سے نیچے اترا اور نقیبوں پر اس سے سختی کی اور کہا کہ تمام نقیبوں کے نام لکھو اور کون شخص امیرالمومنین (یزید) کے پیروکاروں میں سے اور کون شخص تم میں حروریہ (خوارج) میں سے ہے اور کون اہل ریب اور مخالفت کرنے والوں میں سے ہے ان سب کو لے آؤ تاکہ ان کے بارے میں میں اپنی رائے دیکھوں اور جو نقیب ان کے نام مجھے لکھ کر نہ دے وہ ضامن بنے کہ اس کی نقابت والے علاقہ میں کوئی شخص ہماری مخالفت نہیں کرے گا اور فتنہ و فساد برپا نہیں کرے گا اور جو شخص ایسا نہیں کرے گا تو ہم اس کے ذمہ دار ــــــــــ

نہیں اور اس کا خون و مال ہمارے لیے حلال ہے اور جس نقیب کے علاقہ میں یزید کے باغیوں میں سے کوئی پایا گیا اور اس نے اس کی اطلاع ہمیں نہ دی اس کو اس کے گھر کے دروازے پر لٹکایا جائے گا اور اس کا وظیفہ اور عطا بند کر دی جائے گی (کامل) اور اسے عمان کا زارہ مقام کی طرف روانہ کیا جائے گا (ضرب المثل ہے گویا کالا پانی ہے) اور فصول المہمہ میں ہے کہ اہل کوفہ کی ایک جماعت کو اس نے گرفتار کر کے اسی وقت قتل کر دیا (کامل ۔ طبری ۔ مقاتل الطالبین)

جب حضرت مسلم نے عبید اللہ کا آنا اور اس کی گفتگو سنی تو مختار کے گھر سے نکل کر ہانی بن عروہ مرادی کے دروازہ پر آئے اور ہانی کو بلایا ۔ ہانی باہر آئے جب آپ کو دیکھا تو اسے ناپسند کیا جناب مسلم نے ان سے کہا میں آیا ہوں تاکہ تم مجھے پناہ دو اور اپنے ہاں مہمان رکھو ۔ ہانی نے کہا آپ مجھے میری طاقت سے زیادہ کی تکلیف و ذمہ داری سونپ رہے ہیں اب اگر آپ میرے گھر میں داخل نہ ہو چکے ہوتے اور مجھ پر وثوق نہ کیا ہوتا تو میں پسند کرتا کہ آپ واپس چلے جائیں مگر یہ کہ آپ کے داخل ہونے کی وجہ سے مجھ پر تکلیف و ذمہ داری آ چکی ہے اب تشریف لے آئیے پس ہانی نے آپ کو رہائش کی جگہ دی اور شیعہ آپ کے پاس آنے جانے لگے ۔ عبید اللہ بن زیاد سے پنہاں و پوشیدہ طور پر اور وہ ایک دوسرے کو اس خبر کے مخفی رکھنے کی وصیت کرتے تھے ۔ (مناقب) اور لوگ آپ کی بیعت کرتے تھے یہاں تک کہ پچیس ہزار افراد نے بیعت کی اور چاہا کہ خروج کریں لیکن ہانی نے آپ سے کہا کہ جلدی نہ کیجئے ۔

پھر ابن زیاد نے اپنے غلام کو کہ جس کا نام معقل تھا بلایا اور کہا کہ یہ مال لے لو (کامل) اور اسے تین ہزار درہم دیے اور کہا کہ مسلم بن عقیل اور اس کے

یار و انصار کو تلاش کرو ان سے الفت پیدا کرو اور انہیں یہ مال دو اور انہیں کہو کہ تم انہیں میں سے ہو اور ان کے اخبار سے باخبر ہو معقل نے ایسا ہی کیا اور وہ مسجد میں مسلم بن عوسجہ اسدی کے پاس آیا اور اس نے سن رکھا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جناب امام حسین علیہ السلام کے نام پر بیعت لیتے ہیں اور مسلم نماز پڑھ رہے تھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا اے بندۂ خدا میں اہل شام میں سے ایک شخص کہ جس پر خدا نے اہل بیت کی محبت کا احسان کیا ہے اور یہ تین ہزار درہم ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ یہ اس شخص کی خدمت میں لے جاؤں کہ جس کے متعلق میں نے سنا ہے کہ وہ کوفہ میں آئے ہیں اور نواسۂ رسول خدا کے لیے بیعت لیتے ہیں اور چند افراد سے میں نے سنا ہے کہ آپ اس خاندان کے امر سے آگاہ ہیں لہذا میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ یہ مال لے لیجئے اور مجھے اپنے صاحب کے پاس لے جائیے تاکہ میں ان کی بیعت کروں اور اگر آپ چاہیں تو ان کے پاس جانے سے پہلے مجھ سے بیعت لے لیں مسلم نے کہا کہ تیری ملاقات سے مجھے خوشی ہوئی اور یہ کہ تو چاہتا ہے کہ اپنے مطلوب تک پہنچے اور خدا تیری وجہ سے اہل بیت پیغمبر کی مدد کرے لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا کہ لوگ اس کام سے اس کے مکمل ہونے سے پہلے آگاہ ہوں اس مرد ستمگر اور اس کی سطوت کے خوف سے پس اس سے بیعت لی سخت و شدید عہد و پیمان کے ساتھ اور بہت زیادہ نصیحت کرنے اور اس امر کو پوشیدہ رکھنے کے ساتھ اور چند دن تک وہ ان کے پاس آتا جاتا رہا یہاں تک کہ وہ اسے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔

آٹھویں فصل

شہادت حضرت مسلم و حضرت ہانی

اس سے پہلے آپ جان چکے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد نے بصرہ سے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو شریک بن اعور اس کے ساتھ تھا اب جانیں کہ یہ شریک شیعہ تھا انتہائی شدت رکھتا تھا تشیع میں (طبری کامل) اور جنگ صفین میں امیر المؤمنین کے ساتھ تھا اور اس کی گفتگو معاویہ کے ساتھ مشہور ہے اور جب شریک بصرہ سے نکلا تو سواری سے گر پڑا اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے خود جان بوجھ کر اپنے آپ کو گرایا اور ایک گروہ اس کے ساتھ تھے اس امید پر کہ عبید اللہ اس کی صحت یابی کا انتظار کرے اور امام حسینؑ عبید اللہ سے پہلے کوفہ میں پہنچ جائیں

لیکن عبید اللہ نے ان کی طرف توجہ نہ دی اور وہ چلتا رہا جب شریک کوفہ میں آیا تو ہانی کے گھر قیام کیا اور انہیں مسلم کو تقویت دینے کی ترغیب و تحریص کرتا اور شریک بیمار ہوگیا اور ابن زیاد اس کا احترام کرتا تھا اور دوسرے امراء و حکام بھی

لہذا عبیداللہ اس کی طرف پیغام بھیجا کہ میں آج رات تمہارے پاس آؤں گا۔
شریک نے جناب مسلم سے کہا یہ مرد فاسق و فاجر آج رات میری عیادت کو آئے گا جب وہ بیٹھ جائے تو باہر نکل کر اس کو آپ قتل کر دیں اور پھر جا کر قصر الامارہ میں بیٹھ جائیں کہ جس سے کوئی شخص آپ کے لیے مانع نہیں ہو گا اور اگر میں اس بیماری سے نجات پا سکا تو میں بصرہ جا کر وہاں کا کام آپ کے لیے یکسرہ کر دوں گا (ابوالفرج)

جب شام ہوئی تو ابن زیاد شریک کی عیادت کے لیے آیا اور شریک نے کہا مسلم سے کہا مبادا یہ شخص آپ کے چنگل سے نکل جائے ہانی اٹھے اور کہا میں پسند نہیں کرتا کہ عبیداللہ میرے پاس میرے گھر میں مارا جائے اور اس کام کو برا سمجھا پس عبیداللہ آیا اور بیٹھ گیا اور شریک کی حال پرسی کی اور کہا کہ تمہاری بیماری کیا ہے اور کب سے بیمار ہوئے ہو جب سوال جواب طول کھینچ گئے اور شریک نے دیکھا کہ کوئی باہر نہیں آیا اور اسے خوف ہوا کہ مقصود ہاتھ سے نکل جائے گا تو یہ اشعار پڑھنے شروع کیے۔

ما الانتظار بسلمی ان تحیوا ھا
حیوا سلیمی وحیوا من یحییھا
کاس المنیة با استعجیل اسقوھا

کیا انتظار ہے اس سے کہ سلمی کو تحیہ دو تحفہ دو سلمی کو بھی اور
اسے جو اس کو تحفہ دے موت کا پیالہ اسے جلدی پلاؤ۔

دو یا تین مرتبہ اس نے یہ اشعار پڑھے۔ عبیداللہ نہ سمجھ سکا کہ معاملہ کیا ہے لہذا کہا ہے کہ یہ ہذیان کی باتیں کرتا ہے۔ ہانی نے کہا جی ہاں اصلحک اللہ

(خدا تمہاری اصلاح کرے) غروب آفتاب سے پہلے سے اب تک اسی طرح ہے اور عبیداللہ اٹھ کھڑا ہوا اور چلا گیا۔ (طبری)

اور کہتے ہیں کہ عبیداللہ اپنے غلام مہران کے ساتھ آیا اور شریک نے جناب مسلم سے کہہ رکھا تھا کہ جب میں کہوں کہ مجھے پانی دو تو آپ باہر نکل کر اس کی گردن اڑا دینا پس عبیداللہ شریک کے بستر پر بیٹھ گیا اور مہران اس کے سر کے پیچھے کھڑا ہو گیا پس شریک نے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ تو کنیز پانی کا پیالہ لے کر آئی اور اس کی نگاہ مسلم پر پڑی تو اپنی جگہ سے ہٹ گئی شریک نے کہا مجھے پانی پلاؤ تیسری مرتبہ کہا وائے ہو تم پر پانی بھی مجھے نہیں دیتے ہو دو مجھے پانی چاہیے اس سے میری جان چلی جائے مہران سمجھ گیا اور اس نے عبیداللہ کو اشارہ کیا تو عبیداللہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا شریک نے کہا اے امیر میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اپنا وصی قرار دوں ابن زیاد نے کہا میں تمہارے پاس پھر آؤں گا پس مہران اسے جلدی لے جا رہا تھا اور کہا خدا کی قسم وہ چاہتے تھے کہ آپ کو قتل کر دیں عبیداللہ نے کہا کس طرح حالانکہ میں شریک کی عزت و تکریم کرتا ہوں اور وہ بھی ہانی کے گھر میں کہ جس پر میرے باپ نے کہا کس طرح حالانکہ میں شریک کی عزت و تکریم انعام و احسان کیے ہوئے تھے (کامل)

مہران نے کہا بات یہی ہے جو میں آپ سے کہی ہے (ابوالفرج)

پس عبیداللہ اٹھ کر چلا گیا تو مسلم باہر آئے۔ شریک نے ان سے کہا کہ کون سی چیز آپ کو اس کے قتل کرنے سے مانع ہوئی انہوں نے کہا دو چیزیں ایک تو یہ کہ ہانی اسے پسند نہیں کرتا تھا کہ عبیداللہ اس کے گھر میں مارا جائے اور دوسری وہ حدیث جو لوگوں نے پیغمبر سے روایت کی ہے:

الاسلام قید الفتک یعنی اسلام نے بے خبری میں

فلا يفتك مؤمن ۔ میں قتل کرنے سے منع کیا ہے
اور مومن ایسا کام نہیں کرتا۔

شریک نے آپ سے کہا اگر آپ نے اس کو قتل کیا ہوتا تو ایک فاسق و فاجر اور مکار کافر کو قتل کیا تھا کہتے ہیں کہ مہران زیاد کا غلام عبیداللہ سے بہت محبت کرتا تھا چنانچہ جب عبیداللہ کو قتل کیا گیا تو چونکہ وہ بہت موٹا تازہ تھا لہذا اس کے بدن کی چربی سے ایک رات سارے چراغ جلائے گئے جب مہران نے یہ دیکھا تو قسم کھائی کہ پھر کبھی چربی نہیں کھاؤں گا۔

اور ابن نما نے کہا ہے جب ابن زیاد باہر چلا گیا تو مسلم تلوار ہاتھ میں لیے شریک کے پاس آئے تو شریک نے کہا کونسی چیز آپ کو اس کام سے مانع ہوئی تو آپ نے کہا کہ میں چاہتا تھا کہ باہر آؤں کہ ایک عورت مجھ سے لپٹ گئی اور کہا آپ کو خدا کی قسم ابن زیاد کو ہمارے گھر میں قتل نہ کرنا اور رونے لگی پس میں نے تلوار پھینک دی اور بیٹھ گیا ہانی نے کہا وائے ہو اس عورت پر کہ اس نے اپنے آپ کو قتل کیا اور مجھے بھی اور جس چیز کا اسے ڈر تھا وہ اس میں پڑی انتھی (کامل) شریک تین دن اور زندہ رہ کر فوت ہو گیا۔

عبیداللہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور بعد میں جب اسے معلوم ہوا کہ شریک نے مسلم کو اس کے قتل کرنے کی ترغیب دلائی تھی تو کہا کہ پھر میں کسی عراقی کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا اور اگر زیاد کی قبر عراق میں نہ ہوتی تو میں شریک کی قبر کھود ڈالتا۔

اس کے بعد ابن زیاد کا وہ غلام جو اس مال کے ساتھ آیا تھا شریک کی موت کے بعد مسلم بن عوسجہ سے آمد و رفت کرتا تھا یہاں تک وہ اسے جناب

مسلم بن عقیل کے پاس لے گئے اور جناب مسلم نے اس سے بیعت لی (ارشاد)
ابوثمامہ (تین نقطوں والی ث کے ساتھ دو نقطوں والی ت کے ساتھ
غلط ہے) صائدی کو حکم دیا کہ اس سے مال لے لو اور وہی مال لیا کرتے تھے۔
اور جو کچھ ایک دوسرے اعانت کرتے تھے انہیں کے ہاتھ میں تھا اور وہی ہتھیار
خریدتے تھے اور وہ مرد بصیر شہسواران عرب میں سے اور جانے پہچانے شیعوں
میں سے تھے (کامل) اور وہ ابن زیاد کا غلام ان کے ہاں آتا تھا اور ان کے رازوں
سے آگاہ ہوتا اور ابن زیاد کو ان کی خبر دیتا تھا۔

ابن زیاد نے اسماء ابن خارجہ کو بلایا اور کہتے ہیں کہ عمرو بن حجاج
زبیدی کو بھی اور روبیحہ اسی عمرو کی بیٹی ہانی کی بیوی اور یحییٰ بن ہانی کی ماں تھی۔ اور
اس نے ہانی کا حال پوچھا عمرو نے کہا کہ وہ بیمار ہے۔
عبیداللہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ وہ اچھا ہوگیا ہے اور اپنے گھر کے
دروازے پر آ بیٹھتا ہے پس اس کی ملاقات کرو اور اس سے کہو کہ جو کچھ اس پر واجب
لازم ہے اسے ترک نہ کرے پس وہ لوگ اس کے پاس آئے اور اس سے
کہا کہ امیر تمہارے بارے میں پوچھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ وہ بیمار
ہے تو میں اس کی عیادت کرتا اور اسے لوگوں نے اس طرح خبر دی ہے کہ تو گھر
کے دروازہ پر بیٹھتا ہے اور وہ کہتا تھا کہ دیر ہوگئی ہے وہ ہمارے پاس
نہیں آیا اور دوری و جفا بادشاہ برداشت نہیں کرتا ہم تجھے قسم دیتے ہیں کہ ہمارے
ساتھ چلو پس ہانی نے اپنا لباس منگوایا اور پہنا اور خچر پر سوار ہوا جب قصر الامارہ کے
قریب پہنچا تو اس کے دل میں پڑا کہ کچھ شر در پیش ہے پس حسان بن اسماء بن خارجہ

سے کہا بھتیجے مجھے اس شخص سے ڈر لگ رہا ہے تمہارا کیا خیال ہے اس نے
کہا میں تو آپ پر کوئی خوف نہیں رکھتا اس قسم کے اندیشوں کو اپنے اندر جگہ نہ دیجئے
اور اسماء ماجرے سے بالکل آگاہ نہیں تھا لیکن محمد بن اشعث جانتا تھا پس یہ جماعت
ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے جب کہ ہانی ان کے ساتھ جب ابن زیاد نے
ہانی کو دیکھا تو کہا (ارشاد)

اتتك بخائن رجلاه ۔ یعنی خیانت کار اپنے پاؤں سے چل کر آیا ہے۔

جب ہانی ابن زیاد کے قریب گئے ۔شریح اس کے پاس بیٹھا تھا ابن زیاد
نے اس کی طرف رخ کر کے کہا:

اريد حباءه ويريد قتلی عذيرك من خليلك من مراد

یہ شعر عمرو بن معدیکرب کا ہے یعنی،
میں چاہتا ہوں کہ اسے عطا کروں اور بخشش کروں اور وہ چاہتا ہے کہ مجھے
قتل کرے تو کہو تمہارا بہانہ کیا ہے تیرے مرادی کے پاس (کامل)

ابن زیاد ہانی کا احترام کرتا تھا ہانی نے کہا مگر کیا ہو گیا ہے تو ابن زیاد نے
کہا کہ یہ کیا شور ہے کہ جو تو نے امیر المومنین یعنی یزید اور مسلمانوں کے لیے اپنے گھر
میں برپا کر رکھا ہے مسلم کو لے آیا ہے اور اپنے گھر میں جگہ دی ہے اور اس کے لیے
افرادی قوت اور ہتھیار جمع کر رہا ہے اور تو نے گمان کر رکھا ہے کہ یہ چیزیں مجھ
سے پوشیدہ ہیں ہانی نے کہا میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا ابن زیاد نے کہا کہ
کیوں نہیں اور ان کے درمیان نزاع اور جھگڑا طول پکڑ گیا تو ابن زیاد نے اپنے
اس غلام کو بلایا جو کہ جاسوس تھا وہ آیا اور ہانی کے روبرو کھڑا ہو گیا ابن زیاد

نے کہا اسے پہچانتے ہو تو کہا ہاں اور سمجھ گئے کہ وہ ان پر جاسوس تھا پس
ایک گھڑی کے لیے متحیر ہو گئے پھر اپنے میں آئے اور کہا مجھ سے سنو اور اس کو
باور کرو خدا کی قسم میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اسے میں نے دعوت نہیں
کی اور میں اس کے کام سے آگاہ نہیں تھا۔ یہاں تک میں نے دیکھا کہ وہ میرے
گھر آیا اور چاہتا ہے کہ میں اسے اپنے ہاں رہنے دوں اور مجھے انہیں واپس
لوٹانے سے شرم آئی میرے ذمہ ایک تکلیف و ذمہ داری آئی کہ میں نے اس کو
اپنے گھر میں جگہ دی اور مہمان کیا اور اب اس کا معاملہ اس طرح ہوا کہ جیسے
آپ کو خبر ملی ہے پس اگر چاہیں تو ابھی میں آپ سے عہد و پیمان باندھتا ہوں
اور آپ کو ضمانت و گروی دیتا ہوں جو آپ کے ہاتھ میں رہے اور میں وعدہ
دیتا ہوں کہ میں جا کر انہیں اپنے گھر سے باہر نکال دیتا ہوں اور آپ کے ہانی
نے کہا کہ میں کبھی بھی اپنے مہمان کو آپ کے پاس نہیں لاؤں گا کہ اسے قتل
کردو۔ ارشاد۔

ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم تجھے لانا پڑے گا ہانی نے کہا خدا کی قسم میں نہیں
لاؤں گا (ابن نما)

ہانی نے کہا خدا کی قسم اگر وہ میرے پاؤں کے نیچے ہو تو میں پاؤں نہیں اٹھاؤں
گا اور اسے تمہارے سپرد نہیں کروں گا (کامل)

جب گفتگو ان کے درمیان طول پکڑ گئی تو مسلم بن عمرو باہلی کھڑا ہو گیا اور کوفہ
میں اس کے علاوہ کوئی شامی یا بصرہ کا رہنے والا نہیں تھا۔

جب اس نے ہانی سے سختی و شدت محسوس کی تو کہا کہ اسے چھوڑ دیجیے
میں اس سے بات کرتا ہوں تو وہ ہانی کو ایک طرف لے گیا اور خلوت کی جگہ

لے جا کر اس سے کہا اے ہانی تجھے خدا کی قسم ہے اپنے آپ کو قتل کرنے کے سپرد نہ کرو اور اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالو یہ مرد یعنی مسلم بن عقیل ان کا چچا زاد ہے اسے وہ قتل نہیں کریں گے۔ اور اسے کوئی آسیب نہیں پہنچائیں گے اسے ان کے سپرد کر دے اس میں تیرے لیے کوئی ننگ و عار نہیں ہے اگر تو مہمان کو بادشاہ کے سپرد کر دے ہانی نے کہا کیوں نہیں خدا کی قسم میرے لیے ننگ و عار ہے میں اپنا مہمان انہیں نہیں دوں گا جب کہ میں تندرست ہوں میرے بازو قوی ہیں اور بہت سے یار و یاور رکھتا ہوں خدا کی قسم اگر میں یکہ و تنہا بھی ہوتا اور میرا کوئی مددگار بھی نہ ہوتا تو پھر بھی میں اسے ان کے سپرد نہ کرتا مگر یہ کہ اس کے سامنے اپنی جان دے دیتا ابن زیاد نے یہ بات سن لی تو کہا کہ اسے میرے پاس لے آؤ نزدیک لائے تو کہا خدا کی قسم یا اسے میرے پاس لے آؤ یا میں تمہاری گردن اڑا دوں گا ہانی نے کہا اگر تو نے ایسا کیا تو تیرے گھر کے گرد بہت سی تلواریں کھینچ جائیں گی اس کا خیال تھا کہ اس کا قبیلہ اس کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑا ہوگا۔

ابن زیاد نے کہا تو مجھے اپنے قبیلہ کی تلوار سے ڈراتا ہے۔ ارشاد اسے قریب لے آؤ قریب لے آئے تو چھڑی کے ساتھ اس کی ناک، پیشانی اور رخساروں پر مارنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی اور خون اس کے کپڑوں پر جاری ہوا اور اس کی پیشانی اور رخساروں کا گوشت اس کی داڑھی پر بکھر گیا اور چھڑی ٹوٹ گئی اور طبری نے کہا ہے کہ جب ابن زیاد نے اسماء بن خارجہ اور محمد بن اشعث کو ہانی کو بلانے کے لیے بھیجا تھا انہوں نے کہا تھا جب تک اسے امان نہیں دو گے وہ نہیں آئے گا تو اس کو امان دے دیا تو وہ آئے

اور اسے بلایا تو ہانی نے کہا اگر اس نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا تو مجھے قتل کر دے گا لیکن انھوں نے اصرار کیا یہاں تک کہ وہ اسے لے آئے اور اس وقت عبیداللہ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہا تھا پس وہ مسجد میں بیٹھ گیا اور اس نے اپنے گیسو دونوں طرف سے بٹ کر ڈالے ہوئے تھے۔

جب عبیداللہ نماز پڑھ چکا تو ہانی کو بلایا اور ہانی اس کے پیچھے پیچھے چلے یہاں تک کہ دارالامارہ میں داخل ہو گئے اور سلام کیا عبیداللہ نے کہا اے ہانی کیا تمہیں یاد نہیں کہ میرا باپ اس شہر میں آیا تو ایک شیعہ کو بھی نہ چھوڑا مگر یہ کہ اسے قتل کر دیا سوائے تیرے باپ اور حجر کے اور حجر سے وہ کچھ صادر ہوا جو تجھے معلوم ہے پھر ہمیشہ اس کا سلوک تمہارے ساتھ اچھا تھا اور اس نے کوفہ کے امیر کو لکھا میری حاجت تم سے یہ ہے کہ ہانی کے ساتھ نیکی و احسان کرنا۔ ہانی نے کہا جی ہاں تو عبیداللہ نے کہا کہ میرا بدلہ یہی ہے کہ اپنے گھر میں ایک مرد کو تو پنہاں کر رکھے تا کہ وہ مجھے قتل کر دے۔ ہانی نے کہا میں نے ایسا نہیں کیا عبیداللہ نے اس تیمی کے بارے میں جاسوس تھا کہا کہ اسے باہر لے آئیں جب ہانی نے اسے دیکھا تو سمجھ گئے کہ وہ یہ خبر لے گیا ہے۔ ہانی نے کہا اے امیر جو خبر آپ کو پہنچی ہے وہ بات تو تھی لیکن میں تیرے احسان کو ضائع نہیں کروں گا جو مجھ پر ہے آپ اور آپ کے گھر والے مامون ہیں جہاں چاہیں جائیں۔

مسعودی کہتا ہے ہانی نے عبیداللہ سے کہا آپ کے باپ زیاد کے مجھ پر احسان اور حقوق ہیں اور میں دولت رکھتا ہوں کہ اس کا بدلہ دوں تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں خیر و بھلائی کی طرف آپ کی رہبری کروں ابن زیاد نے کہا وہ کیا ہے ہانی نے کہا آپ اور آپ کے گھر والے اپنے مال و اسباب اٹھا کر

سلامتی کے ساتھ شام کی طرف چلے جائیں کیونکہ ایسا شخص کہ جو آپ سے اور آپ کے ساتھی سے اس امر کا زیادہ لائق اور مستحق ہے وہ آ گیا ہے عبیداللہ سر جھکا لیا مہران اس کے سر کے پیچھے کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں پیکاندار عصا تھا۔ یہ کیا ذلت و خواری ہے کہ یہ جولاہا غلام آپ کی سلطنت و حکومت میں آپ کو امان دے رہا ہے عبیداللہ نے کہا اسے گرفتار کرلو مہران نے اپنے ہاتھ سے عصا پھینک دیا ہے اور ہانی کے دونوں گیسو پکڑ لیے اور ان کے چہرہ کو اوپر کر رکھا اور عبیداللہ نے وہ عصا اٹھا کر ہانی کے چہرہ پر مارا اور اس کی پیکان شدت ضرب سے باہر نکل کر دیوار کی طرف اڑ کے اس میں گھس گئی اور اس نے اس قدر ہانی کے چہرہ پر مارا کہ ان کی ناک اور پیشانی ٹوٹ گئی۔

جزری کہتا ہے کہ ہانی نے سپاہی کی تلوار کے دستہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اسے کھینچا لیکن سپاہی مانع ہوا تو عبیداللہ نے کہا کیا تو حروری یعنی خوارج میں سے ہے تو نے اپنا خون ہم پر حلال کر دیا ہے اب تیرا قتل کرنا ہمارے لیے جائز ہے

(ارشاد)

عبیداللہ نے کہا اسے کھینچ لے جاؤ تو وہ انہیں کھینچ لے گئے اور قصر کے کمروں میں سے ایک کمرے میں لے جا کر اس کا دروازہ بند کر دیا اور اس نے کہا کہ اس پر کوئی پاسبان و محافظ مقرر کرو پس محافظ مقرر کر دیا گیا۔

(کامل) پس اسما بن خارجہ عبیداللہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا اے بے وفائے پیمان شکن اس کو چھوڑ دے۔ ہمیں دیا کہ اس مرد کو لے آؤ جب ہم اسے لے آئے تو اس کے منہ کو توڑا اور اس کا خون بہایا اور اس سے کہتے ہو کہ تجھے میں قتل کر دوں گا تو عبیداللہ نے حکم دیا اور اس کے سینہ پر گھونسے مارے گئے اور

طمانچے مار کر اور روند کر اسے بے حال و بے آرام کر دیا اور پھر اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ بیٹھ گیا لیکن محمد بن اشعث نے کہا کہ ہم امیر کی رائے کو پسند کرتے ہیں چاہے ہمارے نفع میں ہو یا نقصان میں اور عمرو بن حجاج کو اطلاع دی کہ ہانی کو قتل کر دیا گیا ہے تو وہ مذحج قبیلہ کو لے کر آیا اور قصر کو گھیرے میں لیا اور بلند آواز سے پکار کر کہا میں عمرو حجاج ہوں اور یہ ہیں مذحج کے شاہسوار اور ان کے بزرگ و بڑے ہم اطاعت سے باہر نہیں نکلے اور جماعت سے الگ نہیں ہوئے شریح قاضی وہاں موجود تھا۔

عبیداللہ نے کہا جاؤ اور ان کے ساتھی کو یعنی ہانی کو دیکھو اور ان لوگوں کے پاس جا کر ان سے کہو کہ وہ زندہ ہے۔

شریح ہانی کے پاس گیا تو ہانی نے اس سے کہا مسلمان کہاں گئے ہیں کیا میرا قبیلہ ہلاک ہو گیا دیندار کہاں ہیں مدد کرنے والوں کو کیا ہو گیا ہے کیا دشمن اور دشمن زادہ مجھے اس طرح تخویف کرے اور ڈرائے پھر اس نے چیخ و پکار کی آواز سنی اور کہا اے شریح میرا گمان ہے کہ یہ قبیلہ مذحج کی آوازیں ہیں اور یہ مسلمان اور میرے پیروکار ہیں اگر انہیں سے بھیجا تھا شریح کہتا ہے اگر یہ جاسوس نہ ہوتا تو میں ہانی کی بات ان تک پہنچاتا اور جب ہانی باہر آیا تو کہا کہ تمہارے ساتھی کو میں نے دیکھا ہے وہ زندہ ہے اور اسے قتل نہیں کیا گیا ہے عمرو نے اپنے ساتھیوں سے کہا اب جب وہ قتل نہیں ہوا تھا تو الحمد للہ

اور طبری کی روایت میں ہے کہ جب شریح ہانی کے پاس آیا تو کہا اے شریح تم دیکھتے ہو کہ مجھ سے کیا کر رہے ہیں۔ شریح نے کہا میں تجھے زندہ دیکھ رہا ہوں ہانی نے کہا کیا اس حالت کے ساتھ کہ جو تم دیکھ رہے ہو میں زندہ ہوں

میری قوم کو بتاؤ کہ اگر وہ پلٹ گئے تو مجھے قتل کر دے گا پس شریح عبیداللہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اسے زندہ تو دیکھا ہے لیکن تیرے ظلم و ستم اور شکنجہ کے نشان اس پر واضح ہیں عبیداللہ نے کہا کیا بری اور قبیح چیز ہے کہ والی اپنی رعیت کو عقوبت کرے اور سزا دے باہر جاؤ اس قوم کے پاس اور انہیں بتاؤ پس وہ باہر نکلا اور عبیداللہ نے اس مرد یعنی مہران کو حکم دیا اور وہ بھی شریح کے ساتھ باہر گیا شریح نے کہا یہ چیخ و پکار اور داد و فریاد کیسی ہے وہ شخص زندہ ہے اور امیر نے اسے عتاب و سرزنش کی ہے اور اسے کچھ آزردہ کیا ہے لیکن اس کی جان خطرے میں نہیں پڑی۔ لہذا واپس چلے جاؤ اور اپنی جان اور اپنے ساتھی کی جان معرض ہلاکت میں نہ ڈالو وہ واپس چلے گئے۔

شیخ مفید اور کچھ علماء نے کہا عبداللہ بن حازم کہتا ہے کہ میں ابن عقیلؑ کا قاصد تھا مصر میں تاکہ میں دیکھوں کہ ہانی پر کیا گزرتی ہے جب انہوں نے اسے مارا پیٹا اور قید کر دیا تو میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور تمام گھر والوں سے زیادہ جلدی مسلم بن عقیل کو خبر دی اور میں قبیلہ مراد کی کچھ عورتیں دیکھیں کہ جو ایک دوسرے کے گرد فریاد کر رہی تھیں:

یا عبرتاہ یا	ہائے عبرت اور ہائے اولاد
ثکلاہ۔	کی ہلاکت۔

پس میں مسلمؑ کے پاس آیا ہوں اور انہیں بتایا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں جاؤں اور ان کے یار و انصار میں بلند آواز سے پکاروں اور انہوں نے ان کے اطراف میں گھروں کو پر رکھا تھا اور ان میں چار ہزار افراد تھے تو میں نے کہا پکار کر یا منصور امت اور یہ ان کا شعار اور نعرہ تھا پس ان لوگوں نے

ایک دوسرے کو بتایا اور مسلمؑ کے پاس جمع ہو گئے (کامل)

جزری نے کہا ہے کہ جناب مسلم نے عبداللہ بن عزیز کندی کے لیے قبیلہ کندہ کی چوتھائی کے لیے جھنڈا علم کیا اور فرمایا میرے آگے آگے چلو مسلم بن عوسجہ اسدی کو مذحج اور اسد کی چوتھائی کا علمدار بنایا۔ ابو ثمامہ صائدی کو تمیم اور ہمدان کی چوتھائی کا علمدار بنایا اور عباس بن جعدہ جدلی کو مدینہ کی چوتھائی کا علمدار بنایا اور قصر الامارہ کی طرف رخ کیا جب ابن زیاد کو پتہ چلا تو وہ قصر میں قلعہ بند ہو گیا اور دروازہ بند کر لیا مسلم نے قصر کو گھیرے میں لے لیا اور مسجد و بازار لوگوں سے پر ہو گئے اور مسلسل شام تک وہ اکٹھے ہوتے رہے اور عبیداللہ پر معاملہ تنگ ہو گیا کیونکہ اس کے ساتھ تیس سپاہیوں اور بیس افراد اشراف اور رؤساء اور اس کے گھر والوں اور غلاموں کے علاوہ کچھ نہیں تھا اور اشراف و رؤساء قصر کے اس دروازے سے کہ جو دار الرومیین کی طرف تھا ابن زیاد کے پاس آتے اور اس سے مل جاتے اور لوگ ابن زیاد اور اس کے باپ کو گالیاں دیتے تو ابن زیاد نے کثیر بن شہاب حارثی کو بلایا اور حکم دیا کہ قبیلہ مذحج کے جو لوگ اس کے تابع فرمان ہیں ان کے ساتھ مل کر نکلے اور لوگوں کو مسلم بن عقیل کا ساتھ دینے سے روکیں اور انہیں ڈرائیں اور محمد بن اشعث سے بھی کہا کہ قبیلہ کندہ اور حضرموت میں سے جو شخص اس کا مطیع ہے اس کے ساتھ مل کر ایک جھنڈا نصب کرے کہ جو شخص اس جھنڈے کے نیچے آگیا وہ امان میں ہے اور اسی طرح قعقاع بن شور ذہلی اور شبث بن ربعی تمیمی اور حجار بن ابجر عجلی اور شمر بن ذی الجوشن ضبابی کو جھنڈے کے ساتھ بھیجا اور اعیان و بڑے لوگوں کو اپنے پاس رکھا تاکہ ان کے ساتھ مانوس رہے کیونکہ اس کے پاس تھوڑے سے افراد ہی

رہ گئے تھے پس وہ گروہ گیا اور انہوں نے لوگوں کو جناب مسلم رضی اللہ عنہ کی نصرت و مدد سے باز رکھتے تھے اور عبید اللہ نے اشراف و بزرگان قوم کو جو اس کے ساتھ تھے حکم دیا کہ وہ قصر کے اوپر سے جھانکیں اور اہل اطاعت کو آرزوئیں اور تمناؤں کے ساتھ دھوکہ و فریب دیں اور اہل معصیت و نافرمانوں کو تخویف کریں اور ڈرائیں اور انہوں نے ایسا ہی کیا اور لوگوں نے جب اپنے رؤسا کی باتیں سنیں تو پراگندہ اور منتشر ہونے لگے چنانچہ کوئی عورت اپنے بیٹے اور بھائی کے پاس آتی اور کہتی تم واپس آجاؤ دوسرے لوگ جو موجود ہیں وہ کفایت کریں گے اور کوئی مرد آتا اور اس طرح کرتا اور لوگ پراگندہ ہوگئے یہاں تک کہ جناب مسلم رضی اللہ عنہ مسجد میں تیس افراد کے ساتھ باقی رہ گئے

پس مغرب کی نماز پڑھی گئی تو صرف تیس افراد نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے یہ کیفیت دیکھی تو کندہ قبیلہ کے دروازوں کی طرف متوجہ ہوئے ابھی دروازوں تک نہ پہنچے تھے کہ ان کے ساتھ صرف دس آدمی رہ گئے پھر آپ دروازے سے نکلے تو آپ کے ساتھ کوئی انسان بھی نہیں تھا پس آپ نے مڑ کر دیکھا تو کوئی محسوس نہ ہوا کہ جو آپ کو راستہ دکھاتا آپ کو گھر کی طرف رہنمائی کرتا اور اگر کوئی دشمن متعرض ہوتا تو وہ اس کے دفع کرنے میں اب مواسات اور اعانت کرتا پس آپ سرگرداں کوفہ کی گلی کوچوں میں جارہے تھے۔ (ارشاد)

آپ کو پتہ نہیں تھا کہ کدھر جا رہے ہیں یہاں تک کہ قبیلہ کندہ کی بنی جبلہ کی شاخ کے گھروں سے نکل کر چلے یہاں تک کہ ایک خاتون کے گھر تک پہنچے جسے طوعہ کہتے تھے اور یہ عورت اشعث ابن قیس کی ام ولد تھی اور اس نے

اسے آزاد کر دیا تھا اور اُسید حضرمی نے اس سے نکاح کر لیا تھا اور اس سے اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام بلال تھا اور یہ لڑکا گھر سے باہر گیا ہوا تھا لوگوں کے ساتھ اور وہ خاتون کھڑی اس کی چشم براہ تھی۔

جناب مسلم نے اس خاتون پر سلام کیا اور فرمایا اے کنیز خدا مجھے پانی پلا دو اس خاتون نے آپ کو پانی پلایا جناب مسلم پانی پینے کے بعد بیٹھ گئے وہ خاتون اندر گئی اور پانی والا برتن لے گئی دوبارہ باہر آئی اور کہا اے بندہ خدا تو نے پانی نہیں پیا فرمایا کیوں نہیں اس نے کہا تو پھر اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ مسلم خاموش ہو گئے خاتون نے اس بات کو دہرایا پھر مسلم خاموش ہو گئے تو اس خاتون نے تیسری مرتبہ کہا سبحان اللہ اے بندۂ خدا اٹھ کھڑا ہو۔ خدا تجھے عافیت دے اور اپنے اہل خانہ کی طرف جاؤ کیونکہ تمہارے لیے مناسب نہیں کہ میرے گھر کے دروازے پر بیٹھو اور یہ کام میں تمہارے لیے حلال قرار نہیں دیتی۔ جناب مسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے کنیز خدا اس شہر میں میرا گھر اور قبیلہ نہیں ہے کیا تو ایک نیک اور اچھا کام کر سکتی ہے اور اجر و ثواب کما سکتی ہے شاید میں تجھے اس کے بعد اس کا بدلہ دے سکوں اس نے کہا اے بندۂ خدا ایسی کیا کروں فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں اس قوم نے مجھ سے جھوٹ بولا اور مجھے دھوکہ دیا اور مجھے میری امن کی جگہ سے باہر لے آئے اس خاتون نے کہا آپ مسلم بن عقیل ہیں اور فرمایا جی ہاں تو اس نے کہا کہ اندر تشریف لائیے تو جناب مسلم مکان کے اندر چلے گئے اس خاتون نے الگ کمرے میں آپ کے لیے بستر بچھا دیا اور رات کا کھانا آپ کو پیش کیا لیکن مسلم نے کھانا کھایا۔ رہا اس خاتون کا بیٹا تو وہ جلدی واپس آ گیا اور اس نے اپنی ماں کو دیکھا کہ وہ اس کمرے میں زیادہ

آمد و رفت کرتی ہے تو اس نے ماں سے کہا کہ اس کمرے میں تجھے کیا کام ہے اور جتنا اس نے پوچھا اس خاتون نے اسے نہ بتایا لڑکے نے زیادہ اصرار کیا تو خاتون نے بات بتادی اور کہا کہ اس راز کو پوشیدہ رکھو اور اسے قسمیں دیں اور لڑکا خاموش ہوگیا۔

باقی رہا ابن زیاد تو جب اس نے چیخ و پکار اور داد و فریاد نہ سنی تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کوئی رہ گیا ہے انہوں نے دیکھ بھال کی تو کسی کو نہ دیکھا تو ابن زیاد مسجد میں آیا نماز عشاء سے پہلے اور اپنے ساتھیوں کو منبر کے گرد بٹھایا اور حکم دیا کہ منادی کی جائے کہ میں بیزار ہوں اس سپاہی و پاسبان، نقیب، رئیس اور لشکری سے کہ جو عشاء کی نماز مسجد سے باہر پڑھے پس مسجد پر ہوگئی اور ابن زیاد نے انہیں عشاء کی نماز پڑھائی اور پھر کھڑا ہوگیا اور خدا کی حمد و ثنا کی اور کہا:

اما بعد! ابن عقیل ایک نادان اور جاہل شخص ہے وہ اختلاف و شقاق و پھوٹ لے کر آیا ہے جیسا کہ تم نے دیکھا پس ہم اس شخص سے بری الذمہ ہیں کہ جس کے گھر میں ہم نے اسے پایا اور جو اسے ہمارے پاس لے آیا تو ہم اس کو اس کا خون بہا اور دیت دیں گے پھر ان لوگوں کو اطاعت کرنے اور اسے لازم پکڑنے کا حکم دیا اور حصین بن نمیر کو حکم دیا کہ گلی و کوچے پر پہرے لگادے اور گھروں کی تلاشی لے اور یہ حصین پولیس کا رئیس تھا اور قبیلہ بنی تمیم میں سے تھا۔

ابوالفرج کہتا ہے کہ بلال اس بڑھیا کا بیٹا کہ جناب مسلم جس کے گھر میں تھے صبح سویرے اٹھا اور عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کے پاس گیا اور اس کو جناب مسلم کی خبر دی کہ وہ اس کی ماں کے ہاں پنہاں ہوئے ہیں اور عبدالرحمٰن اپنے باپ کے پاس گیا جب کہ وہ عبداللہ کے پاس بیٹھا تھا تو آہستہ آہستہ بات سے بات کی ابن زیاد نے

پوچھا کیا کہتا ہے تو محمد نے کہا مجھے اس نے آگاہ کیا ہے کہ مسلم بن عقیل ہمارے گھروں میں سے ایک گھر میں ہے تو ابن زیاد نے عصا اس کے پہلو میں مار کر کہا کہ ابھی جاؤ اور اسے پکڑ کر لے آؤ ابومخنف نے کہا قدامہ بن سعد بن زائدہ ثقفی نے میرے لیے حکایت بیان کی ابن زیاد نے ساٹھ یا ستر افراد اشعث کے بیٹے کے ساتھ روانہ کیے کہ جو سب کے سب قبیلہ قیس میں سے تھے اور ان کا رئیس عبیداللہ بن عباس سلمی تھا۔

اور حبیب السیر میں کہتا ہے کہ ابن شعث کے ساتھ تین سو مرد بھیجے اور وہ اس گھر کی طرف آئے کہ جس میں مسلم بن عقیل تھے۔

اور کامل بہائی میں ہے کہ جب مسلم نے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنی تو آپ نے دعا کو ختم کرنے میں جلدی کی پھر زرہ پہنی اور طوعہ سے کہا کہ تو نے نیکی و احسان کیا ہے اور اپنا حصہ سید انس و جان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میں سے اپنا حصہ تو نے پا لیا پھر کہا کہ گزشتہ رات میں نے اپنے چچا امیرالمومنین کو خواب میں دیکھا ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ تم کل ہمارے پاس و ساتھ ہو گے۔

اور بعض کتب مقاتل میں ہے کہ جب صبح صادق ہوئی تو طوعہ جناب مسلم کے لیے پانی لائی تا کہ آپ وضو کریں اور عرض کیا اے میرے مولا و آقا آپ گزشتہ رات نہیں سوئے تو انہوں نے کہا کہ میں تھوڑی دیر سویا ہوں تو عالم خواب میں اپنے چچا امیرالمومنین کو دیکھا ہے جو فرما رہے تھے جلدی کرو جلدی کرو عجلت سے کام لو اور میرا گمان ہے کہ آج کا میرا دن میرا آخری دن ہے۔

اور کامل بہائی میں ہے کہ اس وقت دشمن کا لشکر طوعہ کے دروازے پر پہنچ گیا اور مسلم کو ڈر لگا کہ کہیں گھر کو نہ جلا دیں لہذا باہر نکل آئے اور ان میں سے بیالیس

ناریوں کو فی النار والسقر کیا۔

اور شیخ ابن نما نے کہا ہے کہ مسلم نے زرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور انہیں تلوار مار مار کر گھر سے باہر نکال دیا ظاہراً گھوڑے پر سوار ہونے کو صرف سید اور ابن نما نے ذکر کیا ہے تیسرا کوئی شخص مجھے نہیں ملا اور مسعودی نے مروج الذہب میں صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ مسلم طوعہ کے گھر میں وارد ہونے سے پہلے سوار تھے اور گھوڑا ان کے ساتھ تھا اور کہا ہے کہ وہ گھوڑے سے اتر آئے اور کوفہ کے گلی کوچوں میں سرگرداں چل رہے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ کدھر کا رخ کریں یہاں تک کہ اشعث بن قیس کے موالی یعنی اس سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کے گھر تک پہنچے اور اس سے پانی مانگا اس نے اسے پانی دیا اور آپ سے ان کا حال پوچھا مسلم نے اپنی سرگزشت اسے سنائی تو عورت پر رقت طاری ہوئی اور ان کو مہمان بنا لیا۔

اور ابوالفرج نے کہا ہے کہ جب گھوڑوں کے سموں اور مردوں کی آواز سنی تو سمجھ گئے کہ وہ ان کے لیے آئے ہیں پس قبضۂ تلوار پہ ہاتھ رکھے ہوئے باہر نکلے اور وہ لعین گھر میں گھس آئے اور آپ نے ان پر حملہ کر دیا جب انہوں نے یہ کیفیت دیکھی تو وہ چھتوں پر چڑھ گئے اور پتھر برسانے شروع کیے اور نئے کے دستوں کو لگا کر چھتوں سے مسلم پر پھینکے جناب مسلم نے جب یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا کہ یہ تمام شور و غل عقیل کے بیٹے کو قتل کرنے کے لیے ہے اے نفس اس موت کی طرف کہ جس سے چارہ نہیں ہے باہر نکل تو آپ تلوار سونتے ہوئے کوچہ میں آ گئے اور ان سے جنگ کی۔!

مسعودی کہتا ہے کہ جب ان کے اور بکیر بن حمران احمری کے درمیان دو ضربوں

کارد و بدل ہوا تو بکیر نے جناب مسلم کے دھن مبارک پر ضرب لگائی اور آپ کا اوپر والا لب کاٹ دیا اور نیچے کے لب پر ضرب پہنچی تو جناب مسلم نے ایک منکر اور نرالی ضرب اس کے سر پہ ماری اور دوسری اس کے شانہ پر کہ جس نے اس کا شانہ چیر دیا اور قریب تھا کہ اس کے شکم تک پہنچ جائے اور وہ جناب یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اقسم لا اقتل الا حرًا

وان رءیت الموت شیئا مرا

کل امرء یوما ملاق شرا

اخاف ان اکذب او اغرا

میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ حر اور آزاد مرد کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کروں گا اگرچہ میں موت کو ایک کڑوی چیز سمجھتا ہوں ہر شخص کسی نہ کسی دن مصیبت اور برائی سے ملاقات کرتا ہے مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے جھوٹ نہ بولا جائے یا مجھے دھوکہ نہ دیا جائے۔

محمد بن اشعث آگے آگے کہنے لگا کہ ہم آپ سے جھوٹ نہیں بولیں گے اور نہ ہی آپ کو دھوکہ دیں گے اور اس نے انہیں امان دی اور مسلم نے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیا انہیں ایک خچر پر انہوں نے سوار کیا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے۔

ابن اشعث نے جس وقت آپ کو امان دی تو آپ کی تلوار اور دوسرے ہتھیار لے لیے شاعر اس بارے ابن اشعث کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

و ترکت عمک	تو نے اپنے چچا کو تنہا چھوڑ
ان تقاتل دونه	دیا اور اس کی حمایت میں جنگ
و سلبت اسیافنا	نہیں کی اور تلوار اور زرہ چھین
و درو عا۔	لی۔!

مؤلف نے حاشیہ پر لکھا ہے یہ شاعر عبداللہ بن زبیر اسدی ہے اور اس کے اشعار یہ ہیں۔

اترکت مسلم لا تقاتل دونه
حذر المنية ان تکون صریعا
وقتلت وافد اهل بیت محمد
فشلا لو لا انت کان منیعا
لو کنت من اسد عرفت مکانه
و رجوت احمد فی المعاد شفیعاً

کیا تو نے مسلم کو چھوڑ دیا اور ان کی حمایت میں جنگ نہیں کی موت کے خوف سے کہ کہیں تو پچھاڑا نہ جائے اور تو نے اہل بیت محمد کی طرف سے آئے ہوئے شخص کو بزدلی سے قتل کر دیا اور اگر تو نہ ہوتا تو وہ محفوظ رہتا۔ اگر تو قبیلہ اسد میں سے ہوتا تو اس کے مقام کو پہچانتا اور احمد مجتبیٰ کی شفاعت کی امید رکھی۔

و ترکت عمك ...	اور تو نے اپنے چچا کو چھوڑ
... الخ	دیا۔

اور یہ شعر حجر بن عدی کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جس کا تذکرہ آئے گا

محمد بن شہر آشوب نے کہا کہ عبیداللہ نے عمرو بن حارث مخزومی اور محمد بن اشعث کو ستر افراد کے ساتھ بھیجا یہاں تک کہ انہوں نے اس گھر کا محاصرہ کر لیا اور جناب مسلم نے ان پر حملہ کر دیا اور وہ کہتے تھے۔

هو الموت فاصنع ما انت صانع

فانت لكاس الموت لا شك جارع

فصبر الامر الله جل جلاله

فحكم قضاء الله في الخلق واقع

آخر کار موت ہے پس تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر لے تو بلا شک موت کا پیالہ پینے والا ہے پس اللہ جلالہ کے حکم کے سامنے صبر کر کیونکہ خدا کی قضاء قدر کا حکم مخلوق میں واقع ہو کے رہتا ہے۔

پس آپ نے ان میں سے اکتالیس افراد کو قتل کر دیا محمد بن ابوطالب۔۔۔۔ ۔۔۔۔ کا کہنا ہے کہ جب مسلم نے ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا اور اس کی اطلاع عبیداللہ تک پہنچی تو اس نے کسی کو محمد بن اشعث کے پاس بھیج کر پیغام دیا کہ ہم نے تجھے ایک شخص کی طرف بھیجا ہے کہ اسے لے آؤ اس نے تمہارے ساتھیوں میں بہت بڑا شگاف ڈال دیا ہے پس اگر تجھے اس کے غیر کی طرف بھیجا تو پھر کیا ہوگا تو ابن اشعث نے جواب دیا کہ اے امیر آپ کا خیال ہے ہمیں کوفہ کے کسی بنیری فروش یا کے کسی جرمقانی کے مقابلہ میں بھیجا ہے کیا آپ کو معلوم نہیں ایک خوفناک شیر اور ہاتھ میں شمشیر برندہ عظیم دلاور جو بہترین خاندان کا فرد ہے اس کے مقابلہ میں بھیجا ہے تو عبیداللہ نے پیغام بھیجا کہ اس کو امان دو کیونکہ اس کے علاوہ اس پر دسترس حاصل نہیں کر سکو گے۔

بعض کتب مناقب سے منقول ہے کہ جناب مسلم شیر کی مانند تھے اور ان کے بازوؤں کی قوت کا یہ عالم تھا کہ کسی مرد کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر چھت پر پھینک دیتے تھے۔

اور سید نے ملہوف میں لکھا ہے کہ مسلم نے گھوڑوں کے سموں کی آواز سنی تو زرہ پہن لی اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور عبید اللہ کے ساتھیوں سے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ ان میں سے ایک گروہ کو قتل کر دیا پس محمد بن اشعث نے بلند آواز سے پکار کر کہا اے مسلم آپ کے لیے امان ہے تو انہوں نے فرمایا کہ خیانت کار فاسق کی امان کا کیا اعتبار ہے اور ان کی طرف رخ کر کے جنگ کرتے رہے اور حمران بن مالک خثعمی کے جنگ قرن کے دن کا رجز پڑھتے:

اقسمت لا اقتل	میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ حر
الاحرًا الخ	اور آزاد مرد کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کروں گا۔

پس انہوں نے داد و فریاد بلند کی کوئی شخص آپ سے جھوٹ نہیں بولے گا۔ اور نہ ہی آپ کو دھوکہ دے گا لیکن آپ نے ان کی بات کی طرف توجہ نہ کی یہاں تک کہ بہت سی جمعیت نے آپ پر حملہ کر دیا اور بہت سے زخم آپ کے جسم مبارک پر لگائے کہ جن سے آپ زمین پر گر پڑے اور انہوں نے آپ کو اسیر و قید کر لیا۔

اور مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ تیر اور پتھر اس قدر آپ کو مارے گئے کہ آپ تھک کر چور ہو گئے اور دیوار سے ٹیک لگا لی اور فرمایا کیا بات ہے کہ مجھے پتھر مارتے ہو جیسا کہ کفار کو مارے جاتے ہیں حالانکہ میں انبیاء ابرار کے اہلبیت

میں سے ہوں کیوں تم لوگ رسول خدا کے حق کی ان کی ذریت کے بارے میں مراعات نہیں کرتے ابن اشعث نے کہا اپنے آپ کو قتل نہ کرو آپ میری امان اور ذمہ داری میں ہیں جناب مسلم نے کہا کہ باوجودیکہ میں توانائی رکھتا ہوں اسیر و قیدی بن جاؤں نہیں خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوگا اور آپ نے ابن اشعث پر حملہ کر دیا اور وہ لعین بھاگ کھڑا ہوا۔

جناب مسلم نے عرض کی خدایا پیاس نے مجھے مار دیا ہے پس ہر طرف سے انہوں نے آپ پر حملہ کر دیا اور بکیر بن حمران احمری نے آپ کے اوپر والے لب مبارک کو تلوار سے کاٹ دیا اور جناب مسلم نے اس کو تلوار ماری کہ جو اس کے جسم کے اندر چلی گئی اور اسے قتل کر دیا اور کسی نے پیچھے سے ان کی پشت میں نیزہ مارا کہ آپ گھوڑے سے گر پڑے اور دستگیر و گرفتار ہو گئے۔

شیخ مفید جزری اور ابوالفرج کا کہنا ہے کہ جناب مسلم زخموں سے چور چور ہو گئے اور جنگ کرنے سے رہ گئے پس ایک طرف ہانپتے ہوئے گئے اور اس گھر کے پہلو والے گھر کی دیوار کی ٹیک لگائی محمد بن اشعث آپ کے نزدیک ہوا اور کہا آپ کے لیے امان ہے۔

جناب مسلم نے کہا کیا میں مامون ہوں سب نے کہا جی ہاں مگر عبداللہ بن عباس سلمی لعین نے کہا:

لا ناقۃ لی فی ھٰذا ولا جمل یعنی میرا اس میں کوئی دخل نہیں

اور ایک طرف ہو گیا۔

جناب مسلم بن عقیل نے کہا خدا کی قسم اگر تمہاری امان نہ ہوتی تو میں تمہارے ہاتھ میں ہاتھ نہ رکھتا اور وہ ایک خچر لے آئے اور آپ کو اس پر سوار کیا

اور لوگ ان کے گرد ہو گئے اور تلوار ان کی گردن سے اتار لی گویا اس لمحہ آپ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور آنسو آپ کی آنکھوں سے جاری ہوئے اور جان لیا کہ یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے تو فرمایا یہ خیانت و پیمان شکنی کا آغاز و ابتدا ہے ابن اشعث نے کہا مجھے امید ہے کہ آپ کے لیے کوئی خطرہ نہیں فرمایا یہ امید ہی تو ہے تو تمہاری امان کہاں گئی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے۔

اور آپ رونے لگے عبیداللہ بن عباس سلمی لعین نے کہا جو شخص اس چیز کا خواہاں ہو جس کے تم خواہاں تھے تو جب اسے وہ پہنچے جو تمہیں پہنچا ہے تو اسے رونا نہیں چاہیئے۔

جناب مسلم نے فرمایا خدا کی قسم میں اپنے لیے نہیں روتا اور اپنے قتل ہونے سے نہیں گھبراتا اگرچہ میں کبھی بھی اپنی موت کو پسند نہیں کرتا میں تو اپنے اعزا اور خاندان کے لیے گریہ کرتا ہوں کہ جو اس طرف آرہے ہیں اور حسینؑ اور ان کے اہل بیت کے لیے روتا ہوں۔

پھر جناب مسلم نے محمد بن اشعث کی طرف رخ کیا اور فرمایا میں گمان نہیں رکھتا کہ جو امان تو نے مجھے دی ہے اس سے عہدہ برآ ہو سکے اور اس سے خواہش کی کوئی قاصد حسینؑ بن علیؑ کی طرف بھیجو جو انہیں اس واقعہ سے آگاہ کرے تا کہ آنجناب راستہ سے ہی واپس چلے جائیں۔

اور شیخ مفید کی روایت میں ہے کہ جناب مسلم نے محمد بن اشعث سے کہا اے بندۂ خدا میں اس طرح دیکھ رہا ہوں کہ تو نے جو وعدہ امان مجھے دیا ہے

اسے انجام دینے سے رہ جائے گا تو کیا تو ایک نیک کام انجام دے سکتا ہے
اپنی طرف سے کسی شخص کو بھیج دے تاکہ وہ میری زبانی حسینؑ کے پاس یہ پیغام
لے جاؤ کیونکہ میرا خیال ہے کہ آج یا کل وہ مکہ سے نکلیں گے اور اہل بیت کے ساتھ
ادھر آئیں گے ان سے جا کر کہے کہ مجھے ابن عقیل نے بھیجا ہے اور وہ ان لوگوں کے
ہاتھ میں اسیر ہو گیا ہے اور اسے گمان ہے کہ آج کی شام تک قتل کر دیا جائے گا
وہ کہہ رہا ہے کہ آپ اپنے اہل بیت سمیت واپس پلٹ جائیں۔ میرے ماں باپ
آپ پر قربان جائیں اہل کوفہ آپ کو دھوکہ نہ دیں یہ آپ کے والد کے وہی ساتھی
ہیں کہ جن کی وجہ سے آپ آرزو و تمنا کرتے تھے کہ آپ ان سے فوت ہونے یا
قتل ہو کر جدا ہو جائیں اور اہل کوفہ نے آپ سے جھوٹ بولا ہے اور جس سے
جھوٹ بولا جائے اس کی رائے نہیں ہوتی۔ ابن اشعث نے کہا خدا کی قسم میں یہ کام
انجام دوں گا۔

ابو مخنف نے روایت کی ہے جعفر بن حذیفہ سے کہ محمد بن اشعث نے ایاس
بن عثل طائی کو کہ جو مالک بن عمرو بن ثمامہ کی اولاد میں سے تھا بلایا اور وہ ایک شاعر
تھا اور اکثر محمد بن اشعث کے پاس آیا کرتا تھا اور اس سے کہا کہ امام حسینؑ کی ملاقات
کو جاؤ اور یہ خط انہیں پہنچاؤ اور جو کچھ جناب مسلم بن عقیل نے کہا تھا وہ اس خط
میں لکھا اور کچھ مال اسے دیا اور کہا یہ توشہ راہ ہے اور یہ چیز اپنے اہل و عیال
کو دے دو ایاس نے کہا کہ مجھے سواری کی ضرورت ہے چونکہ میرا اونٹ لاغر کمزور
ہو گیا ہے تو اس نے کہا یہ ہے سواری پالان کے ساتھ لہذا اس پر سوار ہو کر چلے
جاؤ اور وہ شخص سوار ہو کر آنجناب کے استقبال کے لیے گیا اور چار راتوں کے بعد
منزل زبالہ میں آپ سے ملا اور اطلاع دی اور پیغام پہنچایا حسین علیہ السلام نے

کہا کہ جو کچھ مقدر ہو چکا ہے۔ آگے رہے گا اور ہم خدا سے امت کے فاسد ہونے اور اپنی مصیبت کا اجر چاہتے ہیں۔

اور جناب مسلم جب ہانی بن عروہ کے گھر تشریف لے گئے تھے اور اٹھارہ ہزار افراد نے آپ کی بیعت کر لی تھی تو عابس بن شبیب شاکری کے ہمراہ حسین علیہ السلام آپ کی خدمت میں خط بھیجا تھا اور اس میں لکھا تھا۔

امابعد! جو شخص پانی تلاش کرنے جاتا ہے وہ اپنے اہل خانہ سے جھوٹ نہیں بولتا اہل کوفہ میں سے اٹھارہ ہزار افراد نے مجھ سے بیعت کی لہذا آپ تشریف لانے میں جلدی کریں جس وقت کہ میرا خط پڑھیں کیونکہ سب لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور آل معاویہ کی جانب نہیں ہیں۔ والسلام

اور مثیر الاحزان میں بھی اس مضمون کا خط نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ خط عابس بن شبیب شاکری اور قیس بن مسہر صیداوی کے ہمراہ بھیجا (کامل)

باقی رہے جناب مسلم تو محمد بن اشعث انہیں عبیداللہ کے قصر کی طرف لے گیا اور محمد اکیلا عبیداللہ کے پاس گیا اور اس کو خبر دی کہ اس نے مسلم کو امان دی ہے عبیداللہ نے کہا تجھے امان سے کیا سروکار ہے تجھے حسین نے اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ اسے امان دو بلکہ تجھے بھیجا تھا کہ اسے لے آؤ تو محمد خاموش ہو گیا۔

جب مسلم قصر کے دروازے پر پہنچے تو ٹھنڈے پانی کا ایک کوزہ دیکھا تو فرمایا مجھے اس پانی میں سے دو مسلم بن عمرو باہلی نے کہا اس پانی کو اس ٹھنڈے پن کے ساتھ دیکھ رہے ہو خدا کی قسم اس میں سے ایک قطرہ بھی تم نہ چکھ سکو گے یہاں تک کہ (معاذ اللہ) دوزخ میں (حمیم) کھولتا ہوا پانی پیو جناب مسلم نے

سے نے فرمایا تو کون ہے مسلم باہلی لعین نے کہا میں وہ شخص ہوں کہ جس نے اس حق کو پہچانا ہے کہ جسے تم نے چھوڑ دیا ہے اور میں اپنے امام کا خیر خواہ ہوں جب کہ تم نے اس کی بدخواہی کی ہے اور اس کا فرمانبردار ہوں جب کہ تم نافرمان ہوئے میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں۔

ابن عقیل نے فرمایا تیری ماں تیرے غم میں بیٹھ کر روئے کس قدر سخت مزاج بدخواور سنگ دل ہے تو اے باہلہ کے بیٹے تو جہنم رکھولتے ہوتے پانی پیئے اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کا مجھ سے زیادہ مقدار ہے پس عمارہ بن عقبہ نے ٹھنڈا پانی منگوایا اور کتاب ارشاد میں کہا ہے کہ عمرو بن حریث نے اپنے غلام کو بھیجا اور وہ پانی کا کوزہ کہ جس پر رومال پڑا ہوا تھا اور ایک پیالہ لایا اس نے پیالہ میں پانی ڈالا اور کہا کہ اسے پیو جناب مسلم نے پیالہ لیا تاکہ پانی پئیں پیالہ خون سے پر ہو گیا اور آپ پانی نہ پی سکے اور اسی طرح تین مرتبہ پیالہ پانی سے پر کیا گیا تیسری مرتبہ آپ کے اگلے دانت پیالہ میں گر پڑے اور فرمایا اگر یہ مقسوم روزی میں سے ہوتا تو میں پی لیتا پس آپ کو ابن زیاد کے پاس لے گئے آپ نے اسے امیر کہہ کر سلام نہ کیا تو پاسبان نے کہا امیر کو سلام نہیں کرتے آپ نے فرمایا جب وہ میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو میں کیوں اسے سلام کروں اور اگر اس نے مجھے قتل نہ کیا تو پھر اس کے لیے بہت سے سلام ابن زیاد نے کہا مجھے اپنی جان کی قسم تم قتل کیے جاؤ گے۔

جناب مسلم نے فرمایا معاملہ اسی طرح ہے اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا اتنی مہلت دے کہ میں اپنے کسی رشتہ دار کو وصیت کر لوں اس نے کہا کہ وصیت کر لو تو جناب مسلم نے عمر بن سعد کی طرف رخ کیا اور فرمایا تیرے اور میرے درمیان کچھ رشتہ داری ہے میں تجھ سے ایک حاجت رکھتا ہوں کہ جو میں تجھے علیحدگی میں کہنا

چاہتا ہوں عمر سعد نے یہ بات قبول نہ کی تو ابن زیاد نے کہا کہ اپنے چچا زاد کی حاجت سے احتراز و امتناع نہ کر پس ابن سعد اٹھ کھڑا ہوا (ارشاد) اور جناب مسلم کے ساتھ ایسی جگہ جا بیٹھا کہ جہاں عبیداللہ انہیں دیکھ رہا تھا۔

(کامل)

پس جناب مسلم نے فرمایا کہ میں کوفہ میں کچھ مقروض ہوں سات سو درہم کا جنہیں میں نے اپنے نفقہ اور روزمرہ کے مخارج میں صرف کیا ہے یہ قرض ادا کرنا

(ارشاد)

اس مال میں سے کہ جو میرا مدینہ میں ہے۔ (کامل)

اور میری لاش ابن زیاد سے لے کر اسے دفن کر دینا اور کسی کو حسینؑ کی جانب بھیج دو کہ جو انہیں واپس لوٹا دے عمر نے ابن زیاد سے کہا کہ مسلم نے مجھے اس اس طرح کی وصیت کی ہے ابن زیاد نے کہا:

امین کبھی بھی خیانت نہیں کرتا
البتہ کبھی خائن کو امین سمجھ لیتے
ہیں۔

(عمر سعد پر اس نے طنز کیا کہ مسلم نے اسے امین خیال کیا حالانکہ وہ خائن ہے) تمہارا مال تمہارا ہی ہے جو چاہو کرو باقی رہا حسینؑ تو اگر ہمارا ارادہ نہ کیا تو ہم بھی اس کا قصد نہ کریں گے اور اگر ہمارا ارادہ کیا تو پھر ہم اس سے دستبردار نہیں ہوں گے باقی رہی اس کی لاش تو ہم تمہاری سفارش اس کے بارے میں قبول نہیں کریں گے اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے کہا جب ہم اس کو قتل کر دیں تو اس کی لاش کی ہمیں پرواہ نہیں جو چاہیں اس سے کریں۔

پھر اس نے جناب مسلم سے کہا اے عقیل کے بیٹے لوگ ایک ہی کلمہ اور بات پر مجتمع تھے تو نے آ کر ان میں جدائی اور اختلاف ڈال دیا جناب مسلم نے فرمایا ایسا نہیں ہے اس شہر والے کہتے ہیں کہ تیرے باپ نے ان کے نیک و صالح افراد کو قتل کیا ہے اور ان کا خون بہایا ہے اور انہیں کسریٰ و قیصر والے کام کئے ہیں ہم آئے ہیں تاکہ اپنی عدل و انصاف کا حکم دیں اور کتاب و سنت کے حکم کی طرف اپنی دعوت دیں اس لعین نے کہا اے فاسق تمہیں ان کاموں سے کیا واسطہ کیا ان لوگوں کے درمیان کتاب و سنت کے مطابق نہیں ہوتا تھا جب تم مدینہ میں شراب پیتے تھے جناب مسلم نے فرمایا کیا میں شراب پیتا تھا خدا کی قسم تو خود جانتا ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے اور میں اس طرح جیسے تو کہتا ہے نہیں ہوں شراب پینا تو اس کا کام ہے کہ جو ان لوگوں کو کہ خدا عزوجل نے جن کے قتل کو حرام کیا ہے کینہ اور دشمنی کی بناء پر قتل کرتا ہے اور اس قبیح اور برے کام سے خرم و شادان ہے گویا اس نے کوئی برا کام کیا ہی نہیں، ابن زیاد نے کہا خدا مجھے قتل کرے اگر میں تجھے اس طرح نہ قتل کروں کہ جیسے اسلام میں کسی کو قتل نہ کیا گیا ہو جناب مسلم نے فرمایا تیرے لیے یہی مناسب ہے کہ تو اسلام میں ایسی بدعت ایجاد کرے کہ جو اس سے پہلے اس میں نہ ہو اور قبیح و برے طریقہ سے قتل کرنے مثلہ کرنے اور ایسی ناپاکی اور پست خطرتی کو اپنے ساتھ تو اختصاص دے اس طرح کہ لوگوں میں سے کسی شخص کے لیے یہ صفات سازگار نہیں ہیں جیسا کہ تیرے لیے ہیں پس ابن زیاد نے آپ کو اور حسینؑ بن علی اور عقیلؓ کو گالیاں دی اب جناب مسلم خاموش ہو گئے اور گوئی نہ کی۔

مسعودی کہتا ہے جب ابن زیاد کی گفتگو ختم ہوئی جب کہ جناب مسلم اس کے

جواب میں سختی کرتے تھے اس کے کہنے سے انہیں قصر کے اوپر لے گئے اور دوسرا احمری سے کہ جسے مسلم نے ضرب لگائی تھی کہا اسے تو قتل کرتا کہ اس ضرب کا قصاص لے لے۔

اور جزری کہتا ہے کہ مسلم رضہ نے ابن اشعث سے کہا خدا کی قسم اگر تیری امان نہ ہوتی تو میں اپنے آپ کو سپرد نہ کرتا لہذا تلوار لے کر میری مدد کے لیے اٹھ کھڑا ہو تا کہ تیری امان نہ ٹوٹے۔

تو جناب مسلم کو قصر کے اوپر لے گئے جب کہ آپ استغفار اور تسبیح و تقدیس کر رہے تھے پس آپ کی اس جگہ کہ جو جوتی بنانے والوں کے بازار پر مشرف ہے۔ گردن اڑا دی اور آپ کا سر نیچے گرا اور آپ کا قاتل بکیر بن حمران ہے کہ جسے جناب مسلم نے ضرب لگائی تھی پھر آپ کے بدن و پیکر کو بھی نیچے پھینک دیا جب مسلم کو تم لوگ اوپر لے جا رہے تھے تو وہ کیا کہتا تھا جواب دیا کہ وہ تسبیح پڑھتا اور استغفار کر رہا تھا اور جب میں نے چاہا کہ اسے قتل کروں تو میں نے کہا کہ نزدیک ہو جاؤ حمد و ثنا ہے اس خدا کی کہ جس نے تجھے میرے ہاتھ کے نیچے ذلیل کیا تا کہ میں قصاص لے سکوں پس میں نے ایک ضرب لگائی جو کارگر نہ ہوئی تو کہا اے غلام یہ خواہش جو تو نے کی ہے میری اس ضرب کا قصاص نہیں تھی ابن زیاد نے کہا کہ موت کے وقت بھی فخر کرتا بکیر نے کہا دوبارہ میں نے اس ضرب لگائی اور قتل کر دیا۔

اور طبری کہتا ہے کہ انہیں قصر کے اوپر لے گئے اور ان کی گردن اڑا کر ان کے پیکر و بدن کو نیچے پھینک دیا تاکہ لوگ دیکھیں اور ہانی کے متعلق حکم دیا تو اسے کناسہ لے گئے یعنی وہ جگہ کہ جہاں شہر کا کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا ہے اور انہیں سولی پر لٹکایا۔

اور مسعودی نے کہا ہے کہ بکیر احمری نے مسلم رضہ کا سر قلم کیا جب ان کا سر مبارک زمین

پر گرا تو سر کے پیچھے ان کا بدن بھی ان لوگوں نے پھینک دیا پھر اس نے حکم دیا اور ہانی کو بازار میں لے گئے اور ذلت و سخت طریقہ سے شہید کیا وہ فریاد کر رہے تھے اے آل مراد اور ہانی اس قبیلہ کے بزرگ اور سردار تھے جب سوار ہوتے تو ان کے ساتھ چار ہزار سوار زرہ پوش اور آٹھ ہزار پیادہ ہوتے تھے اور اگر ان کے ہم قسم کندہ اور دوسرے قبائل کے ان کے ساتھ مل جاتے تو تیس ہزار زرہ پوش تھے ان سب چیزوں کے باوجود انہیں سے ایک شخص کو بھی نہ پایا سب نے سستی کی اور کمزوری کی بنا پر ان کی مدد کو نہ آئے۔

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ محمد بن اشعث کھڑا ہوا اور اس نے عبید اللہ سے ہانی کے بارے میں بات کی کہ آپ اس کی قدر و منزلت اس شہر میں پہچانتے ہیں اور اس کے خاندان و قبیلہ کی معرفت رکھتے ہیں اور اس کی قوم کو پتہ ہے کہ میں اور دو دوسرے افراد اسے آپ کے پاس لے آئے پس میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ وہ مجھے بخش دو کیونکہ میں اس شہر والوں کی دشمنی کو ناپسند کرتا ہوں عبید اللہ نے وعدہ کیا کہ اس کام کو انجام دیگا لیکن پشیمان ہوا اور فوراً حکم دیا کہ ہانی کو بازار میں لے جا کر اس کا سر اڑا اور پس انہیں بندھے ہاتھوں کے ساتھ گوسفند فروشوں کے بازار میں لے گئے اور وہ کہہ رہے تھے ۔

وامذحجاہ ولا مذحج لی الیوم یا مذحج و این مذحج ھائے مذحج قبیلہ ۔ آج کے دن مذحج میرے لیے نہیں ہے اے مذحج کہاں ہے مذحج جب ہانی نے دیکھا کہ کوئی شخص میرے مدد کے لیے کھڑا نہیں ہوا تو اپنا ہاتھ کھینچا اور رسی سے نکال لیا اور کہا کوئی عصا چھری یا پتھر یا ہڈی نہیں ہے کہ جس کے ذریعہ انسان اپنا دفاع کرے پاسبان کود پڑے اور انہوں نے ان کے بازو محکم باندھ دیئے اور کہا کہ گردن لمبی کرو تو انہوں نے کہا کہ اس بارے میں میں سخی نہیں ہوں اور میں

تمہاری اپنے قتل کے سلسلہ میں اعانت نہیں کروں گا۔

پس عبیداللہ کے ایک ترکی غلام رشید نامی نے ان پر تلوار کا وار کیا جو کارگر نہ ہوا تو ہانی نے کہا الی اللہ المعاد اللّٰھم الی رحمتك ورضوانك یعنی بازگشت خدا کی طرف ہے خدایا تیری رحمت اور تیری رضا کی طرف، پھر اس نے دوسری ضرب لگائی کہ جس سے انہیں شہید کر دیا۔

کامل ابن اثیر میں ہے کہ عبدالرحمن بن حصین مرادی نے اس ترک غلام کو خازر میں ابن زیاد کے ساتھ دیکھا تو اسے قتل کر دیا اور خازر ایک شہر ہے اربل اور موصل کے درمیان کہ جہاں ابن زیاد اور جناب ابراہیم بن مالک اشتر کے درمیان جنگ ہوئی تھی اور ابن زیاد وہیں فی النار و السقر ہوا تھا لعنہ اللہ

بعض نے فرزدق کی طرف ان کی نسبت دی ہے۔

فان کنت لا تدرین ما الموت فانظری	تجھے اگر پتہ نہیں کہ موت کیا چیز ہے
الی ھانی فی السوق و ابن عقیل	تو ہانی کو بازار میں اور ابن عقیل کو دیکھ ایک
الی بطل قد ھشم السیف وجھہ	ایسے مرد جری کی طرف کہ جس کے چہرے
واخر یھوی من طمار قتیل	کو تلوار نے چورا کر دیا تھا اور دوسرا
	زخمی حالت میں مقتول ہو کر قصر کی بلندی سے نیچے گر گیا۔

اور ان دونوں شہیدوں کے سر یزید کی طرف بھیجے اور یزید نے اس کی تعریف و توصیف میں خط لکھا اور اس میں تحریر کیا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حسین عراق آنے کا ارادہ رکھتے ہیں پس رصدگاہیں مرتب کر اور نگہبان مقرر کر اور تہمت کی بنا پر لوگوں کو قید کر اور ظن و گمان پر گرفتار کر لیکن جب تک کوئی شخص تجھ سے جنگ نہ کرے اس

وقت تک اس سے لڑائی مول نہ لے۔

اور کتاب ارشاد میں ہے ظن و گمان کی بناء پر لوگوں کو قید کر اور تہمت کی وجہ سے قتل کر اور ہر نئی خبر میری طرف لکھا کر انشاء اللہ۔

مسعودی نے کہا ہے کہ کوفہ میں جناب مسلم کا خروج منگل کے دن آٹھویں ذی الحجہ سن ساٹھ میں ہوا ہے اور یہ وہی دن ہے کہ جس دن حسینؑ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ بدھ کا دن اور عرفہ کا روز تھا پھر ابن زیاد نے حکم دیا اور مسلم کا بدن لٹکا دیا گیا اور ان کا سر دمشق بھیجا اور بنی ہاشم میں سے یہ پہلا بدن تھا کہ جسے لٹکایا گیا اور پہلا سر تھا کہ جسے دمشق بھیجا گیا۔

اور مناقب میں ہے کہ ان دونوں بزرگواروں کے سر ہانی بن حیوۃ وادعی کے ہمراہ دمشق بھیجے اور انہیں دمشق کے دروازے پر لٹکایا گیا۔

اور شیخ فخرالدین کے مقتل میں ہے کہ مسلم و ہانی کی لاشوں کو لے کر بازاروں میں کھینچتے تھے جب اس کی اطلاع بنی مذحج کو ملی تو وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ان لوگوں سے جنگ کی اور مسلم و ہانی کی لاشیں ان سے چھین کر غسل دے کر دفن کیا

رحمۃ اللہ علیہما و عذب قاتلہما بالعذاب الشدید ۔

تذییل معلوم ہونا چاہیئے کہ ہانی بن عروہ جیسا کہ حبیب السیر میں کہتے ہیں اشراف کوفہ اور اعیان شیعہ میں سے ہے اور روایت کی گئی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کی صحبت سے شرفیاب ہوئے تھے اور جس دن انہیں شہید کیا گیا ان کی عمر اٹھانوے ۸۹ سال تھی اور جو گفتگو انہوں نے ابن زیاد سے کی جو اس سے پہلے نقل ہو چکی ہے۔ ان کی جلالت اور بلندی مرتبت معلوم ہو سکتی ۔

اور مسعودی کے کلام میں گزر چکا ہے کہ ان کے ساتھ چار ہزار زرہ پوش شاہوار

اور آٹھ ہزار پیادہ تھے اور بعد میں آئے گا کہ جب مسلم دھانی کے شہید ہونے کی خبر حضرت اباعبد اللہ الحسین علیہ السلام کو ملی تو آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور چند مرتبہ فرمایا رحمۃ اللہ علیہما۔

نیز آپ نے ایک خط نکالا اور لوگوں کے سامنے پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد ایک دلخراش خبر ہم تک پہنچی ہے مسلم ہانی بن عروہ اور عبد اللہ بن بقطر شہید کر دیئے گئے ہیں۔

اور کتاب مزار محمد بن مشہدی اور مصباح الزائر اور مزار مفید اور شہید قدس اللہ ارواحہم میں مسجد کوفہ کے اعمال کے سیاق میں مشہور ترتیب کے مطابق کہتے ہیں ذکر زیارت ہانی بن عروہ مرادی ان کی قبر پر کھڑا ہو جاؤ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ پر سلام بھیجو اور پھر کہو گے سلام اللہ العظیم وصلواته عليك يا هانی بن عروة السلام عليك ايها العبد الصالح الناصح لله ولرسوله الى آخر۔

پھر دو رکعت نماز ہدیہ ان کے لیے پڑھو گے اور دعاء وداع پڑھو گے۔

اور ہانی ان افراد میں سے تھے کہ جنہوں نے جنگ جمل امیر المومنین کی ہمراہی میں جنگ کی ہے اور مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ وہ رجز پڑھتے تھے

يالك حرب حشها جمالها - قائدة ينقصها ضلالها هذا على حوله اقيالها۔ یہ اشعار بی بی عائشہ کے اونٹ کی طرف اشارہ ہیں اور یہ کہ اس فوج کے سردار طلحہ و زبیر ہیں جو ناتجربہ کار اور بے تدبیر ہیں بخلاف امیر المؤمنین کی فوج کے۔

کتنا ہے وائے ہو تجھ پر اے جنگ کہ جس کے امر و معاملہ کی تدبیر واصلاح

اونٹ کرتے ہیں جس کی کمان ایک عورت کر رہی ہے کہ جس کی منقصت اس کی گمراہی ہے لیکن اس طرف حضرت علیؑ ہیں اور ان کے گرد وپیش جنگ آزمودہ امراء اور رؤساء ہیں۔

اور سید محسن کاظمی کے تکملا سے نقل ہوا ہے کہ سید نے ہانی کو ممدوحین میں شمار کیا ہے ان بعض ادلہ کی بناء پر کہ جنھیں ہم نے بھی ذکر کیا ہے اور اس کے بعد کہتے ہیں سید مہدی (رح) سے مشہور ہے کہ وہ ہانی سے پہلی نظر میں بدگمان تھے۔ پھر ان مناقب پر کہ جو ہم نے ذکر کیے ہیں اور ان جیسے دوسرے مناقب پر مطلع ہوئے تو اس سوء ظن سے توبہ کی اور عذر خواہی کے طور پر ایک قصیدہ ہانی کے مرثیہ میں لکھا انتھی ......

مؤلف کہتا ہے کہ سید مذکور یعنی بحر العلوم رحمۃ اللہ نے اپنے رجال میں ہانی کے حالات میں مبالغہ کیا اور گفتگو کو طول دیا ہے اور پھر کہا کہ یہ اخبار جو بہت سی چیزوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں ایک امر میں متفق ہیں کہ ہانی بن عروہ نے جناب مسلم کو پناہ دی اور اپنے گھر میں ان کی حمایت کی اور ان سے دفاع کیا اور ان کے معاملہ میں استقامت دکھائی اور ان کی مدد و نصرت کی اور افرادی قوت اور جنگ کا ساز و سامان اپنے اطراف کے گھروں میں فراہم کیا اور مسلمؑ کو ابن زیاد کے سپرد کرنے سے سختی سے امتناع کیا اور قتل ہونے کو ان کے دشمن کے سپرد کرنے پر ترجیح دی یہاں تک کہ ملاعین نے ان کی اہانت کی ان کو مارا پیٹا اور شکنجہ دیا اور انھیں قید و بند میں رکھا اور اس لعین کے ہاتھوں سختی و زاری سے شہید ہوئے اور یہ سب امور ان کے حسن حال اور نیک و اچھی عاقبت کے لیے کافی ہیں۔ وہ امام حسینؑ کے یار و انصار میں داخل اور ان کے شیعوں میں سے تھے کہ جو ان کی راہ میں شہید ہوئے اور ان کے لیے کافی

ہے وہ گفتگو کہ جو انھوں نے ابن زیاد سے کی کہ وہ شخص آگیا ہے کہ جو تجھ سے اور تیرے صاحب و ساتھی (یزید) سے اس خلافت کا زیادہ سزاوار ہے اور یہ کہ انھوں نے کہا اگر میرا پاؤں آل محمد کے کسی بچّہ پر ہو تو میں اس کو نہیں اٹھاؤں گا مگر یہ کہ میرا پاؤں کاٹ دیا جائے۔ اور اس قسم کی دوسری ان کی باتیں کہ جو گذر چکی ہیں کہ جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ انھوں نے جو کچھ کیا وہ بصیرت اور حجت ظاہر کی بنا پر تھا نہ کہ غیرت و حمیت اور عہد و پیمان کی حفاظت اور حق مہمانی کی رعائت اور جوار و ہمسائیگی کی مراعات کی بنا تھا اور اسی چیز کا مؤکد و محقق امام حسینؑ کا کلام اور آپ کا یہ ارشاد قد اتانا خبر فضیح قتل مسلم بن عقیل و هانی بن عروة وعبد الله بن يقطر۔ بہت بڑی خبر آئی ہے کہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ و عبداللہ بن یقطر قتل کر دیے گئے ہیں اور جو کچھ سید نے "لہوف علی قتلی الطفوف" میں ذکر کیا ہے کہ جب عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی خبر آپ کو پہنچی اور وہ مسلم اور ہانی کی شہادت کی خبر کے بعد تھی تو آنجناب کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور آپ نے گریہ کیا اور فرمایا اللهم اجعل لنا و لشيعتنا منزلا كريما و اجمع بيننا و بينهم في مستقر رحمتك انك على كل شئ قدير۔ خدایا ہمارے لیے اور ہمارے شیعوں کے لیے اکریم و محترم منزل قرار دے اور ہمیں اور انھیں اپنی رحمت کے مستقر میں جگہ دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اور ہمارے علماء نے ہانی کے لیے زیارت ذکر کی ہے اور اب تک اسی طرح سے ان کی زیارت کرتے ہیں جو کہ اس امر میں صریح ہے کہ وہ ان شہداء اور نیک بخت افراد میں سے تھے کہ جنھوں نے خدا اور رسول سے خلوص و نیک خواہی کا مظاہرہ کیا اور راہ خدا میں چل بسے اور اس کی بخشش و خوشنودی تک جا پہنچے اور وہ زیارت یہ

ہے سلام اللہ العظیم الیٰ آخرۃ۔ اس کے بعد کیا ہے بعید نظر آتا ہے کہ یہ زیارت نص وار دا در ائمہ ثابت بنیر ہو اور اگر یہ زیارت منصوص نہ بھی ہو اس چیز کے بارے میں کہ جو انھوں نے ذکر کی ہے تاہم اس امر کی شہادت اور گواہی ہے کہ ہانی شہید ہوئے اور وہ نیک بخت اور بزرگ افراد میں سے تھے اور ان کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ اور میں شیوخ اصحاب کو دیکھا مثلاً مفید اور ان کے علاوہ دوسرے علماء رحمہم اللہ کو کہ ہانی کا بزرگی و عظمت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور ان کے نام کے بعد رضی اللہ عنہ و رحمہ اللہ کہتے ہیں اور میں نے علماء میں سے کسی کو نہیں پایا کہ انھوں نے ہانی پر طعن و تشنیع کی ہو یا انھیں برائی سے یاد کیا ہو۔

باقی رہی وہ چیز جو اخبار سے ظاہر ہوتی ہے کہ جب ابن زیاد کوفہ میں آیا تو ہانی اس کو ملنے گئے اور دوسرے اعیان و اشراف کوفہ کے ہمراہ اس کے ہاں آمد و رفت رکھتے تھے یہاں تک کہ جناب مسلم ان کی پناہ میں آئے تو یہ چیز ان کے لیے باعث طعن و عیب نہیں ہے کیونکہ جناب مسلم کے معاملہ کی بناء تستر اور اسے پوشیدہ رکھنے پر تھی اور ہانی ایک مشہور شخص تھے اور ابن زیاد کے ساتھ ان کی شناسائی تھی اور اس سے دوستی کا اظہار کرتے تھے اور اگر اس سے منفردی اور علیحدگی اختیار کر لیتے تو اس مقصد کے برخلاف ہوتا اور یہ چیز تستر و پوشیدہ پن سے ساز گار نہیں تھی۔ اس بناء پر ان کے لیے ضروری تھا کہ ابن زیاد کے ساتھ آمد و رفت رکھیں اور اس کے وہم و گمان کو دور کریں اور جب جناب مسلم ان کی پناہ میں آگئے تو پھر وہ ابن زیاد سے کٹ گئے اور اپنے آپ کو بیمار بنا لیا تاکہ بہانہ ہو پھر جس چیز کا انھیں گمان نہ تھا وہ ہو گئی۔

باقی رہا ان کا جناب مسلم کو خروج میں جلد بازی سے نہی کرنا اور روکنا تو

شاید وہ تاخیر میں مصلحت سمجھتے تھے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ اکٹھے ہو جائیں اور جنگ کا ساز و سامان مکمل ہو جائے اور امام حسینؑ کوفہ میں پہنچ جائیں اور معاملہ آسانی کے ساتھ طے ہو جائے اور جنگ و قتال ایک ہی دفعہ امامؑ کی معیت میں ہو۔ باقی رہا ان کا ابن زیاد کو ان کے گھر میں قتل کرنے سے منع کرنا تو آپ جان چکے ہیں کہ اس سلسلہ میں اخبار مختلف ہیں بعض میں اس طرح آیا ہے کہ عبیداللہ کے قتل کرنے کا اشارہ ہانی ہی نے کیا تھا اور انھوں نے اپنے آپ کو بیمار بنا لیا تھا تاکہ ابن زیاد ان کی عیادت کے لیے آئے اور مسلم اسے قتل کر دیں۔

اور یہ بھی ذکر آ چکا ہے کہ جناب مسلم بطور عذر کہتے تھے کہ ایک عورت مجھ سے لپٹ گئی اور اس نے گریہ کیا اور قسم دی کہ وہ ابن زیاد کو قتل نہ کریں اور سید مرتضےٰ رحمہ اللہ نے تنزیہ الانبیاء میں صرف یہی ایک ذکر کیا ہے۔ باقی رہا ہانی کا قول ابن زیاد سے جب اس نے مسلم کا حال پوچھا تو کہا خدا کی قسم میں نے انھیں اپنے گھر دعوت نہیں دی اور میں ان کے کام سے آگاہ نہیں تھا یہاں تک کہ وہ میرے گھر میں آئے اور چاہا کہ وہاں قیام کریں تو مجھے انھیں واپس کرنے میں شرم محسوس ہوئی اور ان کی حفاظت مجبوراً میری گردن پر آ پڑی تو یہ سب باتیں اس کے چنگل سے رہائی پانے کے لیے کہیں اور بعید ہے کہ جناب مسلم وعدہ لینے اور اطمینان حاصل کرنے کے بغیر ان کے ہاں جائیں اور ان کی امان میں جاننے پہچاننے اور آزمائش کرنے کے بغیر داخل ہوں اور نیز ہانی کا مسلم کے کام سے اس مدت میں آگاہ نہ ہونا بھی بعید ہے جبکہ وہ اس شہر کے شیخ و بزرگ اور معاریف شیعہ تھے۔ یہاں تک کہ وہ اچانک ان کے پاس گئے ہوں اور ناگہاں ان کی ملاقات کی اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ روضۃ الصفاء اور حبیب السیر میں مذکور ہے کہ ہانی نے جناب مسلم سے کہا

کہ آپ نے مجھے رنج وسختی میں ڈال دیا ہے اور اگر آپ میرے گھر کے دروازے پر نہ آگئے ہوتے تو میں آپ کو واپس کر دیتا ٹھیک نہیں ہے جبکہ یہ بات ہم نے صرف انھی دو کتب میں دیکھی ہے اور دوسری کتب معتبرہ اس سے خالی ہیں اور ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح میں دو روایتیں ہانی کے بارے میں ذکر کی ہیں کہ جن میں سے ایک روایت انکی مدح و ثناء پر دلالت کرتی ہے اور دوسری ان کی مذمت میں ہے۔ سید نے مذمت والی روایت کا جواب دیا ہے۔ اس قصہ کو اس کے ناقل نے اسناد کے بغیر نقل کیا ہے اور کسی کتاب کی طرف اس کی نسبت نہیں دی اور کتب تواریخ وسیر کہ جو انھی امور کے لیے لکھی گئی ہیں ان میں یہ چیز مذکور نہیں ہے۔

اور معاویہ کے یزید کی بیعت لینے کے وقت جو کچھ ہوا اور جو افراد خوش ہوئے یا ناراض ہوئے اور ہر ایک نے کیا کہا، اہل خبرہ نے ان سب باتوں کو نقل کیا ہے لیکن یہ قصہ ہانی سے پیش نہیں کیا اور اگر یہ صحیح تھا تو دوسری خبروں کی نسبت غرابت و اچھوتے پن کی وجہ سے اولویت رکھتا تھا حالانکہ ہانی رحمہ اللہ کی حسن عاقبت کہ انھوں نے یزید کی بیعت کو ٹھکرا دیا اور حسین کی نصرت کے لیے قیام کیا اس سے پہلے جو کوئی کوتاہی بھی کی ہو اس کو پورا کر دیا۔ مثل حر رحمہ اللہ کے کہ شیعوں نے توبہ کی اور ان کی توبہ قبول ہوئی بعد اس کلام کے کہ جو انھوں نے کیا تھا اور اس منکر اور بری چیز کے کہ جو اُن کے ہاتھوں صادر ہوئی تھی اور حُر کا معاملہ تو ہانی سے زیادہ دشوار تھا اور ہانی کا معاملہ معمولی تھا اور توبہ کے زیادہ نزدیک تھا انتھی۔

ابو العباس مبرد نے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے سنا ہے کہ معاویہ نے کثیر بن شہاب مرحجی کو خراسان کی گورنری دی اور اس نے بہت سا مال وہاں سے اکٹھا کیا اور بھاگ کھڑا ہوا اور ہانی بن عروہ مرادی کے ہاں جا چھپا۔ معاویہ کو اطلاع

ملی تو اس نے ہانی کا خون مباح قرار دیا جبکہ وہ (ہانی) معاویہ کی پناہ میں تھے کو نہ سے نکلے یہاں تک کہ معاویہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور معاویہ انھیں نہیں پہچانتا تھا۔ جب لوگ اُٹھ کر چلے گئے تو وہ اسی طرح اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ معاویہ نے ان کے کام کے بارے میں پوچھا تو ہانی نے کہا اے امیر... میں ہانی بن عروہ ہوں۔ تو معاویہ نے کہا آج کا دن وہ دن نہیں ہے کہ جب تمہارا باپ کہتا تھا ارجل جمتی واجر ذیلی، و یحمل شکتی افق کمیت امشی فی سراة بنی عطیف، اذا ما سامنی یم ابیت۔

یعنی میں اپنی زلفوں کو کنگھی دیتا ہوں اور اپنے دامن کو کھینچ کر چلتا ہوں اور میرے ہتھیار بنگ نجیب سرخ نام سیاہ دم گھوڑا اٹھائے ہوتا ہے اور بنی غطیف کے سرداروں کے ساتھ میں چلتا ہوں اور اگر کسی کا ظلم وستم میر ارُخ کرے تو میں گردن کشی کرتا ہوں۔

ہانی نے کہا میری آج اس دن سے عزت زیادہ ہے۔ معاویہ نے کہا کس بنا پر؟ ہانی نے کہا اسلام کی وجہ سے اے امیر.... معاویہ نے کہا کہ کثیر بن شہاب کہاں ہے؟ ہانی نے کہا میرے پاس ہے آپ کی فوج میں' معاویہ نے کہا اس مال کو دیکھ کہ جو اس نے لیا ہے اس میں سے کچھ دیدے اور باقی اس کو گوارا ہو۔

اور حکایت ہوئی ہے کہ کربلا میں امام حسینؑ کے انصار وساتھیوں میں سے ایک مرد کو انھوں نے پکڑ لیا اور یزید کے پاس لے گئے تو یزید نے کہا کیا وہ تیرا باپ تھا جس نے کہا تھا ارجل جمتی الخ (میں اپنی زلفوں میں کنگھی کرتا ہوں) اس نے کہا ہاں یزید کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا، رحمتہ اللہ علیہ!

نویں فصل

شہادت حضرت میثم بن یحییٰ تمار (رح)

حضرت مسلم کی شہادت کے زمانہ میں عظیم سانحوں میں سے میثم تمار اور رشید ہجری کی شہادت۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم ان کے مقتل کو یاد کریں اور مناسبت کی وجہ سے حجر بن عدی اور عمرو بن حمق کی شہادت کا بھی ذکر کریں۔

میثم بن یحییٰ تمار قدہ کا ذکر

میثم امیر المؤمنین کے مخصوص اور منتخب اصحاب میں سے تھے بلکہ وہ اور عمرو بن حمق اور محمد بن ابوبکر اور اویس قرنی آپ کے حواریین میں سے تھے اور امیر المومنین ان کی استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے انھیں مخصوص علم دیا تھا جو کبھی کبھی ان سے ظہور کرتا تھا۔ اور ابن عباس جو کہ امیر المومنین کے شاگرد تھے اور تفسیر قرآن آپ سے حاصل کی تھی اور محمد بن حنفیہ کے بقول ربانی امت تھے سے میثم نے کہا تھا اے ابن عباس جو چاہو تفسیر قرآن میں سے مجھ سے پوچھو کہ جس کی تنزیل میں نے امیر المؤمنین پر قرائت کی ہے اور اس کی تاویل بھی آپ نے مجھے سکھائی۔ ابن عباس نے کہا اے کنیز کاغذ و دوات لے آ اور لکھنا شروع کیا اور روایت ہوئی ہے کہ جب ان کو سولی پر لٹکانے کا حکم صادر ہوا تو بلند آواز سے پکار کر کہا اے لوگو جو شخص چاہتا ہے جو شخص امیر المؤمنین کی حدیث سر سننا چاہتا ہے وہ میرے پاس آئے پس لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ اور انھوں نے عجائب و غرائب اُمور کی احادیث بیان کرنا شروع کیں

میں سے تھے چنانچہ عبادت و زہد کی بنا پر ان کے بدن کا چمڑا خشک ہو گیا تھا اور کتاب غارات تالیف ابراہیم ثقفی سے منقول ہے کہ امیر المؤمنین نے انھیں

بہت سے علم اور پنہاں اسرار پر اسرار وصیت میں سے آگاہ کیا تھا اور کبھی کبھی وہ ان علوم میں سے بعض مقیم لوگوں سے بیان کرتے تھے اور اہل کوفہ کا ایک گروہ شک میں پڑ جاتا تھا۔ اور حضرت علیؑ کی طرف اس سلسلہ میں جھوٹ بولنے اور وہم کرنے اور کذب و دھوکہ دینے کی نسبت دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن آنجناب نے اپنے اصحاب میں سے بہت سے لوگوں کی موجودگی میں کہ جن میں سے بعض شک کرنے والے اور بعض مخلص تھے آپ نے فرمایا اے میثم تجھے میرے بعد دستگیر کریں گے اور تجھے سولی پر لٹکایا جائے گا اور جب دوسرا دن ہوگا تو تیرے منہ اور ناک سے خون جاری ہوگا یہاں تک کہ وہ تیری ریش کو خضاب کرے گا اور جب تیسرا دن ہوگا تو ایک حربہ تیرے بدن میں چبھوئیں گے کہ جس سے تمہاری موت واقع ہوگی۔ لہٰذا اس کے انتظار میں وہ جہاں تجھے سولی پر لٹکایا جائے گا وہ عمر بن حریث کے گھر کے دروازہ والی جگہ ہے۔ اور تو ان دس افراد میں سے ایک ہے کہ جنہیں سولی پر لٹکایا جائے گا اور تیری سولی کی لکڑی ان سے زیادہ چھوٹی اور زمین کے زیادہ قریب ہوگی اور میں تجھے کھجور کا وہ درخت کہ جس پر تجھے سولی دیں گے تجھے دکھا دوں گا۔ پھر دو دن کے بعد آپ نے اسے دکھایا اور میثم ہمیشہ اس درخت کے نزدیک آتے وہاں نماز پڑھتے اور کہتے کس قدر مبارک اور خوش بخت کھجور کا تنا ہے کہ میں تیرے لیے پیدا ہوا ہوں اور تو میرے لیے اُگا ہے۔ اور امیرالمومنینؑ کی شہادت کے بعد ہمیشہ اس کھجور کے درخت کو دیکھنے آتے یہاں تک کہ اسے کاٹا گیا تو وہ اس کے تنا کی دیکھ بھال کرتے اور اس کے پاس آتے جاتے اور اسے دیکھتے اور کبھی کبھی عمرو بن حریث سے ملاقات کرتے اور کہتے کہ میں تمہارا ہمسایہ ہونے والا ہوں۔ ہمسائیگی کے حق کو اچھا نبھانا اور عمرو نہیں جانتا تھا کہ کیا کہتے ہیں لہٰذا

پوچھتا کہ ابن مسعود کا گھر خریدو گے یا ابن حکیم کا گھر۔

اور کتاب الفضائل سے منقول ہے کہتے ہیں کہ امیر المومنین کوفہ کی جامع مسجد سے نکلتے اور میثم تمار کے پاس آ بیٹھتے اور ان سے گفتگو فرماتے اور کہتے ہیں کہ ایکدن آپ نے ان سے کہا اے میثم تجھے میں خوشخبری نہ دوں عرض کیا کس چیز کی اے امیر المؤمنین۔ فرمایا تو سولی پر لٹکایا جائے گا۔ عرض کیا مولا اس وقت میں فطرت اسلام پر ہوں گا فرمایا ہاں۔

اور عقیق سے روایت ہے کہ ابو جعفرؑ انھیں بہت زیادہ دوست رکھتے تھے اور میثم خوشحالی میں شاکر اور بلا و تنگی میں صابر تھے۔

منہج المقال میں شیخ کشی سے ان کے استاد کے ساتھ فضیل بن زبیر سے منقول ہے کہ میثم گھوڑے پر سوار ہو کر گذر رہے تھے کہ حبیب ابن مظاہر اسدی کو بنی اسد کی ایک مجلس کے قریب دیکھا اور آپس میں باتیں کرنے لگے اور ان کے گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے مل گئی تھیں۔ حبیب نے کہا میں ایک بوڑھے کو دیکھ رہا ہوں کہ جس کے سر کے بال جھڑ گئے ہیں اور اس کا پیٹ بڑا ہے۔ اور دار الرزق کے قریب خربوزے بیچتا ہے اپنے پیغمبر کے اہل بیت کی محبت میں سولی پر لٹکایا جائے گا اور سولی کے اوپر ہی اس کے شکم کو چاک کر دیں گے۔

میثم نے کہا میں بھی ایک سرخ چہرے والے مرد کو پہچانتا ہوں کہ جس کی زلفیں ہیں اور وہ اپنے رسول کے نواسہ کی مدد و نصرت کے لیے جائے گا اور قتل کیا جائیگا اور اس کا سر کوفہ میں پھرائیں گے۔ یہ کہہ کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اہل مجلس نے کہا ہم نے ان دونوں سے زیادہ جھوٹ بولنے والے نہیں دیکھے۔ ابھی اہل مجلس پراگندہ نہیں ہوئے تھے کہ رشید ہجری ان دونوں کی تلاش میں آئے اور اہل مجلس

سے ان کا حال پوچھا تو انھوں نے کہا ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے ہیں اور ہم نے سُنا کہ وہ ایک دوسرے سے ایسی ایسی باتیں کر رہے تھے۔ رشید نے کہا خدا رحمت کرے میثم پر، یہ کہنا وہ بھول گیا ایک سو درہم کا انعام اس کو جو ان کا سر لائے گا اس سے زیادہ دیا جائے گا اس کے بعد سر کو کوفہ میں پھرائیں گے۔ لوگوں نے کہا یہ ان سب سے زیادہ جھوٹا ہے اور پھر انھی لوگوں نے کہا کہ زیادہ دن نہ گزرے کہ ہم نے میثم کو عمرو بن حریث کے گھر کے دروازے کے پاس سولی پر لٹکے ہوئے دیکھا اور حبیب بن مظاہر کا سر سے کر آئے کہ جو حسینؑ کے ہمراہ شہید ہوئے تھے اور جو کچھ ان حضرات نے کہا تھا وہ سب ہم نے دیکھا۔

میثم سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین نے مجھے بلایا اور فرمایا کیا حال ہوگا تمہارا اس وقت اے میثم کہ جب وہ شخص کہ جس کا باپ نہیں کہ جسے بنوامیہ نے اپنے ساتھ ملحق کر لیا یعنی عبید اللہ بن زیاد تجھے بلائے گا کہ مجھ سے بیزاری اختیار کر تو میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین میں آپ سے کبھی بھی بیزاری حاصل نہیں کروں گا تو آپ نے فرمایا تو اس وقت تجھے قتل کر دے گا اور تجھے سولی پر لٹکائے گا تو میں نے عرض کیا میں صبر کروں گا کہ یہ چیز راہ خدا میں زیادہ نہیں ہے۔ فرمایا اے میثم تو میرے ساتھ ہو گئے میرے درجہ میں۔

اور صالح بن میثم سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ ابو خالد تمار نے مجھے خبر دی اور کہا کہ میں میثم کے ساتھ تھا دریائے فرات میں جمعہ کے دن کہ آندھی چلنے لگی اور میثم ایک خوبصورت اور اچھی کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے اس سے باہر آئے اور آندھی کی طرف دیکھا اور کہا کہ کشتی کو محکم رسی سے باندھ دو کیونکہ سخت آندھی آئیگی اور اس وقت معاویہ مر گیا ہے جب دوسرا جمعہ آیا تو شام سے ڈاکیہ آیا۔ میں نے اسے

دیکھا اور کہا اے بندہ خدا کیا خبر ہے اس نے کہا لوگ اچھے ہیں امیر ... مرگئے ہیں اور لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے۔ میں نے کہا کس دن وفات ہوئی اس نے کہا جمعہ کے دن۔

شیخ شہید محمد بن مکی نے میثم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک رات امیرالمومنین مجھے کوفہ سے نکال کر صحرا کی طرف لے گئے یہاں تک کہ مسجد جعفی تک پہنچے قبلہ کی طرف رخ کیا اور چار رکعت نماز پڑھی۔ جب نماز کا سلام کہا اور خدا کی تسبیح کی تو ہاتھ پھیلا دیے اور کہا خدایا کس طرح میں تجھے پکاروں کہ میں نے تیری حکم عدولی کی ہے اور کس طرح تجھے نہ پکاروں جبکہ میں تجھے پہچانتا ہوں اور تیری محبت میرے دل میں ہے۔ گناہ کا ہاتھ میں نے تیری طرف دراز کیا ہے اور پرامید آنکھ آخر دعا تک اور آہستہ آہستہ سے ایک دعا پڑھی اور سجدہ میں چلے گئے اور چہرہ مٹی پر رکھ کر سو مرتبہ العفو کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور مسجد سے باہر نکلے اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ بیابان میں ایک جگہ میرے گرد آپ نے ایک خط کھینچا اور فرمایا خبردار اس خط سے باہر نہ جانا اور آپ مجھ سے دور چلے گئے۔ رات انتہائی تاریک تھی تو میں نے اپنے آپ سے کہا کہ تو نے اپنے مولا کو ان بے شمار دشمنوں کے ہوتے ہوئے اکیلا چھوڑ دیا ہے خدا و رسول کے ہاں تیرا عذر کیا ہے خدا کی قسم میں ان کے پیچھے جاتا ہوں تاکہ میں ان کے حالات سے آگاہ ہوں اگرچہ ان کی نافرمانی ہی کروں گا۔ پس میں آپ کے پیچھے گیا اور میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنا سر آدھے بدن تک کنویں کے اندر کیا ہوا ہے اور آپ کنویں سے باتیں کر رہے ہیں اور کنواں آپ سے مخاطب ہے۔ پس آپ کو احساس ہوا کہ کوئی شخص آپ کے ساتھ ہے۔ لہٰذا انھوں نے اپنا رخ اس طرف کیا اور فرمایا کون، میں نے عرض کیا میثم!

فرمایا مگر میں نے تجھے حکم نہیں دیا تھا کہ اس خط سے باہر نہ نکلنا۔ میں نے عرض کیا اے میرے مولا مجھے آپ پر دشمنوں سے خوف ہوا اور میں صبر نہیں کر سکا۔ فرمایا جو چیزیں میں نے کہی ہیں وہ تو نے سنی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں اے میرے مولا۔ فرمایا: وفی صدر لبانات، اذا ضاق لها صدری نکت الارض بالکف، وابدیت لها سری، فیهما تنبت الارض، فذالک النبت من بذری۔
اور سینے میں کچھ حاجتیں ہیں کہ جب سینہ ان کی وجہ سے تنگ ہوتا ہے تو میں ہتھیلی سے زمین کو کریدتا ہوں۔ پس جو کچھ زمین اُگاتی ہے تو وہی انگوری میرا بیج ہوتا ہے۔

شیخ مفید ارشاد میں لکھتے ہیں کہ میثم تمار بنی اسد کی ایک عورت کے غلام تھے امیر المومنینؑ نے انھیں خریدا اور آزاد کر دیا اور ان سے کہا کہ تیرا کیا نام ہے۔ عرض کیا کہ سالم۔ فرمایا پیغمبر نے مجھے خبر دی ہے کہ جو نام تمہارے باپ نے عجم میں تمہارا رکھا وہ میثم تھا تو انھوں نے عرض کیا کہ رسول خدا اور امیر المومنین نے سچ فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اسی نام کی طرف پلٹ جاؤ کہ جس نام کے ساتھ رسولخدا نے تمہیں یاد کیا ہے اور سالم کو چھوڑ دو۔ پس میثم اسی نام کی طرف پلٹ گئے اور ابوسالم کنیت رکھ لی۔ ایک دن حضرت علیؑ نے ان سے کہا میرے بعد تجھے گرفتار کریں گے اور سولی پر لٹکائیں گے اور ایک حربہ تیرے بدن میں چبھوئیں گے اور جب تیسرا دن ہوگا تیرے ناک کے دونوں سوراخوں اور منہ سے خون جاری ہوگا اور اس سے تیری داڑھی رنگین ہو گی پس اس خضاب کے منتظر رہو اور تجھے عمرو بن حریث کے گھر کے دروازے پر سولی پر لٹکائیں گے اور تم دس افراد ہو گے اور تیری سولی سب سے چھوٹی ہو گی اور تو زمین کے زیادہ قریب ہوگا۔ چلو میں وہ کھجور کا درخت دکھاؤں کہ جس کے تنا کے ساتھ تجھے لٹکایا جائے گا۔ پس وہ کھجور کا درخت انھیں آپ نے دکھایا اور میثم اس درخت

کے پاس جاکر نماز پڑھتے اور کہتے کیسا ہی مبارک درخت ہے تو کہ جس کے لیے میں تیرے لیے پیدا کیا گیا ہوں اور تو میرے لیے پرورش پایا ہے اور ہمیشہ اس کے پاس جاکر اس کی دیکھ بھال کرتے رہے یہاں تک کہ اسے کاٹ دیا گیا اور یہاں تک اس جگہ کو بھی کوفہ میں جانتے تھے جہاں انھیں سولی پر لٹکایا جانا تھا اور عمرو بن حریث سے ملاقات کرتے اور اس سے کہتے کہ میں تیرا ہمسایہ ہونے والا ہوں پس اچھی ہمسائیگی کرنا۔ عمرو ان سے کہتا ابن مسعود کا گھر خریدکروگے یا ابن حکیم کا گھر اور وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ میثم کی مراد اس سے کیا ہے اور جس سال میثم کو شہید کیا گیا حج پر گئے اور جناب ام سلمہ کے ہاں حاضری دی۔ جناب ام سلمہ نے پوچھا کون ہو؟ عرض کیا میں میثم ہوں۔ تو انھوں نے کہا میں اکثر سنا کرتی تھی کہ رسولخدا رات کے وقت تجھے یاد کرتے تھے۔ میثم نے جناب ام سلمہ سے امام حسینؑ کا حال پوچھا انھوں نے کہا کہ وہ باغ میں ہیں۔ عرض کیا کہ ان سے کہنا میں دوست رکھتا تھا کہ آپ کو سلام کروں اور انشاء اللہ پروردگار کے ہاں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ ام سلمہ نے خوشبو منگوائی اور میثم کی داڑھی پر لگوائی اور کہا کہ عنقریب یہ داڑھی خون سے خضاب ہوگی۔ پس میثم کوفہ گئے اور انھیں گرفتار کر کے عبیداللہ کے پاس لے گئے اور اس سے کہا کہ یہ شخص حضرت علی علیہ السلام کے ہاں سب لوگوں سے زیادہ محترم تھا۔ اس نے کہا وائے ہو تم پر یہ عجمی۔ انھوں نے کہا ہاں تو عبیداللہ نے میثم سے کہا "این ربک" یعنی تیرا پروردگار کہاں ہے۔ میثم نے کہا "بالمرصاد" ستمگر کی کمین گاہ میں اور تو ان میں سے ایک ہے۔" ابن زیاد نے کہا عجمی ہونے کے باوجود ہر بات فصاحت و بلاغت سے ادا کرتا ہے۔ تیرے صاحب (علی) نے تجھے خبر دی ہے کہ میں تجھ سے کیا سلوک کروں گا انھوں نے کہا ہاں بتایا تھا کہا

کہا ہاں خبر دی کہ ہم دس افراد ہیں کہ جنھیں تو سولی پر لٹکائے گا اور میری سولی والی لکڑی سب
سے چھوٹی ہوگی اور میں زمین سے زیادہ قریب ہونگا اس نے کہا کہ البتہ میں مخالفت کروں
گا تو میثم نے کہا تو کس طرح مخالفت کر سکتا ہے خدا کی قسم آنجناب نے پیغمبر سے انھوں
نے جبرائیل سے اور انھوں نے خدا تعالیٰ سے سن کر خبر دی ہے تو ان کی کس طرح مخالفت
کرے گا اور جس جگہ میں کوفہ میں سولی پر لٹکایا جاؤں گا اسے بھی میں جانتا ہوں اور میں
پہلا شخص ہوں گا کہ اسلام میں جس کے رھن اور منہ میں لگام ڈالیں گے۔ پس میثم کو زندان
میں لے گئے اور مختار بن ابو عبیدہ ثقفی بھی ان کے ساتھ تھے تو میثم نے ان سے کہا
تم اس شخص کے چنگل سے نکل جاؤ گے اور امام حسین کے خون کا بدلہ لینے کے لیے
قیام کرو گے اور ہمیں قتل کرنے والوں کو تم قتل کرو گے اور جب عبید اللہ نے میثم کو
بلایا تاکہ انھیں سولی پر لٹکائے وہ زندان سے باہر آئے تو ایک شخص سے ان کا آمنا سامنا
ہوا تو اس نے کہا کہ کیا ضرورت پڑی ہے اس قسم کے رنج و تکالیف کو جھیلنے کی۔ میثم
اس بات سے مسکرائے اور کہا جبکہ اس کھجور کے درخت کی طرف اشارہ کر رہے تھے میں
اس کے لیے پیدا کیا گیا ہوں اور اس کی پرورش میرے لیے ہوئی ہے جب انھیں
سولی پر لٹکایا گیا تو لوگ ان کے پاس عمرو بن حریث کے گھر کے دروازے پر جمع ہو گئے
تھے تو عمرو نے کہا خدا کی قسم یہ شخص کہتا تھا کہ میں تمہارا ہمسایہ ہونے والا ہوں۔ جب
سولی کھڑی کی گئی تو اس نے اپنی کنیز کو حکم دیا تو اس نے سولی کے نیچے جھاڑو دیا اور
پانی کا چھڑکاؤ کیا اور دھونی دی اور میثم نے سولی کے اوپر بنی ہاشم کے فضائل بیان
کرنے شروع کیے۔ ابن زیاد کو خبر دی گئی کہ اس غلام نے تمہیں رسوا و ذلیل کر دیا ہے
عبید اللہ نے کہا کہ اس کے منہ میں لگام دی جائے تو وہ اسلام میں پہلے شخص تھے جن
کے منہ میں لگام چڑھائی گئی اور میثم کی شہادت امام حسینؑ کے عراق کی طرف آنے سے

دس دن پہلے ہوئی۔ جب تیسرا دن ہوا تو ان کے بدن میں چھُرا یا نیزہ گھونپا گیا انھوں نے تکبیر کہی اور دن کے آخری حصہ میں ان کے منہ اور ناک سے خون جاری ہوا مفید کی گفتگو ختم ہوئی۔ (مترجم کہتا ہے کہ سولی کا پھندا اس زمانہ میں سولی پر چڑھنے والے کے گلے میں نہیں ڈالتے تھے بلکہ مستحکم رسی کے ساتھ اسے لکڑی پہ باندھ دیتے تھے اور لکڑی پر اسے کھڑا کر دیتے تھے یہاں تک کہ وہ رنج و تکلیف اور بھوک و پیاس سولی پر جان دے دیتا اور کبھی کبھی دو دن یا تین دن تک زندہ رہتا۔

اور روایت میں ہے کہ کھجوریں بیچنے والوں میں سے سات افراد نے اجتماع کیا اور وعدہ کیا کہ میثم کی لاش وہاں سے لے جا کر دفن کر دیں۔ رات کو وہ آئے۔ پاسبان پہرہ دے رہے تھے اور انھوں نے آگ جلا رکھی تھی آگ پاسبانوں اور خرما فروشوں کے درمیان مانع ہوئی اور وہ انہیں نہ دیکھ سکے۔ انھوں نے سولی کو اُکھاڑا اور میثم کی لاش سمیت لے گئے۔ محلہ بنی مراد میں پانی چل رہا تھا اس میں انھیں دفن کر دیا اور سُولی کی لکڑی خرابہ میں پھینک دی۔ جب صبح ہوئی تو پاسبانوں نے گھڑ سوار اِدھر اُدھر بھگائے لیکن انھیں لاش کا پتہ نہ چل سکا۔

مؤلف کہتے ہیں منجملہ ان افراد کے کہ جن کا نسب میثم تمار تک جا پہنچتا ہے ابوالحسن علی بن اسماعیل شعیب بن میثم تمار ہیں جو مامون و معتصم کے زمانہ کے شیعہ متکلمین میں سے تھے انھوں نے معاندوں اور مخالفین سے مناظرے کیے ہیں، اور ان کے زمانہ میں ابوالہذیل معتزلہ کا رئیس و سردار بصرہ میں تھا۔

شیخ مفیدؒ نے حکایت کی ہے کہ علی بن میثم نے ابوالہذیل سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ ابلیس ہر امر خیر سے نہی کرتا ہے اور روکتا ہے اور ہر بُرے امر اور شر کا حکم دیتا ہے۔ ابوالہذیل نے کہا ہاں تو کیا یہ ممکن ہے کہ شر اور بُرے امر کا

اسے جانے بغیر حکم کرے اور خیر و اچھائی سے ناوانستہ طور پر نہی کرے اس نے کہا کہ نہیں تو ابوالحسن نے کہا پس ثابت ہوا کہ ابلیس تمام خیر و شر اور اچھائی و برائی کو جانتا ہے۔ ابوالہذیل نے کہا جی ہاں تو ابوالحسن نے کہا کہ مجھے رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کے اپنے امام کے متعلق بتاؤ کہ کیا وہ تمام خیر و شر اور اچھائیوں اور برائیوں کو جانتا تھا۔ اس نے کہا کہ نہیں تو انھوں نے کہا پھر تو ابلیس تمہارے امام سے زیادہ عالم ہوا۔ ابوالہذیل مبہوت ہو کر لاجواب ہو گیا" اور معلوم ہونا چاہیے کہ میثم ہر جگہ پہلے میم کی زبر کے ساتھ ہے البتہ بعض نے میثم بن علی بحرانی شارح نہج البلاغہ رفع اللہ مقامہ کا استثناء کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ میم کی فتح کے ساتھ ہے"

شہادت رشید ہجری

رُشَید راء کے پیش کے ساتھ تصغیر کا صیغہ ہے اور ہجری منسوب ہے ہجر (ھ و جیم کی زبر کے ساتھ) کی طرف جو کہ بحرین کا ایک بہت بڑا شہر ہے یا اس تمام علاقے کو ہجر کہتے ہیں اور امیرالمومنین نے اس کا نام رشید بلایا رکھا اور انھیں علم بلایا و منایا (مصائب و آلام اور اموات) کی تعلیم دی۔ وہ کہا کرتے تھے فلاں کی موت اس اس طرح ہو گی اور فلاں شخص اس اس طرح قتل ہو گا اور وہی ہوتا جو وہ کہتے۔ میثم کے حالات میں گزر چکا ہے کہ انھوں نے حبیب ابن مظاہر کی شہادت کی خبر دی۔

اور وحید بہبہانی کے تعلیقہ میں سے مجھے اس طرح یاد آتا ہے کہ کفعمی نے انہیں ائمہ علیہم السلام کے دربانوں میں شمار کیا ہے۔

اور کتاب اختصاص سے روایت ہوئی ہے کہ جب زیاد عبیداللہ کا باپ رشید ہجری کی جستجو اور تلاش میں تھا تو وہ چھپ گئے۔ ایک دن ابواراکہ کے پاس آئے وہ

اپنے مکان کے دروازہ پر اپنے دوستوں کے ایک گروہ کے ساتھ بیٹھا تھا تو رشید اس کے گھر میں چلے گئے ابوارا کہ بہت زیادہ ڈرا اور اٹھ کر ان کے پیچھے گھر میں گیا اور کہا وائے ہو تم پر تو نے مجھے قتل کر دیا ہے اور میرے بچوں کو یتیم کیا ہے اور انھیں ہلاک و برباد کیا ہے۔ رشید نے کہا کہ کیا ہوا تو اس نے کہا کہ یہ لوگ تجھے تلاش کر رہے ہیں اور تو آ کر میرے گھر میں چھپ گیا ہے اور جو لوگ میرے پاس تھے انھوں نے تجھے دیکھا ہے وہ کہنے لگے مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔ اس نے کہا تم مجھ سے استہزا بھی کرتے ہو اور انھیں پکڑ کر ان کے ہاتھ باندھ دیئے اور گھر میں بند کر کے دروازہ بند کر دیا اور اپنے دوستوں کے پاس گئے اور کہا کہ مجھے یوں نظر آیا کہ ابھی کوئی بوڑھا شخص میرے گھر کے اندر داخل ہوا ہے۔ انھوں نے کہا ہم نے تو کسی کو نہیں دیکھا۔ اس نے اپنے سوال کا تکرار کیا۔ سب نے کہا ہم نے نہیں دیکھا تو وہ خاموش ہو گیا پھر اسے خوف ہوا کہ کہیں دوسرے لوگوں نے دیکھا ہو۔ زیاد کے دربار میں گیا کہ تجسس کرے اور دیکھے کہ رشید کی بات کرتے ہیں اور اگر وہ آگاہ ہوں کہ وہ میرے گھر میں گیا ہے تو اسے ان کے سپرد کر دوں پس اس نے زیاد کو سلام کیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اور آہستہ آہستہ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اس دوران اس نے رشید کو دیکھا کہ ایک خچر پر سوار ہو کر زیاد کے دربار کی طرف آ رہے ہیں جونہی اس کی نگاہ ان پر پڑی تو اس کی حالت غیر ہو گئی اور پریشان ہو گیا اور اسے ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ پس رشید خچر سے اترے اور زیاد کو سلام کیا زیاد اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے معانقہ کیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پوچھنے لگا کہ کس طرح آنا ہوا اور گھر والوں کا کیا حال ہے اور راستہ میں کیا گزری اور رشید نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور تھوڑی دیر وہاں ٹھہر کر اٹھے اور واپس چلے گئے۔ ابوارا کہ نے زیاد سے کہا اصلح اللہ الامیر۔ یہ بوڑھا کون تھا

تو اس نے کہا ہمارے بھائیوں میں شام کا رہنے والا ہے جو ہمیں ملنے آیا تھا پس ابو اراکہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر میں آیا تو رشید کو گھر ہی اسی حالت میں دیکھا کہ جس میں انھیں چھوڑ گیا تھا تو ابو اراکہ نے کہا اب جب کہ تیرے پاس یہ علم ہے کہ جو میں نے دیکھا ہے تو جو چاہو کرو اور جس طرح چاہو ہمارے پاس آؤ۔

مؤلف کہتے ہیں ابو اراکہ مذکور امیرالمؤمنین کے اصحاب میں سے ہے اور برقی نے اُسے یمن کے لوگوں میں سے آپ کے اصحاب میں اسے اشارہ کیا ہے۔ مثل اصبغ بن نباتہ، مالک اشتر اور کمیل بن زیاد کے اور ابو اراکہ کا خاندان کتب رجال شیعہ میں مشہور ہے اور ان میں ائمہ کے راوی بہت سے ہیں مثلاً بشیر نبال اور شجرہ جو کہ دونوں میرن بن ابو اراکہ کے بیٹے ہیں اور اسحاق بن بشیر اور علی بن شجرہ اور حسن شجرہ سب کے سب مشاہیر و ثقات امامیہ اور بزرگوں میں سے ہیں اور جو کچھ ابو اراکہ نے رشید کے ساتھ کیا یہ استخفاف کی بنا پر نہیں تھا بلکہ اسے اپنا ڈر تھا کیونکہ زیاد بن ابیہ سختی سے رشید اور ان جیسے امیرالمؤمنین کے شیعوں کی تلاش میں تھا۔ انھیں شکنجہ دینے اور آزار پہنچانے کے لیے یا جو شخص ان کی اعانت کرے، انھیں مہمان رکھے یا پناہ دے۔ یہاں سے ہانی کی عظمت اور جوانمردی معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے مسلم بن عقیل کی میزبانی قبول کی اور انھیں اپنے گھر میں پناہ دی اور اپنی جان ان پر قربان کی "طیب اللہ وانظر خظیرۃ قدسہ"

اور شیخ کشی نے ابو حیان بجلی سے رشید ہجری کی بیٹی قنوا سے روایت کی ہے ابو حیان کہتا ہے کہ میں نے قنوا سے کہا کہ جو کچھ تو نے اپنے باپ سے سنا ہے مجھے اس سے آگاہ کر۔ اس نے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے تھے کہ مجھے امیرالمومنین نے خبر دی اور کہا کہ اے رشید اس وقت تیرا صبر کیسا ہو گا جب یہ حرامزادہ

کہ جسے بنی امیہ نے اپنے ساتھ ملحق کر لیا ہے تجھے بلائے گا اور تیرے ہاتھ، پاؤں اور زبان کاٹ دے گا۔ میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین انجام کار جنت ہے۔ فرمایا تو میرے ساتھ ہے دنیا اور آخرت میں۔ رشید کی بیٹی نے کہا کچھ زمانہ گذرا تھا کہ عبید اللہ بن زیاد [1] (وہ جو کہ اپنے آپ کو غیر باپ یا غیر کی طرف منسوب کرے) ان کی طرف کسی کو بھیجا اور انھیں امیر المؤمنین سے بیزاری و برائت کا حکم دیا تو انھوں نے امتناع و انکار کیا۔ ابن زیاد نے کہا کس طرح تُو چاہتا ہے کہ میں تجھے قتل کروں۔ تو انھوں نے کہا میرے خلیل و دوست نے مجھے خبر دی ہے کہ مجھے تو ان سے بیزاری کا دعوت دے گا اور میں بیزاری اختیار نہیں کروں گا تو تُو میرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ دے گا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں اس کے قول کو جھوٹا بناؤں گا اور کہا اسے لے آؤ۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے لیکن ان کی زبان رہنے دی انھیں اُٹھا کر باہر لے جانے لگے تو میں نے کہا باباجان اپنے اندر ان زخموں سے آپ درد محسوس کرتے ہیں تو کہا اے بیٹا مجھے کوئی درد محسوس نہیں ہوتا مگر اس قدر کہ کوئی شخص لوگوں کے جم غفیر میں پھنس کر دباؤ میں ہو۔ جب ہم انھیں قصر سے باہر لے گئے تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے تو رشید نے کہا کاغذ و دوات لے آؤ تاکہ میں تمہارے لیے وہ کچھ لکھ دوں جو قیامت کے دن تک واقع ہونے والا ہے۔ پس اس نے حجام کو بھیجا کہ جس نے ان کی زبان بھی کاٹ دی اور اسی رات وہ وفات پا گئے۔

اور فضیل بن زبیر سے روایت ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین اپنے اصحاب کے ساتھ برنی (کھجوروں کی ایک عمدہ قسم ہے) بستان کی طرف گئے اور کھجور کے ایک تنا

---

[1] عبید اللہ راوی کا سہو ہے صحیح وہی زیاد ہے۔

کے نیچے بیٹھ گئے اور آپ کے حکم سے اس کی کھجوریں چُنی گئیں تو دہ تازہ اور تر کھجوریں تھیں۔
اور وہ لے کر ان حضرات کے پاس رکھیں۔ رشید ہجری نے کہا اے امیرالمومنین یہ تازہ
کھجوریں اس قدر عمدہ و اچھی ہیں تو آپ نے فرمایا اے رشید تو اس کھجور کے درخت
کے تنے کے ساتھ لٹکایا جائے گا۔ رشید کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ صبح و شام اس درخت
کے پاس جاتا اور اس کو پانی دیتا اور اس کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ حضرت امیرالمؤمنین
نے رحلت فرمائی۔ ایک دن میں اس کھجور کے درخت کے پاس آیا تو دیکھا کہ اس
کی شاخیں کاٹ دی ہیں تو میں نے کہا کہ میری اجل قریب ہو چکی ہے۔ پس ایک دن
میں آیا تو عریف یعنی محلہ کا نقیب میرے پاس آکر کہنے لگا امیر کی دعوت قبول کر۔ امیر
کے پاس میں گیا اور میں قصر الامارہ میں داخل ہوا اس درخت کی لکڑی میں نے دیکھی کہ
وہاں لاکر ڈالی گئی ہے دوسرے دن آیا اس درخت کے دوسرے حصّہ کو میں نے
دیکھا کہ اسے کنوئیں کے دونو اطراف میں نصب کیا ہے اور اس پر چرخی ڈال کر
پانی کھینچ رہے ہیں۔ میں نے کہا میرے دوست نے جھوٹ نہیں بولا۔ پس
(نقیب) آیا اور کہا کہ امیر کی دعوت اور اس کے بلاوے پر آؤ۔ میں آیا اور قصر میں
داخل ہوا اور اس لکڑی کو دیکھا کہ پڑی ہے اور کنوئیں کی چرخی کے پائے کو میں نے
وہاں دیکھا پس میں اس کے قریب گیا اور اس پہ پاؤں مارا اور کہا تو میرے لیے پرورش
کی گئی ہے اور میرے لیے اُگی ہے۔ پس مجھے زیاد کے پاس لے گئے تو اس
نے کہا کہ اپنے صاحب و ساتھی کے کچھ جھوٹ سناؤ۔ میں نے کہا خدا کی قسم نہ میں
جھوٹ بولتا ہوں اور نہ وہ جھوٹے تھے مجھے آنجناب نے خبر دی تھی کہ تو میرے
ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹے گا تو وہ لعین کہنے لگا خدا کی قسم میں اس کی بات کو جھوٹا کر
دیتا ہوں۔ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سے باہر لے جاؤ۔ جب لوگ انہیں باہر لے

گئے تو رشید نے لوگوں کی طرف رُخ کیا اور عجیب و غریب باتیں کرنے لگے اور کہتے تھے " مجھ سے پوچھو کہ میرے پاس اس قوم کا قرض ہے جو انھوں نے وصول نہیں کیا۔ پس ایک شخص زیاد کے پاس گیا اور کہا یہ کونسا کام تو نے کیا ہے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے ہیں اور اس نے لوگوں کو عجیب و غریب باتیں سنانی شروع کی ہیں۔ زیاد نے کہا اسے واپس لے جاؤ۔ ابھی قصر کے دروازے پر پہنچے تھے واپس لے آئے اور اس نے حکم دیا کہ ان کی زبان کاٹ کر انھیں سُولی پر لٹکایا جائے۔

اور شیخ مفید نے زیاد بن نصر حارثی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں زیاد کے پاس تھا کہ اچانک رشید ہجری کو لے آئے۔ زیاد نے ان سے کہا تیرے صاحب یعنی علیؑ نے تجھے کہا ہے کہ ہم تیرے ساتھ کیا کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ ہاں میرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر مجھے سولی پر لٹکاؤ گے۔ زیاد نے کہا خدا کی قسم میں اس کی بات کو جھوٹا کر دوں گا اس کو چھوڑ دو چلا جائے۔ جب رشید نے باہر جانا چاہا تو کہا خدا کی قسم کوئی چیز اس کے لیے اس سے بدتر میں نہیں پاتا کہ جو اس کے صاحب نے خبر دی ہے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو سولی پہ لٹکا دو۔ رشید نے کہا ہیہات (دُور کی بات ہے) ابھی ایک اور چیز بھی رہتی ہے کہ جس کی امیرالمومنین نے مجھے خبر دی ہے۔ زیاد نے کہا اس کی زبان بھی کاٹ دو۔ تو رشید نے کہا کہ اب امیرالمومنین کی خبر پوری ہوئی ہے اور ان کی سچائی کی دلیل ظاہر ہو گئی۔ مترجم کہتا ہے کہ ان کی سزا کی ایک دوسرے سے مشابہت سے تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ایک زمانہ میں عام طور پہ سزائیں ایک جیسی ہوتی ہیں جیسا کہ ہمارے زمانہ میں سولی پر لٹکانا ہے۔ اس وقت ہاتھ پاؤں کاٹنا تھا۔

شہادت حضرت حجر بن عدی عمرو بن حمق (رضی اللہ عنہما)

حُجر (حاء جو نقطہ کے بغیر ہے کی پیش اور جیم کے سکون کے ساتھ) امیرالمؤمنین کے اصحاب اور ابدال میں سے ہیں اور انھیں حجر الخیر کہتے تھے۔ زہد و تقویٰ اور کثرت عبادت اور نماز کے ساتھ مشہور تھے۔

علماء نے حکایت کی ہے کہ ہر شبانہ روز وہ ہزار رکعت نماز پڑھتے اور فضلاء صحابہ میں سے تھے اور صغر سنی کے باوجود ان کے بزرگان میں شمار ہوتے تھے جنگ صفین میں قبیلہ کندہ کے امیر تھے اور جنگ نہروان کے دن امیرالمؤمنین کی فوج کے میسرہ کے رئیس و کمانڈر تھے۔

اور فضل بن شاذان نے کہا ہے کہ وہ بزرگ تابعین اور زہاد و پرہیزگاروں کے رؤساء و سرداروں میں سے تھے۔ جندب بن زہیر قاتل جادوگر اور عبداللہ بن بدیل و حجر بن عدی و سلیمان بن صُرَد و مسیب بن نجبہ و علقمہ و سعید بن قیس اور ان جیسے بہت سے افراد ہیں کہ جنھیں (دشمنانِ دین سے) جنگ سے ختم کر دیا دوبارہ زیادہ ہو گئے یہاں تک کہ امام حسینؑ کے ساتھ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ مغیرہ بن شعبہ جب کوفہ کا گورنر ہوا تو وہ منبر پر کھڑا ہو جاتا اور امیرالمؤمنین حضرت علیؑ ابن ابیطالب اور ان کے شیعوں کی مذمت کرتا اور انھیں گالیاں بکتا اور عثمان کے قتل کرنے والوں پر نفرین و لعنت کرتا اور پروردگار سے عثمان کے لیے طلب مغفرت کرتا اور اسے پاکیزگی کے ساتھ یاد کرتا تو حجر کھڑے ہو جاتے اور کہتے یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء اللہ ولو علی انفسکم۔

"اے ایمان والو قسط و عدل پر برقرار رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنو اگرچہ تمہارے نفس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔"

مَیں گواہی دیتا ہوں کہ وہ شخص کہ جس کی تم مذمت کرتے ہو وہ اس سے برتر و بہتر ہے کہ جس کی مدح کرتے ہو اور جس کو اچھائی کے ساتھ یاد کرتے ہو وہ مذمت کا زیادہ مستحق ہے اس سے کہ جس پر عیب لگاتے ہو، مغیرہ ان سے کہتا اے حجر وائے ہو تم پر اس عمل سے دستبردار ہو جاؤ اور بادشاہ کے غضب اور اس کی سطوت سے ڈرو کیونکہ تجھ ایسے بہت سے مار ڈالے گئے اس کے علاوہ ان سے متعرض نہ ہوتا۔ اس طرح معاملہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن مغیرہ منبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا اور اس کی زندگی کے آخری دن تھے۔ پس اس نے حضرت علیؑ کو گالی دی اور آنجناب اور آپ کے شیعوں پر نفرین و لعنت کی۔ حجر کود پڑے اور بلند آواز سے پکارا کہ جیسے مسجد والوں اور مسجد سے باہر والوں نے سنا، اور اے شخص تو نے نہیں جانا کہ کس شخص کو تو برا بھلا کہتا ہے اور کس قدر تو امیر المومنینؑ کی مذمت پر حریص ہے اور نابکاروں کی تعریف و توصیف پر۔"

سن پچاس ہجری میں مغیرہ ہلاک ہوا (اپنے انجام کو پہنچ گیا) پس بصرہ اور کوفہ دونوں زیاد کے سپرد ہو گئے اور زیاد کوفہ میں آیا۔ اور حجر کی طرف کسی کو بھیجا اور وہ آئے اور اس سے پہلے اس کی ان سے دوستی تھی اور کہا مجھے پتا چلا ہے کہ تو مغیرہ کے ساتھ ساتھ کیا کرتا تھا اور وہ بُردباری سے کام لیتا تھا لیکن میں خدا کی قسم اس قسم کی باتوں کا تحمل نہیں رکھتا اور تو نے مجھے دیکھا ہے اور پہچانا ہے کہ میں علیؑ کا دوست تھا اور ان سے مودت رکھتا تھا لیکن خدا نے اسے میرے سینے سے بدل دیا ہے اور اسے دشمنی اور بغض و کینہ میں بدل دیا ہے اور جو

کچھ تو نے جانا اور پہچانا تھا معاویہ کے کینہ اور دشمنی میں سے اسے پلٹ دیا ہے۔
اور دوستی و مودت میں مبدل کر دیا ہے اگر تم سیدھے رہے تو تیری دنیا و دین سالم
رہ جائیں گے اور اگر دائیں بائیں ہاتھ مارا تو اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے اور تمہارا
خون رائیگاں جائے گا اور میں پسند نہیں کرتا کہ کسی اقدام سے پہلے انتقام لوں
اور سزا دوں اور بغیر کسی چیز کے مؤاخذہ کر دوں۔ خدایا گواہ رہنا۔ تو حجر نے کہا کبھی بھی
امیر مجھ سے نہیں دیکھے گا مگر وہ کچھ کہ جسے پسند کرے اور میں اس کی نصیحت کو قبول
کرتا ہوں اور اس کے ہاں سے باہر چلے آئے اور انتہائی خوف زدہ تھے اور
احتیاط سے کام لیتے اور زیاد انھیں اپنے پاس بلاتا اور انکا احترام کرتا اور شیعہ حجر
کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے اور ان کی باتیں سنتے تھے اور زیاد سردیاں بصرہ
میں گذارتا تھا اور گرمیاں کوفہ میں اور بصرہ میں اس کا قائم مقام سمرہ بن جندب تھا۔
اور کوفہ میں عمرو بن حریث، تو عمارہ بن عقبہ نے زیاد سے کہا کہ حجر کے پاس شیعہ
جاتے ہیں اور اس کی باتیں سنتے ہیں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپ کے باہر
جانے کے وقت یہ شور و غوغا بپا کریں۔ زیاد نے انھیں بلایا خوف دلایا اور سختی سے
ڈرایا دھمکایا اور بصرہ چلا گیا اور عمرو بن حریث کو اپنی جانشینی کے لیے کوفہ میں چھوڑا
اور شیعہ حجر کے پاس جاتے تھے اور وہ خباب آتے یہاں تک مسجد میں بیٹھتے
اور شیعہ بھی ان کے پاس آ بیٹھتے اور مسجد کی تہائی یا آدھا حصّہ گھیر لیتے اور دیکھنے اور
نظارہ کرنے والے ان کے گرد ہوتے۔ چنانچہ مسجد کو پُر کر لیتے پھر وہ زیادہ ہو گئے
اور ان کی صدا و پکار اور شور و غل زیادہ ہو گیا اور انھوں نے معاویہ کی مذمت اور
اسے گالیاں دینے اور زیاد کو بُرا بھلا کہنے کی آواز بلند کی۔ عمرو بن حریث تک یہ
خبر پہنچی تو وہ منبر پر گیا اور شہر کے اشراف و بڑے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔

انہیں اس نے فرمانبرداری کا حکم دیا اور مخالفت سے ڈرایا۔ پس حجر کے ساتھیوں کا ایک گروہ تکبیر کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور برا بھلا کہتا ہوا عمرو بن حریث کے قریب پہنچ گیا اور اسے سنگریزے مارے اور برا بھلا کہا یہاں تک کہ وہ منبر سے اتر آیا اور قصر میں چلا گیا اور اس کا دروازہ بند کر لیا اور یہ خبر زیاد کو لکھ بھیجی۔ جب زیاد کو خط ملا تو اس نے کعب بن مالک کا شعر بطور مثال پڑھا "فلما غدوا بالعرض قال سراتنا، علا م اذا لم نحتع الحرض " "جب وہ صبح کے وقت کھیت میں گئے تو ہمارے سرداروں نے کہا کہ اگر ہم کھیت کی حفاظت نہیں کر سکتے تو پھر کس لیے زراعت کریں"، پھر کہا کہ اگر میں کوفہ کو حجر کی مشکل سے نہیں بچا سکتا اور اس کو دوسروں کے لیے عبرت نہیں بنا سکتا تو میں کچھ بھی نہیں، وائے ہے تیری ماں کے لیے اے حجر میں تجھے بھیڑیے کے پاس بھیجوں گا" لقد سقط بلك العشاء علی سرجان "تجھے رات کے کھانے نے بھیڑیے پر جا گرایا" یہ عبارت ضرب المثل ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص رات کے کھانے کی تلاش میں نکلا اور خود بھیڑیے کی خوراک ہو گیا" پھر وہ کوفہ آیا اور قصر میں داخل ہوا جب باہر نکلا تو سندس کی قبا پہنے ہوئے اور خز سبز کی ردا کندھے پر ڈالے ہوئے تھا اور حجر مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھی ان کے گرد جمع تھے پس زیاد منبر پر گیا اور خطبہ دیا اور لوگوں کو ڈرایا دھمکایا اور اشراف کوفہ کو حکم دیا کہ تم میں سے ہر ایک اس جماعت کے پاس جائے جو حجر کے گرد بیٹھے ہیں اور اپنے بھائی کے بیٹے اور رشتہ اور اپنے قبیلہ کے ہر اس شخص کو کہ جسے کہہ سکتے ہو اور جو تمہاری بات مانتا ہے اپنی طرف بلاؤ تاکہ جتنا کر سکتے ہو اس کے پاس سے لوگوں کو اٹھا لو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور حجر کے ساتھیوں کو اٹھا دیا یہاں تک کہ زیادہ تر لوگ پراگندہ ہو گئے جب

زیاد نے دیکھا کہ لوگوں کی کثرت میں کمی ہو گئی ہے تو شداد بن ہیثم ہمدانی پولیس افسر سے کہا کہ حجر کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ پس شداد ان کے پاس آیا اور کہا امیر کے بُلاوے اور دعوت کو قبول کرو۔ حجر کے ساتھیوں نے کہا: لا و اللہ و لا نعمة عين ۔ نہیں خدا کی قسم اور نہ سر آنکھوں پر (جیسا کہ ایرانی اظہار اطاعت کے مقام پر کہتے ہیں۔ چشم عربی زبان میں اظہار تعزیت کے لیے بھی اور نافرمانی کے لیے بھی کہتے ہیں" نعمة عين ولا نعمة عين " یہ اس کی دعوت و بلاوے کو قبول نہیں کرتے ۔ شداد نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تلوار کی پُشت سے حملہ کرو انھوں نے تلواریں ہاتھ میں لے کر حملہ کر دیا اور تلوار کی پشت سے مار مار کر حجر کو گرفتار کر لیا اور ایک شخص کہ جسے بکر بن عبید کہتے تھے وہ تلوار کی پشت سے عمرو بن حمق کو مارنے لگا چنانچہ وہ گر گئے اور دو شخص ازد قبیلہ کے ابوسفیان بن عویمر اور عجلان بن ربیعہ انھیں اٹھا کر عبیداللہ بن موعد ازدی کے گھر لے گئے اور وہیں چھپے رہے یہاں تک کہ کوفہ سے باہر نکل گئے ۔ باقی رہے حجرؑ تو عمیر بن زید کلبی نے انھیں کہا جو کہ ان کے ساتھیوں میں سے تھا ایسا شخص کہ جس کے پاس تلوار ہو میرے علاوہ نہیں ہے اور اکیلی میری تلوار سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو حجر نے کہا تو اس امر میں تیری کیا رائے ہے اس نے کہا یہاں سے اٹھو اور اپنے گھر والوں میں جاؤ تاکہ آپ کی قوم آپ کی حفاظت کرے چنانچہ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور زیاد منبر پر ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا اور اس نے کہا کہ قبیلہ ہمدان، تمیم، اور بغیض کی اولاد، مذحج، اسد اور غطفان کھڑے ہو جائیں قبیلہ کندہ کے قبرستان کی طرف جا کر وہاں سے حجرؑ کی طرف جائیں اور اسے لے آئیں جب حجرؑ گھر میں پہنچے اور اپنے یار و انصار کی قلت دیکھی تو ان سے کہا تم لوگ

واپس چلے جاؤ کیونکہ تم اس قوم کے مقابلہ کی توانائی نہیں رکھتے جو تم پر اجتماع کر کے آئی ہے اور میں پسند نہیں کرتا کہ تمہیں معرض ہلاکت میں ڈالوں پس وہ چلے گئے تاکہ اپنے گھروں کو پلٹ جائیں۔ مذحج اور ہمدان کے سواروں کی ان سے برخورد ہوئی۔ کچھ دیر زد و خورد کی۔ قیس بن زید اسیر ہو گیا اور باقی افراد بھاگ گئے۔ پس حجر نے قبیلہ کندہ میں سے بنی حرب کی راہ لی۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص کہ جس کا نام سلیمان بن یزید تھا اس کے گھر کے دروازے تک پہنچے اور اس کے گھر میں داخل ہو گئے اور وہ لوگ ان کی تلاش میں سلیمان کے گھر کے دروازے تک پہنچ گئے۔ سلیمان نے اپنی تلوار اٹھا لی اور چاہا کہ باہر آئے اس کی بیٹیاں رونے لگیں اور حجرؓ اسے مانع ہوئے پھر اسی گھر کے ایک روشن دان سے باہر نکلے اور قبیلہ کندہ کی بنی العنبر شاخ کے گھروں کی طرف گئے اور عبداللہ بن حارث مالک اشتر کے بھائی کے گھر میں داخل ہوئے اور عبداللہ ان کے لیے بستر اور فرش بچھائے اور کشادہ روئی اور خوشی سے انھیں قبول کیا اچانک کوئی شخص انکے پاس آیا اور کہا کہ پولیس کے سپاہی محلہ نخع میں آپ کے متعلق پوچھ گوچھ کر رہے ہیں کیونکہ ادما نامی سیاہ رنگ کی کنیز نے انھیں دیکھا تھا اور کہا تھا کہ حجرؓ قبیلہ نخع میں ہے۔ لہٰذا اُن کی طرف جاؤ پس حجر و عبداللہ اس طرح سے کہ کسی شخص نے انھیں نہ پہچانا سوار ہوئے اور رات رات ربیعہ بن ناجذ ازدی کے گھر جا اُترے اور جب پولیس رہ گئی اور ان تک دسترس حاصل نہ کر سکی تو زیاد نے محمد بن اشعث کو بلایا اور کہا خدا کی قسم یا تو حجر کو ہر صورت میں لے آؤ ورنہ میں تمہارا کوئی کھجور کا درخت نہیں چھوڑوں گا مگر یہ کہ اسے کاٹ دوں گا اور تیرا کوئی گھر نہیں چھوڑوں گا مگر اسے ویران کر دوں گا اور اس کے باوجود مجھ سے جان

بچا نہیں سکے اور میں تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ محمد نے کہا مجھے کچھ مہلت دیجئے تاکہ میں اس کو تلاش کر لوں۔ زیاد نے کہا میں تجھے تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر اسے لے آیا تو فبہا ورنہ اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرنا اور محمد کو زندان کی طرف لے گئے اس کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ اسے سختی کے ساتھ کھینچتے تھے۔ پس حجر بن یزید کندی نے جو کہ بنی مرہ کی شاخ سے تھا زیاد سے کہا اس سے ضامن لے کر اسے چھوڑ دو۔ زیاد نے کہا تم ضامن ہوتے ہو اس نے کہا ہاں تب اسے رہا کیا۔ اور حجر بن عدی با شبانہ روز (چوبیس گھنٹے) ربیعہ کے گھر رہے پھر رشید نامی غلام جو اہل اصفہان میں سے تھا ابن اشعث کے پاس بھیجا اور اسے پیغام دیا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ اس ظالم ستمگر جابر۔ دہٹ دھرم نے تجھ سے کیا سلوک کیا ہے اس کے معاملہ میں ڈرو نہیں کیونکہ میں خود تمہارے پاس آ جاؤں گا اور تم اپنے قبیلہ کے چند افراد کے ساتھ اس کے پاس جاؤ اور اس سے خواہش کرو کہ مجھے مہلت دے اور معاویہ کے پاس بھیج دے اور میرے بارے میں معاویہ اپنی رائے دیکھ لے۔ پس محمد بن حجر بن یزید، حجر بن عبد اللہ اور مالک اشتر کے بھائی عبداللہ کو لیا اور یہ اکٹھے زیاد لعین کے پاس گئے اور جو کچھ حجر نے چاہا تھا اس کی زیاد سے درخواست کی۔ زیاد نے قبول کر لیا۔ انھوں نے حجر کی طرف قاصد بھیجا اور انھیں آگاہ کیا وہ آئے اور زیاد کے دربار میں چلے گئے۔ زیاد نے حکم دیا اور انھیں زندان میں لے گئے۔ ان کے بدن پر ہلکا سا لباس تھا جبکہ صبح کا وقت تھا اور سردی تھی اور انھیں دس راتیں قید رکھا اور زیاد حجر کے ساتھیوں کے رؤساء اور سرداروں کی تلاش میں تھا اور بہت زیادہ کوشش کرتا تھا اور بھاگ رہے تھے اور جسے پکڑ سکا اسے گرفتار کر لیا یہاں تک کہ ان میں سے بارہ افراد قید کر دیے گئے اور

رؤساء ارباع (یعنی شہر کے چاروں حصوں کے رؤساء) کو بلایا۔ وہ آئے تو کہا کہ حجر کے خلاف گواہی دو جو کچھ تم نے دیکھا ہے اور وہ عمرو بن حریث، خالد بن عرفطہ قیس بن ولید اور ابوبردہ ابوموسیٰ اشعری کا بیٹا تھے اور انھوں نے گواہی دی کہ حجر فوج جمع کر رہا تھا اور خلیفہ کو علنی گالیاں دیں اور زیاد کو برا بھلا کہا اور ابوتراب کی بے گناہی کا اظہار کیا اور ان کے لیے رحمت کی دعا کی اور ان کے دشمن سے بیزاری کی اور تمام افراد جو حجر کے ساتھ ہیں اس کے ساتھیوں کے سردار اور اس کی رائے اور عقیدہ پر ہیں۔ پس زیاد نے انکی شہادت کو دیکھا تو کہا کہ میں اسے قاطع اور دوٹوک شہادت نہیں سمجھتا اور یہ بھی پسند کرتا ہوں کہ گواہ چار سے زیادہ ہونے چاہئیں۔ پس ابوبردہ نے لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ شہادت ہے کہ جو ابوبردہ بن ابوموسیٰ نے دی ہے عالمین کے پروردگار خدا کے لیے، گواہی دی ہے کہ حجر بن عدی اطاعت سے نکل گیا ہے اور جماعت سے الگ ہوگیا ہے۔ خلیفہ پر لعنت کی ہے اور لوگوں کو جنگ و فتنہ کی دعوت دی ہے اور فوج اکٹھی کر رہا ہے اور انھیں بیعت توڑنے اور امیر... معاویہ کو معزول کرنے دیتا اور خدا کا منکر اور کافر ہوگیا ہے ناحق ورسولخدا کی بنا پر۔ زیاد نے کہا اس طرح شہادت اور گواہی دو۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ اس خیانتکار اور بے عقل وفرد کی گردن اڑا دی جائے پس تین دوسرے محلہ دار کے رؤساء نے بھی ایسی ہی گواہی دی ہے اور لوگوں کو بلایا اور کہا کہ جس طرح چاروں علاقوں کے رؤساء نے گواہی دی ہے وہ بھی دیں۔ پس ستّر افراد نے گواہی دی کہ جن میں اسحاق، موسیٰ اور اسماعیل طلحہ بن عبیداللہ کے بیٹے اور منذر بن زبیر، عمارہ بن عقبہ، عبدالرحمٰن بن ہبار، عمر بن سعد، وائل بن حجر حضرمی، ضرار بن ہبیرہ، شداد بن

منذر جوکہ ابن بزلیعہ کے نام سے مشہور تھا اور حجار بن ابجر عجلی، عمرو بن حجاج، لبید بن عطارد، محمد بن عمیر بن عطارد۔ اسماد بن خارجہ، شمر بن ذی الجوشن، زجر بن قیس جعفی، شبث بن ربعی۔ سماک بن مخرمہ اسدی سماک مسجد والا اور یہ مسجد ان چار مسجدوں میں سے ایک ہے کہ جو کوفہ میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے شکرانے کے طور پہ بنائی گئی تھی۔ دو اور افراد کے نام بھی گواہوں میں انھوں نے لکھے لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ شریح بن حارث قاضی اور شریح بن ہانی شریح بن حارث نے تو کہا کہ مجھ سے حجر کا حال انھوں نے پوچھا تو میں نے کہا وہ ہمیشہ روزہ دار تھا اور راتیں عبادت میں بسر کرتا تھا۔ اور شریح بن ہانی نے کہا مجھ سے پوچھے بغیر انھوں نے میری گواہی لکھی تھی۔ جب مجھے خبر ملی تو میں نے اس کی تکذیب کی۔ پھر زیاد نے یہ شہادت نامہ کثیر بن شہاب اور وائل بن حجر کے سپرد کیا اور انھیں حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ انھیں باہر لے جاؤ۔ رات کو وہ باہر لے جائے گئے اور وہ چودہ افراد تھے۔ اور پاسبان و محافظ ان کے ہمراہ روانہ کئے یہاں تک کہ جب عزرم کے قبرستان تک پہنچے جو کہ کوفہ میں ایک جگہ ہے تو قبیصہ بن ضبیعہ عبسی حجر کے ساتھیوں میں سے ایک جو کہ قیدیوں میں سے تھا کی نگاہ اپنے گھر پر پڑی اچانک اس نے دیکھا اس کی بیٹیاں چھت پر سے دیکھ رہی ہیں تو اس نے وائل اور کثیر سے کہا مجھے گھر کے قریب لے جاؤ تاکہ میں وصیت کر لوں۔ وہ اسے گھر کے قریب لے گئے۔ جب وہ بیٹیوں کے قریب گیا تو وہ رونے لگیں۔ کچھ دیر وہ خاموش رہیں۔ پھر کہا خاموش رہو وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر اس نے کہا خدا سے ڈرو اور صبر و شکیبائی اختیار کرو کیونکہ میں اپنے پروردگار سے اس راستہ

میں خیر کی امید رکھتا ہوں، وہ اچھی چیزوں کی یا میں قتل کیا جاؤں گا جو کہ بہترین سعادت ہے یا سلامتی کے ساتھ تمہارے پاس آؤں گا۔ وہ ذات جو تمہیں روزی دیتی تھی اور تمہارے مخارج کی کفایت کرتی تھی وہ خدا تبارک وتعالیٰ ہے اور وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ تمہیں ضائع نہیں کرے گا اور مجھے تمہاری وجہ سے محفوظ رکھے گا پھر وہ پلٹ آیا اور اس کی قوم اس کے لیے دعا کرتی رہی کہ خدا اسے سلامت رکھے پس وہ گئے مرج عذرا تک جو کہ دمشق سے چند میل پہلے ہے وہاں انھیں ٹھہرایا گیا اور معاویہ نے وائل اور کثیر کی طرف کسی کو بھیجا اور ان دونو کو دمشق لایا ان کا خط کھولا اور اہل شام کے سامنے پڑھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم، معاویہ بن ابوسفیان امیر المومنین کی طرف زیاد بن ابوسفیان کی جانب سے اما بعد خدا نے امیر المؤمنین پر نعمت کو تمام کیا اور ان کے دشمن کو ان کے سپرد کیا اور اہل بغی وسرکشی کی زحمت کی کفایت کی۔ یہ ان گمراہ کرنے والوں ابوتراب کے شیعوں اور برا بھلا کہنے والوں نے کہ جن میں سے حجر بن عدی ہے امیر المومنین کو معزول قرار دیا اور ان کی اطاعت چھوڑ دی ہے اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو گئے ہیں اور جنگ برپا کرنا چاہتے تھے لیکن خدا نے انھیں خاموش کیا ہے اور ہمیں ان پر کامیابی دی ہے اور میں نے شہر کے نیک وصالح اشراف وبزرگان اور عقلمند وخردمندوں اور دینداروں کو بلایا ہے یہاں تک کہ جو انھوں نے دیکھا ہوا تھا اور جو کچھ وہ جانتے تھے اس کی گواہی دی اور ان لوگوں کو میں نے امیر المؤمنین کی طرف بھیجا ہے اور اہل شہر کے پارسا اور نیک لوگوں کی گواہی اس خط کے نیچے لکھی ہے۔ جب معاویہ نے یہ خط پڑھا تو شام کے لوگوں سے کہا ان اشخاص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ یزید بن اسد بجلی نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ انھیں شام کی مختلف بستیوں

بس پراگندہ کردیں تاکہ اہل کتاب کے سرکش لوگ ان کے شر سے کفایت کریں اور حجر نے معاویہ کی طرف کسی شخص کو بھیجا اور کہا کہ امیر سے کہو کہ اس کی بیعت پر قائم ہوں اور اسے میں فسخ نہیں کیا۔ جب حجر کا پیغام معاویہ تک پہنچا تو اس نے کہا کہ زیاد ہمارے نزدیک حجر سے زیادہ سچا ہے پس ہدبہ بن فیاض قضاعی اعور کو دو دوسرے افراد کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ حجر اور ان کے ساتھیوں کو رات کے وقت معاویہ کے پاس لے آئے اور ہدبہ ایک آنکھ سے اندھا تھا۔ کریم بن عفیف خثعمی نے جب اسے دیکھا تو اس نے کہا کہ ہم میں سے آدھے قتل کر دیے جائیں گے اور آدھے نجات پائیں گے۔ پس معاویہ کا قاصد ان کے پاس آیا اور چھ افراد کی رہائی کا فرمان دیا کہ جن کی رؤسائے شام میں سے معاویہ کے اصحاب سرور از میں سے ایک نے ان کی سفارش کی تھی اور دوسرے آٹھ افراد کو روک لیا اور معاویہ کے بھیجے ہوئے اشخاص نے ان سے کہا معاویہ نے حکم دیا ہے کہ ہم علی سے بیزاری اختیار کرنا اور اس پر لعنت کرنا تمہارے سامنے پیش کریں اگر تم نے قبول کر لیا تو تم سے ہم دستبردار ہو جائیں ورنہ تمہیں قتل کر دیں اور امیر.... کہتا ہے کہ تمہارا قتل کرنا ہم پر حلال، تمہارے شہر والوں کی تمہارے خلاف شہادت دینے کی بنا پر لیکن امیر.... نے بخشش کی ہے اور درگذر سے کام لیا ہے تم اس شخص (علیؑ) سے بیزاری اختیار کر دتا کہ تمہیں چھوڑ دے انھوں نے کہا ہم یہ کام نہیں کریں گے پس اس کے حکم سے ان کے زنجیر کھول دیے گئے اور کفن لے آئے وہ سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور ساری رات نماز و عبادت میں گذار دی جب صبح ہوئی تو معاویہ کے ساتھیوں نے کہا گذشتہ رات میں نے تمہیں دیکھا کہ بہت زیادہ نماز تم نے پڑھی اور اچھی دعا کی ہے تو ہمیں بتاؤ کہ عثمان کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے انھوں نے کہا کہ وہ پہلا شخص تھا کہ جس نے

غیر منصفانہ حکم کیا اور غلط رفتار پر چلا تو وہ کہنے لگے امیر۔۔۔ تمہیں بہتر پہچانتے ہیں۔
پس وہ کھڑے ہو گئے اور کہا کیا اس مرد (حضرت علیؑ) سے بیزاری اختیار کرتے ہو۔
انھوں نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم ان کے دوست و محب ہیں تو معاویہ کے قاصدوں میں
سے ہر ایک نے ایک ایک شخص کو پکڑ لیا تاکہ اسے قتل کرے حجر نے ان سے
کہا اتنی مہلت دو کہ ہمیں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ خدا کی قسم میں نے کبھی وضو نہیں کیا
مگر یہ کہ اس کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ انھوں نے نماز پڑھی اور سلام کے بعد کہا
کبھی بھی میں نے اس سے زیادہ مختصر نماز نہیں پڑھی اور اگر اس چیز کا ڈر نہ ہوتا کہ
تم خیال کرو گے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو میں دوست رکھتا تھا کہ زیادہ سے
زیادہ دیر نماز پڑھوں پس ہدبہ بن فیاض اعور ان کی طرف تلوار لے کر بڑھا تو حجر
کے کندھے کانپنے لگے تو ہدبہ نے کہا کہ تو خیال کرتا تھا کہ تو موت سے نہیں ڈرتا
اپنے صاحب (علیؑ) سے بیزاری اختیار کر تاکہ میں تجھے چھوڑ دوں۔ حجر نے کہا کیوں
جزع و فزع نہ کروں جبکہ کھدی ہوئی قبر کھلا ہوا کفن اور کھینچی ہوئی تلوار دیکھ رہا۔
خدا کی قسم اگر چہ میں جزع فزع کرتا ہوں لیکن کوئی ایسی بات نہیں کہتا کہ پروردگار
کو غضب ناک کرے پس اس لعین نے حجر کو قتل کر دیا، رضوان اللہ علیہ!

مؤلف کہتے ہیں کہ یہاں ایک حدیث میرے دل میں آئی ہے کہ حجر امیر المومنینؑ
کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ کے ضرب کھانے کے بعد پس آپ کے سامنے
کھڑے ہو گئے اور کہا فیا اسفی علی المولی التقی ابی الاطھار
حیدرۃ الزکی "پس ہائے افسوس اس مولیٰ پر جو متقی پاکیزہ حضرات
کا باپ حیدر روز کی و پاکیزہ ہے" امیر المومنینؑ نے ان کی طرف دیکھا اور ان کے
اشعار سنے تو فرمایا اس وقت تیری کیا حالت ہو گی جب تجھے مجھ سے بیزاری کی

دعوت دیں گے اور تم کیا کہو گے۔ تو حجر نے کہا اے امیر المومنینؑ اگر مجھے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے ہی کر دیں اور آگ روشن کر کے مجھے اس میں پھینک دیں تو اسے میں آپ سے بیزاری اختیار کرنے پر ترجیح دوں گا۔ آپ نے فرمایا تجھے ہر کار خیر کی توفیق نصیب ہو اور خدا تجھے تیرے پیغمبر کے اہل بیت کی طرف سے جزائے خیر دے اے حجر۔

پھر وہ ملاعین آگے بڑھے اور ایک ایک کر کے حجر کے ساتھیوں کو قتل کرنے لگے یہاں تک کہ چھ افراد شہید ہو گئے۔ عبدالرحمن بن حسان عنزی اور کریم بن عفیف خثعمی رہ گئے تھے انھوں نے کہا ہمیں امیر۔۔۔ کے پاس لے جاؤ اور ہم اس شخص (علیؑ) کے بارے میں وہ کچھ کہیں گے جس کا وہ حکم دے گا تو انھوں نے ان افراد کو معاویہ کے پاس بھیج دیا جب خثعمی معاویہ کے دربار میں داخل ہوا تو اس نے کہا اللہ اللہ! اے معاویہ تو اس فانی گھر سے آخرت کے باقی رہنے والے گھر کی طرف جائے گا اور تجھ سے پوچھیں گے کہ تو نے ہمارا خون کیوں بہایا۔ معاویہ نے کہا علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو اس نے کہا میرا قول تیرے والا قول ہے۔ میں علی کے دین سے بیزار اختیاری کرتا ہوں کہ جس کے ساتھ وہ خدا کی پرستش کرتا تھا اور شمر بن عبداللہ خثعمی اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی سفارش کی جس پر معاویہ نے اسے معاف کر دیا اس شرط کے ساتھ کہ اسے ایک ماہ تک زندان میں رکھے گا اور جب تک معاویہ زندہ ہے وہ کوفے نہیں جائے گا۔

پھر اس نے عبدالرحمن بن حسان کی طرف رُخ کیا اور اس نے کہا اے قبیلہ ربیعہ کے بھائی تم علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آں جناب ان لوگوں میں سے تھے کہ جو زیادہ خدا کا ذکر کرتے ہیں اور امر بالمعروف

اور نہی از منکر کرتے ہیں اور لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرتے ہیں۔ معاویہ نے کہا عثمان کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا وہی پہلا شخص تھا کہ جس نے ظلم وستم کا باب کھولا اور سچائی و راستی کے دروازے بند کیے۔ معاویہ نے کہا تو نے اپنے آپ کو قتل کیا۔ اس نے کہا بلکہ میں نے تجھے قتل کیا۔ پس معاویہ نے اسے زیاد کی طرف واپس بھیجا اور لکھا کہ یہ شخص ان تمام افراد سے بدتر ہے کہ جنھیں تو نے بھیجا ہے اس کو ایسا عقاب و عذاب کر کہ جس کے وہ لائق ہے اور اسے بدترین طریقہ پر قتل کر۔ جب اس مظلوم کو زیاد کے پاس لے آئے تو اسے قیس ناطف کے پاس بھیجا کہ جس لعین نے اسے زندہ درگور کیا پس وہ تمام افراد جو شہید کیے گئے سات افراد تھے (۱) حجر بن عدی (۲) شریک بن شداد حضرمی۔ (۳) صیفی بن شبل شیبانی (۴) قبیصہ بن ضبیعہ عبسی (۵) محرز بن شہاب منقری (۶) کدام بن حیّان عنزی (۷) عبدالرحمن بن حسان عنزی۔ قبیصہ قاف کی زبر کے ساتھ اور ضُبَیعَہ ضاد کی پیش اور باء کی زبر کے ساتھ اور محرز میم کی زیر اور حاء کے ساکن ہونے اور راء کی زبر کے ساتھ اور منقر میم کی زیر نون کے ساکن اور قاف کی زبر کے ساتھ اور کرام کاف کی زیر اور عنز دو زبروں کے ساتھ ہے)

مؤلف کہتا ہے کہ حجر کا شہید ہونا مسلمانوں کی نظر میں بہت عظیم نظر آیا اور انھوں نے معاویہ کی بہت مذمت کی اور اس کا برا منایا۔ ابوالفرج اصفہانی کہتا ہے ابومخنف نے کہا کہ مجھ سے ابن ابوزائدہ نے ابواسحاق سے حدیث کی ہے اس نے کہا کہ میں نے لوگوں سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ پہلی ذلت و رسوائی جو کوفہ کے لوگوں پر آئی وہ حجر کا شہید ہونا اور زیاد کا ابوسفیان سے الحاق اور امام حسینؑ کو شہید کرنا تھا، اور معاویہ اپنی موت کے وقت کہتا تھا مجھ پر دراز و طویل گزرے گا۔ ابن ادبر کی وجہ سے اور اس کی مراد ابن ادبر سے حجر ہے کیونکہ حجر کے باپ عدی کو ادبر کہتے

تھے اس لیے کہ تلوار لگنے سے ان کی سر پن پر زخم ہو گیا تھا اور حکایت ہوئی ہے کہ ربیع بن زیاد حارثی خراسان کا گورنر تھا جب اس نے حجر اور ان کے ساتھیوں کے شہید ہونے کی خبر سنی تو موت کی آرزو کی اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا خدایا اگر تیرے ہاں میرے لیے خیر ہے تو جلدی میری جان لے لے اور اس کے بعد وہ مر گیا ابن اثیر کامل میں کہتا ہے۔ حسن بصری نے کہا معاویہ میں چار ایسی خصلتیں ہیں کہ اگر ان میں سے صرف ایک بھی ہوتی تو اس کی ہلاکت کے لیے کافی تھی۔ تلوار سے اس کا اس امت کی گردن پر سوار ہونا یہاں تک کہ امر خلافت پر قابض ہو گیا بغیر کسی کے مشورے کے حالانکہ بقیہ صحابہ اور صاحبان فضل امت کے درمیان بہت سے موجود تھے اور اس نے اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنا دیا جو کہ ہمیشہ مست اور شراب خوری میں رہتا تھا اور ریشم کا لباس پہنتا اور طنبورہ بجاتا تھا اور زیاد کو اپنے ساتھ ملحق کر لیا حالانکہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا تھا الولد للفراش وللعاہر الحجر بچہ صاحب فراش (شوہر) کا ہے اور زانی کے منہ پتھر ہے اور حجر اور اس کے ساتھیوں کو شہید کیا وائے ہے اس کے لیے حجر اور اس کے ساتھیوں کی وجہ سے۔

کہتے ہیں پہلی ذلت و خواری جو کوفہ میں داخل ہوئی حسن بن علیؑ کی وفات اور حجر کا قتل ہونا اور زیاد کو زبردستی ابوسفیان کا بیٹا بنا دینا۔

اور ہند بنت زید انصاریہ جو کہ ایک شیعہ خاتون تھی اس نے حجر کے مرثیہ میں کہا ترفع ایھا القمر المنیر تبصر ھل تری حجرا یسیر "بلند ہو اے روشن چاند اور دیکھ کیا تجھے حجر چلتے ہوئے نظر آ رہا ہے۔ مترجم کہتا ہے ابو حنیفہ دینوری اخبار الطوال میں کہتا ہے جب زیاد نے حجر اور اس کے ساتھیوں کو ایک سو سپاہیوں کے ساتھ کوفہ سے معاویہ کی طرف روانہ کیا تو حجر کی ماں نے یہ

اشعار کہے، اترفع ایہا القمر المنیر، ترفع فحل تری حجرا یسیر، الا ویا حجر حجر بنی عدی تلقتك البشارۃ والسرور، وان تبلك فکل عمید قوم، من الدنیا الی یلك یصیر۔
بلند ہوا اے روشنی دینے والے چاند، بلند ہو گیا تو حجر کو چلتے ہوئے دیکھ رہا ہے اے حجر جو کہ بنی عدی کا حجر، تجھے بشارت اور خوشی نصیب ہو اور اگر تو اس دنیا سے چل بسا تو ہر قوم کا سردار دنیا سے موت کی وادی میں جاتا ہے۔ اور ان اشعار کے مضامین دینوری کی بات سے مناسبت رکھتے ہیں۔

مؤلف کہتا ہے کہ مورخین نے حجر کی شہادت کے سلسلہ میں گذشتہ بیان کے علاوہ بھی کہا ہے کہ زیاد جمعہ کے دن خطبہ دے رہا تھا اس نے خطبہ کو طول دیا اور نماز میں دیر ہو گئی۔ حجر بن عدی نے کہا الصلٰوۃ یعنی نماز کا وقت ہے لیکن زیاد نے اس طرح خطبہ جاری رکھا جب حجر کو خوف لاحق ہوا کہ نماز کا وقت گذر جائے گا تو زمین پر ہاتھ مار کر مٹھی بھر سنگریزے اٹھائے اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی ان کے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ زیاد نے جب یہ دیکھا تو منبر سے اتر کر لوگوں کو نماز پڑھانے لگا اور یہ خبر معاویہ کو لکھ بھیجی اور حجر کے بارے میں بہت زیادہ بدگوئی کی۔ معاویہ نے زیاد کو لکھا کہ اسے زنجیر پہنا کر معاویہ کی طرف بھیج دے۔ جب زیاد نے چاہا کہ انھیں گرفتار کرے تو ان کی قوم ان کی مدد کرنے کے لیے ان کی حفاظت کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تو حجر نے ان سے کہا کہ ایسا نہ کرو (زیاد اور اس کے کارندوں سے کہا) سمعاً و طاعۃً میں حکم ماننے کو تیار ہوں انھیں زنجیر پہنا کے معاویہ کی طرف انھوں نے انھیں بھیج دیا جب وہ معاویہ کے ہاں گئے تو کہا السلام علیك یا امیر ....

میں امیر المومنین ہوں خدا کی قسم میں تجھے معاف نہیں کروں گا اور نہ ہی تم مجھ سے معذرت خواہی کرو اس کو باہر لے جاؤ اور اس کا سر اڑا دو۔ حجر نے ان سے کہا کہ مجھے اتنی مہلت دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ حجر نے جلدی سے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم خیال کرو گے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں جبکہ میں بالکل اس سے ہراساں نہیں ہوں تو نماز کو طول دیتا اور اپنے رشتہ داروں سے کہا کہ جو وہاں موجود تھے۔ میرے زنجیر اور بیڑیاں نہ نکالنا اور میرے خون کو نہ دھونا کیونکہ میں کل (قیامت کے دن) معاویہ سے شاہراہ پر ملاقات کرونگا۔

اور اسد الغابہ میں کہتا ہے کہ حجر دو ہزار پانچ سو (درہم) کا عطیہ لیتے تھے اور ان کی شہادت ۵۱ھ میں ہوئی اور ان کی قبر مقام عذرا میں مشہور ہے اور وہ مستجاب الدعا شخص تھے۔

مولف کہتے ہیں کہ جو خط مولانا ابو عبداللہ حسینؑ نے معاویہ کو بھیجا تھا منجملہ اس نے لکھا کیا تو حجر بن عدی کندی کا نماز گذاروں اور عابدوں سمیت قاتل نہیں کہ جو ظلم کو ناپسند کرتے اور بدعتوں کو عظیم شمار کرتے تھے اور راہ خدا میں کسی ملامت کرنے والے کی سرزنش سے نہیں ڈرتے تھے تو نے انھیں ظلم و ستم اور بغض و کینہ کے ساتھ قتل کیا باوجود سخت قسم کی قسمیں کھانا اور مستحکم عہد و پیمان باندھنے کے کہ انھیں آزار و تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔

عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ کی شہادت

باقی رہے عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ حجر کے ساتھ مسجد میں تھے اور وہاں سے بھاگ نکلے اور قبیلہ ازد کے ایک شخص عبیداللہ

بن موعد نامی کے گھر میں جا چھپے پس رفاعہ بن شداد کے ساتھ مخفیانہ طور نکل کر مدائن چلے گئے اور وہاں سے موصل جا کر ہستانی علاقہ میں رہنے لگے۔ وہاں کے دیہات کا عامل قبیلہ ہمدان کا عبید اللہ بن ملتعہ نامی شخص تھا ان دو افراد کی اسے خبر ملی وہ چند سواروں اور اس بستی کے لوگوں کے ساتھ ان کی طرف آیا وہ دونوں پہاڑ سے باہر نکلے۔ عمرو کا پیٹ جلندھر (جس سے پیاس کی ہر وقت شدت رہتی ہے) کی وجہ سے سوُج گیا تھا اور ان کے جسم میں طاقت باقی نہیں رہی تھی۔ لیکن رفاعہ طاقت ور جوان تھا اور تیز رفتار گھوڑا اس کے پاس تھا وہ اس پر بیٹھ گیا اور عمرو سے کہا کہ میں آپ سے دفاع کرتا ہوں۔ عمرو نے کہا تیرا قتل ہو جانا مجھے کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ اپنے آپ کو بچا کر نکل جاؤ لیکن اس نے سواروں پر حملہ کر دیا چنانچہ اسے راستہ مل گیا اور اس کا گھوڑا جلدی اس جماعت سے نکال کر باہر لے گیا۔ گھڑ سوار اس کے پیچھے لگ گئے وہ تیر انداز شخص تھا جو سوار اس کے نزدیک جاتا وہ اسے تیر مار کر گرا دیتا اور زخمی کر دیتا تھا یا اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیتا۔ لہٰذا سوار اس سے واپس آ گئے۔ باقی سرگزشت رفاعہ کی انشاء اللہ اس کے بعد بیان کی جائے گی۔

عمرو بن احمق کو انھوں نے گرفتار کر لیا اور پوچھا کہ تو کون ہے انھوں نے کہا کہ وہ شخص ہوں کہ اگر تم اسے چھوڑ دو تو تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ اسے قتل کر دو لیکن اپنا نام نہ بتانا۔ وہ انھیں موصل کے حاکم کے پاس لے آئے اور وہ عبدالرحمن بن عثمان ثقفی معاویہ کا بھانجا اور ابن ام الحکم کے نام سے مشہور تھا اس نے یہ خبر معاویہ کو لکھ بھیجی۔ معاویہ نے جواب بھیجا کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس نے خود اقرار کیا ہے کہ اس نے عثمان کے بدن پر نو نیزے مارے

تھے لہٰذا اس سے تجاوز نہ کیا جائے وہی نو نیزے اس کے بدن پر مارے جائیں۔
پس انھوں نے ایسا ہی کیا۔ عمرو پہلے یا دوسرے نیزہ کے وار سے شہید ہو گئے،
اور ان کا سر کاٹ کر معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ اسلام میں یہ پہلا سر ہے کہ جو ایک جگہ
سے دوسری جگہ بھیجا گیا۔

مؤلف کہتے ہیں کہ یہ تو اہل سیر و تواریخ سے منقول ہے باقی رہیں ہماری احادیث
تو شیخ کشی نے روایت کی ہے کہ حضرت پیغمبر اکرمؐ نے ایک سریّہ بھیجا یعنی لشکر بھیجا کہ
جس کے ہمراہ آپ خود نہیں تھے اور فرمایا کہ فلاں رات تم راستہ بھول جاؤ گے بائیں
طرف جانا تو ایک شخص کے پاس سے گذرو گے کہ جس کے پاس چند بھیڑ بکریاں ہیں
اس سے راستہ پوچھنا وہ تمہیں اس وقت تک راستہ نہیں بتائے گا جب تک اس
کے ہاں کھانا نہیں کھاؤ گے پس وہ تمہارے لیے ایک مینڈھا ذبح کرے گا اور
تمہیں کھلائے گا پھر اٹھ کر تمہیں راستہ بتائے گا تم اس کو میرا سلام کہنا اور اس کو آگاہ
کرنا کہ میں نے مدینہ میں ظہور کیا ہے۔ وہ لوگ گئے اور راستہ بھول گئے لیکن وہ
اس مرد سے پیغمبر کا سلام پہنچانا بھول گئے اور وہ شخص عمرو بن حمق ہی تھا۔ اس نے
ان سے کہا کہ کیا مدینہ میں نبی اکرمؐ کا ظہور کیا ہے انھوں نے کہا کہ ہاں پس وہ
مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور پیغمبرؐ سے ملاقات کی اور جتنا خدا نے چاہا آنحضرت کی
خدمت میں رہا پھر آنحضرت نے اس سے کہا جہاں تو رہتا تھا وہیں پلٹ جا جب
امیرالمؤمنین علیہ السلام کوفہ جائیں تو ان کے پاس جانا۔ پس وہ شخص اپنی جگہ واپس
لوٹ گیا۔ یہاں کہ امیرالمؤمنین علیہ السلام کوفہ آئے تو آنجناب کی خدمت میں پہنچا
اور کوفہ میں رہ گیا۔ امیرالمؤمنین نے جب اس سے پوچھا کہ یہاں تیرا گھر ہے
تو اس نے کہا جی ہاں فرمایا اس کو بیچ دے اور محلہ ازد میں مکان حاصل کر کیونکہ

میں کل تم سے چلا جاؤں گا اور جب تمہیں گرفتار کرنا چاہیں گے تو از د قبیلہ مانع ہوگا یہاں تک کہ تو کوفہ سے جب موصل جائے ایک زمین گیر شخص کے پاس سے گذرے گا اس کے پاس بیٹھے گا اور اس سے پانی مانگے گا اور وہ تجھے پانی دے گا اور تجھ سے تیرے حالات پوچھے گا تو اس کو آگاہ کرنا اور اسے اسلام کی طرف دعوت دینا وہ مسلمان ہو جائے گا اور اپنے ہاتھ اس کے زانوؤں پر مسح کرنا خداوند تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور کر دے گا اور وہ اُٹھ کھڑا ہوگا اور تیرے ساتھ چل پڑے گا پھر ایک نابینا کے قریب سے تیرا گذر ہوگا جو راستہ پر بیٹھا ہوگا اس سے تم پانی مانگو گے وہ تمہیں پانی دے گا اور پھر وہ تمہارے کام کے بارے میں پوچھے گا تو اسے اپنا کام بتانا اور اسے اسلام کی طرف دعوت دینا وہ اسلام لے آئے گا اور اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا خدائے عزوجل اسے بینا کر دے گا اور وہ بھی تیرے پیچھے ہو لے گا اور یہ دونو افراد تیرے بدن کو زیر خاک دفن کریں گے۔ اس کے بعد کچھ سوار تیرے پیچھے آئیں گے۔ جب تو اس اس قسم کی جگہ پر قلعہ کے نزدیک پہنچے گا۔ تو سوار تیرے قریب آن پہنچیں گے تو گھوڑے سے اُتر کر غار کے بیچ اندر چلے جانا اور فاسقین جن و انس تیرے شہید کرنے میں شریک ہوں گے جو کچھ امیر المؤمنین نے کہا تھا وہ حالات آئے اور انھوں نے وہی کچھ کیا جو کچھ امیر المؤمنین نے فرمایا تھا جب عمرو اس قلعہ تک پہنچے تو ان دونوں مردوں سے کہا اوپر جا کر دیکھو کوئی چیز نہیں نظر آتی ہے وہ گئے اور کہا چند سوار ہماری طرف آرہے ہیں عمرو گھوڑے سے اُتر آئے اور غار کے اندر چلے گئے اور ان کا گھوڑا بھاگ گیا جب غار میں داخل ہوئے تو سیاہ سانپ نے انھیں ڈس گیا اور وہ سوار آن پہنچے تو ان کے گھوڑے کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ یہ اس کا گھوڑا ہے وہ بھی یہیں نزدیک

ہے۔ پس انھیں تلاش کرنے لگے اور انھیں غار میں پایا جس قدر ہاتھ ان کے بدن پر لگاتے ان کا گوشت بدن سے الگ ہو جاتا۔ ان کا سر لے کر معاویہ کے پاس گئے اور اس نے انھیں نیزہ پر نصب کیا اور یہ پہلا سر ہے اسلام میں کہ جو نیزہ پر نصب ہوا۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کی شہادت کے ذکر میں آئے گا کہ زاہر عمرو بن حمق کا غلام جو آنجناب کے ساتھ شہید ہوا وہی تھا کہ جس نے عمرو کی لاش کو سپرد خاک کیا تھا۔ تتمتہ المنتہیٰ میں کہا ہے کہ عمرو بن الحمق (بروزن کَتِف) بن کاہن بن حبیب بن عمرو بن قین بن زراح بن عمرو بن سعد بن کعب بن عمر بن ربیعۃ الخزاعی نے صلح حدیبیہ کے بعد پیغمبر اکرمؐ کی طرف ہجرت کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ فتح مکہ والے سال اسلام لائے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے وہ پیغمبر کی صحبت میں رہے اور ان سے کئی احادیث بھی حفظ کی ہیں۔

ناشرہ نے عمرو بن حمق سے روایت کی ہے کہ انھوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانی پلایا تو آنحضرتؐ نے اس کے حق میں دعا کی

خدایا! اسے جوانی سے برخوردار اور نفع مند قرار دے وہ اسی سال زندہ رہے لیکن ان کی داڑھی میں سفید بال نظر نہ آیا اور پیغمبر اور حضرت علی علیہ السلام کے پیروکاروں اور شیعوں میں ہوئے اور تمام جنگوں جمل، صفین اور نہروان میں آنجناب کی معیت میں رہے اور حجر بن عدی کی نصرت کے لیے قیام کیا اور ان کے ساتھیوں میں سے تھے۔ زیاد کے خوف سے عراق سے موصل نکل گئے اور موصل کے قریب ایک غار میں جا چھپے۔ موصل کے گورنر نے اپنے سپاہی انھیں گرفتار کرنے کے لیے بھیجے۔ انھوں نے غار میں انھیں مردہ پایا کیونکہ

سانپ نے انھیں ڈس لیا تھا لہٰذا وہیں فوت ہو گئے۔ شہر موصل کے باہر ان کی قبر مشہور ہے۔ لوگ ان کی زیارت کو جاتے ہیں اور ان کی قبر پر قبہ بنایا گیا ہے۔

ابوعبداللہ سعید بن حمدان سیف الدولہ اور ناصر الدولہ کے چچازاد بھائی ماہ شعبان ۳۳۶ھ اس کی تعمیر کا آغاز کیا اور شیعہ و اہلسنت کے درمیان اس کی عمارت کی وجہ سے فتنہ و فساد کھڑا ہو گیا۔ اور رجال کشی میں لکھا ہے کہ وہ امیر المؤمنین کے حواریوں میں سے ہیں اور ان سابقین میں سے ہیں کہ جو آنجناب کی طرف پلٹ آئے۔

اور کتاب اختصاص سے منقول ہے کہ وہ امیر المؤمنین کی طرف سبقت کرنے اور آپ کے مقربین کے ذکر میں کہتا ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی جعفر بن حسین نے محمد بن جعفر مؤدب سے کہ صحابہ میں سے چار ارکان سلمان، مقداد، ابوذر اور عمار ہیں اور تابعین میں سے آنجناب کے مقرب اویس بن انیس قرنی ہیں وہ کہ خدا جس کی شفاعت ربیعہ و مصر کے دو قبیلوں میں قبول کرے گا اگر وہ شفاعت کرے اور عمرو بن حمق ہے۔ اور جعفر بن حسین نے کہا امیر المؤمنین کے نزدیک ان کی قدر و منزلت اسی طرح تھی کہ جس طرح کی سلمان رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رکھتے تھے، رشید ہجری۔ میثم تمار، کمیل بن زیاد نخعی، قنبر امیر المؤمنین کے غلام اور عبداللہ بن یحییٰ کہ جنھیں امیر المؤمنین جنگ جمل کے دن فرمایا اے فرزند یحییٰ تجھے اور تیرے باپ کو میں خوشخبری دیتا ہوں کہ تم شرطۃ الخمیس میں سے ہو۔ خداتعالیٰ نے آسمان میں تمہیں اس نام سے پکارا ہے۔ مترجم کہتا ہے شرطۃ الخمیس فوج کے پاسبان ہیں کہ جنھیں ہمارے زمانہ میں قلعہ سعلی یا ذربان (قلعدار۔ ملٹری پولیس) کہتے ہیں اور یہ گروہ سپہ سالار کے نزدیک تمام افراد لشکر کی نسبت زیادہ امین و ثقہ ہوتے ہیں اور لشکر کا انتظام انھیں کے

پسر دہوتا ہے۔ امیرالمؤمنین اپنے مخلص اور امین دوستوں دمحبوں کو شرطۃ الخمیس کا نام دیتے تھے) جندب بن زہیر عامری اور بنو عامر حضرت علی علیہ السلام کے مخلص شیعہ تھے جیساکہ حبیب بن مظاہر اسدی، حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی مالک بن حارث اشتر المعلم الازدی (جوکہ قبیلہ ازد کے نشان تھے) ابوعبداللہ جدلی جویریہ بن مسہر عبدی، اور اسی کتاب سے مروی ہے کہ عمرو بن حمق نے امیرالمؤمنین علیہ السلام سے کہا خدا کی قسم میں آپ کے پاس اس لیے نہیں آیا کہ آپ مجھے کوئی مال و دولت دیں یا کوئی مقام و منصب کہ جس سے میری شہرت ہو اور میں مشہور ہوجاؤں بلکہ اس لیے کہ آپ رسولخدا کے چچازاد بھائی اور تمام لوگوں سے زیادہ اولیت دحق رکھتے ہیں اور جناب فاطمہ زنان عالم کی سردار کے شوہر ہیں اور رسولخدا کی ذریت کے باپ ہیں اور اسلام میں آپ کا عصہ ہر مہاجر د انصار سے زیادہ ہے خدا کی قسم اگر آپ مجھے حکم دیں کہ بلند پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے اکھیڑ کر دوسری جگہ لے جاؤں اور بڑے بڑے سمندروں کا پانی کھینچ کر باہر پھینکوں تو میں یہی کام مسلسل کرتا رہوں یہاں تک کہ مجھے موت آجائے اور میرے ہاتھ میں ایسی تلوار ہے کہ جس سے آپ کے دشمن کو میں سراسیمہ اور بے آرام کردوں اور آپ کے دوست کو اس سے قوت و طاقت بخشوں تاکہ خدا تعالیٰ آپ کے پائے کو بلند کرے، اور آپ کی حجت کو واضح و آشکار کرے پھر بھی میں گمان نہیں رکھتا کہ جو کچھ آپ کا حق ہے اس کو میں نے ادا کیا ہو امیرالمؤمنین نے دعا دی اللّٰھم نور قلبہ واھدہ الی صراط مستقیم۔ خدایا اس کے دل کو منور و روشن کردے اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرما، کاش میرے شیعوں میں تجھ ایسے سو افراد ہوتے۔!

اور اسی کتاب سے عمرو حمق اور اس کے اسلام لانے کی ابتداء کے واقعہ میں ہے کہ وہ اپنے قبیلہ کے اونٹ چرایا کرتے تھے اور اس قبیلہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عہد و پیمان تھا آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ عمرو کے قریب سے گزرے۔ آنحضرت نے انھیں کسی سریہ و جنگ پر بھیجا تھا۔ انھوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ہم توشہ اور زاد راہ نہیں رکھتے اور راستہ بھی نہیں جانتے۔ فرمایا کہ ایک خوب رو شخص سے تمہاری ملاقات ہو گی جو تمہیں کھانا کھلائے گا اور سیراب کرے گا اور تمہاری راہنمائی کرے گا اور وہ اہل بہشت میں سے ہے۔ اس کے بعد ان صحابہ کے عمرو پر وارد ہونے عمرو کے ان کو گوشت کھلانے و دودھ پلانے اور رسولخدا کی بارگاہ میں حاضر ہونے، آنحضرت کی بیعت کرنے اور اسلام لانے کو ذکر کیا یہاں تک کہا ہے کہ جب خلافت کا معاملہ معاویہ کے ہاتھ میں پہنچا تو موصل کے شہر زور میں لوگوں سے کنارہ کش ہو گئے۔ معاویہ نے ان کی طرف لکھا اما بعد خدا نے آگ بجھا دی اور فتنہ خاموش ہوا اور عاقبت و انجام پرہیزگاروں کو نصیب فرمایا تم اپنے ساتھیوں سے زیادہ دور نہیں ہو اور تمہارا کام ان سے زیادہ قبیح اور برے اثر والا نہیں۔ ان سب نے کام کو اپنے اوپر آسان کر لیا ہے اور میری فرمانبرداری میں جلدی داخل ہو گئے ہیں تو نے بہت زیادہ دیر کر دی ہے تو بھی اس میں داخل ہو جا کہ جس میں سب داخل ہو گئے ہیں تاکہ وہ تیرے گذشتہ گناہوں کو پاک کر دے اور تیرے اچھے اور نیک کام جو پرانے ہو گئے ہیں زندہ اور تازہ ہو جائیں اور شاید میں تیرے لیے اس شخص سے بدتر نہ ہوں کہ جو مجھ سے پہلے تھا۔ اگر تم اپنے اوپر رحم کرو، پرہیز کرو، اپنا بچاؤ کرو اور نیکوکاری سے کام لو تو ہمارے پاس امن و امان کے ساتھ خدا تعالے اور

اس کے رسول کی ذمہ داری میں محفوظ حسد کے زنگ کو دل سے ہٹائے اور کینہ کو سینہ سے دور کرتے ہوئے " وکفیٰ باللہ شہیدا " اور اللہ گواہی کے لیے کافی ہے۔ عمرو بن حمق اس کے پاس نہ گئے تو معاویہ نے کسی کو بھیجا اور اس نے انھیں شہید کر دیا اور ان کا سر لے آیا وہ سر عمرو کی زوجہ کے پاس لے گئے اور اس کے دامن میں رکھ دیا تو خاتون کہنے لگی۔ طویل مدت تک تم نے انہیں مجھ سے دور رکھا اب ان کو شہید کر کے بطور تحفہ لائے ہو۔ اہلاً وسہلاً میں اس ہدیہ کو ناپسند نہیں کرتی اور وہ بھی مجھے ناپسند نہیں کرتے تھے۔ اے قاصد میری یہ بات معاویہ تک پہنچا دینا اور کہنا کہ خدا ان کے خون کا بدلہ لے گا اور بہت جلدی اپنا عذاب معاویہ پر نازل کرے گا کیونکہ اس نے بہت برا کام کیا ہے ایک پارسا اور پرہیزگار شخص کو اس نے قتل کیا ہے پس جو کچھ میں نے کہا ہے معاویہ سے کہہ دینا۔ پس قاصد نے معاویہ کو کہہ سنایا جو کچھ اس خاتون نے کہا تھا۔ معاویہ نے اس خاتون کو اپنے پاس بلا بھیجا اور کہا کہ تو نے یہ بات کہی ہے۔ اس نے کہا ہاں میں اپنی کہی ہوئی بات سے نہیں پھرتی اور معذرت نہیں کرتی۔ معاویہ نے کہا میرے شہروں سے نکل جا۔ اس خاتون نے کہا ایسا ہی کروں گی کیونکہ یہاں میرا وطن نہیں ہے اور میں زندان و قید خانے میں رغبت نہیں رکھتی۔ اس ملک میں میں نے بہت سی راتیں بیداری میں کاٹی ہیں اور بہت آنسو بہائے ہیں۔ اور میرا قرضہ زیادہ ہو گیا اور میری آنکھوں کو ٹھنڈک نہیں مل سکی۔

عبداللہ بن ابو سرح نے معاویہ سے کہا اس منافق عورت کو اس کے شوہر سے ملحق کر دیجئے۔ اس خاتون نے اس کی طرف دیکھا اور کہا اے وہ شخص کہ جس کے دو جبڑوں کے درمیان مینڈک بیٹھا ہے کیا تو نے اس شخص کو قتل نہیں کیا کہ جس

نے تجھے خلعت پہنائی تھی اور تجھے رداء وکساء پہنائی تھی دیا تجھے درہموں کی تھیلی دی تھی دین سے باہر نکلنے والا اور منافق تو وہ شخص ہے جو غلط اور نادرست بات کرے اور جس بندوں کو اپنا رب اور پروردگار بنایا ہوا اور جس کا کافر ہونا قرآن میں نازل ہوا ہے پس معاذ نے اپنے دربان کو اشارہ کیا کہ اس عورت کو باہر لے جاؤ اس خاتون نے کہا تعجب ہے ہند کے بیٹے سے کہ جو انگلی سے میری طرف اشارہ کرتا ہے اور تیز و تلخ باتوں سے مجھے بات کرنے سے روکتا ہے خدا کی قسم حاضر جوابی کے ساتھ اور فولاد کی طرح تیز کلام سے میں اس کے دل کو شگاف کر دوں گی کیا میں آمنہ بنت رشید (یا شرید) نہیں ہوں ہمارے مولا ابا عبداللہ حسین کے خط میں ہے کہ جو آپ نے معاویہ کو لکھا کیا تو تو عمرو بن حمق کا قاتل نہیں۔ رسول خدا کے صحابی اور اس پارسا بندے کا کہ جسے عبادت نے دبلا کر دیا تھا اور اس کے جسم کو لاغر و نزار اور اس کے رنگ کو زرد کر دیا تھا۔ بعد اس کے کہ تو نے اسے امان دی اور اس سے محکم عہد و پیمان باندھے کہ اگر پرندے کو اس قسم کی امان دے تو وہ بھی پہاڑ سے اتر کر تیرے پاس آجائے پھر اسے قتل کر دیا اور اپنے پروردگار کے سامنے جسارت اور جرأت کی اور اس عہد و پیمان کو خفیف و ہیچ سمجھا۔

شہادت حضرت کمیل بن زیاد نخعی

مترجم کہتا ہے مناسب ہے یہاں کمیل بن زیاد نخعی کا ذکر کہ جو امیرالمؤمنین کے دوستوں اور آپ کے شیعوں میں سے تھے اور آنجناب نے ان کے شہید ہونے کی خبر دی تھی اور اسی طرح ہوا کہ جیسے آپ نے فرمایا تھا اور ان کے حالات کی تفصیل کا خلاصہ اس طرح ہے۔

کمیل بن زیاد نخعی اٹھارہ سال کے تھے جب پیغمبر نے رحلت فرمائی

اور وہ ایک شریف انسان تھے۔ علماء اہلسنت نے انھیں ثقہ اور امین شمار کیا ہے اور وہ رؤساء شیعہ میں سے تھے۔ جنگ صفین میں امیر المومنین کے ہمرکاب تھے۔ اعمش سے روایت ہوئی ہے کہ ہیثم بن اسود ایک دن حجاج بن یوسف کے پاس گیا۔ حجاج نے اس سے پوچھا کمیل کا کیا حال ہے اس نے کہا سالخوردہ بوڑھا اور خانہ نشین ہے وہ بہت زیادہ بڈھا کھوسٹ ہو گیا ہے۔ حجاج نے انھیں بلا کر پوچھا تو نے عثمان کے ساتھ کیا کیا انھوں نے کہا کہ عثمان نے مجھے تھپڑ مارا تھا میں نے چاہا کہ قصاص و بدلہ لوں تو وہ تسلیم ہو گیا اور میں نے اسے معاف کر دیا اور قصاص نہیں لیا۔

اور جریر نے مغیرہ سے روایت کی ہے کہ حجاج نے کمیل کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجا تو وہ بھاگ گئے تو اس نے اس کی قوم کو عطا سے محروم کر دیا اور ان کا شاہرہ کاٹ دیا جب کمیل نے یہ دیکھا کہ اپنے آپ سے میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری عمر آخر کو پہنچ گئی ہے لہٰذا مناسب نہیں کہ میں اپنی قوم کے افراد کو عطا سے محروم کر دوں پس خود بخود حجاج کے پاس آئے جب حجاج نے انھیں دیکھا تو کہا میں دوست رکھتا تھا کہ تجھے نیکوکار دیکھوں۔ کمیل نے کہا کہ میری عمر تھوڑی رہ گئی ہے جو چاہو حکم کرو کیونکہ وعدہ گاہ خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور امیر المومنین نے مجھے خبر دی کہ تو مجھے قتل کرے گا۔ حجاج نے کہا ہاں تم منجملہ ان افراد کے ہو کہ جنھوں نے عثمان کو قتل کیا ہے اس کی گردن اڑا دو پس ان کی گردن اڑا دی گئی۔ یہ ۸۲ھ بیاسی ہجری کی بات ہے اس بناء پر ان کی عمر نوّے سال تھی۔ امیر المومنین کے غلام قنبر کو بھی حجاج نے شہید کیا تھا آنجناب کی دوستی و محبت کی بناء پر اور اس کی تفصیل کتاب ارشاد میں درج ہے۔

دسویں فصل

شہادت فرزندانِ حضرت مُسلم

شیخ صدوق رحمہ اللہ نے امالی میں روایت کی ہے اپنے والد علی بن ابراہیم سے انھوں نے اپنے والد ابراہیم بن رجاء سے علی بن جابر سے عثمان بن داؤد ہاشمی سے، محمد بن مسلم سے حمران بن اعین سے ابو محمد نامی سے کہ جو اہل کوفہ کے مشائخ میں سے تھا۔ اس نے کہا جب حسین بن علی علیہما السلام شہید ہو گئے تو آپ کی لشکر گاہ سے دو چھوٹے سے بچے اسیر و قید ہوئے اور انھیں عبید اللہ کے پاس لے آئے۔ عبید اللہ نے زندانبان کو بلایا اور کہا ان دو بچوں کو لے جا کر اپنے پاس رکھو۔ اچھا کھانا اور ٹھنڈا پانی انھیں نہ دینا اور زندان میں ان پر سختی و تنگی کرنا۔

وہ دونوں شہزادے دن کو روزہ رکھتے اور جب رات ہو جاتی تو وہ زندانبان جَو کی دو روٹیاں اور پانی کا ایک کوزہ ان کے لیے لے آتا۔ جب کافی وقت انھیں وہاں گذر گیا چنانچہ ایک سال ہو گیا تو ان میں سے ایک نے اپنے بھائی سے کہا زندان میں ہم نے بہت وقت گذارا ہے اور قریب ہے کہ ہماری زندگی ختم ہو جائے اور ہمارے بدن کہنہ ہو جائیں جب یہ بوڑھا آئے تو اس سے کہیں کہ ہم کون ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کا تقرب حاصل کریں شاید وہ ہمارے کھانے میں کشائش و وسعت دے اور پانی میں اضافہ کرے۔ جب رات ہوئی تو وہ بوڑھا جَو کی دو روٹیاں اور پانی کا کوزہ لے آیا تو چھوٹے بچے نے کہا

اے شیخ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو پہچانتا ہے۔ اس نے کہا کس طرح نہ پہچانوں، وہ تو میرے پیغمبر ہیں۔ بچے نے جعفر بن ابی ابیطالب کو بھی پہچانتا ہے اس نے کہا کیوں نہیں پہچانتا۔ خدا نے انھیں دو پر دیے ہیں تاکہ جس طرح وہ چاہیں وہ فرشتوں کے ساتھ پرواز کریں۔ بچہ نے کہا علی بن ابی ابیطالب علیہ السلام کو بھی پہچانتا ہے کہ کیسے نہیں پہچانتا علیؑ کو کہ جو میرے مولا و پیغمبر کے چچازاد اور بھائی ہیں تو بچہ نے کہا اے شیخ ہم تیرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی عترت میں سے ہیں اور ہم مسلم بن عقیل بن ابی طالب کی اولاد میں سے ہیں اور (مدت سے) تیرے ہاتھ میں اسیر و قید ہیں اگر تجھ سے ہم اچھا کھانا چاہیں تو وہ تو نہیں دیتا اور ٹھنڈا پانی بھی نہیں دیتا اور زندان میں ہم پر تو نے تنگی کی ہے۔ زندانبان ان کے پاؤں پر گر پڑا اور وہ کہہ رہا تھا میری جان آپ پر قربان جائے اور میرا چہرہ تم پر وارد ہونے والی بلا کے لیے سپر ہو اے حق تعالیٰ کے برگزیدہ رسول کی عترت یہ زندان کا دروازہ آپ کے سامنے کھلا ہے جس راستے پر چاہو چلے جاؤ۔ جب رات ہوئی تو جو کی دو روٹیاں اور خالص پانی کا کوزہ لے آیا اور انھیں راستہ بتا دیا اور کہا اے میرے پیارو رات کو سفر کرنا اور دن کو آرام کرنا یہاں تک کہ خدا آپ کو کشائش و نجات نصیب کرے۔ وہ دونوں بچے باہر نکلے۔ رات کو ایک بڑھیا کے گھر کے دروازے پر پہنچے اور کہا اے بڑھیا ہم دو چھوٹے اور مسافر بچے ہیں ہم راستہ نہیں جانتے۔ رات کی تاریکی نے ہمیں گھیر لیا ہے آج رات ہمیں مہمان رکھ لے جب صبح ہوگی تو ہم روانہ ہو جائیں گے۔ اس عورت نے کہا تم کون ہو اے میرے پیارے میں نے بہت سی خوشبوئیں سونگھی ہیں لیکن تمہاری خوشبو سے زیادہ خوشبو میرے مشام تک نہیں پہنچی انھوں نے کہا اے بڑھیا ہم تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی عترت ہیں۔ عبیداللہ کے زندان سے

بھاگے ہیں۔ بڑھیا نے کہا اے میرے پیارے میرا ایک فاسق اور بدکار داماد ہے
جو واقعہ کربلا میں موجود تھا اور وہ عبید اللہ کے پیروکاروں میں سے ہے مجھے ڈر ہے
کہ کہیں وہ آپ کو یہاں پالے اور قتل کر دے انھوں نے کہا ہم صرف اسی رات جب
تک ہوا تاریک ہے یہاں رہیں گے اور جب ہوا روشن ہوگی ہم چلے جائیں گے
وہ کہنے لگی میں آپ کے لیے کھانا لاتی ہوں۔ بچوں نے کھانا کھایا اور پانی پیا اور
بستر پر سو گئے چھوٹے بھائی نے بڑے سے کہا اے بھائی امید ہے کہ ہم اس
رات امن و امان میں رہیں گے۔ میرے قریب آؤ تاکہ ہم ایک دوسرے کے گلے
میں باہیں ڈال کر سو جائیں۔ میں آپ کی خوشبو سونگھوں اور آپ میری خوشبو سونگھیں
اس سے پہلے کہ موت ہمارے درمیان جدائی ڈال دے۔ اسی طرح ایک دوسرے
کے گلے میں بانہیں ڈال کر سو گئے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو اس بڑھیا کا داماد آیا
اور آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ بڑھیا نے کہا کون ہے اس نے کہا میں فلاں ہوں
بڑھیا نے کہا رات کی اس گھڑی میں کیوں آیا ہے جو کہ تیرے آنے کا وقت نہیں ہے
اس نے کہا وائے ہو تجھ پر دروازہ کھولو اس سے پہلے کہ میری عقل جاتی رہے
اور میرا پتہ پھٹ جائے اس مصیبت کی وجہ سے کہ جو مجھ پر پڑی ہے۔ اس
عورت نے کہا وائے تجھ پر، تجھ پر کون سی مصیبت آن پڑی ہے اس نے کہا دو
چھوٹے بچے عبید اللہ کے زندان سے بھاگ گئے ہیں اور اس نے منادی کرائی ہے
کہ جو شخص ان میں سے ایک کا سر لے آئے اس کو ہزار درہم انعام دے گا اور جو
دونوں کے سر لے آئے اسے دو ہزار درہم دے گا اور میں نے ان کے پیچھے
اپنے آپ کو تھکایا ہے اور اب تھک کر چُور ہو گیا ہوں اور اپنے گھوڑے کو
تھکایا اور کوئی چیز میرے ہاتھ نہیں لگی۔ بڑھیا نے کہا اے میرے داماد اس

سے ڈرو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ قیامت کے دن تیرے دشمن ہوں۔ اس نے کہا وائے ہو تجھ پر دنیا ایسی چیز ہے کہ جسے چاہا جائے اور لوگ اس کے لیے حریص ہیں۔ عورت نے کہا دنیا کو کیا کرے گا اگر اس کے ساتھ آخرت نہ ہو۔ وہ لعین کہنے لگا تو شدت کے ساتھ ان کی حمایت کر رہی ہے۔ شاید امیر کا مطلوب تیرے پاس ہے۔ اٹھ کھڑی ہو کہ امیر تجھے بلا رہا ہے۔ وہ کہنے لگی امیر کو مجھ بڑھیا سے کیا کام ہے کہ جو اس بیابان میں رہتی ہوں۔ وہ کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ دروازہ کھول تاکہ میں آرام کر سکوں اور جب صبح ہو گی تو پھر میں سوچوں گا کہ ان کو تلاش کرنے کے لیے کس راستہ پر مجھے جانا چاہیے۔ پس اس خاتون نے دروازہ کھولا اور کھانا و پانی لے آئی اور لعین نے کھایا پیا۔ آدھی رات کو اس نے بچوں کے خراٹوں کی آواز سنی تو اٹھ کھڑا ہوا اور مست اونٹ کی طرح ان کی طرف جوش میں آیا اور بیل کی طرح آواز نکالنے لگا اور دیوار پر ہاتھ مارتے مارتے اس کا ہاتھ چھوٹے بچے کے پہلو پر جا لگا تو بچے نے کہا تو کون ہے اس نے کہا میں گھر کا مالک ہوں۔ تم کون ہو تو اس بچے نے بڑے بھائی کو ہلایا اور کہا اے پیارے اٹھو خدا کی قسم جس چیز سے ہم ڈرتے تھے اس میں آ پھنسے ہیں۔ اس شخص نے ان سے کہا تم کون ہو تو ان بچوں نے کہا کہ اے شخص اگر ہم سچ سچ بتائیں تو ہمیں امان دے گا اس نے کہا ہاں انھوں نے کہا اللہ کی امان اور اس کے رسول کی امان اور اللہ اور رسول کی پناہ و ذمہ داری۔ اس نے کہا ہاں۔ انھوں نے کہا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ گواہ ہیں۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ انھوں نے کہا جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں خدا اس پر وکیل و شاہد ہے کہنے لگا ہاں۔ تو بچوں نے کہا ہم تیرے پیغمبر محمدؐ کی عترت ہیں قتل ہونے سے بچنے کے لیے عبید اللہ کے قید خانے سے بھاگ آئے ہیں تو وہ لعین کہنے لگا تو موت سے

بھاگ کر موت میں آپڑے ہو، الحمد للہ کہ مجھے تم پر دسترس حاصل ہوئی۔ پس وہ لعین اٹھا اور ان بچوں کے بازو باندھ دیے اور ساری رات ان بچوں کے صبح تک ہاتھ بندھے رہے اور جب طلوع فجر ہوا تو اس نے اپنے سیاہ غلام کو کہ جس کا نام فلیح تھا بلایا اور کہا ان بچوں کو لے جاؤ اور فرات کے کنارے ان کی گردن اڑا دو اور ان کے سر میرے پاس لے آؤ تاکہ میں عبید اللہ کے پاس لے جاؤں اور دو ہزار درہم انعام وصول کروں۔ اس غلام نے تلوار اٹھالی اور ان دونوں بچوں کے ساتھ روانہ ہوا اور ان کے آگے آگے جا رہا تھا۔ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ ان میں سے ایک نے کہا اے سیاہ تیری سیاہی کس قدر بلال کی سیاہی سے مشابہت رکھتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے مؤذن تھے۔ وہ سیاہ غلام کہنے لگا میرے مالک نے مجھے تمہارے قتل کرنے کا حکم دیا ہے تم کون ہو۔ انھوں نے کہا اے سیاہ غلام ہم تیرے پیغمبر محمدؐ کی عترت ہیں اور قتل سے بچنے کے لیے عبید اللہ کے قید خانے سے نکل آئے ہیں اور اس بڑھیا نے ہمیں مہمان رکھا ہے اور تمہارا مالک ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے وہ سیاہ غلام ان کے قدموں پر گر پڑا اور ان کے بوسے لینے لگا اور کہتا جاتا تھا میری جان آپ کی جان پر قربان ہو جائے اور میرا چہرہ آپ کے چہروں کیلئے ڈھال بنے۔ اے حق تعالیٰ کے برگزیدہ نبیؐ کی عترت خدا کی قسم مجھے ایسا کام نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت محمدؐ قیامت کے دن میرے دشمن ہوں پس وہ دوڑ پڑا اور تلوار ایک طرف پھینک دی اور فرات میں چھلانگ لگا دی اور تیرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ اس کے مالک نے چیخ کر کہا اے غلام تو نے میری نافرمانی کی ہے تو اس نے کہا اس وقت تک میں تیرا فرمانبردار رہا جب تک تو خدا کی نافرمانی نہیں کرتا تھا۔ اب جبکہ تو خدا کا نافرمان ہو گیا ہے تو میں دنیا و آخرت میں تجھ سے

بیزار ہوں تو اس نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا اے میرے بیٹے میں نے حلال و حرام سے تیرے لیے دنیا اکٹھی کی ہے اور دنیا ایسی چیز ہے کہ جسے چاہا جائے اور اس پر حرص کی جائے ان دو بچوں کو لے جاؤ اور فرات کے کنارے ان کی گردنیں اڑا دو اور ان کے سر میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انھیں عبید اللہ کے پاس لے جاؤں اور دو ہزار روپے کا انعام حاصل کروں پس اس لڑکے نے تلوار اٹھالی اور ان دونوں بچوں کے آگے آگے جارہا تھا زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ ان میں سے ایک نے کہا اے کس قدر میں تیری اس جوانی پر جہنم کی آگ سے ڈرتا ہوں۔ اس جوان نے کہا اے پیارے بچو تم کون ہو۔ تو انھوں نے کہا ہم تیرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی عترت میں سے ہیں۔ تمہارا باپ ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے تو وہ جوان بھی ان کے قدموں میں گر پڑا اور ان کے بوسے لینے لگا اور وہی غلام والی بات کہی اور تلوار پھینک کر اپنے آپ کو فرات میں ڈال دیا اور دوسری طرف چلا گیا تو اس کے باپ نے پکار کر کہا اے بیٹا تو نے میری نافرمانی کی۔ تو اس نے کہا اگر میں خدا کی اطاعت کروں اور تیری نافرمانی تو وہ اس سے بہتر ہے کہ خدا کی نافرمانی کروں اور تیری اطاعت کروں وہ لعین کہنے لگا میرے علاوہ تمہیں قتل کی ذمہ داری کوئی اپنے اوپر نہیں لے گا۔ اور تلوار اٹھا کر ان کے آگے آگے چلا جب فرات کے کنارے پہنچا تو تلوار نیام سے نکال لی جب ان بچوں کی نگاہ تلوار پر پڑی تو ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور کہا اے شیخ ہمیں بازار میں لے جاکر فروخت کرے اور ہماری قیمت وصول کرے اور کل قیامت کے دن حضرت محمد کی دشمنی مول نہ لے اُس نے کہا کہ نہیں میں تو تمہیں قتل کروں گا اور تمہارے سر عبید اللہ کے ہاں لے جاؤں گا اور دو ہزار درہم انعام لوں گا انھوں نے

کہا اے شیخ پیغمبر خدا سے ہماری عزیز داری و رشتہ داری پہ رعایت کر وہ کہنے
لگا تمہارا رسولؐ خدا سے کوئی رشتہ نہیں ہے انھوں نے اے شیخ پس ہمیں زندہ
عبیداللہ کے پاس لے چل تاکہ وہ خود جو حکم ہمارے بارے میں چاہے کرے
وہ کہنے لگا اس کے لیے بھی کوئی چارہ نہیں ہے۔ مجھے تمہارا خون بہا کر اس کا
تقرب حاصل کرنا چاہیے۔ انھوں نے کہا اے شیخ کیا ہمارے بچپن اور
چھوٹے پن پر تجھے رحم نہیں آتا۔ اس لعین نے کہا خدا نے میرے دل میں تمہارے
لیے کوئی رحم قرار نہیں دیا تو انھوں نے کہا اے شیخ اب جبکہ ہمیں تو نے ضرور قتل
کرنا ہے ہمیں اتنی مہلت دے کہ ہم چند رکعت نماز پڑھ لیں وہ کہنے لگا جتنا
چاہو نماز پڑھ لو اگر وہ تمہارے لیے کوئی فائدہ رکھتی ہے پس بچوں نے چار
رکعت نماز پڑھی اور اپنی آنکھیں آسمان کی طرف بلند کر کے عرض کیا "یا حی یا حکیم
یا احکم الحاکمین احکم بیننا وبینہ بالحق" پس وہ لعین اٹھ کھڑا ہوا اور بڑے
شہزادے کی گردن اڑا دی اور ان کا سر اٹھا کر توبرہ میں رکھ دیا اور چھوٹے کی
طرف رخ کیا اور وہ چھوٹا بچہ اپنے بھائی کے خون میں لوٹتا پوٹتا اور کہتا تھا کہ میں
پیغمبر اکرمؐ کی ملاقات اسی حالت میں کروں گا کہ اپنے بھائی کے خون سے لت
پت ہوں۔ وہ لعین کہنے لگا دور نہیں میں ابھی تجھے بھی تیرے بھائی کے ملحق کرتا
ہوں پس ان کی بھی گردن اڑا دی اور سر لے کر توبرے میں رکھ لیا اور ان کے
خون چکاں شوں کو فرات کے پانی میں ڈال دیا اور عبیداللہ کے پاس آیا وہ تخت
پر بیٹھا ہوا تھا اور خیزران کی چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی اس نے شہزادوں کے
سر اس کے سامنے رکھ دیے تو جب ابن زیاد نے انھیں دیکھا تو تین مرتبہ اٹھا
اور بیٹھا اور کہا کہ کہاں تجھے ان پر دسترس حاصل ہوئی تو اس نے کہا کہ ہمارے

قبیلہ کی ایک بڑھیا نے انھیں مہمان بنا رکھا تھا۔ عبیداللہ نے کہا تو نے ان کی مہمانی کے حق کو نہیں پہچانا اس لعین نے کہا نہیں۔ ابن زیاد نے کہا جس وقت تو انھیں قتل کرنے لگا تو انھوں نے کیا کہا تھا۔ اس نے کہا، انھوں نے کہا ہمیں بازار لے جا اور فروخت کر دے اور ہماری قیمت سے فائدہ اٹھا اور یہ نہ چاہ کہ حضرت محمدؐ قیامت کے دن تیرے دشمن ہوں۔ ابن زیاد نے کہا تو پھر تو نے کیا کہا۔ اس نے کہا میں نے ان سے کہا میں تمہیں قتل کر کے تمہارے سر ابن زیاد کے پاس لے جاؤں گا اور دو ہزار درہم کا انعام لوں گا۔ عبیداللہ کہنے لگا تو پھر انھوں نے کیا کہا اس لعین نے کہا وہ کہنے لگے ہمیں زندہ عبیداللہ کے پاس لے جا تاکہ وہ خود ہمارے بارے میں حکم کرے۔ عبیداللہ نے کہا پھر تو نے کیا کہا۔ وہ لعین کہنے لگا میں نے ان سے کہا اس کام کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے مگر یہ کہ میں اس کی طرف تمہارے خون بہانے سے تقرب حاصل کروں۔ ابن زیاد نے کہا ان بچوں نے اور کیا کہا تھا کہنے لگا انھوں نے کہا تھا رسول اللہ سے ہماری رشتہ داری کی رعایت کر تو نے کیا کہا اس نے کہا میں نے ان سے کہا تمہارا رسول خدا کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں۔ عبیداللہ نے کہا وائے ہلاکت ہو تجھ پر، اور انھوں نے کیا کہا۔ ملعون نے کہا وہ کہنے لگے ہمیں مہلت دے کہ ہم چند رکعت نماز پڑھ لیں تو میں نے کہا جتنی چاہو نماز پڑھ لو اگر وہ تمہیں کوئی فائدہ دیتی ہے پس ان دو بچوں نے چار رکعت نماز پڑھی۔ ابن زیاد کہنے لگے انھوں نے نماز کے آخر میں کیا کہا تھا اس ملعون نے کہا انھوں نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف بلند کر کے کہا "

عبیداللہ نے کہا احکم الحاکمین نے تمہارے درمیان حکم کر دیا تمہارے درمیان

کون ہے جو اس فاسق کو قتل کرے۔ راوی کہتے ہیں کہ پس ایک شامی مرد آگے آیا اور کہا میں ہوں عبیداللہ نے کہا اسے وہیں لے جاکر جہاں اس نے ان دو بچوں کو قتل کیا ہے اور اس کا سر اڑا دے لیکن اس کا خون ان کے خون سے ملنے نہ دینا اور جلدی اس کا سر میرے پاس لے آ۔ پس اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اس کا سر لے آیا اور اسے لوگوں نے نیزے پر نصب کیا اور بچے اس پہ پتھر مارتے اور تیر لگاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ذریت پیغمبر کا قاتل ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اس حکایت کو ہم نے شیخ صدوق کے اعتماد پر نقل کیا ہے والا اس کیفیت اور اس تفصیل کے ساتھ بعید نظر آتا ہے واللہ اعلم۔

مترجم کہتے ہیں ان ظالموں اور ستمگروں کے مظالم آل محمدؐ کی نسبت ان سے کہیں زیادہ ہیں اور اس حدیث کی اسناد میں ابراہیم بن رجا ضعیف ہے اور علماء نے کہا ہے کہ اس کی روایت پہ اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور علی بن جابر اور عثمان بن داؤد ہاشمی دونوں مجہول ہیں لیکن ضعف اسناد سے روایت کے جھوٹے ہونے کا علم و یقین پیدا نہیں ہوتا تاکہ اس کا نقل کرنا جائز نہ ہو۔

ہمارے مناقب قدیم سے سنداً نقل کیا ہے کہ جب حضرت حسین بن علی علیہما السلام شہید ہوئے تو دو بچے عبیداللہ کے لشکر سے بھاگ کھڑے ہوئے ایک کا ابراہیم اور دوسرے کا محمد نام تھا جو کہ جعفر طیار کی اولاد میں سے تھے بھاگتے وقت ایک عورت کے پاس پہنچے کہ جو کنوئیں سے پانی نکال رہی تھی اس نے دو صاحب حسن و جمال بچے دیکھے تو پوچھا تم کون ہو تو انھوں نے کہا ہم جعفر طیار کی اولاد میں سے ہیں۔ عبیداللہ کے لشکر سے بھاگ آئے ہیں اس عورت نے کہا کہ میرا شوہر عبیداللہ کے لشکر میں ہے اگر مجھے یہ خوف

نہ ہوتا کہ وہ آج رات گھر آئے گا تو میں آپ کہ مہمان بناتی اچھی مہمانی کرتی۔ بچوں نے کہا اے خاتون ہمیں گھر میں لے جا ہم امید رکھتے ہیں کہ آج رات وہ نہیں آئے گا۔ پس وہ عورت ان دو بچوں کو گھر لے گئی اور کھانا لے آئی لیکن انھوں نے نہ کھایا اور مصلّٰی مانگا اور نماز پڑھی اور پھر سو گئے اور پھر سارا قصہ جس طرح صدوق نے نقل کیا ہے اس کے قریب قریب نقل کیا ہے اور چونکہ یہ حکایت دو طریق سے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ روایت ہوئی ہے لہذا اطمینان رکھنا چاہیے کہ اس کی اصل صحیح ہے اور ان دو راویوں نے بھی ایک دوسرے سے بھی روایت نہیں لی اگرچہ یقینی طور پر ہم نہیں جانتے کہ وہ عقیل کی اولاد میں سے تھے یا جعفر طیار کی۔ اور یہ دوسری روایت زیادہ قریب ہے چونکہ ان دو بچوں کی قبر مسیب کے قریب ہے کہ جو کربلا سے پانچ فرسخ کے فاصلہ پہ ہے اور بچوں کا کربلا سے فرار کرنا قبول کرنے کے زیادہ نزدیک ہے نسبت کوفہ کے زندان ؟"

اور یہ حقیر مؤلف کہتے ہیں کہ ان دو بچوں کی شہادت اس کیفیت اور اس تفصیل کے ساتھ میرے نزدیک بعید نظر آتی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ اصل وقوع کو بھی بعید سمجھتے ہیں کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی واقعہ کی تفاصیل مشکوک و مشتبہ ہوئی ہیں لیکن اصل واقع قابل شک و تردید نہیں ہوتا۔

مثل حضرت خاتم انبیاء کی ولادت کے کہ اس میں شک نہیں کیا جا سکتا لیکن ولادت کے دن میں اختلاف ہے کہ بارہ ربیع الاوّل تھا یا سترہ اور حضرت ابوالفضل عباس کی اصل شہادت مسلم ہے لیکن اس کی تفصیل و کیفیت معلوم نہیں اور مختلف فیہ ہے اور جنگ بدر، احد، جمل اور صفین بنیادی طور پہ تواتر کے

ساتھ معلوم ہیں لیکن ان کی تفاصیل اور کیفیات یقینی طور پر معلوم نہیں ہیں۔ وقائع اور حوادثات کے نقل کرنے میں مختلف روایات کے درمیان جو قدر مشترک ہو اسے صحیح سمجھنا چاہیے جب تک اس میں تصحیف و تحریف اور لہو و مبالغہ کا احتمال نہ جائے اور شاید تضعیف یا استبعاد تین وجوہ سے دفع ہو سکے پہلی وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حدیث کی سند ضعیف ہو اور چونکہ ضعف سند کذب و جھوٹ کی دلیل نہیں شاید کسی کو اس کی صحت کا قرینہ مل جائے کہ جس قرینہ پر ہم مطلع نہ ہوئے ہوں۔

دوسرا یہ کہ حدیث کے نقل کرنے میں کسی لفظ کی تصحیف و تحریف ہو گئی ہو یا راوی نے بھول کر اسے دوسرے لفظ سے بدل دیا ہو اور وہ لفظ حدیث کے استبعاد یا تکذیب کا سبب ہوا ہو اور شاید کوئی شخص بعد میں اس تصحیف یا سہو پر متنبہ ہوا ہو جیسا کہ اوّل کتاب میں ایک حدیث گذری کہ حضرت عیسیٰ کے شکم مادر میں رہنے کی مدت چھ ماہ تھی اور مؤلف نے فرمایا یہ سہو ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت یحییٰ کے حمل کی مدت ہے اور جناب میثم کے قضیہ میں ہم نے کہا ہے کہ جس سال وہ شہید ہوئے انھوں نے عمرہ کیا تھا نہ کہ حج اور جس روایت نے حج کا ذکر کیا ہے اس سے مراد عمرہ ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں مبالغہ کو راستہ مل گیا اور راوی نے مطلب کو زیادہ بڑا کر دیا اس سے جو واقعہ ہوا تھا یا اس سے کمتر بنا دیا اور اس بنا پر وہ واقعہ بعید نظر آتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص دقت سے اس میں دیکھے تو وہ اصل واقعہ کو اس کے زوائد سے جدا کر سکتا ہے یہ جو کچھ ہم نے کہا ہے یہ ضعیف اخبار کی بات ہے۔ صحیح اخبار کا معاملہ خود بخود معین ہے۔

اور یہ جو ہے کہ عبید اللہ نے ان دو بچوں کے قاتل کو قتل کرا دیا اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ تیز بین، دور اندیش اور بہت سیاسی شخص تھا اور امام حسین کے قاتلین میں انعامات تقسیم کرنے کے باوجود وہ ڈرتا تھا کہ لوگ انعام کے طمع میں تھوڑے سے کی بناء پر قبائل کے درمیان تلوار نہ چلا دیں اور اس کی اجازت کے بغیر لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیں اور ان کے سر لے آئیں اور انعام کی خواہش کریں کہ یہ حسینؑ کے ہوا داروں میں سے تھا اور مناقب قدیم کی روایت کے مطابق اس نے ان دونوں بچوں کے قتل کرنے کا پہلے سے حکم نہیں دیا ہوا تھا۔

گیارھویں فصل

عراق کا عزم

امام حسین علیہ السلام کا مکہ سے عراق کی طرف متوجّہ ہونا

(ارشاد) حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں خروج منگل دن آٹھویں ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ ہجری میں تھا اور ان کی شہادت نویں ذی الحجہ کو ہوئی جو کہ عرفہ کا دن ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا اسی دن خروج (از مکہ) مسلم ہے اور آپ مکہ میں ماہ شعبان کے بقیہ دن رمضان، شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے آٹھ دن رہے اور جتنی مدت آپ مکہ میں رہے اس میں ایک گروہ حجاز اور بصرہ کے لوگوں کا آپ سے منسلک ہو گیا اور آپ کے اہل بیت اور موالی سے آملا اور حضرت نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو خانہ کعبہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور احرام سے باہر آ گئے اور اسے عمرہ مفردہ قرار دیا چونکہ آپ حج کو مکمل نہ کر سکے اور آپ کو خطرہ تھا کہ کہیں انھیں مکہ میں دستگیر و گرفتار نہ کر لیں اور یزید لعنہٗ کی طرف بھیج دیں (ملہوف) ایک روایت میں ہے کہ جب ترویہ کا دن آیا تو عمرو بن سعید بن عاص بہت سے لشکر کے ساتھ مکہ میں آیا اور یزید لعنہٗ نے اسے حکم دیا کہ امام حسینؑ سے مبارزہ اور کارزار کے لیے ہاتھ بڑھائے اور اگر ان پر اسے دسترس حاصل ہو تو ان سے مقاتلہ اور جنگ کرے پس حضرت ترویہ کے دن مکہ سے خارج ہوئے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں امام حسینؑ کو خواب میں خانہ کعبہ کے دروازے پر دیکھا اس سے پہلے کہ آپ عراق کی طرف متوجہ ہوں کہ جبرئیل کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں ہے اور جبرئیل پکار پکار کے کہہ رہے ہیں آؤ اللہ

عزوجل کی سبیت کی طرف۔

اور ایک روایت ہے کہ جب آپ نے عراق کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا اور فرمایا: الحمد لله ماشاء الله ولا قوة الا بالله وصلى الله على رسوله خط الموت على ولد ادم مخط القلادة على جيد الفتاة وما اولهني الى اسلافي اشتياق يعقوب الى يوسف وخير لى مصرع انا لاقيه كانى باوصالى تتقطعها عسلان الفلوات بين النواويس وكربلا فيملأن منى اكراشا جوفا واجربة سغبا لامحيص عن يوم خط بالقلم رضى الله رضانا اهل البيت نصبر على بلائه و يوفينا اجر الصابرين لن تشذ عن رسول الله لحمته وهى مجموعة له فى حظيرة القدس تقر بهم عينه وينجز به وعده من كان باذلا فينا مهجته وموطنا على لقاء الله نفسه فليرحل معنا فانى راحل مصبحا ان شآءَ الله تعالى۔

یعنی حمد و ثنا رب ہے خدا کے لیے وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے کسی شخص کو کسی پر قوت و قدرت حاصل نہیں مگر اس کی اعانت کے ساتھ اور خدا کا درود و صلوٰۃ ہو اس کے رسول پر موت اولاد آدم کے ساتھ اس طرح باندھ دی گئی ہے جیسے قلادہ اور ہار جوان لڑکی کی گردن میں ہیں کس قدر شدت سے اپنے اسلاف کی صحبت میں جانے کی آرزو و تمنا رکھتا ہوں جس طرح کہ یعقوبؑ یوسفؑ کے مشتاق تھے اور میرے لیے ایک زمین کا انتخاب کیا گیا ہے کہ جس میں میرا جسم و بدن پھینک دیا جائے گا۔ ضروری ہے کہ میں اس زمین تک پہنچوں اور گویا میں دیکھ رہا ہوں (بنی امیہ کے بیابانی بھیڑیے میرے بند بند ایک دوسرے سے جدا کر رہے ہیں۔

نوادیس و کربلا کے درمیان پس اپنے خالی شکموں اور اوجڑھیوں کو پر کر رہے ہیں اور اس دن سے گریز نہیں ہے کہ جو قلم تقدیر سے لکھ دیا گیا ہے جس چیز کو خدا پسند کرے ہم اہل بیت رسالت کی وہی پسند، ہم اس کی بلاء امتحان پر صبر کریں کیونکہ وہی صابروں کو مکمل اجر و ثواب دینے والا ہے۔ قرابت رسول کہ جو کپڑے کی دھاریوں کی طرح آنحضرت کے ساتھ ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں آپ سے جدا نہیں ہو سکتے بلکہ جنت میں انھیں آنحضرت کے لیے جمع کیا جائے گا اور ان سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور خدا ان کے ذریعہ اپنے وعدہ کو پورا کرے گا جو شخص چاہے کہ اپنی جان ہماری راہ میں دے اور اپنے آپ کو اپنے پروردگار کی بقاء کے لیے آمادہ دیکھے تو ہمارے ساتھ باہر نکلے کیونکہ میں کل روانہ ہو رہا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔

مؤلف کہتے ہیں ہمارے شیخ محدث نوری رحمہ اللہ نے کتاب نفس الرحمن میں کہا ہے نوادیس عیسائیوں کا قبرستان ہے جیسا کہ کفعمی کے حاشیہ پر لکھا ہے اور ہم نے سنا ہے کہ یہ قبرستان وہاں موجود تھا کہ جہاں اس وقت حُر بن یزید ریاحی کا مزار ہے شہر کے شمال مغربی حصہ میں۔ باقی رہا کربلا تو اس علاقہ کے لوگوں میں مشہور یہ ہے کہ وہ زمین کا ایک ٹکڑا ہے جو اس نہر کے پہلو میں ہے کہ جو شہر کی فصیل کے جنوبی حصہ میں جاری ہے اور ابن حمزہ کے نام سے مشہور مزار کے پاس سے گذرتی ہے اس زمین کے کچھ حصہ میں باغات ہیں اور کچھ زراعتی کھیت ہیں اور شہر ان دونوں کے درمیان (ملہوف) جس رات کی صبح کو امام حسین علیہ السلام چاہتے تھے کہ مکہ سے نکلیں محمد بن حنفیہ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا بھائی اہل کوفہ وہی ہیں کہ جنھیں آپ پہچانتے ہیں کہ جنھوں نے آپ کے والد گرامی اور

برادر محترم سے غدر و دھوکہ کیا اور مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ کا حال بھی ان جیسا نہ ہو۔ اگر آپ کی رائے ہو تو حرم میں ہی قیام فرمایئے کیونکہ حرم میں آپ ہر شخص سے زیادہ باعزت اور زیادہ طاقت ور ہوں گے۔ فرمایا اے بھائی مجھے خوف ہے کہ یزید بن معاویہ مجھے حرم میں اچانک شہید کرا دے اور میری وجہ سے اس گھر کی حرمت ختم ہو جائے۔ محمد بن حنفیہ نے کہا اگر آپ کو اس کا خطرہ ہے تو یمن کی طرف چلے جائیے۔ یا بیابان کی کسی جانب کہ وہاں آپ سب سے زیادہ طاقتور ہوں گے اور کسی کو بھی آپ پر دسترس نہیں ہوگی۔ فرمایا جو کچھ تم نے کہا ہے اس پر میں سوچوں گا۔ جب سحر کا وقت ہوا تو حسینؑ نے کوچ کرنا چاہا محمد کو خبر ملی تو وہ آپ کے پاس آئے اور آپ کے ناقہ کا مہار پکڑ لیا اور عرض کیا اے بھائی مجھے آپ نے وعدہ دیا تھا کہ جس چیز کی میں نے درخواست کی تھی آپ اس میں غور کریں گے تو کیا چیز باعث ہوئی کہ اتنا جلدی آپ نکل پڑے فرمایا تمہارے جانے کے بعد رسولؐ خدا میرے پاس آئے اور فرمایا اے حسینؑ باہر نکلو کہ خدا نے چاہا ہے کہ تمہیں شہید ہوا دیکھے ابن حنفیہ نے کہا "انا للہ و انا الیہ راجعون" تو پھر ان خواتین کو ساتھ لے جانے کا کیا مقصد ہے اور اس حالت میں آپ انھیں کیوں اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں فرمایا کہ پیغمبر اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا ہے خدا چاہتا ہے کہ انھیں اسیر و قیدی دیکھے۔ آپ نے محمد سے وداع کیا اور چل پڑے۔

مترجم کہتا ہے کہ محمد بن حنفیہ کی گفتگو آنجناب سے مدینہ سے نکلنے کے وقت ایک اور طریقہ سے پہلے گذر چکی ہے۔ حضرت ابو عبداللہ صادقؑ سے روایت ہے کہ جب امام حسین بن علی علیہما السلام نے چاہا کہ عراق کی طرف جائیں تو اپنی کتب اور وصیت نامہ جناب ام سلمہ کے سپرد کیا اور جب علی بن الحسین علیہما السلام واپس

آئے تو جناب ام سلمہ نے یہ چیزیں انھیں دے دیں۔

مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں حضرت سید الشہداء کا ام سلمہ سے مکالمہ نقل کیا ہے اس کے مانند کہ جو کچھ چوبیسویں اور انتیسویں حدیث میں اس کتاب کی ابتدا میں اور آنحضرت کے مدینہ سے خروج کے ضمن میں گذر چکا ہے اور طول سے بچنے کے لیے ہم نے تکرار سے احتراز کیا ہے۔

اور مسعودی مروج الذہب میں کہتا ہے کہ جب حسینؑ نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو ابن عباس ان کے پاس آئے اور عرض کیا اے چچا زاد مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق جائیں گے حالانکہ وہ خیانتکار ہیں۔ آپ کو صرف جنگ کرنے کے لیے دعوت کی ہے اور بس، لہٰذا جلدی نہ کریں اور اگر آپ قمار اس جبّار یعنی یزید سے جنگ کرنا چاہتے ہیں اور مکہ میں رہنے کو پسند نہیں کرتے تو پھر یمن کی طرف جائیے کیونکہ وہ ایک طرف پڑا ہوا ملک ہے اور وہاں آپ یار و انصار اور اعوان و مددگار موجود ہیں وہاں آپ ٹھہر جائیں اور اپنے داعی مختلف شہروں میں پھیلا دیں اور اہل کوفہ اور دوسرے عراق میں اپنے یار و انصار کو لکھیں کہ وہ اپنے امیر کو اپنے نکال باہر کریں اگر تو وہ ایسا کر سکے اور اپنے امیر و گورنر کو نکال اور دور کر سکے چنانچہ اگر کوئی وہاں نہ رہا جو آپ سے الجھے تو پھر ان کے پاس جائیے اور میں ان کی خیانت سے مامون نہیں ہوں اور اگر انھوں نے یہ کام نہ کیا تو اپنی جگہ رہیے یہاں تک کہ خدا اپنے امر و حکم کو لے آئے کیونکہ یمن کے علاقہ میں قلعے اور درّے و گھاٹیاں فراواں ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ آپ خیر خواہ اور مجھ پر مہربان ہیں لیکن مسلم بن عقیل نے مجھے خط لکھا ہے کہ اہل شہر نے میری بیعت کرنے اور

مدد کرنے پر اجتماع اور اکٹھ کر لیا ہے لہٰذا میں جانے کے لیے عزم کر چکا ہوں
ابن عباس نے کہا "انھم من جربت و جربت" یہ وہ ہیں کہ جن کا آپ
امتحان اور تجربہ کر چکے ہیں۔ یعنی ان کی بات کا کوئی اعتماد و اعتبار نہیں یہ وہی ہیں جو
اس سے پہلے آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ تھے اور کل اپنے امیر کے ساتھ
مل کر آپ کے قاتل ہوں گے اگر آپ ان کی طرف نکلیں اور یہ خبر ابن زیاد تک
پہنچ جائے تو وہ انھیں ہی آپ سے جنگ لڑنے کو بھیجے گا اور وہی لوگ کہ جنھوں
نے آپ کو خط لکھے ہیں وہ آپ کے دشمن کی نسبت آپ پر زیادہ سخت ہوں گے
اور اگر آپ میری بات کو قبول نہیں کرتے اور حتمی کوفہ کی طرف جانا ہے تو پھر خواتین
اور بچوں کو اپنے ساتھ نہ لے جائیے۔ خدا کی قسم مجھے خوف ہے کہ آپ شہید ہو
جائیں گے جیسے کہ عثمان مارا گیا اور عورتیں اور بچے اسے دیکھ رہے تھے۔

امامؑ نے ابن عباسؓ کے جواب میں جو بات کہی تھی وہ یہ تھی خدا کی قسم اگر میں
اس قسم کی جگہ میں مارا جاؤں تو اسے میں زیادہ پسند کرتا ہوں اس چیز سے کہ
مکہ کی حرمت میری وجہ سے پائمال ہو۔ پس ابن عباس آپ سے نا امید ہو گئے
اور آپ سے اٹھ کر باہر چلے گئے اور ابن زبیر کے قریب سے گذرے اور کہا تیری
آنکھ ٹھنڈی ہو اے ابن زبیر اور یہ اشعار پڑھے یا لك من قبرة بمعمر،
فلا لك الجو فبیضی و اصفری، و نقری ما شئت ان تنقری۔
اے مقام معمر کی چنڈول تیرے لیے فضا خالی ہو گئی ہے اب انڈے دے اور
بلند آواز سے شور مچا اور اپنی منقار زمین پر مار جو چاہے چن لے کیونکہ جال ہٹا
دیا گیا ہے۔" یہ لو حسینؑ عراق کی طرف جا رہے ہیں اور حجاز تیرے لیے چھوڑ رہے
ہیں۔ جب ابن زبیر نے یہ سنا کہ آنحضرت کوفہ جائیں گے اور آپ کا وہاں رہنا اس

کے لیے گراں تھا اور اس سے وہ دل تنگ تھا اور لوگ اسے امام حسینؑ کے برابر نہیں سمجھتے تھے لہٰذا اس کے لیے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں تھی کہ امام مکہ سے باہر چلے جائیں اس لیے اس نے کہا اے اباعبداللہ بڑا اچھا کام کیا ہے آپ نے کہ خدا سے ڈرتے ہوئے آپ نے اسی قوم سے جہاد کرنے کا ارادہ کیا ہے ان کے ظلم وستم کی بنا پر اور یہ کہ انھوں نے خدا کے نیک بندوں کو ذلیل وخوار کیا ہے

امام حسینؑ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں کوفہ کی طرف جاؤں۔ ابن زبیر نے کہا خدا آپ کو توفیق دے اگر میں آپ کی طرح وہاں یار و انصار رکھتا ہوتا تو اس سے عدول نہ کرتا پھر اسے خوف ہوا کہ امام اس کو متہم نہ سمجھیں لہٰذا کہا اگر آپ حجاز میں رہ جائیں اور ہمیں باقی لوگوں کے ساتھ اپنی مدد و نصرت کی دعوت دیں تو ہم آپ کی دعوت کو قبول کریں گے اور آپ کی طرف تیزی سے آئیں گے اور آپ اس امر کے یزید اور اس کے باپ سے زیادہ لائق اور اہل ہیں۔

ابوبکر بن حارث بن ہشام امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہا اے چچازاد بھائی رشتہ داری سبب ہوتی ہے کہ میں آپ پر مہربان ہوں اور آپ سے غمخواری کروں اور میں نہیں جانتا کہ آپ نیک خواہی کے سلسلہ میں مجھے کس طرح سمجھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا اے ابوبکر تم ایسے شخص نہیں ہو کہ جسے متہم کیا جا سکے۔ ابوبکر نے کہا آپ کے والدگرامی کا رعب و ہیبت لوگوں کے دلوں میں بہت زیادہ تھا اور آپ کی نسبت زیادہ امید وار اور زیادہ ان کی بات سنتے تھے اور ان کے گرد زیادہ اکٹھے تھے۔ پس آنجناب معاویہ کی طرف (اس کے مقابلہ میں) گئے۔ تو سب لوگ آپ کے ساتھ تھے سوائے اہل شام کے اور آپ معاویہ کی نسبت زیادہ قوی تھے۔ باوجود اس کے ان لوگوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا

اور دھوکا کیا و بوجہل بن گئے۔ حرص دنیا اور بخل کی وجہ سے پس ان کا دل خون کیا اور انھیں غصے کے گھونٹ پلائے اور ان کی مخالفت کی یہاں تک کہ خدا کی کرامت و رضوان الہٰی کی طرف تشریف لے گئے ان کے بعد انھوں نے آپ کے بھائی کے ساتھ وہ کچھ کیا جو کچھ کہا اور ان سب واقعات میں آپ موجود تھے اور انھیں دیکھا تو پھر بھی آپ چاہتے ہیں کہ ان کی طرف جائیں کہ جنھوں نے آپ کے والد اور بھائی کو آزار و تکلیفیں دیں اور ان سے ظلم و ستم کیے اور ان کی اعانت و مدد سے اہل شام اور عراق اور اس کے ساتھ کہ جو اپنے آپ کو زیادہ تیار کیے ہوئے ہے اور زیادہ آمادہ ہے اور اس کی استعداد بہت زیادہ ہے اور وہ زیادہ طاقتور ہے اور لوگ اس سے زیادہ ڈرتے ہیں اور اس کی کامیابی کی زیادہ امید رکھتے ہیں۔ آپ جنگ کرنا چاہتے ہیں اور اگر انھیں خبر ملے کہ آپ اس کی طرف روانہ ہوئے ہیں تو لوگوں کو مال دنیا کی وجہ سے ابھاریں اور وہ سب دنیا کے بندے ہیں۔ تو وہی شخص کہ جس نے مدد و نصرت کا آپ سے وعدہ کیا ہے وہی آپ سے جنگ و ستیز کے لیے کھڑا ہو جائے اور وہی شخص جو آپ کو زیادہ دوست رکھتا ہے آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دے اور ان کی مدد کرے پس اپنے نفس کے بارے میں خدا کو یاد کیجئے (اور اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالیے۔)

امام حسینؑ نے فرمایا خدا تجھے جزائے خیر دے اے چچازاد کہ تو نے اپنی رائے درست مخلصانہ دی ہے اور جو کچھ خدا نے مقرر کیا ہے وہی ہو کے رہے گا۔ ابوبکر نے کہا آپ کی مصیبت کے اجر و ثواب چشم امید خدا سے رکھتا ہوں اے ابا عبداللہ!

شیخ ابن قولویہ نے حضرت ابوجعفر (باقرؑ) سے روایت کی ہے کہ حسینؑ ترویہ

سے ایک دن پہلے مکہ سے نکلے اور ابن زبیر نے آپ کی مشایعت کی اور کہا اے ابا عبداللہ حج کا وقت آن پہنچا ہے اور آپ اسے چھوڑ کر عراق کی طرف جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے زبیر کے بیٹے اگر میں فرات کے کنارے سپرد خاک ہوں اس کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ کعبہ کے گرد مارا جاؤں۔

اور تاریخ طبری میں ہے کہ ابو مخنف نے کہا کہ ابو جناب یحییٰ بن ابو حیہ نے کہا کہ عدی بن حرملہ اسدی نے عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشمعل جو کہ دونو اسد قبیلہ کے ہیں سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم کوفہ سے حج کے لیے گئے یہاں تک کہ ترویہ کے دن ہم مکہ میں داخل ہوئے اور حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کو چاشت کے وقت ہم نے حجر اسود اور خانۂ کعبہ کے دروازے کے درمیان کھڑے ہوئے دیکھا ہم ان کے قریب گئے اور سنا کہ ابن زبیر حسینؑ سے کہہ رہا ہے اگر آپ چاہیں تو یہیں قیام کریں ہم آپ کی مصیبت کا غم کھائیں گے اور آپ کی مدد کریں گے اور آپ کے ساتھ مخلص رہیں گے اور آپ کی بیعت کریں گے۔ امام حسینؑ نے فرمایا مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی ہے کہ مکہ میں ایک مینڈھا ہو گا کہ جس کے سبب مکہ کی ہتک و حرمت ہو گی اور میں پسند نہیں کرتا کہ میں وہ مینڈھا بنوں۔

ابن زبیر نے کہا اور اگر آپ چاہیں تو یہیں رہ جائیں اور یہ کام میرے سپرد کر دیں اور میں آپ کی فرمانبرداری کروں گا اور آپ سے حکم عدولی نہیں کروں گا پھر ہم سے پوشیدہ ہو کر بات کی اور مسلسل آپس میں سرگوشی کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے سنا کہ ظہر کے وقت لوگوں کی چیخ و پکار بلند ہوئی منی کی طرف جانے کی وہ دونو کہتے ہیں پس امام حسینؑ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ

کے درمیان سعی کی اور کچھ بال کاٹ کر تقصیر کی اور اپنے عمرہ سے محل ہو گئے اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ہم لوگوں کے ساتھ منیٰ کی طرف گئے۔

اور سبط کی کتاب تذکرہ میں ہے کہ جب محمد بن حنفیہ کو خبر پہنچی کہ آنجناب روانہ ہوئے اور وہ اسی وقت وضو کر رہے تھے اور طشت ان کے سامنے رکھا تھا تو اتنا گریہ کیا کہ طشت ان کے آنسو سے پر ہو گیا اور مکہ میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو آپ کے جانے سے غمگین نہ ہوا ہو چونکہ لوگوں نے آپ کو جانے سے منع کے سلسلہ میں بہت باتیں کی تھیں لہٰذا آپ نے اسی شخص کے یہ اشعار پڑھے:

سامضی وما فی الموت عار علی الفتی ۔۔۔ اذا ما نوی خیرا وجاهد مغرما

وواسی الرجال الصالحین بنفسه ۔۔۔ فارق مثبورا وخالف مجرما

فان عشت لم اندم وان مت لم الم ۔۔۔ کفی بك ذلا ان تعیش وترغما

"میں عنقریب جا رہا ہوں اور جوانمرد کے لیے موت کوئی عار و ننگ نہیں ہے۔ جب اس کی نیت باخیر ہو اور ایسی چیز میں کوشش کرے کہ جس کا ترک کرنا ضروری ہے اور صالح و نیک افراد کی اپنے نفس کے ساتھ مدد اور ان سے ہمدردی کرے اور ملعون و راندہ درگاہ شخص جدائی اختیار کرے اور مجرم کی مخالفت کرے، اگر میں زندہ رہوں تو مستحق مذمت نہیں ہوں اور اگر مر جاؤں تو میرے لیے ملامت نہیں ہے۔" تیری ذات کے لیے اتنا کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور تیری ناک رگڑی جائے۔" پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی وکان امر اللہ قدرا مقدرا اور اللہ کا حکم مقدور ہو چکا ہے۔

(مترجم) جیسا کہ ہم نے پڑھا ہے اور دیکھا ہے۔ سب لوگ امام حسینؑ کو کوفہ جانے سے منع کرتے اور کہتے تھے اگر آپ وہاں گئے تو شہید کر دیے

جائیں گے اور اہل کوفہ بیعت کے عہد و پیمان کی وفا نہیں کریں گے اور بنی امیہ کا مال و دولت انھیں بیعت پر قائم نہیں رہنے دے گا اور آنحضرت بھی جانتے تھے اور جو کچھ ابن عباس، ابن زبیر، محمد بن حنفیہ، فرزدق اور دوسروں کو معلوم تھا وہ آنحضرت سے پوشیدہ نہیں تھا اور آپ بنی امیہ کو اچھی طرح پہچانتے تھے اور آپ کی پیشگوئی ابن زبیر کے بارے میں صحیح ثابت ہوئی اور ابن عباس کا گمان باوجود فطانت و ذہانت کے اور ابن زبیر کا خیال باوجود اس سوجھ بوجھ اور زیرکی کے غلط تھا جو کہتے تھے کہ مکہ خدا کا حرم اور امن کی جگہ ہے لیکن بنی امیّہ نے کعبہ کی حرمت کا خیال نہ کیا اور ابن الزبیر کو مسجد الحرام میں قتل کر دیا اور کعبہ کو منجنیق کے ساتھ ویران کیا۔

بہرحال انبیاء و اوصیاء کی سنت و سیرت باقی لوگوں کے برخلاف ہے بلکہ عظیم الٰہی فلاسفہ اور وہ افراد کہ جو اوصیاء کے مرتبہ سے کم ہیں اور انھوں نے کسی مقصد کو پسند نہیں کیا ہے اور چاہا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان رواج پائے ان کی نظر اسی ہدف و مقصد پر رہتی ہے اور جان و مال کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے مقصد کی ترویج و تبلیغ چاہتے اگرچہ اس میں ان کی جان چلی جائے۔ کیا آپ نے سُنا نہیں کہ سقراط حکیم لوگوں کو خدا اور معاد قیامت کی دعوت دیتا تھا۔ یونانی بت پرست تھے انھوں نے اسے گرفتار کر کے قید کر دیا اور پھر قتل کر دیا اس نے اپنے کیے سے توبہ نہیں کی تو آسان ہے اسی زندان میں ہی اپنی باتوں کا تکرار کرتا تھا اور اپنے عقائد بیان کرتا اور قتل ہونے کی پرواہ نہیں رکھتا تھا جب وہ لوگ اس طرح تھے تو پھر انبیاء و اوصیاء کو کیسا ہونا چاہیے۔

جی ہاں اگر خاموشی میں مصلحت سمجھیں مثل امیرالمؤمنین کے خلفاء کے زمانہ میں اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے معاویہ کے زمانہ میں تو پھر گھر میں بیٹھ رہیں

اور صلح کرلیں اور ان کی مخالفت کے لیے قیام نہ کریں اور اگر وقت کی مصلحت نہی عن المنکر میں دیکھیں تو صراحت کے ساتھ کہیں اور کسی چیز کی پرواہ نہ کریں۔

اور اگر حسینؑ اپنی جان کی حفاظت چاہتے تو پھر کیوں یمن جاتے یا پہاڑوں دّروں اور ریگستانوں کی پناہ لیتے اپنے شہر و وطن مدینہ میں ہی بیٹھ جاتے اور یزید کی بیعت کرکے آسودگی اور آرام سے زندگی بسر کرتے جیسا کہ معاویہ کے زمانہ میں زندگی بسر کر رہے تھے۔

کسی بادشاہ اور خلیفہ کی مخالفت کرکے بیابانوں اور پہاڑوں کی طرف فرار کر جانا اور بھاگ جانا ڈاکوؤں اور دوسرے لوگوں کا کام ہے نہ کہ ردصیار و انبیاء کا کہ جس سے فتنے و فساد کھڑے ہوں اور ناقص خون بہیں اور مال و ثروت کی غارت گری ہو۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ آنجناب راضی نہ ہوئے کہ شاہراہ سے ہٹ کر ٹیڑھے راستے سے مکہ کی طرف جائیں تو پھر کیسے راضی ہوتے کہ راہزنوں والے کام کرتے۔ نیز آپ اپنی جان کی حفاظت چاہتے بعد اس کے کہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ عبیداللہ بن زیاد مکہ میں آ گیا ہے۔ اور مسلم بن عقیل کو انھوں نے شہید کر دیا ہے اور اہل کوفہ کی مدد و نصرت کی کوئی امید نہیں رہی تو عربستان کے صحراؤں میں کہیں چھپ جاتے تاکہ آپ کو حُر سے ملاقات نہ کرنا پڑتی بلکہ حر سے ملاقات کرنے کے بعد بھی جبراً ان کے چنگل سے نکل سکتے تھے لیکن آپ کا مقصد کہ جس کا خدا و رسول نے انھیں حکم دیا تھا انجام نہ پاتا آپ چاہتے تھے کہ لوگوں کو دین اتباع و پیروی کرنے کی دعوت دیں اور دنیا پرستی اور شہوت رانی کے نقصان کو بیان کریں تاکہ وہ جان لیں کہ خدا کا دین اس لیے نہیں آیا کہ بنی اُمیّہ اسے اپنی سلطنت و قدرت اور عیش و عشرت کا ذریعہ بنالیں۔ اگر لوگوں نے آپ کی مدد و نصرتؔ کی تو وہی مطلوب ہے

اور اگر انھوں نے قبول نہ کیا اور آپ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تو پھر بھی لوگ جان لیں کہ دین وہ نہیں ہے کہ جو بنی امیہ کے دنیا طلب کیے ہیں اور فرزند رسول کہ جو اس دین کا مالک ہے وہ ان کے ان اعمال و کردار کو خلاف دین سمجھتا ہے لہٰذا وہ اس راستہ میں شہید ہو گیا اور وہ نفرت جو لوگوں کے دلوں میں بنی امیہ کی رفتار اور کردار سے تھی وہ دین سے نفرت کا موجب نہ بنے۔ اس کے علاوہ دوسرے بہت سے مصالح تھے کہ جو ہم سے پوشیدہ ہیں۔

اور اگر امامؑ ان کے اعمال و کردار کی تصدیق کر دیتے تو آج مسلمان لوگ کہتے یہ دین کہ جو بنی امیہ کے ظلم و اسراف، فسق و فجور اور عیش و عشرت کو تجویز کرتا ہے باطل ہے۔

باقی رہا یہ کہ آنجناب نے عراق کو انتخاب کیوں کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں جو شیعہ رہتے تھے وہ منتخب مسلمان اور عقلمند اور زیادہ دین دار تھے اور سالہا امیر المؤمنین کے منبر کے نیچے بیٹھے تھے اور آنجناب نے علوم و معارف کا بیج ان کے دلوں میں بویا تھا اور وہ فرزند رسول کے جہاد کے راز کا بہتر ادراک رکھتے تھے، عراق مشرق کی دلہن اور تمدن کا گہوارہ تھا۔ قدیم زمانہ میں اور اس کے بعد بھی تمام علوم اسلامی کا یہی ملک سرچشمہ رہا ہے۔ نحویین یا کوفی تھے یا بصری کہ جنھیں امیر المومنین نے علم نحو کی تعلیم دی تھی۔ نیز فقہاء و متکلمین، محدثین، قراء اور مفسرین عامہ و خاصا بھی یا کوفی تھے یا بصری۔ اس کے بعد جب بغداد مسلمانوں کے ملک کا دار الخلافہ و دار الحکومہ بنا تو اس میں بھی وہی کوفہ و بصرہ کے لوگ جمع ہوئے اور وہ مدارس و کتب و علماء جو بغداد میں جمع ہوئے کسی زمانہ میں نہ تھے کہ جن علوم کے آثار باقی ہیں اور تمام روئے زمین انہیں معارف سے بہرہ مند ہو رہا ہے

یہاں تک ہندوستان و چین کے بُت پرست اور مغرب کے عیسائی کے مآخذ و مصادر عربی معارف و علوم ہیں کہ جن کی اصل بغداد تھی اور وہ لوگ اہل کوفہ اور امیرالمومنین کے شاگرد تھے اور اب بھی نجف اشرف علوم شیعہ کا مرکز ہے اور چونکہ امام حسین علیہ السلام جانتے تھے کہ ملک عراق اور اس کا دارالحکومہ کوفہ آنے والے زمانہ میں عالم اسلام کے لیے یہ مقام رکھتا ہے۔ لہٰذا آپ نے اپنی دعوت کا وہاں اظہار کیا اور اپنی قبر کا وہاں انتخاب کیا۔

بارھویں فصل

عراق کی طرف روانگی

سید الشہداؑ کا مکہ سے عراق کی طرف خروج

حضرت سید الشہداؑ ترویہ کے دن (آٹھ ذی الحجہ) مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے اپنے اہل و عیال اولاد اور شیعوں کی ایک جماعت کے ساتھ کہ جو آپ سے وابستہ ہو گئے تھے۔

مطالب السئول وغیرہ میں موجود ہے کہ ان میں سے مرد بیاسی افراد تھے اور ابھی تک آپ کو مسلم بن عقیلؑ کی شہادت کی خبر نہیں ملی تھی چونکہ اسی دن جناب مسلم نے خروج کیا تھا اور امامؑ بھی اسی طرح دن مکہ سے باہر نکلے تھے۔

اور کتاب المخزون فی تسلیۃ المحزون میں نقل کیا ہے کہ امامؑ نے اپنے ہمراہیوں کو بلایا اور ہر ایک کو دس دس دینار دیے۔ ایک ایک اونٹ کے ساتھ کہ جو ان کا بار اور زاد راہ اٹھائے اور آپ مکہ سے منگل کے دن یوم ترویہ جو کہ (آٹھ ذی الحجہ) کی تاریخ تھی روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ بیاسی مرد تھے شیعوں دوستوں رشتہ داروں اور آپ کے اہل بیت میں سے، انتہی۔

فرزدق شاعر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں سن ساٹھ میں اپنی والدہ کیساتھ حج کے لیے گیا۔ میں حرم میں داخل ہوا اور اپنی والدہ کے اونٹ کو ہانک رہا تھا تو میں نے ایک کارواں کو مکہ سے نکلتے دیکھا کہ جن کے ساتھ مکمل اسلحہ، تلواریں اور ڈھالیں تھیں تو میں نے پوچھا یہ کارواں کس کا ہے لوگوں نے بتایا حسین بن علی علیہما السلام

کا ہے۔ میں آپ کے نزدیک گیا اور سلام کیا اور عرض کیا خدا آپ کو اور آپ کا مسئول و مرام و مقصد عطا فرمائے اور آپ کو امید و آرزو تک پہنچائے جو کچھ آپ چاہتے اور پسند فرماتے ہیں اے فرزند رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کیوں اتنی جلدی حج کو چھوڑ کر جا رہے ہیں فرمایا اگر میں جانے میں جلدی نہ کردوں تو مجھے گرفتار کر لیں گے پھر آپ نے پوچھا تم کون ہو۔ میں نے عرض کیا میں ایک عرب ہوں۔ آپ کو خدا کی قسم اس سے زیادہ نہ پوچھنا فرمایا جن لوگوں کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو ان کے بارے میں تمہاری اطلاع ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے آگاہ اور باخبر سے سوال کیا ہے لوگ آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں اور قضا و قدر آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جو خدا چاہتا ہے وہی ہونا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور ہمارے پروردگار کی ہر روز نرالی شان ہے اگر اس کی قضا ہماری مراد کے موافق ہو تو ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور شکر کے ادا کرنے میں بھی اس سے توفیق چاہتے ہیں اور اگر اس کی قضا ہمارے اور ہماری آرزو کے درمیان حائل ہو جائے تو جس کی نیت حق ہے اور جس کا باطن و اندر تقویٰ ہے وہ تعدی و تجاوز نہیں کرتا اور (اگر وہ اپنے مقصد تک نہ پہنچے تو خدا کو ملامت نہیں کرتا) میں نے عرض کیا جی ہاں ایسا ہی ہے خدا آپ کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے اور جس چیز کا آپ کو خوف ہو اس کی کفایت کرے پھر میں نے نذر اور مناسک حج کے بارے میں کچھ سوالات کیے اور آپ نے ان کے جوابات دیئے اور آپ نے سواری کو حرکت دی اور فرمایا السلام علیک، اور ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

بعد اس کے امام مکہ سے خارج ہوئے۔ مکہ کے گورنر عمرو بن سعید نے اپنے بھائی یحییٰ کو ایک گروہ کے ساتھ بھیجا اور پیغام دیا کہ آپ واپس آجائیں آپ نے اس

کی پرواہ نہ کی اور آگے بڑھ گئے یحییٰ کے ساتھیوں نے آپ کے ساتھیوں سے الجھنے اور لڑنے بھڑنے لگے اور ایک دوسرے کو کوڑے مارے اور آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے سختی اور پوری قوت سے انکار کیا۔

عقد الفرید میں کہتا ہے جب مکہ سے امام حسین کے خروج کی اطلاع عمرو بن سعید مکہ کے گورنر کو ملی تو اس نے کہا جس طرح بھی ہو سکے انھیں واپس لے آؤ۔ لوگ آپ کی تلاش میں نکلے لیکن آپ تک نہ پہنچے اور واپس لوٹ آئے (ارشاد) آپ روانہ ہوئے یہاں تک کہ مقام تنعیم تک جا پہنچے جو مکہ سے دو فرسخ ہے یمن کی طرف سے ایک کارواں آرہا تھا کہ جسے بحیر بن ریسان نے یمن سے یزید بن معاویہ کے لیے بھیجا تھا کہ جس کا بار اسپرک ذنل کی مانند زرد رنگ خوبصورت دانے اور زعفران کی طرح اس کی تاریں ہیں) اور یمنی حلے و لباس تھے۔ امام حسینؑ نے (امام زمانہ ہونے کی حیثیت سے اور یزید کے غاصب خلافت ہونے کی بناء پر) وہ اموال ضبط کر لیے اور ساربانوں سے فرمایا جو چاہے عراق تک ہمارے ساتھ آئے اسے ہم پورا کرایہ دیں گے اور اس کے ساتھ نیکی اور احسان کریں گے اور جو واپس جانا چاہے اسے یہاں تک کا کرایہ ادا کریں گے۔ پس ایک جماعت اپنا حق وکرایہ لے کر یہیں سے واپس پلٹ گئی۔ اور جو عراق تک آئے انھیں پورا کرایہ دیا اور اس کو لباس بھی دیا (کامل) پھر آپ آگے چلے یہاں تک کہ مقام صفاح تک پہنچے اور وہاں فرزدق سے ملاقات ہوئی اور پھر فرزدق کا واقعہ تقریباً اسی طرح کہ جیسے گذر چکا ہے نقل کیا اور صفاح ایک جگہ ہے حنین اور اس جگہ کے درمیان کہ جہاں حرم کی نشانیاں نصب کی گئی ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت اور گذشتہ روایت کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ صفاح تنعیم سے پہلے ہو (کامل) پھر

کہا ہے کہ عبداللہ بن جعفر نے اپنے دونو فرزندوں عون و محمد کے ہمراہ امام حسینؑ کی خدمت میں ایک خط لکھا اور اس میں تحریر کیا تھا امابعد آپ کو میں خدا کی قسم دیتا ہوں جب آپ میرا خط پڑھیں تو واپس آجائیں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اس راستے میں ایسا اتفاق ہو کہ جس میں آپ کی شہادت واقع ہو جائے اور آپ کے اہل بیت ختم ہو جائیں اور اگر آپ اس دنیا سے چلے گئے تو زمین کا نور اور روشنی خاموش ہو جائے گی جب کہ اس وقت آپ ہی علم و نشان راستہ تلاش کرنے والوں کے ہادی و رہبر اور مومنین کی امید گاہ ہیں۔ جانے میں جلدی نہ کیجیے۔ کیونکہ خط کے پیچھے میں بھی انشاءاللہ پہنچنے والا ہوں۔ (طبری) عبداللہ بن جعفر عمرو بن سعید بن عاص کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ امام حسینؑ کے لیے خط بھیجو اور انھیں امان دو اور احسان و صلہ رحمی کی امید دلاؤ اور خط میں محکم عہد و پیمان دو اور جلدی و سنجیدگی کے ساتھ ان سے واپس لوٹنے کی درخواست کرو تاکہ وہ واپس آجائیں اور ان کا دل سکون و آرام حاصل کرے عمرو بن سعید نے کہا آپ جو کچھ چاہیں لکھ دیں اور میرے پاس لے آئیں تاکہ میں اس پر مہر لگا دوں۔ پس جناب عبداللہ نے خط لکھا اور اس کے پاس لے آئے اور اس سے کہا کہ یہ خط اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہمراہ بھیجو تاکہ انھیں زیادہ اطمینان حاصل ہو اور یقین پیدا کریں کہ یہ خط تمہاری جانب سے ہے اور عمرو بن سعید یزید بن معاویہ کا عامل اور گورنر تھا مکہ پر،

طبری نے کہا ہے کہ یحییٰ اور عبداللہ بن جعفر آنحضرت تک پہنچے اور خط انہیں پیش کیا اور آپ نے اسے پڑھا جب یہ لوگ واپس لوٹے تو بتایا کہ ہم نے یہ خط آپ کے سامنے پیش کیا اور اصرار و الحاح کیا کہ شاید وہ جناب واپس آجائیں لیکن انھوں نے عذر پیش کیا کہ میں نے خواب میں رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ

دیکھا ہے اور آپ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے اور میں اس کو ضرور کروں گا چاہے مجھے نقصان ہو یا فائدہ۔ انھوں نے عرض کیا کہ وہ خواب کیا ہے فرمایا نہ میں نے وہ کسی سے بیان کیا ہے اور نہ پھر بیان کروں گا یہاں تک تقاضے پروردگار پر فائز ہوں۔ اور ارشاد کی روایت میں ہے کہ جب عبداللہ بن جعفر آپ سے نا امید ہو گئے تو اپنے دونوں بیٹوں عون و محمد سے کہا کہ وہ جناب کے ساتھ رہیں اور ان کے ساتھ جائیں اور ان کی معیت میں جہاد کریں اور یحییٰ بن سعید مکہ کی طرف واپس آگیا۔ طبری نے کہا ہے عمرو بن سعید کا خط امام حسینؑ کی طرف اس مضمون کا تھا:

عمرو بن سعید کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عمرو بن سعید کی جانب سے حسین بن علیؑ کی طرف اما بعد میں خدا سے چاہتا ہوں کہ آپ کو ایسی چیز سے منصرف کرے کہ جو آپ کی وفات کا باعث ہے اور آپ کی راہ صواب کی طرف رہنمائی کرے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ عراق کی طرف جا رہے ہیں اور میں آپ کو مخالفت سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ آپ اس طرف موت سے دوچار ہوں اور عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو میں آپ کی طرف بھیج رہا ہوں آپ ان کے ساتھ میرے پاس آجائیں۔ آپ کے لیے میرے پاس امان، صلہ رحمی، نیکی اور اچھی ہمسائیگی ہے اور خدا اس چیز میں جو میں نے لکھی ہے آپ کی طرف سے مجھ پر گواہ و شہید، کفیل، نگران اور وکیل ہے والسلام علیک۔ اور امام حسینؑ نے اس کی طرف (جوابی) خط لکھا اما بعد جو شخص خدا کی طرف دعوت دے اور اچھا اور صالح عمل بجالائے اور کہے کہ میں خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والوں میں سے ہوں تو اس نے خدا اور رسول کی مخالفت نہیں کی اور تم نے مجھے امان دینے اور نیکی و صلہ رحمی کرنے کی دعوت دی ہے تو

بہترین امان اللہ کی امان ہے اور وہ آخرت میں اس کو امان نہیں دے گا کہ جو دنیا میں اس سے نہ ڈرتا ہو۔ ہم خدا سے امید رکھتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ ہم دنیا میں اس کا خوف رکھیں تاکہ وہ قیامت کے دن اس کی امان کا باعث ہو۔ اگر تمہارا مقصد اس خط سے مجھ سے صلہ رحمی اور نیکی کرنا تھا تو خدا تجھے دنیا و آخرت میں جزائے خیر دے (ارشاد) اور حضرت امام حسینؑ کا رُخ عراق کی جانب تھا اور آپ تیزی سے چل رہے تھے اور کسی چیز کی طرف مہار نہیں موڑتے تھے یہاں تک کہ آپ مقام ذات عرق میں جا اُترے (ذات عرق ایک جگہ ہے جہاں سے عراق کے حاجی احرام باندھتے ہیں)۔

مولف کہتے ہیں اور امیر المومنین کے ارشاد کا مقصد اس وقت ظاہر ہوا شیخ طوسی کی امالی میں روایت کی ہے عمارہ دھنی سے۔ اس نے کہا کہ میں نے ابوالطفیل کو کہتے سُنا کہ مسیّب بن نجبہ امیر المومنین کے پاس آیا جبکہ اس نے عبداللہ بن سبا کا گریبان پکڑا ہوا تھا اور کشاں کشاں اُسے لا رہا تھا۔ امیر المومنین نے فرمایا کیا بات ہے عرض کیا کہ یہ شخص خدا اور رسول پر جھوٹ باندھتا ہے۔ فرمایا یہ کیا کہتا ہے پھر میں نے مسیب کی گفتگو نہیں سنی البتہ میں امیر المومنین کو فرماتے ہوئے سُنا۔

هيهات هيهات الغضب ولكن يأتيكم راكب الزعلبة يشد حقوها بوضينها لم يقض تفثا من حج ولا عمرة فيقتلونه۔ لیکن تمہارے پاس تیز رو ناقہ کا سوار آئے گا کہ جس نے اس کے نچلے حصہ کو تنگ سے باندھا ہو گا اور حج و عمرہ کی تقصیر نہیں ہو گی وہ لوگ اسے قتل کر دیں گے۔ آپ کی مراد اس کلام سے حسین بن علی علیہما السلام ہیں (اور جب آپ مقام ذات عرق پر پہنچے (ملہوف) تو بشر بن غالب سے ملاقات کی جو عراق کی طرف سے آ رہا تھا اور اس سے عراق

کے لوگوں کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں بنی اُمیّہ کے ساتھ ہیں۔ آنجناب نے فرمایا کہ بنی اسد کے بھائی نے سچ بات کہی ہے جو کچھ خدا چاہے وہی ہوگا اور جو چاہتا ہے اس کا حکم دیتا ہے (ارشاد) جب عبیداللہ ابن زیاد کو یہ خبر ملی کہ حسینؑ مکہ سے کوفہ کی طرف آرہے ہیں تو آپ نے حصین بن تمیم اپنے صاحب شرطہ (پولیس افسر) کو قادسیہ کی طرف بھیجا اور قادسیہ اور خفان کے درمیان ایک طرف سے اور قادسیہ سے قطقطانیہ تک دوسری طرف سواروں کو منظم کیا اور پاسگاہ مرتب کی۔ اور لوگوں سے کہا کہ یہ لو حسینؑ عراق کی جانب آرہے ہیں۔

اور محمد بن ابوطالب موسوی نے کہا ہے یہ خبر ولید بن عتبہ مدینہ کے گورنر کو ملی کہ حسینؑ عراق کا رخ کیے ہوئے ہیں اس نے ابن زیاد کو لکھا امابعد حسین عراق کی جانب آرہے ہیں وہ فاطمہؑ کے فرزند ہیں اور فاطمہ رسول خدا کی دختر نیک اختر ہیں ایسا نہ ہو کہ انھیں تو کوئی آسیب پہنچائے اور اپنے اوپر اور اپنے رشتہ داروں پر ہیجان وشور کھڑا کر دے اس دنیا میں کہ جسے کوئی چیز نہیں روک سکے گی اور خاص وعام لوگ اسے کبھی بھی نہیں بھلائیں گے جبتک دنیا باقی ہے۔ لیکن ابن زیاد نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ ریاشی سے اس کی اسناد کے ساتھ روایت نقل ہوئی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے حج کیا اور اپنے ہمسفروں سے الگ ہوگیا اور اکیلا چل پڑا اور بے راہ چلا۔ راستہ میں میری نظر کچھ خیموں پر پڑی تو میں اس طرف گیا اور پوچھا کہ یہ خیمے کس کے ہیں انھوں نے بتایا کہ حسین علیہ السلام کے ہیں۔ میں نے کہا علی و فاطمہ سلام اللہ علیہا کے فرزند کے۔ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے پوچھا وہ خود کس خیمے میں ہیں انھوں نے بتایا کہ فلاں خیمے

ہیں۔ میں ان کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ خیمے کے دروازہ پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے خط ہے جسے پڑھ رہے ہیں۔ میں نے سلام کیا تو آپ نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ میرے ماں باپ پر قربان جائیں آپ کیوں ان چٹیل میدانوں میں اُترے ہوئے ہیں کہ جن میں نہ چوپاؤں کے لیے چرنے کا سبزہ اور گیاہ ہے اور نہ کوئی پناہ گاہ ہے۔ فرمایا ان لوگوں نے مجھے ڈرایا ہے اور یہ اہل کوفہ کے خطوط ہیں اور وہی لوگ مجھے قتل کریں گے۔ جب انھوں نے ایسا کیا اور کسی حرمت کو نہیں چھوڑیں گے مگر اس کو توڑ دیں گے تو خدا ان پر ایسے شخص کو مقرر کرے گا جو انھیں قتل کرے گا اور قوم امہ سے زیادہ ذلیل ہوں گے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے مراد قوم سبا ہے کہ جو بلقیس کے زیر دست ذلیل تھی۔

مؤلف کہتے ہیں کہ قوی احتمال ہے کہ قوم امہ محرف ہے فرام امہ سے جیسا کہ آنجناب ہی سے روایت ہوئی ہے کہ آپ فرماتے تھے خدا کی قسم یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے جب تک میرا خون نہ بہائیں جب انھوں نے ایسا کیا تو خدا ان پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا کہ جو انھیں فرار امہ سے زیادہ ذلیل کرے گا۔ فرام بر کتاب وہ کپڑے کا ٹکڑا ہے کہ عورت جسے مخصوص ایام میں استعمال میں لاتی ہے (ارشاد)

امام حسینؑ کا اہل کوفہ کی طرف خط

جب امام حسینؑ مقام حاجر پر پہنچے تو بطن الرمہ میں سے ہے تو آپ نے قیس بن مسہر صیداوی کو کوفہ کی طرف روانہ کیا اور بعض کہتے ہیں کہ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطرؑ کو بھیجا اور ابھی تک مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر آپ کو نہیں ملی تھی اور ان کو یہ خط بھیجا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم حسین بن علی علیہما السلام کی جانب سے اس کے مؤمنین و مسلمین بھائیوں کی طرف سلام علیکم۔ میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اما بعد مسلم بن عقیل کا خط مجھے ملا ہے اور اس نے مجھے خبر دی ہے تمہاری رائے کی اچھائی اور تمہارے اشراف و اہل مشورہ کے اجتماع ہماری مدد کرنے اور ہمارے حق کو طلب کرنے پر مجتمع ہوگئی ہے۔ میں اللہ عزوجل سے سوال کرتا ہوں کہ ہم سے نیکی و احسان کرے اور تمہیں اجر عظیم دے۔ میں منگل کے دن ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ ترویہ کے دن مکہ سے نکلا ہوں جب میرا بھیجا ہوا قاصد تمہارے پاس آئے تو اپنے کام میں جلدی کرو اور جد و جہد کرو کیونکہ میں انشاء اللہ انہیں دنوں میں پہنچ جاؤں گا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔

اور جناب مسلم نے اپنی شہادت سے ستائیس دن پہلے خط لکھا تھا اما بعد جو شخص پانی کی تلاش میں جائے وہ اپنے قبیلہ سے جھوٹ نہیں بولتا۔ کوفہ کے لوگوں میں سے اٹھارہ ہزار افراد نے میری بیعت کر لی ہے پس جس وقت میرا خط آپ کو ملے تو آنے میں جلدی کیجئے اور اہل کوفہ نے لکھا کہ ایک لاکھ تلوار آپ کی مدد کے لیے تیار ہے لہٰذا تاخیر نہ کیجئے۔

اور قیس بن مسہر صیداوی آپ کا خط لیکر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب قادسیہ میں پہنچے تو حصین بن نمیر نے انھیں گرفتار کر کے عبیداللہ کے پاس بھیج دیا۔ عبیداللہ نے کہا منبر پر جاؤ اور کذاب بن کذاب کو برا بھلا کہو۔ (ملہوف)

اور دوسری روایت میں ہے کہ جب کوفہ کے قریب پہنچے تو حصین بن نمیر عبیداللہ کے مامور نے ان کا راستہ روک لیا تا کہ تلاشی لے۔ قیس نے خط نکال کر پھاڑ دیا حصین نے انھیں عبیداللہ کے پاس بھیجا جب اس کے سامنے کھڑے ہوئے تو

اس سے کہا تم کون ہو تو انھوں نے جواب دیا میں امیرالمومنین علی ابن ابیطالب اور ان کے فرزند علیہما السلام کے شیعوں میں سے ایک مرد ہوں وہ کہنے لگا تو نے خط کو کیوں پھاڑ دیا کہا اس لیے تاکہ تو نہ جان سکے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ اس نے کہا کس کی طرف سے تھا اور کن کے نام تھا۔ انھوں نے کہا کہ حسین بن علی علیہما السلام کی جانب سے تھا کوفہ کے لوگوں کی ایک جماعت کے نام کہ جن کے نام مجھے معلوم نہیں۔ ابن زیاد آگ بگولہ ہو گیا اور کہا خدا کی قسم تو مجھ سے الگ نہیں ہو سکے گا جب تک مجھے ان کے نام نہ بتلائے یا منبر پر جاؤ اور حسین بن علی اور ان کے باپ اور ان کے بھائی علیہما السلام) پر (معاذاللہ) لعنت کرے ورنہ میں تجھے پارہ پارہ کر دوں گا۔ قیس نے کہا پس وہ قوم تو میں انکے نام نہیں بتاؤں گا البتہ لعنت کر دوں گا پس منبر پر گئے اور خدا کی حمد و ثنا کی اور پیغمبر پر درود بھیجا اور علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کی بہت زیادہ مدح و تعریف کی اور رحمت بھیجی۔ عبیداللہ بن زیاد اور اس کے باپ اور بنی اُمیّہ کے ستمگروں پر اوّل سے لے کر آخر تک لعنت و نفرین کی۔ پھر کہا اے لوگو میں حسینؑ کا قاصد ہوں تمہاری جانب اور انھیں میں نے فلاں جگہ چھوڑا ہے انکی دعوت پر لبیک کہو۔ ابن زیاد کو بتایا گیا کہ قیس نے کیا کچھ کہا ہے۔ اس نے حکم دیا اور انھیں قصر کے اوپر سے زمین پر پھینکا گیا اور وہ شہید ہو گئے (ارشاد)

روایت ہوئی ہے کہ ان کے ہاتھ باندھ کر زمین پر پھینکا گیا کہ جس سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور ابھی کچھ رمق باقی تھے کہ ایک مرد عبدالملک بن عمیر لخمی نامی آیا اور ان کا سر قلم کر دیا لوگوں نے کہا تو نے ایسا کیوں کیا اور انھوں نے اس کی مذمت کی تو وہ کہنے لگا میں نے چاہا کہ اسے آسودہ کر دوں اور راحت پہنچاؤں۔

پھر امام حسینؑ حاجر سے روانہ ہوئے عربستان کے پانیوں میں سے ایک پانی تک پہنچے کہ جہاں عبداللہ بن مطیع عدوی اترا ہوا تھا۔ جب اس نے حسینؑ کو دیکھا تو عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں اے فرزند رسولخدا آپ کس لیے آئے ہیں اور پھر انھیں اپنے پاس لے جاکر اتارا اور آپ کی پذیرائی کی۔ امام حسینؑ نے فرمایا معاویہ مر گیا ہے جیسا کہ تمہیں بھی خبر پہنچی ہے۔ اہل عراق نے میری طرف خط لکھا ہے اور مجھے دعوت دی ہے۔ عبیداللہ نے عرض کیا آپ کو واسطہ دیتا ہوں اے فرزند رسولخدا آپ اسلام کی ہتک و حرمت نہ ہونے دیں۔ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ قریش کی حرمت اور عربوں کی حرمت و عزت کو برقرار رہنے دیں خدا کی قسم یہ ملک جو بنی امیّہ کے ہاتھ میں ہے اگر آپ اسے طلب کریں تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے اور جب وہ آپ کو قتل کر چکے تو اس کے بعد پھر انھیں کسی کا خوف و ڈر نہیں رہے گا۔ خدا کی قسم یہ اسلام کی حرمت ہے جو ختم ہو جائے گی اور قریش و دنیائے عرب کی حرمت و عزت ہے ایسا نہ کیجئے اور آپ کوفہ نہ جائیں اور اپنے آپ کو بنی امیہ کی دسترس میں قرار نہ دیں۔ آپ نے کوفہ کی طرف جانے کے علاوہ سے انکار کیا۔

اور عبیداللہ کے حکم سے واقعہ کے درمیان بصرہ کے راستہ اور شام کے راستہ تک تمام راستے بند کر رکھے تھے۔ کسی کو اس خطے سے گذرنے نہیں دیتے تھے نہ باہر جانے دیتے اور نہ اندر آنے دیتے۔

حسینؑ آرہے تھے آپ کو عراق کے بارے میں اطلاع نہیں تھی یہاں تک کہ آپ نے بادیہ نشینوں کو دیکھا اور ان سے خبر پوچھی تو وہ کہنے لگے ہم کچھ نہیں جانتے مگر یہ کہ نہ ہم اندر جا سکتے ہیں نہ باہر آسکتے ہیں پس آنجناب اسی طرح

آئے (لہوف)

اور روایت ہوئی ہے کہ جب آپ خزیمیہ میں اترے تو ایک شبانہ روز وہاں ٹھہرے۔ آپ کی بہن جناب زینب نے ان کی طرف رخ کیا اور کہا کیا میں آپ کو بتاؤں کہ رات میں نے کیا سنا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کیا سنا ہے فرمایا آدھی رات کے وقت ضرورت سے میں خیمہ سے باہر نکلی تو میں نے سنا کوئی ہاتف کہہ رہا ہے (الا یاعین فاحتفلی بجھد، ومن یبکی علی الشدائد بعدی علی قوم تسوقھم المنایا۔ بمقدار الی انجاز وعدی۔ یعنی اے آنکھ کوشش کر اور آنسو سے پُر ہو جا، کون ہے جو میرے بعد ان شہداء پر گریہ کرے گا اسی گروہ پر کہ جنھیں موت کھینچ کرلے جا رہی ہے جیسا کہ خدا نے مقدر کیا ہے تاکہ اس کا وعدہ سچا ہو۔ امام حسینؑ نے فرمایا بہن جو کچھ خدا نے مقدر کیا ہے وہ ہوکے رہیگا

تاریخ طبری میں ہے پھر حسین آئے یہاں تک کہ اس پانی تک پہنچے کہ جو زرود کے اوپر ہے۔

امام کی زہیر بن قیس سے ملاقات

ابومخنف کہتا ہے مجھے حدیث بیان کی سدی بنی فزارہ کے ایک شخص سے وہ کہتا ہے کہ حجاج بن یوسف کے ساتھ ہم حارث بن ابی ربیعہ کے گھر میں تھے اور یہ مکان خرمہ فروشوں کے محلہ میں تھا اور زہیر بن قین بجلی کے بعد قبیلہ بجیلہ میں سے بنی عمرو بن یشکر سے چھین لیا گیا تھا اور اہل شام وہاں آیا کرتے تھے۔ ہم اس مکان میں چھپے ہوئے تھے۔ سدی نے کہا میں نے اس مرد فزاری سے کہا مجھے اپنے امام حسینؑ کے ساتھ آنے کے بارے میں خبر دو۔ اس نے کہا ہم زہیر بن قین بجلی کے ساتھ مکہ سے باہر نکلے اور راستہ میں حسین بن علی

علیہا السلام کے ساتھ ہم اکٹھے تھے۔ ہمارے لیے کوئی چیز اس سے زیادہ ناخوش
نہیں تھی کہ ہم کسی منزل میں آنجناب کے ساتھ اتریں جب حسین چل پڑتے تو زہیر
اس جگہ رہ جاتے اور جب حسینؑ کسی جگہ اترتے تو زہیر ان سے پہلے روانہ ہو جاتے
یہاں تک کہ ایک دن ہم ایک منزل میں اترے کہ جہاں چارہ نہیں تھا سوائے اس
کے کہ اکٹھے ان کے ساتھ وہاں قیام کریں پس حسین ایک طرف اترے اور ہم
دوسری طرف بیٹھے ہوئے تھے جو کھانا ہمارے پاس تھا اسے کھا رہے تھے کہ
حسینؑ کا قاصد آیا اور سلام کیا اور پھر اندر خیمہ کے داخل ہوا اور کہا اے زہیر حسین
علیہ السلام نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ میں آپ کو ان کے پاس لے جاؤں
ہم ہر ایک نے جو کچھ اس کے ہاتھ میں تھا گرا دیا گویا کہ پرندے ہمارے سروں
پر بیٹھے ہوں۔

ابو مخنف کہتا ہے دُلہم بنت عمر د زہیر کی زوجہ نے مجھ سے بیان کیا کہ
میں نے زہیر سے کہا فرزند رسول آپ کے پاس قاصد بھیجتے ہیں اور آپ
ان کے پاس نہیں جاتے سبحان اللہ اٹھو اور جاؤ اور ان کی بات سنو اور واپس آ
جاؤ۔ اس خاتون نے کہا کہ زہیر بن قین چلا گیا اور زیادہ دیر نہ گذری کہ شاداں و خرم
واپس آیا اور حکم دیا کہ اپنے خیمہ، بار اور ساز و سامان کے بارے میں کہ اسے حسینؑ
کی طرف اٹھا کر لے جایا گیا اور اپنی زوجہ سے کہا "انت طالق" تمہیں
طلاق ہے اپنے خاندان سے ملحق ہو جاؤ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے
تمہیں اچھائی اور خوبی کے علاوہ کوئی چیز پہنچے (ملهوف)

اور میں نے حسینؑ کی صحبت کرنے اور ان کا ساتھ دینے کا ارادہ کر لیا ہے۔
تاکہ اپنے آپ کو ان پر قربان کروں اور اپنی جان دے کر انھیں بچاؤں پھر اس

خاتون کو اس کا مال دیا اور کسی چچازاد کے سپرد کیا تاکہ وہ اسے اس کے خاندان تک پہنچا دے۔ وہ خاتون اٹھ کھڑی ہوئی اور رو کر اپنے شوہر سے الوداع کہا۔ اور کہا خدا تمہارا یار و یاور رہو اور خیر و اچھائی تیری طرف لائے اور میں آپ سے صرف یہ چاہتی ہوں کہ مجھے قیامت کے دن حسین کے نانا صلوات اللہ علیہما کے پاس یاد کرنا۔ (طبری) پھر زہیر نے اپنے اصحاب سے کہا جو شخص دوست رکھتا ہے میرے ساتھ آئے ورنہ میرا اس کے یہ آخری عہد و ملاقات ہے اور میں تم سے یہ قصہ بیان کرتا ہوں کہ ہم نے جنگ بلنجر کی اور خدا نے ہمیں فتح نصیب کی اور ہمیں بہت سی غنائم ہاتھ آئیں تو سلمان باہلی نے ہم سے کہا (بعض روایات میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہے) کیا تم اس فتح سے خوش ہوئے ہو کہ جو تمہیں نصیب ہوئی اور غنیمتوں سے کہ جو تم نے حاصل کی ہیں۔ ہم نے کہا ہاں، تو اس نے کہا کہ جب سید جوانان آل محمد کو درک کرو تو ان کی معیت میں ان غنائم کی نسبت جو تمہیں پہنچی ہیں زیادہ خوش ہونا لیکن میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ زہیر نے کہا سلمان ہمیشہ ان لوگوں کے آگے آگے رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ "رضوان اللہ علیہ"

اور تتمہ المنتہی میں کہتا ہے (معجم البلدان سے نقل ہے) بلنجر بر وزن سفر جل ایک شہر ہے بلاد خزر میں باب الابواب (بند قفقاز میں) کی پشت پہ کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے اسے فتح کیا اور بلاذری کہتا ہے کہ سلیمان بن ربیعہ باہلی وہاں سے بھی آگے نکل گیا یہاں تک کہ بلنجر کی پشت پر خاقان اور اس کے لشکر سے دوچار ہوا اور سلمان اور اس کا لشکر جو چار ہزار افراد تھے سب مارے گئے ابتداء میں تو ترک ان سے ڈر گئے تھے اور کہتے تھے کہ یہ فرشتے ہیں، اور کوئی ہتھیار ان پر کارگر نہیں ہوتا۔ اتفاقاً ایک ترک جنگل میں چھپ گیا اور وہاں

سے ایک مسلمان کو تیر مارا اور اسے قتل کر دیا پھر اپنی قوم میں اس نے چیخ و پکار کی کہ یہ بھی مرتے ہیں کیوں ڈرتے ہو۔ پس انھوں نے حملہ کیا اور ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگے یہاں تک عبدالرحمٰن مارا گیا اور سلمان نے علم اٹھایا اور مسلسل جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ اپنے بھائی کو بلنجر کے علاقہ میں دفن کر سکا اور خود باقی مسلمانوں کے ساتھ گیلان کے راستے واپس آگیا (عبدالرحمٰن بن جمانہ باہلی نے کہا ہے (وان لنا قبرین قبر بلنجر، و قبر بصیتان یالک من قبر فھٰذا الذی بالصین عمت فتوحہ، وھٰذا الذی یسقی بہ سبل القطر) ہماری دو قبریں ہیں ایک قبر بلنجر میں ہے اور دوسری چین میں ہے۔ کیا کہنا تیرا اے قبر پس یہ جو چین میں ہے یہ قبر جو چین میں ہے اس کی برکات عام ہیں اور اس دوسری قبر سے بارش برسنے کے راستے تلاش کیے جاتے ہیں۔

آخری شعر سے مراد یہ ہے کہ ترکوں نے جب عبدالرحمٰن بن ربیعہ اور بعض کہتے کہتے ہیں کہ سلمان بن ربیعہ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا تو ہر رات ان کی قتل گاہ میں نور اور روشنی کا مشاہدہ کرتے تھے اور سلمان بن ربیعہ کو انھوں نے ایک صندوق میں بند کر دیا جب خشک سالی ہوتی تو اس کے وسیلہ سے طلب باران کرتے۔

سبط کی کتاب تذکرہ میں ہے کہ زہیر بن قین امام حسینؑ کی معیت میں شہید ہوئے ان کی زوجہ نے اپنے غلام سے کہا جاؤ اور اپنے مولا کو کفن پہناؤ اور دفن کرو) وہ غلام گیا تو دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کی لاش بھی برہنہ پڑی ہے تو اس نے کہا کیا میں اپنے مولا کو کفن پہناؤں اور حسینؑ کو چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا پس وہ کفن امام حسینؑ کو پہنایا اور دوسرا کفن لا کر زہیر کو پہنایا۔ (ارشاد)

امام کو شہادت مسلم کی خبر پہنچی

عبداللہ بن سلیمان اور منذر بن مشمعل جو دونو اسد قبیلہ کے ہیں روایت کرتے ہیں ہم نے حج ادا کیا اور ہماری ساری ہمت یہ تھی کہ حج کے بعد راستہ میں امام حسینؑ سے جا ملحق ہوں تاکہ ہم دیکھیں کہ انکا معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے پس ہم اپنے ناقوں کو تیز چلاتے تھے یہاں تک کہ منزل زرود میں ہم آنجناب کے قریب پہنچ گئے۔ اچانک اہل کوفہ میں سے ایک شخص ظاہر ہوا جب اس نے امام حسینؑ کو دیکھا تو اس نے راستہ ٹیڑھا کر لیا۔ حضرت بھی تھوڑی دیر رک گئے گویا اس سے ملاقات کرنا چاہتے پھر آپ اسے چھوڑ کر آگے چل پڑے اور ہم بھی آگے کی طرف چلنے لگے پھر ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اس مرد کے پاس ہم جائیں اور اس سے کوفہ کے حالات پوچھیں کیونکہ وہ ان سے آگاہ ہے پس ہم اس کی طرف چلے اور اس کے پاس جا کر السلام علیکم کہا اس نے کہا وعلیکما السلام۔ میں نے کہا تو کس قبیلہ سے ہے اس نے کہا میں اسدی ہوں۔ ہم نے کہا ہم بھی اسدی ہیں تیرا نام کیا ہے اس نے کہا بکر بن فلاں۔ ہم نے بھی اپنا نام و نسب اسے بتایا اور اس سے کوفہ کے لوگوں کے حالات پوچھے تو اس نے کہا ہاں میں کوفہ کی خبر رکھتا ہوں۔ میں کوفہ سے نہیں نکلا مگر یہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو قتل کر چکے تھے اور میں نے دیکھا ہے کہ ان دونو کی لاشوں کو پاؤں سے پکڑ کر بازار میں گھسیٹ رہے تھے پس ہم امام حسینؑ کی طرف بڑھے اور ان تک پہنچ گئے اور اکٹھے ہم جا رہے تھے یہاں تک کہ رات کے وقت آپ منزل ثعلبیہ میں اترے ہم آپکے قریب گئے اور سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا تو ہم نے عرض کیا یرحمک اللہ! (خدا کی رحمت آپ پر ہو) ہمارے پاس ایک خبر ہے اگر آپ چاہیں تو ہم آشکارا

بیان کریں اور اگر چاہیں تو علیحدگی میں عرض کریں۔ آپ نے ہماری طرف اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا میری کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہیں ہے کیا آپ نے وہ سوار دیکھا کہ جو کل رات ہماری طرف آرہا تھا فرمایا ہاں اور میں چاہتا تھا کہ اس سے کچھ پوچھوں ہم نے عرض کیا کہ ہم اس کی خبر آپ کے پاس لائے ہیں اور جو سوال آپ چاہتے تھے ہم نے کہا وہ شخص ہمارے قبیلہ کا ہے صاحب رائے سچا اور عقلمند وہ کہتا تھا میں کوفہ سے باہر نہیں آیا مگر یہ کہ وہ لوگ مسلم بن عقیل اور عروہ بن ہانی کو قتل کر چکے تھے اور میں نے دیکھا ہے ان کے پاؤں پکڑ کر انھیں بازار میں کھینچ رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا "ان للہ وانا الیہ راجعون رحمۃ اللہ علیہما" ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے۔ ان دونو پر خدا کی رحمت نازل ہو اور چند مرتبہ آپ نے ان جملوں کا تکرار فرمایا۔ پس ہم نے آپ سے عرض کیا ہم آپ کو اللہ کا واسطہ اور قسم دیتے ہیں کہ آپ اپنے اہل بیت کے ساتھ یہیں سے واپس پلٹ جائیں کیونکہ آپ کوفہ میں یار و یاور شیعہ پیرو کار نہیں رکھتے۔ ہمیں خوف ہے کہ کوفہ کے لوگ آپ کی دشمنی میں کھڑے ہو جائیں

آنجناب نے عقیل کی اولاد کی طرف دیکھا اور فرمایا تمہاری رائے کیا ہے جبکہ مسلم شہید ہو چکے ہیں انھوں نے کہا خدا کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے جب تک مسلم کے خون کا بدلہ نہ لیں یا وہی چیز نہ چکھیں جو مسلم نے چکھی ہے۔ پس امام حسینؑ نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا کہ ان کے بغیر زندگی خوشگوار نہیں ہے۔ ہم نے معلوم کر لیا کہ آپ جانے کا عزم بالجزم رکھتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا خدا آپ کو خیر و خوبی سے نوازے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تم دونو پر رحم فرمائے۔ آپ کے اصحاب نے عرض کیا خدا کی قسم آپ مسلم بن عقیل کی طرح نہیں ہیں اگر آپ کوفہ جائیں تو لوگ زیادہ سے زیادہ آپ کی طرف آئیں گے۔ آپ خاموش رہے پھر آپ منتظر رہے یہاں تک کہ جب

سحری کا وقت ہوا تو اپنے جوانوں اور غلاموں سے فرمایا زیادہ سے زیادہ پانی بھر لو اور کوچ کرو۔ (ملہوف)

اور ایک روایت ہوئی ہے کہ جب صبح ہوئی تو اہل کوفہ میں سے ایک شخص کہ جس کی کنیت ابوہرہ ازدی تھی کو دیکھا کہ وہ آیا اور اس نے آپ پر سلام کیا اور عرض کیا اے فرزند رسولخدا کیا چیز باعث بنی کہ آپ اللہ اور اپنے جدامجد کے حرم سے باہر نکلے۔ آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر اے ابوہرہ، بنی امیہ نے میرے مال پر قبضہ کر لیا تو میں نے صبر کیا مجھے بُرا بھلا کہا تو میں نے صبر کیا۔ اب وہ چاہتے تھے کہ میرا خون بہائیں تو میں وہاں سے نکل آیا۔ خدا کی قسم یہ ستم گار گروہ مجھے قتل کرے اور خدا انھیں ذلت و خواری کا لباس پہنائے گا اور ان پر تیز تلوار مقرر کرے گا اور اس شخص کو ان پر مسلط کرے گا کہ جس کے ہاتھوں قوم سبا سے زیادہ ذلیل ورسوا ہونگے کہ جن کی مالک و بادشاہ ایک عورت تھی جو ان کے مال اور خون پر حکم چلاتی تھی۔

اور شیخ اجل ابوجعفر کلینی نے روایت کی ہے حکم بن عتیبہ سے، اس نے کہا ایک شخص نے امام حسین بن علی علیہما السلام کو ثعلبیہ میں دیکھا تو آپ کے پاس آیا اور سلام کیا۔ (سلام کے جواب کے بعد) امام حسین نے فرمایا کس شہر کا رہنے والا ہے۔ اس نے کہا میں کوفہ کے لوگوں میں سے ہوں۔ فرمایا اے برادر کوفی خدا کی قسم اگر مدینہ میں میں نے دیکھا ہوتا تو جبرئیل کے آثار اپنے گھر میں ہماری جدامجد پر نزول وحی کے وقت میں تجھے دکھاتا اے برادر کوفی کیا لوگوں کے علم کا سرچشمہ تو ہمارے پاس ہو پھر وہ تو علم رکھتے ہوں اور ہم نہ رکھتے ہوں یہ نہیں ہوسکتا (حکم بن عتیبہ کندی کوفہ کا قاضی تھا۔ وہ ۱۱۵ھ میں فوت ہوا اہل سنت کے ہاں بلند مقام رکھتا ہے)

پھر آپ چل پڑے جب منزل زبالہ میں پہنچے تو آپ کو عبداللہ بن یقطر کی شہادت

کی خبر ملی (ملہوف) اور ایک روایت سے کہ مسلم کی شہادت کی خبر ملی (ارشاد)

اور آپ نے وہاں ایک تحریر نکالی اور لوگوں کے سامنے پڑھی۔ امابعد ہمیں جانسوز اور دل خراش خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطرؑ شہید کر دیے گئے ہیں اور ہماری پیروی کا دم بھرنے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ جو شخص تم میں سے واپس جانا چاہے تو اس کے لیے کوئی مانع و حرج نہیں ہے۔ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہے پس لوگ پراگندہ اور منتشر ہو گئے اور دائیں بائیں بیابان کا راستہ لیا صرف وہی رہ گئے کہ جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے یا تھوڑے سے دوسرے افراد کہ جو راستہ میں آپ سے آ ملے تھے۔

آپ نے یہ کام اس لیے کیا تھا کیونکہ اعراب میں سے کچھ لوگ یہ خیال کیے ہوئے تھے کہ آپ ایسے شہر کی طرف جا رہے ہیں کہ جس میں آپ کا معاملہ ٹھیک ٹھاک ہو چکا ہے اور اس شہر کے لوگ آپ کے تابع فرمان ہو چکے ہیں لہٰذا آپ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے ہمراہ رہیں مگر وہ لوگ کہ جو جانتے ہیں کہ کیا در پیش ہونے والا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ شاید یہی وجہ تھی کہ آپ حضرت یحییٰ بن زکریا کو بہت زیادہ یاد کرتے تھے جو اس طرف اشارہ تھا کہ آنجناب بھی شہید کر دیے جائیں گے اور آپ کا سر بھی بطور ہدیہ لے جائیں گے جیسا کہ حضرت یحییٰ کا سر لے جایا گیا تھا اور مناقب میں علیؑ بن الحسینؑ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا ہم امام حسینؑ کے ساتھ نکلے اور آپ کسی منزل میں نہیں اترتے تھے اور کوچ نہیں کرتے تھے مگر یہ کہ یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) کا ذکر کرتے اور ایک دن فرمایا خدا کے ہاں دنیا کی پستی میں سے یہ امر ہے کہ حضرت کا یحییٰ کا سر بنی اسرائیل کے زناکاروں میں سے ایک زناکار کے پاس بطور ہدیہ لے جایا گیا۔

حبیب السیر میں مسطور ہے کہ جب آنحضرت منزل زبالہ میں پہنچے تو عمر بن سعد بن ابی وقاص کا قاصد آپ کی بارگاہ میں شرف یاب ہوا اور اس کا خط آپ کو پہنچایا اور مسلم ابن عروہ کی شہادت اور قیس مسہر کا واقعہ تحقق پذیر ہوا۔

اور ابوحنیفہ دینوری کہتا ہے جب آنحضرت منزل زبالہ میں پہنچے تو محمد بن اشعث اور عمر بن سعد کا بھیجا ہوا قاصد آپ کو ملا اور وہ خط کہ جس کے لکھنے کی خواہش حضرت مسلم نے ان دونوں سے کی تھی وہ لایا کہ جناب مسلم کا معاملہ کہاں پہنچا اور اہل کوفہ نے بیعت کرنے کے بعد انہیں چھوڑ دیا اور جناب مسلم نے یہ خواہش محمد بن اشعث سے کی تھی جب آپ نے خط پڑھا اور خبر کی صحت آشکار ہوئی تو جناب مسلم اور ہانی کی شہادت آپ پر سخت ناگوار گذری اور اس قاصد نے قیس بن مسہر کی شہادت کی خبر بھی بتائی اور آنجناب نے قیس کو بطن الرمہ سے بھیجا تھا۔

اور لوگوں کا ایک گروہ راستہ کی مختلف منزلوں سے آپ کے ہمراہ ہوگیا تھا۔ اس گمان سے کہ آپ کے کوفہ میں یار و مددگار موجود ہیں۔ جب جناب مسلم کی خبر انھوں نے سنی تو وہ لوگ منتشر ہو گئے اور آپ کے ساتھ سوائے خاص اصحاب کے کوئی باقی نہ رہا۔

(ارشاد) جب سحری کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ بہت سا پانی لے لیں اور پھر آپ راستہ پر چل پڑے۔ جب بطن العقبہ سے گذر گئے تو نزول اجلال فرمایا۔ بنی عکرمہ میں سے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ جس کا نام عمرو بن لوذان تھا اس نے آنجناب سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ حسینؑ نے جواب دیا کہ کوفہ! بوڑھے شخص نے عرض کیا آپ کو خدا کی قسم ہے واپس پلٹ جائیں کیونکہ سوائے نیزہ کی انیوں اور تلواروں کی دھار کے آپ کے آگے کچھ نہیں۔ یہ لوگ کہ جنھوں نے

آپ کے پاس خطوط و قاصد بھیجے ہیں اگر انھوں نے جنگ و قتال کے رنج و تکلیف کی آپ سے کفایت کر لی اور سارے معاملات ٹھیک کر لیے ہوتے پھر آپ ان کے پاس جاتے تو باصواب اور درست بات تھی لیکن ان حالات میں جو میں نے عرض کیے ہیں میری رائے یہ نہیں ہے کہ آپ اس طرف جائیں امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بندۂ خدا درست رائے مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن فرمان الٰہی پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ پھر فرمایا خدا کی قسم یہ لوگ مجھے نہیں چھوڑیں گے جب تک میرا خون نہ بہائیں اور جب ایسا کریں گے تو خدا ان پر ایسے شخص کو مسلط کر دے گا کہ یہ لوگ لوگوں کے تمام گروہوں سے زیادہ ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔

اور شیخ ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ قمی عطر اللہ مرقدہ نے روایت کیا ہے ابو عبداللہ جعفرؑ بن محمدؑ صادقؑ سے، کہ جب حضرت حسین ابن علیؑ عقبہ بطن کے اوپر گئے تو اپنے اصحاب سے فرمایا میں اپنے آپ کو شہید ہوا دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے عرض کیا کس طرح اے اباعبداللہ۔ فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ انھوں نے کہا وہ کیا تھا۔ فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ کچھ کتے مجھے چیر پھاڑ رہے ہیں کہ جن میں ایک سفید سیاہ داغوں والا کتا زیادہ شدت سے حملہ آور تھا۔ پھر آپ منزل شراف تک تشریف لے گئے۔

تیرھویں فصل

سیّدالشہدا سے ملاقاتِ حرُ

حضرت سیّدالشہداؑ سے حرُ بن یزید ریاحی کی ملاقات اور حرُ کا آپ کو کوفہ کی طرف جانے سے روکنا

(ارشاد) پھر امام دوپہر تک چلتے رہے تو اس وقت ساتھیوں میں سے ایک شخص نے تکبیر کہی۔ حسینؑ نے فرمایا اللہ اکبر۔ تو نے تکبیر کیوں کہی ہے۔ تو اس نے کہا مجھے کھجوروں کے درخت نظر آرہے ہیں۔ اصحاب میں سے ایک گروہ نے کہا خدا کی قسم ہم نے اس جگہ کبھی بھی کھجوروں کے درخت نہیں دیکھے۔ تو آپ نے فرمایا پھر تم لوگوں کا کیا حال ہے انھوں نے عرض کیا ہمارا گمان ہے کہ گھوڑوں کی کنوتیاں ہیں فرمایا میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے پوچھا کہ یہاں کوئی پناہ گاہ ہے کہ جسے ہم پس پشت قرار دیں اور ان لوگوں سے ہم ایک ہی جانب سے روبرو ہوں۔ انھوں نے عرض کیا جی ہاں اس طرف ذوحُسم (پہاڑ) ہے (حُسُم حا کے پیش اور سین کی زبر یا دونوں کے پیش کے ساتھ ایک پہاڑ ہے اور بعض نسخوں میں حسمی بروزن ذکری ہے) آپ بائیں طرف چلیں اگر ان سے پہلے وہاں آپ پہنچ گئے تو مقصد حاصل ہو جائے گا پس آپ بائیں طرف مڑ گئے اور ہم بھی بائیں طرف روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر میں گھوڑوں کی گردنیں نمایاں ہو گئیں اور ہم نے تشخیص کر لی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہم نے راستہ موڑ لیا ہے تو وہ بھی ہماری طرف مڑ آئے ان کے نیزوں کی انیاں شہد کی مکھیوں کی طرح اور ان کے جھنڈے پرندوں کے پروں کی مانند

تھے۔ ہم ذوحسم کی طرف چلے اور ان سے پہلے وہاں پہنچ گئے۔ اور امام نے حکم دیا اور خیمے اور قناتیں لگا دیں اور وہ لوگ جو کہ ایک ہزار کے لگ بھگ سوار تھے حرؑ بن یزید تمیمی کے ہمراہ آرہے تھے۔ یہاں تک کہ ہمارے نزدیک آکر کھڑے ہو گئے عین دوپہر کی گرمی میں امام حسین اور آپ کے صحابہ نے عمامے سر پر باندھے اور تلواریں حمائل کی ہوئی تھیں۔ امامؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اس جماعت کو پانی پلاؤ مردوں کو سیراب کرو اور گھوڑوں کو وقفہ وقفہ سے پانی پلاؤ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا کاسے اور طشت لاتے اور پانی سے پُر کرتے اور گھوڑوں کے پاس لے جاتے۔ جب وہ گھوڑا تین چار یا پانچ مرتبہ پانی پی لیتا تو اس سے ہٹا کر دوسرے گھوڑے کے پاس لے جاتے یہاں تک کہ سب گھوڑوں کو پانی پلا یا۔

علی بن طعان محاربی نے کہا میں اس دن حرؑ کے ساتھ تھا اور سب سے آخر میں وہاں پہنچا۔ جب حسینؑ نے میری اور میرے گھوڑے کی پیاس کو دیکھا تو فرمایا راویہ کو بٹھاؤ۔ میں آپ کا مقصد نہ سمجھ سکا کیونکہ ہماری زبان میں راویہ مشک کو کہتے ہیں جبکہ حجاز کی زبان میں راویہ اس اونٹ کو کہتے ہیں کہ جس پر مشکیں لادتے ہیں۔ اور مشک کو بٹھایا نہیں جاتا۔ جب امام متوجہ ہوئے کہ میں نہیں سمجھا تو فرمایا بھتیجے اس اونٹ کو بٹھاؤ (کہ جس پر پانی کی مشک تھی) تو میں نے اونٹ کو بٹھا دیا فرمایا پانی پی لو۔ میں جتنی کوشش کرتا تھا پانی پینے کی، پانی باہر گرتا تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اخنث السقاء یعنی مشک کو الٹاؤ۔ میں نہ سمجھ سکا کہ کیا کروں آپ خود اٹھے اور مشک کو الٹایا اور میں نے پانی پیا اور اپنے گھوڑے کو بھی پانی پلایا۔

حرؑ بن یزید قادسیہ سے آیا تھا اور عبیداللہ بن زیاد نے حصین بن تمیم (اکثر روایات میں تمیم کی جگہ نمیر ہے) کو بھیجا تھا اور قادسیہ میں بٹھایا تھا اور حرؑ بن

یزید کے بارے میں کہا تھا کہ اسے مقدمہ کے طور پر امامؑ کی طرف آگے بھیجیں اور حرؔ اسی طرح امامؑ کے سامنے کھڑا تھا۔ نماز ظہر کے وقت تک آپ نے حجاج بن مسروق سے فرمایا کہ وہ اذان کہیں۔ انھوں نے اذان کہی اور اقامت کے وقت امامؑ باہر تشریف لائے آپ نے تہبند رواد اور نعلین پہنے ہوئے تھے۔ خدا کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا اے لوگو میں تمہاری طرف نہیں آیا جب تک تمہارے خطوط میرے پاس نہیں پہنچے اور قاصد نہیں آئے کہ ہمارے پاس آئیے، ہم امام نہیں رکھتے۔ شاید آپ کی وجہ سے خدا ہمیں صواب و دوستی اور حق پر جمع کر دے اور اگر اسی عہد و پیمان پر تم استوار اور پکے ہو تو بیان کرو تاکہ میری حس باعث اطمینان ہو اور اگر اس عہد پر تم باقی نہیں رہے اور میرے آنے کو تم ناپسند کرتے ہو تو میں اس جگہ سے واپس چلا جاتا ہوں اور جہاں میں تھا وہیں جاتا ہوں کسی نے آپ کے جواب میں کوئی لفظ نہ کہا تو آپ نے مؤذن سے فرمایا کہ اقامت کہو اس نے نماز کی اقامت کہی تو آپ نے حرؔ سے فرمایا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہو۔ حرؔ نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم بھی آپ کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔ پس امام حسینؑ نے نماز پڑھائی اور انھوں نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی پھر آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد ہو گئے اور حرؔ اپنی جگہ واپس گیا اور اس خیمہ میں داخل ہوا جو اس کے ساتھیوں نے اس کے لیے نصب کیا تھا اور اس کے ساتھیوں کا ایک گروہ اس کے گرد بیٹھ گیا اور باقی اپنی صفوں میں چلے گئے اور ہر ایک نے اپنے گھوڑے کی پکڑ لی اور اس کے سایہ میں بیٹھ گیا۔

جب عصر کی نماز کا وقت آیا تو امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ کوچ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ تو انھوں نے تیاری کر لی پھر اپنے مؤذن کو اذان کا حکم

دیا تو اس نے عصر کے لیے اذان اور اقامت کہی تو امام حسینؑ سے آگے بڑھنے کی خواہش کی گئی۔ آپ کھڑے ہوئے اور ان سب کو نماز پڑھائی اور سلام کہا پھر آپ نے انکی طرف رُخ پھیرا اور خدا کی حمد و ثناء کی اور اس کے بعد فرمایا امابعد اے لوگو خدا سے ڈرو اور اہل حق کے حق کو پہچانو تو خدا زیادہ سے زیادہ تم سے راضی ہوگا اور ہم اہل بیت محمد زیادہ اولویت و استحقاق رکھتے ہیں۔ اس امر خلافت کے در پے ہونے کا ان لوگوں سے کہ جو اس مقام کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جب کہ وہ ان کا حق نہیں ہے جو تمہارے درمیان ظلم و تجاوز کی رفتار چلتے ہیں اور اگر تم حق کا انکار کرتے ہو اور ہمیں پسند نہیں کرتے اور ہمارے حق کو نہیں پہچانتے اور اب تمہاری رائے اس سے مختلف ہے کہ جو کچھ تم نے خطوط میں لکھ بھیجا تھا اور جو کچھ تمہارے قاصدوں نے کہا تھا تو میں تمہارے پاس سے واپس چلا جاتا ہوں۔ حُر نے کہا خدا کی قسم کہ میں ان خطوط اور قاصدوں کو جن کے بارے میں آپ فرماتے ہیں نہیں جانتا۔ امام حسینؑ نے اپنے ہمراہیوں ہی سے ایک شخص سے فرمایا اے عقبہ میں سمعان اس خرجین کو کہ جس میں ان کے خطوط ہیں لے آ۔ وہ خطوط سے بھری ہوئی خرجین لے آیا اور آپ کے سامنے ڈال دی۔ حُر نے کہا کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں کہ جنھوں نے یہ خطوط لکھے ہیں۔ ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ جب ہم آپ کو دیکھیں آپ سے جُدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپ کو کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جائیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا تمہاری موت اس کی نسبت تمہارے زیادہ نزدیک ہے۔ پھر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا سوار ہو جاؤ وہ سوار ہو گئے اور آپ رکے رہے یہاں تک کہ خواتین بھی سوار ہوئیں اور آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ واپس چلو جب انھوں نے واپس پلٹنا چاہا تو اس لشکر نے ان کا راستہ روک لیا تو آپ نے فرمایا اے حُر

تیری ماں تیرے ماتم میں روئے کیا چاہتے ہو۔ حُر نے کہا اگر کسی اور عرب نے یہ کلمہ مجھ سے اس حالت میں کہا ہوتا تو میں بھی اس کی ماں کا نام لیتا۔ وہ کوئی بھی ہوتا لیکن آپ کی والدہ گرامی کا نام نہیں لیا جاسکتا مگر بہترین واحسن طریقہ سے۔ امام حسینؑ نے فرمایا خدا کی قسم میں تیرے ساتھ نہیں آؤں گا۔ حُر نے کہا خدا کی قسم میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ تین مرتبہ ان جملوں کا تکرار ہوا جب گفتگو دراز ہوئی تو حُر نے کہا مجھے آپ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں ہے۔ میں اتنی تعداد پر مامور ہوں کہ میں آپ سے جُدا نہ ہوں یہاں تک کہ میں آپ کو کوفہ لے جاؤں۔ اب جبکہ آپ کوفہ جانے سے انکار کرتے ہیں۔ تو ایسا راستہ انتخاب کیجئے کہ نہ آپ کوفہ کی طرف جائیں اور نہ مدینہ کی طرف پلٹیں اور ایسا راستہ عدالت کا طریق ہے۔ میرے اور آپ کے درمیان یہاں تک کہ میں امیر کو خط لکھوں اور آپ یزید یا عبد اللہ کو خط لکھیں کہ شاید خدا کوئی ایسا امر پیش کرے کہ میں بغیر گزند پہنچائے چھوٹ جاؤں اور آپ کے کام میں مبتلا نہ ہوں لہٰذا اس راستہ پر چل پڑیں۔ آنجناب عذیب و قادسیہ کے راستہ بائیں طرف گھوڑے کی بھاگ موڑ لی اور اپنے ساتھیوں کیساتھ آپکے ساتھ جارہا تھا۔

امام حسینؑ کا خطبہ پڑھنا

طبری کہتا ہے کہ ابو مخنف نے عقبہ بن ابو العیزار سے نقل کیا ہے کہ حسینؑ نے مقام بیضہ میں اپنے اصحاب اور حُر کے ساتھیوں کے سامنے ایک خطبہ دیا۔ خدا کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا اے لوگو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا جو شخص کسی جابر بادشاہ کو دیکھے کہ وہ محرمات الٰہی کو حلال کر رہا ہے اور خدا کے عہد کو توڑ رہا ہے اور رسولِ خدا کی سنت کی مخالفت کرتا ہے اور اس کی رفتار خدا کے بندوں کے ساتھ ظلم و ستم اور گناہ کی ہو تو جو شخص اس کا انکار نہ کرے گفتار و کردار کے ذریعہ خدا پر

لازم ہے کہ جس جگہ وہ اس ظالم کو لے جائے گا اس شخص کو بھی لے جائے گا اور بنی امیہ کے اس گروہ نے شیطان کے فرمان کی پیروی کی ہے اور خدا کی اطاعت چھوڑ دی ہے اور فتنہ و فساد کھڑا کیا ہے حدود خدا کو معطل کر دیا ہے فئی اور غنیمت کے مال کو اپنے اندر منحصر کر لیا ہے حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام قرار دیا ہے اور میں سب سے پہلا شخص ہوں لوگوں میں سے انھیں نہی کرنے اور روکنے والا اور تم نے میری طرف خطوط لکھے ہیں اور تمہارے قاصد ایلچی میرے پاس آئے ہیں اور انھوں نے کہا ہے کہ تم نے میری بیعت کر لی ہے اور مجھے دشمن کے سپرد نہیں کرو گے اور نہ ہی تنہا چھوڑ جاؤ گے اب اگر تم اپنی بیعت اور اپنے عہد و پیمان پر قائم ہو تو صواب و درستی کی راہ یہی ہے میں حسین ہوں علی و فاطمہ دختر رسولخدا صلوات اللہ علیہم کا بیٹا نفسی مع انفسکم واھلی مع اھلیکم فلکم فی اسوۃ میں خود تمہارے ساتھ ہوں اور میرا خاندان تمہارے خاندانوں کے ساتھ ہے اور میں سرمشق، نمونہ اور عمل ہوں تمہارا زندگی میں یعنی ہم فئی مال و غنیمت کو اپنے ساتھ مخصوص نہیں کریں گے اور اپنے خاندان پر اسے صرف نہیں کریں گے بلکہ تم میں سے ایک عام شخص کی طرح زندگی بسر کریں گے تاکہ تم ہماری تاسی اور اقتداء کرو اسراف و تجمل کے ترک کرنے میں) اور اگر ایسا نہیں کرتے ہو اور اپنے عہد و پیمان پر استوار و پکے نہیں ہو اور اس کو توڑتے ہو اور بیعت کا جوا اپنے سے اتارتے ہو تو مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ یہ بات تم سے کوئی عجیب و غریب نہیں ہے، تم نے میرے باپ، بھائی اور چچازاد مسلم کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے جو شخص تمہارے دھوکہ میں آجائے وہ فریب خوردہ اور ناتجربہ کار ہے تم اپنے بخت سے روگرداں ہوئے ہو اور اپنا حصہ اپنے ہاتھ سے دھو بیٹھے ہو جو شخص عہد و پیمان کو توڑے تو پیمان شکنی کا نقصان خود اسی کے لیے ہے اور

خدا عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(طبری) عقبہ بن ابو العنیزار کہتا ہے کہ امام حسینؑ ذی حسم پہاڑ والی جگہ کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد وثنا کی پھر فرمایا اما بعد انه قد نزل عن الامر ما قد ترون و ان الدنیا قد تنکرت و ادبر معروضها واستمرت حذاء فلم یبق منها صبابة کصبابة الاناء خسیس عیش کالمرعی الوبیل الا ترون ان الحق لا یعمل به و ان الباطل لا یتناهی عنه لیرغب المؤمن فی لقاء الله محقا فانی لا اری الموت الا شهادة و لا الحیٰوة مع الظالمین الا برما ـــــ

اس خطبہ کی انتہا کی فصاحت و بلاغت مانع ہوئی کہ میں عین عربی کو یہاں ذکر نہ کروں اور ترجمہ پر قناعت کروں، یعنی ایسا کام درپیش ہے کہ جسے تم دیکھ رہے ہو اور دنیا دگرگوں ہو گئی ہے اس کی نیکی اور اچھائی پشت پھیر ہو چکی ہے اور جلدی سے گذر گئی ہے اس میں سے نہیں باقی رہا مگر تلچھٹ باقی مثل اس پانی کے جو کسی برتن کی تہ میں رہ جاتا ہے اور پست و ناچیز زندگی مثل ناگوار چراگاہ کے، کیا دیکھ نہیں رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل سے اجتناب نہیں کیا جاتا۔ مؤمن کو چاہیے کہ وہ حق جو اور پروردگار کی لقا کی طرف راغب ہو اور میں موت کو سعادت شہادت کے علاوہ کچھ نہیں سمجھتا اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو سوائے دل تنگ ہونے اور قابل تعریف نہ ہونے کے کچھ نہیں سمجھتا۔ راوی کہتا ہے کہ زہیر بن قین کھڑے ہو گئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا آپ لوگ بات کریں گے یا میں بات کروں۔ انھوں نے کہا آپ ہی بات کریں۔ پس انھوں نے خدا کی حمد وثنا کی اور عرض کیا اے فرزند رسولخدا، خدا آپ کی خیر و بھلائی کی طرف راہنمائی فرمائے۔ آپ

کی گفتگو میں نے سنی ہے خدا کی قسم اگر دنیا جاودانی اور ہمیشہ رہنے والی چیز ہوتی اور ہم بھی ہمیشہ اور جاودانی اس میں رہتے اور صرف آپ کی مدد و نصرت اور آپ سے مواسات کے لیے ہمیں اس جہاں سے مفارقت کرنا پڑتی تو پھر بھی ہم آپ کے ساتھ دنیا سے باہر نکلنے کو آپ کے بغیر دنیا میں رہنے پر ترجیح دیتے پس امام حسینؑ نے ان کے لیے دعا کی اور انھیں اچھا جواب دیا۔ (ملہوف)

ایک روایت میں ہے کہ بلال بن نافع بجلی تیزی کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا قسم ہے خدا کی کہ ہم لقاء پروردگار کو ناپسند نہیں کرتے اور ہم اپنی سے نیتوں اور بصیرتوں کے ساتھ اس کو دوست رکھتے ہیں جو آپ کو دوست رکھے اور ہر اس شخص کے ہم دشمن ہیں جو آپ کا دشمن ہے،

اور بُرَیر بن خُضَیر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا خدا کی قسم اے فرزند رسولخدا خدا نے ہم پر احسان کیا ہے آپ کے وجود ذیجود کا کہ ہم آپ کے سامنے جہاد و کارزار کریں اور وہ ہمارے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور پھر آپ کے نانا جان قیامت کے دن ہمارے شفیع ہوں (کامل) اور حر مسلسل حسینؑ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ سے کہتا تھا۔ خدا کے لیے اپنی جان کی حفاظت کیجئے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ جنگ کریں گے تو قتل ہو جائیں گے حسین علیہ السّلام نے اس سے فرمایا کیا مجھے موت سے ڈراتے ہو اور کیا اگر تم لوگوں نے مجھے قتل کر دیا تو تم پر موت نہیں آئے گی اور وہ تمہیں چھوڑ دے گی اور میں وہی بات کہتا ہوں کہ جو قبیلہ اوس کے ایک شخص نے اپنے چچا زاد سے کہی تھی جب چاہتا تھا کہ پیغمبر اسلام کی مدد کرے اور اس کا چچا زاد اُسے ڈراتا تھا اور کہتا تھا کہاں جاتے ہو مارے جاؤ گے تو اس نے جواب میں کہا:

سامضی وما بالموت عار علی الفتی - اذا مانوی حقا

وجاهد مسلما و آسی الرجال الصالحین بنفسه وفارق
مثبورًا و خالف مجرما ۔ فان عشت لم اندم
وان مت لم الم ۔ کفی بك ذلا ان تعیش و ترغما

"یعنی میں عنقریب جاؤں گا اور جوانمرد کے لیے موت کوئی ننگ و عار نہیں ہے اگر اس کی نیت حق ہو اور خلوص کے ساتھ کوشش کرے اور نیکو کار اور صالح لوگوں کے ساتھ اپنی جان کے ساتھ مواسات کرے اور ہلاک و تباہ کار سے جدا رہے اور مجرم کا مخالف رہے۔ پس اگر میں زندہ رہا تو میرے کوئی ندامت و پشیمانی نہیں ہے اور اگر میں مر گیا تو مجھے ملامت نہیں کریں گے۔ یہ ذلت تمہارے لیے کافی ہے کہ زندہ رہو اور ذلیل و خوار رہو اور ناکامی کا سامنا کرو؛

جب حر نے آپ سے یہ گفتگو سنی تو آپ سے کافی دور ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف سے چلنے لگا اور حسینؑ دوسری طرف سے (طبری و کامل)۔

یہاں تک کہ عذیب ہجانات تک پہنچے اور وہ جگہ نعمان بن منذر کے گھوڑوں کی چراگاہ تھی لہٰذا اسے ہجانات کی طرف نسبت دی گئی (ہجان بے اصل گھوڑے اور اصیل اونٹ کو کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ عراق کی سرحد ہے اور پاسگاہ اور فارس کی سرحد والے وہیں تھے جو قادسیہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے) اچانک چار سوار نمودار ہوئے اور وہ نافع بن ہلال، مجمع بن عبداللہ، عمر بن خالد اور طرماح تھے اور نافع بن ہلال کے گھوڑے کو بغیر سوار کے ساتھ لا رہے تھے کہ جس کا نام کامل تھا اور طرماح بن عُدی ان کا رہنما اور دلیل تھا یہاں تک کہ امام حسینؑ تک آپہنچے اور بعض مقاتل میں ہے کہ جب طرماح کی نگاہ امام حسینؑ پر پڑی تو یہ رجز پڑھنے شروع کیے،

یا ناقتی لا تذعری من زجری وامضی بنا قبل طلوع الفجر
بخیر رکبان وخیر سفری تجلی بالکریم النحر الماجد الحر رحیب الصدر
اتی به الله لخیر امر ثمہ ابقاہ بقاء الدھر
آل رسول الله آل الفخر السادۃ البیض الوجوہ الزھر
الطاعنین بالرماح السمر الضاربین بالسیوف البتر۔ یا مالک النفع معاً والضر
اید حسینا سیدی بالنصر علی الطغاۃ من بقایا الکفر علی اللعینین
یزید لازال حلیف الخمر وابن زیاد عمر وبن العھر

اے میرا ناقہ میرے ہنکانے سے نہ ڈر اور طلوع فجر سے پہلے ہمیں پہنچا دے اچھے کارواں کے ساتھ کہ جو بہترین مسافر ہیں یہانتک کہ تو جا اترے بابصیرت جوانمرد کے پاس جو بزرگوار چوڑے سینہ والا ہے کہ جسے خدا بہترین کام کے لیے لایا ہے جو مونس و مددگار ہے خدا اسے رہتی دنیا تک باقی رکھے رسول اللہ کا خاندان خاندان فخر و مباہات ہے سفید درخشاں چہروں والے سردار ہیں جو گندم گوں نیزوں سے اور کاٹنے والی تلواروں سے دشمنوں کو مارتے ہیں اے وہ ذات جو نفع و نقصان کی مالک ہے اپنی مدد و نصرت سے حسینؑ کی تائید فرما ایسے سرکش دشمنوں کے خلاف کہ جو کفر کے بقیہ ہیں ابوسفیان کے دو بیٹوں پر یزید کہ جو ہمیشہ شراب پیتا ہے اور ابن زیاد جو حرام کار اور حرام زادہ ہے، بحار الانوار میں ایک اور طرح سے نقل کیا ہے کہ پھر امام حسینؑ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے کہ جو شاہراہ کے علاوہ دوسرے راستہ کو جانتا ہو تو طرماح نے کہا ہاں اے فرزند رسول خدا میں راستہ بتاؤں گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ آگے چلو پس طرماح آگے چلنے لگا اور آنجناب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے

پیچھے جارہے تھے تو اس نے یہ رجز پڑھے پھر مجلسی نے گذشتہ اشعار نقل کیے ہیں اور مناقب شہر آشوب میں ہے کہ امامؑ نے شاہراہ کے علاوہ کا راستہ پوچھا اور دلیل ورہنما طلب کیا تو طرماح بن عدی طائی نے عرض کیا میں راستہ جانتا ہوں اور وہی رجز پڑھنے لگا اور کامل الزیارۃ سے منقول ہے سند کے ساتھ ابوالحسن رضاؑ سے جس وقت امام حسینؑ رات کے وقت سفر کر رہے تھے۔ جب آپ عراق کی طرف سفر کر رہے تھے تو ایک شخص رجز پڑھ رہا تھا اور وہ کہتا تھا یاناقتی الخ

اور مقتل ابن نما میں کہتا ہے کہ حر امام حسینؑ کے آگے آگے جارہا تھا اور کہہ رہا تھا یاناقتی اور پھر انہی اشعار کو ذکر کیا ہے الی بہ اللہ لخیر امر تک، مترجم کہتا ہے اشعار کے مضامین پہلی روایت کے ساتھ کہ جو طبری اور کامل سے نقل ہوئی ہے زیادہ مناسب ہیں کیونکہ امام حسینؑ اپنے سے بہتر کی طرف نہیں جارہے تھے لیکن لیکن طرماح کے ساتھی اپنے سے بہتر کی طرف جارہے تھے۔ یہ اشعار حتی بالکریم السحر۔ اس بات کی دلیل ہیں کہ طرماح کے ساتھی ایک کریم شخص کا قصد رکھتے ہیں اور کوفہ سے امام کی خدمت میں تشرف کے عزم و ارادہ سے آئے ہیں۔

(طبری اور ابن اثیر) جب یہ حضرات امام حسینؑ تک پہنچے تو حر نے ان کی طرف رخ کیا اور کہا کہ یہ چند اشخاص کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ میں انھیں اپنے پاس روکتا ہوں یا کوفہ کی طرف واپس بھیجتا ہوں۔ امام حسینؑ نے فرمایا میں ایسا نہیں کرنے دوں گا اور جس گزند اور مصیبت سے میں اپنی حفاظت کروں گا ان کی بھی کروں گا کیونکہ یہ میرے یاور و انصار اور ان افراد کے بمنزلہ ہیں کہ جو میرے ساتھ مدینہ سے آئے ہیں اگر اس عہد و پیمان پر کہ جو تو نے مجھ سے باندھا ہے ثابت ہے تو ان سے دستبردار ہو جا ورنہ میں تجھ سے جنگ کروں گا تو حر دستبردار ہو گیا۔

امام حسینؑ نے ان سے پوچھا کہ مجھے چھوڑ آنے والے لوگوں کی خبر بتاؤ تو مجمع بن عبداللہ عاذری نے جو کہ اس جماعت میں سے ایک تھا کہا اشراف اور بڑے لوگوں کو بہت بڑی رشوتیں دی گئی ہیں اور ان کی آنکھیں مال سے پُر کر دی گئی ہیں تاکہ ان کے دل بنی امیہ کی طرف جھک جائیں اور یک سرہ و کلی طور پر ان کی طرف مائل ہو جائیں اور ایک دل ہو کر اور یک جہت ہو کر آپ کے دشمن ہو جائیں اور آپ پر ظلم و ستم کرنے پر مجتمع ہو جائیں باقی رہے دوسرے لوگ تو ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن کل ان کی تلواریں آپ کے روبرو کھچی ہوں گی اور پھر آپ نے اپنے قاصد قیس بن مسہر صیداوی کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا جی ہاں حصین بن تمیم نے انھیں گرفتار کر لیا تھا اور ابن زیاد کے پاس بھیجا تھا اور اس نے حکم دیا تھا کہ وہ آپ پر اور آپ کے والد گرامی پر (معاذ اللہ) لعنت کریں۔ قیس منبر پر گئے اور آپ پر اور آپ کے والد محترم پر صلوات و درود بھیجا اور ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور لوگوں کو آپ کی نصرت پر مدد کرنے کی دعوت دی اور آپ کے آنے کی خبر دی پس ابن زیاد کے حکم پر انھیں قصر الامارہ کی چھت سے نیچے پھینکا گیا۔ امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ جنھیں آپ روک نہ سکے اور اس آیت کی قرأت کی:

فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا پس ان میں سے بعض اپنا وقت اور عہد پورا کر گئے اور بعض منتظر ہیں اور انھوں نے کہا کوئی تبدیلی نہیں کی اور فرمایا اللهم اجعل لنا و لهم الجنة نزلا و اجمع بيننا و بينهم في مستقر رحمتك و غائب مذخور ثوابك

خدایا ہمارے اور انکے لیے جنت اترنے کی جگہ قرار دے اور ہمیں اور انھیں اپنی رحمت کے جائے قرار اور اپنے ذخیرہ شدہ غائب ثواب کی جگہ میں جمع کر۔

دے۔ پھر طرماح بن عدی آپ کے قریب آئے اور کہا میں آپ کے ساتھ بہت ہی کم لوگ دیکھ رہا ہوں کہ جن کی وجہ سے یہی حرؑ کے ساتھی بھی آپ پر غالب آجائیں گے اور میں نے کوفہ سے باہر آنے سے ایک دن پہلے شہر کے باہر لوگوں کا انبوہ دیکھا کہ جتنا کثیر مجمع آج تک میری آنکھوں نے کبھی ایک جگہ اس سے زیادہ نہیں دیکھا تھا میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا انھیں اس لیے جمع کیا گیا ہے تاکہ انھیں پیش کیا جائے اور پھر حسینؑ کے ساتھ جنگ کے لیے بھیجا جائے۔ آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر ہو سکے تو ایک بالشت بھر بھی ان کے قریب نہ جائیں اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ کسی امن کی جگہ نزول اجلال فرمائیں جو آپ کے لیے مورچہ ہو کہ جس کی پناہ میں آپ بیٹھیں تاکہ اپنی رائے دیکھیں اور کوئی چارہ کار معلوم ہو اور اس کے مطابق عمل کریں تو پھر آئیے میں آپ کو اجاء پہاڑ میں اتاروں۔ خدا کی قسم یہ پہاڑ ہمارا مورچہ تھا اور ہماری غسان وحمیر کے بادشاہوں نعمان بن منذر اور ہر سرخ و سفید سے حفاظت کرتا رہا ہے اور خدا کی قسم ہم کبھی بھی ذلیل نہیں ہوئے پس آپ میرے ساتھ آئیں تاکہ میں آپ کو وہاں اتاروں پھر آپ قبیلہ طی جو کہ اجاء پہاڑ میں رہتے ہیں اور سلمی کے پاس قاصد بھیجئے دس دن نہیں گزریں گے کہ قبیلہ طی کے سوار اور پیادے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے اور جب تک آپ چاہیں ہمارے پاس رہیں اور اگر خدانخواستہ اتفاق رخ دے تو میں آپ کے ساتھ عہد و پیمان کرتا ہوں کہ دس ہزار مرد قبیلہ طی کے آپ کے سامنے تلوار زنی کریں گے اور جب تک زندہ ہیں کسی کو نہیں چھوڑیں گے کہ اس کا ہاتھ آپ تک پہنچ سکے۔

امامؑ نے فرمایا خدا تجھے جزائے خیر دے ہم نے اور اس گروہ نے یعنی حرؑ کے ساتھیوں نے ایک عہد و پیمان باندھا کہ جس کی بناء پر ہم واپس نہیں لوٹ

سکتے اور ہم نہیں جانتے کہ ہمارا اور ان کا انجام کار کہاں تک پہنچتا ہے۔ ابومخنف کہتا ہے کہ جمیل بن مرثد نے مجھ سے حکایت بیان کی طرماح بن عدی سے کہ اس نے کہا کہ میں نے حضرت سے الوداع کیا اور ان سے عرض کیا کہ خدا جن وانس کے شر و برائی کو آپ سے دور کرے میں اپنے گھر والوں کے لیے کوفہ سے آزوقہ لایا ہوں اور ان کا نان و نفقہ میرے پاس ہے میں جاتا ہوں اور ان کا آزوقہ انھیں پہنچاتا ہوں۔ اس کے بعد انشاء اللہ میں آپ کی طرف پلٹ آؤں گا اور اگر آپ تک پہنچ گیا تو ضرور آپ کی مدد کروں گا آپ نے فرمایا اگر میری مدد و نصرت کا ارادہ رکھتا ہے تو جلدی کر خدا تجھ پر رحمت نازل کرے۔ وہ کہتا ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو افراد کی ضرورت ہے۔ میں اپنے گھر والوں کے پاس گیا اور ان کے کام درست کیے اور انھیں وصیت کی تو انھیں میری عجلت و جلد بازی سے تعجب ہوا تو میں نے ان سے اپنا مقصود بیان کیا اور پھر بنی ثعل کے راستہ میں روانہ ہوا یہاں تک کہ میں عذیب الہجانات تک پہنچا تو سماعۃ بن بدر کو میں نے دیکھا اس نے آنحضرت کی شہادت کی خبر مجھے دی تو میں واپس پلٹ گیا۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اس روایت سے کہ جو ابوجعفر طبری نے ابومخنف سے نقل کی ہے معلوم ہوا کہ طرماح بن عدی واقعہ طف میں اور شہداء کربلا میں نہیں تھا بلکہ جب اس نے امام کی شہادت کی خبر سنی تو واپس چلا گیا لیکن مشہور مقتل میں جو ابومخنف کی طرف منسوب ہے۔ طرماح کا قول جو اس طرح منقول ہے کہ اس نے کہا کہ میں مقتولین کے درمیان تھا اور مجھے کئی زخم لگے ہوئے تھے اور اگر میں قسم کھاؤں کہ میں نیند میں نہیں کہ بیس سواروں کو میں نے دیکھا کہ وہ آئے الخ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس پر اعتماد کیا جا سکے۔

چودہویں فصل

امام حسینؑ کی عبید اللہ بن حُر جعفی سے ملاقات

پھر آنجناب چل پڑے یہاں تک کہ قصر بنی مقاتل تک پہنچے اور وہیں قیام کیا نصب شدہ ایک خیمہ دیکھا تو فرمایا یہ کس کا خیمہ ہے تو لوگوں نے بتایا عبید اللہ بن حر جعفی کا ہے فرمایا اس کو میرے پاس بلا لاؤ۔ جب امامؑ کا قاصد حجاج بن مسروق جعفیؓ اس کے پاس آیا اور کہا کہ حسینؑ بن علیؑ ہیں جو تجھے بلا رہے ہیں تو اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔" میں کوفہ سے باہر نہیں نکلا مگر اس خوف سے کہ حسینؑ کوفہ میں آئیں اور میں وہاں ہوں خدا کی قسم میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے دیکھیں یا میں انہیں دیکھوں پس قاصد امام حسینؑ کے پاس واپس آ گیا اور اس کی بات بتائی امامؑ خود اٹھے اور اس کے پاس تشریف لے گئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور اس کو اپنی نصرت و مدد کی دعوت دی اور عبید اللہ نے اپنی وہی پہلی بات دہرائی اور اس دعوت سے عذر خواہی کی تو امام حسینؑ نے فرمایا اب جبکہ ہماری مدد نہیں کی تو خدا سے ڈر اور ہم سے جنگ و مقاتل نہ کرنا کیونکہ جس شخص نے ہماری فریاد و استغاثہ سنی اور ہماری مدد نہ کی وہ ضرور ہلاک ہوگا عبید اللہ نے کہا انشاء اللہ اس قسم کا معاملہ کبھی نہیں ہوگا۔ پھر امام حسینؑ اس کے ہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے خیمے کی طرف آ گئے۔

کتاب مخزن فی تسلیۃ المحزون میں ہے کہ حسینؑ چلے یہاں تک کہ قصر ابن مقاتل میں قیام کیا اور ایک خیمہ نصب شدہ اور نیزہ گڑھا ہوا اور گھوڑا کھڑا ہوا دیکھا تو پوچھا یہ خیمہ کس کا ہے لوگوں نے بتایا کہ عبید اللہ بن حر جعفی کا ہے آپ نے

اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو جس کا نام حجاج بن مسروق جعفی تھا اس کی طرف بھیجا وہ گیا اور سلام کیا۔ عبیداللہ نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کیا بات ہے تو اس نے کہا کہ خدا نے تجھے کرامت و عزت بخشی ہے اگر تو اسے قبول کرے اس نے کہا کونسی کرامت۔ مسروق نے کہا یہ حسینؑ بن علیؑ ہیں کہ جو تجھے اپنی نصرت و مدد کی دعوت دے رہے ہیں اگر ان کے سامنے کارزار اور جنگ کرے تو ماجور و مثاب ہوگا اور اگر مارا جائے تو شہید ہوگا۔ عبیداللہ نے کہا اے حجاج خدا کی قسم میں کوفہ سے باہر آیا مگر اس خوف سے کہ مبادا حسینؑ وہاں آئیں اور میں وہاں ہوں اور ان کی مدد نہ کروں کیونکہ کوفہ میں کوئی شیعہ اور یاور مددگار نہیں ہے جو لوگ ہیں ان سب نے دنیا کی طرف رغبت کی ہے تھوڑے سے ہیں کہ جنھیں خدا نے محفوظ رکھا ہے واپس جا کر یہ بات آنجناب سے کہہ دے وہ آیا اور اس نے بتایا پس امام حسینؑ خود اُٹھ کھڑے ہوئے اور نعلین پہنے اور اپنے اصحاب بھائیوں اور اہل بیت کے ایک گروہ کے ساتھ آئے جب خیمہ میں داخل ہوئے تو سلام کیا عبداللہ صدر مجلس سے کود کر آداب بجایا۔ (و قیل بدیہ و رجلیہ)

(آپ کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لیے) اور حسینؑ بیٹھ گئے اور خدا کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا اے حر کے بیٹے تمہارے شہر والوں نے میری طرف خطوط لکھے ہیں کہ میری نصرت و مدد کرنے کے لیے مجتمع اور متفق ہیں اور مجھ سے خواہش کی کہ وہاں جاؤں اب جب میں آیا ہوں تو میں نے دیکھا ہے کہ حقیقت میں معاملہ ایسا نہیں ہے اور میں تجھے اہل بیت رسول کی نصرت و مدد کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر ہم اپنا حق واپس لے سکے تو خدا تعالیٰ کی ہم حمد و ثناء کرتے ہیں اور اگر انھوں نے ہمارا حق نہ دیا اور ہم پر ظلم کیا تو حق کے طلب کرنے میں تو ہمارا مددگار ہوگا۔ عبیداللہ نے کہا اے

فرزند رسولخدا اگر کوفہ میں آپ کے یار و انصار اور شیعہ ہوتے اور ان کی مدد و نصرت کی امید ہوتی تو میں ان سب سے زیادہ سعی و کوشش اور جدوجہد کرتا لیکن کوفہ میں آپ کے شیعہ نہیں رہے وہ بنی امیہ کی تلوار کے خوف سے اپنے گھروں سے نکل گئے ہیں۔

اور ابو حنیفہ دینوری کہتا ہے۔ عبید اللہ نے کہا خدا کی قسم میں کوفہ سے باہر نہیں آیا مگر اس لیے کہ میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ آنجناب سے جنگ و محاربہ کے لیے باہر نکلے ہیں اور آپ کے پیروکار (ہونے کے دم بھرنے والوں نے) آپ کو بے یار و مددگار اور تنہا چھوڑ دیا ہے اور مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ یقیناً قتل ہو جائیں گے اور میں آپ کی مدد کرنے کی قدرت نہیں رکھتا لہٰذا میں دوست نہیں رکھتا کہ انھیں میں دیکھوں اور وہ مجھے دیکھیں۔

مؤلف کہتے ہیں مناسب ہے کہ اس مقام پر عبید اللہ بن حر جعفی کے حالات کی تشریح کی جانب ہم اشارہ کریں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ میرزا محمد استر آبادی نے اپنی کتاب رجال کبیر میں نجاشی سے روایت کی ہے کہ عبید اللہ بن حر جعفی شاہسوار دلیر و بہادر اور شاعر ہے اور اس کا ایک کتاب کا نسخہ ہے کہ جس میں وہ امیر المومنین سے روایت کرتا ہے پھر میرزا مسنداً اس سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے امام حسینؑ سے آپ کے خضاب کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ چیز نہیں کہ جو تم خیال رکھتے ہو یہ حنا مہندی اور وسمہ ہے انتہیٰ کلام میرزا یعنی یہ سیاہی محاسن اور بالوں میں جیسا کہ تمہارا خیال ہے طبیعی نہیں بلکہ حنا اور سیاہ رنگ کیا ہوا ہے (مقام)۔

اور حکایت ہوئی ہے کہ عبید اللہ مذکور عثمانی (حضرت عثمان کا شیعہ تھا)

عرب کے دلاوروں اور شاہسواروں میں سے تھا۔ جنگ صفین میں اس محبت کی بنا پر جو عثمان سے رکھتا تھا معاویہ کے لشکر میں تھا جب امیر المؤمنین شہید ہو گئے تو پھر یہ کوفہ آیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ امام حسینؑ کی شہادت کے مقدمات فراہم ہوئے تو پھر جان بوجھ کر کوفہ سے باہر آیا تاکہ وہ مقتل حسین نہ دیکھے۔

طبری نے ابو مخنف سے عبد الرحمن بن جندب ازدی سے روایت کی ہے کہ عبید اللہ بن زیاد حسینؑ بن علیؑ کی شہادت کے اشراف و بزرگان کوفہ کی تلاش میں تھا اس نے عبید اللہ بن حر جعفی کو نہ دیکھا چند دن کے بعد وہ آیا اور عبید اللہ بن زیاد کے پاس گیا اس نے اس سے پوچھا اے حُر کے بیٹے تم کہاں تھے کہا میں بیمار تھا ابن زیاد نے کہا تیرا دل بیمار تھا یا بدن تو اس نے کہا کہ میرا دل تو کبھی بھی بیمار نہیں ہوا رہا میرا بدن تو خدا نے مجھ پر احسان کیا اور عافیت بخشی ہے ابن زیاد نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے تو ہمارے دشمن کے ساتھ تھا اس نے کہا اگر آپ کے دشمن کے ساتھ ہوتا تو میرا ہونا مشہور اور دیکھا جاتا اور میرے جیسے شخص کی جگہ پوشیدہ نہیں رہتی۔ راوی کہتا ہے کہ ابن زیاد اس سے غافل ہوا تو کہا کہ ابن حر کہاں ہے لوگوں نے کہا ابھی ابھی باہر نکلا ہے اس نے کہا اسے لے آؤ پولیس کے سپاہی اس کے پاس گئے اور کہا کہ امیر کی دعوت پر آؤ۔ اس نے اپنے گھوڑے کو مہمیز کیا اور کہا کہ اس سے کہنا خدا کی قسم اپنے اختیار سے کبھی بھی تیرے پاس نہیں آؤں گا اور نکل گیا یہاں تک کہ احمر بن زیاد طائی کے گھر جا اترا اور اس کے ساتھی وہیں اس کے گرد جمع ہو گئے اور وہاں سے چل کر کربلا گئے اور قوم کے مصارع اور مقتل گاہ کی زیارت کی اور اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے لیے خدا سے رحمت و مغفرت طلب کی پھر جا کر

مدائن میں ٹھہر گیا اور اس سلسلہ میں اشعار کہے بقول امیر غادر حق غادر۔

یقول امیر غادر حق غادر لا کنت قاتلت الشهید ابن فاطمه
فیا ندمی ان لا اکون نصرته الا کل نفس لا تسدد نادمة

تمام اشعار کو مؤلف نے مراثی کی فصل میں ذکر کیا ہے، ان اشعار کا معنی یہ ہے: بے وفا دھوکہ باز امیر جو واقعی دھوکہ باز ہے مجھ سے کہتا ہے کہ کیوں حسینؑ شہید فرزند فاطمہ سے تو نے جنگ نہیں کی حالانکہ میں نادم و پشیماں ہوں کہ میں نے اُن کی نصرت و مدد نہیں کی اور جو شخص درست اور ٹھیک کام نہ کرے تو وہ پشیمان اور نادم ہوتا ہے۔

اور یہ بھی حکایت ہوئی کہ وہ افسوس و ندامت سے اپنے ہاتھ ایک دوسرے پر مارتا اور کہتا تھا کہ میں نے اپنے ساتھ کیا کیا اور یہ اشعار پڑھتا تھا:

فیالك حسرة ما دمت حیًا تردد بین صدری و التراقی
حسین حین یطلب نصر مثلی علی اهل الضلالة و النفاق
غداة یقول لی بالقصر قولا اتترکنا و تزمع بالفراق
ولو انی اواسیه بنفسی لنلت کرامة یوم التلاق

مع ابن المصطفیٰ نفسی فداه
تولی ثم ودع بالطلاق
فلو التلهف قلب حی
لهم الیوم قلبی بانفلاق
فقد فاز الاولی نصروا حسینا
وخاب الآخرون ذوو النفاق

یعنی ہائے افسوس وحسرت اور جب تک میں زندہ ہوں یہ افسوس وحسرت میرے سینہ اور گردن کے حلقہ میں گردش کرتی رہے گی جبکہ حسین نے مجھ جیسے سے مدد طلب کی گمراہوں اور منافقوں کے برخلاف جس دن کہ قصر ابن مقاتل میں انھوں نے مجھ سے کہا کیا تو ہمیں چھوڑ کر چاہتا ہے کہ ہم سے الگ ہو جائے اور اگر میں نے اپنی جان کے ساتھ آنجناب سے مواسات کی ہوتی تو نقار پروردگار کے دن میں اس کی کرامت و بزرگی کے ساتھ فرزند مصطفیٰ کی محبت میری جان ان پر فدا ہو فائز ہوتا۔ آپ نے پشت پھیر لی اور وداع کر کے چلے گئے اگر افسوس وحسرت کسی زندہ کے دل کو چیر دیتے تو میرا دل آج چاہتا ہے کہ پھٹ جائے حقیقت سے ہے کہ وہ لوگ فائز و رستگار ہوئے کہ جنھوں نے حسینؑ کی مدد کی اور وہ دوسرے جو صاحب نفاق تھے ناامید ہوئے۔

سید اجل بحر العلوم عطر اللہ مرقدہ اپنے رجال میں کہتے ہیں کہ شیخ نجاشی نے اپنی کتاب میں ایک گروہ کا نام لیا ہے کہ جو صلح صالح اور ہمارے نیک لوگوں میں گذرے ہیں اور ان میں عبداللہ بن حر جعفی کو بھی شمار کیا ہے اور یہ وہی شخص ہے کہ جس کے قریب سے حر بن یزید کی ملاقات کے بعد امام حسینؑ گذرے اور اس سے مدد طلب کی لیکن اس نے آپ کی دعوت قبول نہ کی۔ صدوق نے امالی میں حضرت امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حسینؑ نے جب قطقطانیہ میں قیام فرمایا تو ایک خیمہ کھڑا ہوا دیکھا تو پوچھا یہ خیمہ کس کا ہے لوگوں نے بتایا کہ عبداللہ بن حر جعفی کا ہے اور صحیح عبداللہ ہے تصغیر کے ساتھ۔ پس امام حسینؑ نے اس کی طرف قاصد بھیجا اور فرمایا کہ اے شخص تو نے بہت سی خطائیں کی ہیں اور جو کچھ تو نے اب تک کیا ہے خدائے عزوجل تیرا اس پر مؤاخذہ کرے گا اگر اس

وقت تو اس کی بارگاہ کی طرف نہ پلٹے اور میری مدد نہ کرے تاکہ میرے نانا قیامت کے دن تیرے شفیع ہوں تو اس نے کہا اے فرزند رسول اللہ اگر میں آپ کی مدد کے لیے آؤں تو میں آپ کے سامنے پہلا مقتول ہوں گا لیکن یہ میرا گھوڑا آپ لے لیجیے۔ خدا کی قسم میں کبھی بھی اس پر سوار ہو کر کسی چیز کو طلب کرنے نہیں گیا مگر یہ کہ میں اس تک پہنچا ہوں اور کوئی شخص میری تلاش میں نہیں آیا مگر یہ کہ میں نے نجات پائی ہے یہ میرا گھوڑا لے لیجیے۔ تو امام حسینؑ نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا نہ مجھے تیری ضرورت ہے اور نہ تیرے گھوڑے کی اور میں گمراہ لوگوں کو اپنی مدد کے لیے نہیں چاہتا لیکن یہ یہاں سے بھاگ جا نہ ہمارے ساتھ ہو اور نہ ہمارے خلاف، کیونکہ اگر کوئی شخص ہماری فریاد سنے اور لبیک نہ کہے تو خدا اسے منہ کے بل جہنم کی آگ میں پھینکے گا اور مفیدؒ نے ارشاد میں کہا ہے..... اور پھر سید بحر العلوم نے مفیدؒ کا کلام اس کے مطابق جو پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں نقل کیا ہے اس کے بعد فرمایا ہے کہ شیخ جعفر بن محمد نما نے رسالہ شرح الثار فی احوال المختار میں کہا ہے عبیداللہ بن حر بن مجمع بن خزیم جعفی اشراف کوفہ میں سے تھا اور حسینؑ اس کے پاس آئے اور اپنے ساتھ خروج کی اسے دعوت دی لیکن اس نے قبول نہ کی چنانچہ بعد میں وہ پشیمان ہوا اور قریب تھا کہ انتہائے غم و اندوہ کی بنا پر اس کی روح اور جان بدن سے نکل جائے اور اس نے یہ اشعار کہے: فیالک حسرة الی آخر الابیات اور اس کے بعد یہ اشعار نقل کیے ہیں:

یبیت النشاوی عن امیة نوما	و بالطف قتلی ما ینام حمیمها
وما ضیع الاسلام الا قبیلة	تامر نوکاها و دام نعیمها

واضحت قناة الدین فی کف ظالم　　اذا اعوج منہا جانب لا یقیمہا

فاقسمت لا تنفك نفسی حزینة　　وعینی تبکی لا تجف سجومہا

حیوتی او تلقی امیة خزیة　　یذل لہا حتی الممات

بنی امیہ کے بدمست گہری نیند میں رات بسر کرتے ہیں جب کہ میدان طف کے مقتولوں کے عزیز رشتہ دار نہیں سو سکتے۔ اسلام کو ضائع اور برباد نہیں کیا مگر ایک قبیلہ نے کہ جس کے بے وقوف افراد امیر بنا ئے گئے اور ان کی نازو نعمتیں برقرار رہیں۔ اور دین کے نیزے ظالم کے ہاتھ میں ہیں کہ جب ان کا کوئی پہلو ٹیڑھا ہو جاتا ہے تو وہ اسے سیدھا نہیں کرتا اور میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میرا نفس ہمیشہ محزون و مغموم رہے گا اور میری آنکھ روتی رہے گی اور کبھی خشک نہیں ہوگی میری زندگی میں مگر یہ کہ بنی امیہ کو ایسی رسوائی و خواری کہ جس سے اس کے سردار مرتے دم تک ذلیل و خوار ہوتے رہیں

اس کے بعد کہتا ہے کہ عبید اللہ بن حر مختار کے ساتھیوں میں داخل ہو گیا اور ابراہیم بن مالک اشتر کے ساتھ عبید اللہ بن زیاد سے جنگ کے لیے گیا۔ ابن اشتر اس کے ساتھ جانے کو ناپسند کرتے تھے اور مختار سے کہتے تھے کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ حاجت و ضرورت کے وقت یہ دھوکہ دے دے۔ مختار نے کہا کہ اس سے نیکی اور احسان کرو اور اس کی آنکھ کو مال سے پر کرو، پس ابراہیم عبید اللہ بن حر کو ساتھ لے کر نکلے یہاں تک کہ "تکریت" میں قیام کیا اور حکم دیا کہ اس علاقہ کا خراج وصول کیا جائے اور اسے اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کیا اور عبید اللہ بن حر کے لیے پانچ ہزار درہم بھیجے تو وہ آگ بگولا ہو گیا اور کہا کہ ابراہیم بن اشتر نے خود دس ہزار درہم لیے ہیں اور جو مال اپنے لیے لیا تھا وہ بھی اس کو بھیج دیا پھر بھی وہ راضی نہ ہوا اور مختار کے خلاف خروج کیا اور اس سے کیا ہوا عہد و پیمان توڑ دیا اور کوفہ کے اطراف کی بستیاں

لوٹ لیں اور مختار کے وہاں کے عاملوں کو قتل کیا اور وہاں کا مال لے کر بصرہ میں مصعب بن زبیر کے پاس چلا گیا۔ مختار نے اپنے کارندوں کو بھیجا انھوں نے اس کا گھر ویران کر دیا۔ اس کے بعد عبید اللہ اس طرح افسوس کرتا تھا کہ کیوں امام حسینؑ کے اصحاب میں داخل نہیں ہوا اور آپ کی مدد نہیں کی اور اس کے بعد کیوں مختار کی پیروی سے روگردانی کی اور اس سلسلہ میں کہتا ہے:

لما دعی المختار للثار اقبلت	کتائب من اشیاع آل محمد
وقد لبسوا فوق الدروع قلوبهم	وخاضوا بحار الموت فی کل مشهد
هم نصروا سبط النبی و رهطه	ودانوا باخذ الثار من کل ملحد
ففازوا بجنات النعیم و طیبها	وذلک خیر من لجین و لمسجد
ولو اننی یوم المصاح لدی الوغی	لاعملت حد المشرفی المهند
فوا اسفا ان لم اکن من حمایة	فاقتل فیهم کل باغ و معتد

یعنی جب مختار نے خونخواہی کے لیے دعوت دی تو آل محمد کے پیروکاروں کے لشکر آگے بڑھے جنھوں نے اپنے زرہوں کے اوپر دل پہن رکھے تھے وہ موت کے دریاؤں میں ہر میدان میں گھس جاتے انھوں نے نواسہ رسول اور ان کے خاندان کی مدد کی اور ان کا دین ہر ملحد سے خون کا بدلہ لینا تھا پس وہ بہشت نعیم پر فائز ہوئے اور اس کی خوشبو پر اور وہ سونا چاندی سے بہتر ہے اے کاش میں بھی جنگ کے دن لڑائی کے وقت ہندی مشرقی تلوار چلاتا افسوس کہ میں آپ کے حامیوں میں داخل نہیں تھا تاکہ ہر باغی اور تجاوز کرنے والے کو قتل کرتا۔

ان اشعار کو نقل کرنے کے بعد سید بحر العلوم رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ شخص صحیح العقیدہ لیکن بدعمل تھا کیونکہ امام حسینؑ کی اس نے مدد نہیں کی جیسا کہ آپ سن چکے ہیں اور کہا

جو کچھ کہا اور مختار کے ساتھ وہ کچھ کیا جو کیا اور اس کے بعد وہ افسوس کرتا تھا و نعوذ باللہ من الخذلان - (اللہ سے ہم پناہ مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی حالت پر چھوڑ دے اور ہم حق کا ساتھ نہ دے سکیں) اور نجاشی سے تعجب ہے کہ انھوں نے اس اسے سلف صالح میں شمار کیا ہے اور اس کو اہمیت دی ہے اور اس کا نام صدر و ابتدائے کتاب میں لائے ہیں اور میں امام حسین کی شفقت اور مہربانی سے امید رکھتا ہوں کہ آپ نے اس سے فرمایا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ تاکہ ہماری فریاد نہ سن سکو اور تاکہ خدا تجھے جہنم کی آگ میں نہ ڈالے یہ کہ آنجناب قیامت میں اس کے شفیع ہوں اس حسرت و ندامت اور افسوس کی وجہ سے کہ جو بعد میں وہ کرتا تھا اور اس پشیمانی کے جو گذشتہ پر کرتا اور وہ کرامت جو اس کے ہاتھ سے نکل گئی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال کلام علامہ بحر العلوم ختم ہوئی۔

مترجم کہتا ہے کہ نجاشی پر کہ جو بزرگ ترین اور موثق ترین علماء رجال میں سے ہیں اعتراض نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ انھوں نے اس کا نام اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کیونکہ علماء رجال کو لوگوں کے باطن سے سروکار نہیں اور یہ کہ آخرت میں کون جنتی ہے اور دوزخی اور یہ کہ خدا کس کو بخشے گا اور کسے عذاب کرے گا اس سے بحث نہیں کرتے بلکہ ان کی غرض و مقصود روایت کی تحقیق ہوتی ہے بہت سے نیک و پاک لوگ جن کا اعتقاد بھی صحیح ہوتا ہے جو آخرت میں بہشتی بھی ہوتے ہیں لیکن ان کی روایت مردود ہوتی ہے۔ کثرت سہو خلط ملط کرنے پر و ہر غلط حدیث کو قبول کرنے اور ہر غلو جو کہ کفر کی حد تک جا پہنچتا ہے کو قبول کر لینے کی وجہ سے مثلاً معلّی، مفضل، محمد بن سنان کے اور علماء نے کہا ہے "نرجوا شفاعته من لا تقبل شهادته" ہم ان کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں کہ جن کی شہادت و گواہی قبول نہیں ہو سکتی اور شاید کوئی شخص ساری

عمر سلامتی اور ضبط و ثبت کے ساتھ گذار دے اور آخر عمر میں منحرف ہو جائے اور اس کی حدیث کو قبول کریں اگر چہ اس کو ملعون و دوزخی سمجھیں مثلاً علی بن ابو حمزہ بطائنی کہ حضرت امام رضاؑ نے اس پر لعنت کی ہے اس کے باوجود اکثر علماء نے اسے مؤثق سمجھا ہے چونکہ اس سے کوئی جھوٹ نہیں سنا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنی زندگی فساد و برائی میں گذارے اور بہت سے جھوٹ بھی بولے لیکن آخر میں توبہ بھی کرے اور صنبتی ہو جائے تو اس کی احادیث کو قبول نہ کریں۔ باقی رہا عبید اللہ بن حر جعفی جیسا کہ نجاشی نے کہا ہے کہ اس کے پاس کتاب کا ایک نسخہ تھا کہ جس کی امیر المؤمنین سے روایت کرتا تھا اور رواۃ شیعہ نے بھی اس کی روایت کی ہے البتہ نجاشی کہ جنھوں نے کتب شیعہ کی فہرست لکھی ہے انھیں چاہیے تھا کہ اس کی کتاب بھی کتب کے ضمن میں ذکر کرتے اور یہ نہیں کہنا چاہیے کہ چونکہ عبید اللہ نے امام حسین کی مدد نہیں کی تو اس نے اس کتاب کو نہیں لکھا، اور اس کی روایت نہیں کی ہے اور لفظ سلف صالح محمول ہے غالب و اکثر پر۔

مؤلف کہتے ہیں کہ بنی الحر جعفی کا خاندان شیعہ خاندانوں میں سے ہے انھیں میں سے ہیں ادیم، ایوب اور ذکریا جو کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں نجاشی نے ان کا نام ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ادیم و ایوب مؤثق تھے اور وہ ایک اصل (کتاب) رکھتے تھے اور ذکر کی بھی ایک کتاب ہے (اصل اصطلاح رجال میں وہ معتبر کتاب ہے کہ جس پر زیادہ اعتماد ہو)۔

پندرھویں فصل

امام حسینؑ کی عمرو بن قیس سے گفتگو اور امامؑ کا کربلا پہنچنا

(ثواب الاعمال) شیخ صدوق نے اپنے استاد کے ساتھ روایت کی ہے عمرو بن قیس مشرقی سے، وہ کہتا ہے امام حسینؑ کی خدمت میں میں اور میرا چچازاد بھائی حاضر ہوئے اور اس وقت آنجناب قصر بنی مقاتل میں تھے۔ ہم نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور میرے چچازاد نے اس سے کہا یہ سیاہی جو آپ کے محاسن (ریش مبارک) میں دیکھ رہا ہوں خضاب سے ہے یا آپ کے بال خود اس رنگ کے ہیں۔ فرمایا خضاب ہے ہم بنی ہاشم کے بال جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ پھر آپ نے پوچھا تم لوگ میری مدد کے لیے آئے ہو، میں نے عرض کیا میں کثیر العیال ہوں اور لوگوں کا بہت سامال بھی میرے پاس ہے میں یہ نہیں جانتا کہ معاملہ کہاں پہنچے گا اور میں پسند نہیں کرتا کہ لوگوں کی امانت کو ضائع کر دوں اور میرے چچازاد نے بھی اس قسم کی بات کی تو آپ نے فرمایا تو پھر یہاں سے چلے جاؤ تاکہ نہ ہماری آواز استغاثہ سنو اور نہ ہمارے ہیولے اور دور سے شکل کو دیکھو کیونکہ جس شخص نے ہماری فریاد استغاثہ سنی یا ہمارا ہیولا اور دور سے شکل دیکھی اور پھر ہماری دعوت پر لبیک نہ کہا اور ہماری فریادرسی نہ کی تو اللہ کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اسے اس کے نتھنوں کے بل جہنم کی آگ میں پھینکے۔

اور جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حسین علیہ السلام نے حکم دیا کہ یہاں سے پانی لے لو اور کوچ کرو پس قصر بنی مقاتل سے روانہ ہوئے۔

عقبہ بن سمعان کہتا ہے کچھ دیر ہم چلے کہ آنحضرتؑ کو گھوڑے پہ بیٹھے بیٹھے اونگھ آ گئی ایک لمحہ غنودگی میں رہ کر آپ بیدار ہوئے اور فرمایا: انا للہ و انا الیہ راجعون

والحمد للہ رب العالمین اور ان کلمات کا دو تین مرتبہ تکرار کیا تو آپ کے بیٹے علیؑ بن الحسینؑ نے جو تیز گھوڑے پر سوار تھے آنجناب کی طرف رُخ کر کے عرض کیا کیوں آپ نے اللہ کی حمد اور استرجاع (انا للہ پڑھنا) کیا ہے فرمایا بیٹا ابھی ابھی مجھے نیند آ گئی تو میں نے خواب میں ایک گھڑ سوار کو دیکھا جو میرے سامنے سے نمودار ہوا جو کہہ رہا تھا یہ لوگ جا رہے ہیں تو موت ان کی طرف آ رہی ہے تو میں نے جان لیا کہ وہ ہمیں ہماری موت کی خبر دے رہا ہے تو آپ کے شہزادے نے عرض کیا بابا جان کیا ہم حق پر نہیں ہیں فرمایا کیوں نہیں اس خدا کی قسم کہ جس کی طرف لوگوں کی بازگشت ہے، تو وہ کہنے لگے کہ پھر ہمیں اس کی پرواہ نہیں کہ ہم حق پر مر جائیں، حسینؑ نے فرمایا خدا تمہیں جزائے خیر دے بہترین وہ جزا جو ایک بیٹے کو باپ کی طرف سے دیتا ہے (ارشاد و کامل)

جب صبح ہوئی تو امام حسینؑ گھوڑے سے اُترے اور نماز صبح پڑھی اور جلدی سوار ہو گئے اور اپنے اصحاب کے ساتھ بائیں طرف کی راہ لی اور جتنا آپ چاہتے کہ اپنے ساتھیوں کو متفرق کر دیں حُر آتا اور ایسا نہ ہونے دیتا اور جتنا حُر چاہتا کہ انھیں کوفے لے جائے اور اس پر اصرار کرتا وہ امتناع و انکار کرتے یہاں تک کہ کوفہ کی محاذات اور آمنے سامنے سے گذر کر اوپر کی طرف چلے گئے یعنی شمال کی سمت یہاں تک کہ نینوا تک پہنچ گئے جب وہاں حسینؑ نے نزول اجلال فرمایا تو اچانک ایک شتر سوار پورے ہتھیاروں کے ساتھ کمان کندھے پر رکھے ہوئے کوفہ کی جانب سے آیا سب رک کے اس کو دیکھ رہے تھے جب وہ قریب آیا تو اس نے حُر اور اس کے ساتھیوں کو سلام کیا لیکن حسینؑ اور ان کے اصحاب پر سلام نہیں کیا اور عبید اللہ بن زیاد کا خط حُر کے ہاتھ میں دیا جس میں اس نے لکھا تھا: اما بعد فجعجع بالحسین حین یاتیک کتابی ویقدم علیک رسولی ولا تنزلہ الا بالعراء فی غیر حصن و علی

غیر ماء وقد امرت رسولی ان یلزمك فلا یفارقك حتی یاتینی بانفاذ امرك والسلام
یعنی جس وقت ہی میرا خط تجھے ملے اور میرا قاصد تیرے پاس پہنچے تو حسینؑ کو روک کر ان پر سختی کر اور نہ اتار انھیں مگر ویران جگہ پر اور بغیر کسی قلعہ والے بیابان میں اور بغیر پانی والی جگہ کے اور میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تجھ سے جدا نہ ہو جب تک میرے حکم کے نافذ ہو جانے کی خبر نہ لائے ، والسلام :
جب حرؓ نے عبیداللہ کا خط پڑھا تو امام کے اصحاب سے کہا یہ عبیداللہ کا خط ہے جس میں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ جہاں کہیں اس کا خط مجھے ملے وہیں تم لوگوں کو روک لوں اور یہ اس کا قاصد موجود ہے کہ جو مجھ سے جدا نہیں ہوتا جب تک اس کے حکم کو تمہارے بارے میں انجام تک نہ پہنچاؤں۔
(طبری) : پس یزید بن زیاد بن مہاجر ابوالشعثاء کندی ثم نہدی اس قاصد پر نگاہ ڈالی اور کہا کیا تو مالک بن نسیر (نصغیر کے ساتھ) بدی ہے تو اس نے کہا کہ ہاں اور وہ بھی کندہ قبیلہ سے تھا (بَدّ بار کی زبر اور دال کی شد سے) قبیلہ کندہ کی ایک شاخ ہے) یزید بن زیاد نے کہا تیری ماں تیرے ماتم میں روئے یہ کیا لایا ہے وہ لعین کہنے لگا کیا لایا ہوں میں نے اپنے امام کی فرمانبرداری کی ہے اور اپنی بیعت کو پورا کیا ہے ابوالشعثاء نے کہا تو نے پروردگار کی نافرمانی کی ہے اور اپنے امام کی اس چیز میں اطاعت کی ہے کہ جو خود تیری ہلاکت کا سبب ہے اور تو نے ننگ وعار بھی اور جہنم کی آگ بھی کمائی اور کسب کی ہے اور تیرا امام بھی برا امام ہے خدائے عزوجل فرماتا ہے: (و جعلنا منهم ائمة یدعون الی النار ویوم القیامة لا ینصرون)
"اور انہیں ہم نے ایسے ائمہ قرار دیا ہے کہ جو آگ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی" تیرا امام انھیں میں سے ہے (ارشاد) حرؓ نے

امامؑ اور ان کے اصحاب پر سختی کی کہ اس بے آب و گیاہ جگہ میں کہ جہاں کوئی بستی و آبادی نہیں تھی اُتریں، امام حسینؑ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر ہمیں چھوڑ دے کہ ہم اس دیہات یعنی نینوی اور غاضریہ میں یا اس دیہات یعنی شفیہ میں اتر جائیں حُر نے کہا خدا کی قسم میں ایسا نہیں کر سکتا، اس شخص کو انھوں نے مجھ پر جاسوس مقرر کیا ہے، زہیر بن قیس نے عرض کیا خدا کی قسم میں اس طرح دیکھ رہا ہوں کہ اس کے بعد معاملہ زیادہ سخت ہو جائے گا اے فرزند رسول بخدا اس جماعت کے ساتھ اس وقت قتال اور جنگ کرنا ہمارے لیے زیادہ آسان ہے اُن سے جنگ کرنے کی نسبت کہ جو اس کے بعد آئیں گے مجھے اپنی جان کی قسم ہے ان کے بعد اتنے لوگ آئیں گے کہ جن سے مبازرہ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ حسینؑ نے فرمایا میں ان سے جنگ کرنے میں پہل نہیں کروں گا اور وہیں آپ اتر گئے اور وہ جمعرات کا دن محرم الحرام اور اکسٹھ ہجری کی تاریخ تھی۔

سید کہتے ہیں اور امام حسینؑ کھڑے ہو گئے اور اپنے اصحاب کے درمیان اس طرح خطبہ پڑھا خدا کی حمد و ثناء کی اور اپنے نانا کا ذکر کر کے ان پر صلوٰۃ و درود بھیجا اور فرمایا (انہ قد نزل من الامر ما ترون) ایسی مصیبت آن پڑی ہے کہ جسے تم لوگ دیکھ رہے ہو اور اس طرح کا خطبہ کہ جیسا ہم نے حُر کی ملاقات کے وقت ذکر کیا ہے آپ نے دیا ہے

سولھویں فصل

زمین کربلا پر نزول امامؑ

امام حسینؑ کا زمین کربلا میں نزول اور عمر بن سعد کا وارد ہونا اور اس کے بعد جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہوا) جب امام حسینؑ نے زمین کربلا میں پڑاؤ ڈال دیا (کامل) تو فرمایا اس زمین کا کیا نام ہے تو لوگوں نے عرض کیا "عقر" امام حسینؑ نے عرض کیا:
اللھم انی اعوذ بک من العقر (عقر عین کی زبر کے ساتھ شگافت ہونے اور خلل و نقص پڑنے کے معنی میں ہے) اور سبط نے "تذکرہ" میں کہا ہے کہ دوبارہ حسینؑ نے پوچھا اس زمین کا کیا نام ہے انھوں نے کہا کربلا اور اسے زمین نینوی بھی کہتے ہیں اور وہاں ایک بستی ہے پس آنجناب رو پڑے اور فرمایا "کرب و بلا" مجھے (نانی) ام سلمہ نے خبر دی ہے کہ جبرائیل رسول خدا کے پاس آئے جبکہ آپ (حسین) میرے پاس تھے جب روئے تو رسول خدا نے فرمایا میرے بچے کو چھوڑ دو تو میں نے آپ کو چھوڑ دیا اور پیغمبر نے آپ کو پکڑ لیا اور اپنی گود میں بٹھایا تو جبرائیل نے عرض کیا کیا آپ اس شہزادے سے محبت کرتے ہیں فرمایا ہاں، تو جبرائیل نے کہا آپ کی امت انھیں قتل کر دے گی اور اگر آپ چاہیں تو اس زمین کی مٹی کہ جس میں یہ قتل ہوں گے آپ کو دکھاؤں فرمایا ہاں پس جبرئیل نے اپنے پر کربلا کی زمین پر پھیلائے اور وہ زمین پیغمبر اکرمؐ کو دکھائی "، جب حسینؑ سے عرض کیا گیا کہ یہ زمین کربلا ہے تو آپ نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا خدا کی قسم یہ وہی مٹی ہے کہ جس کی جبرئیل نے رسول خدا کو خبر دی تھی اور میں اس زمین میں مارا جاؤں گا۔

اس کے بعد سبط ابن جوزی نے شعبی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علیؑ

صفین کی طرف جارہے تھے نینوا کے محاذات اور آمنے سامنے پہنچے کہ جو شط فرات پہ ایک بستی ہے تو وہاں رُک گئے اور اپنے صاحب مطہرہ (جو آپ کے وضو و طہارت کے پانی کا انتظام کرتا تھا) سے کہا ابو عبد اللہ کو بتاؤ کہ اس زمین کو کیا کہتے ہیں تو اس نے کہا کربلا تو آپ نے اتنا گریہ کیا کہ زمین آپ کے آنسوؤں سے تر ہو گئی اس کے بعد فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جبکہ آنحضرت گریہ کر رہے تھے تو میں نے آپ سے کہا آپ کو کس چیز نے رُلایا تو آپ نے فرمایا: ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس تھے اور مجھے خبر دی کہ میرا بیٹا حسین شط فرات کے پاس اس جگہ کہ جسے کربلا کہا جاتا ہے قتل و شہید کر دیا جائے گا اس کے بعد جبرئیل نے مجھے مٹھی بھر مٹی وہاں سے اٹھا کر سنگھائی تو میری آنکھیں میرے اختیار میں نہ رہتے ہوئے آنسو بہانے لگیں۔

اور کتاب بحار میں خرائج سے منقول ہے اور باقر علیہ السلام نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام لوگوں کے ساتھ باہر نکلے جب کربلا ایک دو میل رہ گیا تو آپ لوگوں سے آگے بڑھ گئے ایک جگہ پہنچے مقذفان کہتے ہیں وہاں پھرے اور گردش کرتے رہے اور فرمایا کہ دو سو پیغمبر اس سرزمین میں شہید ہوئے اور یہ ان عاشقوں اور شہداء کے اونٹوں کے بٹھانے اور زمین پر گرنے کی جگہ ہے کہ جس سے ان سے پہلے آنے والے سبقت نہیں لے سکے اور ان سے بعد آنے والے ان کے مقام تک نہیں پہنچ سکے۔

(مترجم کہتا ہے کہ بخت نصر نے بنی اسرائیل کے اسباط کو اسیر بنا لیا کہ ان کے درمیان انبیاء بھی تھے اور ان میں سے بہت سوں کو شہید کر دیا اس کا پایہ تخت بابل تھا اس شہر کے قریب کہ جسے آج کل ذی الکفل کہتے ہیں اور انبیاء بنی اسرائیل کی قبریں اب بھی وہاں ہیں کہ جن کی زیارت کی جاتی ہے اور یہ بندہ بھی ان کی زیارت پر موفق ہوا

ہے اس طرح مقدر میں تھا کہ حضرت امام عبداللہ الحسین کا مصرع اور زمین پر گرنے کی جگہ انبیاء کے مصارع اور پچھڑنے کے پاس شط فرات کے کنارے ہو)

(ملہوف) جب حسینؑ اس سرزمین میں پہنچے تو پوچھا اس زمین کا کیا نام ہے تو لوگوں نے بتایا کربلا، فرمایا: اللّٰھم انی اعوذ بك من الکرب والبلاء (خدایا میں کرب و اضطراب اور مصیبت و بلاء سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں پھر فرمایا: یہ اندوہ و رنج کی زمین ہے یہیں اتر جاؤ ہمارے بار و ساز و سامان اسی زمین پر رکھے جائیں اور یہیں ہمارے خون بہیں گے اور یہیں ہماری قبریں بنیں گی۔ میرے نانا رسولخدا نے مجھ سے اسی طرح حدیث بیان فرمائی ہے پس سب اتر پڑے اور حرؑ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف پڑاؤ ڈالا (کشف الغمہ)۔

سب اُترے اور اپنے بار و اسباب زمین پر رکھے اور حر خود اور اس کے ساتھی امام حسینؑ کے مدمقابل اور سامنے اُترے اور پھر عبیداللہ کو خط لکھا کہ حسینؑ نے کربلا میں اپنا ساز و سامان کھول دیا ہے اور خیمے نصب کر لیے ہیں۔

اور مروج الذہب میں ہے کہ آنجناب کربلا کی طرف منصرف و مائل ہوئے جبکہ آپ کے ساتھ پانچسو سوار اور تقریباً ایک سو پیادہ افراد تھے اہل بیت اور اصحاب میں سے۔

اور بحار الانوار میں مناقب قدیم سے نقل کیا ہے کہ (کربلا میں پہنچنے سے پہلے) زہیر نے کہا کہ ہم کربلا جائیں اور وہیں پڑاؤ ڈالیں کیونکہ فرات کا کنارہ ہے اور وہیں قیام کریں گے اگر انھوں نے ہم سے جنگ چھیڑی تو اس کے دفع کرنے میں خدا سے استعانت چاہیں تو امام حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: (اللّٰھم انی اعوذ بك من الکرب والبلاء)

اتر پڑے اور حُر بن یزید ریاحی آپ کے مقابلہ میں ہزار سوار کے ساتھ امام حسینؑ نے کاغذ و دوات طلب کی اور ان اشراف کوفہ کو خط لکھا کہ جن کے بارے میں آپ کے جانتے تھے کہ وہ اپنی رائے میں اب تک پکے اور مستحکم ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسین بن علی کی جانب سے سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ (نون کی جیم زبر اور باد کے ساتھ) رفاعہ بن شداد، عبداللہ بن وال اور گروہ مومنین کی طرف اما بعد تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں فرمایا جو کسی ظالم جابر بادشاہ کو دیکھے اس خطبہ کے آخر تک جو آپ نے اپنے اور حرؑ اور اصحاب کے لیے دیا جسے ہم ذکر کر چکے ہیں۔

پھر آپ نے خط کو لپیٹا اور اس پر مہر لگا دی اور اسے قیس بن مسہر صیداوی کے سپرد کیا اور پھر گفتگو کو اسی طرح چلایا ہے کہ جس طرح پہلے گذر چکی ہے۔

اس کے بعد کہا ہے اور جب حسینؑ کو قیس کی شہادت کی خبر ملی تو آپ کو گریہ گلوگیر ہوا اور آپ کے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا اللّٰھم اجعل لنا ولشیعتنا عندك منزلًا کریما واجمع بیننا و بینھم فی مستقر رحمتك انك علی کل شیٔ قدیر ؕ اور کہا ہے کہ ایک شخص امام حسینؑ کے شیعوں میں سے تڑپ کر اٹھا کہ جسے ہلال بن نافع بجلی کہتے تھے"

مؤلف حاشیہ میں کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ صحیح نافع بن ہلال بن نافع ہے اور بعض مؤرخین نے ایک لفظ نافع کو تکرار سمجھ کر حذف کر دیا ہے جیسا کہ کتاب منہج المقال وغیرہ میں ناحیہ مقدسہ سے منقول زیارت شہداء میں اسی طرح ضبط ہوا ہے اور ان کی یہ گفتگو بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔ مقداد بن اسود کندی کی رسول خدا سے گفتگو کے ساتھ کہ جسے تفسیر علی بن ابراہیم میں نقل کیا ہے جس وقت رسول خدا

اپنے اصحاب کے ساتھ جنگ بدر میں باہر نکلے تو آپ ماء الصفراء کے قریب اترے ہوئے تھے تو آپ نے چاہا کہ ان اصحاب کو جنھوں نے مدد و نصرت کرنے کی خوشخبری دے رکھی تھی آزمائیں، انھیں بتایا کہ قریش کے اونٹوں کی وہ قطار کہ جس میں ان کا سرمایہ اور مال و متاع تھا گذر گئی ہے اب خود قریش آرہے ہیں تاکہ تمہارا ہاتھ اونٹوں کی قطار سے روکیں اور خدا نے مجھے لڑنے اور جنگ کرنے کا حکم دیا ہے تو رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب بے تاب و پریشان ہو گئے اور انھیں شدید خوف و ہراس لاحق ہوا۔ رسول خدا نے فرمایا کہ اپنی رائے پیش کرو، ابوبکر صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا یہ قبیلہ قریش ہے کہ جو ناز و تکبر کی بناء پر کافر رہا ہے اور ایمان نہیں لایا اور عزت کے بعد ذلیل و خوار نہیں ہوا اور ہم جنگی ساز و سامان کے ساتھ نہیں آئے اور ہم نے اپنے آپ کو آمادہ اور تیار نہیں کیا ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ دوبارہ فرمایا اپنی رائے ظاہر کرو تو عمر صاحب کھڑے ہو گئے اور ابوبکر صاحب ایسی گفتگو کی تو رسولخدا نے فرمایا بیٹھ جاؤ وہ بھی بیٹھ گئے تو مقداد کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ یہ قریش ہیں اس ناز و تکبر کے ساتھ اور ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے اور گواہی دی ہے کہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہ برحق اور خدا کی طرف سے ہے اگر آپ حکم دیں کہ جھاڑ جھاڑی کے ایندھن والی آگ میں ہم کود پڑیں یا پُرخار بڑے کانٹوں والے درخت "ہراس" کے درمیان آپ کے ساتھ ہم آئیں اور ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کے پروردگار جاکر جنگ کرو اور ہم یہاں بیٹھے رہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا پروردگار آگے ہوں اور ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ پس رسول خدا نے فرمایا خدا تجھے جزائے خیر دے پھر مقداد بیٹھ گئے اور آنحضرت نے فرمایا کہ اپنی رائے دو تو سعد بن معاذ

کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے رسول خدا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آپ گویا ہماری رائے چاہتے ہیں۔ فرمایا ہاں، عرض کیا میرے ماں باپ آپ کے صدقے، یارسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے اور گواہی دی ہے کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہے لہٰذا آپ جو چاہیں حکم دیں اور جو کچھ چاہیں ہمارے مال میں سے لے لیں اور جو چاہیں ہمارے لیے چھوڑ دیں اور جو کچھ آپ لیں گے وہ ہمیں اس سے زیادہ محبوب ہے کہ جسے آپ چھوڑ دیں گے خدا کی قسم اگر آپ حکم دیں تو ہم آپ کے ساتھ اس دریا میں کود پڑیں۔ رسول خدا نے فرمایا خدا تجھے جزائے خیر دے)۔

ہلال (یا نافع بن ہلال) نے کہا اے فرزند رسولخدا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے نانا رسولخداؐ اپنی محبت عام لوگوں کے دلوں میں برقرار نہ کر سکے، اور نہ ہی جس طرح آپ چاہتے تھے کہ سب آپ کے حکم کی طرف رجوع کریں (کر سکے) بلکہ ان کے درمیان کچھ منافقین تھے کہ جو مدد کی خوشخبری دیتے تھے لیکن دل میں بے وفائی کی نیت و ارادہ رکھتے تھے آپ کے سامنے تو شہد سے زیادہ میٹھے ہوتے اور آپ کے پس پشت حنظل (تمہ) سے زیادہ کڑوے ہوتے یہاں تک کہ خدائے عزوجل آنحضرت کو اپنے جوار رحمت میں لے گیا۔

اور آپ کے والد گرامی حضرت علی صلواۃ اللہ علیہ بھی اسی طرح تھے ایک گروہ ان کی مدد و نصرت پر متفق ہوا اور انھوں نے پیمان شکنی کی ناکثین، اور جفا کار قاسطین اور کج رفتار مارقین کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ آنجناب کی مدت عمر ختم ہو گئی اور وہ پروردگار کی رحمت اور خوشنودی کی طرف گئے اور آپ آج ہمارے درمیان اسی حالت پر ہیں جس شخص نے عہد و پیمان توڑا اور بیعت کا جوا اپنی گردن

سے اُتارا اس نے اپنا ہی نقصان کیا ہے اور خدا نے آپ کو اس سے مستغنی کیا ہے پس ہمارے ساتھ جدھر آپ چاہیں پرواہ کیے بغیر روانہ ہوں کیونکہ سیدھی راہ وہی ہے جس پر آپ چلیں گے چاہے مشرق کی طرف جائیں یا مغرب کی طرف، خدا کی قسم ہم خدا کی قضاء و فیصلہ سے نہیں ڈرتے اور لقائے پروردگار سے ناخوش نہیں ہیں اور ہم نیّت و بصیرت کے ساتھ اس کو دوست رکھتے ہیں جو آپ سے محبت کرے اور اس کو دشمن رکھتے ہیں جو آپ سے دشمنی رکھے۔

پھر بریر بن خضیر ہمدانی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا خدا کی قسم اے فرزند رسولخدا خدا نے آپ کے وجود ذیجود کا ہم پر احسان کیا ہے تاکہ ہم آپ کے سامنے جنگ کریں اور آپ کی راہ میں ہمارے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوں اور آپ کے نانا قیامت کے دن ہمارے شفیع ہوں، وہ گروہ فلاح و رستگاری حاصل نہیں کر سکتا جس نے اپنے پیغمبر کے بیٹے کو چھوڑ دیا وائے ہے ان کے لیے اس چیز سے کہ جس تک وہ کل پہنچیں گے اور جہنم کی آگ میں داد و فریاد اور وا ویلا اور ہائے افسوس کی آواز بلند کریں گے۔

پھر امام حسینؑ نے اپنے بیٹوں، بھائیوں اور اپنے عزیزوں کو اپنے گرد جمع کیا اور کچھ دیر ان کی طرف دیکھتے رہے پھر فرمایا: اللھم انا عترۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ و آلہ ۔ خدایا ہم تیرے نبی محمدؐ کی عترت ہیں ہمیں ان لوگوں نے گھروں سے باہر نکالا ہے اور ہمیں ایک جگہ سے دوسری جگہ دھکیلا ہے اور ہمیں ہمارے نانا کے حرم سے آوارہ وطن کیا ہے خدایا ہمارا حق ان سے لے اور ہمیں ظالم و ستمگر قوم پر فتح و نصرت عطا فرما۔ پھر آپ نے وہاں سے کوچ کیا یہاں تک کہ بدھ کے دن یا جمعرات کے دن کربلا میں نزول اجلال فرمایا جو کہ

محرم کی دوسری اور ۶۱ اکسٹھ ہجری کی تاریخ تھی (ابو حنیفہ دینوری کہتا ہے کہ آنجناب بدھ کے دن پہلی محرم اکسٹھ ہجری کربلا میں اتر پڑے اور آپ سے ایک دن بعد عمر بن سعد آیا) پھر آپ نے اصحاب کی طرف رخ کیا اور فرمایا (الناس عبید الدنیا والدین لعوق (لعق) علی السنتهم یحوطونه مادرت معایشهم فاذا محصوا للبلاء قل الدیانون) یعنی لوگ دنیا کے بندے ہیں اور دین ایک چاٹ ہے ان کی زبان پر رکھی ہوئی جب تک اس میں مزہ آتا ہے اس کو گھیرے رہتے ہیں جب آزمائش کا وقت آئے تو دیندار تھوڑے رہ جاتے ہیں۔

پھر فرمایا کیا کربلا یہی ہے لوگوں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسول خدا، فرمایا یہی اندوہ و بلا کی جگہ ہے یہیں اونٹوں کو بٹھانا چاہیے یہی مردوں کے شہید ہونے اور ہمارے خون بہنے کی جگہ ہے۔

پس سب اتر پڑے اور حرؒ بھی ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ آپ کے مقابلہ میں اتر پڑا اور ابن زیاد کو خط لکھا کہ حسینؑ نے کربلا میں پڑاؤ ڈال دیا ہے اور ابن زیاد نے حسینؑ کی خدمت میں خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا: (امابعد یا حسین فقد بلغنی نزدلك بکربلا وقد کتب الی امیر--- یزیدان لا اتوسد الوثیر ولا اشبع من الخمیر او الحقك باللطیف الخبیر او ترجع الی حکمی وحکم یزید بن معاویۃ والسلام) اے حسینؑ مجھے خبر ملی ہے کہ کربلا میں پڑاؤ ڈالا ہے اور امیر... یزید نے مجھے لکھا ہے کہ میں تکیہ پر سر نہ رکھوں اور سیر ہو کر کھانا نہ کھاؤں جب تک خدائے لطیف و خبیر تک نہ پہنچا لوں یا یہ کہ تم میرے اور یزید بن معاویہ کے حکم کی طرف پلٹ آئیں والسلام۔ جب اس کا خط امام حسینؑ علیہ السلام تک پہنچا اور آپ نے انھیں پڑھا تو ہاتھ سے پھینک دیا، اور فرمایا وہ قوم فلاح نہیں پا سکتی جو مخلوق کی خوشنودی خالق کی ناراضگی کے بدلے خرید

کرے۔ قاصد نے عرض کیا اے ابا عبداللہ خط کا جواب فرمایا (ماله عندی جواب لانه حقت عليه كلمة العذاب) - یعنی اس خط کا میرے پاس کوئی جواب نہیں کیونکہ عبیداللہ پر کلمہ عذاب لازم و ثابت ہو چکا ہے، (امام حسینؑ تو ایسے شخص کی طرف خط لکھتے ہیں کہ جس کے رشد و ہدایت کی امید ہوتی) جب قاصد ابن زیاد کی طرف پلٹ کر گیا اور اس کو بتایا تو وہ دشمنِ خدا آگ بگولا ہو گیا اور عمر بن سعد کی طرف دیکھا اور اسے امام حسینؑ سے جنگ کرنے کا حکم دیا اور اس نے عمر کو اس سے پہلے "ری" کی گورنری دی تھی۔ عمر نے آنجناب سے جنگ کرنے سے معافی چاہی تو عبیداللہ نے کہا پھر ہمارا وہ فرمان واپس کر دو، عمر نے مہلت چاہی اور ایک دن کے بعد قبول کر لی اس ڈر سے کہ کہیں ری کی حکومت سے معزول نہ ہو جائے

عمر بن سعد کا کربلا پر حاکم بننا

مؤلف کہتے ہیں کہ یہ حکایت میرے نزدیک بعید ہے (یعنی عمر سعد کو عبیداللہ کے خط لکھنے اور قاصد کے واپس آنے کے بعد بھیجنا بلکہ حق یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے ہی اس کام کے لیے نامزد ہو چکا تھا) کیونکہ ارباب سیر و معتبر تواریخ نے بالاتفاق کہا ہے کہ عمر بن سعد حسین علیہ السلام کے کربلا میں آنے کے ایک دن بعد آیا اور وہ تیسری محرم کا دن تھا۔

اور شیخ مفید، ابن اثیر اور دوسرے مؤرخین نے کہا ہے جب دوسرا دن ہوا تو عمر بن سعد بن ابی وقاص چار ہزار کے لشکر کے ساتھ آیا اور ابن اثیر نے کہا ہے کہ عمر بن سعد کے جانے کا سبب یہ تھا کہ عبیداللہ بن زیاد نے اس کو چار ہزار لشکر کے ساتھ دستبیٰ پر مامور کیا تھا کیونکہ دیلمیوں نے اس پر قبضہ کر کے اسے اپنے تصرف میں لا چکے تھے اور اسے رمی کی ولایت و گورنری کا فرمان بھی دے چکا تھا اور اس نے حمام اعین کو لشکرگاہ بنا رکھا تھا جب امام حسینؑ کا معاملہ یہاں تک پہنچا تو ابن زیاد نے عمر سعد کو بلایا اور کہا کہ حسینؑ کی طرف جاؤ اور جب اس کام سے فراغت مل جائے تو پھر

اپنے کام پر چلے جانا عمر نے معافی چاہی تو ابن زیاد نے کہا اس شرط کے ساتھ کہ ہمارا فرمان واپس کر دو جب عبیداللہ نے یہ کہا تو عمر سعد نے جواب دیا آج مجھے مہلت دیں تاکہ میں غور و فکر کر لوں پس اس نے اپنے بہی خواہوں سے مشورہ کیا تو سب نے اسے منع کیا اور حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ اس کا بھانجا اس کے پاس آیا اور کہا تجھے خدا کی قسم ہے اے ماموں! حسینؑ کی طرف نہ جانا کیونکہ اس سے گنہگار بھی ہوگا اور قطع رحمی بھی کرے گا خدا کی قسم اگر تجھے دنیا اور اپنا مال اور روئے زمین کی سلطنت بالفرض تیرے پاس ہو اور وہ تجھے چھوڑنی پڑے اور اس سے چشم پوشی کرنا پڑے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم لقائے خدا عزوجل کے لیے ایسی حالت میں جاؤ کہ آنجناب کا خون تمہاری گردن پر ہو۔ عمر نے کہا اس طرح ہی ہوگا اور اس نے ساری رات اسی سوچ و بچار میں گزاری اور لوگوں نے سنا کہ وہ کہتا تھا:

أأترك ملك الري والري رغبة (منيتي) ام ارجع مذموما بقتل حسين
وفي قتله النار التي ليس دونها حجاب وملك الري قرة عيني

"کیا میں ملک رے کو چھوڑ دوں حالانکہ رے میری چیز یا میری آرزو ہے یا میں حسین کو قتل کر کے مذموم حالت میں پلٹوں، حالانکہ ان کو قتل کرنے میں وہ جہنم کی آگ ہے کہ جس کے سامنے کوئی حجاب و مانع نہیں ہے اور رے کی سلطنت میری آنکھوں کی ٹھنڈک و روشنی ہے۔"

پس ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا کہ آپ نے یہ کام میرے سپرد کیا ہے اور سب لوگوں نے سن لیا ہے اور میں لوگوں کے منہ میں آ گیا اگر آپ کی رائے ہو تو مجھے اسی کام کے لیے بھیجو اور کوفہ کے اشراف میں سے کوئی دوسرا حسینؑ کی طرف بھیج دو ایسے لوگوں میں سے کہ جن سے جنگ کے سلسلہ میں میں زیادہ تجربہ کار اور آزمودہ نہیں ہوں اور چند

افراد کے اس نے نام بھی لیے۔ ابن زیاد نے کہا جس کو میں بھیجنا چاہوں گا اس کے متعلق میں تجھ سے مشورہ نہیں کروں گا اور تجھ سے رائے نہیں لوں گا اب اگر تو اس لشکر کے ساتھ کربلا کی طرف جاتا ہے تو فبہا ورنہ ہمارا فرمان واپس کر دو۔ عمر نے کہا کہ میں ہی جاؤں گا پس وہ اسی لشکر کے ساتھ گیا یہاں تک کہ حسین کے سامنے جا پڑاؤ ڈالا۔

مؤلف کہتے ہیں یہاں سے وہ خبر جو امیر المؤمنین نے اس سے پہلے دی تھی درست نکلی۔

سبط کے تذکرہ میں ہے کہ محمد بن سیرین نے کہا کہ علیؑ بن ابی ابیطالبؑ کی کرامت یہاں آشکار ہوئی کہ آپ نے ایک دن عمر سعد کو دیکھا جبکہ وہ نوجوان تھا اور فرمایا وائے ہو تجھ پر اے ابن سعد تیری کیا حالت ہوگی اس وقت جبکہ تو اس حالت میں کھڑا ہوگا کہ تجھے جنت اور جہنم کے درمیان اختیار دیا جائے گا اور تو دوزخ کی آگ کو انتخاب کرے گا۔ انتہی ”

اور جب عمر سعد کربلا میں پہنچا (ارشاد) تو عمرو بن قیس احمسی کو آنجناب کی طرف جانے کے لیے قاصد بنایا اور کہا کہ ان کے پاس جا کر ان سے پوچھ کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں اور آپ کیا چاہتے ہیں اور عروہ ان لوگوں میں سے تھا کہ جنھوں نے آنجناب کو خط لکھے تھے لہٰذا وہ جانے سے شرماتا تھا پس ابن سعد نے دوسرے سردارانِ لشکر سے یہی خواہش کی۔ انھوں نے بھی خطوط لکھے تھے لہٰذا سب نے پہلو تہی کی اور انکار کیا اور جانے سے ناپسندیدگی ظاہر کی تو کثیر بن عبداللہ شعبی اٹھ کھڑا ہوا اور وہ جری و دلیر شاہسوار تھا جو کسی بڑے سے بڑے کام سے روگردانی نہیں کرتا تھا اور کہا میں جاتا ہوں اور اگر چاہو تو انھیں میں مکر و حیلہ سے قتل کر دوں۔ عمر نے کہا کہ میں ان کا قتل ہونا نہیں چاہتا لیکن ان کے پاس جا کر ان سے پوچھ کہ وہ کس مقصد کے لیے آئے ہیں، کثیر گیا تو جب ابو ثمامہ صائدی نے اسے دیکھا تو عرض کیا: اے ابا عبداللہ

زمین کے لوگوں میں سے بدترین اور خونریزی اور دھوکہ سے قتل کرنے
میں زیادہ بے باک آرہا ہے لہٰذا خود اٹھ کر اس کی طرف گئے اور کہا کہ اپنی تلوار رکھ دو
تو اس نے کہا میں اپنی تلوار نہیں رکھوں گا اور میں قاصد کے علاوہ کچھ نہیں اگر مجھ سے
پیغام سنو گے تو پیغام دوں گا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔ ابو ثمامہ نے کہا کہ پھر میں اپنا
ہاتھ تیری تلوار کے دستہ پر رکھے رہوں گا اور تو جو چاہے کہہ دے۔ اس نے کہا
نہیں خدا کی قسم تیرا ہاتھ اس تک نہیں پہنچے گا تو انھوں نے کہا پھر جو کچھ تو کہنا چاہتا ہے
مجھے بتا دے اور میں تیرا پیغام امامؑ تک پہنچا دوں گا لیکن تجھے میں نہیں چھوڑوں گا
تو ان کے قریب جائے کیونکہ تو ایک نابکار شخص ہے پس دونوں نے ایک دوسرے
کو برا بھلا کہا اور کثیر عمر سعد کی طرف واپس چلا گیا اور اس کو یہ خبر بتائی عمر نے قرہ بن
قیس حنظلی کو بلایا اور کہا وائے ہو تجھ پر اسے قرہ، حسینؑ کے پاس جاؤ اور ان سے
پوچھو کہ کیوں یہاں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں، قرہ آیا اور جب حسین علیہ السلام
نے اسے دیکھا تو فرمایا کہ اس شخص کو پہچانتے ہو، حبیب بن مظاہر نے کہا جی ہاں!
حنظلہ بن تمیم قبیلہ میں سے ہے اور ہماری بہن کا بیٹا ہے اور میں اسے نیک رائے
سے پہچانتا تھا مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ وہ اس مقام پر حاضر ہو گا۔ پس وہ آیا اور
امام حسینؑ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور پیغام پہنچایا۔ حسینؑ نے فرمایا تمہارے شہر کے
لوگوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں اور مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں یہاں آؤں اب اگر
مجھے ناپسند کرتے ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ حبیب بن مظاہر نے کہا اے قرہ
تجھ پر وائے ہو کہاں جاتے ہو، اس ستمگر ظالم قوم کی طرف، اس مرد خدا کی مدد و نصرت
کرو کہ جس کے باپ دادا کی وجہ سے تجھے کرامت و عزت بخشی۔ قرہ نے کہا کہ میں
واپس جاتا ہوں اور اس کے پیغام کا جواب پہنچاتا ہوں تاکہ میں دیکھوں کہ کیا ہوتا

ہے پس وہ عمر کے پاس گیا اور اس کو ساری خبر بتائی تو عمر نے کہا میں امید رکھتا ہوں کہ خدا ہمیں ان سے جنگ و کارزار کرنے سے بچائے گا اور عبید اللہ بن زیاد کی طرف خط لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد، جب میں حسین علیہ السلام کے قریب اترا تو میں نے ایک قاصد ان کے پاس بھیجا اور ان سے پوچھا کہ وہ کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں تو انھوں نے کہا ہے کہ ان شہروں کے لوگوں نے مجھے خط لکھے ہیں اور قاصد بھیجے ہیں کہ میں ان کے پاس آؤں چنانچہ میں آگیا ہوں اب اگر وہ میرے آنے کو ناپسند کرتے ہیں اور اس چیز سے کہ جو ان کے قاصدے کر آئے ہیں پشیمان ہو گئے ہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ حسان بن فائد عبسی کہتا ہے کہ میں عبید اللہ کے پاس موجود تھا جب یہ خط اس کے پاس آیا تو اس لعین نے کہا (الان وقد علقت مخالبنا به يرجو النجاة ولات حين مناص) اب جبکہ ہمارے پنجے اس میں گڑھ گئے ہیں نجات و رہائی کی آرزو رکھتا ہے جبکہ گریز اور بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

اور عمر سعد کو خط لکھا اما بعد تیرا خط مجھے ملا اور جو کچھ تو نے اس میں لکھا ہے اسے میں نے سمجھا پس اسے اور اس کے ساتھیوں سے یزید کی بیعت کی پیش نہاد کرو اگر وہ بیعت کر لیں تو پھر میں اپنی رائے دیکھوں گا والسلام، جب عمر کو جواب ملا تو کہا میرا اپنا خیال یہی تھا کہ عبید اللہ عافیت جو شخص نہیں ہے اب میرا گمان صحیح نکلا محمد بن ابو طالب نے کہا ہے پس ابن سعد نے اس پیغام کی پیش نہاد حسینؑ سے نہیں کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حسینؑ کبھی بھی یزید کی بیعت نہیں کریں گے (ارشاد) پھر ابن زیاد نے مسجد جامع کوفہ میں لوگوں کے جمع ہونے کا حکم دیا اور خود باہر نکلا اور منبر پر جا کر کہنے لگا اے لوگو! تم نے آل ابو سفیان کو آزما لیا ہے اور جان لیا ہے کہ

وہ اسی طرح کے ہیں جیسے تم چاہتے ہو یہ امیر ..... یزید ہے کہ جسے تم لوگ جانتے ہو کہ وہ نیک سیرت اور قابل تعریف کردار کا مالک ہے۔ رعیت کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے والا اور عطا و بخشش برمحل اور جو اس کی جگہ ہوتی ہے وہاں کرتا ہے اس کے عہد حکومت میں راستے امن وامان میں ہیں اور اسی طرح معاویہ اپنے زمانہ میں جو بندگان خدا کو نوازتا اور مال سے بے نیاز کر دیتا تھا اور یزید بھی اس کے بعد صد در صد بندوں کی عزت و تکریم کرتا اور مال و دولت سے انھیں بے نیاز کرتا اور ان کا احترام کرتا ہے اور اس نے تمہارے وظیفہ میں سو سو کا اضافہ کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسے زیادہ کر دوں اور تمہیں اس کے دشمن حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے باہر بھیجوں پس اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ پھر وہ منبر سے نیچے اترا اور لوگوں کو بہت زیادہ عطیہ دیا اور ان کو بخشش کی اور حکم دیا کہ وہ حسینؑ سے جنگ کرنے اور عمر سعد کی مدد کرنے جائیں۔

مؤلف کہتے ہیں کہ وہ مسلسل لشکر بھیجتا رہا یہاں تک کہ عمر بن سعد کے پاس محرم کی چھ تاریخ تک بیس ہزار سوار جمع ہو گئے (محمد بن ابوطالب) پس ابن زیاد نے شَبَث بن ربعی کے پاس کسی کو بھیجا (شبث بروزن اُس بار کے ساتھ اور ربعی را کی زبر اور بار کے سکون کے ساتھ) کہ میرے پاس آؤ تاکہ تمہیں میں حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجوں۔ شبث نے اپنے آپ کو بیمار بنا لیا کہ شاید ابن زیاد اس سے دستبردار ہو جائے۔ ابن زیادہ نے اس کی طرف خط بھیجا اما بعد میرا قاصد خبر لایا ہے کہ تو نے اپنے آپ کو بیمار بنا لیا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تو ایسے لوگوں میں سے نہ ہو جائے کہ جن کے بارے میں خدا قرآن میں کہتا ہے (و اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا و اذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن

"جب ایمان والوں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب اپنے شیاطین کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ان سے تو ہم استہزاء و تمسخر کرتے ہیں۔ اگر تم ہمارے زیر فرمان ہو تو پھر فوراً ہمارے پاس آؤ" پس شبث عشاء کی نماز کے بعد آیا تاکہ ابن زیاد اس کا چہرہ نہ دیکھ سکے کہ جس میں بیماری کی کوئی نشانی نہیں تھی جب وہ آیا تو اسے مرحبا کہا اور اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس شخص سے جنگ کرنے کے لیے تم جاؤ اور ابن سعد کی مدد و کمک کرو۔ اس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا پس وہ ایک ہزار سوار کے ساتھ گیا۔

(طبری) ابن زیاد نے عمر بن سعد کی طرف لکھا: اما بعد فحل بین الحسین و بین الماء فلا یذوقوا منه قطرة (حسوة) کما صنع بالتقی النقی عثمان بن عفان ——— (عفان عین کی زبر اور فاء کی شد کے ساتھ) کہ حسین اور ان کے ساتھیوں کو پانی سے روک دے کہ وہ پانی کا ایک قطرہ نہ پی سکیں جیسا کہ عثمان بن عفان کے ساتھ ان لوگوں نے کیا تھا۔

پس عمر سعد نے اسی وقت عمرو بن حجاج کو پانچ سو سوار کے ساتھ پانی کے گھاٹ پر بھیجا اور وہ امام حسینؑ اور ان کے اصحاب اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے۔ اور انھیں پانی کا ایک قطرہ تک نہ لے جانے دیا اور یہ واقعہ آنجناب کی شہادت سے تین دن پہلے کا ہے (طبری)۔ عبداللہ بن حصین ازدی نے کہ جسے قبیلہ بجیلہ میں شمار کرتے تھے بہت اونچی آواز میں پکار کر کہا (ارشاد) اے حسینؑ اس پانی کو دیکھ رہے ہو کہ جو آسمان کا ہم رنگ ہے خدا کی قسم اس کا ایک قطرہ نہ چکھ سکو گے یہاں تک کہ پیاس سے مر جاؤ گے۔ امام حسینؑ نے کہا خدایا اس کو پیاس سے قتل کر دے اور اس کو کبھی نہ بخشنا۔ حمید بن مسلم نے کہا خدا کی قسم میں اس کے بعد اسے دیکھنے گیا وہ

بیمار تھا اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں نے دیکھا کہ وہ پانی پیتا ہے یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھول جاتا ہے پھر وہ اسے قے کر دیتا ہے اور دوبارہ العطش العطش پیاس پیاس کی آواز بلند کرتا ہے پھر پانی پیتا ہے یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھول جاتا ہے لیکن وہ سیراب نہیں ہوتا تھا اس کی یہی حالت رہی یہاں تک وہ فی النار و السقر ہوا۔

حبیب ابن مظاہر کی ایک تجویز

بحار میں کہتے ہیں کہ ابن زیاد مسلسل ابن سعد کے لیے فوج بھیجتا رہا یہاں تک کہ تیس ہزار کی فوج سواروں اور پیادوں کی اس کے پاس مکمل ہو گئی اور پھر ابن زیاد نے اسے لکھا کہ میں نے کسی چیز کی کمی تمہارے لیے نہیں چھوڑی اور بہت سے سوار اور پیادے تیرے پاس بھیج دیے ہیں بس دیکھو ہر صبح و شام کی تیری خبر مجھے پہنچنی چاہیے۔ اور ابن زیاد چھٹی محرم سے ابن سعد کو جنگ کے لیے ابھار رہا تھا۔

حبیب بن مظاہر نے امام حسینؑ سے عرض کیا اے فرزند رسولخدا یہاں قریب میں بنی اسد کا قبیلہ فروکش ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کے پاس جاؤں اور انہیں آپ کی طرف دعوت دوں شاید خدا اس قوم کے شر کو ان کی وجہ سے آپ سے دفع اور دور کرے۔ امامؑ نے اجازت دی پس جب رات کی تاریکی میں اجنبی شکل بنا کر باہر نکلے یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچ گئے ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ بھی بنی اسد میں سے ہیں انھوں نے آپ سے آپ کی حاجت و ضرورت کے بارے میں دریافت کیا تو حبیب نے فرمایا کہ بہترین ہدیہ اور تحفہ جو کوئی آنے والا اپنی قوم کے لیے لے آتا ہے میں وہ لے کر آیا ہوں میں اس لیے آیا ہوں کہ تم لوگوں کو نواسہ رسول کی نصرت دوں۔ آپ ایک ایسی جماعت کے درمیان ہیں کہ جن میں سے ہر ایک فرد ہزار مرد سے بہتر ہے اور وہ کبھی بھی آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے اور دشمن کے سپرد نہیں

کریں گے اور یہ عمر سعد ہے کہ جس نے آپ کے گرد گھیرا ڈالا ہوا ہے اور تم میری قوم و قبیلہ ہو۔ میں تمہیں اس خیر و اچھائی کی طرف دلالت اور رہبری کرتا ہوں آج میرا حکم مان لو اور ان کی یاری و مدد کرو کہ جس سے تمہیں دنیا و آخرت کا شرف حاصل ہوگا۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میں سے جو کوئی بھی نواسۂ رسول کے ساتھ مارا گیا جبکہ اس نے صبر کے ساتھ کام لیا اور خدا کے ثواب و اجر پر نگاہ رکھی تو وہ اعلیٰ علیین میں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کا رفیق و ساتھی ہوگا۔ پس ایک شخص بنی اسد میں سے کہ جسے عبداللہ بن بشیر کہتے تھے کہنے لگا میں پہلا شخص ہوں کہ جو اس دعوت کو قبول کرتا ہوں اور اس نے

قد علم القوم اذا تواکلوا   واحجم الفرسان اذ تثاقلوا

انی شجاع بطل مقاتل   کاننی لیث عرین باسل

قوم جانتی ہے کہ جب شاہسوار ایک دوسرے پر بھروسہ کریں اور پیچھے ہٹیں اور بوجھل بن جائیں تو میں شجاع و بہادر اور جنگجو ہوتا ہوں گویا کہ میں شیر بیشہ اور بہادری کی وجہ سے تیوری چڑھاتا ہوں پھر قبیلہ کے مرد اُٹھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ نوے اشخاص جمع ہوئے اور حسینؑ کی مدد کے ارادہ سے باہر نکلے اسی وقت ایک شخص عمر سعد کے پاس گیا اور اس کو آگاہ کیا تو ابن سعد نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو جس کا نام ارزق تھا چار سو سواروں کے ساتھ اس گروہ کی طرف بھیجا کہ جو حسینؑ کی لشکر گاہ سے باہر نکلا ہوا تھا اور رات کی تاریکی میں ابن سعد کے سواروں نے فرات کے کنارے ان کا راستہ روک لیا حالانکہ ان کے اور حسینؑ کے درمیان تھوڑی سی مسافت رہ گئی تھی پس وہ آپس میں اُلجھ پڑے اور سخت جنگ ہوئی۔

حبیب نے ارزق کو پکار کر کہا وائے ہو تجھ پر تجھے ہم سے کیا کام ہے چھوڑ تیرے علاوہ کوئی اور بدبخت ہے لیکن ارزق نے انکار کر دیا اور واپس نہ گیا اور

بنی اسد سمجھ گئے کہ ان میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے لہٰذا وہ شکست کھاکر قبیلہ کی طرف پلٹ گئے اور اس قبیلہ نے اسی رات وہاں سے کوچ کیا کہ مبادا ابن سعد رات رات ان پر حملہ کر دے اور حبیب بن مظاہر حسینؑ کی طرف پلٹ آئے اور انھیں خبر بتائی تو امام حسینؑ نے کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ حول و قوت بس ہمارے خدا کی طرف سے ہے اور ابن سعد کے گھڑ سوار بھی فرات کے پانی کے کنارے پر واپس لوٹ گئے امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب اور فرات کے پانی کے درمیان حائل ہو گئے اور آنجناب اور ان کے ساتھیوں کو پیاس نے سخت آزردہ کیا۔ پس آنجناب نے کدال اٹھایا اور خواتین کے خیام کے پیچھے نو یا دس قدم کے فاصلہ پر جنوب کی طرف کھودا تو خوشگوار پانی نکلا جسے آنجناب اور آپ کے سب ساتھیوں نے پیا اور مشکیں پُر کیں اور اس کے بعد وہ پانی غائب ہو گیا اور اس کا نام و نشان نظر نہ آیا اور مدینۃ المعاجز میں اس قضیہ کو آنجناب کے معجزات کے سیاق میں شمار کیا ہے یہ خبر ابن زیاد تک پہنچی تو اس نے ابن سعد کو پیغام بھیجا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حسینؑ کنواں کھودتا ہے اور پانی نکالتا ہے اور وہ خود اور اس کے ساتھی پانی پیتے ہیں جب یہ خط تمہیں ملے تو اچھی طرح سے نظر رکھو کر انھیں جتنا ہو سکے کنواں کھودنے سے روکو اور ان پر سختی و تنگی کرو اور انھیں پانی نہ پینے دو اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو انھوں نے عثمان کے ساتھ کیا تو اس وقت ابن سعد نے ان سے تنگی و سختی کی۔

محمد بن طلحہ اور علی بن عیسیٰ اربلی نے کہا کہ ان پر پیاس کی شدت ہوئی تو اصحاب میں سے ایک نے کہ جس کا نام یزید بن حصین ہمدانی تھا اور وہ عابد و زاہد تھا امام حسینؑ سے عرض کیا اے فرزند رسول خدا مجھے اجازت دیجئے کہ میں ابن سعد کے پاس جاؤں اور اس سے پانی کے بارے میں بات چیت کروں شاید وہ اپنے اس فعل

پر نادم و پشیمان ہو کر اس سے رُک جائے تو آپ نے یزید سے فرمایا تمہیں اختیار ہے پس یزید ہمدانی عمر ابن سعد کے پاس آئے اور اس کے خیمہ میں داخل ہوئے لیکن اس پر سلام نہ کیا تو عمر نے کہا اے ہمدانی بھائی کون سی چیز تجھے سلام سے مانع ہوئی ہے کیا میں مسلمان نہیں جبکہ میں اللہ اور اس کے رسول کو پہچانتا اور ان کا عرفان نہیں رکھتا، تو یزید نے کہا اگر تو مسلمان ہوتا رسول خدا کی عترت سے جنگ کرنے کے لیے باہر نہ آتا تاکہ انہیں قتل کرے نیز یہ فرات کا پانی کہ جسے دیہات کے کتے اور خنزیر پی رہے ہیں تو نے اسے حسین ان کے بھائیوں، خواتین اور خاندان کے لوگوں سے روک رکھا ہے انھیں پینے نہیں دیتا اور وہ پیاس سے جان دے رہے ہیں اور پھر خیال کرتا ہے کہ تو خدا اور اس کے رسول کو پہچانتا ہے عمر بن سعد نے سر جھکا لیا اور پھر کہا خدا کی قسم اے ہمدانی میں جانتا ہوں کہ حسین کو آزار و تکلیف پہنچانا حرام ہے لیکن

دعانی عبید اللہ من دون قومہ - الی خطۃ فیھا خرجت لحینی

فواللہ لا ادری وانی لواقف - علی خطر لا ارتضیہ و مین

اأترك ملك الری والری رغبۃ - ام ارجع مطلوبا بقتل حسین

وفی قتلہ النار التی لیس دونھا حجاب وملك الری قرۃ عینی

مجھے عبید اللہ نے اپنی پوری قوم کو چھوڑ کر ایک مشکل کام کی طرف بلایا اور میں اسی وقت اس کی طرف نکلا، پس خدا کی قسم میں نہیں جانتا اور رکا ہوا ہوں ایک ایسے خطرناک اور قوی موڑ پر کہ جسے میں پسند نہیں کرتا، کیا میں ملک ری کو چھوڑ دوں حالانکہ وہ میری مرغوب چیز ہے یا میں اس حالت میں لوٹوں کہ قتل حسین کا مجھ سے مطالبہ کیا جائے حالانکہ ان کے قتل کرنے میں وہ آگ کہ جس پر کوئی مانع و حجاب نہیں

اور ملک رمی میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے "

اے ہمدانی میں اپنے اندر نہیں دیکھتا کہ میں ملک رمی کو چھوڑ اسے دوسرے کے سپرد کر دوں پس یزید بن حصین ہمدانی واپس آگیا اور امام حسینؑ سے عرض کیا اے فرزند رسولخدا عمر بن سعد اس بات پر راضی ہو گیا کہ وہ ری کی حکومت کے بدلے آپ کو شہید کر دے۔

ابو جعفر طبری اور ابو الفرج اصفہانی نے کہا جب حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں پر پیاس کی شدت ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی جناب عباس بن علی بن ابیطالب علیہما السلام کو بلایا اور انھیں تیس سوار اور بیس پیادوں کے ساتھ بیس مشکیں دے کر بھیجا اور وہ رات کے وقت پانی کے قریب پہنچے اور ان کے آگے آگے نافع بن ہلال بجلی جھنڈا لیے ہوئے تھے تو عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا کون، نافع بن ہلال نے اپنا نام لیا تو ابن حجاج نے کہا اے بھائی خوش آمدی کس لیے آنا ہوا، نافع نے کہا میں آیا ہوں تاکہ اس پانی سے کہ جسے تم لوگوں نے روک رکھا ہے پیوں اس نے کہا پیو خوش گواری کے ساتھ۔ نافع نے کہا خدا کی قسم جبکہ حسینؑ اور انکے یہ ساتھی کہ جنھیں تو دیکھ رہا ہے پیاسے ہیں میں اکیلا پانی نہیں پی سکتا۔ عمرو بن حجاج کے ساتھی ان کی طرف متوجہ ہوئے اور عمرو نے کہا کہ اس کام کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے ہمیں یہاں اس لیے چھوڑا گیا ہے تاکہ انہیں ہم پانی سے مانع ہوں جب عمرو کے ساتھی نزدیک آ گئے تو جناب عباس اور نافع نے پیادہ ساتھیوں سے کہا مشکوں کو پُر کرو تو پیادہ افراد گئے اور انھوں نے مشکیں پُر کر لیں۔ عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھیوں نے چاہا کہ پانی لے جانے سے ممانعت کریں تو جناب عباس بن علی اور نافع بن ہلال نے ان پر حملہ کر دیا اور انھیں روکے رہے یہاں

تک کردہ پیادہ افراد دُور چلے گئے اور گھڑ سوار بھی پیادوں کی طرف لوٹ گئے۔ پیادوں نے کہا تم لوگ جاؤ اور عمرو بن حجاج کی فوج کے سامنے کھڑے ہو جاؤ تاکہ ہم پانی منزل مقصود تک پہنچا لیں وہ وہیں گئے اور عمرو اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ سواروں پر حملہ آور ہوا اور تھوڑی دیر تک انھیں دھکیلتے رہے اور صدا قبیلہ کا ایک شخص کہ جو عمرو بن حجاج کے ساتھیوں میں سے تھا اسے نافع بن ہلال بجلی نے نیزہ مارا کہ جسے اس نے معمولی سمجھا اور سہل عیاں کیا لیکن بعد میں اس کا منہ کھل گیا اور اس سے مر گیا اور حسین علیہ السلام کے اصحاب وہ مشکیں لے آئے۔

امام کی عمر بن سعد سے ملاقات

(طبری) حسین نے عمر سعد کی طرف قاصد بھیجا اور اسے پیغام دیا کہ آج رات دونوں لشکروں کے درمیان میری ملاقات کے لیے آؤ۔ عمر تقریباً بیس سواروں کے ساتھ آیا اور امام حسینؑ بھی اتنے ہی افراد کے ساتھ تشریف لائے جب ایک دوسرے کے قریب پہنچے تو امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کافی دُور چلے جائیں اور ابن سعد نے بھی ایسا ہی کیا پس وہ دونوں گروہ اتنے دُور چلے گئے کہ ان کی باتیں نہیں سن سکتے تھے اور بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا اور پھر ہر ایک اپنی لشکر گاہ کی طرف لوٹ گئے اور لوگ اپنے ظن و گمان کے مطابق ان کی بات چیت کے متعلق گفتگو کرتے تھے (مثلاً) یہ کہ حسینؑ نے عمر سعد سے فرمایا میرے ساتھ یزید بن معاویہ کے ہاں چلو اور ان دونو لشکروں کو یہاں رہنے دو تو عمر نے کہا میرا گھر ویران ہو جائے گا تو امام حسینؑ نے فرمایا میں دوبارہ تجھے وہ بنا دوں گا اس نے کہا کہ میرے املاک و جائداد مجھ سے لے لیں گے تو آپ نے فرمایا میں تجھے اس سے بہتر حجاز میں جو میرا مال ہے اس میں سے دوں گا عمر نے اسے بھی قبول نہ کیا۔ طبری کہتا ہے کہ لوگوں کی زبان پر یہ بات عام تھی بغیر اس کے کہ کوئی

چیز سنی ہو اور جانا اور معلوم کیا ہے

شیخ مفید کہتے ہیں حسینؑ نے کسی کو عمر سعد کے پاس بھیجا کہ میں تجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں پس رات کے وقت ایک دوسرے سے ملاقات کی اور علیحدگی میں بہت سی باتیں کیں پھر عمر سعد اپنی جگہ واپس لوٹ گیا اور عبداللہ کی طرف خط لکھا اما بعد خدا نے آگ بجھا دی اور لوگوں کو ایک ہی بات اور رائے پر جمع کر دیا اور راحت کا معاملہ یکسرہ ہو گیا حسینؑ نے مجھ سے عہد و پیمان کیا ہے کہ جہاں سے وہ آئے ہیں وہیں واپس چلے جائیں یا اسلامی ملک کی کسی سرحد پر چلے جائیں اور ایک مسلمان کی طرح رہیں، نفع و نقصان میں ان سے شریک رہیں یا امیر...... یزید کے پاس چلے جائیں اور خود امیر...... جو کچھ ان کے بارے میں چاہے حکم کرے خدا کی خوشنودی اور امت کی صلاح و درستی اسی میں ہے۔

ابوالفرج کی روایت میں ہے کہ عمر نے ایک قاصد عبیداللہ کی طرف بھیجا اور اس گفتگو کی تفصیل اس سے بیان کی اور کہا کہ اگر دیلم کے لوگوں میں سے کوئی شخص آپ سے ان مطالب کی خواہش کرے اور آپ قبول نہ کریں تو اس کے بارے میں ظلم کے مرتکب نہیں ہوں گے۔

طبری، ابن اثیر وغیرہ نے عقبہ بن سمعان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام حسینؑ کے ہمراہ مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے عراق تک تھا اور کبھی بھی آپ سے جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ شہید ہوئے اور آپ کی کوئی مدینہ یا مکہ یا راستہ یا عراق یا لشکر گاہ کی آپ کی شہادت کے دن تک لوگوں سے مخاطبہ کرنے کی نہیں تھی کہ جسے میں نے نہ سنا ہو، خدا کی قسم یہ جو لوگوں کی زبان پر شایع ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت نے اس بات کو قبول کر لیا تھا کہ آپ شام چلے جائیں

اور یزید کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیں یا اسلامی ملک کی کسی سرحد پر چلے جائیں قطعاً اور ہرگز آپ نے اس قسم کا کوئی بیان نہیں دیا البتہ آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں اس وسیع وعریض زمین میں کہیں چلا جاؤں تاکہ میں دیکھ سکوں کہ لوگوں کا معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے۔

(مترجم کہتا ہے بعض روایت میں ہے کہ حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کے اصحاب کافی دور چلے جائیں اور آپ کے ساتھ آپ کے بھائی عباس اور بیٹا علی اکبر رہ جائیں اور عمر سعد نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ دور چلے جائیں اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا حفص اور غلام باقی رہ جائیں گے پس حسین نے اس سے کہا وائے ہو تجھ پر اے ابن سعد تو اس خدا سے نہیں ڈرتا کہ جس کی طرف تیری بازگشت ہے کیا تو مجھ سے جنگ کرے گا جبکہ میں اس کا فرزند ہوں کہ جسے تو جانتا ہے اس گروہ بنی امیہ کو چھوڑ کر میرا ساتھ دے کہ خدا کی رضا اسی میں ہے عمر سعد نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میرا گھر ویران ہو جائے، حسین نے فرمایا میں تجھے مکان بنوا دوں گا عمر سعد نے کہا مجھے اس بات کا خوف ہے کہ وہ میری جائیداد پر قبضہ کرلیں گے آپ نے فرمایا کہ میں اس سے بہتر اپنے مال میں سے حجاز میں تجھے دوں گا اس نے کہا کہ مجھے ان سے اپنے اہل وعیال کے بارے میں خطرہ ہے حضرت نے کچھ نہ کہا اور واپس آگئے اور آپ کہہ رہے تھے کہ خدا کسی کو برانگیختہ کرے کہ جو عنقریب تجھے تیرے بستر پر ذبح کریگا اور قیامت کے دن تجھے نہ بخشے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ تو عراق کی گندم نہ کھا سکے مگر تھوڑی عمر سعد نے طنزاً کہا کہ جو کفایت کریں گے مترجم کہتا ہے حق وہی ہے جو طبری نے کہا ہے کہ ان کی گفتگو سے کوئی آگاہ نہیں ہوا اور یہ جو کچھ کہتے ہیں اندازے گمان اور تخمینہ ہیں اور کوئی ایسی بات کہ جو ذلت اور پستی کے اوپر دلالت کرے امامؑ سے صادر نہیں ہوئی)۔

سترھویں فصل

شمر کا کربلا پہنچنا

جب عمر سعد کا خط عبید اللہ کو پہنچا اور اس نے پڑھا اور کہا (ارشاد) یہ خط ایسے شخص کا ہے جو اپنے امیر کا مخلص اور اپنی قوم کا مشفق اور مہربان ہے تو شمر بن ذی الجوشن کھڑا ہو گیا اور کہا کیا آپ اس بات کو قبول کر لیں گے جبکہ وہ آپ کی زمین اور آپ کے پہلو میں اُترا ہوا ہے خدا کی قسم اگر وہ آپ کے علاقہ سے باہر چلا گیا تو پھر وہ آپ کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے گا وہ زیادہ طاقتور اور آپ کمزور و عاجز ہو جائیں گے لہٰذا یہ بات اس سے قبول نہ کیجئے کیونکہ اس میں آپ کی شکست ہے مگر یہ کہ وہ اور ان کے ساتھی آپ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں اس کے بعد آپ انھیں سزا دیں تو آپ کی مرضی اور اگر بخش دیں اور درگذر کریں تو آپ کی مرضی۔ ابن زیاد نے کہا تیری رائے بہت اچھی ہے میرا یہ خط عمر سعد کے پاس لے جا تاکہ وہ اسے حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کے سامنے پیش کرے کہ وہ میرے حکم کو اپنے بارے میں تسلیم کریں اگر قبول کر لیں تو انہیں میرے پاس بھیج دے اور اگر وہ اس سے روگردانی کریں تو پھر ان سے جنگ کرے اگر عمر سعد اس بات کو قبول کرے تو پھر تم اس کی بات سنو اور اس کے حکم کی اطاعت کرو اور اگر انکار کرے تو پھر تو امیر لشکر ہو گا اور ابن سعد کی گردن اڑا دے اور اس کا سر میرے پاس بھیج دے اور ابن سعد کو خط لکھا کہ میں نے تجھے حسینؑ کی طرف اس لیے نہیں بھیجا تھا۔ تاکہ اس سے دفع شر و مصیبت کرو اور معاملہ کو طول دو اور اسے سلامتی

بقا کی امید دو اور اس کی طرف سے عذر خواہی کرو اور اس کی میرے پاس شفاعت و سفارش کرو۔ دیکھو اگر حسین اور اس کے ساتھی میرے حکم کے سامنے تسلیم ہوتے ہیں اور میرے فرمان کے سامنے گردن جھکاتے ہیں تو انھیں میرے پاس بھیج دو اور اگر روگردانی کرتے اور اسے قبول نہیں کرتے تو پھر ان پر لشکر کشی کرو یہاں تک کہ انھیں قتل کر دو اور ان کے اعضاء و جوارح الگ الگ کر دو کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں اور جب حسین کو قتل کر لو اور اس کے سینہ اور پشت کو گھوڑوں کے سموں کے نیچے روند ڈالو کیونکہ وہ اپنی کو آزار و تکلیف پہنچانے والا قطع رحمی کرنے والا اور ستمگار ہے میں خیال نہیں کرتا کہ موت کے بعد یہ عمل کوئی نقصان پہنچاتا ہے لیکن ایک بات میری زبان پر آگئی ہے کہ جب اس کو قتل کر دو تو اس کے بدن کے ساتھ یہ عمل کرو، اب اگر تم میری فرمانبرداری کرو تو اطاعت پر تمہیں اجر دیا داش دوں گا اور اگر انکار کرو تو پھر ہمارے کام اور لشکر سے الگ ہو جاؤ اور اسے شمر کے حوالہ کر دو کہ جسے میں نے اپنا حکم دے دیا ہے والسلام!

ابو الفرج کی روایت میں ہے کہ ابن زیاد نے عمر کی طرف پیغام بھیجا اے ابن سعد تو نے سستی کی ہے اور راحت و آرام کو اپنایا ہے۔ اس کے ساتھ معاملہ دوٹوک کر اور اس سے جنگ کر اور اس سے کسی چیز کو قبول نہ کر مگر یہ کہ وہ میرے حکم کے سامنے تسلیم ہو جائے۔

تاریخ طبری میں ابی مخنف سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حارث بن حصیرہ عبد اللہ بن شریک عامری سے روایت کرتا ہے کہ جب شمر نے وہ خط لکھا لیا تو وہ عبد اللہ بن ابو المحل (میم کی زبر اور حاء کے سکون کے ساتھ) کے ہمراہ اٹھا اور ام البنین بنت حزام بن خالد امیر المؤمنین کی زوجہ محترمہ اس عبد اللہ کی پھوپھی تھیں اور ان سے

امیر المومنینؑ کے چار بیٹے ہوتے تھے، عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان۔ پس عبداللہ بن ابوالمحل بن حزام بن خالد بن ربیعہ بن وحید بن کعب بن عامر بن کلاب نے کہا"
"خدا امیر کو درست رکھے" ہمارے بھانجے حسینؑ کے ساتھ ہیں اگر مناسب سمجھیں تو ان کے لیے امان نامہ لکھ دیں۔ ابن زیاد نے کہا جی ہاں سر آنکھوں پر اور اس نے منشی کو حکم دیا اور اس نے لکھ دیا اور عبداللہ بن ابوالمحل نے وہ خط اپنے ایک عزیز (کزمان یا) کرمان نامی کے ہاتھ کربلا بھیجا۔ جب کرمان آیا اور ان بھائیوں کو بلایا اور کہا کہ یہ امان نامہ ہے کہ جو تمہارے ماموں نے بھیجا ہے تو ان جوانوں نے کہا کہ ہمارے ماموں کو ہمارا سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ ہمیں اس امان کی ضرورت نہیں، خدا کی امان سمیہ کے بیٹے کی امان سے بہتر ہے اور شمر ابن زیاد کا خط عمر سعد کے لیے آیا اس نے خط پڑھا تو کہا وائے ہو تجھ پر تیرا گھر تباہ ہو کیا ہی بُرا پیغام تو لایا ہے خدا کی قسم میرا گمان ہے کہ جو کچھ میں نے اسے لکھا تھا اس کے قبول کرنے سے تو نے اسے روکا ہے اور معاملہ کو خراب و فاسد کیا ہے حالانکہ ہمیں اُمید تھی کہ صلح و صلاح سے اصلاح ہو جائے گی۔ خدا کی قسم حسینؑ اپنے آپ کو ہمارے سپرد نہیں کرے گا کیونکہ اس کے پہلوؤں میں اس کے باپ کا دھڑکتا ہے (یا خود دار دل دھڑکتا ہے) (دینوری کہتا ہے کہ عمر سعد نے خط امام حسین کے پاس بھیجا اور حسینؑ نے فرمایا کہ میں ابن زیاد کی یہ بات بالکل ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں، اب موت کے علاوہ تو کچھ نہیں اور موت کو میں مرحبا کہتا ہوں۔)

شمر لعین نے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ امیر کے فرمان کو انجام دینا ہے اور اس کے دشمن سے جنگ کرنی ہے یا نہیں اگر نہیں کرنی تو پھر یہ لشکر و فوج میرے سپرد کر دو عمر سعد نے کہا میں تیرے سپرد نہیں کرتا تیرے لیے یہ کرامت نہیں ہے میں خود ہی

یہ کام کروں گا البتہ تم پیادہ فوج کے امیر ہو۔

عمر سعد جمعرات کے دن نو محرم کو حسینؑ کی جانب لشکر لے کر چلا اور شمر آیا یہاں تک کہ اصحاب حسینؑ کے قریب آکر کھڑا ہوا اور اس نے کہا ہماری بہن (یعنی ہمارے خاندان کی خاتون) کے بیٹے کہاں ہیں تو جناب عباس عبد اللہ، جعفر اور عثمان باہر نکلے اور کہا کیا چاہتا ہے تو اس نے کہا اے میری بہن کے بیٹے تمہارے لیے امان ہے ان نوجوانوں نے کہا لعنت ہے تجھ پر اور تیری امان پر کیا ہمیں تو امان دیتا ہے اور فرزند رسول کے لیے امان نہیں ہے۔ (ملہوف)

اور دوسری روایت میں ہے کہ عباسؑ بن علیؑ نے بلند آواز سے پکار کر کہا تیرے ہاتھ کٹ جائیں کیا ہی بُری امان ہے جو تو لایا ہے اے دشمن خدا کیا تو کہتا ہے کہ ہم اپنے بھائی سید و سردار اور جناب فاطمہ کے بیٹے حسینؑ کو چھوڑ دیں اور لعینوں اور لعینوں کے بیٹوں کے زیر فرمان ہوں اور آنجناب ایسے افراد کے بارے میں یہ اشعار مناسب ہیں:

(نفوس ابت الا ثرات ابیھم فھم بین موتو لذالک وو ترا

لقد الفت اد واحھم حرمۃ الوغی کما انست اقدامھم بالمنابر) ایسے نفوس ہیں جو اپنے باپ کی میراث کے علاوہ سے ابا و انکار کرتے ہیں ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جن کے خون کے بدلہ کے مطالبہ کیا گیا اور کچھ خود مطالبہ کرتے ہیں ان کی جانیں جنگ سے الفت رکھتی ہیں۔ جیسا کہ ان کے قدم منبر دل سے مانوس ہیں۔

راوی کہتا ہے پس شمر لعین آگ بگولہ ہوکر واپس پلٹ گیا پھر عمر سعد نے پکار کر کہا: یاخیل اللہ ارکبی و بالجنۃ ابشری ۔ یعنی اے لشکر خدا سوار ہو جاؤ اور جنت کی تمہیں بشارت ہو پس لوگ سوار ہونے لگے اور عصر کی نماز کے بعد جنگ کا عزم و ارادہ کیا۔ (کافی)

اور حضرت صادقؑ سے روایت شدہ حدیث میں ہے کہ (تاسوعا) نویں محرم کا دن
وہ ہے کہ جب حسینؑ اور ان کے اصحاب کا محاصرہ کیا گیا اور اہل شام کے لشکر نے انہیں
گھیر لیا اور اپنے اونٹ وہاں بٹھا دیے، مرجانہ کا بیٹا اور عمر سعد اپنے لشکر کی کثرت
پر خوش تھے اور حسینؑ کو کمزور سمجھا اور انھیں یقین ہو گیا کہ آنجناب کا کوئی مددگار نہیں آئیگا
اور اہل عراق آپ کی مدد نہیں کریں گے (بابی المستضعف الغریب) میرا باپ قربان ہو اس
مسافر پر جسے کمزور سمجھا اور کیا گیا)

جب عمر سعد نے منادی کرائی تو اس کے ساتھی سوار ہو گئے اور حسینؑ کے خیموں
اور سراپردوں کے قریب پہنچ گئے (کامل۔ ارشاد، طبری) امام حسینؑ اپنے خیمہ کے آگے
بیٹھے تلوار پر تکیہ کیے اور سر زانو پر رکھا ہوا تھا ان کی بہن زینبؑ نے لشکر کی چیخ و پکار سنی
تو بھائی کے قریب آئیں اور عرض کیا آپ یہ شور و غوغا اور چیخ و پکار نہیں سن رہے کہ جو
مسلسل ہمارے قریب آ رہی ہے حسینؑ نے سر زانو سے اٹھایا اور فرمایا میں نے
ابھی ابھی رسولخدا کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ نے مجھ سے فرمایا ہے تم عنقریب ہمارے
پاس آ رہے ہو پس آپ کی بہن نے اپنا منہ پیٹ لیا اور آہ شیون کیا اور واویلاہ کی
فریاد بلند کی تو امام حسینؑ نے فرمایا یہ نالہ و شیون کا وقت نہیں اے بہن خاموش رہو
خدا تم پر رحمت نازل کرے (ارشاد۔ طبری)

جناب عباس بن علیہ السلام نے آپ سے آکر عرض کیا بھائی یہ گروہ آگیا ہے،
حسینؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور عباسؑ سے فرمایا میری جان تم پر فدا ہو کر سوار ہو کر ان سے
ملاقات کرو اور ان سے پوچھو کون سی نئی بات ہوئی ہے اور تم لوگ کیوں آئے ہو
جناب عباس بیس سواروں کے ساتھ آئے زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر بھی
ان کے ساتھ تھے جناب عباس نے فرمایا تمہارا مقصد کیا ہے اور کیا چاہتے ہو

انھوں نے کہا امیر کا فرمان آیا ہے کہ ہم آپ لوگوں سے کہیں کہ یا تو اس کے حکم کے سامنے تسلیم ہو جاؤ یا ہم تم سے جنگ کریں آپ نے فرمایا جلدی نہ کرو یہاں تک کہ میں ابو عبداللہ کے پاس جاؤں اور جو کچھ تم کہتے ہو وہ ان کی خدمت میں پیش کروں وہ لوگ رک گئے اور کہا کہ ان کے پاس جاؤ اور انھیں آگاہ کرو اور جو کچھ وہ کہیں ہمارے پاس پیغام لے آؤ پس جناب عباس تیزی کے ساتھ حسینؑ کی طرف لوٹے اور انھیں خبر دی اور آپ کے ساتھی وہیں کھڑے رہے اور اس قوم سے باتیں کرتے رہے (طبری) حبیب بن مظاہر نے زہیر بن قین سے کہا اگر آپ چاہیں تو آپ بات کریں اور اگر پسند کریں تو میں بات کروں زہیر نے کہا کہ چونکہ آغاز آپ نے کیا ہے لہٰذا آپ ہی بات کریں پس حبیب بن مظاہر نے کہا خدا کی قسم بُرے ہیں وہ لوگ جو کل خدا کی بارگاہ میں جائیں تو اس کے پیغمبر کے فرزند کو ان کی عترت اور خاندان اور اس کے شہر کے خداپرستوں کو کہ جو وقت سحر اس کی بندگی میں کھڑے ہوتے اور زیادہ سے زیادہ ذکر خدا کرتے قتل کر چکے ہوں عزرہ بن قیس نے کہا تم جتنا ہو سکتا ہے خودستائی کرتے ہو تو زہیر نے اس سے کہا اے عزرہ خدا عزوجل نے ان لوگوں کو پاک کیا ہے اللہ ان کی راہنمائی اور ہدایت کی ہے پس خدا سے ڈرو کہ میں تیرا خواہ ہوں میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں ان لوگوں میں سے نہ ہو کہ جو گمراہوں کی مدد کرتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ نفوس کو قتل کرتے ہیں عزرہ نے کہا کہ تم تو اس خاندان کے شیعوں میں سے نہیں تھے تم تو عثمانی تھے تو زہیر نے کہا کہ کیا میرے یہاں ہونے سے تجھے پتا نہیں چلا کہ میں ان میں سے ہوں خدا کی قسم میں نے آنجناب کی طرف خط نہیں لکھا اور قاصد نہیں بھیجا اور نصرت و مدد کرنے کی نوید و خوشخبری انھیں نہیں دی البتہ راستے میں میں نے ان سے ملاقات کی ہے رسولِ خدا کو یاد کیا ہے اور جو قدر و منزلت آنجناب کو رسولِ خدا سے تھی اسے پہچانا ہے اور جو کچھ دشمن کی طرف اور تمہاری جماعت کی طرف ان پر گزرنے والا ہے اسے جانا ہے

لہٰذا میری رائے یہ ہوئی ہے کہ میں ان کی مدد کروں اور ان کی جماعت میں شامل ہو جاؤں اور اپنی جان ان پر قربان کر دوں تاکہ خدا و رسول کے اس حق کی کہ جسے تم لوگوں نے ضائع کر دیا ہے محافظت کروں۔

باقی رہے جناب عباس بن علیؑ تو وہ گئے اور جو کچھ ان لوگوں نے کہا تھا اس کی خبر دی تو امامؑ نے فرمایا ان کے پاس واپس جاؤ اور اگر کر سکو تو معاملہ کو کل پر ڈال دو اور آج کی رات انہیں واپس پلٹا دو شاید ہم پروردگار کے لیے نماز پڑھ سکیں اور اس سے دعا و استغفار کریں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں نماز پڑھنے اور اس کی کتاب کی تلاوت کرنے اور کثرت دعا و استغفار کو دوست رکھتا ہوں پس عباس ان لوگوں کی طرف گئے اور جب پلٹ کر آئے تو عمر بن سعد کا قاصد آپ کے ساتھ تھا پس وہ شخص وہاں کھڑا ہوا کہ جہاں سے اس کی آواز سنائی دیتی تھی اور اس نے کہا کہ ہم نے کل تک آپ لوگوں کو مہلت دی ہے اگر تم لوگ تسلیم ہو گئے تو تمہیں امیر عبداللہ بن زیاد کے پاس ہم لے جائیں گے اور اگر انکار کیا تو پھر ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے اور پھر واپس چلا گیا۔

اٹھارویں فصل

شبِ عاشورہ

(ارشاد) پس امام حسین نے اپنے اصحاب کو غروب کے وقت جمع کیا امام علی بن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں ان کے قریب جا بیٹھا تاکہ سنوں کہ وہ کیا کہتے ہیں اور میں اس وقت بیمار تھا میں نے سُنا کہ آپ اپنے اصحاب سے کہہ رہے تھے میں خدا کی بہترین ثنا کرتا ہوں اور خوشی اور سختی میں اس کی حمد و تعریف کرتا ہوں خدایا میں تیری اس بات پر حمد کرتا ہوں کہ تو نے نبوت کے ساتھ عزت و تکریم بخشی اور ہمیں قرآن کی تعلیم دی اور دین کا فہم و بینائی دی اور ہمیں کان، آنکھیں اور دل دیے پس ہمیں اپنے شکر گزاروں میں سے قرار دے اما بعد میں کوئی اصحاب نہیں جانتا کہ جو زیادہ باوفا اور بہتر ہوں اور میرے اصحاب سے اور نہ کوئی اہل بیت اور گھر والے کہ جو زیادہ نیکی و احسان کرنیوالے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور زیادہ بافضیلت اپنے اہلِ بیت سے پس خدا تمہیں جزائے خیر دے میری طرف سے اور میرا گمان ہے کہ اس قوم کے ساتھ جنگ ہو کر رہے گی اور میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں پس تم سب چلے جاؤ تمہارے لیے حلال ہے میں بیعت و تعہد کی ذمہ داری تم سے اٹھاتا ہوں اس وقت رات ہے اور تاریکی نے تمہیں گھیر رکھا ہے اسے سواری کا اونٹ قرار دو اور میرے اہل بیت میں سے ایک ایک فرد کا ہاتھ پکڑ لو اور دیہاتوں اور شہروں میں منتشر ہو جاؤ یہاں تک کہ خداوند عالم کشائش دے کیونکہ یہ لوگ تو صرف مجھے چاہتے ہیں جب انہیں مجھ پر دسترس حاصل ہو جائے تو دوسروں کی تلاش چھوڑ دیں گے پس آپ کے بھائیوں بیٹوں، بھتیجوں

اور عبداللہ بن جعفر کے دونوں فرزند نے عرض کیا کہ ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے کیا اس لیے
ہم یہ کریں کہ آپ کے بعد ہم زندہ رہیں خدا نہ کرے کہ کبھی ایسا ہو اور جناب عباسؑ بن علیؑ نے
گفتگو کا آغاز کیا تھا اور باقی جماعت نے ان کی پیروی کی تھی اور ان کی طرح کی یا اس کے
قریب بات کی تھی پس حسینؑ نے اولادِ عقیل سے فرمایا مسلم کا شہید ہونا تمہارے لیے
کفایت کرتا ہے پس تم لوگ چلے جاؤ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں انھوں نے کہا سبحان اللہ
لوگ کیا کہیں گے وہ کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ اور سردار اور اپنے بہترین چچوں
کی اولاد کو چھوڑ آئے ہو نہ ان کے ساتھ مل کر تیر پھینکا ہے اور نہ نیزہ و تلوار چلائی ہے
اور نہ ہمیں پتا چلا کہ انھوں نے کیا کیا خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ مال، جان اور
افرادِ خاندان کے ساتھ مواسات و قربانی دیں گے اور انھیں آپ کی راہ میں فدیہ دیں گے
اور آپ کی معیت میں ہم بھی رہیں جائیں گے بڑا ہو اس زندگی کا کہ جو آپ کے بعد ہو۔

اور مسلم بن عوسجہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کیا ہم آپ سے دستبردار ہو جائیں تو خدا
کے ہاں آپ کے حق کی ادائیگی کے سلسلہ میں کیا بہانہ پیش کریں گے۔ خدا کی قسم یہ نیزہ دشمنوں
کے سینوں میں چبھوؤں گا اور اس تلوار سے جب تک اس کا دستہ میرے ہاتھ میں ہے
انھیں ضرب لگاؤں گا اور اگر میرے پاس ہتھیار نہ رہے تو پتھر انھیں ماروں گا خدا کی قسم
آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے تاکہ خدا کو معلوم ہو کہ ہم نے آپ کے بارے میں رسول کی
حرمت و عزت کا ان کی غیبت میں پاس رکھا خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل کیا
جاؤں گا اور زندہ ہو کر جلا دیا جاؤں گا اور پھر زندہ ہوں گا اور پھر چُور چُور کر کے
میرے ٹکڑے منتشر کر دیے جائیں گے اور ستر مرتبہ میرے ساتھ یہ سلوک ہوگا پھر
بھی میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ آپ کی معیت میں مجھے موت آئے
گی اور پھر کس طرح میں یہ کام کروں جب کہ ایک ہی دفعہ قتل ہونا ہے اور اس کے

بعد ایسی کرامت بزرگی نصیب ہو گی کہ جو ختم ہونے والی نہیں ہے۔

اور زہیر بن قین کھڑے ہوئے اور کہا میں دوست رکھتا ہوں کہ مارا جاؤں پھر زندہ ہوں پھر مارا جاؤں اور اسی طرح ہزار مرتبہ مجھ سے سلوک کیا جائے اور خدا آپ سے اور اہل بیت کے ان جوانوں سے قتل ہونے کو روک لے۔

اور اصحاب کی ایک جماعت نے بھی گفتگو کی جو ایک ہی معنی رکھتی تھی اور ایک دوسرے کی مانند تھی (طبری) انھوں نے کہا خدا کی قسم ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے بلکہ ہماری جان آپ کی جان پر فدا ہو گی ہم اپنے گلوں پیشانیوں اور ہاتھوں سے آپ کی حفاظت کریں گے جب ہم قتل ہو جائیں تو جو کچھ ہم پر واجب تھا اس کو پورا کر چکے ہوں گے اور انجام دے چکے ہوں گے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ ان کی زبان یہ تھی کہ جیسے فارسی شاعر کہتا ہے: "شاہا من ارعرش و سانم سر بر فضل مملوک این جنابم محتاج ایں درم: گر بر کنم دل از تو و بر دارم از تو محصر" ایں محصر بر کہ انگنم ایں دل کجا برم۔" اے میرے سردار اگر میری فضیلت کا تخت عرش تک بھی پہنچ جائے پھر بھی میں اس گھر کا غلام اور اس دروازے کا بھکاری ہوں۔ اگر میں اپنے دل کو اور اس کی محبت کو تجھ سے اٹھا لوں تو یہ محبت کس سے کروں اور یہ دل کہاں لے جاؤں۔"

تو امام حسین نے فرمایا کہ خدا انہیں جزائے خیر دے اور آپ اپنی قیام گاہ میں تشریف لے گئے۔ للہ درھم من فتیۃ صبروا۔ ما ان رایت لھم فی الناس امثالاً۔ تلک المکارم لا قعبان من لبن شیبا بماء فعادا فعادا بعد ابوالا۔ خدا بھلا کرے ان نوجوانوں کا جنھوں نے صبر کیا، "تجھے لوگوں میں ان کی مثل نظر نہیں آئے گی یہ مکارم اخلاق کے مجسمے تھے

نہ کہ دودھ کے پیالے کہ جن میں پانی ملا ہو اور بعد میں وہ پیشاب بن جائیں۔

سید رحمۃ اللہ کہتے ہیں اس وقت محمد بن بشیر حضرمی سے لوگوں نے کہا کہ تیرا بیٹا ری کی سرحد پر قید ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ اس کی اور اپنی مصیبت کے ثواب امید میں خدا سے رکھتا ہوں میں پسند نہیں کرتا کہ وہ قید میں ہو اور میں زندہ رہوں۔ امام حسین نے اس کی بات سن لی تو فرمایا رحمک اللہ خدا تجھ پر رحم کرے میں نے تجھ سے اپنی بیعت اُٹھا لی ہے اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے جا کر کوشش کر، وہ کہنے لگا کہ درندے مجھے زندہ کھا جائیں اگر میں آپ سے جدا ہوں تو فرمایا پھر یہ یمنی چادروں کے پارچے اپنے اس بیٹے کو دے تاکہ وہ اپنے بھائی کا فدیہ دینے میں ان سے اعانت حاصل کرے اور پانچ پارچے آپ نے اسے دیے کہ جن کی قیمت ہزار دینار تھی۔

حسین بن حمدان حضیبی نے روایت کیا ہے اپنی اسناد کے ساتھ ابو حمزہ ثمالی سے اور سید بحرانی نے مرسلاً اس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ علی بن الحسین زین العابدین سے میں نے سنا آپ کہتے تھے جس دن میرے والد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اس کی رات آپ نے اپنے اہل خاندان اور اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا اے میرے اہل بیت اور میرے اصحاب اس رات کو اپنے لیے اونٹ و سواری بنا لو اور اپنے آپ کو چھڑا لے جاؤ کیونکہ یہ صرف مجھے چاہتے ہیں اور اگر مجھے قتل کر لیں تو تمہارا خیال نہیں کریں گے خدا تم پر رحمت کرے اور میں وہ بیعت اور عہد جو تم نے مجھ سے کر رکھا ہے تم سے اٹھا لیتا ہوں تو آپ کے بھائیوں رشتہ داروں اور یار و انصار نے یک زبان ہو کر کہا خدا کی قسم اے ہمارے سردار اے ابا عبد اللہ ہم کبھی بھی آپ کو تنہا و اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ تاکہ لوگ کہیں کہ انھوں نے اپنے امام، بزرگ اور سردار کو اکیلا چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا اور اپنے اور خدا کے

درمیان ہم بہانے تراشتے پھریں ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے کہ آپ شہید ہوں مگر یہ کہ ہم آپ کے پاس شہید ہوں گے۔ امامؑ نے فرمایا اے لوگوں میں کل مارا جاؤں گا اور تم سب میرے ساتھ مارے جاؤ گے اور تم میں سے ایک بھی نہیں بچے گا تو انھوں نے کہا: الحمد للہ کہ خدا نے آپ کی مدد کرنے کی توفیق سے نوازا ہے اور آپ کے ساتھ شہید ہونے کی سعادت بخشی ہے۔ اے فرزند رسول خدا کیا آپ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ہم آپ کے ساتھ ہوں آپ کے درجے میں، آپ نے فرمایا

خدا تمہیں جزائے خیر دے اور ان کے لیے آپ نے دعائے خیر کی تو قاسم بن حسن نے امامؑ سے عرض کیا کیا میں بھی شہید ہونے والوں کی فہرست میں داخل ہوں تو حسینؑ کا دل اس بچہ پر جلا اور فرمایا اے میرے بیٹا موت تیرے نزدیک کیسی ہے تو اس نے کہا اے چچا شہد سے بھی زیادہ میٹھی۔ فرمایا ہاں خدا کی قسم تیرا چچا تجھ پر قربان جائے تو ان میں سے ایک ہے کہ جو میرے ساتھ قتل ہوں گے بعد اس کے کہ بلائے عظیم تمہیں پہنچے گی اور میرا بیٹا عبداللہ بھی مارا جائے گا قاسم نے پوچھا اے چچا وہ لعین عورتوں تک بھی پہنچ جائیں گے تاکہ عبداللہ شیر خوار مارا جائے، فرمایا تیرا چچا تجھ پر قربان جائے عبداللہ اس وقت مارا جائے گا جب میرا منہ پیاس سے خشک ہو جائے گا اور میں خیموں کی طرف آؤں گا اور پانی یا دودھ طلب کروں گا اور کوئی چیز مجھے نہیں ملے گی تو میں کہوں گا کہ میں اس بیٹے کو لے آؤ تاکہ میں اس کے لبوں کو چوسوں پس اسے لائیں گے اور میرے ہاتھ پر رکھ دیں گے اور میں اس کو اٹھاؤں گا تاکہ اپنے لبوں کے نزدیک لے جاؤ تو ان میں سے ایک فاسق اس کے گلے پر ایک تیر مارے گا کہ جس سے وہ بچہ رونے لگے گا اور اس کا خون میرے ہاتھوں پر جاری ہوگا پس میں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کروں گا اور عرض

کروں گا اللھم صبرا و احتسابا۔ خدایا میں صبر کروں گا اور تیرے ثواب کی امید رکھوں گا پس نیزے مجھے ان کی طرف کھینچ کرلے جائیں گے اور خیمے کے پیچھے خندق کی آگ بھڑک اُٹھے گی پھر میں ان پر حملہ کروں گا اور وہ وقت دنیا کا تلخ ترین وقت ہوگا اور جو خدا چاہے گا واقع ہوگا پس آپ رونے لگے اور ہم نے بھی گریہ کیا اور گریہ و نالہ و شیون کی صدا رسول خدا کی ذرّیت کی خیموں سے بلند ہوئی قطب راوندی (قدہ) نے ثمالی سے روایت کی ہے کہ علی بن الحسین نے فرمایا کہ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ تھا اس رات کہ جس کی صبح وہ شہید ہوئے پس آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا اس رات کو اپنے لیے سپر ڈھال بنالو کیونکہ یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں اگر مجھے قتل کرلیں تو پھر تمہاری طرف نہیں دیکھیں گے اور میں تم سے بیعت اٹھا لیتا ہوں انھوں نے کہا خدا کی قسم کبھی بھی ایسا نہیں ہوگا آپ نے فرمایا تم سب کل قتل ہوجاؤ گے تم میں سے ایک بھی نہیں بچے گا تو انھوں نے کہا حمد ہے خدا کی کہ جس نے ہمیں آپ کے ساتھ شہید ہونے کی سعادت بخشی پس آپ نے ان کے لیے دعا کی اور ان سے فرمایا کہ سر بلند کرو انھوں نے سر بلند کیے تو اپنی جگہ اور منزل (جنت میں) دیکھی اور آپ فرماتے تھے اے فلاں یہ تیری منزل و مکان ہے اور پھر پس ہر مرد اپنے سینہ اور چہرہ کو نیزوں اور تلواروں کے سامنے کرتا تھا تاکہ جنت کے اپنے گھر میں پہنچ جائے امالی صدوق میں حضرت صادقؑ سے امام حسینؑ کی اپنے اصحاب سے گفتگو کو نقل کرنے کے بعد روایت کی ہے کہ آنجناب اپنے لشکر کے گرد خندق کی مانند گڑھا کھودنے کا حکم دیا اور وہ کھودا گیا اور آپ کے حکم سے اسے ایندھن سے پُر کیا گیا اور آپ نے اپنے بیٹے علی اکبر تیس سواروں اور بیس پیادوں کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ پانی لے آئیں اور وہ سخت خوف وہراس میں تھے اور امام حسینؑ یہ

اشعار پڑھ رہے تھے (یا دھر اف لک من خلیل الخ

پھر اپنے اصحاب سے فرمایا تم اٹھ کر پانی پی لو یہ تمہارا آخری زاد راہ ہے اور وضو و غسل کر لو اور اپنے لباس دھو لو تاکہ یہ تمہارے کفن ہوں (ظاہراً یہ روایت بعید نظر آتی ہے اس لیے کہ بچوں کی پیاس بجھانا وضو و غسل سے زیادہ اہم تھی (مترجم)

خیام کی پشت کی طرف خندق کھودنا اور اس میں آگ جلانا

اور ابو حنیفہ دینوری کہتا ہے کہ حسینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اپنے خیموں کو ایک دوسرے کے نزدیک کر لیں اور خود عورتوں کے خیموں کے آگے رہیں اور پیچھے سے خندق کھود کر ایندھن اور بہت سے سرداٹے سے لے آئیں اور انہیں آگ لگا دیں تاکہ لشکر خیموں کے پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔

مترجم کہتا ہے کہ تاریخ طبری میں عمارہ دھنی کی وساطت سے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے ایک طویل حدیث میں (عدل الی کربلا فاسند ظهره الی قصباء وحلاء کیلا لا یقابل الا من وجه واحد ــ ــ آپ کربلا کی طرف مڑے اور پشت پر اور باطلاقی کے درختوں رکھا تاکہ ایک طرف سے دشمنوں سے روبرو ہوں جس شخص نے کربلا کے نزدیک اس قسم کی زمین دیکھی ہے اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہاں سے عبور کرنا اور حملہ کرنا مشکل ہے۔

(ارشاد) حضرت علی بن الحسین فرماتے ہیں جس شب کی صبح (شب عاشورہ) میرے والد شہید کیے گئے میں بیٹھا ہوا تھا اور میری پھوپھی جناب زینب میری تیمار داری کر رہی تھیں اچانک میرے والد دوسرے خیمے میں چلے گئے، اور حوّی (حا کی زبر اور یا کی شد کے ساتھ بر وزن سری، مؤلف کے نزدیک اور عام کے پیش اور واؤ کی زبر کے ساتھ، طبری کے نزدیک) ابوذر کے غلام آپ

کے پاس تھے اور آپ کی تلوار کی اصلاح کر رہے تھے اور مقاتل الطالبین میں امام علی بن الحسین سے روایت ہے کہ اس رات میں بابا کے پاس بیٹھا تھا اور میں بیمار تھا اور بابا تیروں کو درست کر رہے تھے اور آپ کے سامنے جون ابوذر غفاری کا غلام تھا۔ اور میرے والد کہہ رہے تھے یا دھراف لك من خليل۔ كم لك بالاشراق والاصيل۔ من صاحب وطالب قتيل۔ والدهر لا يقتع بالبديل وانما الامر الى الجليل۔ و كل حى سالك سبيلى۔

یعنی اے زمانہ اف ہے تجھ پر تو بُرا دوست ہے بہت سی صبحوں اور شاموں کو تو نے اپنے دوست اور طالب حق کو قتل کیا ہے۔ زمانہ بدل کو قبول نہیں کرتا معاملہ خدائے جلیل کے ہاتھ میں ہے اور ہر زندہ اسی میرے راستہ پر جانے والا ہے۔"

دو مرتبہ یا تین مرتبہ آنجناب نے ان اشعار کا تکرار کیا تو میں آپ کا مقصد سمجھ گیا پس گریہ مجھے گلوگیر ہوا لیکن میں اسے ضبط کر گیا اور خاموش رہا اور سمجھ گیا کہ بلا و مصیبت آنے والی ہے۔

لیکن میری پھوپھی زینبؑ نے بھی وہ کچھ سنا جو میں نے سنا رقت قلبی اور گریہ و زاری کرنا عورت کی شان ہے لہٰذا وہ برداشت نہ کر سکیں وہ تڑپ کے اٹھ کھڑی ہوئیں اور دامن عبا کھینچتی ہوئیں میرے بابا کے پاس گئیں اور کہا واثقلاہ ليت الموت اعدمني الحيوٰة اليوم ماتت امي فاطمه و ابي علي واخي الحسن ياخليفة الماضي و ثمال الباقي۔ ہائے افسوس اس مصیبت پر کاش موت نے آکر میری زندگی کو ختم کر دیا ہوتا۔ آج میری ماں فاطمہ میرے باپ علی اور میرے بھائی حسن دنیا سے رخصت ہوئے ہیں اے جانے والوں کو جانشین اور باقی رہنے والوں کی پناہ گاہ۔

پس امامؑ نے بہن کی طرف دیکھا اور فرمایا یا اخیہ لا یذھبن حلمک

" اے پیاری بہن تیرے حلم و بردباری کو ہاتھ نہ چھوٹے۔

آپ کی دونوں آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا (لوترك القطا لنام) اگر سنگ خوارہ پرندہ کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں تو وہ سو جائے (قطا ایک پرندہ کہ جس کا فارسی میں نام اسفرود ہے اور سنگ خوارہ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ زیادہ تر پتھریلے علاقہ میں ہوتا ہے بھٹ تیتر)

پس میری پھوپھی نے کہا (یا ویلتاہ افتغصب نفسك اغتصابا فذالك اقرح لقلبی واشد علی نفسی) کیا ظلم ستم سے تجھے ہم سے چھین لیں گے یہ چیز میرے دل میں زیادہ پھوڑے اور زخم لگانے والی ہے اور میری جان پر زیادہ سخت، دشوار اور گراں ہے پھر آپ نے اپنا منہ پیٹ لیا اور گریبان چاک کیا اور بیہوش ہو کر گر پڑیں، حسین علیہ السلام اٹھے اور ان کے چہرہ پر پانی چھڑکا (آنسو کا پانی ہوگا یہاں تک کہ وہ ہوش میں آئیں) اور ان سے فرمایا: یا اختاہ اتقی اللہ وتعزی بعزاء اللہ واعلمی ان اھل الارض یموتون وان اھل السماء لایبقون وان کل شیٔ ھالك الا وجہ اللہ الذی خلق الخلق بقدرتہ ویبعث الخلق ویعودون وھوفرد وحدہ (جدی خیرمنی) ابی خیر منی وامی خیر منی واخی خیر منی (ولی) ولکل مسلم برسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ اسوۃ۔ " اے پیاری بہن تقویٰ الٰہی اختیار کرو اور صبر و شکیبائی سے اور خدا سے تسلی و تعزیت چاہ اور جان لے کہ اہل زمین سب مر جائیں گے اور اہل آسمان باقی نہیں رہیں گے اور ہر چیز فنا ہو جائے گی مگر ذات خدا وہی خدا کہ جس نے اپنی قدرت سے مخلوق کو پیدا کیا ہے اور دوبارہ

انھیں قبروں سے اٹھائے گا اور وہ اس کی طرف پلٹ جائیں گے اور خدا ہی ایک اکیلا ہے۔ میرے نانا مجھ سے بہتر تھے میرے بابا مجھ سے بہتر تھے، میری ماں مجھ سے بہتر تھیں، میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے۔ مجھے اور ہر مسلمان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی تاسی کرنا چاہیئے اور دوسری اس قسم کی باتوں سے آنجناب نے انھیں تسلی دی نیز ان سے کہا: یا اخیہ انی اقسمت علیک فابری قسمی لا تشقی علی جیبا ولا تخمشی علی وجھا ولا تدعی علی بالویل والثبور اذا انا ھلکت ____ اے میری پیاری بہنا! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میری قسم کو سچ کر دکھانا مجھ پر گریبان چاک نہ کرنا اور چہرہ کو نہ خراشنا جب میری شہادت ہو جائے واویلا اور واثبورا کی آواز بلند نہ کرنا۔ مترجم کہتے ہیں میں نے یہ کلمات عربی میں نقل کر دیے ہیں اور ان کے ترجمہ پر قناعت نہیں کی ان کی انتہائی فصاحت و بلاغت کو دیکھتے ہوئے کہ شاید قاری ان میں کوئی ایسا نکتہ دیکھے کہ جس تک ہم نہ پہنچ سکے ہوں اور فصیح و بلیغ کلمات کے سب نکات کا ترجمہ بھی نہیں ہو سکتا۔

پھر آپ نے جناب زینبؑ کو میرے پاس لاکر بٹھا دیا اور خود اصحاب کے پاس چلے گئے اور حکم دیا کہ انھوں نے خیموں کو ایک دوسرے کے قریب لگایا اور ان کی رسیاں ایک دوسرے میں آویزاں کیں اور حکم دیا کہ وہ خود اگلے خیموں میں رہیں اور ایک ہی طرف سے دشمن سے روبرو ہوں اور (عورتوں کے) خیمے ان کے پیچھے یا دائیں بائیں ہوں اور ہر طرف سے سراپردوں کو درمیان میں لیے ہوئے سوائے اس جانب کے کہ جدھر سے دشمن ان کا رخ کرے اور امام اپنی قیام گاہ کی طرف پلٹ گئے اور ساری رات نماز استغفار اور تضرع وزاری میں

گذاری اور اسی طرح اصحاب بھی بیدار تھے اور نماز پڑھتے اور دعا و استغفار کرتے تھے (انتھی کلام المفید)

(شب عاشورہ)

مؤلف کہتے ہیں شام سے لے کر صبح تک شہد کی مکھیوں ایسی انکی بھنبھناہٹ تھی رکوع و سجود اور قیام و قعود میں تھے اور حسینؑ کی یہی عادت و طریقہ کار نماز کی کثرت اور صفات کے کمال کے لحاظ سے اور آپ اسی طرح تھے جیساکہ آپ کے فرزند ہمارے امام مہدیؑ صلوات اللہ نے ان کی توصیف کی ہے (کان للقرآن سندا وللامۃ عضدا و فی الطاعۃ مجتھداً حافظا للعھد والمیثاق ناکبا عن سبیل الفساق باذلا للجھور طویل الرکوع والسجود زاھداً فی الدنیا زھد الراحل عنھا ناظرًا الیھا بعین المتوحشین منھا۔

آپ قرآن کی سند تھے اور امت کے لیے مدد و قوت تھے اطاعت الہٰی میں جد و جہد کرتے تھے۔ عہد و میثاق کے محافظ تھے فاسقوں کے راستہ سے ہٹے ہوئے تھے راہ حق میں اپنی پوری کوششیں صرف کرتے تھے لمبے لمبے رکوع و سجود کرتے تھے۔ دنیا سے پرہیز کرتے تھے اس شخص کی طرح جو اس سے کوچ کرنے والا ہے اور دنیا کی طرف اس سے وحشت محسوس کرنے والا کی طرح دیکھتے تھے۔

ابوعمر و احمد بن محمد قرطبی مروانی کتاب العقد الفرید میں نقل کرتا ہے کہ علی بن الحسین سے لوگوں نے کہا کہ آپ کے والد کی اولاد بہت ہی کم ہے تو انھوں نے فرمایا کہ تعجب تو اس بات کا ہے کہ ان کی اولاد کس طرح ہوگئی کیونکہ ہر شبانہ روز وہ جناب ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے عورتوں کے ہاں جانے کا کہاں ان کے پاس وقت تھا۔

(مناقب) روایت ہے کہ جب سحری وقت ہوا تو حسینؑ کی آنکھ لگ گئی جب

جب بیدار ہوئے تو فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے ابھی ابھی خواب میں کیا دیکھا ہے انھوں نے عرض کیا اے فرزند رسول خدا آپ نے کیا دیکھا ہے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ کچھ کتے میری طرف بڑھ رہے ہیں جن کے درمیان ایک دو رنگا کتا ہے میں نے دیکھا ہے کہ جو مجھ پر سب سے زیادہ سخت تھا میرا گمان ہے کہ جو مجھے قتل کرے گا ان لوگوں میں سے وہ مبروص ہوگا اور پھر میں نے اپنے نانا رسولخدا کو دیکھا ہے آپ کے ساتھ اصحاب کا ایک گروہ تھا اور آپ فرما رہے تھے اے میرے پیارے بیٹے تم آل محمد کے شہید ہو آسمانوں والے اور صفیح اعلی (بلند ترین مقامات) کے رہنے والے تیری آمد کی خوشی کر رہے ہیں آج رات تم میرے پاس ہی افطار کرو اور تاخیر نہ کرو۔ یہ فرشتہ آسمان سے آیا ہے تاکہ تمہارا خون لے کر سبز رنگ کی شیشی میں محفوظ کرلے یہ خواب جو میں نے دیکھا (اس سے پتہ چلتا ہے) کہ اجل نزدیک ہے اور اس جہان سے کوچ کرنے کا وقت آگیا ہے۔

ابومخنف نے عبداللہ بن عاصم سے اس نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا جب شام ہوگئی تو حسینؑ اور آپ کے اصحاب نے نماز استغفار اور دعا و تضرع میں کھڑے ہو کر ساری رات گذار دی اور اس نے کہا کہ رات کو جو سوار پہرہ دے رہے تھے ہمارے قریب سے گذرے جبکہ حسینؑ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے:

ولا تحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما و لھم عذاب مھین۔

یہ گمان نہ کرنا کہ جن لوگوں نے کفر کیا ہے تو ہم نے جو انہیں مہلت دی ہے وہ ان کے لیے بہتر ہے ہم نے تو انھیں اس لیے مہلت دی ہے تاکہ وہ مزید گناہ کریں اور ان

کے لیے خوار کرنے والا عذاب ہے۔ خدا مومنین کو اس حالت میں چھوڑنے والا نہیں ہے کہ جس میں تم ہو یہاں تک کہ خبیث کو طیب سے جدا کر دے۔ ایک شخص نے ان میں سے کہ جو ہمارے پاسبان تھے اس آیت کو سنا تو اس نے کہا پروردگار کعبہ کی قسم ہم وہ پاکیزہ لوگ ہیں کہ جو تم سے جدا ہوئے ہیں ضحاک کہتا ہے کہ میں نے اسے پہچانا اور بریر بن خضیر سے کہا کہ آپ اس شخص کو پہچانتے ہیں انھوں نے کہا کہ نہیں میں نے کہا یہ ابوحرب سبیعی عبداللہ بن شہر نام رکھتا ہے شخص ہنس مکھ، ظریف خوش خو، شریف اور بہادر ہے اور چند مرتبہ سعید بن قیس نے کسی جرم کی وجہ سے اسے قید کیا ہے تو بریر بن خضیر نے اس سے کہا اے فاسق تو خیال کرتا ہے کہ خدا نے تجھے پاکیزہ لوگوں میں سے قرار دیا ہے اس نے کہا تو کون ہے انھوں نے کہا کہ بریر بن خضیر۔ اس نے کہا اِنّا للہ۔ مجھ پر سخت گراں ہے کہ تم ہلاک ہو جاؤ اور تم ہلاک ہو گئے۔ بریر نے کہا اے ابوحرب کیا تو ان عظیم گناہوں سے توبہ کر کے خدا کی طرف لوٹ سکتا ہے خدا کی قسم ہم ہیں پاک و پاکیزہ اور تم سب خبیث و پلید ہو اس نے کہا میں بھی تمہاری بات کی صداقت کی گواہی دیتا ہوں ضحاک کہتا ہے کہ میں نے کہا تجھ پر وائے ہو کیا تیری یہ معرفت تجھے فائدہ نہیں دے گی تو اس نے کہا تجھ پر قربان جاؤں پس کون شخص عنزہ بن وائل قبیلہ کے یزید بن عذرہ عنزی کا ندیم اور مصاحب ہو گا۔ اور وہ اس وقت میرے ساتھ ہے بریر نے کہا کہ خدا تیری رائے کو قبیح اور برا کرے کیونکہ بہر حال تو سفید اور بیوقوف شخص ہے۔ ضحاک کہتا ہے کہ وہ شخص واپس چلا گیا اور ہمارا پاسبان اس رات عزرہ بن قیس احمسی تھا اور وہ ان گھڑسواروں کا سردار تھا۔ (اس روایت سے کہ جو انتہائی معتبر ہے معلوم ہوا کہ ضحاک بھی امام کے اصحاب میں موجود تھا لیکن وہ جنگ میں شہید نہیں ہوا اور اس کی تفصیل انشاء اللہ

عنقریب آئے گی ۔

سید ابن طاؤس نے کہا ہے کہ اس رات عمر سعد کے لشکر میں سے تبیس آدمی آنجناب کے اصحاب میں آ ملے اور کتاب العقد العزیز میں امامؑ کے اس قول کو نقل کیا ہے کہ آپ نے عمر سعد سے فرمایا کہ تین کاموں میں سے ایک قبول کر لے اس کے بعد کہتا ہے کہ تیس افراد اہل کوفہ میں سے کہ جو عمر سعد کے ساتھ تھے انھوں نے کہا تعجب کی بات ہے کہ نواسہ رسول تم سے تین ہی چیزیں چاہتا ہے اور تم ان میں سے کوئی بھی قبول نہیں کرتے پس وہ آنجناب کی طرف چلے گئے اور آپ کی طرف سے ابن زیاد کے لشکر سے جنگ کی

انیسویں فصل

روز عاشور

انیسویں فصل عاشوراء کے واقعات، دونوں طرف کے لشکروں کی صف آرائی اور اہل کوفہ پر امامؑ کا احتجاج۔ امامؑ نے صبح کی نماز اصحاب کے ساتھ پڑھی اور خطبہ کے لیے اٹھے اور کھڑے ہوکر خدا کی حمد و ثناء کی اور اپنے اصحاب سے فرمایا خدا عز و جل کی مشیت و ارادہ ہے کہ تم اور میں قتل ہو جائیں تم پر لازم ہے صبر کرنا۔ اس روایت کو مسعودی نے اثبات میں نقل کیا ہے۔

(ملہوف) پھر آپ نے رسول اللہ کا گھوڑا کہ جس کا مرتجز نام تھا منگوایا اور اس پر سوار ہوئے اور اصحاب کی صفیں جنگ کے لیے تیار کیں (ارشاد) آپ کے ساتھ بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے اور ہمارے مولا محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ پینتالیس سوار تھے اور سو پیادے اور اس کے علاوہ بھی روایت ہوئی ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ یہ عمارہ دُھنی کی روایت ہے اور ابو جعفر طبری نے اسے اس کے طول کے ساتھ اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے اور اس کے آغاز میں کہتا ہے عمارہ دُھنی نے امام باقرؑ سے عرض کیا کہ آپ شہادت حسینؑ کی داستان میرے لیے بیان فرمائیں اس طرح کہ گویا میں وہاں موجود تھا اور امامؑ نے بیان فرمایا اور اس سے اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۴۵ افراد سارے قتل نہیں ہوئے بلکہ ان میں سے بعض عاشوراء سے پہلے یا جنگ کے دوران بھاگ گئے (اثبات الوجیہ) اور ایک روایت ہے

کہ ان کی تعداد اس دن اکسٹھ افراد تھی اور خدا عزوجل نے پہلے زمانہ سے لیکر آخر تک ہزار کے ساتھ اپنے دین کی مدد کی ہے اور اسے غالب قرار دیا ہے جب امامؑ سے اس کی تفصیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا تین سو تیرہ افراد طالوت کے اصحاب تھے اور تین سو تیرہ اصحاب بدر تھے اور تین سو تیرہ قائم علیہ السلام کے اصحاب ہیں اور باقی بسے اکسٹھ تو وہ امام حسینؑ کے ساتھ طف والے دن شہید ہوئے، (انتھیٰ)۔

(ارشاد) پس زہیر بن قین کو آپ نے میمنہ کا امیر بنایا اور حبیب بن مظاہر کو میسرہ کا اور علم لشکر جناب عباس کے سپرد کیا اور خیموں کو پس پشت قرار دیا اور حکم دیا ایندھن اور نرسل خیموں کے پیچھے فراہم کیے گئے اور انھیں خندق میں ڈالا گیا۔ (کامل) کہ جسے رات کو ندی و نالہ کی شکل میں وہاں کھودا تھا اور اس میں آگ روشن کی تھی تاکہ دشمن پیچھے کی طرف سے حملہ نہ کر سکے اور وہ بہت مفید ثابت ہوئی۔ اہل شہر کی ایک جماعت یا چوتھائی پر اور عمر سعد اٹھا اور اپنے لوگوں کے ساتھ باہر آیا۔ (کامل طبری) اس نے عبداللہ بن زہیر ازدی کو امیر مقرر کیا تھا اور ربیعہ اور کندہ کی چوتھائی پر قیس بن اشعث ابن قیس کو اور مذحج و اسد کی چوتھائی پر عبدالرحمٰن بن ابو سبرہ حنفی کو اور تمیم اور ہمدان کی چوتھائی پر۔ حر بن یزید ریاحی کو امیر مقرر کیا اور وہ سب جرنیل میدان جنگ میں آپ کے ساتھ رہے سوائے حر بن یزید ریاحی کے کہ جنھوں نے توبہ کر لی اور حسینؑ کے ہاں چلا گیا اور آپ کی معیت میں شہید ہو گیا۔

اور عمر سعد نے عمرو بن حجاج زبیدی کو میمنہ پر اور شمر بن ذی الجوشن بن شرجیل بن اعور بن عمر بن معاویہ کہ جو بنی کلاب کی خباب شاخ سے تھا میسرہ پر اور عروہ بن قیس احمسی کو گھڑ سواروں پر اور شبث بن ربعی یربوعی تمیمی کو پیادوں پہ امیر مقرر کیا اور علم لشکر اپنے غلام دُرَید کے سپرد کیا۔

ابو مخنف نے کہا ہے مجھ سے عمرو بن مرہ جملی نے حدیث بیان کی ابو صالح حنفی سے اس نے عبدالرحمٰن بن عبدربہ انصاری کے غلام سے، وہ کہتا ہے میں اپنے مولا کے ساتھ تھا جب ابن سعد کا لشکر تیار ہو کر ہم پر حملہ آور ہوا ____ بریر نے عبدالرحمٰن کے ساتھ مزاح کیا تو عبدالرحمٰن نے کہا چھوڑو مجھے یہ مذاق اور کا وقت نہیں ہے تو بریر نے کہا خدا کی قسم میرا سارا قبیلہ جانتا ہے کہ میں جوانی اور کہولت و بڑھاپے میں کبھی ہرزہ سرا اور زیادہ گو مزاحی نہیں تھا لیکن جو کچھ ہمارے آگے ہے اس کی بناء پر میں خوش و خرم اور خنداں ہوں اور ہمارے اور حورالعین کے درمیان کوئی مانع اور حائل نہیں مگر یہ کہ یہ جماعت ہمارے اوپر تلوار لے کر آئے ور میں دوست رکھتا ہوں کہ وہ ابھی ابھی آئیں ____

____ اور پھر حسینؑ گھوڑے پر سوار ہوئے اور مصحف و قرآن منگوایا اور اسے اپنے سامنے رکھا اور آپ کے اصحاب نے بڑی سخت جنگ کی۔ اور میں (یعنی عبدالرحمٰن کے غلام) نے جب ان کا زمین پر گرنا دیکھا تو انھیں وہیں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ابو مخنف ازدی نے ابو خالد کابلی سے روایت کی ہے اور شیخ مفید نے ہمارے مولا علی بن الحسین علیہما السلام سے آپ نے فرمایا کہ جب صبح کے وقت کوفہ کی فوج نے امام حسینؑ پر حملہ کیا تو آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور عرض کیا (اللھم انت ثقتی فی کل کرب و رجائی فی کل شدۃ وانت لی فی کل امر نزل بی ثقۃ وعدۃ کم من ھم یضعف فیہ الفؤاد و تقل فیہ الحیلۃ و یخذل فیہ الصدیق ویشمت فیہ العدو انزلتہ بک وشکوتہ الیک رغبۃ منی الیک عمن سواک ففرجتہ (عنی) وکشفتہ وکفیتنیہ) فانت ولی کل نعمۃ وصاحب کل حسنۃ ومنتھی کل رغبۃ۔

خدایا تجھ پر میرا بھروسہ ہے ہر کرب و مصیبت میں اور تو ہی میری امید ہے ہر شدت و سختی میں اور ہر چند میں جو
مشکل مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ اور میری تیاری ہے کتنے ایسے ہم و غم ہیں کہ جن میں دل کمزور ہو جاتا ہے اور
قوت خیال جواب دے جاتی ہے اور دوست ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور دشمن شماتت کرتا اور خوش ہوتا ہے
اس میں تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں اور تجھ سے اس کی شکایت کرتا ہوں تیرے غیر کو چھوڑ کر تیری طرف رغبت
ہوئے تو اسے مجھ سے دور کر دیتا ہے اور کھول دیتا ہے اور مجھے اس کی کفایت کرتا ہے پس تو ہی ہر نعمت
کا ولی نعمت و محسن ہے اور نیکی کا مالک ہے اور ہر مرغوب چیز کی انتہا ہے۔"

لشکر ابن سعد سے امام کا خطاب

تو وہ لوگ حسینؑ کے خیام کی طرف آئے اور ان کے گرد چکر لگایا اور ازدی نے کہا کہ عبداللہ بن عاصم نے
مجھ سے حکایت بیان کی۔ عبداللہ بن ضحاک مشرقی سے اس نے کہا جب وہ ہماری طرف بڑھے اور اس آگ کو دیکھا
کہ ایندھن اور نرسل میں شعلہ نکال رہی ہے کہ جسے ہم نے خیموں کی پشت پر بھڑکا رکھا تھا تو عقب سے ہم پر حملہ
نہ کر سکے۔ اچانک ان میں سے ایک شخص دوڑتا ہوا حملہ کرنے والے کی شکل میں ساز و سامان سے مکمل گھوڑے
پر سوار ہو کر آیا کوئی بات کیے بغیر ہمارے خیموں کے قریب سے گذر گیا اس نے ایندھن اور آگ دیکھی تو
واپس ہوا اور پکار کر کہنے لگا: یا حسین استعجلت النار فی الدنیا قبل یوم القیامۃ
"تو نے آگ کی طرف دنیا میں قیامت کے دن سے پہلے جلدی کی"۔ حسین نے فرمایا
کون ہے گویا شمر بن ذی الجوشن ہے صحابہ نے عرض کیا جی ہاں اصلحک اللہ
(خدا آپ کا بھلا کرے) وہی لعین ہے تو آپ نے فرمایا: یا ابن راعیۃ المعزی
انت اولی بھا صلیا۔ "اے بکریاں چرانے والی عورت کے
بیٹے تو آگ میں جلنے کا زیادہ مستحق ہے۔ مسلم بن عوسجہ نے چاہا کہ اس لعین کو
تیر ماریں لیکن حسین علیہ السلام نے روک دیا۔ مسلم نے عرض کیا مجھے تیر مارنے کی اجازت
دیجئے کیونکہ وہ نابکار اور بہت بڑا ستمگار ہے اور خدا نے مجھے اس پر قدرت

دی ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا کہ جنگ کی ابتداء میری طرف سے ہو
(طبری) حسینؑ کا ایک گھوڑا تھا کہ جس کا نام "لاحق" تھا وہ آپ نے اپنے بیٹے
علی بن الحسین (علی اکبر) کو سواری کے لیے دے دیا تھا اور جب لوگ آپ کے قریب
آگئے تو آپ نے اپنا ناقہ طلب کیا اور اس پر سوار ہوئے (ناقہ اس لیے انتخاب کیا
تاکہ آپ زیادہ بلندی پر ہوں اور لوگ آپ کو اچھی طرح دیکھ سکیں اور آپ کا خطبہ بہتر
طریقہ سے سن سکیں مثل اس خطیب کے کہ جو منبر پر ہو) اور بلند آواز میں آپ نے
پکار کر فرمایا کہ جسے اکثر لوگوں نے سنا فرمایا: (ایھا الناس اسمعوا قولی ولا
تعجلولی حتی اعظکم بما یحق لکم علی وحتی اعتذر الیکم من مقدمی علیکم
فان قبلتم عذری وصدقتم قولی واعطیتمونی النصف۔ (لرن کی زیر اور
ص کی جزم کے ساتھ) کنتم بذلک السعد ولم یکن لکم علی سبیل وان لم
تقبلوا منی العذر ولم تعطوا النصف (کامل وطبری) فاجمعوا امرکم
وشرکائکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون
ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین۔ یعنی اے لوگو میری
بات سنو اور جلدی نہ کرو تاکہ جو کچھ تمہارا حق میرے ذمہ ہے یعنی موعظہ کرنے کا میں
وہ ادا کر لوں اور تمہارے پاس آنے کا عذر بیان کر دوں اگر میرے عذر کو تم نے
قبول کیا اور مجھ سے منصفانہ معاملہ کیا تو تم نیک بخت وسعید ہو گے اور تمہارے
لیے کوئی راستہ باقی نہیں رہے گا مجھ سے جنگ کرنے کا اور اگر قبول نہ کیا اور
مجھ سے انصاف نہ کیا تو پھر تم اور تمہارے شریک کار اپنے آپ کو مجتمع کر لو اور
معاملہ تمہارے اوپر مشتبہ اور پوشیدہ نہ رہے پھر میرا کام تمام کر دو اور مجھے
مہلت نہ دو، بے شک میرا ولی اور سرپرست وہ خدا ہے کہ جس نے کتاب

کو نازل کیا ہے اور وہی صالح و نیک لوگوں کی سرپرستی کرتا ہے۔
جب آپ کی بہنوں اور بیٹیوں نے یہ گفتگو سنی تو فریاد کرنے اور رونے لگیں اور آہ و نالہ کی آواز بلند کی پس عباسؑ اور اپنے بیٹے علیؑ کو آپ نے بھیجا تاکہ وہ انھیں خاموش کرائیں اور فرمایا میری جان کی قسم کہ اس کے بعد انھیں کچھ کرنا ہے اور جب وہ خواتین خاموش ہو گئیں (ارشاد) تو خدا کی حمد و ثنا کی اور اس طرح اس کا ذکر کیا کہ جس کا وہ لائق تھا اور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ پر خدا کے فرشتوں اور اس کے انبیاء پر ایسا درود و صلوات بھیجی کہ کسی سخن ور سے کبھی بھی اس قسم کی فصاحت و بلاغت کا کلام نہیں سنا گیا نہ آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد اور پھر آپ نے فرمایا اما بعد میرے نسب کو یاد کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں اور اپنے آپ میں آکر اپنے آپ کو ملامت کرو اور پھر اچھی طرح دیکھو کہ کیا مجھے شہید کرنا تمہارے لیے جائز ہے اور میری حرمت و عزت کو پامال کرنا، کیا میں تمہارے پیغمبر کا نواسہ اور ان کے وصی اور چچا زاد بھائی کا بیٹا نہیں ہوں وہ کہ جو سب سے پہلے ایمان لایا اور رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی تصدیق کی ہر اس چیز میں کہ جو آپ خدا کی طرف سے لائے تھے کیا حمزہ سید الشہداء میرے (میرے باپ خ ل) کے چچا نہیں کیا جعفر طیّار (جو دو پروں کے ساتھ جنت میں اڑتے ہیں) میرے چچا نہیں، کیا تم لوگوں تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمائی ہے (ھٰذان سیدا شباب اھل الجنۃ) یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں پس اگر تم لوگ تصدیق کرو اس چیز کی جو میں کہہ رہا ہوں اور وہ حق ہے (کیونکہ) خدا کی قسم میں نے جب سے یہ جان لیا ہے کہ خدا جھوٹ بولنے والے کو دشمن رکھتا ہے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور

اگر تم میری بات کی تصدیق نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ جن سے اگر تم اس چیز کے بارے میں سوال کرو تو وہ تمہیں بتلائیں گے تم سوال کرو، جابر بن عبداللہ انصاری سے ابو سعید خدری سے، سہل بن سعد ساعدی سے، زید بن ارقم سے انس بن مالک سے وہ تمہیں بتائیں گے کہ انھوں نے یہ حدیث رسول اللہ سے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں سنی ہے تو کیا اسمیں میرے خون بہانے سے تمہیں کوئی مانع اور روکنے والی چیز نہیں۔

تو شمر بن ذی الجوشن لعین نے کہا وہ اللہ کی عبادت ایک حرف پر کرتا ہو اگر وہ سمجھ سکا ہو کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں (یعنی دل کی بے اطمینانی اور عقیدہ راسخ کے بغیر خدا کی عبادت کروں) حبیب بن مظاہر نے کہا خدا کی قسم میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو خدا کی ستر حروف پر عبادت کرتا ہے (یعنی ستر قسم کے تزلزل اور شک کے ساتھ پرستش کرتا ہے) اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہہ رہا ہے اور تو نہیں جانتا کہ امامؑ کیا فرما رہے ہیں (طبع اللہ علی قلبک) خدا نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے۔

امامؑ نے فرمایا اگر اس چیز میں تمہیں شک ہے تو کیا اس میں تمہیں بھی شک ہے کہ میں نواسۂ رسولؐ ہوں خدا کی قسم مشرق و مغرب کے درمیان میرے علاوہ کوئی نواسۂ رسولؐ نہیں ہے نہ تمہارے درمیان اور نہ تمہارے غیروں کے درمیان، وائے ہو تم پر کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے کہ جس کے خون کا بدلہ مجھ سے چاہتے ہو یا کسی کا مال میں نے چھینا ہے یا کسی کو زخم لگانے کا قصاص و بدلہ چاہتے ہو۔ انھوں نے کوئی جواب نہ دیا تو آپ نے بلند آواز سے پکار کر کہا اے شبث اے یزید بن حارث کیا تم نے مجھے خطوط نہیں لکھے

کہ پھل پک چکے ہیں اور اطراف زمین سرسبز ہو چکے ہیں اور اگر آپ آئیں تو مسلح افواج آپ کے زیر حکم موجود ہیں پس ہماری طرف آئیے۔ وہ کہنے لگے ہم نے اس طرح کے خطوط نہیں لکھے آپ نے فرمایا سُبحان اللہ خدا کی قسم تم نے لکھے ہیں پھر آپ نے فرمایا اے لوگو اب جبکہ میرے آنے کو تم پسند نہیں کرتے تو پھر مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنی امن کی جگہ طرف پلٹ جاؤں۔ قیس بن اشعث نے کہا ہم نہیں جانتے آپ کیا کہہ رہے ہیں لیکن آپ اپنے بنی اعمام (چچازاد بھائیوں) کے حکم کے سامنے تسلیم ہو جاؤ وہ ہرگز آپ کو نہیں دکھائیں گے مگر وہی چیز جسے آپ پسند کریں گے (ان کی طرف سے آپ نیکی اور وہ کچھ دیکھیں گے جسے پسند کرتے ہوں گے) مترجم کہتا ہے کہ ان کی لوگوں کی نگاہ دنیا پر لگی تھی اور امام کی نگاہ دین کی طرف تھی یہ کہتے تھے آپ نیکی اور اچھائی دیکھیں گے یعنی اگر بیعت کر لیں تو یزید آپ کی عزت و تکریم کرے گا اور مال و منال دے گا آپ بھی اس کے کاموں پر اعتراض نہ کریں۔ اور امام حسینؑ جانتے تھے اسلام ابھی لوگوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوا اور اس کے احکام و قواعد ابھی آشکار نہیں ہوئے۔ سنت نبوی اور تفسیر قرآن کی تدوین نہیں ہوئی۔ لوگ سابقہ عادت کی بنا پر خلفاء کی سیرت کو دین سمجھتے ہیں..... اگر امامؑ بنی امیہ کے اعمال کی تصدیق کر دیتے اور دین سے ان کی مخالفت کو ظاہر نہ کرتے اور پیغمبر اکرمؐ سے ان کی دشمنی کو آشکار نہ کرتے تو لوگ یہی خیال کرتے کہ بنی امیہ کے مظالم بھی دین کا جزء ہیں اور اسلام کی بیخ کنی ہوتی اور وہ ختم ہو جاتا لہذا حسینؑ نے فرمایا خدا کی قسم میں ذلیلوں کی طرح اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں رکھوں گا اور غلاموں کی طرح بھاگ نہیں جاؤں گا پھر آپ نے بلند آواز سے پکار کر فرمایا: (یا عباد اللہ انی عذت

بربی و ربکم ان ترجمون - انی اعیذ بربی و ربکم من کل متکبر لا یؤمن بیوم الحساب) اے اللہ کے بندو میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں اس سے تم اٹکل پچو بات کرو اور میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں ہر اس متکبر سے کہ جو حساب وکتاب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا پھر آپ نے اپنے ناقہ کو بٹھا دیا اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا اور اس نے اس کا پاؤں رسی سے باندھ دیا اور لوگوں نے آپ پر حملہ کر دیا۔

ازدی کہتا ہے علی بن حنظلہ بن اسعد شامی نے مجھ سے حدیث بیان کی اپنی قوم کے ایک شامی مرد سے جو مقتل حسینؑ کے موقع پر موجود تھا کہ جسے کثیر بن عبداللہ شعبی کہتے تھے وہ کہتا ہے جب ہم نے حسینؑ پر حملہ کیا تو زہیر بن قین ہماری طرف سے باہر نکلے جو طویل دم والے بہت بالوں والے گھوڑے پر سوار اور ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے تھے اور کہا یا اھل الکوفۃ نذار لکم من عذاب اللہ نذار ان حقا علی المسلم نصیحۃ اخیہ المسلم ۔ ڈرو اور ڈرو اللہ کے عذاب سے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا خیر خواہ ہو ہم ابھی تک ایک دوسرے کے بھائی ہیں ایک ہی دین و شریعت پر ہیں۔ جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار نہیں چلتی تم نصیحت اور خیر خواہی کے مستحق ہو لیکن جب تلوار درمیان میں آگئی تو پھر ہمارا رشتہ ٹوٹ جائے گا پھر ہم الگ امت ہوں گے اور تم الگ امت وگروہ ہو گے ۔ خدا تبارک وتعالی نے اپنے پیغمبر کی ذریت و اولاد کے ذریعہ ہمارا امتحان لیا ہے تاکہ وہ جانے کہ ہم اور تم کیا کرتے ہیں اور ہم تمہیں ان کی مدد کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور اس گمراہ اور گمراہ کے بیٹے عبداللہ بن زیاد کو چھوڑنے کی طرف بلاتے ہیں کہ جس سے سوائے برائی

کے تم نے کچھ نہیں دیکھا اور نہ آگے دیکھو گے۔ تمہاری آنکھیں نکالتے اور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹتے اور تمہارے اعضاء وجوارح تمہارے بدن سے الگ کرتے اور تمہیں درختوں پر لٹکاتے ہیں اور تمہارے نیک وصالح و قاری قرآن افراد کو قتل کرتے ہیں مثل حُجر بن عدی، ہانی بن عروہ اور ان جیسے لوگوں کو۔ راوی کہتا ہے ان لعینوں نے زہیر کو گالیاں دیں اور ابن زیاد کی تعریف کی اور کہا خدا کی قسم ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک تمہارے صاحب کو اس کے ہمراہیوں سمیت قتل نہ کریں یا وہ انھیں اور ان کے ساتھیوں کو امیر عبیداللہ بن زیاد کے پاس تسلیم شدہ روانہ نہ کریں۔

پس زہیر نے کہا اے خدا کے بندو! فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد سے محبت رکھنا اور ان کی مدد کرنا سمیہ کے بیٹے سے کہیں اولی و بہتر ہے۔ اب اگر ان کی تم مدد نہیں کرتے تو میں تمہیں خدا کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہیں کہ انہیں قتل کرو، ان کے اور ان کے چچازاد یزید بن معاویہ کے درمیان کا راستہ چھوڑ دو مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ یزید حسینؑ کو شہید کرنے کے بغیر بھی تم سے راضی ہو گا پس شمر لعین نے ان کی طرف تیر چلایا اور کہا خاموش رہ خدا تیری بلند آواز کو کم کرے تو نے اپنی زیادہ گفتگو سے ہمیں تھکا اور پریشان کر دیا ہے۔ زہیر رحمۃ اللہ نے شمر سے کہا اے اس کے بیٹے جو ہمیشہ اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا تھا تو تو ایک جانور ہے خدا کی قسم میں گمان نہیں کرتا کہ تو قرآن کی دو آیتیں درست طریقہ سے پڑھ سکتا ہو پس تمہیں قیامت کے دن رسوائی اور ذلت اور دردناک عذاب کی خوشخبری ہو تو شمر نے ان سے کہا خدا ابھی ابھی تجھے اور تیرے ساتھی کو قتل کرنے والا ہے تو انھوں نے کہا کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے خدا کی قسم آنجناب کے

ساتھ مر جانا تمہارے ایسے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ کی زندگی سے مجھے کہیں زیادہ محبوب ہے۔ پھر زہیر نے دوسرے لوگوں کی طرف رُخ کرکے پکار کر کہا اے خدا کے بندو یہ سخت مزاج بد خو اور اس جیسے تمہیں دھوکا دفریب نہ دیں خدا کی قسم وہ لوگ محمدؐ کی شفاعت تک نہیں پہنچ جائیں گے جو ان کی ذریت اور اہل بیت کا خون بہائیں اور حریم آل محمد کے مددگاروں دحمائتیوں کو قتل کریں پس ایک شخص نے پیچھے سے انھیں پکار کر کہا کہ ابوعبد اللہؑ فرما رہے ہیں میری جان کی قسم واپس آجاؤ جس طرح مؤمن آل فرعون نے اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کیا تھا تم نے بھی کیا ہے اور انھیں حق کی طرف دعوت دینے میں مبالغہ و انتہاء کی ہے اگر سود مند ہو۔

بحار میں محمد بن ابوطالب سے روایت کی ہے کہ عمر سعد کے ساتھی سوار ہوئے اور گھوڑا لے آئے اور آنجناب بھی سوار ہو گئے اور اصحاب میں سے چند افراد کے ساتھ آپ ان کی طرف گئے اور بریر بن خضیر آپ کے آگے آگے تھے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس قوم کے ساتھ تم گفتگو کرو بریر آگے بڑھے اور کہا اے لوگو خدا سے ڈرو بے شک محمد کا ثقل اور نفیس سرمایہ تمہارے درمیان موجود ہے یہ آں حضرت کی ذریت، عترت، بیٹیاں اور اہل حرم ہیں تو بتاؤ تمہارا مقصد کیا ہے اور ان سے کیا سلوک کرنا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ عبید اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور اسے قبول کریں تاکہ وہ جو کچھ ان کے بارے میں دیکھے اس کو جاری کرے بریر نے کہا کیا وہ قبول نہیں کرتے کہ وہ جناب جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس لوٹ جائیں وائے ہو تم پر اے کوفہ کے لوگو کیا یہ تمام خطوط جو تم نے لکھے ہیں اور عہد و پیمان جو باندھے ہیں اور خدا کو گواہ بنایا ہے وہ سب تم نے بھلا دیئے ہیں وائے

ہو تم پر تم نے اپنے پیغمبر کے اہل بیت کو بلایا کہ ان کی راہ میں جانبازی کرو جب
وہ آئے تو انھیں ابن زیادہ کے سپرد کر دیا ہے اور فرات کے پانی سے محروم کر دیا
کیا ہی بُری حرمت پیغمبر کی پاسداری تم نے کی ہے ان کی اولاد کے بارے میں
کیسے لوگ ہو تم خدا تمہیں قیامت کے دن سیراب نہ کرے کیونکہ تم بُرے لوگ ہو
پس ان میں سے چند افراد نے کہا ہم نہیں جانتے کہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ بریر نے کہا حمد ہے
خدا کی کہ جس نے تمہارے بارے میں میری بصیرت میں اضافہ کیا خدایا میں تیری بارگاہ
میں ان لوگوں کے کام سے بیزاری چاہتا ہوں خدایا انھیں خوف میں مبتلا کر یہاں تک
کہ جب یہ تیرے پاس آئیں تو ان پر غضب ناک ہو پس وہ لوگ ہنسنے لگے اور بریر
پر تیر برسانے لگے اور بریر پیچھے ہٹ گئے اور حسینؑ آگے بڑھے یہاں تک کہ
ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور ان کی صفوں کو سیلاب کی مانند دیکھا اور ابن سعد
لعین کو دیکھا کہ اشراف کوفہ اور اس کے بڑے لوگوں کے ساتھ کھڑا ہے۔ پس
آپ نے فرمایا حمد ہے اس خدا کی جس نے اس جہان کو پیدا کیا جسے فنا اور زوال
کا گھر بنایا جو اپنے اہل کے ساتھ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلتا
رہتا ہے اور بے عقل ہے وہ شخص کہ جو دنیا کے دھوکہ میں آجائے اور بدبخت
ہے وہ کہ جو دنیا کے فتنہ و آزمائش میں پھنس جائے یہ دنیا تمہیں دھوکا نہ دے
کیونکہ یہ ہر اس شخص کی امید کو قطع کر دیتی ہے جو اس کی طرف جھکے اور مائل ہو اور
اس کے لالچ و طمع کو کہ جو اس کے ساتھ اپنے دل کو باندھ دے ناامیدی میں
بدل دیتی ہے۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ ایسی چیز اور امر کے لیے جمع ہوئے
ہو کہ جس میں تم نے اللہ کو ناراض کیا ہے اور اپنا کریمانہ رُخ اس نے تم سے موڑ
لیا ہے اور تم پر عذاب نازل کیا ہے اور اپنی رحمت سے تمہیں دور رکھا ہے۔

پس بہترین پروردگار ہے ہمارا رب اور بدترین بندے ہو تم تم نے اطاعت کا اقرار کیا اور رسول پر جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں ایمان لے آئے پھر تم نے ان کی ذریت وعترت پر حملہ کر دیا ہے اور ان کو قتل کرنا چاہتے ہو شیطان تم پر غالب آگیا اور اس نے تمہیں راستہ سے ہٹا دیا ہے اور بزرگ و برتر خدا کی یاد تمہیں بھلا دی ہے پس صداقت ہو تمہارے لیے اور جو کچھ تم چاہتے ہو ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں یہ ایسی قوم ہے کہ جو ایمان کے بعد کافر ہو گئی ہے پس دُوری ہے اس قوم کے لیے۔

پس عمر سعد نے کہا ہلاکت ہو تمہارے لیے اس سے بات کرو وہ اپنے باپ کا بیٹا (یعنی علی جیسے باپ کا بیٹا ہے) اگر وہ اسی طرح پورا دن تمہارے درمیان ٹھہرا رہے تو اس کی گفتگو منقطع نہیں ہو گی اور نہ وہ عاجز آئے گا اور تھکے گا پس اس سے تم بھی بات کرو تو شمر لعین آگے بڑھا اور کہنے لگا اے حسینؑ یہ کیا بات ہے جو تو کر رہا ہے ہمیں سمجھاؤ تاکہ ہم سمجھیں تو آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں ڈرو تم اپنے اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے اور مجھے قتل نہ کرو کیونکہ میرا قتل کرنا تمہارے لیے حلال و جائز نہیں ہے اور نہ ہی میری ہتک حرمت کیونکہ میں تمہارے نبی کی بیٹیؑ کا بیٹا ہوں اور میری دادی خدیجہ تمہارے نبی کی زوجہ محترمہ ہے اور شاید تم تک پہنچا ہو تمہارے نبی کا ارشاد گرامی کہ: "الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ" حسن و حسین جوانانِ جنت کے سردار ہیں،، آخر تک کہ جسے ہم شیخ مفید اور دوسروں کی روایت سے ذکر کر چکے ہیں۔ اور بحار میں بھی اور مناقب اپنی اسناد سے عبداللہ بن محمد بن سلیمان بن عبداللہ بن حسن سے اس کے باپ سے اس کے دادا سے عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب عمر بن سعد نے اپنے ساتھیوں کو حسین بن علی علیہما السلام سے جنگ کرنے پر آمادہ کر لیا اور انھیں ان کے مراتب پر مرتب کر

لیا اور جھنڈے اپنی اپنی جگہ پر قائم کر لیے اور میمنہ اور میسرہ کے افراد متعین کر چکا تو کلب لشکر والوں سے کہا کہ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنا اور پھر انھوں نے امام حسینؑ کو ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا یہاں تک کہ آپ کو حلقہ کے اندر لے لیا۔ پس آنجنابؑ باہر تشریف لائے اور ان سے خاموش رہنے کی خواہش کی تو ان ملاعین نے خاموش ہونے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا ہلاکت ہو تمہارے لیے۔ تمہارے لیے کوئی حرج نہیں ہے کہ تم خاموش رہ کر میری بات سن لو۔ میں تمہیں صرف رشد و ہدایت کی راہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جو میری اطاعت کرے گا وہ صواب و درستی کی راہ پر چلے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا وہ ہلاک ہوگا تم سب میرے فرمان کی نافرمانی کر رہے ہو اور بات پر کان نہیں دھرتے، تمہارے شکم حرام سے پُر ہو چکے ہیں، اور تمہارے دلوں پر مہریں لگ چکی ہیں۔ وائے ہو تم پر کیا تم خاموش ہو کر بات نہیں سنو گے پس عمر بن سعد کے ہمراہی ایک دوسرے کو لعنت و ملامت کرنے لگے، اور کہا کہ خاموش ہو جاؤ تو امام حسینؑ کھڑے ہو گئے پھر فرمایا ہلاکت و تباہی ہو تمہارے لیے اے گروہ آخر خطبہ تک کہ جو سید کی کتاب ملہوف سے انشاء اللہ آگے نقل ہوگا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ عمر بن سعد کہاں ہے عمر کو میرے پاس بلاؤ پس اس کو بلایا گیا اور وہ اسے ناپسند کرتا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے سامنے آئے پس آپ نے فرمایا کیا تو مجھے قتل کرتا ہے اس گمان پر کہ "علی بن دعی" حرام زادہ جو حرام زادے کا بیٹا ہے تجھے ری اور جرجان کا والی و حاکم بنائے گا۔ خدا کی قسم یہ ولایت و حکومت تیرے لیے کبھی خوشگوار نہیں ہو گی (یعنی مل نہیں سکے گی) یہ دھوکا ہے پس جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر لے، تم میرے بعد دنیا و آخرت سے کبھی خوش نہیں ہو گے گویا میں تیرے سر کو بانس کے نیزے کے اوپر کوفہ میں دیکھ رہا ہوں کہ بچے

بچے پتھر مار رہے ہیں اور اس کو نشانہ بنایا ہوا ہے۔ پس عمر آپ کی گفتگو سن کر سینخ پا ہوگیا پھر آپ کی طرف سے منہ موڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کیا دیکھ رہے سب مل کر ان پر حملہ کر دو یہ تو ایک ہی لقمہ ہیں۔ انتھی۔

امام حسین علیہ السلام کا اہل کوفہ سے خطبہ

باقی رہا وہ خطبہ سید ابن طاؤس رضؓ کی روایت کے مطابق، تو سید نے فرمایا:

پس حسینؑ اپنے ناقہ پر سوار ہوئے اور بعض کہتے ہیں گھوڑے پر اور ان سے خاموش ہونے کے لیے فرمایا تو وہ خاموش ہو گئے۔ پس اللہ کی حمد و ثنا کی اور اس کا ایسا ذکر کیا کہ جس کا وہ اہل ہے اور ملائکہ، انبیاء اور رسل پر صلوات بھیجی اور فصاحت و بلاغت کا حق ادا کیا اس کے بعد فرمایا اے لوگو تمہارے لیے ہلاکت اور غم و اندوہ ہو اس شور شین اور شوق و ذوق سے تم نے ہمیں بلایا تاکہ ہم تمہاری فریاد رسی کریں تو ہم جلدی تمہاری طرف آئے پس ہماری تلوار کہ جو ہم نے خود تمہارے ہاتھ میں دی تھی اس کو لے کر تم ہمارے اوپر حملہ آور ہوئے اور وہی آگ کہ جو خود ہم نے اپنے اور تمہارے دشمن کے خلاف بھڑکائی تھی ہمارے خلاف تم نے بھڑکائی تم اپنے ہی دشمن کے یار و مددگار ہو گئے اپنے دوستوں سے جنگ کرنے میں حالانکہ نہ انھوں نے عدل و انصاف کے مطابق تمہارے درمیان رفتار کی اور نہ ہی ان سے تم کوئی خیر و بھلائی کی امید رکھتے ہو۔ وائے ہو تم پر کیوں اس وقت کہ جب تلواریں نیام میں تھیں اور دل آرام و سکون میں اور افکار خام و ناپختہ تھے ہمیں نہیں چھوڑ دیا لیکن تم تو مکھیوں کی طرح فتنہ کی طرف اڑے اور پروانے کی طرح ایک دوسرے سے الجھے پس ہلاکت ہو تمہارے لیے اے کنیز و لونڈی کے بیٹے

اور احزاب کے بچے کھچے اور کتاب کو پھینک دینے والے کلمات میں اور اس میں تحریف کرنے ڈالے اور گناہوں کی جماعت اور شیطان کی پھونکوں کے فریب خوردہ اور سنتوں کو خاموش کرنے والے کیا ان کی مدد کرتے ہو اور ہمیں تنہا چھوڑتے ہو، جی ہاں خدا کی قسم بیوفائی اور پیمان شکنی تمہاری پرانی عادت ہے۔ تمہاری جڑ، غدود دھوکہ سے پیوست اور ملی ہوئی ہے اور تمہاری شاخوں کی اسی پر پرورش ہوئی ہے۔ تم پلید ترین پھل ہو جو ماں کے گلے میں پھنس جاتا ہے اور خوشگوار ہو غاصب کے لیے یہ دعی بن دعی، یعنی اس کا کوئی باپ نہیں اور بنی اُمیہ نے انھیں اپنے ساتھ ملحق کر لیا ہے جو اس کا بیٹا ہے جس کا کوئی باپ نہیں، جو چیزوں پر ڈٹ گیا ہے اور وہیں کھڑا ہے یا تلوار نکالنا یا ذلت خواری برداشت کرنا میہات (دور کی بات ہے) کہ ہم ذلت کو قبول کر لیں خدا، اس کا رسول اور مؤمنین اور پاک و پاکیزہ گودیں کہ جنھوں نے ہمیں پالا ہے اور غیرت مند ناک اور ذلت سے انکار کرنے والے نفوس اس سے انکار کرتے ہیں کہ ہم کمینے لوگوں کی اطاعت کو کریمانہ اور عزت کی موت اور میدان میں بچھڑنے پر ترجیح دیں یاد رکھو کہ اس تھوڑی سی جماعت کے ساتھ تم سے جنگ کروں گا اگرچہ لوگوں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں اس مقام پر مجھے بھلا معلوم ہوتا ہے ابن ابی الحدید کی اس کلام کو نقل کرنا جو نہج البلاغہ کی شرح میں ہے۔ ظلم و ذلت برداشت کرنے سے انکار کرنے والوں کے ذکر کے سلسلہ میں کہتا ہے غیرت مندوں کا سردار کہ جس نے لوگوں کو حمیت و غیرت سکھائی ہے اور جس نے تلوار کے سامنے میں موت کو ذلت خواری برداشت کرنے پر ترجیح دی ہے وہ ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام

تھے کہ جس جناب اور ان کے اصحاب کے سامنے امان پیش کی گئی تو آپ نے اسے ٹھکرا دیا اور ذلت برداشت نہ کی پھر آپ کی اس گفتگو"

کو نقل کر کے کہتا ہے کہ میں نے نقیب ابوزید یحییٰ بن زید علوی سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابوتمام کے وہ اشعار جو اس نے محمد بن حمید طائی کے بارے میں کہے ہیں امام حسین علیہ السلام کے علاوہ کسی پر بھی فٹ نہیں بیٹھتے۔

وقد کان فوت الموت سھلا فردہ　　الیہ الحفاظ المر والخلق الوعر

ونفس تعاف الضیم حتی کانہ　　ھوالکفر یوم الروع او دونہ الکفر

فاثبت فی مستنقع الموت رجلہ　　وقال لھا من تحت اخمصک الحشر

تردی ثیاب الموت حمرا فما اتی　　لھا اللیل وھی من سندس خضر

موت سے چھوٹ جانا آسان تھا لیکن اسے موت کی طرف پلٹایا۔ محارم کی حفاظت دان سے وفاع نے کہ جو کڑوا گھونٹ تھا اور مروت و دین نے کہ جس کے وہ سختی سے پابند تھے اور ایسے نفس نے کہ جو ظلم کو ناپسند کرتا تھا کہ گویا مقام خوف وہ کفر ہے یا اس کے آگے کفر ہے بس اس نے موت کے غبار میں ثابت قدم رہا اور موت سے کہا کہ تیرے تلواروں کے نیچے ہی حشر ونشر ہے۔ اس نے موت کا سرخ لباس پہن لیا ابھی رات نہیں گذری تھی کہ وہ سبز سندس وحریر میں بدل گیا۔

اور سبط بن جوزی نے کہا ہے کہ میرے نانا نے کتاب تبصرہ میں ذکر کیا اور کہا ہے کہ امام حسینؑ اس قوم کی طرف اس لیے گئے تھے چونکہ آپ نے دیکھا کہ شریعت ہو گئی ہے لہٰذا آپ نے کوشش کی کہ اس کے ستونوں کو سیدھا

واستوار کر دیں، اور جب انھوں نے آپ کو گھیر لیا اور کہا کہ ابن زیاد کے حکم کے سامنے گردن جھکا دیں تو آپ نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا اور شہید ہونے کو ذلت پر ترجیح دی اور حمیت و غیرت مند نفوس ایسے ہی ہیں۔ پھر میرے نانا نے اس مضمون کے اشعار کہے ہیں

ولما رأو بعض الحیات مـذلـة	علیهم وعز الموت غیر محرم
ابوا ان یذ وقوا العیش والذل واقع	علیه و ماتوا میتة لم تذ مـم
ولا عجب للاسد ان ظفرت بهـا	کلاب الاعادی من فصیح واعجم
فحربة وحشی سقت حمزة الردی	وحتف علی فی حسام ابن ملجم

جب انھوں نے دیکھا کہ کچھ زندگانیاں ان کے لیے باعث ذلت ہیں اور عزت کی موت حرام نہیں ہے، تو انھوں نے اس زندگی کا مزہ چکھنے سے انکار کر دیا کہ جس میں ذلت ہے اور ایسی موت مر گئے جو قابل مذمت نہیں، اور شیر مرد کے لیے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ عرب و عجم کے دشمن کتے اس پر کامیابی حاصل کر لیں۔ کیونکہ وحشی کے حربہ نے جناب حمزہ کو موت کا پیالہ پلایا تھا اور حضرت علیؑ کی شہادت ابن ملجم کی تلوار سے ہوئی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ میں اس مقام پر اہل بیت کے مداح السید حیدر مرحوم کے حسین مظلوم کے مرثیہ میں کہے ہوئے اشعار پیش کرتا ہوں۔ خدا اس کا بھلا کرے اور اسے نیک جزا دے۔

طمعت ان تسومه الضیم قوم	وابی الله والحسام الصنیع
کیف یلوی علی الدنیة جیدا	لسوی الله مالواه الخضوع
فابی ان یعیش الا عـزیزا	اوم تجلی الکفاح وهو صریع

فتلقی الجموع فرداً ولکن کل عضو فی الروع منه جموع
زوج السیف بالنفوس ولکن مھر الموت والخضاب النجیع

"قوم نے لالچ و طمع کیا کہ وہ اسے ظلم کی ترکیب پہنچائے۔ اللہ اور تیز تلوار نے انکار کیا کس طرح پستی و ذلت کے سامنے وہ گردن جھکائے کہ جس نے خدا کے علاوہ کسی کے سامنے خضوع کرتے ہوئے نہیں جھکایا اس نے انکار کر دیا مگر عزت کی زندگی سے یا میدانِ جنگ صاف ہو تو وہ زمین پر پچھاڑا ہوا پڑا ہو پس اس نے ایک اکیلا لشکروں سے جنگ کی لیکن میدان جنگ میں اس کا ہر عضو ایک جماعت تھا۔ اس نے تلوار کی لوگوں کے نفوس سے جنگ کی شادی کر دی کہ جس کا حق مہر موت اور مہندی خون تھا۔"

اب بقیہ خطبہ کی طرف ہم لوٹتے ہیں۔ پس آپ نے اپنے کلام کا وصل اور اتصال فروہ بن مُسَیک (تصغیر) مرادی کے اشعار سے کیا (

فان نھزم فھزامون قدیما وان نغلب فغیر مغلبینا
وما ان طبنا جبن ولکن منایانا و دولة آخرینا
اذا ما الموت رفع عن اناس کلا کلہ اناخ بآخرینا
فافنی ذلکم سروات قومی کما افنی القرون الاولینا
ولو خلد الملوك اذا خلدنا ولو بقی الکرام اذا بقینا
فقل للشامتین بنا افیقوا سیلقی الشامتون کما لقینا

"اگر ہم کامیاب ہو جائیں تو ہمیشہ سے کامیاب ہوتے رہے ہیں اور اگر ہم مغلوب ہو جائیں تو پھر بھی ہماری شکست نہیں ہے، بزدلی ہماری عادت نہیں ہے (بلکہ ہم اپنے زندہ رہتے اور دشمن کو مارنے کی کوشش کرتے ہیں)۔

لیکن ہماری موت دوسروں کی حکومت کا باعث ہے، اگر موت ایک گروہ سے اپنا سینہ اٹھا لے تو دوسرے گروہ پر رکھ دیتی ہے اس موت نے ہماری قوم کے سرداروں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا جیسا کہ گذشتہ لوگوں کو نابود کیا اگر بادشاہ (جس کے پاس ہر قسم کے وسائل تھے) زندہ رہتے تو ہم بھی زندہ رہتے اور اگر بزرگ اور کریم لوگ زندہ رہتے تو ہم بھی رہتے پس ان سے کہ جو ہمارے غم میں خوشی مناتے ہیں کہہ دے کہ خبردار یاد رکھو کہ عنقریب وہ بھی اس چیز سے ملاقات کریں گے کہ جس سے ہم نے ملاقات کی ہے پھر خدا کی قسم اس کے بعد تم زیادہ دیر نہیں ٹھہرو گے مگر اتنی دیر کہ گھڑسوار گھوڑے پر سوار ہو یہاں تک کہ حوادث زمانہ چکی کی طرح تمہارے گرد گھومیں گے اور تمہیں محور کی طرح قلق و اضطراب میں ڈال دیں گے اور یہ عہد ہے جو میرے والد گرامی نے میرے جد محترم سے نقل کیا ہے (پس) اپنے معاملہ کو مجتمع اور اپنے شرکاء کو اکٹھا کر لو تاکہ پھر تمہارا معاملہ تم سے پوشیدہ نہ رہے پھر میرے اوپر پل پڑو اور مجھے مہلت نہ دو۔ میں اپنے اور تمہارے پروردگار اللہ پر توکل رکھتا ہوں کوئی جاندار نہیں مگر یہ کہ وہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ یقیناً میرا پروردگار (سیدھے راستہ) پر قائم ہے خدایا ان سے آسمان کی بارش روک لے اور ان پر حضرت یوسف کے زمانہ میں ایسا قحط نازل فرما اور قبیلہ ثقیف کا لڑکا (حجاج بن یوسف) ان پر مسلط کر دے جو انہیں موت کا کڑوا پیالہ پلائے انھوں نے جھٹلایا ہے اور میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو ہمارا پروردگار ہے تجھ پر ہم توکل کرتے ہیں اور تیری بارگاہ میں لوٹتے ہیں اور تیری ہی طرف سب کی بازگشت ہے۔"

پھر آپ اپنی سواری سے اتر آئے اور رسول اللہ کے گھوڑے کو کہ جس کا نام مرتجز تھا طلب کیا اور اس پر سوار ہو کر اپنے اصحاب کی صفوں کو مرتب کیا (ملہوف)

راوی کہتا ہے پس عمر سعد آگے بڑھا اور امامؑ کے لشکر کی طرف ایک تیر پھینکا اور کہا کہ امیر کے پاس گواہی دینا کہ سب سے پہلا تیر میں نے پھینکا تھا اور اس کے بعد ان کی طرف سے تیروں کی بارش شروع ہوگئی تو آنجناب نے اپنے اصحاب سے فرمایا خدا تم پر رحم کرے کھڑے ہو جاؤ اس موت کی طرف کہ جس سے کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ یہ تیر اس قوم کے ایلچی ہیں تمہاری طرف بس دن کا حصہ انھوں نے جنگ کی اور پے در پے حملے کیے یہاں تک کہ امام حسینؑ کے اصحاب کی ایک جماعت شہید ہو گئی۔

جادوا بانفسهم فی حب سیدهم والجود بالنفس اقصی غایة الجود

انھوں نے اپنے مولا و آقا کی محبت میں جان کی سخاوت کی اور سخاوت کی آخری حد جان کی سخاوت ہے۔

راوی کہتا ہے کہ اس وقت امام حسینؑ نے اپنا دست مبارک اپنی ریش مبارک پر پھیرا اور فرمایا کہ خدا کا غضب یہودیوں پر اس وقت زیادہ ہو جب انھوں نے خدا کے لیے بیٹا ثابت کیا اور عیسائیوں پر اس وقت ہوا کہ جب انھوں نے اس سے تین خداؤں میں سے ایک جانا اور مجوسیوں پر اس وقت ہوا جب انھوں نے چاند اور سورج کی عبادت شروع کر دی اور اب خدا کا غضب اس قوم پر شدت اختیار کر گیا ہے کہ جو اپنے پیغمبر کے نواسے کو شہید کرنے پر اکٹھی اور مجتمع ہو گئی ہے۔ خدا کی قسم جو کچھ یہ چاہتے ہیں میں اسے قبول نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں بارگاہ خداوندی میں اس حالت میں جاؤں گا کہ میں اپنے خون میں لت پت ہوں گا۔

ہمارے آقا و مولا صادقؑ علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا میں نے اپنے والد گرامی سے سنا آپ کہتے تھے کہ جب حسینؑ اور عمر سعد لعنہ اللہ آمنے سامنے

آ گئے اور جنگ ہونے لگی تو خدا وند تعالیٰ نے نصرت و مدد بھیجی جو امام حسینؑ کے سرِ اطہر کے اوپر پر و بال پھیلائے پھڑ پھڑا رہی تھی اور آپ کو اختیار دیا گیا دشمن پر کامیابی کامرانی اور لقاء خدا کے درمیان تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی لقاء اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کو ترجیح دی۔

سید اجل صاحب تصانیف کثیرہ سید عبد اللہ شبیر حسینی کاظمی کی کتاب الجلاء میں ہے کہ اس وقت جنّات کی ایک جماعت آپ کی نصرت و مدد کے لیے حاضر ہوئی اور آپ سے اذن جہاد و قتال چاہا تو آپ نے انھیں اجازت نہ دی اور کربیانہ و شریفانہ شہادت کو مذموم و ناپسندیدہ زندگی پر ترجیح دی صلوات اللہ علیہ۔

مترجم کہتے ہیں اسباب ظاہری کی بنا پر بھی آپ کی کامیابی کوئی تعجب خیز امر نہیں تھا کیونکہ کوفہ کے لوگ عام طور پر آنجناب سے جنگ کو ناپسند کرتے تھے جیسا کہ فرزدق نے کہا قلوبهم معك وسيوفهم عليك ان کے دل آپ کے ساتھ اور ان کی تلواریں آپ کے برخلاف ہیں اور ان میں سے بہت سوں کو عبیداللہ نے دھوکہ و فریب دے رکھا تھا کہ ری کی سرحد میں حالات خراب ہیں تمہیں وہاں بھیج رہے ہیں جب لشکر جمع ہو گیا تو انھیں عمر سعد کے ساتھ کربلا بھیج دیا اور بہت سے یہ باور نہیں کرتے تھے کہ معاملہ جنگ و کشت و خون تک جا پہنچے گا مثلاً حرؒ اور تیس افراد وہ کہ جو دسویں کی رات ابن سعد کے لشکر سے جدا ہو کر امامؑ سے آ ملے اور کچھ لوگ کہتے تھے کہ ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ حُرؒ امام حسینؑ کی مدد کے لیے جا رہے ہیں ورنہ ہم بھی ان کے ساتھ جاتے اور بعض یہ خیال کرتے تھے کہ امامؑ جب لشکر کی کثرت کو دیکھیں گے تو امام حسنؑ کی طرح صلح کر لیں گے اور اگر خدا چاہتا تو ممکن تھا کہ سرداران لشکر کے درمیان عمر سعد کی تصمیم و پختہ ارادہ کے بعد اختلاف پڑ جاتا لیکن

قضائے الہٰی اور طرح تھی تاکہ آل ابوسفیان کی دشمنی پیغمبر اسلام کے ساتھ واضح روشن ہو جائے اور وہ لوگوں کی نظروں میں منفور و ملعون اور جب لوگ ان سے نفرت کریں گے تو پھر لوگوں کے عقائد و نظریات میں دخیل اور اثر انداز نہیں ہو سکیں گے کیونکہ اگر ملحد و معاند اسلام زمام امور سلطنت ہاتھ میں لے لے اور وہ لوگوں کی نظر میں محبوب ہو تو اس کی خرابی فساد اور نقصان بہت زیادہ ہے اور لوگوں میں سے جو لوگ آل ابوسفیان کے ننھیال تھے امام حسینؑ کی شہادت کے بعد نفرت کرنے لگے لہٰذا تھوڑی ہی مدت میں ان کی سلطنت زائل و ختم ہو گئی۔

بیسویں فصل

جنگ کی کیفیت اور اصحاب حسین کی شہادت

ابوالحسن سعید بن ہبتہ اللہ نے جو قطب راوندی کے نام سے علماء شیعہ میں مشہور اور ان کی مزار قم مقدس کے نئے صحن میں معروف ہے کہ جن کا سن وفات ان کی لوح قبر پر ۵۴۸ لکھا ہے لیکن بحار میں شہید کے مجموعہ سے نقل کیا ہے کہ چاشت کے وقت بدھ کے دن ۱۴ شوال ۵۷۳ھ میں وفات پائی روایت کی ہے اپنے اسناد کے ساتھ کہ امام ابوجعفر (باقرؑ) سے فرمایا امام حسین نے شہادت سے پہلے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ رسول خدا نے فرمایا تھا بیٹا تجھے عراق کی طرف جانے کے لیے مجبور کریں گے اور وہ ایسی زمین ہے کہ جس میں انبیاء و اوصیاء نے ایک دوسرے سے ملاقات کی ہے اور جس جگہ کا نام عمورا ہے وہاں تجھے شہید کیا جائے گا یار و انصار کے ایک گروہ کے ساتھ کہ جو لوہے کے زخموں سے درد و الم محسوس نہیں کریں گے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراھیم اور جنگ تجھ پر ٹھنڈی و سلامتی والی ہوگی پس خوش و خرم اور شاداں رہو کہ اگر انھوں نے ہمیں شہید کر دیا تو ہم پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔

ثمالی نے علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ تھا اس رات کہ جس کی صبح آپ شہید ہوئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اس رات کو اپنے لیے سپر اور ڈھال بنا لو کیونکہ یہ لوگ صرف مجھے

چاہتے ہیں اگر وہ مجھے قتل کر دیں تو تمہاری طرف نہیں دیکھیں گے میں عقد بیعت تم سے کھول دیتا ہوں انھوں نے کہا ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ کل سب مارے جاؤ گے اور تم میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا تو انھوں نے کہا حمد و تعریف ہے اس خدا کے لیے کہ جس نے آپ کی معیت میں قتل ہونے کی سعادت سے ہمیں نوازا ہے تو آپ نے ان کے لیے دعائے خیر کی اور پھر فرمایا اوپر کی طرف اپنے سر اٹھاؤ اور دیکھو پس وہ اپنی جگہوں اور مکانات و محلات کی طرف جو جنت میں تھے دیکھنے لگے اور آپ فرماتے جاتے تھے اے فلاں یہ تیرا گھر ہے لہٰذا وہ مردان حق نیزوں اور تلواروں کو اپنے سینوں اور چہروں پر لیتے تھے تاکہ زیادہ جلدی اپنے جنت کے گھر میں پہنچ جائیں۔

شیخ صدوقؒ نے سالم بن الجعدہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کعب الاحبار سے سُنا وہ کہتا تھا ہماری کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی اولاد میں سے قتل ہوگا اور اس کے اصحاب کی سواریوں کا پسینہ ابھی خشک نہیں ہوا ہوگا کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور حورالعین کو آغوش میں لیں گے۔ پس امام حسنؑ گذرے تو ہم نے پوچھا یہ ہیں اس نے کہا کہ نہیں اور حسینؑ گذرے تو ہم نے کہا یہ ہیں تو اس نے کہا ہاں۔

نیز روایت کی ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے لوگوں نے عرض کیا کہ خبر دیجئے کہ کس طرح امام حسینؑ کے اصحاب نے بے پرواہ ہو کر اپنے آپ کو اس وقت جنگ کی آگ میں پھینک دیا تو فرمایا کہ پردہ ان کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیا گیا تھا، یہاں تک کہ انھوں نے جنت میں اپنے گھر دیکھ لیے لہٰذا ان میں سے ہر ایک قتل ہونے کی طرف جلدی کرتا تھا کہ حورالعین سے معانقہ کرے اور انھیں آغوش میں لے

لے اور جنت میں اپنے گھر میں پہنچ جائے۔ مولف کہتے ہیں زیارت ناحیہ شریفہ میں ہے کہ جو شہداء کے اسامی اور ناموں پر مشتمل ہے لقد کشف اللہ لکم العطاء ومھد لکم الوطاء واجزل لکم العطاء اللہ۔ اللہ نے تمہارے لیے پردے ہٹا دیے اور تمہارے لیے راستہ ہموار کر دیا اور عظیم و جزیل عطا و بخشش تم پر کی۔

معانی الاخبار سے اسناد کے ساتھ امام محمد تقیؑ سے اُن کے آباؤ اجداد علیہم السلام سے روایت ہوئی ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا جب امام حسینؑ کا معاملہ شدت اختیار کر گیا تو آپ کے اصحاب نے آپ کو دیکھا کہ آپ دوسروں کی برخلاف حالت میں ہیں کیونکہ جتنا معاملہ زیادہ دشوار ہوتا تو اصحاب و انصار کا رنگ متغیر اور اڑا ہوا اور ان کے دل لرزاں و ترساں ہوتے لیکن آنجناب اور بعض آپ کے خواص اصحاب کا رنگ زیادہ نکھر آیا اور ان کے اعضاء و جوارح سکون و آرام میں تھے اور ان کے دل زیادہ مطمئن تھے لہٰذا وہ ایک دوسرے سے کہتے تھے دیکھتے نہیں ہو کہ وہ موت کا منہ دیکھ کر ہنستے ہیں اور موت سے ڈرتے نہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا: صبرًا بنی الکرام فما الموت الا قنطرۃ تعبر بکم عن البؤس والضراء الی الجنان الواسعۃ والنعیم الدائمۃ فایکم یکرہ ان ینتقل من سجن الی قصر و ما ھو لاعدائکم الا کمن ینتقل من قصر الی الجن و عذاب۔

یعنی صبر و تحمل سے کام لو اے شریف و کریم بزرگوں کی اولاد موت نہیں مگر ایک پل کہ جو تمہیں رنج و سختی سے کشادہ فراخ باغوں اور جاودانی نعمتوں کی طرف جا رہی ہے پس تم میں سے کون ہے جو نہیں چاہتا کہ قید خانہ سے قصر و محل کی طرف منتقل ہو اور تمہارے دشمنوں کے لیے موت اس طرح ہے کہ کوئی شخص قصر سے زندان اور عذاب کی طرف منتقل ہو اور میں نے اپنے والد گرامی سے سنا اور انھوں نے رسولخدا صلی اللہ علیہ

وآلہ سے روایت کی ہے: الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر والموت جسر هؤلاء الی جنانهم وجسر هؤلاء الی جحیمهم ماکذبت ولا کذبت۔
دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے موت ان کے لیے انکی جنتوں میں جانے کا پل ہے اور ان کے جہنم میں جانے کا نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے۔

حرؑ بن یزید کا امام علیہ السلام سے ملنا

جب حرؑ بن یزید نے دیکھا کہ لوگ امام علیہ السلام کو شہید کرنے کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں کہ آنجناب کی فریاد سنی کہ آپ فرما رہے تھے اما مغیث یغیثنا لوجه الله اما من ذاب یذب عن حرم رسول الله صلی الله علیه و آله۔
کیا کوئی فریاد رس ہے جو راہِ خدا میں ہماری فریادرسی کرے کیا کوئی مدافع اور حامی ہے کہ جو ان لوگوں کے شر کو حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے دُور کرے تو حرؑ نے عمر بن سعد سے کہا کہ اے عمر کیا واقعاً تم اس شخص سے جنگ کرو گے۔ اس نے کہا خدا کی قسم جس میں سروں کا گرنا اور ہاتھوں کا کٹنا آسان ترین کام ہوگا، حرؑ نے کہا یہ پیش نہاد جو انھوں نے کی ہے (یعنی مجھے واپس جانے دو) تم قبول نہیں کرتے۔ عمر نے کہا اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں قبول کر لیتا لیکن تمہارا امیر راضی نہیں ہوا پس حرؑ وہاں سے آیا اور لوگوں سے الگ ایک جگہ جا کھڑا ہوا اور اس کی قوم کا ایک شخص قرہ بن قیس اس کے ساتھ تھا تو حرؑ نے کہا اے قرہ تو نے آج اپنے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا اس نے کہا نہیں کیا تو چاہتا نہیں کہ اس کو پانی پلائے، قرہ کہتا ہے مجھے یہ گمان ہوا خدا کی قسم یہ چاہتا کہ جنگ سے کنارہ کشی کرے اور اس میں حاضر

ہو پس وہ ناپسند کرتا ہے کہ میں اسے کنارہ کشی کرتے دیکھوں تو میں نے کہا کہ میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا اب میں جاتا اور اسے پانی پلاتا ہوں پس حرؔ اس جگہ سے ہٹ گیا جہاں کھڑا تھا خدا کی قسم اگر وہ مجھے بتاتا وہ چیز کہ جس کا وہ ارادہ کر چکا تھا تو میں بھی اس کے ساتھ حسین علیہ السلام کی خدمت میں چلا جاتا پس وہ آہستہ آہستہ حسینؑ کے قریب جانے لگا تو اس سے مہاجر بن اوس نے کہا اے یزید کے بیٹے کیا کرنا چاہتے ہو کیا حملہ کرنا چاہتے ہو حرؔ نے اسے جواب نہیں دیا اور حرؔ کو لرزہ جیسی کیفیت طاری ہو گئی تو مہاجر نے اس سے کہا تیرا معاملہ شک و حیرت میں ڈال رہا ہے خدا کی قسم میں نے تجھے اس موقف کی طرح کہیں بھی اس طرح نہیں دیکھا اگر مجھ سے سوال ہوتا کہ: اہل کوفہ میں سب سے زیادہ شجاع و بہادر کون ہے ؟ تو میں تجھ سے تجاوز نہ کرتا حرؔ نے کہا تجھے کیا ہوا خدا کی قسم میں اپنے نفس کو جنت وجہنم کے درمیان اختیار دے رہا ہوں لیکن خدا کی قسم میں جنت پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دوں گا اگرچہ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور مجھے جلا دیا جائے پھر حرؔ نے اپنے گھوڑے کو چابک مارا اور حسینؑ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کر لیا۔ جبکہ اس نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا "اللّٰھم الیك انبت فتب علی فقد ارعبت قلوب اولیائك و اولاد بنت نبیك "

یعنی خدایا میں تیری طرف لوٹ رہا ہوں پس تو میری توبہ قبول کر لے کیونکہ میں نے تیرے اولیاء اور تیرے نبیؐ کی بیٹی کی اولاد کے دلوں میں ہول و رعب ڈالا ہے پس امام حسینؑ سے جا ملا اور آپ کی خدمت میں عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں، اے فرزند رسولخدا میں آپ کا وہ ساتھی ہوں کہ جس نے واپس جانے سے آپ کو روکا تھا اور آپ کے ساتھ پورا راستہ چلتا رہا اور آپ کو اسی جگہ اترنے پر مجبور کیا تھا۔

مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ یہ قوم اس بات کو رد کر دے گی جو آپ نے ان کے سامنے پیش کی ہے اور نہ مجھے یہ خیال تھا کہ وہ آپ کے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے خدا کی قسم اگر مجھے علم ہوتا کہ وہ آپ کو یہاں تک پہنچا دیں گے کہ جہاں میں دیکھ رہا ہوں تو میں اس چیز کا مرتکب نہ ہوتا کہ جس کا ارتکاب میں نے آپ سے کیا ہے۔ اب میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اس کام سے جو میں نے کیا ہے تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میری یہ توبہ (قبول) ہے تو امام حسینؑ نے فرمایا ہاں خدا تیری توبہ کو قبول کرے۔ پس گھوڑے سے اترآؤ تو حرؑ نے عرض کیا میرا گھوڑے پر سوار رہنا پیدل ہونے کی نسبت آپ کے لیے بہتر ہوگا میں کچھ دیر ان سے جنگ کروں گا اور آخری معاملہ میرا گھوڑے سے اترنا ہی ہوگا۔

اور ملہوف کی روایت میں ہے کہ حرؑ نے کہا چونکہ میں سب سے پہلے آپ سے جنگ کرنے آیا تھا لہٰذا مجھے اجازت دیجئے کہ سب سے پہلے آپ کی طرف سے میں مارا جاؤں شاید میں کل قیامت میں آپ کے نانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سے مصافحہ کر سکوں۔ پھر سید نے کہا ہے کہ حرؑ کی مراد یہ تھی کہ اب کے بعد پہلا مقتول میں بنوں کیونکہ ان سے پہلے بھی ایک جماعت شہید ہو چکی تھی جیسا کہ وارد ہوا ہے۔ پس امام نے انھیں اذن جہاد دیا (ارشاد و کامل) پس امام نے فرمایا خدا تم پر رحم کرے جی، تمہارے جی میں آیا ہے اسے کر گذرو۔

وہ امام حسینؑ سے آگے بڑھے اور کہا اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہیں مفقود پائیں اور حوادث زمانہ کے شکار رہو اس خدا کے صالح اور نیک بندے کو تم نے دعوت دی جب وہ تمہارے پاس آگیا تو اس کو دشمن کے سپرد کر دیا، حالانکہ تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ اس کی راہ میں جانبازی کر دگے اب اس کے

سامنے تلوار کھینچ لی ہے اس کو روک رکھا ہے اور اس کا گلا دبا رکھا ہے اور ہر طرف سے اسے گھیر لیا ہے تاکہ اسے اللہ کے وسیع و عریض شہروں کی طرف جانے سے روکو وہ تمہارے ہاتھوں میں قیدی سا بن کر رہ گیا ہے وہ اپنے نفس کو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی اس سے ضرر کو دور کر سکتا ہے اور تم نے اسے اس کے اہل و عیال اس کے بچوں اور عزیزوں کو فرات کے اس جاری پانی سے روک دیا ہے کہ جسے یہودی، عیسائی اور مجوسی پیتے ہیں اور جس میں اس دشت و بیاباں کے خنزیر اور کتے لوٹ پوٹ رہے ہیں اور یہ دیکھو کہ انھیں پیاس نے پچھاڑ رکھا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد بہت برا برتاؤ کیا ہے تم نے ان کی ذرّیت کے ساتھ اور آنجناب کی حرمت کا پاس نہیں کیا خدا انہیں پیاس کے دن سیراب نہ کرے پس حرؑ پر ان ملاعین نے تیروں سے حملہ کر دیا پس وہ آگے بڑھے اور امام حسینؑ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ شاعر کہتا ہے روان شد سوئے جیش رحمت حق ۔ بحق پیوست و با حق گشت ملحق ۔ بگفت اے بشر منہم آں عبد گمراہ ۔ کہ بگرفتم سر راہت باکراہ ۔ دل دلدادگان عشق یزدان ۔ شکستم من بنادانی و طغیانی ۔ ندانستم کہ ایں قوم ستمگار ۔ بود مقصود شان پیکار دا داد ۔ خطایم بخش اے شاہ عدد بند ۔ گنہ از بندہ عفو از خداوند ۔ یم عفو ازل شد در تلاطم ۔ گنہ گردید از آن نامور گم ۔ جو بخشیدش خطا شاہ خطا بخش ۔ روان شد سوی میدان فارس خش ۔ بگفت اے قوم بدکیش زنا زاد ۔ ہماں حرم دسکن گشتم آزاد ۔ امیر برگزیدم در دو عالم ۔ کہ باشد بہترین فرزند آدم ۔ بود حق آشکارا از جبینش ۔ نبی پیدا از سیمای مبینش ۔ رجز خواند و نصیحت کرد و عقد ید ۔ برآں آہن دلاں سودے نہ بخشید ۔

حرؑ حق تعالیٰ کی رحمت والے لشکر کی طرف رواں ہوئے ۔ حق کے ساتھ مل

گئے اور حق سے جا ملحق ہوئے۔ کہا اے شاہ میں وہی گمراہ بندہ ہوں کہ جس نے آپ کا جبراًراستہ روکا تھا خدائے یزداں کے عاشقوں کے دلوں کو میں نے نادانی اور سرکشی کی بناء پر توڑ دیا ہے میں نہیں سمجھتا تھا کہ یہ ستمگار قوم خدائے عادل و بخشنے والے سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، میری خطا کو بخش دے اے شاہ کہ جسے دشمن نے بندکر رکھا ہے۔ گناہ بندے سے ہوتا ہے اور عفو و بخشش خدا کی طرف سے عفو ازلی کے دریا میں تلاطم آگیا اور اس نامور میں گناہ ڈوب گیا۔ جب خطا بخشنے والے شاہ اس کی خطا بخش دی تو میدان کی طرف چلا بہادر شہسوار اور کہا اے قوم بدکیش بدذات میں وہی حرؑ ہوں لیکن اب آزاد ہوا ہوں۔ میں نے دو عالم میں اس امیر کو انتخاب کیا ہے کہ جو بہترین اولادِ آدم ہے اس کے ضمیر سے حق واضح ہوتا ہے اور اس کے روشن چہرے سے نبی آخر الزمان کی جھلک آتی ہے رجز پڑھے نصیحت کی اور عذاب خدا سے عقد ید و دھمکی دی لیکن ان فولادی دلوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

اور سبط نے کتاب تذکرہ میں کہا ہے کہ بعد اس کے کہ امام حسینؑ نے شبث بن ربعی، حجار، قیس بن اشعث اور زید بن حارث کو پکارا کہ کیا تم لوگوں نے مجھے خطوط نہیں لکھے تھے اور ان کے کہنے کیمطابق کہ ہم نہیں جانتے آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ حرؑ بن یزید میر بوعی ان کے سرداروں میں سے تھا پس اس نے کہا ہاں خدا کی قسم ہم نے آپ کو خطوط لکھے تھے اور ہم ہی وہ لوگ ہیں کہ جو آپ کو ادھر لے آئے پس خدا باطل اور اہل باطل کو اپنی رحمت سے دور رکھے خدا کی قسم میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دوں گا پھر حرؑ نے اپنے گھوڑے کے منہ پر چابک مارا اور حسینؑ کے لشکر میں داخل ہو گئے تو امام حسینؑ نے ان سے کہا اہلاً وسہلاً خدا کی قسم تم دنیا اور آخرت میں حرؑ آزاد ہو۔ انتھی۔

عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت

اور روایت ہے کہ حرؓ نے حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جب مجھے عبیداللہ نے آپ کی طرف بھیجا تھا اور میں قصر الامارہ سے نکلا تو پیچھے سے مجھے ایک ندا آئی اے حرؓ تجھے نیبر و بھلائی کی خوشخبری ہو۔ پس میں نے مڑ کر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا پس میں نے (دل میں) کہا خدا کی قسم یہ بشارت نہیں ہو سکتی جبکہ میں حسینؑ کے مقابلہ میں جا رہا ہوں اور میں نے آپ کی اتباع و پیروی کی دل میں بات بھی نہیں کی تو امامؑ نے فرمایا اب تو تُو نے خیر و اجر کو پا لیا ہے۔

پس عمر سعد نے پکار کر کہا اے دُرَیْد (از وید ح ل) اپنا عَلم قریب لے آ اس نے قریب کیا تو عمر نے تیر کمان میں رکھا اور پھر اسے مارا اور کہا گواہ رہنا کہ میں پہلا شخص ہوں کہ جس نے تیر چلایا ہے پھر دوسرے لوگوں نے تیر چلانے شروع کر دیے اور مبارزہ طلبی کرنے لگے۔

اور محمد بن ابو طالب نے کہا کہ اس کے سارے ساتھیوں نے تیر چلائے کہ جن کی وجہ سے اصحاب حسین میں سے کوئی بھی نہ بچا کہ جسے تیر نہ لگے ہوں بعض نے کہا ہے جب اس تیروں کی بارش میں انھوں نے تیر برسائے تو حسینؑ کے ساتھی کم رہ گئے اور اس حملہ میں پچاس افراد شہید ہو گئے۔

ازدی کہتا ہے کہ مجھ سے ابو جناب نے (جو کلبی قبیلہ سے تھا) بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہم میں سے ایک شخص تھا جسے عبداللہ بن عمیر کہا جاتا تھا کہ جو بنی علیم میں سے تھا اس نے کوفہ میں رہنا شروع کر دیا اور قبیلہ ہمدان میں بئر الجعد کے پاس مکان لے لیا تھا کہ لوگ پیش ہوتے ہیں تاکہ انھیں امام حسینؑ کے مقابلہ میں بھیجا جائے۔ راوی کہتا ہے کہ اس نے ان سے سوال کیا تو اسے بتایا گیا کہ یہ لوگ حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف بھیجے جا

رہے ہیں تو اس نے کہا خدا کی قسم میں اہل الشرک سے جہاد کرنے میں بہت حریص تھا اب میں امید رکھتا ہوں کہ ان لوگوں سے جہاد کرنا جو اپنے نبی کے نواسہ سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہیں اللہ کے ہاں ان سے میرے مشرکین جہاد کرنے سے ثواب میں کم نہیں ہوگا پس وہ اپنی بیوی کے پاس گیا اور اسے بتایا جو کچھ سنا تھا اور اپنی رائے بھی بتائی تو اس کی بیوی نے کہا آپ نے درست سوچا ہے خدا آپ کو درستی سے ہم کنار رکھے اور آپ کے امور کو رشید و عاقلانہ قرار دے ضرور ایسا کرو اور مجھے بھی ساتھ لے چلو راوی کہتا ہے پس رات کو اپنی بیوی کو ساتھ لے کر نکلا یہاں تک کہ امام حسینؑ تک پہنچ گیا پس آپ کے ساتھ ٹھہرا رہا جب عمر سعد آپ کے قریب آگیا اور تیر مارا اور اس کے ساتھ ہی باقی لوگوں نے تیروں کی بارش کر دی جب تیروں کا حملہ کر چکے تو یسار زیاد بن ابو سفیان کا غلام اور سالم عبیداللہ بن زیاد کا غلام میدان میں نکلے اور کہا جو مقابلہ میں آنا چاہتا ہے آئے راوی کہتا ہے کہ حبیب بن مظاہر اور بریر بن خفیر تڑپ کر اٹھے تو امام حسینؑ نے ان دونوں حضرات سے فرمایا کہ بیٹھو تو عبداللہ بن عمیر کلبی اٹھا اور عرض کیا یا اباعبداللہ خدا آپ پر رحم فرمائے مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں ان دونوں کے مقابلہ میں جاؤں پس امام حسینؑ نے دیکھا کہ ایک قد آور مضبوط بازوؤں والا کہ جس کے دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ ہے تو آپ نے فرمایا میں اس کے بارے میں گمان کرتا ہوں کہ وہ اپنے مد مقابل آنے والوں کو قتل کرے گا اگر چاہتے ہو تو جاؤ راوی کہتا ہے کہ پس عبداللہ باہر نکلے ان دونوں لعینوں کی طرف تو انہوں نے کہا تم کون ہو اپنا نسب بیان کرو تو عبداللہ نے اپنا نسب بیان کیا تو وہ کہنے لگے ہم تمہیں نہیں جانتے زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن خضیر ہمارے مقابلہ میں آئیں، اور یسار سالم سے کچھ آگے بڑھ آیا تھا تو کلبی

نے اس سے کہا اے زنا کار عورت کے بیٹے اور تو بھی یہ رغبت رکھتا ہے کہ لوگوں میں سے کوئی تیرے مقابلے میں نکلے تیرے مقابلہ میں جو بھی آئے گا وہ تجھ سے بہتر ہو گا پھر اس پر شدت سے حملہ کر کے اپنی تلوار کا وار کر کے اسے ٹھنڈا کر دیا (یعنی وہ لعین مرگیا) یہ اس میں مشغول تھے اسے اپنی تلوار سے مار رہے تھے کہ سالم نے شدت سے ان پر حملہ کیا پس پکار کر اس سے کہا (یا ر سے پکارا گیا) تجھے غلام نے ڈھانپ لیا راوی کہتا ہے اس کو اس کی طرف توجہ نہیں تھی کہ وہ ان پر آکر چھا گیا اور جلدی کر کے اس نے ان پر ضرب لگائی کہ جسے کلبی نے اپنے بائیں ہاتھ پر بچایا تو آپ کی بائیں ہتھیلی کی انگلیاں اڑ گئیں پھر کلبی اس غلام کی طرف مڑے اس پر تلوار کے وار کر کے اسے قتل کر دیا۔

اور کلبی آگے بڑھے رجز پڑھتے ہوئے جب کہ ان دو نو لعینوں کو قتل کر چکے۔

ان تنکرونی فانا ابن کلیب، حسبی ببیتی فی علیم حسبی انی امرء ذو مرۃ وعصب۔
ولست بالخولد عند النکب۔ انی زعیم وھب، بالطعن فیھم مقدما والضرب۔
ضرب غلام مؤمن بالرب: اگر مجھے نہیں پہچانتے یا اجنبی سمجھتے ہو تو میں بنی کلب میں سے ہوں اور میرے لیے یہ بات کافی ہے کہ میرا حسب بنی علیم میں سے ہے میں صاحب قوت و مضبوط اعصاب والا شخص ہوں میں مصیبت کے وقت چیخ و پکار کرنے والا نہیں ہوں میں تیرے سامنے جواب دہ ہوں (ام وہب بڑھ بڑھ کر نیزہ مارنے اور تلوار چلانے کے سلسلہ میں) ایسے جوان کی ضرب جو اپنے پروردگار پر ایمان رکھتا ہے۔

پس ام وھب اس کی بیوی نے ایک ستون اٹھایا اور اپنے شوہر کی طرف بڑھی اور اس سے کہہ رہی تھی میرے ماں باپ تجھ پر قربان جائیں قتال و جہاد کرو پاکیزہ

لوگوں کی حمایت میں جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی ذریت ہیں پس اس کا شوہر اسکی طرف بڑھا جو اسے عورتوں کی طرف پلٹاتا تھا اور وہ خاتون اپنے شوہر کے دامن کو پکڑتی و کھینچتی تھی اور کہتی تھی خدا کی قسم میں ہرگز آپ کو نہیں چھوڑوں گی یہانتک کہ آپ کے ساتھ ہی مروں گی پس امام حسینؑ نے اس خاتون کو پکار کر فرمایا اہل بیت کی طرف سے تمہیں جزائے خیر ملے واپس آجاؤ خدا تم پر رحم فرمائے عورتوں کی طرف پس انکے ہاتھ بیٹھ جاؤ کیونکہ عورتوں پر جہاد نہیں ہے پس وہ خاتون عورتوں کی طرف واپس آگئی۔

راوی کہتا ہے کہ عمرو بن حجاج نے اصحاب حسینؑ کے خیمہ پر حملہ کیا اس لشکر کے ساتھ کہ جو اہل کوفہ میں سے اس کی کمان میں تھا جب وہ حسینؑ کے قریب پہنچا تو اصحاب حسینی نے اپنے گھٹنے ٹیک کر نیزے ان کی طرف سیدھے کر لیے پس ان کے گھوڑے نیزوں کی طرف نہ بڑھ سکے پس گھوڑے واپس مڑنے لگے تو انہیں تیروں سے چھلنی کر دیا اور کئی افراد انہیں سے گرالیے اور کچھ لوگوں کو زخمی کیا۔ **امام کا نفرین کرنا**

راوی کہتا ہے کہ پھر بنی تمیم میں سے ایک شخص کہ جس کو عبداللہ بن حوزہ کہا جاتا تھا آیا یہاںتک کہ امام حسینؑ کے آگے کھڑا ہو گیا اور کہا اے حسینؑ اے حسینؑ تو امامؑ نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے تو اس لعین نے کہا تجھے آگ کی بشارت ہو آپ نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہے تو جھوٹ بکتا ہے میں تو رحیم پروردگار اور اس شفیع کی بارگاہ میں جاؤں گا کہ جس کے ہر امر کی اطاعت ہو گی، یہ کون ہے آپ سے آپ کے اصحاب نے عرض کیا مولا یہ حوزہ کا بیٹا ہے تو آپ نے عرض کیا پروردگارا اسے سختی و شدت سے آگ کی طرف کھینچ لے جا راوی کا بیان ہے کہ اس کا گھوڑا اچھال میں مضطرب ہوا تو یہ اس میں گر گیا لیکن اس کا بایاں پاؤں رکاب میں پھنسا رہا اور دایاں اٹھا رہا پس مسلم بن عوسجہ نے اس پر حملہ کیا اور اس کے دائیں پاؤں پر ضرب لگائی پس وہ اڑ گیا

اور اس کو لے کر اس کا گھوڑا دوڑنے لگا اور وہ اس کے سر کو ہر پتھر اور درخت لگا یہاں تک کہ وہ لعین مرگیا اور اللہ تعالیٰ بہت جلد اس کی روح کو جہنم کی آگ کی طرف لے گیا ازدی نے عطا ابن سائب سے عبدالجبار بن وائل حضرمی اس کے بھائی مسروق بن وائل سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ان سواروں کے اوائل میں تھا جو امام حسینؑ کی طرف چلے تھے تو میں نے کہا میں سب سے پہلے لوگوں میں رہوں تاکہ حسینؑ کا سر پا سکوں تاکہ مجھے ابن زیاد کے ہاں کوئی قدر و منزلت مل جائے وہ کہتا ہے جب ہم حسینؑ تک پہنچے تو ہم میں سے ایک شخص آگے بڑھا کہ جسے ابن حوزہ کہا جاتا تھا اس نے کہا کیا تم میں حسینؑ ہے وہ کہتا ہے پس امام حسینؑ خاموش رہے اس نے دوبارہ کہا پھر بھی آپ خاموش رہے یہاں تک کہ جب تیسری نوبت آئی تو آپ نے فرمایا اس سے کہو ہاں یہ حسینؑ ہے تو کیا چاہتا ہے تو اس لعین نے کہا اے حسینؑ تجھے (معاذ اللہ) آگ کی بشارت ہو تو آپ نے فرمایا تو جھوٹ بکتا ہے میں غفور و بخشنے والے پروردیگار اور شفاعت کرنے والے کہ جس کی بات مانی جائے گی کی طرف جا رہا ہوں پس تو کون ہے اس نے کہا میں ابن حوزہ ہوں راوی کہتا ہے پس امام حسینؑ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اتنے بلند کیے کہ ہم نے کپڑوں کے اوپر سے آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی اس کے بعد کہا "اللهم حزه الى النار" - پروردیگار اس کو آگ میں جگہ دے راوی کہتا ہے کہ اس سے ابن حوزہ غضبناک ہو گیا پس وہ گیا تاکہ اپنا گھوڑا آپ کی طرف دوڑائے جب کہ آپ کے اور اس کے درمیان ایک نہر دکھائی تھی پس اس کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور گھوڑا اس کے ساتھ چکر کاٹنے لگا تو وہ گر گیا تو اس کا پاؤں پنڈلی اور ران کٹ گئی اور اس کی دوسری جانب رکاب میں پھنسی ہوئی تھی راوی کہتا ہے پس مسروق واپس آگیا اور لشکر کو وہیں چھوڑ

آیا راوی کہتا ہے کہ میں نے اس سلسلہ میں اس سے سوال کیا تو اس نے کہا کہ میں نے اس گھر والوں سے ایسی چیز کا مشاہدہ کیا ہے کہ اب میں ان سے کبھی بھی جنگ نہیں کروں گا وہ کہتا ہے کہ پھر جنگ نے اپنے پنج گاڑ دیئے۔

بریر بن حضیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

ازدی کہتا ہے مجھ سے یوسف بن یزید نے عفیف بن زھیر بن ابو الاخنس سے حدیث بیان کی ہے اور وہ مقتل حسینی میں موجود تھا وہ کہتا ہے کہ نبی عمیرہ بن ربیعہ قبیلہ میں سے یزید بن معقل نکلا اور وہ نبی سلیمہ کا جو قبیلہ عبدالقیس کی ایک شاخ ہے حلیف دہم قسم تھا اور اس نے کہا اے بریر بن حضیر خدا سے نام کیسا دیکھ رہے ہو اللہ کو اس نے تمہارے ساتھ کیا کیا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم خدا نے میرے اوپر خیر و برکت کا نزول فرمایا اور تیرے ساتھ شر اور برائی اللہ نے روا رکھی اس نے کہا تم نے جھوٹ بولا حالانکہ آج سے پہلے تم جھوٹ نہیں بولتے تھے کیا تمہیں یاد ہے جب میں تمہارے ساتھ بنی لوذان میں چل رہا تھا تو تم نے کہا تھا کہ عثمان بن عفان نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور وہ اپنے نفس کے بارے میں مسرف ہے اور معاویہ بن ابوسفیان ضال و مضل (خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے) ہے اور ہدایت و حق کے امام علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں تو بریر نے اس سے کہا میں گواہی دیتا ہوں اب بھی میری رای میری بات یہی ہے تو بریر سے یزید بن معقل نے کہا پس میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہوں میں سے ہو۔

تو بریر نے کہا کیا تو پسند کرے گا کہ اس بات پر ہم ایک دوسرے سے مباہلہ کریں اور خدا سے دعا کریں کہ وہ جھوٹے پر لعنت کرے اور جو حق پر ہے وہ باطل پرست کو قتل

کردے پھر میدان میں نکل آؤ تاکہ میں تجھ سے مبارزہ کروں راوی کہتا ہے کہ دونو میدان میں نکلے اور دونوں نے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ بلند کرکے دعا کی کہ وہ جھوٹے پر لعنت بھیجے اور جو حق پر ہے وہ باطل پرست کو قتل کردے اور پھر انہیں سے ہر ایک دوسرے سے مبارزہ و جنگ کرنے لگا پس دو ضربوں کا رد و بدل ہوا اور یزید بن معقل نے بریر بن حضیر پر ایک خفیف سی ضرب لگائی جس سے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا اور بریر بن حضیر نے اسے ایسی ضرب لگائی کہ جو اس کی خود توڑ کر اس کے دماغ و مغز تک پہنچ گئی پس وہ زمین پر گر پڑا گویا کہ وہ پہاڑ کی بلندی سے گرا اور ابن حضیر کی تلوار اس کے سر میں اس طرح ثبت تھی گویا میں دیکھ رہا ہوں ان کی طرف کہ وہ اسے اس کے سر سے حرکت دے کر نکال رہے ہیں پھر بریر پر رضی بن منقذ عبدی نے حملہ کیا پس بریر نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں وہ کچھ دیر تک ایک دوسرے سے زور آزمائی کرتے رہے پھر بریر ان کے سینہ پر بیٹھ گئے تو رضی نے چیخ کر کہا کہاں ہیں تلوار زن اور دفاع و حمایت کرنے والے راوی کہتا ہے کہ پس کعب بن جابر بن عمرو ازدی گیا تاکہ وہ بریر پر حملہ کرے تو میں نے اس سے کہا یہ بریر بن حضیر قاری ہیں جو ہمیں جامع مسجد میں قرآن پڑھایا کرتے تھے اس لعین نے بریر پر نیزے سے حملہ کیا یہاں تک کہ ان کی پشت پر نیزہ رکھ دیا جب بریر نے نیزے کی انی محسوس کی تو آپ اس کے منہ پر گر کر اسے دانتوں سے کاٹنے لگے اور اس کے ناک کا ایک حصہ کاٹ دیا پس آپ پر کعب بن جابر نے نیزہ مارا یہاں تک کہ انہیں اس لعین سے ایک طرف گرا دیا اور پھر نیزہ ان کی پشت میں غائب کر دیا پھر انہیں تلوار سے مارنے لگا یہاں تک کہ انہیں شہید کر دیا رضوان اللہ علیہ

عفیف کہتا ہے گویا میں اس عبدی کو جو زمین پر پچھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں کہ وہ

اٹھا جب کہ اپنی قبا سے مٹی جھاڑ رہا تھا اور کہتا تھا اے ازدی بھائی تو نے مجھ پر وہ احسان کیا ہے کہ جسے میں کبھی نہیں بھولوں گا

یوسف نے کہا پس میں عفیف سے کہا تو نے یہ منظر خود دیکھا تھا اس نے کہا میری آنکھ نے دیکھا اور کان نے سنا جب کعب بن جابر لوٹ کر آیا تو اس کی بیوی اور اس کی بہن نوار بنت جابر نے اس سے کہا تو نے فرزند فاطمہ کے برخلاف تعاون کیا اور سید القراء کو شہید کیا تو نے بہت ہی برا کام کیا ہے خدا کی قسم اب کے بعد میں تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گی اور کعب بن جابر نے یہ اشعار کہے۔

سلی تخبری عنی وانت ذمیمة	غداة حسین والرماح شوارع
الم آت اقصی ماکرهت ولم یخل	علی غداة الروع ما انا صانع
معی یزنی لم تخنه کعوبه	وابیض مخشوب الغرانین قاطع
فجردته فی عصبة لیس دینهم	بدینی وانی بابن حرب لقانع
ولم تر عینی مثلهم فی زمانهم	ولا قبلهم فی الناس اذا انا یافع
اشد قراعا بالسیوف لدی الوغا	الا کل من یحمی الزماء مقارع
وقد صبروا للطعن والضرب حسرا	وقد نازلوا لوان ذلک نافع
فابلغ عبید الله اما لقیته	بانی للخلیفة سامع
قتلت بریرا ثم حملت نعمة	ابا منقذ لما دعی من یماصع

میرے بارے میں تو سوال کر تجھے بتایا جائے گا تو مذمت کرے گی حسینؑ والی صبح کی جب کہ نیزے چل رہے تھے کیا میں اس کام کو نہیں بجا لایا کہ جسے تو ناپسند کرتی تھی اور یہ تصور نہیں کیا جاتا تھا کہ جنگ کے دن میں کیا کرنے والا ہوں میرے ساتھ میرا نیزہ تھا کہ جس سے اس کی گرہوں نے خیانت نہیں کی اور سفید چمکیلی تلوار

تھی جس کی دھاریں پڑتیں اور قاطع تلوار تھی، پس میں نے اسے نیام سے نکال کر ایسی جماعت پر حملہ کیا کہ جن کا دین میرے دین ایسا نہیں تھا اور حرب کے بیٹے پر فتنا عیث کیے ہوئے تھا، حالانکہ میری آنکھ نے ان کے زمانہ میں ان جیسے لوگ نہیں دیکھے اور نہ ہی ان سے پہلے کے لوگوں میں جب کہ میں لڑتا تھا جنگ کے موقع پر زیادہ سختی سے تلوار زنی کرنے والے مگر یہ وہ شخص جو اپنی عزت کی حفاظت کرتا ہے انہوں نے نیزہ بازی اور تلوار زنی پر صبر سے کام لیا اور میدان میں اترے کاش کہ یہ انہیں نفع دیتا پس عبداللہ تک یہ خبر پہنچا دے جب تیری اس سے ملاقات ہو کہ میں خلیفہ کا فرمانبردار اور اس کی ہر بات سننے والا ہوں، میں نے ہی بریرہ کو قتل کیا پھر میں نے ابومنقذ پر احسان کیا جب اس نے پکارا کوئی ہے جنگجو،

عمرو بن قرظہ انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی شہادت

پس عمرو نکلے اور حسینؑ کی حمایت میں جہاد کیا جب کہ وہ کہہ رہے تھے قد علمت کتیبۃ الانصار۔ انی ساحمی حوزۃ الذمار، ضرب غلام غیر نکس شاری۔ دون حسین مھجتی و داری۔ انصار کی فوج جانتی ہے کہ میں اس چیز کی حفاظت کرتا ہوں کہ جس کی حفاظت میرے ذمہ ہے یہ ضرب ایسے نوجوان کی ضرب ہے کہ جو جنگ سے فرار نہیں کرتا اور اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ جنگ میں پھینکتا ہے میری جان اور میرا گھر حسینؑ پر قربان ہو۔ مؤلف کہتے ہیں کہ ''میرا گھر'' میں تعریض ہے عمر سعد پر کہ جب امام حسینؑ نے اس سے صلح کے بارے میں بات کی تو اس نے کہا میرے گھر کو ویران کر دیں گے۔

سید مسلم بن عوسجہ کی شہادت کے ذکر کے بعد کہتے ہیں پس عمرو بن قرظہ انصاری

نکلے اور امام حسینؑ سے اذن جہاد چاہا آپ نے انہیں اجازت دی تو انہوں نے ایسی جنگ کی جو جزاء ثواب کے مشتاق لوگ کرتے ہیں اور ارض و سماء کے بادشاہ کی خدمت میں انتہا کر دی یہاں تک کہ انہوں نے ابن زیاد کے گروہ کی ایک کثیر جماعت کو قتل کیا اور سداد و جہاد کو جمع کر دیا کوئی تیر امام حسینؑ کی طرف نہیں آتا تھا مگر یہ کہ اسے اپنے ہاتھ پر روکتے اور نہ کوئی تلوار اٹھتی مگر یہ کہ اپنے خون سے اس کا سامنا کرتے پس کوئی تکلیف اور برائی حسینؑ تک نہیں پہنچی یہاں تک کہ وہ زخموں سے چھلنی ہو گئے تو امام حسینؑ کی طرف ملتفت ہو کر عرض کیا اے فرزند رسولؐ خدا کیا میں نے وفا کی تو آپ نے فرمایا بیشک تم ہم سے آگے اور پہلے جنت میں جاؤ گے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور انہیں بتانا کہ میں پیچھے آ رہا ہوں پس جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ انتہی۔

اور ایک روایت ہے کہ ان کا بھائی علی بن قرظہ عمر سعد کے لشکر میں تھا تو اس نے پکار کر کہا یا حسینؑ یا کذاب بن کذاب (معاذ اللہ) تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور دھوکہ دیا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا تو آپ نے فرمایا خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں رکھا بلکہ اسے تو ہدایت سے نوازا لیکن تجھے گمراہی میں رہنے دیا تو اس لعین نے کہا خدا مجھے قتل کرے اگر میں نے تمہیں قتل نہ کیا یا تمہارے آگے مر نہ گیا پس اس نے آنجناب پر حملہ کیا تو نافع بن ہلال مرادی اس کے سامنے گئے اور اس کو ایسا نیزہ مارا کہ زمین پر پچھاڑ دیا پس اس کے ساتھیوں نے حملہ کر کے اسے چھڑا لیا بعد میں وہ علاج کراتا رہا اور درست ہو گیا۔

ازدی کہتا ہے مجھ سے نضر بن صالح ابو زھیر عبسی نے حدیث بیان کی کہ جناب حر بن یزید جب امام حسینؑ سے جا ملحق ہوئے تو بنی تیم میں سے (جو کہ بنی شقرہ

کی ایک شاخ ہے اور وہ حارث بن تمیم کی اولاد ہیں) ایک شخص نے کہا کہ جسے یزید بن سفیان کہتے تھے یاد رکھو خدا کی قسم اگر میں نے حر بن یزید کو اس وقت دیکھا ہو تا کہ جب وہ حسینؑ کی طرف نکلا تھا تو میں نیزے سے اس کا پیچھا کرتا راوی کہتا ہے کہ اس اثنا میں کہ جب لوگ جنگ وجدال کر رہے تھے اور ایک دوسرے کو قتل کر رہے یا قتل ہو رہے تھے تو حر آگے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے اور عنترہ کے قول سے غشل کر رہے تھے ما زلت ارمیهم بثغره نحره ۔ ولبانه حتی تسربل بالدم ۔ میں مسلسل انہیں اس کی گردن اور سینہ سے مارتا تھا یہاں تک کہ اس گھوڑے نے خون کی چادر پہن لی ، اور یہ بھی کہتے انی انا الحر ماوی الضیف ۔ اضرب فی اعناقکم بالسیف ۔ عن خیر من حل بارض الخیف اضربکم ولا ارٰی من حیف میں حر ہوں مہمان کا ملجاؤ ماوی میں تمہاری گردنوں پر تلوار مارتا ہوں زمین خیف (منیٰ) میں اترنے والوں میں سے بہترین ہستی کی حمایت کرتے ہوئے اور مجھے اس ضرب لگانے میں مجھے کوئی افسوس نہیں ہے ۔

راوی کہتا ہے ان کے گھوڑے کے کانوں اور ابروں پر ضربیں لگی تھیں کہ جن سے اس کا خون بہہ رہا تھا پس حصین بن تمیم نے یزید بن سفیان سے کہا (اور یہ حصین عبید اللہ کی پولیس کا افسر تھا کہ جسے اس نے عمر سعد کے ساتھ بھیجا تھا اور وہ عمر کے ساتھ تھا عمر نے اسے پولیس کے ساتھ ساتھ پاپوش اور جنگی لباس پہنے ہوئے گھوڑوں کے سواروں پر امیر بنایا تھا) یہ حر بن یزید ہے کہ جس کی تو تمنا و آرزو رکھتا تھا اس نے کہا ہاں پس وہ حر کے مقابلہ میں نکلا اور ان سے کہنے لگا اے حر بن یزید کیا مبارزہ و مقابلہ کرو گے جناب حر نے کہا کہ ہاں جب کہ تو چاہتا ہے پس وہ میدان میں نکلا راوی کہتا ہے کہ میں نے حصین کو کہتے سنا خدا کی قسم وہ ان کے

مقابلہ میں گیا تو گویا اس کی جان حر کے ہاتھ میں تھی پس حر نے زیادہ دیر نہ لگائی کہ اسے قتل کر دیا ہشام بن محمد نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے یحیی بن ہانی بن عروہ نے بیان کیا کہ نافع بن ہلال اس دن جنگ کرتے ہوئے یہ رجز پڑھتے تھے انا ابن ہلال الجملی ، انا علی دین علی میں ہلال جملی کا بیٹا ہوں میں حضرت علی کے دین پر ہوں ۔

راوی کہتا ہے کہ ان کی طرف ایک شخص نکلا کہ جسے مزاحم بن حریث کہتے تھے تو اس نے کہا کہ میں عثمان کے دین پر ہوں تو نافع نے کہا تو شیطان کے دین پر ہے پھر اس پر حملہ کرکے اسے قتل کر دیا تو عمرو بن حجاج نے لوگوں میں چیخ کر کہا اے احمقو جانتے ہو کہ کن افراد سے لڑ رہے ہو تم شہر کے شاہسواروں میں سے ایسی قوم کے ساتھ لڑ رہے ہو کہ جو مرنا چاہتے ہیں لہذا کوئی شخص مبارزہ کے لیے ان کے مقابلہ میں نہ جائے کیونکہ وہ تھوڑے سے ہیں اور تھوڑی ہی دیر باقی رہیں گے خدا کی قسم اگر تم انہیں صرف پتھروں ہی سے مارو تب بھی انہیں قتل کر لو گے

پس عمر بن سعد نے کہا تم نے سچ کہا رائے یہی ہے جو تم نے دی ہے اور لوگوں کو پیغام بھیجا کہ جو انہیں اس بات پر پکا کرے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی انہیں سے کسی سے مبارزہ نہ کرے ۔

اور ایک روایت ہے کہ جب عمرو بن حجاج اصحاب حسینؑ کے قریب پہنچا تو وہ کہہ رہا تھا اے اہل کوفہ اپنی اطاعت و جماعت کو لازم پکڑے رہو اور اس شخص کے قتل کرنے میں شک و ریب نہ کرو جو دین سے نکل گیا اور امام کی مخالفت کی تو امام حسینؑ نے فرمایا اے عمرو بن حجاج کیا میرے خلاف لوگوں کو بھڑکا رہا ہے کیا ہم دین سے نکل گئے ہیں اور تم اس پر ثابت قدم رہے ہو یاد رکھو خدا کی قسم

البتہ تم جان لو گے جب تمہارے روح قبض ہوں گے اور اپنے انہیں اعمال پر مرد گے کہ ہم میں سے کون دین سے نکل گیا ہے اور کون جہنم کی آگ میں داخل ہونے کا مستحق ہے۔

جناب مسلم بن عوسجہؓ کی شہادت

پھر عمرو بن حجاج نے اصحاب حسینؑ کے میمنہ پر عمر بن سعد کے فرات کی جانب میمنہ میں حملہ کیا پس وہ کچھ دیر تک لڑتے رہے تو مسلم بن عوسجہ پہلے شخص تھے جو اصحاب حسینؑ میں سے شہید ہوئے اور عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھی واپس چلے گئے۔

مؤلف کہتے ہیں مسلم بن عوسجہ رحمہ اللہ مسلم بن عقیل کے وکیل تھے مال کے قبض کرنے ہتھیار خریدنے اور بیعت لینے میں

کتاب اخبار الطوال (ص ۲۱۴) پر ہے دینوری نے مسلم بن عقیل کی شہادت کے واقعہ میں کہا ہے معقل لعین جناب مسلم کو تلاش کرتا رہا یہانتک کہ وہ مسجد اعظم میں داخل ہوا اور وہ سوچتا رہا اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ اس معاملہ کو کس طرح سے ہاتھ میں لے پھر اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ جو بہت زیادہ نمازیں پڑھ رہا تھا ستون مسجد کے پیچھے تو اس نے اپنے دل میں کہا یہ شیعہ ہی زیادہ نمازیں پڑھتے ہیں لہذا میرا گمان یہ ہے کہ یہ شخص انہیں میں سے ہے الخ اور وہ شخص مسلم بن عوسجہ رحمہ اللہ تھے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جناب بہت زیادہ نماز پڑھتے تھے۔ اور اللہ کے صالحین بندوں میں سے تھے۔

اور انہوں نے کربلا کے میدان میں شدید جنگ کی اور وہ رجز پڑھ رہے تھے

ان تسألوا انی فانی ذولبد من فرع قوم من ذری بنی اسد. فمن بغانا حائد عن الرشد. وکافر بدین جبار صمد. اگر میرے بارے میں سوال کرو تو میں شیر نر ہوں اس قوم کی شاخ سے جو بنی اسد کے چوٹی کے لوگ و سردار ہیں پس جو شخص ہم پر ظلم کرے وہ راہ راست سے ہٹا ہوا اور بےنیاز جبار خدا کے دین کا کافر ہے پس آپ نے دشمنوں سے جنگ کرنے میں انتہا کر دی اور اس بلا کی ہونا گیوں پر صبر کیا یہاں تک کہ وہ زمین پر گر پڑے۔

راوی کہتا ہے جب غبار ہٹا تو اچانک انہوں نے مسلم کو زمین پر بچھڑے ہوئے دیکھا پس حسینؑ چل کر مسلم کے پاس پہنچے تو ابھی ان کے کچھ رمق باقی تھے تو آپ نے فرمایا رحمک ربک (تیرا پروردگار تجھ پر رحم کرے) اے مسلم بن عوسجہ منھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر ومابدلوا تبدیلا — ''انہیں سے بعض اپنے مقصد کو پورا کر چکے اور بعض انتظار میں ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی،، اور حبیب بن مظاہر ان کے قریب ہوئے اور کہا دشوار ہے میرے لیے آپ کا زمین پر بچھڑنا اے مسلم آپ کو جنت کی خوشخبری ہو تو مسلم نے بھی انہیں کمزور آواز میں جواب دیا خدا آپ کو بھی خیر و بھلائی کی بشارت دے حبیب نے ان سے کہا اگر میں یہ نہ جانتا ہوتا کہ میں آپ کے نقش قدم پر چل کر ابھی ابھی آپ سے ملحق ہونے والا ہوں تو میں دوست رکھتا تھا کہ آپ مجھ پر اس چیز کی وصیت کریں جو آپ کے نزدیک اہم ہے تاکہ میں آپ کی محافظت انہیں سے ہر چیز میں کیونکہ آپ قرابت و دین کے لحاظ سے اس کے اہل ہیں تو مسلم نے کہا بلکہ میں آپ کو اس کی وصیت کرتا ہوں خدا آپ پر رحم کرے اور اپنے ہاتھ کا امام حسینؑ کی طرف اشارہ کیا کہ ان کے سامنے اور ان کی حمایت میں مرنا حبیب نے کہا میں ایسا ہی کرونگا

رب کعبہ کی قسم راوی کہتا ہے کہ کس قدر جلدی وہ ان کے ہاتھوں میں وفات پا گئے رحمہ اللہ تعالیٰ

اور آپ کی ایک کنیز چیخ مار کر کہہ رہی تھی یا ابن عوسجہ شاہ یا سیداہ (ہائے عوسجہ کے فرزند ہائے میرے آقا) پس عمرو بن حجاج کے ساتھیوں نے پکار کر کہا کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو قتل کر دیا تو شبث نے بعض ان افراد سے کہ جو اس کے گرد جمع تھے اس کے ساتھیوں میں سے کیا تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں روئیں تم اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے ہو اور غیر کے لیے اپنے آپ کو ذلیل و خوار کرتے ہو کیا تم خوش ہو کہ تم نے مسلم بن عوسجہ کو قتل کیا ہے قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے سامنے میں سر تسلیم خم کرتا ہوں بہت سے موقف اس کے ایسے ہیں کہ میں نے اسے مسلمانوں میں شرافت و بزرگی کے ساتھ دیکھا ہے میں نے اسے آذربیجان کے دشت صحرا کے دن اسے دیکھا کہ ابھی مسلمان شامل ہوا رہے پہنچے ہی نہیں تھے کہ مسلم نے چھ مشرکین کو قتل کر دیا کیا تم میں سے اس جیسا شخص قتل ہوتا ہے اور تم خوش ہوتے ہو راوی کہتا ہے کہ جس نے جناب مسلم بن عوسجہ کو شہید کیا تھا وہ مسلم بن عبداللہ ضبابی اور عبدالرحمٰن بن ابی خشکارہ بجلی تھا۔

راوی کہتا ہے کہ شمر نے اپنے لشکر کے میسرہ کو لے کر حسینؑ کے میسرہ پر حملہ کیا تو وہ نہایت ثابت قدم رہے اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو نیزوں سے جواب دیا اور شمر نے حسینؑ اور ان کے اصحاب پر ہر طرف سے حملہ کیا تو عبداللہ بن عمیر کلبی رحمہ اللہ شہید ہو گئے جب کہ انہوں نے دو افراد کو دو پہلے اشخاص کے بعد قتل کیا اور بہت سخت جنگ کی پس آپ پر ہانی بن ثبیت حضرمی اور بکیر بن حی تیمی جو تیم اللہ بن ثعلبہ میں سے تھا نے حملہ کیا پس ان دونوں نے مل کر انہیں قتل کیا اور وہ دوسرے

قتیل تھے اصحاب حسینؑ میں سے اور اصحاب حسینؑ نے ان سے سخت جنگ کی اور ان کے گھڑسوار حملہ کرتے تھے جب کہ وہ صرف بتیس شاہسوار تھے لیکن جس طرف بھی وہ اہل کوفہ کے گھڑسواروں میں حملہ کرتے میدان صاف کر دیتے۔

مؤلف کہتے ہیں گویا ابو الطفیل رحمہ اللہ نے انہیں کی اپنے اشعار میں تعریف و توصیف کی ہے۔ زخوف کمتن الطرف فیہا معاشر۔ کغلب السباع عرہا واسود ھا۔ کھول وشبان وسادات معشر علی الخیل فرسان قلیل صدورھا۔ کان شعاع الشمس تحت لوائھا۔ اذا طلعت اعشی العیون حدیدھا شعارھم سیما النبی ورایۃ بھا انتقم الرحمٰن ضمن یکیدھا۔ والالشکر ہے کشتی کے ظاہری حصہ کی طرح ہے کہ جس میں کئی جماعتیں ہوں مثل طاقتور درندوں کے کہ جن میں چیتے اور شیر ہوں، بوڑھے بھی ہیں اور جوان بھی اور قوم کے سردار بھی۔ جو گھوڑوں پر سوار گروہ ہیں کہ جن کے درمیان سے نکلنا بہت کم ہے گویا سورج کی شعاع ان کے جھنڈے کے نیچے جب طلوع کرے تو اس کی حدت آنکھوں کو چندھیا دے، ان کا شعار نبی اکرم ایسا ہے اور جھنڈا کہ جس کے ذریعہ خدائے رحمٰن اس سے مکر کرنے والے سے انتقام لیتا ہے اور گویا انہیں کے بارے میں کہا ہے جس نے بھی کہا ومن عجب ان الصوارم والقنا تحیض بایدی القوم وھی ذکور، واعجب من ذا انھا فی اکفھم، تؤجج نارا والاکف بحور۔ اور تعجب کی بات ہے کہ قاطع تلواریں اور نیزے اس قوم کے ہاتھوں میں ماہواری دیکھتے ہیں جب کہ وہ مذکر ہیں اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ ان کی ہتھیلیوں میں آگ روشن ہوتی ہے حالانکہ وہ ہتھیلیاں سمندر ہیں۔

جب عزرہ بن قیس نے یہ حالت دیکھی اور وہ اہل کوفہ کے گھڑسواروں پر امیر تھا

کہ اس کے گھوڑے ہر طرف سے کھل رہے ہیں تو عمر سعد کے پاس عبدالرحمن بن حصین کو بھیجا
اور کہا کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ میرے شاہسوار اس تھوڑی سی تعداد سے کیا کچھ سید
رہے ہیں لہذا ان کے مقابلہ میں پیدل فوج اور تیر اندازوں کو بھیجو تو عمر نے شبث بن ربعی
سے کہا کیا تم ان کے مقابلہ میں آگے نہیں بڑھتے تو اس نے کہا سبحان اللہ کیا شہر کے
بزرگ اور سب اہل شہر کے سردار کے بارے میں یہ مقصد رکھتے ہو کہ اس کو تیر اندازوں
میں بھیجو کوئی اور آپ کو نہیں ملتا کہ جسے اس مقصد کے لیے بلاؤ اور کیا میرے علاوہ
کوئی اور آپ کی طرف سے کفایت نہیں کرتا راوی کہتا ہے ہمیشہ وہ شبث سے آنجنا
جنگ کرنے میں ناپسندیدگی دیکھتے رہے راوی کہتا ہے کہ ابو زھیر عبسی نے کہا اور
میں اسے اس مصعب کی امارت کے زمانہ میں کہتے ہوئے سن رہا تھا کہ اس شہر
والوں کو خدا کبھی بھی خیر نہیں دے گا اور نہ ہی رشد و ہدایت سے نوازے گا کیا تمہیں
تعجب نہیں آتا کہ ہم نے علی بن ابی طالب کے ساتھ اور ان کے بعد ان کے فرزند کے
ساتھ مل کر پانچ سال آل ابو سفیان سے جنگ کی اور پھر ہم نے ان کے فرزند پہ
تجاوز کیا جو کہ اہل زمین میں سے بہترین ہستی تھے ہم آپ سے آل معاویہ اور سمیہ
بدکار کے بیٹے کی معیت میں لڑے یہ گمراہی ہے اور کتنی ہی واضح گمراہی ہے۔

راوی کہتا ہے اور عمر سعد نے حصین بن تمیم کو بلایا اور اس کے ساتھ وہ سوار
کہ جنہوں نے اپنے گھوڑوں کو کھر پوش پہنا رکھے تھے اور پانچ سو تیر انداز بھیجے وہ آگے
بڑھے یہاں تک کہ حسینؑ اور ان کے اصحاب کے قریب پہنچے اور انہیں تیروں سے
چھلنی کر دیا پس تھوڑی دیر میں ان کے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دیں اور وہ سب
پیادے ہو گئے۔

ازدی کہتا ہے مجھ سے نمیر بن وعلہ نے بیان کیا کہ ایوب بن مشرح خیوانی کہا

کرتا تھا کہ خدا کی قسم میں نے حر بن یزید کے گھوڑے کے دل پر تیر مارا تھوڑی دیر میں اس کا گھوڑا لرزنے لگا اور اچھلا اور پھر وہ رک گیا تو حر اس کی پشت سے کود پڑا جب کہ تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔

ان تعقروا بی فانا ابن الحر   اشجع من ذی لبد هزبر

اگر تم نے میرے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی ہیں تو میں شیر نر سے زیادہ شجاع و بہادر ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ اس سے قبیلہ کے بزرگوں نے کہا کیا تو نے حر کو قتل کیا تھا اس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ میرے غیر نے اسے قتل کیا تھا اور میں نے اسے پسند نہیں کیا کہ میں نے اسے قتل کیا ہوتا تو اس سے ابو الوداک نے کہا کیوں تو اس نے کہا کیونکہ لوگ اسے صالحین اور اچھے لوگوں میں شمار کرتے تھے تو خدا کی قسم اگر یہ چیز گناہ تھی تو اگر میں خدا سے زخم اور موقف کے گناہ کے ساتھ ملاقات کروں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں کسی کے قتل کے گناہ کے ساتھ بارگاہ میں جاؤں تو اس سے ابو الوداک نے کہا میں یہی سمجھتا ہوں کہ تو ان سب کے قتل کے گناہ کے ساتھ بارگاہ خدا میں جائے گا کیا تو سمجھتا ہے کہ اگر اس کو تو نے تیر مارا اور اس کے گھوڑے کو زخمی کیا اور دوسرے کو تیر مارا اور اس موقف میں کھڑا رہا اور بار بار ان پر حملہ کیا اور تو نے بھاگنے میں ننگ و عار محسوس کی اور تیرے ساتھیوں میں سے دوسرے نے بھی تیرے ایسا کام کیا اور دوسرے و تیسرے نے تو کہ جس سے وہ اور اس کے ساتھی قتل ہو گئے تو تم سب ان کے خون میں برابر کے شریک ہوں گے تو اس نے کہا اے ابو الوداک تو ہمیں اللہ کی رحمت سے ناامید کرتا ہے اگر تو قیامت کے دن ہمارے حساب کا نگران ہوا تو خدا تجھے نہ بخشا اگر تو ہمیں

بخش دیتا تو اس نے کہا بات وہی ہے کہ جو میں تجھ سے کہہ چکا ہوں مؤلف کہتے ہیں کہ مناسب ہے کہ اس کے لیے یہ اشعار پڑھے جائیں اترجوامۃ قتلت حینا ۔ شفاعۃ جدہ یوم الحساب ۔ فلا واللہ لیس لھم شفیع ۔ وھم یوم القیامۃ فی العذاب ۔ کیا وہ امت کہ جس نے حسینؑ کو شہید کیا ہے قیامت کے دن ان کے نانا کی شفاعت کو امید رکھتی ہے ہرگز نہیں خدا کی قسم ان کا کوئی شفیع نہیں ہے اور وہ قیامت میں عذاب میں مبتلا ہوں گے ۔

راوی کہتا ہے کہ انھوں نے ان کے ساتھ دوپہر تک جنگ کی تقدیر خدا میں زیادہ شدید جنگ اور وہ قدرت نہیں رکھتے تھے مگر ایک ہی طرف سے جنگ کرنے پر کیونکہ ان کے خیمے ایک دوسرے کے ساتھ مجتمع اور ایک دوسرے سے قریب تھے ۔

راوی کہتا ہے کہ جب عمر سعد نے یہ دیکھا تو اس نے کچھ لوگ بھیجے کہ جو دائیں بائیں سے ان خیموں کو ویران کریں تاکہ انہیں اپنے گھیرے میں لے سکیں راوی کہتا ہے کہ اصحاب حسینؑ میں سے تین چار تین چار آدمی خیموں کے درمیان کھڑے ہو جاتے اور جو شخص انہیں خراب کرتے اور لوٹنے آتا تو اس پر حملہ کرتے اور اسے قتل کر دیتے یا قریب سے اس پر تیر برساتے اور اسے زخمی کر دیتے تو عمر سعد نے اس وقت ان کے بارے میں حکم دیا کہ خیموں کو آگ لگا دو نہ ان کے اندر داخل ہونا اور نہ انہیں خراب کرنا پس وہ آگ لے آئے اور انہیں جلانے لگے تو امام حسینؑ نے فرمایا انہیں جلانے دو کیونکہ جب وہ انہیں جلا دیں گے تو انہیں سے گزر کر تم تک نہیں آسکیں گے ۔

راوی کہتا ہے اور عبداللہ کلبی کی بیوی خیمے سے نکلی اور اپنے شوہر کی جانب

روانہ ہوئی یہاںتک کہ جاکر اس کے سرہانے بیٹھ گئی اور اس سے مٹی صاف کرنے لگی اور وہ کہتی تھی جنت تیرے لیے خوش گوار ہو پس شمر بن ذی الجوشن نے اپنے غلام جس کا نام رستم تھا کہا اس کے سر پہ گرز مارو اس لعین نے اس خاتون پر گرز مارا اور اس کا سر کھل گیا اور وہ خاتون وہیں شہید ہو گئی رحمتہ اللہ علیہا

راوی کہتا ہے اور شمر بن ذی الجوشن نے حملہ کیا یہاںتک کہ حسین علیہ السلام کے خیمے پر نیزہ مارا اور پکار کر کہا آگ لے آؤ تاکہ میں اس خیمہ کو اس میں رہنے والوں سمیت جلا دوں۔

راوی کہتا ہے کہ پس خواتین نے چیخ و پکار کی اور خیمے سے باہر نکل آئیں اور امام حسینؑ نے اس سے بلند آواز میں فرمایا اے ذی الجوشن کے بیٹے تو آگ منگوا رہا ہے تاکہ میرے گھر والوں پر میرا خیمہ جلا دے خدا تجھے جہنم کی آگ میں جلائے۔

ازدی کہتا ہے مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے واسطہ سے کہا حمید کہتا ہے میں نے شمر سے کہا سبحان اللہ یہ بات تیرے لیے درست نہیں ہے کیا تو چاہتا ہے کہ تو دو بہت برے برے کاموں کا ارتکاب کرے اللہ والا عذاب ان پر کرے اور بچوں اور عورتوں کو قتل کرے خدا کی قسم مردوں کے قتل کی وجہ سے امیر تجھ پر راضی ہو جائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ شمر نے کہا تو کون ہے تو میں نے کہا کہ میں تجھے نہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں اور خدا کی قسم میں اس سے ڈرا کہ اگر اس نے مجھے پہچان لیا تو بادشاہ کے ہاں مجھے ضرور پہنچائے گا راوی کہتا ہے کہ اس کے پاس ایک ایسا شخص آیا کہ جس کی وہ شبث بن ربعی سے زیادہ اطاعت و فرمانبرداری کرتا تھا اور اس نے کہا کہ تیری گفتگو سے زیادہ بری بات نہیں سنی اور نہ ہی تیرے سے زیادہ

قبیح کوئی موقف دیکھا ہے کیا اب عورتوں کو ڈرانے لگا ہے راوی کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس لعین کو شرم آگئی پس وہ واپس جانے کے لیے مڑا تو اس پر زہیر بن قین رحمۃ اللہ نے کوفے دس ساتھیوں کے ساتھ حملہ کر دیا پس اس نے شمر اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور انہیں خیموں سے دور ہٹا دیا یہاں تک کہ وہ کافی دور چلے گئے لیکن انہوں نے ابو عزہ ضبابی کو گرا لیا اور اسے قتل کر دیا جو کہ شمر کے ساتھیوں میں سے تھا جب اہل کوفہ نے یہ حالت دیکھی تو شمر کی مدد کو وہ کافی تعداد میں آئے اور مسلسل حسینؑ کے صحابی قتل ہو رہے تھے جب انہیں سے ایک یا دو شخص شہید ہوئے تو واضح کمی نظر آئی اور وہ چونکہ بہت زیادہ تعداد میں تھے لہٰذا انہیں سے جو قتل ہوتا وہ تو کمی نظر نہ آئی

شہادت حبیب ابن مظاہر

ثمامہ صائدی کا نماز یاد دلانا اور حبیب بن مظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت راوی کہتا ہے کہ جب یہ کیفیت ابو ثمامہ عمرو بن عبداللہ صائدی نے دیکھی تو حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا اے ابا عبداللہ میری جان آپ پر قربان جائے میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ آپ کے قریب آگئے ہیں لیکن خدا کی قسم آپ اس وقت تک شہید نہیں ہو سکتے جب تک میں انشاءاللہ آپ کے سامنے نہ مارا جاؤں لیکن میں دوست رکھتا ہوں کہ میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اس وقت حاضری دوں کہ جب میں یہ نماز کہ جس کا وقت قریب ہے پڑھ چکا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ پس حسینؑ نے اپنا سر اٹھایا اور پھر فرمایا تو نے نماز کو یاد رکھا ہے خدا تجھے نمازیوں اور ذکر کرنے والوں میں سے قرار دے جی ہاں یہ نماز کا اول وقت ہے پھر آپ نے فرمایا ان سے سوال کرو کہ وہ ہمارے ساتھ جنگ

کرنے سے رک جائیں یہانتک کہ ہم نماز پڑھ لیں۔

پس ان سے حصین بن تمیم نے حملہ کیا تو اس کی طرف حبیب بن مظاہر نکلے پس انہوں نے اس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار ماری تو وہ گھوڑا الف ہوگیا اور وہ اس سے گر پڑا اور اس کے ساتھی اسے اٹھا کر لے گئے اور چھڑوا کر لے گئے اور حبیب یہ کہنے لگے (اقسم لو کنا لکم اعداداً او شطرکم ولیتم الاکتاد یا شر قوم حسا و آدا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم تمہارے تعداد میں یا تمہارے آدھے ہوتے تو تم پشت پھیر جاتے اے بدگوہر اور بے قوت و طاقت قوم،

راوی کہتا ہے اور حبیب اس دن یہ کہہ رہے تھے انا حبیب وابی مظاہر فارس ھیجاء وحرب تسعر انتم اعد عدہ واکثر، ونحن اوفی منکم واصبر ونحن اعلی حجۃ واظہر حقا واتقی منکم واعذر۔ میں حبیب ہوں اور میرا باپ مظاہر ہے جو میدان کارزار کا شہسوار ہے جب کہ جنگ کی آگ بھڑک اٹھے تم زیادہ تیار اور زیادہ تعداد میں ہو لیکن ہم زیادہ وفادار زیادہ صابر اعلی محبت والے اور زیادہ ظاہر حق والے تم سے زیادہ متقی اور زیادہ اس کی بارگاہ میں عذر کرنے والے اور آپ نے سخت لڑائی کی۔

اور حکایت ہوئی ہے کہ آپ نے باسٹھ افراد کو قتل کیا پس آپ پر بنی تمیم کے ایک شخص نے حملہ کیا اور اس نے آپ کے سر پر ضرب لگائی اور گویا آپ کو شہید کر دیا رحمہ اللہ اور اس لعین کو بدیل بن حریم کہا جاتا تھا جو بنی عقفان میں سے تھا اور آپ پر بنی تمیم کے ایک اور شخص نے بھی حملہ کیا اور آپ کو نیزہ مارا تو آپ گر پڑے اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے آپ کے سر پر تلوار کا وار کیا تو آپ گر گئے اور تمیمی نے گھوڑے سے اتر کر آپ کا سر کاٹ لیا تو حصین نے کہا

میں بھی تیرا شریک ہوں اس کے قتل میں وہ کہنے لگا خدا کی قسم میرے علاوہ کسی نے اسے قتل نہیں کیا تو حصین نے کہا مجھے یہ سر بس اتنی دیر کے لیے دیدو کہ میں اسے اپنے گھوڑے کی گردن سے لٹکا لوں تا کہ لوگ دیکھیں اور جان لیں کہ میں بھی اس کے قتل میں شریک تھا پھر تم ہی سر لے لینا اور اسے عبیداللہ کے پاس لے جانا کیونکہ مجھے اس چیز کی ضرورت نہیں جو وہ تجھے حبیب کے قتل کرنے پر دیگا۔

راوی کہتا ہے پس اس نے انکار کر دیا پس ان کی قوم نے اس بات پر ان دو لعینوں میں صلح کرا دی تو اس نے حصین کو حبیب بن مظاہر کا سر دیدیا پس وہ اسے لے کر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکائے ہوئے لشکر میں چکر لگاتا رہا پھر اس کے بعد اس کے سپرد کر دیا جب یہ ملاعین کوفہ کی طرف پلٹ آئے تو اس دوسرے شخص نے حبیب کا سر لیا اور اس کو اپنے گھوڑے کے سینہ پر لٹکایا پھر اسے لے کر ابن زیاد کے قصر کی طرف چلا پس اسے ان کے بیٹے قاسم بن حبیب نے دیکھ لیا وہ اس وقت بلوغ کے قریب تھا پس وہ اس گھڑ سوار کے ساتھ ساتھ تھا اور اس سے جدا نہیں ہوتا تھا جب وہ قصر میں داخل ہوا تو وہ ساتھ تھا اور جب وہاں سے نکلا تو ساتھ تھا تو اس لعین کو شک گزرا تو کہنے لگا تجھے کیا ہو گیا ہے اے بیٹا کہ تو میرے پیچھے پیچھے لگا ہوا ہے تو اس بچہ نے کہا کچھ نہیں تو اس نے کہا ہاں بیٹا مجھے بتاؤ تو اس بچہ نے کہا یہ سر جو تیرے پاس ہے یہ میرے باپ کا سر ہے کیا تو مجھے دے گا کہ میں اسے دفن کر دوں تو اس نے کہا نہیں بیٹا امیر اس پر راضی نہیں کہ اسے دفن کیا جائے اور میں ادھر سے چاہتا ہوں کہ امیر اس کے قتل پر مجھے اچھا سا انعام وا جر دے تو بچہ نے کہا لیکن خدا تجھے اس پر بدترین بدلہ دیگا خدا کی قسم تو نے اسے قتل کیا ہے جب کہ وہ تجھ سے کہیں بہتر تھا پھر وہ بچہ رو پڑا

پس وہ لڑکا رکا رہا یہانتک کہ بالغ ہو گیا اور اس کا کوئی ہم و غم نہیں تھا مگر یہ اپنے باپ کے قاتل کے پیچھے لگا رہتا تھا تاکہ اسے غفلت میں پا کر قتل کر دے جب مصعب بن زبیر کا زمانہ آیا اور مصعب نے اجمیرا مر میں جنگ کی تو یہ بچہ مصعب کے لشکر میں داخل ہو گیا اچانک اس کے باپ کا قاتل خیمہ میں تھا پس وہ آتا جاتا اس کی تلاش میں اور اس کے غافل ہونے کو ڈھونڈتا پس اس کے خیمہ میں اس وقت گیا جب وہ دوپہر کو قیلولہ کر رہا تھا تو تلوار کا وار کر کے اسے ٹھنڈا کر دیا۔

ازدی کہتا ہے مجھ سے محمد بن قیس نے بیان کیا کہ جب حبیب بن مظاہر شہید ہو گئے تو امام حسینؓ پر بہت دشوار گزرا اور آپ کا دل ٹوٹ گیا اور اس وقت آپ نے فرمایا میں اپنی جان اور اپنے حامی ساتھیوں کا معاملہ اور اجر خدا پر چھوڑتا ہوں۔

اور مقاتل میں ہے کہ آپ نے فرمایا للہ درك یا حبیب لقد کنت فاضلا تختم القرآن فی لیلۃ واحدۃ۔ کیا کہنا تمہارا اے حبیب تم صاحب فضل و بزرگی تھے ایک ہی رات میں قرآن ختم کرتے تھے۔

(حُربن یزید رحمۃ اللہ کی شہادت)

راوی کہتا ہے کہ حر نے رجز پڑھنے شروع کیے وہ کہتے تھے الیت لا اقتل حتی اقتلا ولن اصاب الیوم الا مقبلا اضربھم بالسیف ضربا مقصلا لا ناکلا عنھم ولا مھللا۔ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میں قتل نہیں ہوں گا۔ جب تک میں کسی کو قتل نہ کر دوں اور مجھے آج کے دن ہرگز زخم نہیں لگیں گے مگر آگے بڑھتے ہوئے میں ان کو صیقل شدہ تلوار سے ماروں گا نہ ان سے پیچھے ہٹونگا اور

نہ ہی خوف کے مارے بھاگوں گا

اور یہ اشعار بھی حر نے پڑھے انی انا الحر ماوی الضیف۔ اضرب فی اعناقکم بالسیف عن خیر من حل منی والخیف اضربکم ولا اری من حیف میں حر ہوں اور مہمان کی پناہگاہ ہوں میں تمہاری گردنوں پر میدان منی و مسجد خیف میں اترنے والوں میں سے بہترین کی حمایت کرتے ہوئے تمہاری گردنوں پر تلوار ماروں گا اور اس تلوار زنی پر مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔

راوی کہتا ہے کہ ان کے ہاتھ میں ایسی تلوار تھی کہ جس کی دھار سے موت چمکتی تھی گویا ابن معتز نے اسی تلوار کے بارے میں کہا تھا (ولی صارم فیہ المنایا کوامن فما ینتقی الا لسفك دماء)۔ میرے پاس ایسی قاطع تلوار ہے کہ جس میں موتیں چھپی ہوئی ہیں پس وہ نیام سے نہیں نکلتی مگر خون بہانے لگے۔

پس حر اور زہیر بن قین نے مل کر سخت جنگ کی پس جب ایک حملہ کرتے ہوئے دشمنوں میں گر جاتا تو دوسرا شدید حملہ کر کے اسے چھڑا لاتا ایک ساعت تک انہوں نے یونہی کیا اس کے بعد پیدل فوج نے حر بن یزید پر سخت حملہ کیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

عبید اللہ بن عمرو بدی نے کہا کہ جو بنی البداء میں سے تھا جو قبیلہ کندہ کی ایک شاخ ہے سعید بن عبد اللہ لا تنینہ ولا الحر اذا اکسی زهیر علی قسر۔ سعید بن عبد اللہ کو تو ہرگز نہیں بھلا سکے گا اور نہ ہی حر کو جب کہ اس نے مشکل وقت میں ان سے مواسات و ہمدردی کی۔

فتال نیشاپوری نے روضۃ الواعظین میں حر کی شہادت کے بعد ذکر کیا ہے کہ امام حسینؑ حر کی لاش پر آئے جب کہ ان کا خون بہہ رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا

یا حر مبارک ہو مبارک ہو تمہارے لیے آئے حر تم حر د آزاد ہو جیسا کہ تمہارا نام رکھا گیا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی پھر امام حسینؑ نے یہ اشعار انشاء کیے۔
لنعم الحر حر بنی ریاح ونعم الحر عند مختلف الرماح۔ ونعم الحر اذ نادی حسین۔ فجاد بنفسه عند الصباح بہترین آزاد ہے بنی ریاح کا حر اور بہترین حر ہے نیزوں کے رد و بدل ہونے کے وقت اور بہترین حر ہے جب حسینؑ نے پکارا تو اپنی جان کی سخاوت کی صبح کے وقت اور اسی طرح صدوق نے صادقؑ سے روایت کی ہے۔
شیخ ابو علی نے منتہی المقال میں حر بن یزید بن ناجیہ بن سعید جو کہ بنی ریبوع میں سے اصحاب حسینی میں داخل ہیں۔
مؤلف کہتے ہیں سید نعمۃ اللہ جزائری تستری نے اپنی کتاب " انوار نعمانیہ" میں کہا ہے کہ مجھ سے ثقات میں سے ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ شاہ اسماعیل کا جب بغداد پر قبضہ ہوا تو وہ روضۂ حسینؑ پر آیا اور اس نے سنا کہ کچھ لوگ حر پہ طنز و تشنیع کرتے ہیں تو ان کی قبر کے پاس آیا اور حکم دیا ان کی قبر کو کھودنے کا تو جب ان کی قبر کھودی گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ اس ہیئت و کیفیت میں سوئے ہوئے تھے کہ جس حالت میں شہید ہوئے تھے اور دیکھا کہ ان کے سر پہ ایک پٹی باندھی ہوئی ہے پس شاہ نور اللہ ضریحہ نے چاہا کہ وہ پٹی لے لے کیونکہ سیر و تواریخ کی کتب میں منقول ہے کہ یہ پٹی حسینؑ کا وہ رومال ہے کہ جس کو انہوں نے حر کے سر پہ باندھ دیا تھا جب ان کو اس واقعہ میں زخم لگا اور اسی حالت میں ان کو دفن کیا گیا تو جب اس پٹی کو کھولا گیا تو فوراً اس سے خون جاری ہو گیا یہاں تک کہ قبر اس سے پر ہو گئی جب دوبارہ وہ پٹی باندھی گئی تو خون ختم ہو گیا جب دوبارہ

کھولا گیا تو خون جاری ہو گیا اور انہوں نے چاہا کہ خون رکنے کا کوئی اور علاج کیا جائے اس پٹی کے بغیر تو وہ ان سے ممکن نہ ہوا تو اس سے حر کا حسن حال ان کیلئے واضح ہو گیا پس شاہ کے حکم سے ان کی قبر پہ عمارت تعمیر کی گئی اور ان کی قبر کی خدمت کے لیے ایک خادم معین کیا انتھی

مؤلف کہتے ہیں ہمارے شیخ دیز رک محدث اجل شیخ حر عاملی صاحب وسائل کا نسب حر بن یزید ریاحی تک جا پہنچا ہے جس کی تصریح ان کے بھائی شیخ احمد نے الدر المسلوک میں کی ہے رضوان اللہ علیہم

گفتگو اپنے پہلے سیاق و سباق کی طرف پلٹ آئی ہے اور ابوثمامہ صائدی نے اپنے چچا زاد کو قتل کر دیا جو آپ کا دشمن تھا پھر انہوں نے ظہر کی نماز پڑھی اور انہیں امام حسینؑ نے نماز خوف پڑھائی۔

اور ایک روایت ہے کہ امام نے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ سے فرمایا میرے آگے کھڑے ہو جاؤ یہاںتک کہ میں نماز ظہر پڑھ لوں پس یہ دونوں حضرات آنجناب کے آدھے ساتھیوں کے ساتھ آپ آگے کھڑے ہو گئے یہاںتک کہ آپ نے ان کے ساتھ نماز خوف پڑھی۔

اور ایک روایت ہے کہ سعید بن عبداللہ حنفی امام کے آگے کھڑے ہو گئے پس وہ مظلوم ان ملاعین کا ہدف و نشانہ بنے رہے وہ انہیں تیر مارتے تھے جب امام حسینؑ دائیں بائیں ہوتے تو سعید آپ کے آگے کھڑے ہو جاتے پس ان پر تیر برسائے گئے یہاںتک کہ وہ زمین پر گر پڑے اور وہ کہہ رہے تھے خدایا ان پر قوم عاد و ثمود ایسی لعنت بھیج خدایا میرا اسلام اپنے نبی اکرم کو پہنچا دے جو کچھ میں نے زخموں کی تکلیف اٹھائی ہے وہ آنحضرت تک پہنچا دے کیونکہ میں نے تیرے نبی کی ذریت کی نصرت

کرنے میں تیرے ہی ثواب واجر کا ارادہ کیا ہے پھر وہ جناب شہید ہو گئے رضوان اللہ علیہ اور ان کے جسم پر تیرہ تیر لگے ہوئے پائے گئے تلواروں کی ضرب اور تیروں کے زخموں کے علاوہ

اور ابن نما نے کہا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب نے اشاروں کے ساتھ فرادی نماز پڑھی

اور طبری، جزری اور دوسرے مورخین نے کہا ہے پھر نماز ظہر کے بعد انہوں نے سخت قسم کی جنگ کی اور دشمن امام حسینؑ تک پہنچ گئے پس حنفی (سعید) آپ کے آگے کھڑے ہو گئے اور دائیں بائیں آپ کے سامنے کھڑے ہوئے وہ ان کا ہدف ونشانہ بنے رہے کہ جنہیں وہ ملاعین تیر مارتے تھے پس انہیں اتنے تیر مارے گئے کہ آپ گر پڑے مولف کہتے ہیں اس زیارت میں ہے کہ جو شہداء کے ناموں پر مشتمل ہے السلام علی سعید بن عبداللہ الحنفی سلام ہو سعید بن عبداللہ حنفی پر کہ جنہوں نے امام حسینؑ سے کہا جب کہ آپ نے انہیں واپس چلے جانے کی اجازت دے دی تھیں خدا کی قسم ہم آپ کو اکیلا نہیں چھوڑیں گے (یہاں تک کہ زیارت میں فرمایا ہے) تم نے اپنی موت کا سامنا کیا اور اپنے امام سے مواسات وہمدردی کی اور اللہ کی جانب سے کرامت وبزرگی سے سرفراز ہوئے دار المقام میں خدا ہمیں بھی آپ لوگوں کے ساتھ شہادت کے طلب گاروں میں محشور کرے اور اعلیٰ علیین میں آپ لوگوں کی مرافقت ہمیں عطا کرے۔

مولف کہتے ہیں ذرہ دیکھیئے اس فقرے کی طرف کہ جو اس زیارت شریفہ میں ہے کہ جو ناحیہ مقدسہ سے مروی ہے کہ اس سعید شہید اور باقی شہداء کربلا کے علو مرتبہ پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے گرد عقلاء کی فکر گردش نہیں کر سکتی اور ان کی فضیلت میں

میں یہی کافی ہے پس ہر شکار فرا کے شکم میں ہے۔

اور ابن نعمان حنفی مذکور کی شہادت طبری اور جزری کی مانند ذکر کی ہے اس کے بعد کہا ہے اور عمر سعد نے عمر (الحجاج ظا) کو تیر اندازوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا پس انہوں نے امام حسین علیہ السلام کے بقیہ اصحاب پر تیر برسائے کہ جس سے ان کے گھوڑوں کو ہلاک کر دیا اور امام حسینؑ اس حال ہو گئے کہ آپ کے پاس کوئی شہسوار باقی نہیں رہا تھا اور آپ کی زبان حال کہتی تھی واثمی العزا کی تحت غیر لوائنا. ونحن علی ان بابہا امراء. وای عظیم رام اھل بلادنا. فاناعلی تغییرہ قدراء وماساد فی عرض السماوۃ بارق. ولیس لہ من قومنا حفراء، کیا نوجوان گھوڑے ہمارے علاوہ دوسرے لوگوں کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے جب کہ ہم ان کے مالکوں کے سردار وامیر ہیں، اور جو کوئی بڑا آدمی ہمارے شہروں کا ارادہ کرتا ہے تو ہم اس کو واپس موڑنے کی قدرت رکھتے ہیں ایوان خانہ کے عرض میں کوئی چمکنے والی تلوار لیکر نہیں چلتا اور نہ ہی ہماری قوم میں سے کوئی اس کی نگہبانی کرتا ہے۔

(زہیر بن قین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت)

اور زہیر بن قین نے بہت سخت جہاد کیا اور وہ یہ کہہ رہے تھے انا زھیر وانا ابن القین اذروکم بالسیف عن حسین ان حینا احد البطین من عترۃ البر التقی الزین ذاک رسول اللہ غیر المس اضرب کم ولا اری من شین یالیت نفسی قسمت قسمین، میں زہیر اور میں قین کا بیٹا ہوں میں تلوار کے ذریعہ حسین سے روکوں گا کیونکہ حسینؑ پیغمبرؐ کے دو نواسوں میں سے ایک ہیں

جو اچھی صاف ستھری اور باعث عزت ترین اولاد میں سے ہیں۔

یہ اللہ کے رسول ہیں اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے میں تمہیں ماروں گا اور اس میں کوئی عیب و نقص نہیں ہے کاش میرا نفس دو قسموں میں بٹ جاتا۔

راوی کہتا ہے اور زہیر امام حسینؑ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یہ کہنے لگے اقدم

هديت هاديا مهديا فاليوم تلقى جدك النبيا، وحسنا والمرتضى عليا. ذوالجناحين الفتى الكميا واسد الله الشهيد الحيا۔ آگے بڑھو اور آپ ہدایت یافتہ رہیں جبکہ تو ہادی ہے پس آج آپ اپنے نانا نبی سے اور حسن و مرتضیٰ علی سے اور ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے جوان مرد دو پروں والے اور اللہ کے شیر شہید سے جو زندہ ہے ملاقات کریں گے۔

پس انہوں نے جنگ کی یہانتک کہ ایک سو بیس افراد فی النار کیا پس آپ پر کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس تمیمی نے حملہ کر کے دونوں نے مل کر انہیں شہید کیا اور جب زہیر زمین پہ گرے تو امام حسینؑ نے فرمایا اے زہیر خدا تجھے اپنی رحمت سے دور نہ رکھے اور تیرے قاتلوں پہ ان لوگوں ایسی لعنت کرے جو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ ہوئے۔

(نافع بن ہلال رحمۃ اللہ کی شہادت)

راوی کہتا ہے اور نافع بن ہلال جملی (بجلی خ ل) اپنے تیروں کے دندانے پر اپنا نام لکھا ہوا تھا پس انہیں زہر میں بجھا کر مارتے تھے ارمی بها

معلمة افواقها والنفس لا ينفعها اشفاقها مسمومة تجرى بها اخفاقها۔ ليملان ارضها رشاقها میں یہ تیر مارتا ہوں کہ جن کے دندانوں پہ علامت لگی ہے

اور نفس کا ڈرنا اسے فائدہ نہیں دے سکتا یہ زہر آلود ہیں کہ جنہیں حرکت دینا جاری رکھتا ہے ضرور اس کا لگنا زمین کو خون سے پر کر دیتا ہے" پس وہ مسلسل تیر چلاتے رہے یہاں تک کہ ان کے تیر ختم ہو گئے تو پھر اپنی تلوار پہ ہاتھ رکھا اور کہنے لگے
انا الغلام الیمنی البجلی۔ دینی علی دین حسین و علی وان اقتل الیوم فھذا املی۔ فذاك رایی و الاقی عملی۔ میں یمنی و بجلی قبلیہ کا نوجوان ہوں میں حسین وعلی والا دین رکھتا ہوں میں آج شہید ہوں گا اور یہی میری آرزو ہے اور اپنے عمل و کردار سے جا ملوں گا طبری و جزری کا کہنا ہے انہوں نے عمر سعد کے ساتھیوں میں سے بارہ افراد کو قتل کیا مجروحین ان کے علاوہ تھے۔

راوی کہتا ہے کہ انہیں مارا گیا یہاں تک کہ ان کے دونوں بازو ٹوٹ گئے اور انہیں گرفتار کر لیا گیا راوی کہتا ہے کہ شمر نے انہیں پکڑ رکھا تھا اور اس کے ساتھی اس کے ساتھ تھے انہیں ہانکتے ہوئے عمر سعد کے پاس لے گئے تو عمر سعد نے ان سے کہا دائے ہو تجھ پر جو کچھ تو نے اپنے نفس کے ساتھ کیا ہے اس پر تجھے کس چیز نے اکسایا اور آمادہ کیا ہے تو نافع نے کہا کہ بیشک میرا پروردگار ارادہ و مقصد کو جانتا ہے راوی کہتا ہے کہ خون ان کی ریش مبارک پر بہہ رہا تھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے خدا کی قسم میں نے تم میں سے بارہ افراد کو قتل کیا ہے ان کے علاوہ کہ جنہیں میں نے زخم لگائے ہیں اور اس جدوجہد کرنے میں میں اپنے نفس کو ملامت نہیں کرتا اور اگر میرے بازو اور کندھے باقی رہتے تو تم مجھے قید نہیں کر سکتے تھے پس شمر نے عمر سعد سے کہا اصلحک اللہ (خدا تجھے باصلاح رکھے) اسے قتل کر دے تو عمر نے کہا تم اسے لے کر آئے ہو اگر چاہتے ہو تو قتل کر دو راوی کہتا ہے کہ شمر نے اپنی تلوار نیام سے نکالی تو نافع نے اس سے کہا یاد رکھ خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو تجھ پر گراں

اور ظلم گزرتا کہ تو ہمارے خون میں ہاتھ رنگ کر خدا کی بارگاہ میں جائے حمد و تعریف ہے اس خدا کے لیے کہ جس نے ہماری موت اپنی مخلوق میں سے بدترین افراد کے ہاتھوں میں قرار دی ہے۔ پس اس لعین نے آپ کو شہید کر دیا راوی کہتا ہے پھر شمر آگے بڑھا اور وہ اصحاب حسینؑ پر حملہ کرتا اور کہتا تھا خلوا عداۃ اللہ خلوا عن شمر۔ یضر بھم بسیفہ ولا یفر۔ وھو لکم صاب وسم ومقر۔ چھوڑ دو اے اللہ کے شیر چھوڑ دو شمر کو کہ وہ انہیں تلوار سے مارے اور بھاگے گا نہیں اور وہ ان کے لیے کڑوا درخت زہر اور تلخ ہے۔

(عبداللہ اور عبدالرحمٰن غفاریین کی شہادت)

راوی کہتا ہے کہ جب اصحاب حسینؑ نے دیکھا کہ وہ لعین زیادہ تعداد میں ہیں اور یہ حسینؑ اور اپنے نفسوں کی حفاظت کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تو وہ اس بات کی طرف راغب ہوئے کہ وہ آپ کے سامنے شہید ہو جائیں پس آپ کی بارگاہ میں عبداللہ اور عبدالرحمٰن عزرہ (عروۃ خ ل) کے بیٹے جو قبیلہ غفار سے تھے آئے اور عرض کیا یا ابا عبداللہ آپ پر سلام ہو دشمن ہم پر غالب آگیا اور ہمیں گھیر میں اس نے لے لیا ہے (ہو سکتا ہے کہ معنی یہ ہو کہ دشمن ہم سے تجاوز کر کے آپ تک پہنچ گیا ہے یعنی ہم اتنے تھوڑے ہو گئے ہیں کہ ہم دشمن کو نہیں روک سکتے لہٰذا وہ ہم سے تجاوز کر کے آپ تک پہنچ گئے ہیں لہٰذا ہم دوست رکھتے ہیں کہ ہم آپ کے آگے جنگ کریں آپ کی حفاظت اور آپ سے دفاع کریں آپ نے فرمایا مرحبا خوش آمدید میرے قریب آجاؤ پس وہ دونوں آپ کے قریب گئے اور آپ کے نزدیک ہی دشمن سے جنگ کرنے لگے اور انہیں سے ایک کہتا تھا قد علمت حقا بنو غفار وخندف بعد بنی نزار

لنصر بن معشر الفجار۔ بکل عضب صارم بتار۔ یاقوم ذودوا بنی الاحرار بالمشرفی والقنا الخطار) بنو غفار، اور خندف بنی نزار کے علاوہ سب حقیقۃً جانتے ہیں کہ میں فجار کی جماعت کو ہر قاطع و برّان تلوار سے مارتا ہوں اے قوم شریف لوگوں کی اولاد سے دشمنوں کو مشرقی تلوار اور تیز نیزوں کے ذریعہ دشمن کو روکو، پھر اس نے جنگ کی اور شہید ہو گیا۔

راوی کہتا ہے کہ دو جوان جابری سیف بن حارث بن سریع اور مالک بن عبد بن سریع جو دونوں چچا زاد بھائی بھی تھے اور مادری بھائی بھی تھے حسینؑ کے پاس آئے آپ کے قریب گئے جب کہ وہ دونوں گریہ کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا اے میرے بھائی کے بیٹے کیوں رو رہے ہو خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ ابھی ابھی تمہاری آنکھیں ٹھنڈی اور روشن ہوں گی تو وہ دونوں کہنے لگے خدا ہمیں آپ کا صدقہ قرار دے خدا کی قسم ہم اپنے اوپر نہیں روتے بلکہ ہم آپ پر گریہ کر رہے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو گھیرے میں لے لیا گیا ہے اور ہم آپ کی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے تو آپ نے فرمایا خدا تم دونوں کو اے میرے بھائی کے بیٹے تمہارے اس دکھی و تکلیف میں ہونے اور اپنے نفوس کے ذریعہ مجھ سے مواسات و ہمدردی کرنے کے بدلے متقین کی بہترین جزا دے۔

راوی کہتا ہے کہ پھر وہ آگے بڑھے اور ان دونوں نے کہا آپ پر سلام ہو اے فرزند رسول خدا آپ نے فرمایا تم دونوں پر سلام ہو پھر ان دونوں نے جنگ کی اور بالآخر شہید ہو گئے رحمۃ اللہ علیہما ۔

(حنظلہ بن اسعد شبامی کی شہادت)

راوی کہتا ہے اور حنظلہ بن اسعد شبامی آئے اور حسین علیہ السلام کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے تیروں، نیزوں اور تلواروں سے اور چہرے اور گردن سے آپ کو بچاتے اور پکار پکار کر کہتے تھے یا قوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب مثل داب القوم نوح وعاد وثمود والذین من بعد ھم وما اللہ یرید ظلما للعباد۔ و یا قوم انی اخاف علیکم یوم التناد۔ یوم تولون مدبرین ما لکم من اللہ من عاصم ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد یا قوم لا تقتلوا الحسین (علیہ السلام) فیسحتکم اللہ بعذاب وقد خاب من افتری اے قوم مجھے تم پر احزاب کے دن ایسے عذاب کا خوف ہے قوم نوح وعاد وثمود اور ان کی طرز کے ایسے عذاب کہ جو ان کے بعد تھے اور اللہ تو بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا اے قوم مجھے تم پر منادی کرنے کے دن کا خوف ہے جس دن تم پشت پھیر کر مڑو گے اور اللہ سے تمہیں بچانے والا کوئی نہیں ہوگا اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اسے کوئی ہدایت نہیں کر سکتا، اے قوم حسینؑ کو شہید نہ کرو پس اللہ تمہیں عذاب سے نابود کر دیگا اور خائب وخاسر ہے وہ جو افترا اور جھوٹ باندھے۔

پس امام حسینؑ نے ان سے فرمایا اے اسعد کے بیٹے خدا تم پر رحم کرے یہ اس وقت کے مستحق عذاب ہو چکے ہیں جب سے انہوں نے اس حق کو رد کر دیا ہے کہ جس کی طرف تم نے انہیں بلایا ہے اور جب یہ تمہاری طرف اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ وہ تمہارے ساتھیوں کا خون مباح سمجھیں پس یہ اب کیسے عذاب سے بچ سکتے ہیں جبکہ یہ تمہارے صالح اور نیک بھائیوں کو شہید کر چکے ہیں انہوں نے کہا آپ نے صحیح فرمایا میں آپ پر قربان جاؤں کیا ہم آخرت کی طرف نہیں جا رہے اور ہم اپنے بھائیوں

سے جا ملحق نہیں ہوں گے تو آپ نے فرمایا ہاں جاؤ اس طرف جو تمہارے لیے دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے اور ایسے ملک کی طرف کہ جو بوسیدہ ہونے والا نہیں ہے تو انہوں نے کہا آپ پر سلام ہو اے ابا عبداللہ خدا آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر صلوات اور درود بھیجے اور ہمارے اور آپ کے درمیان جنت میں تعارف پیدا کرے تو آپ نے فرمایا آمین آمین پس وہ آگے بڑھے اور بہادروں کی طرح جنگ کی اور ہولناک سختیوں کے برداشت کرنے پر صبر سے کام لیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول رہے۔ پھر دو جابری جوان آگے بڑھے کہ جو مڑ مڑ کر حسین علیہ السلام کی طرف دیکھتے اور کہتے تھے آپ پر سلام ہو اے فرزند رسول خدا آپ نے فرمایا اور تم دونو پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو پس انہوں نے جنگ کی اور شہید ہو گئے رضوان اللہ علیہما۔

(شوذب اور عابس رضی اللہ عنہما کی شہادت)

راوی کہتا ہے کہ عابس بن ابو شبیب شاکری آئے اور ان کے ساتھ شوذب شاکر کا حلیف اور ان کی پناہ میں رہنے والا بھی تھا پس عابس نے اس سے کہا اے شوذب تمہارے دل میں کیا ہے جو تم کرنا چاہتے ہو انہوں نے کہا میں کیا کرنا چاہتا ہوں میں رسول اللہؐ کے نواسے کی حمایت میں آپ کے ساتھ مل کر جنگ کرنا چاہتا ہوں یہاں تک کہ میں شہید ہو جاؤں عابس نے کہا مجھے تمہارے بارے میں یہی گمان تھا پس ابو عبداللہ کے سامنے آگے بڑھو تاکہ وہ تیرے اجر و ثواب کے امیدوار ہوں جیسا کہ تمہارے علاوہ دوسرے اپنے اصحاب کے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہیں اور تاکہ میں بھی اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھوں کیونکہ اگر اس وقت میرے ساتھ کوئی ایسا ہوتا

کہ جس میں تجھ سے زیادہ حق تصرف رکھتا تو میرے لیے باعث خوشی و سرور ہوتا کہ وہ میرے سامنے آگے بڑھتا تاکہ میں اسے اللہ کے اجر و ثواب میں حساب کرتا کیونکہ یہ وہ دن ہے کہ جس میں ہمیں اجر و ثواب طلب کرنا چاہیے ہر اس چیز کے ذریعہ کہ جو ہماری قدرت و توانائی میں ہے کیونکہ آج کے بعد کوئی عمل نہیں ہے بلکہ صرف حساب ہی حساب ہے راوی کہتا ہے کہ شوذب آگے بڑھے اور حسینؑ کی خدمت میں سلام کیا پھر میدان میں چلے گئے اور جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے خدا کی ان پر ہمیشہ رحمت ہو مؤلف کہتے ہیں کہ شاکر ایک یمن کا قبیلہ ہے کہ جو ہمدان قبیلہ کی ایک شاخ ہے کہ جن کا نسب شاکر بن ربیعہ بن مالک تک پہنچتا ہے اور عابس اسی قبیلہ میں سے تھے اور شوذب ان کا مولا یعنی انہیں کے ہاں ٹھہرا ہوا یا ان کا ہم قسم اور حلیف تھا نہ کہ عابس کا غلام یا ان کا آزاد کردہ یا غلام تھا جیسا کہ عام اذہان میں راسخ ہے بلکہ ہمارے شیخ اجل محدث نوری صاحب مستدرک علیہ الرحمۃ نے کہا ہے اور شاید شوذب کا مقام و منزلت عابس کے مقام سے اعلیٰ و برتر ہو کیونکہ ان کے حق میں مؤرخین نے کہا ہے اور وہ یعنی شوذب تشیع میں مقدم تھے راوی کہتا ہے پھر عابس بن ابی شبیب نے کہا اے ابو عبداللہ خدا کی قسم پشت زمین پر کوئی قریبی اور بعیدی میرے نزدیک زیادہ عزیز اور زیادہ محبوب آپ سے کوئی نہیں اگر مجھ میں یہ قدرت ہوئی کہ میں ظلم و جور اور قتل و شہید ہونے کو کسی چیز کے ذریعہ دفع کر سکتا کہ جو میری جان اور میرے خون سے زیادہ عزیز ہوتی تو میں ضرور ایسا کرتا آپ پر سلام ہو اے ابو عبداللہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں آپ کی اور آپ کے والد گرامی کی ہدایت پر قائم ہوں پھر اپنی تلوار کو نیام سے نکالے ہوئے اور ان کی پیشانی پر تلوار کی ضرب

کاایک نشان تھا ازدی کہتا ہے کہ مجھ سے عیر بن دعلہ نے ہمدان کی شاخ تبی عہد کے ایک شخص نے بیان کیا کہ جس کو ربیع بن تمیم کہتے تھے کہ جو اس دن وہاں موجود تھا وہ کہتا ہے کہ جب میں نے عابس کو آتے دیکھا اور میں اسے مختلف جنگوں میں دیکھ چکا تھا اور وہ سب لوگوں سے زیادہ شجاع و بہادر تھا تو میں نے کہا اے لوگو یہ شیروں کا شیر یہ ابن ابی شبیب ہے تم میں سے کوئی بھی اس کے مقابلہ کے لیے نہ جائے پس وہ پکارنے لگا کیا کوئی مرد نہیں کیا کوئی مرد نہیں تو عمر سعد نے کہا اس کو پتھروں سے گھائل کر دو راوی کہتا ہے کہ پس ہر طرف سے اسے پتھر مارے گئے جب عابس نے یہ کیفیت دیکھی تو اپنی زرہ اور خود اتار پھینکا اور اللہ بھلا کرے اس کا جس نے کہا ہے ۔

یلقی الرماح الشاجرات بنحرہ، ویقیم معامنہ مقام المغفر.مان یرید اذا الرماح شجرتہ۔ درعاسوی سربال طیب العنصر۔ وہ زخمی کرنے والے نیزوں سے اپنی گردن کے ساتھ ملاقات کرتا ہے اور وہ اپنے سر کو خود کی جگہ سمجھتا ہے۔ جب نیزے اسے لگیں تو وہ پاکیزگی اصل و جوہر کے قمیص کے علاوہ کوئی زرہ نہیں چاہتا ایدانی شاعر کہتا ہے

اس نے زرہ اتار دی کہ ہم چاند نہیں ہیں اور خود سر سے اتار دی کہ میں مرغا نہیں ہوں خود و زرہ کے بغیر وہ نکل آیا تاکہ میں موت کو برہنہ گلے لگا لو نو عروس کی مانند

پھر انہوں نے لوگوں پر حملہ کر دیا راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں اس کو دیکھ رہا تھا کہ وہ دو سو سے زیادہ افراد کو دھکیل رہا ہے پھر وہ ہر طرف سے اکٹھی

طرف مڑے تو وہ شہید ہو گیا خدا اس پر رحم کرے راوی کہتا ہے کہ میں نے اس کا سر کئی افراد کے ہاتھوں میں دیکھا یہ کہتا ہے کہ میں نے اسے قتل کیا ہے اور یہ کہتا ہے میں نے اسے قتل کیا ہے پس وہ لوگ عمر سعد کے پاس آئے تو اس نے کہا آپس میں جھگڑو نہیں اسے ایک انسان (یا ایک نیزے ر ح ل) نے قتل نہیں کیا پس اس نے اس بات کے ساتھ انہیں متفرق کر دیا۔

(ابو شعثاء کندی رضی اللہ عنہ شہادت)

ازدی نے کہا مجھ سے فضیل بن خدیجہ نے بیان کیا کہ یزید بن زیاد جو کہ ابو کندی ہے بنی بھدلہ میں سے وہ امام حسینؑ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور سو تیر چلائے ان میں سے صرف پانچ تیر زمین پر گرے اور وہ ماہر تیر انداز تھے جب بھی تیر مارتے تو کہتے میں بھدلہ کا بیٹا ہوں جو عرجلہ کے شاہسوار ہیں اور امام حسینؑ فرماتے خدایا اس کی تیر اندازی کو درست قرار دے اور اس کا ثواب جنت قرار دے جب وہ تمام تیر مار چکا تو کھڑا ہو گیا اور کہا صرف پانچ تیر گرے ہیں اور میرے لیے یہ تو واضح ہو گیا ہے کہ میں نے پانچ افراد کو قتل کر دیا ہے اور یہ ان افراد میں سے تھے کہ جو ابتداء میں شہید ہوئے اور اس دن وہ یہ رجز پڑھتے تھے ۔ انا یزید و ابی مھاصر۔ اشجع من لیث بغیل خادر (و الطعن عندی للطغاۃ حاجز) یارب انی للحسین ناصر و لا بن بنی سعد تارک و ھاجر (و فی یمینی صادم و باتر) میں یزید ہوں میرا باپ مہاصر جو زیادہ شجاع و بہادر ہے دو قسم کے شیروں سے پیدا ہونے والے شیر سے جو ہمیشہ سے نکلے (اور سرکشوں

کو نیزہ مارنا میرے نزدیک اس وقت کا کام ہے اے پروردگار میں حسین کا ناصر و مددگار ہوں اور ابن سعد کو میں چھوڑنے اور اس سے دوری اختیار کرنے والا ہوں (اور میرے دائیں ہاتھ میں قاطع اور نابود کرنے والی تلوار ہے۔)

اور یزید بن زیاد مہاصران افراد میں سے ہیں کہ جو عمر سعد کے ساتھ امام حسینؑ کے مقابلہ میں آئے تھے جب ان ملاعین نے امام حسینؑ کی شرائط رد کردی تھیں تو یہ آنجناب کی طرف آگئے اور آپ کی معیت میں جہاد کرکے شہید ہوگئے رحمہ اللہ

(امام حسین کے اصحاب میں سے ایک جماعت کی شہادت)

باقی رہے صیداوی تو وہ عمر بن خالد تھے اور جابر بن حارث سلمانی اور سعد مولی عمر بن خالد اور مجمع بن عبداللہ عائذی انہوں نے جنگ کی ابتداء میں جہاد کیا اور اپنی تلواریں لے کر آگے بڑھے اور لوگوں پر ٹوٹ پڑے اور جب ان میں گھس گئے تو وہ لوگ بھی ان کی طرف مڑے پس انہوں نے انہیں اپنے گھیرے میں لینا شروع کیا اور ان کے ساتھیوں سے انہیں کاٹ لیا اگرچہ وہ زیادہ دور نہیں تھے پس ان پر حضرت عباس بن علی سلام اللہ علیہما نے حملہ کیا اور انہیں فوج کے نرغے سے چھڑا لیا پس وہ آئے تو زخمی ہوچکے تھے جب دشمن ان کے قریب آیا تو پھر تلواروں سے اس پر ٹوٹ پڑے پس ابتداء امر میں جنگ کرکے ایک ہی جگہ شہید ہوگئے۔

(سوید بن عمرو بن ابو المطاع کی شہادت)

ازدی کا کہنا ہے کہ مجھ سے زہیر بن عبدالرحمن بن خثعمی نے بیان کیا کہ آخری شخص جو امام حسینؑ کے ساتھ ان کے اصحاب میں سے باقی رہ گیا تھا سوید بن عمرو بن

بن ابو المطاع خثعمی تھا جس نے جنگ کی اور دشمن سے بہت سے زخم کھائے اور زخمی حالت میں مقتولین میں گر گئے پس ان ملاعین کی آوازیں سنیں کہ حسینؑ شہید ہو گئے پس اسے کچھ آفاقہ ہوا تو دیکھا کہ اس کے پاس ایک چھری ہے جب کہ اس کی تلوار لے گئے تھے تو کچھ دیر چھری کے ساتھ جنگ کی پھر شہید ہو گیا اور اسے اپنی عروہ بن بطار تغلبی اور زید بن رقاد جنبی نے شہید کیا اور وہ آخری شہید تھے۔

اور سیر نے ان کی توصیف میں کہا ہے کہ وہ شریف النفس اور بہت زیادہ نمازیں پڑھتے تھے اور شیر بیشہ کی طرح جہاد کیا اور جو مصیبت آئی تھی اس پر صبر کی انتہا کر دی یہاں تک کہ مقتولین میں گر پڑے الخ اس کتاب کے مؤلف شیخ عباس قمی حشرہ اللہ تعالیٰ

کہتے ہیں کہ مؤرخین و محدثین اور فریقین کے ارباب مقاتل میں اختلاف ہے اصحاب حسینؑ کی شہادت کی ترتیب ان کے رجز اور ان کی تعداد میں بعض نے مؤخر کو مقدم کیا ہے اور دوسرے نے اسے مؤخر کیا ہے جسے اور نے مقدم رکھا ہے اور بعض نے ناموں اور رجز کے ذکر پر اکتفاء کی ہے اور بعض نے انہیں سے بعض کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے اور باقیوں کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے اور میں نے قدماء اور مؤرخین میں سے قابل اعتماد افراد کے آثار کی یہاں تک پیروی کی ہے لیکن ایک جماعت کا ذکر رہ گیا ہے لیکن ضروری ہے کہ ہم ان کے ذکر سے تبرک حاصل کریں اور میں انہیں اس ترتیب سے وارد کرتا ہوں کہ جس طرح شیخ اجل رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب رح نے مناقب میں ذکر کیا ہے۔

پس میں اسی ترتیب سے کہتا ہوں جو نکلے پھر بریر بن حبیب اور ان دونو

قدس اللہ سرہما کا ذکر گزر چکا ہے (شہادت وھب کلبی)۔

پھر وہب بن عبداللہ بن حباب کلبی نکلے اور ان کے ساتھ ان کی ماں بھی اس دن موجود تھی تو اس خاتون نے کہا اٹھو اے بیٹا اور نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی نصرت کرو تو انہوں نے کہا میں ایسا ہی کرونگا اے ماں اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا پس وہ میدان میں یہ کہتے ہوئے گئے ان تنکرونی فانا ابن الکلب سوف ترونی وترون ضربی وحملتی وصولتی فی الحرب۔ ادرک ثاری بعد ثار صحبی۔ وادفع الکرب امام الکرب۔ لیس جہادی فی الوغی باللعب

اگر مجھے نہیں جانتے ہو تو میں کلبی خاندان سے ہوں عنقریب مجھے اور میری ضرب کو تم دیکھو گے اور میرے حملہ اور غلبہ کو دیکھو گے جنگ میں میں اپنا بدلہ اپنے ساتھیوں کے بدلے کے بعد لوں گا اور کرب ومصیبت کو کرب سے پہلے دور کروں گا میدان میں میرے ساتھ جنگ کرنا کوئی کھیل نہیں ہے، پھر انہوں نے حملہ کیا یہاں تک کہ انہیں سے ایک گروہ کو قتل کر دیا۔

پھر اپنی ماں اور بیوی کی طرف پلٹ آئے اور ان کے پاس رک کر کہا اے ماں کیا اب تو راضی ہے اس خاتون نے کہا میں اس وقت تک راضی نہیں ہونگی جب تک حسین علیہ السلام کے سامنے تو شہید نہیں ہو گا تو اس کی بیوی نے کہا تجھے خدا کی قسم اپنی جان کے بارے میں مجھے دکھ نہ پہنچانا تو اس کی ماں نے کہا اے بیٹا اس کی بات نہ مانتا اور واپس جا کر رسول اللہؐ کے نواسے کے سامنے جہاد کرو وہ جناب بارگاہ خدا میں تمہارے شفیع ہوں گے پس وہ جوان واپس لوٹا یہ کہتے ہوئے۔

انی زعیم لک ام وھب۔ بالطعن فیھم تارہ والضرب۔ ضرب غلام مؤمن بالرب۔ حتی یذیق القوم مر الحرب "انی امرء ذو مرۃ وعضب۔

ولست بالخوار عند النکب حسبی الٰھی من علیم حسبی میں تجھ سے عہد کرتا ہوں
اے ام وہب انہیں کبھی نیزہ مارتے کا اور کبھی تلوار زنی کا ایسے نوجوان کی تلوار زنی
کہ جو پروردگار پر ایمان رکھتا ہے تاکہ اس قوم کو کڑوی جنگ کا مزہ چکھلائے میں
صاحب قوت اور قاطع تلوار والا جوان ہوں میں جنگ کے وقت ڈرپوک نہیں ہوں
میرے لیے خدائے علیم ہی کافی ہے،، وہ جنگ کرتا رہا یہاں تک انیس سواروں
اور بارہ پیادوں کو قتل کیا پھر اس کے ہاتھ کٹ گئے اور اس کی والدہ نے خیمے کا
ستون پکڑ لیا اور اس کی طرف بڑھی جب کہ وہ کہہ رہی تھی میرے ماں باپ تجھ پر
قربان جائیں پاک و پاکیزہ لوگوں کی حمایت میں جنگ کر جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ کے حرم ہیں پس وہ آگے بڑھا تاکہ اسے واپس عورتوں کی طرف پلٹائے کو اس
نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ میں واپس نہیں جاؤں گی یہاں تک کہ تمہارے
ساتھ مر جاؤں تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ تمہیں اہل بیت کی طرف سے جزائے خیر ملے
عورتوں کے پاس واپس جاؤ خدا تم پر رحم کرے پس وہ خاتون واپس چلی گئی اور وہ
نوجوان جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ رضوان اللہ علیہ

راوی کہتا ہے پس اس کی بیوی گئی اور اس کے چہرے سے خون پونچھنے لگی اور
شمر نے اسے دیکھ لیا پس اپنے غلام سے کہا کہ اسے گرز مارو جو اس کے پاس تھا پس
اس لعین نے وہ گرز مار کر اسے شہید کر دیا اور یہ پہلی خاتون تھی جو امام حسینؑ کے
لشکر میں سے شہید ہوئی۔

روضۃ الواعظین اور امالی صدوق میں ہے کہ وہب بن وہب میدان میں آیا اور
وہ عیسائی تھا کہ جو امام حسینؑ کے ہاتھوں پہ وہ اور اس کی ماں مسلمان ہو گئے اور آپ
کے ساتھ کربلا آئے پس وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور خیمے کا ستون ہاتھ میں لیا اور جنگ

کی اور دشمنوں میں سے سات یا آٹھ افراد کو قتل کیا پھر وہ قید ہو گیا اور اسے عمر سعد کے پاس لے گئے اور اس نے اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا ا ھ

اور علامہ مجلسی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک حدیث میں دیکھا ہے کہ یہ وہب انصرانی تھا پس وہ اور اس کی ماں امام حسینؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے پس میدان مبارزہ میں چوبیس پیادہ اور بارہ شاہسوار قتل کیے پھر وہ گرفتار ہو گیا اور عمر سعد کے پاس لایا گیا تو اس لعین نے کہا کس قدر سخت تھا تیرا حملہ اور قوت وطاقت پھر حکم دیا اور اس کی گردن اڑا کر اس کا سر امام حسینؑ کی لشکر گاہ کی طرف پھینکا گیا پس اس کی ماں نے سر کو اٹھایا اس کا بوسہ دیا اور پھر اسے ابن سعد کے لشکر کی طرف پھینک دیا وہ ایک شخص کو مارا اور اسے قتل کر دیا پھر اس خاتون نے خیمے کے ستون کے ساتھ حملہ کر کے دو مردوں کو قتل کر دیا پس امام حسینؑ نے اس خاتون سے فرمایا اے ام وہب لوٹ آؤ تم اور تمہارا بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ہوں گے جہاد عورتوں سے ساقط ہے پس وہ خاتون پلٹ آئی اور وہ کہہ رہی تھی الہی لا تقطع رجائی معبود میری امید کو منقطع نہ کرنا تو امام حسینؑ نے اس سے فرمایا لا یقطع اللہ رجاك یا ام وھب - اے ام وہب خدا تیری امید کو منقطع نہیں فرمائے گا۔

پھر اس کے بعد عمرو بن خالد ازدی صیداوی نکلا اور امام حسینؑ سے عرض کیا یا ابا عبد اللہ میں آپ پر قربان جاؤں میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھیوں کے ساتھ ملحق ہو جاؤں اور اسے میں ناپسند کرتا ہوں کہ پیچھے رہ جاؤں پس میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنے اہل بیت میں سے اکیلے شہید ہیں تو امام حسینؑ نے فرمایا آگے بڑھو ہم کچھ دیر تک تمہارے ساتھ ملحق ہونے والے ہیں پس وہ آگے بڑھا اور کہہ

رہا تھا ایک یا نفس من الرحمٰن۔ فابشری بالروح والریحان۔ الیوم تجزین علی الاحسان۔ قد کان منک غابر الزمان ماخط فی اللوح لدی الدیان۔ لا تجزعی فکل حی فان۔ والصبر احظی لک بالامان۔ یا معشر الازد بنی قحطان۔ اے نفس تجھے خدائے رحمٰن کی طرف سے روح و ریحان کی خوشخبری ہو آج تجھے اس نیکی کی جزا ملے گی کہ جو گذشتہ زمانہ میں تجھ سے ہوئی ہے جو خالق دیان کے ہاں لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے تم جزع فزع اور گھبراؤ نہیں ہر زندہ نے فنا کے گھاٹ اترنا ہے اور صبر کا تیری امان میں زیادہ حصہ ہے اے ازد کا گروہ جو بنی قحطان میں سے ہے، پھر اس نے جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا اس پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔

مناقب میں ہے کہ پھر اس کا بیٹا خالد رضی اللہ عنہ میدان میں آیا اور وہ کہہ رہا تھا۔

صبراً علی الموت بنی قحطان۔ کیما تکون فی رضی الرحمٰن۔ ذی المجد والعزۃ والبرھان وذوی العلی والطول والاحسان۔ یا ابتا قد صرت فی الجنان۔ فی قصر در حسن البنیان اے بنی قحطان موت پر صبر کرو تاکہ تمہیں خدائے رحمٰن کی رضا حاصل ہو جو مجد و بزرگی عزت اور برہان والا ہے اور بلندی بخشش اور احسان کرنے والا ہے اے بابا آپ جنت میں پہنچ گئے ہیں موتی کے قصر میں جو بہترین بنا ہے، پھر وہ آگے بڑھا اور مسلسل جہاد کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔

پھر سعد بن حنظلہ تمیمی میدان میں نکلا اور وہ امام حسینؑ کے لشکر کے بزرگوں میں سے تھے اور وہ کہہ رہے تھے صبراً علی الاسیاف والاسنۃ۔ صبراً علیھا الدخول الجنۃ، وحور عین ناعمات ۔لمن یرید الفوز لا بالظنۃ۔ یا نفس للراحۃ

فاجھدنہ۔ وفی طلاب الخیر فان غبنہ۔ تلواروں اور نیزوں پر صبر کرو یہ صبر جنت میں داخل ہونے کے لیے کرو اور حور العین کے لیے جو نرم و نازک بدن اور خوشگوار ہیں کہ جو فوز و کامیابی چاہتا ہے نہ صرف ظن و گمان سے "اے نفس راحت و آرام کے لیے کوشش کر اور خیر و اچھائی کے طلب کرنے میں رغبت کر پھر انہوں نے حملہ کیا اور سخت قسم کی جنگ لڑی اور پھر وہ شہید ہو گئے رضوان اللہ علیہ

پھر عمیر بن عبداللہ مذحجی نکلے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے (قد علمت سعد وحی مذحج۔ انی لدی الھیجاء لیث مخرج، اعلو بسیفی ھامۃ المدجج۔ واترک القران لدی التعرج۔ فریسۃ الضبع الاذل الاعوج ———

بنی سعد اور مذحج قبیلہ جانتا ہے کہ میں جنگ کے وقت سخت قسم کا شیر ہوں میں اپنی تلوار مسلح شخص کی کھوپڑی پر بلند کرتا ہوں اور میں اپنے مدمقابل کو جنگ کے وقت تیز رفتار لنگڑے بجو کا شکار بنا دیتا ہوں اور وہ مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں مسلم ضبابی اور عبداللہ بجلی نے شہید کر دیا۔ پھر مسلم بن عوسجہ میدان میں آئے اور ان کا ذکر گذر چکا ہے خدا ان پر رحم کرے۔

پھر عبدالرحمٰن بن عبداللہ یزنی یہ کہتے ہوئے میدان میں آئے (انا ابن عبداللہ من آل یزن، دینی علی دین حسین وحسن ساضربکم ضرب فتیً من الیمن۔ ارجوا بذلک الفوز عند المؤتمن

میں عبداللہ کا بیٹا ہوں آل یزن سے ہیں حسین و حسن کے دین پر ہوں میں تمہیں یمنی جوان والی ضرب لگاؤں گا کہ جس سے میں کامیابی کی امید رکھتا ہوں اس کے ہاں جو امن دینے والا ہے۔

اس کے بعد یحییٰ بن سلیم مازنی کہتے ہوئے نکلا لاضربن القوم ضربا فیصلا۔ ضربا شدیدا فی العدا معجلا لاعاجزا فیھا ولا مولی۔ ولا اخاف الیوم موتا مقبلہ۔

میں اس قوم کو فیصلہ کن ضرب لگاؤں گا ایسی شدید ضرب کہ جو دشمن میں جلدی کرتی ہے نہ میں اس میں عاجز ہوں اور نہ ہی خوفزدہ ہوں اور نہ ہی آنے والی موت سے میں ڈرتا ہوں۔

پھر قرہ بن ابو ابو قرہ غفاری میدان میں آیا اور وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

قد علمت حقا بنو غفار وخندف بعد بنی نزار، باننی اللیث لدی الغبار لاضربن معشر الفجار۔ ضربا وجیعا عن بنی الاخیار۔

حقیقۃً بنی غفار کو علم ہے اور بنی نزار کے علاوہ خندف کو کہ میں غبار جنگ کے وقت شیر ہوں اور میں فجار کی جماعت کو ایسی ضرب لگاؤں گا کہ جو درد و تکلیف پہنچانے والی ہے اچھے لوگوں کی اولاد کی حمایت میں اور انہوں نے اٹھسٹھ افراد کو قتل کیا۔

پھر مالک بن انس کاہلی رحمہ اللہ میدان میں آئے اور کہا آل علی شیعۃ الرحمٰن، و آل حرب شیعۃ الشیطان حضرت علی کی اولاد خدائے رحمٰن کے پیرو ہیں جب کہ حرب کی اولاد شیطان کے پیروکار ہیں، پس چودہ افراد کو قتل کیا اور بعض نے کہا ہے کہ انہیں سے اٹھارہ افراد کو قتل کیا اور پھر شہید ہو گئے خدا ان پر رحم فرمائے مؤلف کہتے ہیں میں قوی احتمال دیتا ہوں کہ مالک بن انس کاہلی جن کا ذکر ہوا ہے وہ انس بن حارث کاہلی صحابی ہیں۔

ابن اثیر جزری نے کتاب اسد الغابۃ میں کہا ہے انس بن حارث کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے اور ان کی حدیث اشعث بن سحیم نے اپنے باپ کے واسطہ سے ان سے بیان کی ہے کہ انہوں نے پیغمبر اکرمؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرا یہ بیٹا عراق کی زمین کے ایک حصہ میں شہید ہو گا جو اس کو درک کرے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس کی

مدد کرے پس وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔

اور شیخ ابن نما نے مثیر الاحزان میں کہا ہے پھر انس بن حارث کاہلی یہ کہتے ہوئے میدان میں آئے قد علمت کاھلنا و دودان ۔ والخندفیون وقیس عیلان بان قومی آفۃ للاقران، یا قوم کونوا کاسود خفان واستقبلوا القوم بضرب الان آل علی شیعۃ الرحمٰن، وآل حرب شیعۃ الشیطان ۔

ہمارا کاہل و دودان قبیلہ اور خندف و قیس عیلان جانتے ہیں کہ میری قوم آفت و مصیبت ہے اپنے مدمقابلوں کے لیے اے قوم مقام خفان کے شیر بن جاؤ اور فوری ضرب کے ساتھ قوم کا استقبال کرو آل علی رحمٰن کے شیعہ ہیں جب کہ آل حرب شیطان کے شیعہ ہیں مؤلف کہتے ہیں ظاہراً کاہلی ان کے داد اکاہل کی طرف نسبت ہے اور جو زیارت ناحیہ مقدمہ کی طرف سے روایت ہوئی ہے اس میں ہے اسلام علی انس بن کاہلی الاسدی،،

پھر عمرو بن مطاع جعفی باہر نکلے اور کہا الیوم قد طاب لنا القراع دون حسین الضرب والسطاع نرجو بذلک الفوز والدفاع من حر نار حین لا متناع ۔

آج ہمارے لیے سروں سے ہتھیاروں کا ٹکرانا پاکیزہ امر ہے حسینؑ کے آگے تلوار کی ضرب اور اس کی صدا ہے اور اس کے ذریعہ ہم کامیابی اور جہنم کی آگ سے بچاؤ کی امید رکھتے ہیں جب کہ کوئی محفوظ رہنے کی توقع نہ ہوگی۔ **شہادت حضرت جون**

پھر جون (جوین حول) بن ابو مالک ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے غلام آگے بڑھے اور وہ سیاہ رنگ کے غلام تھے امام حسینؑ نے ان سے فرمایا تمہیں میری طرف سے اجازت ہے کیونکہ تم ہماری معیت میں تھے عافیت و آرام کی تلاش میں پس ہماری اس راہ میں مصیبت میں مبتلا نہ ہو تو انہوں نے کہا اے فرزند رسول خدا میں

خوشحالی و آسائش کے زمانہ میں آپ کے ہاں کاسہ لیسی کرتا رہا اور سختی اور شدت میں آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں خدا کی قسم میری بو گندی اور بدبودار ہے اور میرا حسب کمینہ ہے اور میرا رنگ سیاہ ہے تو آپ جنت کو مجھ سے دور رکھنا چاہتے ہیں اور مجھے اس کا اہل نہیں سمجھتے تا کہ میری بدبو خوشبو میں بدل جائے اور میرا حسب شریف ہو جائے اور میرا چہرہ سفید ہو جائے نہیں خدا کی قسم میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک یہ سیاہ خون آپ کے پاکیزہ خونوں میں نہ مل جائے پھر وہ جنگ کے لیے میدان میں نکلے اور وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے کیف یری الکفار ضرب الاسود، بالسیف ضرباعن بنی محمد۔ اذب عنہم باللسان والید۔ ارجوا بہ الجنۃ یوم المورد۔ کفار سیاہ رنگ کی تلوار سے ضرب کو جو اولاد محمدؐ کی حمایت میں لگتی ہے کیسا پاتے اور دیکھتے ہیں میں ان سے زبان و ہاتھ سے دفاع کروں گا اور اس کام سے میری رجاء و آرزو قیامت کے دن جنت کا حصول ہے، پھر انہوں نے جنگ کی رضوان اللہ علیہ پس پچیس افراد کو قتل کیا اور پھر شہید ہو گئے پس امام حسینؑ ان کی لاش پر آکھڑے ہوئے اور عرض کیا پروردگار اس کے چہرہ کو سفید کر دے اور اس کی بو کو خوشبو و پاکیزہ کر دے اور اسے ابرار و نیک لوگوں میں محشور فرما اور اس کے اور محمد و آل محمد کے درمیان جان پہچان پیدا کر دے۔

حضرت باقرؑ سے روایت ہے انہوں نے علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ لوگ معرکہ کربلا میں آئے اور مقتولین کو دفن کرتے پس انہوں نے جناب جون کو دس دن کے بعد پایا کہ اس سے مشک و کستوری کی خوشبو آتی تھی رضوان اللہ علیہ اس کے بعد انیس بن معقل اصبحی یہ کہتے ہوئے میدان میں نکلے انا انیس وانا ابن معقل۔ و فی یمینی نصل سیف مصقل اعلو بہا الہامات وسط القسطل،

عن الحسین الماجد المفضل ابن رسول اللہ خیر مرسل ابن رسول خیر مرسل" میں انیس معقل کا بیٹا ہوں اور میرے دائیں ہاتھ صقیل شدہ تلوار کا پھل ہے کہ جسے میں جنگ کے گرد و غبار میں سروں پر بلند کرتا ہوں حسین بزرگوار کی حمایت میں کہ جنہیں فضیلت دی گئی ہے جو اللہ کے اس رسول کے فرزند ہیں کہ جو سب رسولوں سے بہتر تھے،، اور بیس سے زیادہ افراد کو قتل کیا، اس کے بعد یزید بن مہاصر (المہاجر خ ل) میدان میں آئے کہ جن کا ذکر گزر چکا ہے۔

اس کے بعد حجاج بن مسروق جعفی امام حسینؑ کے مؤذن نکلے جو کہہ رہے تھے اقدم حسینا هادیا مهدیا۔ فالیوم تلقی جدك النبیا ثم اباك ذاالندی علیا۔ ذالك الذی نعرفه وصیا اے حسین جو ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ ہیں آگے بڑھیں آج آپ اپنے نانا نبی اکرم سے ملاقات کریں گے اور پھر اپنے باپ صاحب جود و سخا حضرت علی کی کہ جنہیں ہم وصی نبی کے طور پر پہچانتے ہیں پس پچیس افراد کو قتل کیا اور اس کے بعد شہید ہو گئے رضوان اللہ علیہ

اس کے بعد سعید بن عبد اللہ حنفی، حبیب بن مظاہر اسدی، زہیر بن قین بجلی، نافع بن بلال جملی (بجلی خ ل) شہید ہوئے کہ جن کا ذکر گزر چکا ہے رضوان اللہ علیہ

اس کے بعد جنادہ بن حارث انصاری یہ کہتے ہوئے میدان میں آئے انا جناد وانا ابن الحارث۔ لست بخوار ولا بناکث عن بیعتی حتی یرثنی وارثی الیوم شلوی فی الصعید ماکث۔ میں جنادہ بن حارث ہوں میں ڈرپوک و کمزور اور بیعت توڑنے والا نہیں ہوں یہاں تک کہ میرا وارث میرا ترکہ لے آج میرا بدن مٹی میں جا ٹھہرے گا پس سولہ افراد کو قتل کیا، اس کے بعد ان کا بیٹا عمرو بن جنادہ یہ کہتے ہوئے میدان میں آیا اخق الخناق من ابن هند و

ارمہ، من عامہ بفوارس الانصار، ومھاجرین مخضبین رماحھم۔ تحت العجاجۃ من دم الکفار، خضبت علی عھد النبی محمدًا۔ فالیوم تخضب من دم الفجار، الیوم تخضب من دماء اراذل۔ رفضوا القرآن لنصرۃ الاشرار طلبوا ثارھم ببدر اذا اتو بالمرھفات و بالقنا الخطار۔ واللہ ربی لا ازال مضاربا۔ فی الفاسقین بمرھف بتار ھذا علی الازدی حق واجب فی کل یوم تعانق وکرار

ہند کے بیٹے کا گلا گھونٹ دے اور اسی سال اس کی طرف پھینک انصار و مہاجرین کے وہ شاہسوار کہ جنہوں نے اپنے تیروں کو خضاب کیا تھا غبار جنگ کے نیچے کفار کے خون سے پیغمبر کے زمانہ میں رنگے گئے تھے اور آج فاجروں کے خون سے رنگے جائیں گے۔ آج ایسے پست لوگوں کے خون سے رنگے جائیں گے کہ جنہوں نے شرار کی نصرت میں قرآن کو چھوڑ دیا ہے" اور جنگ بدر کے اتنے خون کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس لیے تیز تلواریں اور چمکدار نیزے لیکر آئے ہیں مجھے اپنے پروردیگار اللہ کی قسم میں ان فاسقوں میں تلوار زنی کرتا رہوں گا تیز و قاطع تلوار سے ازدی پر یہ واجب حق ہے ہر دن دشمن سے معانقہ کرنا اسے گرانے کے لیے اور بڑھ بڑھ کر حملے کرنا۔ پس جنگ کر کے شہید ہو گیا عمرو نے کربلا میں دہرایا ہے (مترجم کہتا ہے ظاہر یہ اشعار جنگ صفین سے پہلے حضرت کے کسی صحابی ازدی نے کہے تھے اور اس کے بعد ایک نوخیز لڑکا نکلا کہ جس کا باپ معرکہ جنگ میں شہید ہو چکا تھا اور اس کی والدہ بھی اس کے ساتھ تھی اس کی ماں نے اس سے کہا بیٹیا باہر جاؤ اور رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے نواسے کے سامنے جنگ کرو پس وہ جوان باہر آیا تو امام حسینؑ نے فرمایا یہ جوان ہے اس کا باپ شہید ہو چکا ہے شاید اس کی ماں اس کے میدان میں جانے کو پسند نہ کرے تو اس جوان نے کہا کہ میری ماں نے ہی مجھے حکم دیا ہے پس وہ

میدان میں گیا جب کہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا امیری حسین ونعم الا میر سرور فؤاد البشیرالنذیر علی وفاطمہ والدہ ۔ فھل تعلمون لہ من نظیر لہ طلعۃ مثل شمس الضحٰی لہ غرۃ مثل بدر منیر ۔ میرا امیر حسین ہے اور بہترین امیر ہے جو بشیر و نذیر رسولؐ کے دل کا سرور ہے علی و فاطمہ اس کے ماں باپ ہیں کیا تمہیں اس کی نظیر کوئی معلوم ہے اس کا چہرہ روشن آفتاب کی مانند ہے اور اس کی پیشانی چودھویں کا چاند ہے ، اور جہاد کر کے شہید ہو گیا اور اس کا سر کاٹ کر حسین علیہ اسلام کے لشکر کی طرف پھینک دیا گیا پس اس کی ماں نے اس کا سر اٹھایا اور کہا احسنت یا بنی یا سرور قلبی ویا قرۃ عینی بہت اچھے اے میرے پیارے بیٹے میرے دل کے سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک پھر اپنے بیٹے کا سر ایک شخص کو اس طرح مارا کہ اسے قتل کر دیا اور خیمے کا ستون اٹھا لیا اور ان ملاعین پر حملہ کر دیا اور وہ کہہ رہی تھی انا عجوز سیدی ضعیفۃ ۔ خاویۃ بالسیۃ ۔ نحیفۃ اضربکم بضربۃ عنیفۃ ۔ دون بنی فاطمۃ الشریفۃ میں اپنے آقا کی ایک کمزور بڑھیا خادمہ ہوں جس کا گھر خالی ہو گیا ہے اور جو نحیف و کمزور ہو چکی ہے لیکن تمہیں سخت ضرب لگاؤں گی شریف فاطمہ زہرا کی اولاد کی حمایت میں پس وہ ستون دو افراد پر مارا اور انہیں قتل کر دیا پس امام حسینؑ نے اس کے واپس لوٹ آنے کا حکم دیا اور اسے دعا دی ۔

مؤلف کہتے ہیں میں احتمال دیتا ہوں کہ یہ جوان مسلم بن عوسجہ اسدی رضوان اللہ علیہ کے فرزند ہوں کیونکہ روضۃ الاحباب سے اس مضمون کے قریب قریب مسلم بن عوسجہ کے فرزند کا واقعہ لکھا ہے اس کے والد کی شہادت کے بعد رضوان اللہ علیہما اور اسی طرح روضۃ الشہداء میں بھی ہے واللہ العالم اس کے بعد ایک ترکی غلام امام حسین کا میدان میں آیا اور وہ قاری قرآن تھا وہ جنگ کرتا اور یہ رجز پڑھتا تھا

البحر من طعنی وضرب یصطلی۔ والجو من نبلی وضربی یمتلی۔ اذا حسامی فی یمینی یتجلی ینشق قلب الحاسد المبجل ۔ سمندر میں میری نیزہ زنی اور تلوار زنی سے آگ لگ جائے اور فضا میرے تیر و تلوار کی ضرب سے پر ہو جائے جب کہ تلوار میرے دائیں ہاتھ میں ظاہر ہو تو حاسد کا دل پھٹ جائے پس ایک جماعت کو قتل کیا بعض نے کہا ہے کہ ستر افراد کو قتل کیا اور پھر زمین پر گرا پس امام حسینؑ تشریف لائے اور اپنا رخسار اس کے رخسار پر رکھا اس نے اپنی آنکھ کھول کر حسین علیہ السلام کو دیکھا تو مسکرایا اور پھر پروردیگار کی طرف سدھارا اس کے بعد مالک بن دودان میدان میں آیا اور یہ اشعار پڑھے الیکم من مالک الضرغام۔ ضرب فتی یحمی عن الکرام یرجوا ثواب اللہ ذی الانعام مالک کی طرف سے جو کہ شیر بیشہ ہے ضرب ہے ایسے جوان کی جو کریم و شریف لوگوں کی حمایت کرتا ہے اور اللہ صاحب احسان کے ثواب کی امید رکھتا ہے ۔

اس کے بعد ابو ثمامہ صائدی (صیدادی ح ل) میدان میں آئے اور کہا (عزاء لآل المصطفی و بناته علی (جیش طاہرًا) خیر الناس سبط محمد، عزاء لزہراء النبی و زوجها۔ خزانة علم اللہ من بعد احمد عزاء لاہل الشرق والغرب کلہم۔ وحزنا علی جیش الحسین المسدد۔ فمن مبلغ عنی النبی و بنته بان ابنکم فی مجهد ای مجهد ۔

تعزیت و تسلیت ہو آل مصطفیٰ اور آپ کی بیٹیوں کے لیے نواسہ رسول سب لوگوں سے بہترین تے دشمنوں میں بند و محبوس ہونے کی بنا پر، تعزیت ہے نبی کی شہزادی زہرا کے لیے اور ان کے شوہر کے لیے کہ جو احمد مجتبیٰ کی بعد علم کا خزانہ ہے، مشرق و مغرب کے کل باشندوں کے لیے تعزیت ہے اور حزن و ملال ہے درست کار حسینؑ کے لشکر کے لیے، پس کون ہے کہ جو پیغمبر اور ان کی بیٹی کو میرا پیغام پہنچائے کہ آپ کا

فرزند کس شخص مصیبت میں گرا ہوا ہے۔

اس کے بعد ابراہیم بن حصین اسدی یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آیا اضرب منکم مفصلا وسا قا۔ لیہرق الیوم دمی اہراقا ویرزق الموت ابو اسحاق۔ اعنی بنی فاجرۃ الفساقا۔ میں تمہارے جوڑوں اور پنڈلیوں پر تلوار ماروں گا تاکہ یہ قوم میرا خون بہائے اور ابو اسحاق کو شہادت نصیب ہو (قوم سے میری مراد بدکار عورت کی فاسق اولاد ہے پس انہیں سے چراسی افراد کو قتل کیا۔

اور عمرو بن قرظہ میدان میں آیا کہ جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے، پھر احمد بن محمد ہاشمی باہر آیا اور وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا الیوم ابلوا حسبی و دینی بصارم تحملہ یمینی۔ احمی بہ یوم الوغی عن دینی۔ آج میں اپنے حسب ونسب اور دین کا امتحان لوں گا اس قاطع تلوار کے ذریعہ جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے اور میں جنگ کے وقت اس سے اپنے دین کی حمایت کروں گا۔

مناقب میں کہا ہے اصحاب حسینی میں سے جو لوگ پہلے حملہ میں شہید ہوئے وہ یہ ہیں نعیم بن عجلان عمران بن کعب بن حارث اشجعی، حنظلہ ابن عمرو شیبانی، قاسط بن زہیر، کنانہ بن عتیق، عمرو بن مشیعہ ضرغامہ بن مالک، عامر بن مسلم، سیف بن مالک نمیری، عبدالرحمٰن ارحبی، مجمع عائذی، حباب بن حارث عمرو جندعی، حلاس بن عمرو راسبی، سوار بن ابی عمیر (حمیر خ ل) فہمی، عمار بن ابو سلامہ دالانی نعمان بن عمرو راسبی زاہر بن عمرو مولی (غلام) ابن الحمق، جبلہ بن علی، مسعود بن حجاج، عبداللہ بن عمرو غفاری، زہیر بن بشیر خثعمی، عمار بن حسان، عبداللہ بن عمیر، مسلم بن کثیر زہیر بن سلیم عبداللہ و عبیداللہ جو دو تو زید بصری کے بیٹے تھے اور دس افراد امام حسین کے غلام تھے اور دو افراد حضرت امیرالمؤمنین کے غلام تھے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ صاحب کتاب کے قول، زاہر بن عمرو مولی بن الحمق میں میرے گمان کے مطابق تقدیم و تاخیر ہوئی ہے اصل میں زاہر مولی عمرو بن الحمق (یعنی زاہر جو کہ مولی اور دوست تھا عمرو بن حمق کا) ہے جیسا کہ اس زیارت میں بھی ہے کہ جو ناحیہ مقدسہ کی طرف سے شہداء کے لیے خارج ہوئی ہے اور زیارت رجبیہ جو مصباح الزائر میں ہے اس میں ہے (السلام علی زاھر مولی عمرو بن الحمق الخزاعی) اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن حمق کے حالات کی طرف اشارہ کیا جائے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ عالم خبیر قاضی نعمان مصری نے کہا ہے اور ان افراد میں سے کہ جو اصحاب پیغمبر میں سے اور عرب کے مہاجرین میں سے اور ان تابعین میں سے کہ جن کے لیے پیغمبر نے جنت واجب قرار دی تھی اور ان کا نام لیا تھا حضرت علیؑ کے ساتھ عمرو بن حمق تھے جو حضرت علی کے بعد زندہ رہے پس انہیں معاویہ نے طلب کیا تو وہ جزیرہ کی طرف بھاگ گئے اور ان کے ساتھ اصحاب علیؑ میں سے ایک شخص تھا جسے زاہر کہا جاتا تھا جب وہ وادی میں اترے تو عمرو کو سانپ ڈس گیا رات کی تاریکی میں جب صبح ہوئی تو ان کا جسم پھول گیا تھا پس عمرو نے کہا اے زاہر مجھ سے کچھ دور ہو جاؤ کیونکہ میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے مجھے خبر دی تھی کہ عنقریب میرے خون میں جن وانس شریک ہوں گے اور اس سے چارہ نہیں کہ میں قتل کر دیا جاؤں۔

پس وہ دونو اسی حالت میں تھے کہ انہیں ان گھوڑوں کی پیشانیاں نظر آئیں کہ جو عمر کی تلاش میں تھے تو انہوں نے کہا اے طاہر چھپ جاؤ پس جب میں شہید کر دیا جاؤں تو وہ عنقریب میرا سر لے لیں گے جب وہ مڑ جائیں تو تم نکل آنا اور میرے جسم کو

دفن کر دینا زاہر نے کہا نہیں بلکہ جتنے تیر میرے پاس ہیں میں انہیں ماروں گا اور جب وہ ختم ہو گئے تو میں بھی آپ کے ساتھ قتل ہو جاؤں گا عمرو نے کہا نہیں بلکہ وہ کام کرو کہ جس کی میں نے تم سے خواہش و سوال کیا ہے خدا تجھے اس میں نفع دے گا پس زاہر چھپ گیا اور وہ ملاعین آ گئے اور انہوں نے عمرو کو قتل کر کے ان کا سر کاٹ لیا اور اسے اٹھا لے گئے پس یہ پہلا سر تھا اسلام میں کہ جسے نیزہ پر لوگوں کے لیے نصب کیا گیا جب وہ واپس چلے گئے تو زاہر نکلا اور اس نے عمرو کے بدن کو دفن کیا پھر زاہر زندہ رہا یہاں تک کہ امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوا۔

پس اس گفتگو سے ظاہر ہوا کہ زاہر امیر المومنین کے اصحاب میں سے تھا اور وہ رسول اللہ کے صحابی اور امیر المومنین کے حواری عبد صالح کہ جسے عبادت نے کہنہ کر دیا تھا کہ جس کا جسم نحیف و لاغر ہو گیا تھا رنگ زرد ہو گیا تھا کی متابعت اور اس کی پیروی کے ساتھ مخصوص قرار دیا گیا اور اسے ان کو چھپانے اور دفن کرنے کی توفیق حاصل ہوئی پھر اسے سعادت چلا کر لے آئی کہ امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں شہادت نصیب ہوئی اور اس زاہر کی اولاد و احفاد میں سے تھا ابو جعفر زاہری محمد بن سنان جو کہ حضرت کاظمؑ، رضاؑ اور جوادؑ کے اصحاب علیہ السلام میں سے تھا معلوم رہے کہ مورخین نے ایک گروہ کا تذکرہ کیا ہے کہ جو میدان طف میں امام حسینؑ کی نصرت میں حاضر تو تھا لیکن شہید نہیں ہوا بلکہ بچ نکلے انہیں سے ایک عبدالرحمٰن بن عبد ربہ انصاری کا غلام ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جب میں نے قوم کو موت میں پچھڑتے اور گرتے ہوئے دیکھا تو میں انہیں وہیں چھوڑ کر نکل آیا۔

اور انہیں میں سے ایک مرقع بن ثمامہ اسدی ہے طبری اور جزری نے کہا

ہے کہ اس نے اپنے تیر پھیلا رکھے تھے اور گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا اور جنگ کر رہا تھا پس اس کے پاس اس کی قوم کے کچھ افراد آئے اور اس سے کہا کہ تیرے لیے امان ہے ہماری طرف نکل چلو تو وہ ان کی طرف نکل گیا پس جب ان لوگوں کو لیکر عمر سعد ابن زیاد کے پاس گیا اور اس کی خبر بتائی تو اس نے اسے زارہ کی طرف شہر بدر کر دیا۔

فیروز آبادی کا کہنا ہے کہ زارہ سرکنڈوں اور صعید میں ایک بستی ہے اور طرابلس غربی میں ایک گاؤں ہے اور بحرین میں بھی ایک بستی ہے کہ جہاں ایک مشہور چشمہ ہے

اور ابو حنیفہ دینوری کی کتاب اخبار الطوال میں ہے کہ ابن زیاد نے مرقع کو ربذہ بھیج دیا تھا وہ وہیں رہا یہاں تک یزید فی النار و السقر ہوا اور عبید اللہ شام کی طرف بھاگ گیا تو مرقع کوفہ واپس آگیا۔

اور ان میں سے ایک عقبہ بن سمعان ہے طبری و جزری نے کہا ہے اور عمر سعد نے عقبہ بن سمعان کو گرفتار کر لیا اور وہ جناب رباب امرء القیس کی بیٹی جو کلبی خاندان سے تھیں امام حسین ؑ کی زوجۂ محترمہ تھیں اور یہی مخدرہ سکینہ بنت الحسین کی والدہ بھی تھیں کا غلام تھا عمر سعد نے اس سے پوچھا تو کون ہے تو اس نے کہا کہ میں ایک عبد مملوک ہوں پس اس کو چھوڑ دیا۔

انہیں سے ایک ضحاک بن عبد اللہ مشرقی بھی تھا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کے حالات پیش کریں

لوط بن یحیی ازدی نے کہا ہے ہم سے عبد اللہ بن عاصم فائشی (جو ہمدان کی ایک شاخ ہے) نے بیان کیا ضحاک بن عبد اللہ مشرقی سے وہ کہتا ہے کہ میں اور مالک بن نضر ارحبی امام حسین ؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا پھر ہم آپ کے پاس بیٹھ گئے

پس آپ نے سلام کا جواب دیا اور ہمیں مرحبا کہا اور ہم سے پوچھا کہ کیوں آئے ہیں تو ہم نے عرض کیا آپ کی خدمت میں سلام کرنے کے لیے آئے ہیں اور آپ کے لیے عافیت کی دعا کرتے ہیں اور تجدید عہد کرتے اور لوگوں کی حالت آپ کو بتانے کے لیے کہ وہ آپ کے ساتھ جنگ کرنے پر مجتمع ہو چکے ہیں پس اپنی رائے دیکھ لیں تو امام حسین نے فرمایا حسبی اللہ ونعم الوکیل اللہ میرے لیے کافی اور بہترین وکیل ہے پس ہم نے لوگوں کے رویہ اور زمانہ کی کج رفتاری پر دکھی ہوئے اور ان کی مذمت کی اور سلام وداعی کر کے آپ کے لیے دعائے خیر کی تو آپ نے فرمایا میری نصرت و مدد کرنے سے تم کو کیا مانع در کاوٹ ہے تو مالک بن نضر نے کہا کہ مقروض اور عیالدار ہوں اور میں نے عرض کیا میں بھی مقروض ہوں اگرچہ اہل و عیال نہیں رکھتا لیکن اگر آپ میرے لیے حلال قرار دیں واپس جانا اس وقت کہ جب کوئی آپ کی طرف سے جنگ کرنے والا نہ ہوا تو آپ کی حمایت میں اتنی جنگ کروں کہ جو آپ کے لیے فائدہ مند ہو اور آپ سے دفاع کا باعث ہو تو آپ نے فرمایا تیرے لیے حلیت ہے پس میں آپ کے ساتھ مقیم ہو گیا، پس ضحاک بن عبداللہ آپ کے ساتھ تھا آپ کی شہادت کے دن تک اور اس نے شب عاشورہ اور روز عاشور کے بعض وقائع کی روایت کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے جب میں نے دیکھا کہ اصحاب حسینی سب کام آگئے ہیں اور لشکر دشمن یکسرہ آپ سے اور آپ کے اہل بیت سے رو برو ہو چکا ہے اور آپ کے ساتھ سوائے سوید بن عمرو بن ابوالمطاع خثعمی اور بشیر بن عمرو حضرمی کے باقی کوئی نہیں رہا تو میں نے آپ سے عرض کیا اے فرزند رسول خدا آپ کے علم میں ہے جو کچھ میرے اور آپ کے درمیان معاہدہ ہوا تھا میں نے آپ سے کہا تھا میں آپ کی طرف سے قتال و جنگ کروں گا جب تک جہاد کرنے والے ہوں گے

جب کوئی جنگجو باقی نہ رہا تو میرے لیے حلال ہو گا کہ میں واپس چلا جاؤں تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہاں ضحاک کہتا ہے آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے لیکن تم اب نجات کیسے پاؤ گے اور اگر اس پر قدرت رکھتے ہو تو تم حلیت میں ہو ضحاک کہتا ہے کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور میں نے جب دیکھا تھا کہ ہمارے ساتھیوں کے گھوڑوں کی کونچیں وہ کاٹ رہے ہیں تو میں نے اپنا گھوڑا اصحاب کے گھروں کے درمیانی خیمہ میں داخل کر لیا تھا اور دشمنوں کے ساتھ پیدل جنگ کرتا رہا تھا پس میں نے حسین ؑ کے سامنے دو افراد کو قتل کیا تھا اور ایک شخص کا ہاتھ کاٹا تھا تو مجھ سے امام حسین ؑ نے کئی مرتبہ فرمایا تھا کہ کسی کا ہاتھ شل نہ کرو خدا تیرا ہاتھ قطع نہ کرے خدا تمہیں تیری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی جانب سے جزائے خیر دے پس جب آپ نے مجھے اجازت دے دی تو میں نے خیمہ سے گھوڑا نکالا پھر میں اس کی پشت پر جم کر بیٹھ گیا اور اسے چابک مارا تو وہ اپنے سموں پر کھڑا ہو گیا تو میں نے اسے ان لوگوں کے سامنے ڈال دیا انہوں نے مجھے راستہ دے دیا اور انہیں سے پندرہ افراد میرے پیچھے لگ گئے یہاں تک کہ میں شفیہ تک جا پہنچا جو فرات کے کنارے ایک بستی ہے جب وہ میرے قریب پہنچ گئے تو میں نے مڑ کر دیکھا تو مجھے کثیر بن عبداللہ شعبی اور ایوب بن مشرح خیوانی اور قیس بن عبداللہ صائدی نے پہچان لیا تو انہوں نے کہا یہ تو ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہے یہ ہمارا چچازاد بھائی ہے ہم تمہیں خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اس سے رک جاؤ تو بنو تمیم میں سے تین افراد نے کہا جو ان کے ساتھ تھے ہاں خدا کی قسم دیتے ہیں ہم اپنے بھائیوں در اصل دعوت کی بات کو قبول کرتے ہیں کہ جسے وہ پسند کرتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھی کا پیچھا کرنے سے رک جائیں ضحاک کہتا ہے کہ تمیمیوں نے میرے ساتھیوں کی پیروی کی تو باقی لوگ بھی رک گئے تو وہ کہتا

ہے کہ خدا نے مجھے نجات دی۔

مؤلف کہتے ہیں کہ ابن عباس نے سچ کہا جب امام حسینؑ کی نصرت چھوڑنے پر ان سے سخت کلامی کی گئی تو کہا کہ حسینؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص کی نہ کمی ہو سکتی ہے اور نہ ایک شخص بڑھ سکتا تھا ہم انہیں معرکہ کربلا میں حاضر ہونے سے پہلے ہی ان کے ناموں کے ساتھ پہچانتے تھے۔

اور محمد بن حنفیہ نے کہا کہ حسینؑ کے اصحاب ہمارے پاس ان کے اور ان کے باپ دادا کے ناموں کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں میرے ماں باپ ان پر قربان جائیں پس کاش کہ میں بھی ان کے ساتھ ہوتا اور اس عظیم کامیابی پر فائز ہوتا شیخ ثقہ جلیل القدر محمد بن حسن صفار قمی جو قم میں سن دو سو نوے ہجری میں فوت ہوئے کتاب بصائر الدرجات میں اپنی اسناد کے ساتھ حذیفہ بن اسید غفاری صحابی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کی اور مدینہ کی طرف واپس لوٹے تو میں واپسی پر آپ کے ساتھ تھا اور آپ کے آگے آگے کی دو آنکھوں کے سامنے ایک اونٹ کا بار رہتا تھا کہ جس سے آپ الگ نہیں ہوتے تھے جہاں کہیں بھی آپ جاتے تو میں نے آپ سے ایک دن عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں اے ابو محمدؑ یہ بار کہ جو آپ سے الگ نہیں ہوتا جہاں کہیں آپ جاتے ہیں۔ فرمایا اے حذیفہ تجھے معلوم ہے کہ یہ کیا ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا یہ دیوان ہے میں نے عرض کیا دیوان کیا ہے فرمایا ہمارے شیعوں کا دیوان ہے کہ جس میں ان کے نام ہیں میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں مجھے میرا نام دکھائیے آپ نے فرمایا صبح کو آنا پس میں صبح کے وقت آپ کی خدمت میں گیا اور میرے ساتھ میرا بھتیجا بھی تھا وہ پڑھ سکتا تھا جب کہ میں پڑھنا نہیں جانتا تھا تو آپ نے فرمایا کیوں صبح صبح آئے ہو تو میں نے عرض کیا وہی حاجت

کہ جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا یہ نوجوان کون ہے جو تیرے ساتھ ہے
تو میں نے عرض کیا وہ میرا بھتیجا ہے اور وہ پڑھ سکتا ہے جب کہ میں پڑھنا نہیں جانتا
تو حذیفہ کہتا ہے آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ پس میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا وسطی دیوان
لے آؤ راوی کہتا ہے کہ وہ لایا گیا حذیفہ کہتا ہے کہ اس نوجوان نے نظر کی تو اچانک
نام چمک رہے پس وہ پڑھتا رہا اچانک اس نے کہا اے چچا یہ تو میرا نام ہے میں نے
کہا تیری ماں تیرے غم میں روئے دیکھو میرا نام کہاں ہے حذیفہ کہتا ہے وہ کچھ دیر
تلاش کرتا رہا پھر کہا یہ ہے تیرا نام پس ہم خوش ہوئے اور وہ نوجوان امام حسینؑ کے
ساتھ شہید ہوا۔ پہلی بات کی طرف لوٹتے ہیں) ارباب مقاتل کا کہنا ہے کہ امام
حسینؑ کے پاس یکے بعد دیگرے اشخاص آتے اور کہتے تھے السلام علیک یا ابن رسول اللہ
اے فرزند رسول آپ پر سلام ہو تو حسینؑ جواب سلام دیتے وعلیک السلام تجھ پر بھی
سلام ہو ہم تمہارے پیچھے آرہے ہیں اس کے بعد اس آیت کو پڑھتے فمنھم من قضی
نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلاً انہیں سے بعض اپنی مدت پوری کر گئے اور
بعض منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی یہاں تک کہ سب شہید ہو گئے رضوان
اللہ تعالیٰ علیہم اد یرت کئوس للمنا نا علیہم ۔ فاعفوا عن الدنیا کا غفاء ذی سکر
فاجسامھم فی الارض قتلی بحبہ وارواحھم فی الحجب نحو العلی تسری
فما عرسوا لا بقرب حبیبھم۔ وما عرجوا من مس بؤس ولا ضر۔
یعنی موت کے پیالے ان کے اوپر گردش دیئے گئے اور دنیا سے انہوں نے آنکھ
بند کر لی جس طرح مست آنکھ بند کرتا ہے ان کے جسم روئے زمین پر اس کی دوستی
میں قتل سے ہم کنار ہوئے اور ان کے ارواح حجابوں میں عالم بالا کی طرف گئے
پس انہوں نے منزل نہیں کی مگر اپنے دوست کے پاس لیکن سختی و رنج کی وجہ سے

وہ اوپر نہیں گئے "

سید کہتے ہیں کہ اصحاب حسینی آپ کے سامنے قتل ہونے میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے تھے اور وہ اس طرح تھے کہ جیسے ان کے بارے میں کہا گیا ہے قوم اذا نودوا الدفع علمة۔ والخیل بین مدعس ومکروس۔ لبسوا القلوب علی الدروع کانہم یتہافتون الی ذہاب الا نفس۔ وہ ایسا گروہ ہیں کہ جنہیں اگر بلا و سختی کو دفع کرنے کے لیے بلایا جائے اور بعض سپاہی نیزہ لگانے میں سرگرم ہوں اور بعض بہادروں کو اکٹھا کرتے ہیں انہوں نے دلوں کو زرہوں کے اوپر پہن رکھا ہے۔ گویا جانوں کے جانے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہیں۔

شیخ ابن نما نے ان کی قوت و طاقت جنگ کرنے اور نواسہ رسول سے دشمن کو روکنے اور دفاع کرنے کے بارے میں کہا ہے اذا اعتقلوا السمر الرماح و تمموا اسود الشری فرت من الخوف والذعر کماة رحی الحرب العوان وان سطوا۔ فاقرانہم یوم الکریہة فی الخسرء اذا ثبتوا فی مأزق الحرب ارجلاء فموعدھم منه الی ملتقی الحشر۔ قلوبہم فوق الدروع وھمھم ذھاب النفوس السائلات الی الشیر۔

جب گندم گوں نیزوں کو اٹھالیں اور مصمم ارادہ کر لیں تو بیشوں کے شیر خوف و ڈر سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں سخت جنگ کی چکی کے تام السلاح جنگجو ہیں جب حملہ کریں تو ان کے مدمقابل خسارے میں ہوتے ہیں جب میدان جنگ میں وہ اپنے قدم گاڑ دیں تو پھر ان کی وعدہ گاہ قیامت و حشر کا دن ہے۔

ان کے دل زرہوں کے اوپر ہیں اور ان کا ہم و غم زرہیں پر بہتی ہوئی جانوں کو لے جانا ہوتا ہے ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح میں کہا ہے کہ ایک

ایسے شخص سے کہ جو یوم طف (کربلا کی جنگ میں) عمر سعد کے لشکر میں موجود تھا کہا گیا تم برباد ہو کیا تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی ذریت و اولاد کو قتل کیا ہے تو اس نے کہا تیرے دانتوں کے درمیان پتھر ہو (تو پتھر چبائے) اگر تو وہ کچھ دیکھتا جو ہم نے دیکھا ہے تو تو بھی وہی کچھ کرتا جو ہم نے کیا ہے ہم پر ایسے گروہ نے حملہ کیا تو جو شیر درندہ تھے جن کے ہاتھ تلواروں کے قبضوں پر تھے جو شاہسواروں کو دائیں بائیں روندتے تھے اور اپنے آپ کو موت پر جا گراتے تھے نہ امان قبول کرتے تھے نہ مال و دولت کی طرف رغبت کرتے تھے اور ان کے درمیان اور موت کے حوضوں پر وارد ہوتے یا ملک پر قبضہ کرنے کے درمیان کوئی چیز انہیں مانع اور حائل نہیں تھی اگر ہم ان سے تھوڑی دیر کے لیے ہاتھ روک لیتے تو وہ سارے کے سارے لشکر کو تباہ کر دیتے تمہاری ماں نہ ہو ان حالات میں ہم کیا کرتے۔

شیخ ابو عمرو کشی کہتے ہیں اور حبیب ان ستر مردوں میں سے ایک تھے کہ جنہوں نے حسین علیہ السلام کی نصرت و مدد کی تھی اور لوہے کے پہاڑوں سے جو ٹکرائے تھے اور جنہوں نے نیزوں کا اپنے سینوں سے اور تلواروں کا اپنے چہروں سے استقبال کیا تھا اور ان کے سامنے امان اور مال پیش کیے جاتے تو وہ انکار کرتے اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی بارگاہ میں ہم کیا عذر پیش کریں گے اگر حسین علیہ السلام شہید ہو گئے اور ہم میں سے کوئی آنکھ پھڑکتی رہی لہذا آپ کے گرد شہید ہو گئے۔

یہاں مؤلف نے عربی زبان کے کچھ اشعار اصحاب حسینی کی مدح کے نقل کیے ہیں جنہیں ہم حذف کر رہے ہیں۔

فصل ۲۱ خانوادہ رسولؐ کا جہاد

حسینؑ کے اہل بیت کا جہاد اور ان کی شہادتیں (رضوان اللہ علیہم اجمعین) انمیں سے ایک ابو الحسن علی بن الحسین اکبر علیہ السلام تھے۔

جب حسینؑ کے اصحاب شہید ہوگئے اور آپ کے ساتھ باقی نہ رہے مگر آپ کے مخصوص اہل بیت اور خاندان کے افراد جو کہ حضرت علیؑ کی اولاد، جعفرؑ کی اولاد، عقیلؑ کی اولاد، امام حسن کی اولاد اور خود آپ کی اولاد تھے تو وہ اکٹھے ہوئے اور ایک دوسرے سے الوداع کرنے لگے اور جنگ کرنے کا ارادہ کیا پس کس قدر وہ مستحق ہیں اس کی توصیف کے کہ جس نے کہا قوم اذا اقتحموا العجاج رایتھم۔ شمسا وخلت وجوھھم اقمارا۔ لا یعدلون برفدھم عن سائل عدل الزمان علیھم او جارا۔ واذا الصریخ دعاھم لملمۃ۔ بذلوا النفوس وفارقوا الاعمارا۔

وہ ایسی قوم ہیں کہ جب وہ غبار جنگ میں داخل ہوں تو تم انہیں آفتاب سمجھوگے اور ان کے چہروں کو چاند، وہ اپنی بخشش کسی سائل سے نہیں موڑتے زمانہ ان سے عدل کرے یا ظلم اور جب کوئی فریادی کسی مصیبت کے وقت انہیں پکارے تو وہ اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہیں اور زندگی سے جدائی اختیار کر لیتے ہیں۔

اور اس کے قول کے مطابق کہ جو کہتا ہے۔ بیض الوجوہ کریمۃ احسابھم۔ ثم الانوف من الطراز الاول یغشون حتی ما تھر کلابھم۔ لا یسألون عن السواد المقبل۔

سفید چہروں والے ہیں ان کا حسب ونسب کریم وشریف ہے اونچی ناک والے پہلے درجہ کے لوگ ہیں مہمان اچانک ان پر وارد ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان کے کتے نہیں بھونکتے اور وہ آنے والی سیاہی (میولے) کے بارے میں سوال تک نہیں کرتے۔

اور کعب بن مالک کے بقول قوم علی بنیانہم من ھاشم۔ فرع اشم وسودد دما ینقل قوم بھم نظر الالہ لخلقہ وبجدھم نصر النبی المرسل بیض الوجود تری بطون اکفھم تندی اذا اعتذر الزمان الممحل۔

وہ ایسی قوم ہیں کہ بنی ہاشم میں سے ان کی بنیاد پر بلند دیوار کھڑی ہوئی ہے اور ایسی سرداری ہے جو منتقل ہونے والی نہیں ہے وہ ایسی قوم ہیں کہ جن کی وجہ سے خدا اپنی مخلوق پر نظر لطف کرتا ہے اور جن کے دادا کے ذریعے نبی مرسل کی نصرت کی گئی سفید چہروں والے ہیں کہ تو دیکھے گا کہ ان کی ہتھیلیوں کے اندر سے سخاوت پھوٹتی ہے جب تمال مٹول کرنے والا زمانہ عذر خواہی کرے۔

ہیں عوام بن حوشب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے قریش کے کچھ جوانوں کو دیکھا کہ جن کے چہرے صیقل شدہ تلواروں کی مانند تھے پھر آپ کے چہرہ پر حزن وملال دیکھا گیا یہاں تک کہ لوگوں نے اسے پورے طور پر پہچانا تو عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا بات ہے تو آپ نے فرمایا ہم ایسا خاندان اور اہل بیت ہیں کہ خدا نے ہمارے لیے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے اور مجھے یاد آئے ہیں وہ مصائب کی جو میرے اہل بیت میرے بعد میری امت سے جھیلیں گے جو کہ قتل دشید ہونا وطن سے بے وطن ہونا اور در بدر کی ٹھوکریں کھانا ہے،، (یہاں مؤلف سید حیدر حلیؒ کے اشعار ذکر کیے ہیں جنہیں ہم حذف کر

رہے ہیں)

پس علی بن الحسین اکبر علیہ السّلام آگے بڑھے اور ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابومرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھی۔

مؤلف کہتے ہیں کہ عروہ بن مسعود دنیائے اسلام کے چار سرداروں میں سے ایک تھا اور ان دو عظیم و بزرگ افراد میں سے ایک تھا کہ جن کا ذکر خدا تعالیٰ کے ارشاد میں کفار قریش کی بات کی حکایت میں آیا ہے - وقالوا لولا نزل هذا القراٰن علی رجل من القریتین عظیم ----

انہوں نے کہا یہ قرآن دو بستیوں کے کسی عظیم و بڑے شخص پر کیوں نہیں نازل ہوا۔ اور یہ وہی شخص ہے کہ جسے قریش نے نبی اکرمؐ کے پاس صلح حدیبیہ کے دن بھیجا تھا اور اس نے آپ کے ساتھ عقد صلح باندھا تھا جب کہ وہ کافر تھا پھر وہ سال نو ہجری میں مسلمان ہوا جب حضرت محمد مصطفیٰؐ طائف سے واپس لوٹے اور اس نے نبی اکرمؐ سے اجازت چاہی اپنے گھر والوں کی طرف واپس جانے کی پس وہ واپس گیا اور اپنی قوم کو اسلام کی طرف دعوت دی پس انہیں سے ایک ایک شخص نے اسے تیر مارا جب کہ وہ نماز کی اذان کہہ رہا تھا اور اسی سے اس کی موت واقع ہوئی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا جب آپ کو اس کی خبر ملی کہ عروہ کی مثال صاحب یٰس ایسی ہے کہ جس نے اپنی قوم کو خدا کی طرف دعوت دی ہے اور انہوں نے اسے قتل کر دیا ہے، اسی طرح ہے کتاب شرح الشمائل المحمدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے اس قول کی تشریح کے ذیل میں ورایت عیسی بن مریم فاذا اقرب من رایت بہ شبھا عروۃ بن مسعود - اور میں حضرت عیسیٰ بن مریم کو دیکھا سب سے زیادہ

قریبی مشابہت ان سے عروہ بن مسعود رکھتا ہے۔

اور جزری نے اسدالغابتہ میں ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا چار افراد دنیائے اسلام میں سردار ہیں۔ بشر بن ہلال عیدی بن حاتم، سراقہ بن مالک مدلجی اور عروہ بن مسعود ثقفی

اور علی بن الحسین زیادہ روشن چہرہ اور زیادہ اچھے خلق کے مالک تھے پس آپ نے اپنے باپ سے جنگ کی اجازت چاہی تو آپ نے انہیں اذن جہاد دیا پھر ان کی طرف اس سے مایوس ایسی نگاہ کی اور پھر آنکھیں نیچی کریں اور رو پڑے۔

اور ایک روایت ہے کہ آپ نے اپنی ریش مبارک آسمان کی طرف بلند کرکے کہا اللّٰھم اشھد علی ھولاء القوم فقد برز الیھم غلام اشبہ الناس خلقا و خلقا و منطقا برسولك کنا اذا اشتقنا الی نبیك نظرنا الی وجھه اللّٰھم امنعھم برکات الارض و فرقھم تفریقا و مزقھم تمزیقا واجعلھم طرائق قددا و لا ترض الولاة عنھم ابدًا فانھم دعونا لینصرونا ثم عدوا علینا یقاتلوننا خدایا اس قوم پر گواہ رہنا کہ ان کی طرف ایسا نوجوان جارہا ہے کہ جو خلقت اخلاق اور گفتار میں تیرے رسول کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے ہم جب تیرے نبیؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تو اس کے چہرہ کی طرف دیکھتے تھے خدایا ان سے زمین کی برکات کو روک لے اور انہیں متفرق کر دے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور مختلف گروہوں میں بانٹ دے ان سے کبھی بھی والیوں اور حاکموں کو راضی نہ رکھنا کیونکہ انہوں نے ہمیں دعوت دی کہ یہ ہماری نصرت و مدد کریں گے پھر یہ ہمارے دشمن و مخالف ہو گئے اور

اب ہم سے جنگ کر رہے ہیں۔

پھر آپ نے بلند آواز سے عمر سعد کو پکار کر فرمایا کیا ہو گیا ہے تجھے خدا تیرے رحم کو قطع کرے اور خدا تیرے معاملات میں تیرے لیے برکت قرار نہ دے اور تجھ پر اسے مسلط کرے جو تجھے میرے بعد تیرے بستر پر ذبح کرے جیسا کہ تو نے مجھ سے قطع رحمی کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے میری قرابت کی حفاظت نہیں کی پھر آپ نے بلند آواز میں ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحًا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض و اللہ سمیع علیم۔ بے شک اللہ نے آدم و نوح اور آل ابراہیم و آل عمران کو عالمین پر مصطفی کیا اور چنا جن میں سے بعض دوسرے بعض کی ذریت و اولاد ہیں اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے،، کی تلاوت کی پھر علیؑ بن الحسینؑ علیہما السلام نے اس قوم پر حملہ کیا

(صدوق کی امالی اور روضۃ الواعظین میں ہے اور اس کے بعد (یعنی عبداللہ بن مسلم بن عقیل کے بعد) علی بن الحسین علیہ السلام میدان میں نکلے جب وہ باہر آئے تو حسین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور عرض کیا خدایا تو ان پر گواہ رہنا بیشک انکی طرف تیرے رسول کا بیٹا اور وہ آجر چہرہ اور سمت میں سب لوگوں سے زیادہ آنحضرت سے مشابہت رکھتا ہے سید بحرانی نے ابو جعفر طبری سے روایت کی ہے اس نے عبداللہ بن محمد سے وہ کہتا ہے کہ میں حسینؑ بن علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے آپ کے بیٹے علی اکبر نے بے موسم انگوروں کی خواہش کی تو آپ نے مسجد کے ایک ستون پر ہاتھ مارا اور اس میں سے انگور اور کیلے نکال کر فرمایا اللہ کے پاس جو کچھ اس کے اولیاء کیلیے ہے وہ بہت زیادہ ہے) اور علی اکبر یہ رجز پڑھتے لگے انا علی بن حسین بن علی۔ نحن و بیت اللہ اولی بالنبی۔ من شبث و شمر ذالدنی

الدنی اضنہ بکم بالسیف حتی ینثنی، ضرب غلام ھاشم علوی، ولا ازال الیوم احمی عن ابی تاللہ لا یحکم فینا ابن المدعی ۔ میں علی بن الحسین بن علی ہو بیت اللہ کی قسم ہم نبی اکرمؐ سے نسبت اولویت وزیادہ تقرب کی رکھتے ہیں شبث اور شمر جیسے پست لوگوں سے میں تمہیں اس قدر تلوار کی ضربیں لگاؤں گا کہ یہ ٹیڑھی ہوجائے جو ہاشمی علوی نوجوان کی ضرب ہے میں ہمیشہ اپنے باپ کی حمایت کرتا رہوں گا خدا کی قسم ہم میں زبردستی ملحق کیے ہوئے (حرامزادے) کا بیٹا حکم نہیں چلا سکتا۔

آپ نے کئی مرتبہ لوگوں پر شدید حملہ کیا اور انہیں سے بہت سے افراد کو قتل کیا یہاں تک کہ مقتولین کی کثرت سے لوگ چیخ اٹھے اور ایک روایت میں ہے کہ پیاس کے باوجود آپ نے ایک سو بیس افراد کو قتل کیا مناقب میں ہے کہ آپ نے ستر مبارز کو قتل کیا اور پھر آپ اپنے والد کی طرف پلٹ آئے جب کہ آپ کو بہت سے زخم لگ چکے تھے اور عرض کیا (یا ابۃ العطش قد قتلنی وثقل الحدید اجھدنی فھل الی شربۃ من ماء سبیل اتقوی بھا علی الاعداء)۔ بابا پیاس نے مجھے قتل کر دیا ہے اور لوہے کے بوجھ نے مجھے تھکا دیا ہے پس کیا پانی کے ایک گھونٹ کی طرف کوئی راستہ ہے کہ جس سے میں دشمنوں کے خلاف قوت و طاقت حاصل کروں۔

تو حسینؑ رو پڑے اور فرمایا واغوثاہ اے بیٹا تھوڑی دیر جنگ کر و پس بہت جلدی تمہارے نانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ تجھ سے ملاقات کریں گے اور تجھے لبریز کاسہ ایسے پانی کا پلائیں گے کہ جس کے بعد تم کبھی بھی پیاسے نہیں ہو گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے بیٹا اپنی زبان لاؤ پس اکبر کی زبان لے کر اسے چوسا اور انہیں اپنی انگوٹھی دی اور فرمایا کہ اسے اپنے منہ میں رکھو اور اپنے دشمن سے

جنگ کرنے کے لیے پلٹ جاؤ کیونکہ میں امید رکھتا ہوں کہ تم شام نہیں کرو گے کہ تمہارے نانا تمہیں ایسے لبریز کاسے سے سیراب کریں گے کہ جس کے بعد تم کبھی بھی پیاسے نہیں ہو گے پس شہزادہ میدان قتال کی طرف پلٹ گیا اور وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔ الحرب قد بانت لہا الحقائق۔ وظہرت من بعدہا مصادق۔ واللہ رب العرش لا نفارق۔ جموعکم او تغمد البوارق۔ جنگ کے لیے حقائق واضح ہو گئے ہیں اور اس کے بعد اس کے مصداق ظاہر ہو گئے ہیں عرش کے پروردیگار خدا کی قسم ہم تمہاری جماعتوں سے اس وقت تک الگ نہیں ہوں گے جب تک تلواریں نیاموں میں نہ چلی جائیں پس مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ دوسو افراد مکمل کر لیے اور اہل کوفہ آپ کو قتل کرنے سے بچتے تھے پس مرہ بن منقذ بن نعمان عبدی لیثی نے آپ کو دیکھا تو اس لعین نے کہا مجھ پر تمام عربوں کے گناہوں کا بوجھ ہو کہ اگر وہ میرے قریب سے گزرا وہ کچھ کرتے ہوئے جو اس وقت کر رہا ہے تو میں ضرور اس کی ماں کو اس کے ماتم میں رلاؤں گا پس آپ لوگوں پر اپنی تلوار سے حملہ کرتے ہوئے گزرے تو مرہ بن منقذ آپ سے متعرض ہوا اور اس نے آپ کو نیزہ مار کر گرا دیا اور باقی لوگوں نے آپ کو گھیر لیا اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

فان اکلت ھندیہ البیض شلوہ فلحم کریم القوم طعم المھند اگر ہندی تلواریں ان کا گوشت کھا گئی ہیں تو شریف قوم کا گوشت ہندی تلواروں کا ہی لقمہ ہوتا ہے۔

اور کتاب مناقب میں ہے کہ آپ کو مرہ بن منقذ عبدی نے چھپ کر پشت سے نیزہ مارا اور پھر دوسروں نے تلوار کے وار کیے۔

اور ابو الفرج نے کہا ہے کہ آپ بڑھ بڑھ کر حملے کرتے تھے یہاں تک کہ آپ

کو ایک تیر مارا گیا جو آپ کے حلق میں لگا اور سوراخ کر دیا اور آپ اپنے خون میں لوٹنے لگے پھر پکار کر کہا یا ابتاہ علیک السلام ھٰذا جدی رسول اللہ یقرئک السلام ویقول عجل القدوم الینا (علیناخول) بابا آپ پر سلام ہو یہ میرے نانا رسول اللہ ہیں جو آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرماتے ہیں ہماری طرف جلدی آؤ پھر ایک نعرہ مارا اور دنیا سے کوچ کر گئے۔

اور بعض مقاتل میں ہے کہ پھر منقذ بن مرہ عبدی لعنہ اللہ نے آپ کے فرق مبارک پر ضرب لگائی کہ جس سے آپ پچھاڑیں کھانے لگے اور لوگوں نے آپ پر ضربیں لگانی شروع کیں پھر آپ نے گھوڑے کی گردن میں بانہیں ڈال دیں اور وہ گھوڑا آپ کو اٹھا کر دشمنوں کے لشکر کی طرف لے گیا اور انہوں نے آپ کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور جب آپ کی روح گلے تک پہنچ گئی تو بلند آواز سے کہا اے بابا یہ میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں جنہوں نے اپنے پر شدہ کاسے سے مجھے سیراب کیا ہے کہ جس کے بعد میں کبھی بھی پیاسا نہیں ہوں گا اور وہ فرماتے ہیں جلدی جلدی آؤ کہ آپ کے لیے بھی ایک پیالہ ذخیرہ کیا ہوا ہے تاکہ ابھی ابھی آپ آکر پلیئیں۔

سید کہتے ہیں کہ پس حسینؑ آئے یہاں تک کہ ان کے پاس رک گئے اور اپنا رخسار ان کے رخسار پر رکھ دیا اور حمید بن مسلم کہتا ہے کہ اس دن میرے کانوں نے حسینؑ کو یہ کہتے سنا قتل اللہ قوما قتلوك یا بنی ما اجراھم علی الرحمٰن وعلی انتہاك حرمۃ الرسول) خدا اس قوم کو قتل کرے جس نے تجھے قتل کیا اے بیٹا وہ کس قدر خدائے رحمٰن کے خلاف اور رسول کی حد تک حرمت پر جری ہو گئے ہیں پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو کا چشمہ پھوٹ پڑا اس کے بعد فرمایا

علی الدنیا بعدک العفا ۔ تیرے بعد دنیا پر خاک ہے۔

اور روضۃ الصفا میں ہے کہ امام حسین نے بلند آواز میں گریہ کیا اور اب تک کسی نے آپ کو بلند آواز میں روتے نہیں سنا تھا اور طریحی نے کہا ہے کہ ایک روایت میں ہے جب علی بن الحسین علیہ السلام طف کربلا میں شہید ہو گئے تو حسین ان کی طرف بڑھے جب کہ آپ نے جبہ وقباء اور گلابی رنگ کا عمامہ پہن رکھا تھا اور دونوں طرف سے عمامہ کے پلے چھوڑ رکھے تھے پس شہزادے کو مخاطب کر کے فرمایا تم تو بیٹا دنیا کے مصائب اور ہم وغم سے چھوٹ گئے اور بہت جلد میں بھی تم سے آملوں گا۔

اور جناب علی اکبر کی جو زیارت صادق علیہ السلام سے مروی ہے اس میں ہے بابی انت وامی من مذبوح ومقتول من غیر جرم وبابی انت وامی دمک المرتقی بہ الی حبیب اللہ وبابی انت وامی من مقدم بین یدی ابیک یحتسبک ویبکی علیک محترقا علیک قلبہ یرفع دمک بکفہ الی المنان السماء لا ترجع منہ قطرۃ وتسکن علیک من ابیک زفرۃ میرے ماں باپ قربان ہو اس پر جو اپنے باپ کے سامنے میدان کی طرف گیا کہ جس کا اجر وہ خدا پر چھوڑے ہوئے تھے اور آپ پر وہ جلے ہوئے دل سے گریہ کر رہے تھے اور آپ کا خون اپنی ہتھیلی میں لے کر آسمان کی طرف پھینک رہے تھے کہ جس کا ایک خطرہ بھی پلٹ کر واپس نہیں آیا اور آپ کے باپ کو آپ کی مصیبت پر سکون نہیں آتا تھا۔

شیخ مفیدؒ نے فرمایا اور جناب زینب حسینؑ کی ہمشیرہ جلدی سے اے بھیا اے بھیا کے لال پکارتی ہوئیں نکلیں اور آکر اپنے آپ کو اکبر کی لاش پر گرا دیا پس حسینؑ نے ان کے سر کو (ان کے ہاتھ کو خ ل) تھام کر انہیں خیمہ کی طرف پلٹایا

اور اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کو اٹھا لے جاؤ پس وہ معرکہ جنگ سے اٹھا کر اس خیمے کے سامنے رکھ دیا کہ جس کے آگے وہ جنگ کر رہے تھے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ سید الشہداء کے اہل بیت میں سے پہلے شہید کے بارے میں علماء کے کلمات مختلف ہیں کہ کیا وہ علی اکبر تھے یا عبداللہ بن مسلم بن عقیل ان دونوں اقوال میں سے ہر ایک کی طرف ایک گروہ گیا ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے ہمارے نزدیک یہی زیادہ صحیح ہے جیسا کہ طبری، جزری، دینوری شیخ مفید، سید ابن طاؤس اور ان کے علاوہ دوسرے علماء نے اختیار کیا ہے اور اسی کی تائید کرتی ہے وہ زیارت کو جو شہداء کے ناموں پر مشتمل ہے۔

السلام علیک یا اول قتیل من نسل خیر سلیل۔ آپ پر سلام جو اے پہلے شہید جو بہترین نسل میں سے ہیں۔

پس شیخ اجل نجم الدین جعفر بن نما کا یہ قول کہ رجب آپ کے ساتھ باقی نہ رہے مگر اقل قلیل آپ کے اہل بیت میں سے تو علی بن الحسینؑ نکلے، ضعیف ہے اگرچہ احتمال ہے کہ ان کی مراد بھی وہی ہو جو گذشتہ مذکورہ علماء کی ہے لیکن ان کے کلام کا سیاق اس کا انکار کرتا ہے رحمہ اللہ

اور آپ کے سن شریف کے بارے میں بھی علماء نے بہت کچھ اختلاف کیا ہے محمد بن شہر آشوب اور محمد بن ابوطالب ابوموسوی نے کہا ہے کہ وہ اٹھارہ سال کے تھے۔

اور شیخ مفید نے کہا ہے کہ اس دن آپ انیس (یا دس و چند حول) سال کے تھے تو اس قول کی بنا پر آپ اپنے بھائی امام زین العابدین علیہ السلام سے چھوٹے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ پچیس سال کے تھے۔

اور بعض نے اس کے علاوہ بھی کہا ہے تو اس بناء پر وہ بڑے تھے اور یہی زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور ہے فحل الفقہاء شیخ اجل محمد بن ادریس حلی نے سرائر کی کتاب الحج کے خاتمہ میں کہا ہے جب ابو عبداللہ حسین علیہ السلام کی زیارت پڑھنا مقصود ہو تو ان کے بیٹے علی اکبر کی زیارت پڑھی جائے اور ان کی والدہ لیلی بنت مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں اور وہ آل ابو طالب میں سے یوم الطف کے واقعہ میں پہلے شہید ہیں اور یہ علی بن الحسین عثمان کی امارت وحکومت کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنے جد امجد امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے ۔

اور ہمارے شیخ مفید اس طرف گئے ہیں کتاب ارشاد میں کہ طف میں شہید ہونے والے علی اصغر ہیں اور وہ ثقفیہ کی بیٹی کے فرزند ہیں اور علی اکبر کہ جو امام زین العابدین ہیں ان کی والدہ ام ولد تھیں اور وہ شاہ زنان یزدجرد کسری کی بیٹی ۔

اور محمد بن ادریس نے کہا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اس فن کے لوگوں کی طرف رجوع کیا جائے اور وہ نسابوں اور اصحاب سیر اخبار و تواریخ ہیں مثل زبیر بن بکار کے پھر ان کی ایک جماعت کے نام ذکر کیے ہیں اور کہا ہے اور ان سب نے اس قول پر اتفاق کیا ہے اور وہ اس قسم کے امور میں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں انتہی کلامہ رفع مقامہ اور آپ کے لیے اس میدان کے یہ شاہسوار کافی ہیں جو ایسے نقاد ہیں جو واضح بیان کے ساتھ اس پوشیدہ امر کی خبر دے رہے ہیں اور اسی کی تائید کرتے ہیں وہ اشعار کہ جو آنجناب کی مدح میں وارد ہوئے ہیں اور وہ روایت کہ جسے ابو الفرج نے مغیرہ سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ معاویہ نے کہا کہیں اس امر خلافت کا سب لوگوں سے زیادہ مستحق علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ہے کہ جس کا نانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں اور اس میں بنی ہاشم کی شجاعت، بنی امیہ کی اور اس کی سخاوت اور ثقیف کا ناز و زیبائی و خوبصورتی،،

پھر یہ بھی معلوم رہے کہ بعض روایات و زیارات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا بیٹا اور بیوی بھی تھی روایت تو ثقۃ الاسلام کلینی عطر اللہ مرقدہ کے واسطے سے علی بن ابراہیم قمی سے ان کے والد سے احمد بن محمد بن ابو نصر بزنطی سے رضوان اللہ علیہم اجمعین ابوالحسن رضا علیہ السلام سے راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ سے سوال کیا اس شخص کے بارے میں کہ جو ایک عورت سے شادی کرتا ہے اور اس عورت کے باپ کی ام ولد (کنیز) سے شادی کرے تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں تو میں نے آپ سے عرض کیا ہمیں آپ کے والد گرامی سے خبر پہنچی ہے کہ علی بن الحسین علیہما السلام نے امام حسن بن علی کی صاحب زادی سے شادی کی اور امام حسن کی ام ولد سے بھی کی اور یہ اس بنا پر میں عرض کر رہا ہوں چونکہ ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں آپ سے اس بارے میں سوال کروں تو آپ نے فرمایا اس طرح نہیں ہوا حضرت علی بن الحسین نے امام حسنؑ کی بیٹی اور علی بن الحسین کہ جو تم لوگوں کے ہاں شہید کئے گئے تھے ان کی ام ولد سے نکاح کیا تھا الخ اور حمیری نے بھی سند صحیح کے ساتھ اسی طرح روایت کی ہے اور باقی رہی زیارت تو ایک طویل زیارت جو ثمالی کی وساطت سے صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ نے علی بن الحسین مقتول طف کی زیارت میں فرمایا صلی اللہ علیک وعلی عترتك واهل بيتك و ابائك وابنائك الخ۔ باقی رہا یہ کہ ان کی والدہ کربلا میں موجود تھی یا نہیں اس سلسلہ میں میں کامیاب نہیں ہو سکا واللہ العالم اور انہیں شہداء میں سے ہیں عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ

محمد بن ابو طالب نے کہا ہے پہلا شخص جو امام حسین کے اہل بیت اور خاندان میں سے میدان مبارزہ میں آیا وہ عبداللہ بن مسلم بن عقیل تھا جو رجز پڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا الیوم القیٰ مسلما وھو ابی۔ وفتیۃ بادوا علی دین النبی۔ لیسوا بقوم عرفوا بالکذب۔ لکن خیار وکرام النسب۔ من ھاشم السادات اھل النسب آج میں اپنے باپ جناب مسلم اور ان جوانوں سے ملاقات کروں گا جو دین نبی پر مر مٹے وہ ایسی قوم ہے جو جھوٹ بولنا نہیں جانتے تھے بلکہ وہ اچھے کریم النسب اور سادات بنی ہاشم میں سے اہل نسب تھے، پس انہوں نے جنگ کی یہاں تک کہ اٹھانوے افراد کو تین حملوں میں قتل کیا پھر انہیں عمرو بن صبیح صیداوی اور اسد بن مالک لعنہما اللہ نے شہید کیا۔

ابوالفرج کہتا ہے ان کی والدہ رقیہ بنت علی بن ابی طالب علیہ السلام تھیں۔

شیخ مفید اور طبری نے کہا ہے پھر عمر سعد کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے کہ جسے عمرو بن صبیح کہا جاتا تھا عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو تیر مارا پس عبداللہ نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ دیا اسے بچانے کے لیے پس تیر ان کی ہتھیلی پر لگا اور وہ ان کی پیشانی میں بھی نافذ ہو گیا پس اسے میخ کی طرح کر دیا اس میں کہ وہ ہلا نہیں سکتے تھے پھر ایک دوسرا لعین نیزہ لے کر ان کے پاس پہنچا اور وہ نیزہ ان کے دل پر مارا اور آپ کو قتل کر دیا قدس اللہ روحہ

ابن اثیر نے کامل میں کہا ہے اور مختار نے زید بن رقاد جنابی کے پاس اپنے آدمی بھیجے جو کہا کرتا تھا کہ میں نے (خاندان رسالت) کے ایک جوان کو تیر مارا تھا جب کہ اس کی ہتھیلی اس کی پیشانی کے اوپر تھی اور وہ جوان عبداللہ بن مسلم ابن عقیل تھے اور جب میں نے تیر مارا تو اس جوان نے کہا تھا خدایا انہوں نے ہمیں قلیل و ذلیل

سمجھ لیا ہے پس تو انہیں اسی طرح قتل کر جس طرح انہوں نے ہمیں قتل کیا ہے پھر اس لعین نے اس جوان کو ایک دوسرا تیر مارا اور وہ کہا کرتا تھا جب میں ان کے پاس آیا تو وہ مر چکا تھا پس میں نے وہ تیر جس نے اسے قتل کیا تھا اس کے شکم سے نکالا اور دوسرے تیر کو اس کی پیشانی میں میں ہلاتا رہا یہاں تک کہ تیر تو میں نے لے لیا لیکن اس کا پھل رہ گیا جب اس لعین کے پاس مختار کے ساتھی آئے تو تلوار لے کر ان کی طرف نکلا تو ابن کامل نے ان سے کہا اس کو نیزہ اور تلوار نہ مارو بلکہ تیر اور پتھر مارو پس انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ لعین گر پڑا پس انہوں نے اسے زندہ جلا یا خدا اسی پر لعنت کرے اور اسے رسوا و ذلیل کرے۔

اور انہیں میں عون بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔

طبری نے کہا ہے پس لوگوں نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا پس عبداللہ بن قطبہ طائی پھر نبھانی نے عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا۔

اور مناقب میں ہے کہ وہ کہتے ہوئے میدان کی طرف بڑھے ان تنکرونی فانا ابن جعفر، شهيد صدق في الجنان ازهر يطير فيها بجناح اخضر كفى بهذا شرفا فى المحشر ۔ اگر مجھے نہیں پہچانتے تو میں جعفر تیار کا بیٹا ہوں جو سچے شہید تھے جنت میں زیادہ چمک دمک میں ہیں اور سبز رنگ کے پروں سے اس میں اڑتے ہیں میدان محشر کے شرف کے لیے اتنا کافی ہے، پس انہوں نے تین شاہسوار اور اٹھارہ پیادوں کو قتل کیا اور انہیں عبداللہ بن قطبہ طائی نے شہید کیا انتھی۔

ابوالفرج کا کہنا ہے کہ ان جناب عون کی والدہ جناب زینب عقیلہ بنت علی بن ابی طالب علیہ السلام تھیں کہ جن کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

تھیں اور سلیمان بن قبہ کی مراد اس کے قول سے یہی ہیں۔ واندبی ان بکیت عونا اخاء لیس فیما ینوبھم بخذول فلعمری لقد اصیبت ذوالقربی۔ فبکی علی المصاب الطویل۔ اگر رونا چاہتی ہے تو اس کے بھائی عون پہ ندبہ کر کہ جو مصائب میں انہیں چھوڑ جانے والا نہ تھا اور طویل مصائب پر گریہ کر

اور عقیلہ وہی ہیں کہ جن سے ابن عباس نے فدک کے بارے میں جناب فاطمہ کا اوران کی کلام وگفتگو نقل کی ہے پس کہا ہے حدثتنی زینب بنت علی علیہما السلام۔ مجھ سے ہماری عقیلہ زینب بنت علی علیہا السلام نے حدیث بیان کی ہے۔

مؤلف کہتے ہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ عبداللہ بن جعفر کے دو بیٹے اس نام سے موسوم تھے عون اکبر اور عون اصغر کہ جن میں سے ایک کی والدہ زینب عقیلہ سلام اللہ علیہا ہیں اور انہیں سے جو دوسرے ہیں ان کی ماں جماعہ (جمانہ خ ل) بنت مسیب بن نجیبہ فزاری تھی اور مؤرخین کے کلمات مختلف ہیں اس کے بارے میں جو حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے ہیں۔

اور ظاہر یہ ہے کہ طف میں مقتول وشہید ہونے والے عون اکبر ابن زینب سلام اللہ علیہا ہیں اور اصغر حرۃ واقم کے دن شہید ہوئے کہ جنہیں مسرف بن عقبہ ملعون کے ساتھیوں نے شہید کیا ابوالفرج نے ایسا کہا ہے

شہادت محمد بن عبداللہ بن جعفر

اور عامر بن نہشل تیمی نے محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب علیہم السلام پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا اور ان کی والدہ خوصاء بنت حنصہ بنی بکر بن وائل میں سے تھی اور سلیمان بن قبہ نے انہیں کا مقصد کیا ہے اپنے اس قول سے وسمی النبی غرود

فیھم، قد علوہ بصارم معقول -فاذاما بکیت عینی فجودی، بد مسوع تسیل کل مسیل ۔ اور نبی اکرم کا ہم نام ان میں گھر گیا تو انہوں نے صیقل شدہ قاطع تلوار اس پر بلند کی جب تو روکے اے میری آنکھ تو ایسے آنسوؤں کی سخاوت کر جو سیلاب کی مانند ہوں۔

اور مناقب میں ہے کہ وہ میدان میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے نکلے اشکو االی اللہ من العدوان فعال قوم فی الردی عمیان ،قد بدلوا معالم القرآن - و محکم التنزیل و التبیان ، و اظھر و الکفر مع الطغیان ۔ میں ظلم عدوان کی بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں جو ایسی قوم کا کام ہے کہ جو ہلاکت وتباہی اندھے ہیں جنہوں نے قرآن اور محکم تنزیل اور تبیان کے نشان بدل دیئے ہیں اور طغیان کے ساتھ اظہار کفر کیا ہے پس آپ نے دس افراد کو قتل کیا اور آپ کو عامر بن نہشل تیمی (التیمی خل) نے شہید کیا۔

اور ابوالفرج نے ذکر کیا ہے کہ ان کے بعد ان کا پدری مادری بھائی عبید اللہ بن عبداللہ بن جعفر شہید ہوا اور مناقب میں ہے کہ روایت ہوئی ہے کہ عبید اللہ بن عبداللہ محمد کے بھائی کو بشر بن حریط قانصی نے شہید کیا۔

شہادت عبدالرحمن بن عقیل

اور حملہ کیا عثمان بن خالد بن اسیر جہنی اور بشر بن سوط ہمدانی قانصی نے عبدالرحمن بن عقیل بن ابوطالب پر حملہ کیا اور ان دونوں نے مل کر آپ کو شہید کر دیا۔

اور مناقب میں ہے کہ وہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے ابی عقیل فاعرفوا مکانی- من ھاشم وھاشم اخوانی کھول صدق سادۃ القرآن - ھذا حسین شامخ البنیان وسید الشیب مع الشبان - میرے باپ عقیل تھے

لہذا میرا مقام بنی ہاشم میں پہچانو اور بنی ہاشم سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ادھ بڈھے بچے سردار ہیں اپنے مد مقابل والوں کے یہ وہ حسین ہیں کہ جن کی بنیادیں بہت بلند ہیں اور وہ جوانوں کے ساتھ ساتھ بوڑھوں کے بھی سردار ہیں، پس انہوں نے سترہ شاہسوار قتل کیے اور انہیں عثمان بن خالد جہنی نے قتل کر دیا۔

اور تاریخ طبری سے منقول ہے کہ مختار نے دو افراد کو گرفتار کیا کہ جو عبدالرحمن بن ابی طالب کے خون اور ان کے اسباب جنگ کے لوٹنے میں شریک تھا۔ وہ جبانہ (میدان یا قبرستان) میں تھے اور انہیں قتل کر کے آگ میں جلایا علیہما لعائن اللہ تعالیٰ

شہادت جعفر بن عقیل

اور انہیں شہدائیں سے جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ تھے

اور ان کی والدہ ام الشغر بنت عامر تھی جو بنی کلاب قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی والدہ خوصاء بنت عمرو بن عامر کلابی تھی پس وہ یہ کہتے ہوئے میدان میں آئے انا الغلام الابطحی الطالبی من معشر فی ہاشم من غالب ونحن حقا سادۃ الذوائب ۔ ھذا حسین اطیب الاطائب ۔ میں ابطحی و طالبی نوجوان ہوں اس جماعت میں سے کہ جو ہاشم میں بنی غالب میں سے ہیں اور حقیقۃً سردار ہیں یہ حسین پاکیزہ لوگوں میں سے زیادہ پاکیزہ ہیں، پس انہیں عبداللہ بن عزرہ (عروہ خل) خشعمی نے تیر مار کر شہید کر دیا۔

اور مناقب میں ہے کہ انہوں نے دو مردوں کو قتل کیا اور ایک قول ہے کہ پندرہ شاہسواروں کو اور انہیں بشر بن سوط ہمدانی نے شہید کیا۔

عبداللہ اکبر بن عقیل

ان کی والدہ ام ولد تھیں انہیں جیسا کہ مدائنی نے نقل کیا ہے عثمان بن خالد بن رشیم (اسید خ ل) جہنی اور قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے مل کر شہید کیا۔

اور محمد بن مسلم بن عقیل کی والدہ ام ولد تھیں انہیں ابومرہم ازدی اور لقیط بن ایاس جہنی نے شہید کیا یہ چیز ابوالفرج نے ابوجعفر محمد بن علی علیہما السلام سے نقل کی ہے۔

محمد بن ابوسعید بن عقیل

اور محمد بن ابوسعید بن عقیل بن ابوطالب احول (قدس لرہم) کے متعلق ابوفرج نے کہا ہے کہ ان کی والدہ ام ولد تھی انہیں لقیط بن یاسر جہنی شہید کیا اس نے آپ کو تیر مارا جیسا کہ مدائنی نے ابومخنف سے سلیمان بن ابوراشد سے حمید بن مسلم سے ہمیں روایت کی گئی ہے (ابوسعید بن عقیل وہی ہیں کہ جنہوں نے ابن زبیر سے معاویہ کے دربار میں گفتگو کی تھی اور اسے شرمسار کیا تھا اور اس کی کیفیت جیسا کہ ابوعثمان نے ابن ابی الحدید کی نقل کے مطابق روایت کی ہے یہ ہے کہ راوی کہتا ہے کہ جناب حسنؑ بن علیؑ معاویہ کے دربار میں تشریف لے گئے جب کہ اس کے پاس عبداللہ بن زبیر بھی بیٹھا ہوا تھا اور معاویہ چاہتا تھا کہ قریش کے درمیان اختلاف اور دشمنی پیدا کرے پس اس نے کہا اے ابومحمد حضرت علیؑ اور زبیر میں سے کس کا سن زیادہ تھا تو امام حسن نے فرمایا دہ سن میں کس قدر زیادہ قریب تھے البتہ علیؑ زبیر سے بڑے تھے خدا رحم کرے علیؑ پر تو ابن زبیر نے کہا کہ خدا زبیر پر رحم کرے وہاں ابوسعید بن ابوطالب بھی موجود تھے تو انہوں نے کہا اے عبداللہ تجھے کیوں ہیجان آگیا اس سے کہ کوئی شخص اپنے باپ

کے لیے ترحم کی دعا کرے تو اس نے کہا کہ میں نے بھی اپنے باپ کے لیے ترحم کی دعا کی ہے تو ابوسعید نے کہا کیا تو گمان کرتا ہے کہ وہ ان کی مثل اور ان کے ہم پلہ تھا تو اس نے کہا کہ کون سی چیز اسے روکتی (پھیرتی) ہے اس سے دونو قریش میں سے تھے اور دونو نے اپنی امامت و خلافت کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور ان کے لیے اس کی تکمیل و تتمیم نہ ہوسکی تو ابوسعید نے کہا چھوڑ اس کو اے عبداللہ علی قریش میں سے تھے اور رسول اللہ سے وہ نسبت رکھتے تھے کہ جو تمہیں معلوم ہے اور جب انہوں نے اپنی طرف بلایا تو ان کی پیروی کی گئی اور وہ حق پر تھے لیکن زبیر نے تو ایک ایسے امر کی طرف بلایا کہ جس کی ریاست ایک خاتون کے ہاتھ میں تھی اور جب جوانوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو زبیر پچھلے پاؤں ہٹا اور اس نے پشت پھیرلی اس سے پہلے کہ حق کو غلبہ ہوتا کہ وہ اس کو لے لے یا باطل شکست کھائے اور اسے چھوڑ دے پس اسے ایک ایسا شخص جا ملا کہ اگر اس کا ان کے بعض اعضاء سے قیاس کیا جاتا تو وہ اس سے چھوٹا ہوتا اس نے زبیر کی گردن اڑائی اور ان کا لباس اتارا اور ان کا سر لیکر آیا اور علیؑ تو آگے بڑھتے رہے جس طرح ان کی عادت تھی اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ خدا علی پہ اپنا رحم وکرم نازل فرمائے تو ابن زبیر نے کہا اگر تیرے علاوہ کوئی یہ گفتگو کرتا اے ابوسعید تو اسے معلوم ہوجاتا تو انہوں نے کہا جسے تو آگے بڑھاتا ہے وہ اس سے بیزار ہے (اس کا مقصد یہ تھا کہ تو یہ کہنا چاہتا ہے کہ معاویہ حضرت علیؑ پر غالب آگیا اور ملک پہ قابض ہوگیا اور تو معاویہ کے وجود سے فخر کرنا چاہتا لیکن معاویہ تجھ سے بیزار ہے اور معاویہ کا غلبہ زبیر کے لیے باعث افتخار نہیں ہے) پس معاویہ نے ابوسعید کو مزید بات کرنے سے روک دیا اور وہ خاموش ہوگئے عائشہ کے

ہاں یہ خبر پہنچی تو جب ابو سعید جناب عائشہ کے گھر سے گزر رہے تھے تو جناب عائشہ نے پکار کر کہا اے ابو سعید تو نے میرے سے اس اس طرح بات کی ہے ابو سعید نے ادھر ادھر دیکھا تو انہیں کوئی نظر نہ آیا تو کہا کہ شیطان تمہیں دیکھتا ہے لیکن تم اسے نہیں دیکھتی ہو تو جناب عائشہ ہنس پڑیں اور کہا اللہ بھلا کرے تمہارے باپ کا کیا ہی تیز زبان ہو)

اور محمد بن علی بن حمزہ نے کہا ہے کہ محمد کے ساتھ جعفر بن محمد بن عقیل بھی شہید ہوئے اور بیان کیا ہے کہ اس نے کس سے سنا ہے کہ وہ ذکر کر رہا تھا کہ وہ حرہ کے دن شہید ہوا۔

اور ابو فرج نے کہا ہے کہ میں نے انساب کی کسی کتاب میں نہیں دیکھا کہ محمد بن عقیل کا کوئی بیٹا تھا کہ جس کا نام جعفر تھا۔

نیز محمد بن علی بن حمزہ نے عقیل بن عبد اللہ بن عقیل بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب سے ذکر کیا ہے کہ علی بن عقیل کہ جس کی والدہ ام ولد تھی اسی دن شہید ہوا پس تمام وہ افراد جو یوم الطف جناب ابو طالب کی اولاد میں سے سوائے ان کے کہ جن میں اختلاف ہے شہید ہوئے ہیں بائیس افراد ہیں، انتہی

اور ابن قتیبہ کی کتاب المعارفہ سے منقول ہے اس نے کہا ہے کہ سب اولاد عقیل حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کے ساتھ نکلے تھے کہ جن میں سے نو افراد شہید ہوئے کہ جن میں سے مسلم بن عقیل سب سے زیادہ شجاع و بہادر تھے۔

شہادت حضرت قاسم بن حسن بن علی ابن ابی طالب

کہ جن کی والدہ ام ولد تھی کہا گیا ہے کہ جب حسینؑ علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا کہ باہر آئے ہیں تو انہیں گلے لگا لیا اور دونوں رونے لگے یہاں تک کہ دونوں کو غشی

آگئی پھر قاسم نے حسین علیہ السلام سے مبارزہ کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا پس بچہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لیتا رہا یہاں تک کہ آپ نے اذن جہاد دیا پس وہ شہزادہ اس حالت میں نکلا کہ اس کے آنسو دونو رخساروں پر بہہ رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا فان تنکرونی فانا ابن الحسن ۔سبط النبی المصطفیٰ المؤتمن ۔ھذا حسین کالاسیر المرتھن ۔بین اناس لاستوا صوب المزن اگر مجھے نہیں پہچانتے تو میں حسنؑ کا بیٹا ہوں جو نبی مصطفیٰ کہ جنہیں امین قرار دیا گیا کے نواسے ہیں یہ حسینؑ اس اسیر کی طرح ہیں کہ جو گرو رکھا گیا ہو ایسے لوگوں کے درمیان کہ جو بارش کے پانی سے سیراب نہ ہوں پس سخت قسم کی جنگ کی یہاں تک کہ باوجود صغرسنی کے پینتیس افراد کو قتل کیا۔

اور مناقب میں ہے کہ وہ یہ اشعار پڑھنے لگے انی انا القاسم من نسل علی نحن وبیت اللہ اولی بالنبی من شمر ذی الجوشن او ابن الدعی ۔ میں قاسم نسل علی میں سے ہوں اللہ کے گھر کی قسم ہم نبی کے ساتھ زیادہ اولویت رکھتے ہیں شمر ذی الجوشن یا ابن دعی (جسے کسی کی طرف منسوب کیا گیا ہو زیاد وابن زیاد کی مانند)

امالی صدوق میں ہے اور ان کے بعد یعنی علی بن الحسین علیہما السلام کے قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب یہ کہتے ہوئے میدان مبارزہ میں آئے لا تجزعی نفسی فکل فان ۔الیوم تلقین ذوی الجنان اے میرے نفس گھبراؤ نہیں ہر کسی نے فنا ہونا ہے۔ آج اہل جنت سے تمہاری ملاقات ہو گی،،

پس تیس افراد کو قتل کیا پھر انہیں تیر مار کر گھوڑے سے گرا دیا گیا رضوان اللہ علیہ اور اسی طرح فتال نیشاپوری نے بھی ذکر کیا ہے۔

اور ابو الفرج، شیخ مفید اور طبری نے ابی مخنف سے سلیمان بن ابو راشد سے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہماری طرف ایک شہزادہ نکلا کہ جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کا ٹکڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس نے قمیض تہہ بند وجوتا پہن رکھا تھا کہ جس کے ایک طرف کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا میں نہیں بھولتا کہ وہ بایاں جوتا تھا پس عمرو بن سعد بن نفیل ازدی لعنۃ اللہ نے کہا خدا کی قسم میں اس پر حملہ کروں گا تو میں نے اس سے کہا سبحان اللہ اس سے تجھے کیا ملے گا جن لوگوں نے اسے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے اس کے قتل میں یہی تیری کفایت کریں گے وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں ضرور اس پر حملہ کروں گا پس اس لعین نے شہزادہ پر حملہ کیا انہوں نے چہرہ نہیں پھیرا تھا کہ اس نے ان کے سر پہ تلوار کی ضرب لگائی تو شہزادہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور کہا یا عماہ اے چچا جان حمید کہتا ہے کہ حسین نے اس طرح تیز نگاہ سے اس کی طرف دیکھا جس طرح عقاب دیکھتا ہے پھر غضب ناک شیر کی طرح حملہ کیا اور عمرو کو تلوار لگائی اس نے کندھا آگے کیا تو اسے آپ نے کہنی سے جدا کر دیا تو اس لعین نے اس طرح چیخ ماری کہ سارے لشکر نے سنی پھر حسینؑ اس سے الگ ہوئے اور آپ پر اہل کوفہ کے گھڑ سواروں نے حملہ کیا تاکہ وہ حسینؑ سے عمرو کو چھڑائیں جب گھڑ سواروں نے حملہ کیا تو گھوڑوں کے سینے عمرو سے ٹکرائے اور وہ چکر لگانے لگے اور اسے روند ڈالا پس یونہی رہا وہ یہاں تک کہ مرگیا لعنہ اللہ واخزاہ (خدا اس پر لعنت کرے اور اسے رسوا کرے) گرد وغبار ہٹا تو حسینؑ کو ہم نے دیکھا کہ آپ اس شہزادے کے سرہانے کھڑے ہیں اور شہزادہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور حسینؑ کہہ رہے ہیں دوری ہے اس قوم کے لیے کہ جس نے تجھے قتل کیا اور جن کا فریق مخالف قیامت کے دن تیرے سلسلہ میں تیرا نانا ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا خدا کی قسم دشوار ہے تیرا چچا پر کہ تو اسے پکارے اور وہ تجھے جواب نہ دے سکے یا جواب دے لیکن اس کی آواز تجھے فائدہ نہ دے سکے خدا کی قسم یہ وہ دن ہے کہ جس میں کینہ جو زیادہ ہیں اور نصرت و مدد کرنے والے کم ہیں اس کے بعد آپ نے شہزادے کو اپنے سینہ پر اٹھایا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ شہزادے کے قدم زمین پر خط دیتے جا رہے ہیں اور حسینؑ نے اپنا سینہ اس کے سینہ پر رکھا ہوا ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آنجناب اس سے کیا کرنا چاہتے ہیں پس آپ اسے اٹھا کر لائے اور اپنے بیٹے علی بن الحسینؑ اور دوسرے شہداء جو آپ کے اہل بیت میں سے آپ کے گرد شہید ہوئے تھے کے پاس انہیں رکھ دیا پس میں نے اس بچہ کے بارے میں سوال کیا تو کہا گیا وہ قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔

اور روایت ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا خدایا ان کی تعداد کم کر دے انہیں پراگندہ کر کے مار انہیں سے کسی کو رہنے نہ دے اور انہیں کبھی بھی نہ بخشنا اے میرے چچوں کی اولاد صبر کرو اے میرے اہل بیت صبر کرو آج کے بعد تم کبھی بھی ذلت و خواری سے دوچار نہیں ہوگے۔

اس طویل زیارت میں ہے کہ جس کے ساتھ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ رضی اللہ عنہ نے زیارت کی ہے السلام علی القاسم بن الحسن بن علی و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علیک یا بن حبیب اللہ السلام علیک یا بن ریحانۃ رسول اللہ السلام علیک من حبیب لم یقض من الدنیا وطرا۔ و لم یشف عن اعداء اللہ صدرا حتی عاجلہ الاجل وفاتہ الامل فھنیئا لک یا حبیب رسول اللہ ما اسعد جدک وا فخر مجدک واحسن منقلبک اے قاسم بن حسن بن علی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکات

ہوں اے اللہ کے حبیب کے فرزند اے رسول اللہ کے پھول کے فرزند آپ پر سلام ہو اے وہ کہ جس کی دنیا سے کوئی حاجت پوری نہیں ہوئی اور جو اللہ کے دشمنوں سے اپنے سینہ کو شفا نہیں دے سکا کہ جلدی سے اسے اجل آگئی اور اس کی امید فوت ہوگئی پس خوشگوار ہو آپ کے لیے اے رسول اللہ کے حبیب کے حبیب کس قدر سعید و مبارک ہے آپ کی کوشش اور قابلِ فخر ہے آپ کی بزرگی اور کس قدر بہترین ہے آپ کے پلٹنے کا مقام

اور بحار میں قاسم کی شہادت کے بعد کہا ہے پس عبداللہ بن حسن علیہ السلام نکلے کہ جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں اور زیادہ صحیح یہی ہے کہ وہ قاسم کے بعد یہ کہتے ہوئے میدان میں آئے ان تنکرونی فانا ابن حیدرہ ضرغام آجام ولیث قسورہ علی الاعادی مثل ریح صرصرہ ۔ اگر مجھے نہیں پہچانتے ہو تو میں حیدر کا بیٹا ہوں جو شیر بیشہ ہیں اور دشمنوں پر صرصر طوفان ہیں پس چودہ افراد کو قتل کیا پھر انہیں ہانی بن ثبیت حضرمی نے شہید کیا پس اس لعین کا چہرہ سیاہ ہوگیا (مدینۃ المعاجز میں ہے کہ قاسم بن حسن علیہ السلام کے بارے میں روایت ہے کہ جب وہ اپنے چچا حسینؑ کی خدمت میں خارجیوں سے جنگ کر کے لوٹے تو عرض کیا چچا جان مجھے پیاس لگی ہے ایک گھونٹ پانی کا دیجئے پس امام حسینؑ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور اپنی انگوٹھی دی اور فرمایا اسے اپنے منہ میں رکھ کر چوسو قاسم کہتے ہیں جب میں نے اس کو اپنے منہ میں رکھا تو گویا وہ پانی کا چشمہ ہے کہ جس سے سیراب ہو کر میں میدان کی طرف پلٹ گیا)

ابو الفرج نے کہا ہے کہ ابو جعفر باقر علیہ السلام ذکر کیا کرتے تھے کہ انہیں حرملہ بن کاہل اسدی نے شہید کیا تھا مؤلف کہتے ہیں کہ عنقریب ان کی شہادت امام حسینؑ

کی شہادت کے ضمن میں آئے گی۔

اور انہیں سے ابوبکر بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام تھے۔
ان کی والدہ ام ولد تھی اور وہ جناب قاسم کے پدری مادری بھائی ہیں
ابوالفراج نے کہاہے کہ مدائنی نے ذکر کیاہے ہماری اسناد کے ساتھ
جو اس سے ہے ابی مخنف سے سلیمان بن ابو راشد سے کہ عبداللہ بن عقبہ
غنوی نے انہیں شہید کیا اور عمیر، ابن شمر کی حدیث میں جابر کے واسطہ سے ابو
جعفر باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ عقبہ غنوی نے انہیں شہید کیا۔ اور نیز
ابوالفرج نے ذکر کیاہے کہ ابوبکر اپنے بھائی قاسم سے پہلے شہید ہوئے لیکن طبری
جزری، شیخ مفید اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگوں نے قاسم کے بعد ان کا
ذکر کیاہے واللہ العالم

امیرالمؤمنین علیہ السلام کی اولاد کی شہادت کا تذکرہ

پس جب حضرت عباس بن علی علیہما السلام نے اپنے مقتولین (قتل ہوتے
ہوں) کی کثرت دیکھی تو اپنے مادری بھائیوں سے فرمایا جو کہ عبداللہ جعفر اور
عثمان ہیں اے میرے ماں جائے آگے بڑھو تاکہ میں دیکھوں کہ تم نے اللہ اور
اس کے رسول کے ساتھ خلوص کا مظاہرہ کیاہے تمہاری تو کوئی اولاد نہیں۔
(کہ جس کا تمہیں غم ہو)

(ابوحنیفہ دینوری کہتاہے مؤرخین نے کہاہے کہ جب یہ حالت حضرت عباس
بن علی نے دیکھی تو اپنے بھائیوں عبداللہ، جعفر اور عثمان بن علی علیہ السلام سے
کہا اور ان سب کی والدہ ام البنین عامریہ تھیں جو آل وحید میں سے ہیں میری

جان تم پہ قربان جائے آگے بڑھو اور اپنے سید و سردار کی حمایت کرو یہاں تک کہ ان کے سامنے موت سے ہم کنار ہو پس وہ سارے بھائی آگے بڑھے اور امام حسین علیہ السلام کے سامنے ہو کر آپ کو اپنے چہروں اور گردنوں سے بچانے لگے پس ہانی بن ثویب حضرمی نے عبداللہ بن علی حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا پھر ان کے بھائی جعفر بن علی پر حملہ کیا اور انہیں بھی اسی لعین نے شہید کیا اور یزید اصبحی نے عثمان بن علی کو تیر مارا کہ جس سے انہیں شہید کیا پھر میدان کی طرف نکل کر ان کا سر قلم کر لیا اور وہ عمر سعد کے پاس لے آیا اور اس سے کہا کہ مجھے انعام و ثواب دو تو عمر نے کہا تم پہ لازم ہے اپنے امیر یعنی عبداللہ بن زیاد کے پاس جاتا پس وہی تجھے اجر و ثواب دے گا اور باقی رہ گئے جناب عباس بن علی جو امام حسینؑ کے آگے کھڑے رہے اور ان کے سامنے جنگ کرتے رہے اور ادھر جھکتے جدھر حسین جھکتے تھے یہاں تک کہ شہید ہوئے اللہ تعالیٰ کی آپ پہ رحمت نازل ہو)

پس عبداللہ آگے بڑھا اور سخت جنگ کی پس ان کے اور ہانی بن ثبیت حضرمی کے درمیان دو ضربوں کا رد و بدل ہوا اور انہیں ہانی نے شہید کر دیا۔

انا ابن ذی النجدۃ والافضال۔ ذالک

علی الخیر ذوالفعال سیف رسول اللہ ذو النکال۔ فی کل یوم ظاھر

الاحوال ـــــــــــ میں صاحب شجاعت فضل و بخشش کرنے والے

اس اچھے علیؑ کو جو بہت سے کارناموں کے مالک ہیں رسول اللہ کی تلوار جو دشمنوں کیلیے عذاب تھی اور ہر روز جس کے نئے حالات ظاہر ہوتے تھے کہ بیٹا ہوں

اور ابو الفرج نے روایت کی ہے کہ عبداللہ کی عمر پچیس سال تھی۔

اور ان کے بعد جعفرؓ بن علی علیہ السلام یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے جیسا کہ مناقب میں ہے انی انا جعفر ذو المعالی ابن علی الخیر ذو النوال۔ ذالک الوصی ذو النساء والوالی۔ حسبی بعمی جعفر والخال۔ احمی حسینا ذا الندی المفضال ۔ میں جعفر ہوں بلند مراتب والا اچھے علیؑ کا بیٹا ہوں جو بخشش والے تھے وہ وصی رسول جو بلندی کا مالک اور سارے لوگوں کا والی سرپرست ہے میرا چچا جعفر اور ماموں کافی ہیں میں اس حسینؑ کی حمایت کروں گا جو سخی اور فضل وعطا کا مالک ہے۔

پس ان پر ہانی بن ثبیت نے حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔

اور ابو الفرج نے روایت کی ہے ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام سے کہ خولی بن یزید اصبحی لعنۃ اللہ نے جعفر بن علی کو شہید کیا تھا۔

ابن شہر آشوب نے کہا کہ خولی اصبحی نے آپ کو تیر مارا جو آپ کی شقیقہ کنپٹی یا آنکھ میں لگا اور عثمان بن علی علیہ السلام یہ کہتے ہوئے میدان میں آئے انی انا عثمان ذو المفاخر۔ شیخی علی ذو الفعال الطاهر هذا حسین سید الاخیار وسید الصغار والا کابر۔ میں کئی مفاخر کا مالک عثمان ہوں میرے باپ اور بزرگ حضرت علی ہیں جو پاکیزہ افعال وکردار رکھتے ہیں یہ حسین ہیں جو بہترین لوگوں کے سردار ہیں اور سب چھوٹے بڑوں کے آقا ہیں، اور وہ اکیس سال کے تھے اور وہ اپنے دونو بھائیوں کی جگہ پر جا کھڑے ہوئے۔

اور ابو الفرج وغیرہ نے روایت کی ہے کہ خولی بن یزید نے آپ کو تیر مارا کہ جس سے انہیں گرا دیا اور مناقب میں ہے کہ اس لعین نے آپ کے پہلو میں تیر مارا تو آپ گھوڑے سے نیچے گرے پس آپ پر بنی ابان بن دارم کے ایک شخص نے حملہ

کیا اور آپ کو شہید کر کے آپ کا سر لے گیا۔

اور حضرت علیؑ سے روایت ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کا نام اپنے بھائی (دینی بھائی) عثمان بن مظعون کے نام پر رکھا ہے۔"

اور محمد اصغر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی والدہ ام ولد تھیں انہیں بھی بنی ریان بن دارم میں سے ایک شخص نے تیر مارا اور شہید کیا اور ان کا سر لے آیا۔

اور ابو بکر بن علی بن ابو طالب علیہ السلام ان کا نام معلوم نہیں ہے البتہ ان کی والدہ لیلی بنت مسعود بن خالد تھیں انہیں قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے شہید کیا اور مدائنی سے منقول ہے کہ انہیں پانی کے کھال سے مقتول پایا گیا یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انہیں کس نے شہید کیا ہے۔

اور مناقب میں ہے کہ پھر ابو بکر بن علی علیہ السلام یہ کہتے ہوئے میدان میں نکلے شیخی علی ذو الفخار الاطول من ہاشم الخیر کریم المفضل۔ ھذا حسین ابن النبی المرسل۔ عنہ نحامی بالحسام المصقل۔ تفدیہ نفسی من اخ مبجل۔ میرے والد بہت سے طویل اعلیٰ ذات کے مالک ہیں جو بہترین ہاشم کی اولاد ہیں کہ جو کریم فضل والے ہیں یہ حسینؑ ہیں جو نبی مرسل کے فرزند ہیں صیقل شدہ تلوار سے ہم ان کی حمایت کرتے ہیں آپ پر میری جان قربان آئے بزرگ بھائی" پس وہ مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں احر بن بدر نخعی نے اور کہا گیا ہے کہ عقبہ غنوی نے شہید کیا اور مناقب میں بھی ہے پھر ان کا بھائی عمر میدان میں آیا جو یہ رجز پڑھ رہا تھا خلوا اعداۃ اللہ خلوا من عمر خلوا عن اللیث العبوس المکفہر۔ یضربکم بسیفہ ولا یفر۔ یا زجر یا زجر تدان من عمر۔

چھوڑو دشمنان خدا مجھے چھوڑ دو چھوڑ دو ایسے شیر کو وہ تمہیں اپنی تلوار سے مار یگا اور بھاگے گا نہیں اسے زحر اے زحر مجھ سے اپنا قرضہ لے لے، پس آپ نے اپنے بھائی کے قاتل زحر کو قتل کیا پھر جنگ کے چکر میں داخل ہو گئے

مؤلف کہتے ہیں کہ اہل تواریخ وسیر کے درمیان مشہور یہ ہے کہ عمر اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ میدان طف میں حاضر نہیں ہوئے۔

صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے اور عمر اپنے بھائی حسین سے الگ رہا اور وہ آپ کے ساتھ کوفہ کی جانب نہیں گیا اور اس کی روایت صحیح ثابت نہیں ہو سکی جو روایت کرتا ہے کہ عمر کربلا میں حاضر ہوا۔

بلکہ وہ مقام ینبع میں ستتر یا پچھتر سال کی عمر میں فوت ہوا

ابوالفرج نے کہا ہے اور محمد بن علی بن حمزہ نے ذکر کیا ہے کہ اس دن ابراہیم ابن علی علیہ السلام بھی شہید ہوئے کہ جن کی والدہ ام ولد تھی لیکن میں نے یہ بات اس کے علاوہ کسی سے نہیں سنی اور نہ ہی کتب انساب میں ابراہیم کے سلسلہ میں کوئی ذکر دیکھا ہے۔

اور سید نے کہا ہے کتاب المصابیح کے مصنف نے روایت کی ہے کہ حسن بن حسن مثنیٰ نے اپنے چچا حسین علیہ السلام کے سامنے اس دن سترہ افراد کو قتل کیا اور انہیں خود اٹھارہ زخم لگے تو وہ گر پڑے ان کا ماموں اسماء بن خارجہ انہیں اٹھا کر کوفہ لے گیا اور ان کا علاج کرایا یہاں تک کہ صحت مند ہو گئے اور پھر انہیں مدینہ بھیج دیا اور بحار میں مقتل خوارزمی سے منقول ہے اور ان خیموں میں سے ایک لڑکا نکلا کہ جس کے کانوں میں دو موتی تھے اور وہ گھبرایا اور ڈرا ہوا تھا پس وہ دائیں بائیں دیکھتا تھا اور اس کی بالیاں ہلتی تھیں پس اس پر ہانی بن بعیث ثبیت الحجار

لعنۃ اللہ نے اس پر حملہ کر کے اسے شہید کر دیا اور شہر بانو اس منظر کو دیکھتی رہیں اور بولتی نہیں تھیں مدہوش کے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ ابو جعفر طبری نے ہشام کلبی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابو ہذیل سکونی نے ہانی بن ثبیت حضرمی سے بیان کیا ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے لعین کو حضر بین کی مجلس میں خالد بن عبداللہ کے زمانہ میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور وہ اس وقت بہت بوڑھا ہو چکا تھا پس میں نے اسے کہتے سنا میں ان لوگوں میں تھا کہ جو حسینؑ کی شہادت کے موقع پر موجود تھے وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں دسوں کا دسواں شخص کھڑا تھا اور ہم میں سے ہر ایک گھوڑے پر سوار تھا کہ گھوڑوں نے جولان لگائے اور ادھر سے ادھر گئے۔

اچانک ایک بچہ آل حسین میں سے نکلا کہ جس نے ان خیموں کی ایک لکڑی ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی اس نے تہہ بند اور قمیض پہن رکھی تھی اور وہ گھبرایا ہوا تھا اور دائیں بائیں دیکھتا تھا گویا میں دو موتی اس کے کانوں میں دیکھ رہا ہوں اپنے گھوڑے کہ جب وہ ادھر ادھر دیکھتا ہے تو ہلتے ہیں اچانک ایک شخص دوڑتا ہوا آیا یہاں تک کہ اس بچہ کے قریب پہنچا تو اس کی طرف سے جھکا پھر بچہ کا ارادہ کیا اور تلوار سے اس کے ٹکڑے کر دیئے، ہشام کہتا ہے سکونی نے کہا کہ اس بچہ کا قاتل خود ہانی بن ثبیت ہی تھا چونکہ اس کو لعنت ملامت کی جاتی تھی لہذا کنایۃً اپنا ذکر کیا

فلم تو عینی کالصغار مصابھم ۔ یقلب اکباد الکبار علی الجمر

میری آنکھوں نے ان بچوں ایسے نہیں دیکھے کہ جن کی مصیبت بڑوں کے جگر کو آگ پر لوٹا پوٹا کر کباب کر دیتی ہے۔

❊❊❊

ہمارے آقا و مولا عباس بن امیر المؤمنین علیہما السلام کی شہادت

شیخ مفید نے ارشاد میں اور شیخ طوسی نے اعلام الوری میں کہا ہے کہ ایک جماعت نے امام حسینؑ پر حملہ کیا اور آپ کی فوج پر غلبہ حاصل کیا اور آپ پر پیاس کی شدت ہوئی پس آپ مناۃ یعنی پانی کے بند پر چڑھے اور آپ کے بھائی عباس آپ کے آگے آگے تھے پس ان سے ابن سعد کی گھڑ سوار فوج روبرو ہوئی کہ جن میں بنی دارم میں سے ایک شخص بھی تھا تو اس لعین نے کہا وائے ہو تم پر اس کے (حسینؑ) اور فرات کے درمیان حائل ہو جاؤ اور اسے پانی پر تمکین نہ دو تو امام حسینؑ نے عرض کیا خدایا اسے پیاس میں مبتلا فرما تو وہ دارمی سیخ پا ہو گیا اور اس نے آپ کو تیر مارا جو آپ کی ٹھوڑی کے نیچے آ کر لگا پس امام حسینؑ نے تیر نکالا اور اپنے دونوں ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے پھیلا دیئے تو آپ کی دونوں ہتھیلیاں خون سے پر ہو گئیں پس وہ خون پھینک دیا اور عرض کیا خدایا میں تیری بارگاہ میں اس چیز کی شکایت کرتا ہوں جو تیرے نبی کے نواسہ کے ساتھ سلوک کیا جا رہا ہے پھر آپ اپنی جگہ کی طرف پلٹ آئے اور آپ پر پیاس کی شدت تھی۔

اور اس قوم نے جناب عباس کو گھیر لیا اور حسینؑ سے انہیں الگ کاٹ دیا پس عباس اکیلے ان سے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ، اور آپ کے قتل میں زید بن ورقاء حنفی اور حکیم بن طفیل سنبسی برابر کے شریک تھے بعد اس کے کہ آپ زخموں سے چور چور ہو چکے تھے پس آپ ہل نہیں سکتے تھے قدس اللہ روحہ اور سید نے بھی اس کے قریب قریب روایت کی ہے۔

اور حسن بن علی طبری نے روایت کی ہے کہ حسینؑ کو ایک ملعون نے تیر مارا جو آپ

پیشانی میں ثبت ہو گیا کہ جسے جناب عباسؑ نے نکالا، لیکن جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی ٹھوڑی کے نیچے لگا دہ زیادہ مشہور ہے۔

طبری نے ہشام سے اس کے باپ محمد بن سائب سے قاسم بن اصبغ بن نباتہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے اس نے بیان کیا ہے کہ جو امام حسینؑ کے لشکر میں موجود تھا کہ حسینؑ کے لشکر پہ جب دشمن کا غلبہ ہو گیا تو آپ دریا کے بند پر یا مسناۃ نامی گھوڑے پر سوار ہوئے فرات کا قصد رکھتے تھے راوی کہتا ہے کہ ابان بن دارم کے ایک شخص نے کہا وائے ہو تم پر اس کے اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ تا کہ اس کے شیعہ ان پر مجتمع نہ ہو سکیں راوی کہتا ہے پس اس لعین نے اپنے گھوڑے کو چابک مارا، اور دوسرے لوگ بھی اس کے پیچھے ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے اور فرات کے درمیان حائل ہو گئے تو امام حسینؑ نے عرض کیا خدایا اسے پیاس میں مبتلا فرما راوی کہتا ہے کہ اس قبیلہ ابان کے شخص نے تیر کھینچ کر مارا جو حسینؑ کی ٹھوڑی کے نیچے ثبت ہو گیا راوی کہتا ہے پس امام حسینؑ نے اس تیر کو کھینچا پھر اپنی ہتھیلیاں پھیلا دیں اور وہ دونوں خون سے پر ہو گئیں اس کے بعد امام حسینؑ نے عرض کیا خدایا میں تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں اس سلوک کی جو تیرے پیغمبر کے نواسے سے کیا جا رہا ہے راوی کہتا ہے خدا کی قسم وہ لعین تھوڑی دیر نہ گزرا کہ خدا نے پیاس اس پر انڈیل دی اور وہ بالکل سیراب نہیں ہوتا تھا۔

قاسم بن اصبغ کہتا ہے کہ بعض اوقات میں اس کی پرستاری کرتا تھا اور اس کی تکلیف کو ہلکا کرتا سرد پانی اس کے لیے لاتے کہ جس میں شکر ملی ہوئی اور دودھ سے پر ٹلے اور پانی سے پر کوزے وہ کہتا مجھے پانی دو پیاس نے مجھے قتل کر دیا ہے خدا کی قسم تھوڑی ہی دیر نہ گزرتی کہ اس کا شکم اونٹ کے شکم ایسا ہو جاتا اور

پھول جاتا۔

مؤلف کہتے ہیں شیخ ابن نما کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا نام زرعہ بن ابان بن دارم تھا وہ کہتے ہیں کہ قاسم بن اصبغ بن نباتہ سے ہیں اسناد متصل کے ساتھ روایت کرتا ہوں قاسم نے کہا مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا جو حسینؑ کے ہاں موجود تھا اور آپ نے دریا کے بند کو لازم پکڑے ہوئے فرات پر جانے کا ارادہ رکھتے تھے اور عباس آپ کے آگے آگے تھے پس عبیداللہ بن زیاد کا خط عمر سعد کے پاس آیا کہ حسینؑ اور ان کے اصحاب اور پانی کے درمیان حائل ہو جا پس وہ ایک قطرہ پانی کا نہ چکھ سکیں پس عمرو بن حجاج کو پانچسو سواروں کے ساتھ بھیجا اور وہ گھاٹ پر جا اترے اور انہیں پانی سے روک دیا پس عبداللہ بن حصین ازدی نے پکار کر کہا اے حسینؑ کیا دیکھتے ہو پانی کی طرف گویا وہ آسمان (نچلی خول) کا جگر ہے خدا کی قسم تم اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتے یہاں تک تم اور تمہارے ساتھی پیاسے مر جاؤ گے پس زرعہ بن ابان بن دارم نے کہا کہ حسینؑ اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ اور اس لعین نے آپ کو تیر مارا جو آپ کی ٹھوڑی کے نیچے ثبت ہو گیا تو آنجناب نے عرض کیا خدایا اس کو پیاس سے مار اور اسے کبھی نہ بخشا اور آنجناب کے لیے پانی لایا گیا لیکن خون آپ کے اور پانی پینے کے درمیان حائل ہوا پس آپ خون کو لیتے ویقول ھکذا الی السماء۔ اور کہتے اسی طرح آسمان کی طرف اور شیخ عبدالصمد سے شیخ ابوالفرج عبدالرحمن بن جوزی سے مجھے روایت کی گئی ہے کہ قبیلہ ابان کا شخص اس کے بعد پیٹ کی گرمی اور پشت کی سردی سے چیخا کرتا تھا اور اسی طرح اس حکایت کو چلایا ہے آخر تک جس طرح ہم نے طبری سے ذکر کیا ہے۔

اب ہم عباس بن علی قدس اللہ روحہ کی شہادت کی طرف ہم لوٹتے ہیں۔

عمدۃ الطالب کے مؤلف نے عباس بن امیرالمومنین علیہ السلام کے اعقاب واولاد کے ذکر کے بعد کہا ہے اور ان کی کنیت ابوالفضل ہے اور لقب سقاء ہے کیونکہ یوم الطف انہوں نے اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے لیے پانی لانے کی کوشش کی لیکن اس مقصد کو پورا کرنے سے پہلے شہید ہو گئے اور ان کی قبر شریعہ (گھاٹ) فرات کے قریب ہے کہ جہاں وہ شہید ہوئے اور اس دن وہ جناب حسین کے علمبردار تھے۔

شیخ ابو نصر بخاری مفضل بن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ صادقؑ نے فرمایا ہمارے چچا عباس علیہ السلام نافذ البصیرت اور ایمان میں سخت تھے۔ ابو عبداللہ علیہ السلام کی معیت میں جہاد کیا اور بہت اچھا امتحان دیا اور اس دنیا سے شہید گئے اور عباس کا خون بنی حنیفہ (حنفیہ) میں ہے اور شہادت کے وقت چونتیس سال کے تھے اور ان کی اور ان کے بھائیوں عثمان، جعفر، اور عبداللہ کی والدہ ام البنین بنت حزام بن خالد بن ربیعہ تھیں یہاں تک کہ کہا ہے روایت ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیل سے فرمایا اور وہ نساب تھے عربوں کے انساب و اخبار کے عالم تھے کوئی ایسی خاتون دیکھو کہ جسے فحول و شجاعان عرب نے جنا ہو تاکہ میں اس سے شادی کروں اور وہ میرے لیے شاہسوار بہادر بیٹا جنے تو عقیل نے ان سے کہا کہ ام البنین کلابیہ سے شادی کرو کیونکہ عربوں میں اس کے آباؤ اجداد سے زیادہ شجاع و بہادر نہیں ہیں پس آپ نے مخدرہ سے شادی کی اور جب یوم الطف (معرکہ کربلا) ہوا تو شمر بن ذی الجوشن کلابی نے جناب عباس اور ان کے بھائیوں کے متعلق کہا کہ ہماری ہیں (ہمارے خاندان کی خاتون) کے بیٹے کہاں ہیں پس ان شہزادوں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تو امام حسینؑ

نے اپنے بھائیوں سے فرمایا اسے جواب دو اگرچہ فاسق ہے کیونکہ وہ ایک لحاظ سے تمہارے ماموں میں سے ہے تو ان جوانوں نے کہا کیا چاہتا ہے اس نے کہا وہاں سے میری طرف نکل آؤ کیونکہ تمہارے لیے امان ہے اور اپنے آپ کو اپنے بھائی کے ساتھ قتل نہ کرو تو شہزادوں نے اسے برا بھلا کہا اور فرمایا قبحت و قبح ما جئت یہ تو بھی برا ہے اور جو امان لیکر آیا ہے وہ بھی بری ہے کیا ہم اپنے آقا و سردار اور بھائی کو چھوڑ دیں اور تیری امان کی طرف آئیں اور اس دن جناب عباس اور ان کے تینوں بھائی شہید ہوئے۔

اور صدوق ؒ نے ایک حدیث میں علی بن الحسین علیہما السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا خدا رحم فرمائے جناب عباس پر انہوں نے ایثار و قربانی کی اور امتحان میں پورے اترے اور اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کی یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ قلم ہوئے پس اللہ عزوجل نے ان کے بدلے انہیں دو پر عنایت کیے جن کے ساتھ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہیں جس طرح جعفر بن ابی طالب علیہ السّلام کے لیے قرار دیئے تھے اور جناب عباس کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں ایسی قدر و منزلت ہے کہ جس پر قیامت کے دن تمام شہداء رشک و غبطہ کریں گے۔

اور ابوالفرج نے کہا ہے اور عباس بن علی بن ابی طالب علیہ السّلام کی کنیت ابوالفضل ہے اور ان کی والدہ بھی ام البنین ہیں اور وہ اس خاتون کے سب سے بڑے فرزند ہیں اور وہ جناب جو اپنے پدری مادری بھائیوں میں آخری شہید ہیں کیونکہ عباس کی تو اولاد تھی لیکن ان کی اولاد نہیں تھی لہٰذا جناب عباس نے انہیں اپنے سے پہلے بھیجا تھا پس وہ سب شہید ہوئے اور آپ

ان کے وارث قرار پائے پھر آپ آگے بڑھے اور شہید ہوئے اور پھر ان کا اور جناب عباس کا وارث عبیداللہ (بن عباس) ہوا الخ (یہ ابوالفرج کی ذاتی رائے ہے ورنہ وہاں میراث کی کوئی بات نہیں تھی) اور جناب عباس بن علی علیہ السلام کے متعلق شاعر کہتا ہے احق الناس ان یبکی علیہ۔ فتی ابکی الحسین بکربلا اخوہ و ابن والدہ علی۔ ابو الفضل المضرج بالدماء ومن واساہ لا یثنیہ شئ۔ وجادلہ علی عطش بماء۔

وہ جوان زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس پر گریہ کیا جائے کہ جس کی موت نے کربلا میں حسین جیسے صابر کو رلا دیا۔

جو آپ کا بھائی اور آپ والد علیؑ کا بیٹا تھا ابوالفضل جو خون میں لت پت تھا کہ جس نے حسینؑ سے مواسات کی اور کوئی چیز اسے اس سے نہ موڑ سکی اور جس پیاسہ ہونے کے باوجود ان کے لیے پانی کی سخاوت کی اور کمیت شاعر انہیں کے بارے میں کہتا ہے ابو الفضل ان ذکرھم الحلو۔ شفاء النفوس من اسقام قتل الادعیاء اذ قتلوہ اکرم الشاربین حوب الغمام ابوالفضل ان افراد میں سے ہیں کہ جن کا ذکر شیریں ہے اور نفوس کی بیماریوں کی شفاء ہے جس نے غلط نسبت شدہ افراد سے جنگ کی جب انہوں نے عباس سے جنگ کی جو بادلوں کے پانی پینے والوں میں سے زیادہ مکرم و محترم تھا۔

جناب عباس خوبصورت حسین و جمیل مرد تھے قد آور گھوڑے پر سوار ہوتے تو آپ کے پاؤں زمین پر خط دیتے اور آنجناب کو قمر بنی ہاشم (بنی ہاشم کا چاند) کہا جاتا تھا اور جس دن شہید ہوئے حسین کے لشکر کا علم جناب عباسؑ کے ہاتھ میں تھا۔

مؤلف مقاتل الطالبین نے اپنی سند کے ساتھ جعفر بن محمد علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جنگ کے لیے تیار کیا اور اپنا علم لشکر اپنے بھائی عباس بن علی کے سپرد کیا۔

اور ابو جعفر باقرؑ سے روایت ہے کہ زید بن رقاد جہنی (جنبی آل) اور حکیم بن طفیل طائی نے جناب عباس بن علیؑ کو شہید کیا۔

اور مسنداً معاویہ بن عمار کی وساطت سے حضرت جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ام البنین ان چار شہید بھائیوں کی والدہ بقیع کی طرف جایا کرتی تھیں اور وہاں دردناک اور دل کو جلانے والا مذبہ اور نوحہ اپنے بیٹوں پر کرتی تھیں پس لوگ اس مخدرہ کے پاس جمع ہو کر ان کا مذبہ وشیون سنتے تھے اور جو لوگ اس مقصد کے لیے آتے ان میں مروان بھی آتا اور ہمیشہ ان کا مذبہ سنتا اور گریہ کرتا تھا۔

اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں کہا ہے اور جناب عباس سقاء (پانی پلانے والے) قمر بنی ہاشم اور حسینؑ کے علمبردار تھے اور وہ اپنے بھائیوں میں سے بڑے تھے پانی لانے کے لیے گئے تو ان ملاعین نے آپ پر حملہ کیا تھا اور آنجناب نے بھی ان پر حملہ کر دیا اور کہتے جاتے تھے۔ لا ارھب الموت اذا الموت زقی۔ حتی اواری فی المصالیت نفسی لنفس المصطفی الطھر وقا۔ انی انا العباس اغدو بالسقا۔ ولا اخاف الشر یوم الملتقی۔ میں موت سے نہیں ڈرتا جب موت پکارے جب تک میں تجربہ کار مردوں سے لڑ کر خاک میں نہ چھپ جاؤں میری جان مصطفیٰ کی جان کا فدیہ ہے میں عباس ہوں میں مشک لیکر آرہا ہوں اور جنگ کے دن مجھے شر اور برائی کا کوئی خوف

نہیں پس آپ نے لشکر کو متفرق پراگندہ کر دیا ایک کھجور کے درخت کے پیچھے زید بن ورقا بھی آپ کے لیے کمین گاہ میں چھپ گیا اور حکیم بن طفیل سنبسی نے اس کی اعانت کی اور آپ کے دائیں ہاتھ پر ضرب لگائی تو آپ نے تلوار بائیں ہاتھ میں لے لی اور ان پر حملہ کیا اور یہ رجز پڑھے واللہ ان قطعتم یمینی۔ انی احامی ابداً عن دینی۔ وعن امام صادق الیقین۔ نجل النبی الطاہر الامین۔

خدا کی قسم اگرچہ تم لوگوں نے میرا دایاں ہاتھ کاٹ دیا ہے میں ہمیشہ اپنے دین اور صادق الیقین امام کی حمایت کرتا رہوں گا جو پاک و پاکیزہ امین نبی کا فرزند ہے۔"

پس آپ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ کمزور و ضعیف ہو گئے پس حکم (حکیم بن) بن طفیل طائی نے کھجور کے درخت کے پیچھے چھپ کر آپ کے بائیں بازو پر تلوار کی ضرب لگائی تو آپ نے فرمایا یا نفس لا تخشی من الکفار۔ وابشری برحمۃ الجبار۔ مع النبی السید المختار۔ قد قطعوا ببغیہم یساری۔ فاصلہم یارب حر النار اے نفس کفار سے خوف نہ کھا خدائے جبار کی رحمت کی تجھے خوشخبری ہو نبی سید مختار کی معیت میں انہوں نے اپنی بغاوت و سرکشی سے میرا دایاں ہاتھ کاٹ دیا ہے اسے پروردگار پس انہیں آگ کی گرمی سے جلا پس ایک ملعون نے آپ کو لوہے کے ایک گرز سے شہید کیا جب امام حسینؑ نے انہیں فرات کے کنارے زمین پر پڑے ہوئے دیکھا تو فرمایا تعدیتموا یا شر قوم بفعلکم۔ وخالفتموا قول النبی محمدؐ۔ اما کان خیر الرسل وصاکم بنا۔ اما نحن من نسل النبی المسدد۔ اما کانت الزہراء امی دونکم۔ اما کان عن خیر البریۃ احمد لعنتم واخزیتم بما قد جنیتم۔ فسوف تلاقوا حر نار توقد

اے بدترین قوم تم نے اپنے فعل کے ذریعہ حق سے تجاوز کیا ہے اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے ارشاد کی مخالفت کی ہے کیا بہترین رسل نے ہمارے بارے میں تمہیں وصیت نہیں کی تھی کیا ہم نبی مدد کی نسل میں سے نہیں کیا تم میں سے فاطمہ زہرا میری ماں نہیں کیا ساری مخلوق میں سے بہترین فرد احمد مجتبیٰ نہیں تھے تم پر لعنت کی گئی اور تم رسوا و ذلیل کیے گئے اس جنایت و جرم کی بنا پر اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ کا تمہیں سامنا کرنا ہوگا۔

مؤلف کہتے ہیں اگر آپ ہمارے آقا و مولا حسینؑ کی حالت و کیفیت کو جاننا چاہتے ہیں ان کے بھائی عباس اور دوسرے بھائیوں اور اہل بیت اور اصحاب کی شہادت کے وقت تو امیر المؤمنین کے ارشادات اور آپ کی اپنے عظیم ترین اصحاب اور محبوب ترین افراد کی شہادت کے وقت میں تامل وغور کریں مثلاً عمار بن یاسر، مالک اشتر محمد بن ابی بکر ابو ھیثم بن تیہان، خزیمہ بن ثابت اور اس قسم کے دوسرے افراد رضوان اللہ علیہم پس تحقیق روایت ہوئی ہے کہ آنجناب نے اپنی شہادت سے قبل جمعہ کے دن خطبہ دیا پھر آپ نے ان افراد کی شہادت کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہاں ہیں میرے وہ بھائی کہ جو اس راستہ پر سوار ہو گئے اور حق پر گزر گئے کہاں ہے عمار اور ابن تیہان اور کہاں ہے ذوشہادتین اور کہاں ہیں ان کے نظراء اور امثال ان کے بھائیوں میں سے کہ جنہوں نے موت پر ایک دوسرے سے عقد باندھے تھے اور ان کے سر ٹھنڈا ڈاکیہ کے ہاتھ تاجروں کے پاس بھیجے گئے پھر آپ نے اپنا دست مبارک اپنی ریش شریف و کریم پر مارا اور طویل گریہ کیا پھر فرمایا ہائے افسوس ان بھائیوں پر کہ جنہوں نے قرآن کی تلاوت کی اور اسے محکم کیا اور فرائض میں تدبر کیا اور

انہیں قائم کیا سنت کو زندہ کیا اور بدعت کو ختم کیا انہیں جہاد کی طرف بلایا گیا تو انہوں نے لبیک کہی الخ

آپ کا ارشاد "وابرد ر ؤسھم" یعنی ان کے سر برید وڈاکیہ کے ذریعہ فاجروں کے پاس بھیجے گئے کہ جن سے مراد یہاں لشکر شام کے امراء وسردار ہیں اور روایت میں ہے کہ جب عمار رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے امیر المومنین کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ جنگ صفین میں تو جب رات آئی تو امیر المومنین مقتولین میں گردش کر رہے تھے تو عمار کو پڑا ہوا دیکھا تو ان کا سر اپنے زانو پہ رکھا پھر گریہ کیا اور یہ اشعار پڑھنے شروع کئے (ایا موت کم ھذا التفرق عنوۃ فلست تبقی لی خلیل خیل . اراك بصیرا بالذین احبھم . کانك تمضی نحوھم بدلیل . اے موت کب تک ناز و نخرے سے تو اس طرح جدا رہے گی" جب کہ تو نے میرے دوست کا کوئی دوست بھی نہیں چھوڑا میں تجھے بابصیرت دیکھتا ہوں ان افراد کے بارے میں کہ جن سے میں محبت کرتا ہوں، گویا تو ان کی طرف کسی دلیل کے ساتھ جاتی ہے۔

البتہ دیوان امیر المومنینؑ میں پہلا شعر اس طرح ہے الا ایھا الموت الذی لیس تارکی۔ اے وہ موت جو مجھے چھوڑنے والی نہیں ہے مجھے راحت پہنچا کیونکہ تو نے میرے سب دوست ختم کر دیئے ہیں اور بحار میں بعض علماء شیعہ کے تالیفات سے منقول ہے کہ عباسؑ نے جب دیکھا کہ اکیلے رہ گئے ہیں تو اپنے بھائی کے پاس آئے اور عرض کیا اے بھائی کیا آپ اجازت دیتے ہیں تو امام حسینؑ نے شدت کے ساتھ گریہ کیا پھر فرمایا اے بھائی تم تو میرے علمبردار ہو جب تم چلے گئے تو میرا لشکر متفرق ہو جائے گا۔

توجناب عباس نے عرض کیا میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے اور میں زندگی سے تھک گیا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ ان منافقین سے انتقام لوں تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ ان بچوں کے لیے تھوڑا سا پانی لے آؤ پس جناب عباسؑ گئے انہیں وعظ و نصیحت کی اور عذاب خدا سے ڈرایا لیکن یہ چیز ان کے لیے نافع نہ ہوئی پس اپنے بھائی کی طرف پلٹ آئے اور انہیں خبر دی پس بچوں کی آواز سنی کہ وہ العطش العطش پیاس پیاس پکار رہے تھے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور نیزہ اور مشک اٹھائی اور فرات کی طرف جانے کا ارادہ کیا پس آپ کو ان چار ہزار افراد نے گھیر لیا جو فرات پر موکل تھے اور انہوں نے آپ پر تیر برسائے پس آپ نے انہیں ہٹا دیا اور انہیں سے ایک روایت کے مطابق اسّی افراد کو قتل کیا یہاں تک کہ پانی میں اتر گئے پس جب چاہا کہ پانی کا چلو پئیں تو حسینؑ اور ان کے اہل بیت کی پیاس یاد آگئی پس پانی پھینک دیا اور مشک پر کی اور اسے اپنے دائیں کندھے پر اٹھا لیا اور خیموں کی طرف متوجہ ہوئے پس انہوں نے آپ کا راستہ روک لیا اور ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا پس آپ نے ان سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ نوفل ازرق نے آپ کے دائیں ہاتھ پر ضرب لگا کر اسے کاٹ دیا تو آپ نے مشک بائیں کندھے پر اٹھا لی پس نوفل نے ضرب لگائی اور آپ کا بایاں ہاتھ کلائی سے کاٹ دیا تو آپ نے مشک اپنے دانتوں سے اٹھالی اور ایک تیر آیا اور وہ مشک میں لگا اور اس کا پانی بہہ گیا پھر ایک دوسرا تیر آیا اور وہ آپ کے سینہ پر لگا اور آپ منقلب ہو کر گھوڑے سے گرے اور اپنے بھائی حسینؑ کو پکار کر کہا (ادرکنی) "میری مدد کو آؤ" جب آپ آئے تو انہیں زمین پر پچھاڑا ہوا پایا پس رو دیئے مؤلف کہتے ہیں اور طریحی نے آپ کی شہادت کی کیفیت کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ آپ پر ایک شخص نے حملہ

کیا اور آپ کے دماغ پر گرز مارا جس سے آپ کا سر کھل گیا اور آپ زمین پر گر پڑے اور وہ پکار رہے تھے یا ابا عبد اللہ علیک منی السلام۔

اور ابن نما نے حکیم بن طفیل سنبسی کے بارے میں کہا ہے کہ اس نے جناب عباسؑ کا لباس و ہتھیار لوٹے تھے اور انہیں تیر مارا تھا۔

اور بحار میں ہے مؤرخین نے کہا ہے کہ جب عباس شہید ہو گئے تو حسین علیہ السلام نے فرمایا الان انکسر ظهری و قلت حیلتی اب میری کمر ٹوٹ گئی اور میری تدبیر کم و ختم ہو گئی۔

مؤلف کہتے ہیں بجلی جیسی جوانمردی کی کہ جس نے میرے لیے تجدید ذکر دیا دلائی جب میں نے اپنے آقا عباس کی اپنے بھائی اور سردار حسین صلوات اللہ علیہ مواسات و قربانی یاد کی تو میرے دل میں آیا کہ میں ایک ہی واقعہ ان کے والد امیر المومنین کی اپنے بھائی اور چچازاد رسول اللہ صلی اللہ علیہما و آلہما سے مواسات کرنے کا ذکر کر دوں تاکہ وہ کتاب کی زینت اور حساب کے دن کے لیے ذخیرہ بنے۔

جاحظ نے کتاب عثمانیہ میں کہا ہے اس سے ابن ابی الحدید کی نقل کے مطابق کہ ابوبکر مکہ میں ہجرت سے پہلے ابتلاء و آزمائش میں اور عذاب و تکلیف میں مبتلا تھا یہاں تک کہ کہا ہے اور علی بن ابی طالب راحت و آرام میں تھے نہ کوئی شخص انہیں تلاش کرتا تھا اور نہ وہ کسی کی تلاش و طلب میں الخ

ابو جعفر اسکافی نے اس کی تردید میں جو کچھ کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے ہم نے اخبار صحیحہ اور حدیث مرفوع السند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ (یعنی علیؑ) جس دن اسلام لائے بالغ کامل تھے اور اپنی زبان اور دل سے مشرکین کے مخالف تھے اور ان کے دلوں پر بوجھ تھے اور وہی جناب مخصوص تھے شعب میں حصار کے ساتھ نہ کہ

ابوبکر اور ان تاریکیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خلوتوں کے ساتھی تھے اور کڑوے غصوں کے گھونٹ ابولہب و ابوجہل وغیرہ سے پیتے تھے اور ہر مکروہ و ناپسندیدہ مصیبت میں چلتے تھے اور ہر اذیت میں اپنے نبیؐ کے شریک تھے وہ بہت بوجھل بار اٹھائے ہوئے تھے اور امر جلیل کا انہوں نے اظہار کیا تھا اور آپ ان افراد میں سے تھے کہ جو رات کو شعب سے چھپتے چھپاتے نکلتے تھے اور اپنے آپ کو مخفی رکھتے ہوئے اس شخص کے پاس جاتے اکابر قریش میں سے مثلاً مطعم بن عدی وغیرہ کہ جس کی طرف ابوطالب بھیجتے پس اپنی پشت پر بنی ہاشم کے لیے آئے اور گندم کے بوجھ اٹھا لائے جب کہ ابوجہل وغیرہ دشمنوں سے بہت شدید خوف میں ہوتے کہ اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو ان کا خون بہا دیتے کیا یہ کام شعب ابی طالب کے حصار کے زمانہ میں علیؑ کرتے تھے یا ابوبکر اور خود حضرت علیؑ نے ان دنوں کی اپنی حالت بیان کی ہے پس آپ نے اپنے ایک مشہور خطبہ میں فرمایا ہے انہوں نے ایک دوسرے سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ وہ ہم سے نہ کوئی معاملہ کریں گے اور نہ شادی بیاہ اور جنگ کی آگ کے شعلے ہمارے خلاف بھڑک اٹھے تھے اور ہمیں ایک پہاڑ میں رہنے پر مضطر و مجبور کر رکھا تھا ہم میں سے جو مؤمن تھا وہ ثواب کی امید رکھتا تھا اور جو کافر تھے وہ اپنے خاندان کی حمایت کرتے تھے اور سب قبائل نے ان کے خلاف اکٹھ کر لیا تھا اور ان سے گذرنے والوں اور خرید و فروخت کرنے والوں کو کاٹ دیا تھا اور وہ بھوک کی وجہ سے صبح شام موت کے منتظر تھے۔ انہیں کوئی جہت اور کشائش کی راہ نظر نہ آتی تھی ان کے عزم و ارادہ کمزور ہو چکے تھے اور ان کی امید منقطع ہو چکی تھی۔

اور ابوجعفر (یعنی اسکافی) نے کہا کہ مجھے شک و شبہ نہیں کہ ابوعثمان (جاحظ)

کو باطل نے خیانت پر مجبور کیا ہے اور خطا و غلطی نے اسے بٹھا دیا ہے اور حق کا
ساتھ چھوڑنے نے اسے حیرت و سرگردانی کی طرف پھیر دیا ہے لہٰذا جس نے جاننے
اور پہچاننے کے بغیر کہا ہے جو کچھ کہا ہے اور یہ گمان کر لیا ہے کہ حضرت علیؑ ہجرت
سے پہلے کسی امتحان میں نہیں پڑے اور مشقتیں نہیں جھیلیں اور صرف جنگ بدر کے
دن سے آپ تکلیف کی مشقتوں اور ابتلاء کی محنتوں میں پڑے ہیں اور وہ شعب
ابی طالب کے حصار اور جن مصائب میں وہ مبتلا تھے انہیں بھول گیا ہے حالانکہ
ابوبکر راحت و سکون میں تھا جو چاہتا کھاتا تھا اور جس سے چاہتا اٹھتا بیٹھتا تھا
اس کا راستہ کھلا ہوا تھا اس کا نفس خوش اور دل سکون میں تھا اور علی علیہ السلام
شرائد و آلام اور اہوال و خوفناکیوں کو جھیلتا بھوکا اور پیاسہ رہتا اور صبح و شام
قتل ہونے کا منتظر رہتا تھا کیونکہ وہی ذریعہ تھا اور حیلہ ساز تھا شیوخ قریش
اور ان کے عقلمندوں سے پوشیدہ طور پر تھوڑا بہت اذوقہ لانے کا تاکہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور بنی ہاشم نیم جان کے رمق حیات باقی رہیں جب کہ وہ
بس حصار میں تھے اور وہ ہر لحہ مامون نہیں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے دشمن
ابوجہل بن ہشام اور عقبہ بن ابو معیط و ولید بن مغیرہ و عتبہ بن ربیعہ وغیرہ ایسے
فراعنہ قریش اور ان کے جبار دل ایسوں سے کہ وہ اچانک اسے قتل کر دیں وہ
اپنے آپ کو بھوکا رکھتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو اپنے زادے سیر کرتا تھا
اور اپنے آپ کو پیاسہ رکھتا اور آنحضرت کو اپنا پانی پلاتا اور وہی آنجناب کا معالج
تھا جب آپ بیمار ہوتے اور مونس و مددگار تھا جب آپ وحشت و پریشانی میں
ہوتے اور ابوبکر صاحب تو ان چیزوں سے نجات یافتہ تھے انہیں کوئی ایسا درد و
الم نہیں چھوتا تھا جو انہیں مس کرتا اور ایسا نہیں وہ مشقت و زحمت لاحق نہ ہوتی جو

انہیں لاحق ہوتی اور ان کے اخبار و حالات میں سے کسی چیز کا انہیں علم نہ ہوتا مگر اجمالی طور پر نہ کہ تفصیلی طور پر یہ معاملہ تین سال تک رہا کہ ان کے ساتھ معاملہ کرنا شادی بیاہ کرنا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام قرار دیا گیا تھا جو حضرات محبوس محصور اور ممنوع تھے وہاں سے نکلنے اور اپنے نفوس میں تصرف کرنے سے تو کس طرح جاحظ نے یہ فضیلت مہمل چھوڑ دی ہے اور یہ خصوصیت بھول گیا ہے کہ جس کی کوئی نظیر و مثیل نہیں ہے انتھی ۔ ھٰذہ من علاہ احدی المعالی. وعلی ھٰذہ فقس ما سواھا ۔ یہ تو اس کی بلندیوں میں سے ایک بلندی ہے اسی پہ باقیوں کا قیاس کرے ۔

مؤلف کہتے ہیں کہ ابوجعفر اسکافی نے اپنے اس قول میں سچ کہا ہے کہ علیؑ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے معلل اور معالج د دیکھ بھال کرتے تھے جب آپ بیمار ہوتے، پس ابن ابی الحدید نے سلمان فارسی رضی اللہ سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ میں آپ کی وفات سے پہلے والے دن کی صبح کو آنحضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا آج رات جو درد و تکلیف اور بیداری میں نے اور علی نے برداشت کی ہے اس کا کچھ نہ پوچھو تو میں نے عرض کیا اے رسول خدا آج رات علیؑ کی بدلے میں آپ کے ساتھ بیدار رہوں فرمایا نہیں وہ اس کام کا تیری نسبت زیادہ حق رکھتا ہے میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آئے امیرالمومنینؑ

تذییل

معلوم رہے کہ شجاعت ان معانی میں سے ہے کہ جو نفس انسانی کے ساتھ قائم

اس کا ادراک بصیرت سے ہو سکتا ہے نہ کہ بصارت سے اور اس کی معرفت اسکی ذات کے مشاہدے سے حسی طور پر ممکن نہیں ہے بلکہ اس کی معرفت کا طریقہ اور اس کا علم اس کے آثار کے مشاہدہ سے ہوتا ہے جو شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ زید شجاعت کے ساتھ موصوف ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان امور کی طرف دیکھا جائے جو اس سے اس وقت صادر ہوتے ہیں جب مردوں نے اسے گھیر رکھا ہو اور موت اس کے گرد منڈلا رہی ہو اور جنگ کا دور دورہ ہو اگر تو وہ زیادہ جزع فزع کرتا ہے جلد بازی سے کام کرتا ہے شکست کا مرتکب ہوتا ہے اور جان کی بقاء چاہتا ہے اور پستی کو برداشت کر لیتا ہے اور اس کا طوق گلے میں ڈال لیتا ہے اور تلوار کی دھار سے فرار کی عار کا لباس پہننے کی طرف جلدی کرتا ہے تو یہ شخص شجاعت سے کئی مرحلے دور ہے۔

اور اگر جرأت مند ہے بڑھ بڑھ کر حملے کرتا ہے صابر و بردبار رہے۔ تلواروں کی جھنکار کو مزامیر کا حطرب نغمہ سمجھتا ہے اور ٹکراؤ کی صفوں کی طرف اس طرح دوڑ کر جاتا ہے جیسے عجیب و غریب مناظر کو دیکھنے کی طرف جلدی کرتا ہے ہولناکیوں کے شدائد میں مطمئن نفس کے ساتھ گھستا ہے اور جنگ کے لیے مصافحہ کرنے کو ٹھنڈک پہنچانے والی غنیمت سمجھتا ہے اور نیزہ کے دو طرفہ وار فائدہ عائدہ ہیں یلقی الرماح بنحرہ. فکانما فی قلبہ عود من الریحان ویری السیوف وصوت وقعھا یدھا عرسا تجلیھا علیہ غوان وہ نیزہ کی اپنے گلوے ملاقات کرتا ہے گویا ریحان واگربتی ہے اور تلوار اور اس کی جھنکار اس کی نظر میں وہ دلہن ہے جسے خوبصورت عورتیں اس کے پاس لیکر آئیں تو شجاعت کی زمام اس کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس کا اہل ہے اور جو اس کی اس شجاعت کے ساتھ تعریف کرے

کہ جسے خدا دوست رکھتا ہے تو وہ سچا ہے۔
جب آپ یہ جان چکے اور ان واقعات میں غور و خوض کر چکے جو ہم نے اصحاب حسینی اور آپ کے اہل بیت کی جنگ کے ہم نقل کر چکے ہیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ سب کے سب شجاعت کے اعلیٰ درجہ اور شہامت و بزرگی کے ارفع مرتبہ پر فائز تھے مگر یہ کہ جناب عباس یگانہ آفاق تھے وہ اس کامعلی جامہ پئے ہوئے تھے اور ان کا رتبہ اس میں درفع و اعلی تھا اور اس کی روشنیاں انہیں سے پھوٹتی تھیں اور انہیں سے اس کے پھل پھول چنے جاتے تھے۔ کہ جو ایمان میں زیادہ محکم اور بصیرت میں زیادہ نافذ اور خدا کے ہاں قیامت کے دن ایسے وہ قدر و منزلت رکھتے ہوں گے کہ جس میں تمام شہدا رشک کریں گے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کے باپ امیر المومنین سید البریہ علیہ الاف التسلیم و مسعودی نے مروج الذہب میں جنگ جمل کے واقعہ میں ذکر کیا ہے کہ اصحاب جمل نے حضرت علیؑ کے خیمہ اور میسرہ پر حملہ کر کے میدان میں صاف کر لیا تو آپ کے پاس عقیل کی اولاد میں سے کوئی آیا جب کہ آپ اپنے گھوڑے کی زین کے قربوس و دتہ پر سر رکھ کر اونگھ رہے تھے اور آپ سے عرض کیا چچا جان آپ کا خیمہ اور میسرہ وہاں پہنچ گیا ہے جہاں آپ دیکھ رہے ہیں اور آپ اونگھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا خاموش اے بھتیجے تیرے چچا کا ایک معین دن ہے کہ جس سے آگے نہیں بڑھ سکتا خدا کی قسم تیرا چچا اسکی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ موت پر جا گرے یا موت اس پر آگرے پھر آپ نے کسی کو اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کی طرف بھیجا کہ جو آپ کے علمبردار تھے کہ ان پر حملہ کر دو تو محمد نے کچھ تاخیر کی چونکہ ان کے مدمقابل لوگ ان پر تیر برسا رہے تھے محمد منتظر تھے کہ ان کے تیر ختم ہو جائیں تو حضرت علیؑ ان کے پاس آئے اور فرمایا تو نے حملہ کیوں نہیں

کیا تو محمد نے عرض کیا آگے بڑھنے کی کوئی جگہ ہی نہیں سوائے تیر و نیزہ کے میں منتظر ہوں کہ ان کے تیر ختم ہو جائیں تو میں ان پر حملہ کروں تو آپ نے فرمایا کہ نیزوں کے درمیان ہی پر حملہ کرو موت کی ڈھال تمہارے اوپر موجود ہے۔

پس محمد نے حملہ کیا لیکن نیزوں اور تیروں کے درمیان رُک گیا پس حضرت علیؑ آئے اور تلوار کا دستہ محمد کو مارا اور فرمایا تمہاری ماں کی رگ نے تجھے آلیا ہے اور علم ان سے لے لیا اور حملہ کیا اور باقی لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ حملہ کر دیا پس مدمقابل قوم کی مثال اس راکھ کی تھی کہ جھکڑ کے دن جس پر شدت سے آندھی چلے۔ یہ تھے محمد بن حنفیہ بن امیر المومنین علیہ السلام حالانکہ تمام افراد سے زیادہ عاقل اور زیادہ شجاع و بہادر تھے جیسا کہ زہری نے کہا۔

اور جاحظ سے منقول ہے کہ اس نے کہا باقی رہا محمد بن حنفیہ تو صادر و وارد اور حاضر و بادی (شہری و دیہاتی) نے کہا ہے کہ وہ یگانہ روزگار اور اپنے وقت کے مرد میدان اور سب لوگوں سے زیادہ تمام و باکمال تھے انتہی

اور ان کی شجاعت ظاہر ہوتی ہے ہر اس شخص کے لیے کہ جو کچھ کتب اصل سیر نے جنگ جمل میں صفین کے بارے میں لکھا ہے اور کافی ہے تیرے لیے کہ وہ امیر المومنین ایسی ہستی کے علمبردار تھے لیکن اس شجاعت و تعریف و توصیف کے باوجود دشمنوں پر حملہ کرنے سے توقف کیا تھا ان کے تیروں کے ختم ہونے کے انتظار میں لیکن میرے ماں باپ قربان ہوں جناب عباس اپنے بھائی حسینؑ کے علمبردار اور ان کے لشکر کے کمانڈر ہو کہ جب انہوں نے فرات کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو آپ کو ان چار ہزار افراد نے گھیر لیا جو فرات پر متوکل تھے اور آپ پر تیروں کی بارش کر دی لیکن وہ جناب سخت پہاڑ کی مانند تھے کہ جس کو آندھیاں نہیں ہلا سکتیں

اور نہ جھگڑا اسے اپنی جگہ سے زائل کر سکتے ہیں لا ادھب الموت اذا الموت
رقی ۔ میں موت سے نہیں ڈرتا جب موت بلند ہو۔

پہلے آپ کے سامنے گزر چکا ہے کہ جب اصحاب حسینؑ میں بعض کو دشمنوں نے گھیر لیا اور باقی اصحاب اور دوستوں سے ان کا تعلق کٹ گیا تو جناب عباس بن علی علیہما السلام نے دشمنوں پر حملہ کر کے انہیں ان سے نکال لائے اور یہ بھی آپ جان چکے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو اپنے بھائی حسین کے لیے ڈھال اور بچاؤ کا ذریعہ بنایا جب کہ آپ آنجناب کے سامنے تھے میرے ماں باپ قربان ہوں آپ پر اے ابو الفضل

فصل
شہادت امام حسینؑ اور طفل شیر خوار

ہمارے آقا و مولا ابو عبداللہ الحسین المظلوم کی شہادت اور آپ کا قتل گاہ میں زمین پر پچھڑنا سلام اللہ علیہ اور اسی میں طفل رضیع (علی اصغر) اور عبداللہ بن حسن بن علی علیہما السلام کی شہادت کا ذکر بھی ہے یہ وہ فصل ہے کہ جس کے مضمون سے پلکوں سے آنسو بہتے ہیں اور حزن ملال ابھارنے کے لیے درد اٹھتے ہیں اور صاحب ایمان کے دل وجگر میں پیدا ہونے والی آگ بھڑکتی ہے اور اللہ کی بارگاہ میں شکایت ہے اور اسی سے اعانت طلب کی جاتی ہے۔

بعض مقاتل میں روایت ہوئی ہے کہ حسینؑ نے جب بہتر افراد کو اپنے (اصحابؓ و اہل بیت میں سے زمین پر پڑے ہوئے دیکھا تو خیمے کی طرف رخ کیا اور پکار کر کہا یا سکینہ یا فاطمہ یا زینب یا ام کلثوم علیکن منی السلام تو انہیں سکینہ نے پکار کر کہا اے بابا کیا آپ مرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں تو آپ نے فرمایا کس طرح مرنے کے لیے وہ تیار نہ ہو کہ جس کا کوئی ناصر و مددگار نہ رہا ہو تو اس مخدومہ نے کہا اے بابا ہمیں ہمارے نانا کے روضہ پر پلٹا دیجئے تو آپ نے فرمایا ہیہات اگر قطا پرندہ کو چھوڑ دیا جاتا تو وہ سو جاتا پس خواتین نے چیخ و پکار بلند کی تو حسین علیہ السلام نے انہیں خاموش کیا نیز اسی کتاب میں ہے کہ آپ جناب ام کلثوم کی طرف بڑھے اور ان سے فرمایا اے پیاری بہن میں تجھے اپنے تیری ذات کے بارے میں

خیر و بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اور میں اس قوم کے مقابلہ میں جا رہا ہوں پس سکینہ آگے بڑھیں اور وہ چیخ و پکار کر رہی تھیں اور آپ کو ان سے بہت شدید محبت تھی پس انہیں اپنے سینے سے لگا لیا اور ان کے آنسو پونچھے اور فرمایا سیطول بعدی یا سکینۃ فاعلمی ۔ منك البكاء اذا الحمام دهانی ۔ لا تحرقی قلبی بدمعك حسرۃ ۔ مادام منی الروح فی جثمانی فاذا قتلت فانت اولی بالذی تبکینہ یا خیرۃ النسوان ۔ عنقریب میرے بعد اے سکینہ جان لے کر تجھے رونا نصیب ہوگا جب موت نے مجھے گھیر لیا، اب حسرت بھرے آنسو سے میرے دل کو نہ جلاؤ جب تک میری روح میرے جسم میں ہے جب میں شہید ہو جاؤں تو پھر تم رونے کی زیادہ حقدار ہو اے بہترین خاتون

اور ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب امام حسینؑ کے لیے وہ وقت آیا جو آیا تو آپ نے اپنی بڑی بیٹی فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام کو بلایا اور انہیں ایک بلا خط دیا اور ظاہری وصیت کی اور علی بن الحسین کہ جنہیں شکم کی بیماری لاحق تھی ان کے ساتھ تھے اور وہ یہی سمجھتے تھے جس حالت میں وہ تھے (یعنی سمجھتے تھے کہ فوت ہو جائیں گے) تو جناب فاطمہ نے وہ خط یا کتاب علی بن الحسین کے سپرد کی پھر وہ ہماری طرف منتقل ہوئی ۔

اور مسعودی رحمہ اللہ کی کتاب اثبات الوصیہ میں ہے پھر آپ نے علی بن الحسین علیہما السلام کو حضور بخشا اور وہ بیمار تھے پس انہیں اسم اعظم اور مواریث انبیاء علیہم السلام کی وصیت کی اور انہیں بتایا کہ آپ نے علوم، صحف، مصاحف اور سلاح و ہتھیار جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ سب چیزیں آپ کے سپرد کریں۔

نیز اسی کتاب میں ہے ایک حدیث میں جو خدیجہ بنت محمد بن علی رضا جو ابوالحسن عسکری علیہما السلام کی بہن ہیں ان سے روایت ہے کہ انہوں نے یعنی حسین علیہ السلام ظاہر میں اپنی بہن زینب بنت علیؑ کی وصیت کی پس جو کچھ علم علی بن الحسین علیہما السلام کو زمانہ میں وہ ان کی پھوپھی زینب بنت علیؑ کی طرف منسوب ہوتا تھا علی بن الحسین علیہ السلام پر پردہ ڈالتے ہوئے اور تقیہ کے طور پر اور ان کے بچاؤ کے لیے اور قطب راوندی نے کتاب الدعوات میں زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے والد علیہ السلام نے اپنی شہادت کے دن اپنے سینہ سے لگایا جب کہ خون آپ کے جسم سے کھول رہا تھا اور وہ فرما رہے تھے اے بیٹا مجھ سے یہ دعا محفوظ کر لو کہ جو مجھے جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا نے تعلیم دی اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے تعلیم دی تھی اور انہیں جبرئیل نے کسی حاجت کسی حاجت کسی مہم کسی غم اور کسی نازل ہونے والی مصیبت اور کسی عظیم مشکل امر کے سلسلہ میں تعلیم دی تھی فرمایا دعا کرو (بحق یٰس والقرآن الحکیم وبحق طٰہٰ والقرآن العظیم یا من یقدر علی حوائج السائلین یا من یعلم ما فی الضمیر یا منفسا عن المکروبین یا مفرجا عن المغمومین یا راحم الشیخ الکبیر یا رازق الطفل الصغیر یا من لا یحتاج الی التفسیر صل علی محمد وآل محمد وافعل بی کذا وکذا۔

یاسین اور قرآن حکیم کے حق کی قسم طٰہٰ اور قرآن عظیم کے حق کی قسم اے وہ ذات جو سوال کرنے والوں کی حاجتوں پر قدرت رکھتا ہے یا اے وہ جو ضمیر میں جو کچھ ہے اسے جانتا ہے اے دکھی لوگوں کے دکھوں کو دور کرنے والے اے غمزدہ افراد کے غموں کو کشائش میں بدلنے والے اے بہت بوڑھے پر رحم کرنے والے اے چھوٹے بچے کو رزق دینے والے اے وہ جو کسی تفسیر کا محتاج نہیں محمد و آل محمد پر

صلوات ورحمت نازل فرما اور میری فلاں فلاں حاجت کو برلا۔

مؤلف کہتے ہیں اور ہم نے آپ سے ایک اور دعا یوم عاشور کی صبح کے وقائع میں ذکر کی ہے اور آپ سے ایک تیسری دعا بھی اسی دن وارد ہوئی ہے کہ جسے شیخ الطائفہ نے مصباح المتہجدین تیسری شعبان کے دن کے اعمال میں ذکر کر کے پھر اس کے بعد حسین علیہ السلام کی تم دعا پڑھنا اور وہ یوم کو تر والی آپ کی دعا ہے اور کی روایت میں ہے کہ یہ وہ آخری دعا ہے جو دعا یوم الطف امام حسینؑ نے پڑھی تھی اللہم انت متعالی المکان عظیم الجبروت آخر دعا تک

اور بحار میں بعد اس کے کہ ایک نوخیز کی شہادت ذکر کی ہے کہ جوان خیموں سے نکلا تھا کہا ہے پھر امام حسین نے اپنی دائیں جانب دیکھا تو کوئی مرد نظر نہ آیا اور بائیں طرف دیکھا کوئی نظر نہ آیا تو علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام نکلے جو کہ بیمار تھے اور تلوار اٹھانے کی طاقت بھی نہیں رکھتے تھے اور ام کلثوم ان کے پیچھے پکار رہی تھیں اے بیٹا پلیٹ آؤ تو آپ نے فرمایا پھوپھی جان مجھے چھوڑ دیں تاکہ فرزند رسول خدا کے سامنے جہاد کروں تو امام حسینؑ نے فرمایا اے ام کلثوم انہیں پکڑ لو تاکہ زمین آل محمد علیہم السلام کی نسل سے خالی نہ ہو جائے۔

شہادت طفل شیر خوار

ان کی والدہ ام رباب بنت امرئ القیس بن عدی تھیں اور ان کی والدہ ہند الہنود تھیں۔

سید نے کہا ہے جب حسینؑ نے اپنے جوانوں اور دوستوں کی لاشیں دیکھیں تو اپنی جان اور حرم سے اس قوم کا سامنا کرنے کا عزم کیا اور پکار کر کہا۔ ھل من ذاب

یذب عن حرم رسول اللہ ھل من موحد یخاف اللہ فینا ھل من مغیث یرجوا اللہ باغاثتنا ھل من معین یرجوا ما عند اللہ فی اعانتنا کوئی ہے جو رسول اللہ کے حرم سے دشمنوں کو رد کرے کوئی خدا پرست ہے جو ہمارے بارے میں خدا سے ڈرے کوئی فریادرس ہے جو ہماری فریادرسی میں اللہ سے امید رکھے کوئی معین و مددگار ہے جو ہماری اعانت کرے جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کی امید رکھے پس خواتین عصمت کی صدا بلند ہوئی تو آپ خیمے کے دروازے کی طرف آئے اور جناب زینب سے فرمایا مجھے میرا چھوٹا بیٹا دے دو تاکہ میں اسے وداع کروں پس آپ نے اسے پکڑا اس کی طرف جھکے کہ اس کا بوسہ لیں تو حرملہ بن کاہل اسدی نے ایسا تیر مارا جو بچے کے گلے میں لگا کہ جس نے اسے ذبح کر دیا۔

مؤلف کہتے ہیں شاعر نے اس مضمون کو عمدہ طریقہ سے اپنے شعر میں ادا کیا ہے و منعطف اھوی لتقبیل طفلہ ۔ فقبل منہ قبلہ النحر صخرا اور وہ جو جھکا اپنے اپنے بچہ کا بوسہ لینے کے لیے کہ تیر نے اس سے پہلے اس کے گلے کا بوسہ لے لیا آپ نے جناب زینب سے فرمایا اس کو پکڑنا پھر آپ نے اس کا خون اپنی دونو ہتھیلیوں میں لیا جب وہ پر ہو گئیں تو خون آسمان کی طرف پھینک دیا پھر فرمایا جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی آسان ہے کیونکہ خدا کی نگاہ کرم کے سامنے ہے۔

شیخ مفید نے رضیع کی شہادت کے سلسلہ میں فرمایا ہے پھر حسینؑ خیمے کے آگے بیٹھ گئے پس عبداللہ بن حسین علیہ السلام آپ کے بیٹے کو لے آئے جب کہ وہ چھوٹا سا بچہ تھا آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھایا پس بنی اسد میں سے ایک شخص نے تیر مارا جس نے اسے ذبح کر دیا۔

اور ازدی نے کہا ہے عقبہ بن بشر اسدی نے کہا مجھ سے ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین

علیہم السلام نے فرمایا تھا یقینا ہمارا تم بنی اسد میں خون ہے راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا میرا اس میں کیا گناہ ہے خدا آپ پر رحم فرمائے اے ابوجعفر اور وہ کون سا ہے حسینؑ کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا وہ بچہ آپ کی گود میں تھا اچانک اسے تم میں سے ایک نے اے بنی اسد تیر مارا اور اسے ذبح کر دیا پس امام حسینؑ نے اس کا خون ہاتھوں میں لے لیا جب اپنی دونو ہتھیلیاں پر کر لیں تو زمین میں اسے انڈیل دیا اس کے بعد عرض کیا پروردیگارا اگر تو نے ہم سے آسمانی نصرت روک لی ہے تو اسے قرار دے اس چیز کے لیے کہ جو زیادہ بہتر اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے اور سبط نے تذکرہ میں ہشام بن محمد کلبی سے روایت کی ہے جب امام حسینؑ نے انہیں آپ کے قتل پر مصر دیکھا تو قرآن لیا اور اسے کھول کر اپنے سر پر رکھ لیا اور پکار کر فرمایا میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا محمد رسول اللہؐ ہیں اے قوم کس بناء پر تم میرے خون کو حلال سمجھتے ہو کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں، کیا تمہیں میرے نانا کا میرے متعلق اور میرے بھائی کے متعلق یہ ارشاد نہیں پہنچا ھذان سیدا شباب اھل الجنۃ ۔ یہ دونو جوانان جنت کے سردار ہیں اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو جابر، زید بن ارقم ابوسعید خدری سے پوچھ لو کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں پس شمر نے آپ کو پکار کر کہا ابھی تم معاویہ میں داخل ہو گے حسینؑ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے خبر دی پس فرمایا میں نے دیکھا گویا ایک کتا میرے اہل بیت کا خون پی رہا ہے میں تجھے وہی خیال کرتا ہوں پس شمر نے کہا میں ایک حرف پر اللہ کی پرستش کروں اگر مجھے معلوم ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو پس امام حسینؑ متوجہ ہوئے کہ اچانک آپ کا ایک بچہ پیاس سے گریہ کر رہا ہے پس آپ نے اسے اپنے ہاتھ پر اٹھایا اور

فرمایا اے قوم اگر مجھ پر رحم نہیں کرتے تو اس بچہ پر تو رحم کرو پس انہیں سے ایک شخص نے اسے تیر مار کر ذبح کر دیا پس حسینؑ رونے لگے اور وہ کہہ رہے تھے۔ خدایا ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کر انہوں نے ہمیں بلایا تھا تاکہ ہماری مدد کریں پس ہم سے انہوں نے جنگ کی ہے پس فضا میں سے آواز آئی اسے چھوڑ دو اے حسینؑ جنت میں اسے دودھ پلانے والا موجود ہے۔

پھر راوی نے کہا اور اسے حصین بن تمیم نے تیر مارا جو ان کے دو ہونٹوں پر لگا اور آپ کے ہونٹوں سے خون بہنے لگا اور روتے اور کہتے تھے خدایا جو کچھ میرے بھائیوں میری اولاد اور میرے اہل بیت کے ساتھ ہو رہا ہے میں اس کی شکایت تیری بارگاہ میں کرتا ہوں الخ اور ابن نما نے کہا ہے کہ پھر آپ نے اس بچہ کو اٹھایا اور اپنے اہل بیت کے شہداء کے پاس رکھ دیا۔

اور محمد بن طلحہ نے مطالب السؤل میں کتاب الفتوح کے مؤلف سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ آنجناب کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا پس اس کی طرف تیر آیا جس نے اسے قتل کر دیا پس وہ خون اسے مل دیا اور اپنی تلوار سے ایک گڑھا اس کے لیے کھودا اور اس پر نماز پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔

اور کتاب احتجاج میں ہے جب آپ اکیلے رہ گئے اور آپ کے ساتھ باقی نہ رہا سوائے آپ کے بیٹے علیؑ بن الحسینؑ کے اور دوسرا آپ کا بیٹا جو عالم رضاع میں تھا جس کا نام عبداللہ تھا تو آپ نے بچہ کو لیا تاکہ اس سے وداع کریں کہ اچانک ایک تیر آیا جو بچے کے گلے کے اطہر میں لگا اور اسے شہید کر دیا پس آپ اپنے گھوڑے سے اترے اور تلوار کے نیام سے بچہ کے لیے گڑھا کھودا اور اس کا خون اس پر مل دیا اور اسے دفن کر دیا پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور ذیل کے اشعار کہے

ارباب مقاتل نے کہا ہے اور احتجاج میں ہے پھر امام حسینؑ کھڑے ہو گئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور جنگ کے لیے آگے بڑھے اور وہ کہتے تھے ۔ (کفر القوم وقدما رغبوا ۔ عن ثواب اللہ رب الثقلین قتلوا القرم علیا وابنہ ۔ حسن الخیر الکریم الابوین ۔ حنقا منہم قالوا اجمعوا ۔ احشروا الناس الی حرب الحسین یا لقوم من اناس رذل ۔ جمعوا الجمع لاھل الحرمین ۔ صاروا وتواصوا کلھم ء باحتیاجی لرضاء الملحدین لم یخافوا اللہ فی سفک دمی ۔ لعبید اللہ نسل الکافرین ۔ وابن سعد قد رمانی عنوۃ ۔ بجنود کوکوف الھاطلین لالشئی کان من قبل ذاء غیر فخری بضیاء الفرقدین ۔ بعلی الخیر من بعد النبی ۔ والنبی القرشی الوالدین خیرۃ اللہ من الخلق ابی ۔ ثم امی فانا ابن الخیرتین ۔ فضۃ قد خلصت من ذھب ، فانا الفضۃ وابن الذھبین من لہ جد کجدی فی الوری او کشیخی فانا ابن العلمین ۔ فاطمہ الزھراء امی وابی ۔ قاصم الکفر ببدر وحنین عبد اللہ غلاماً یافعاً ۔ وقریش یعبدون الوثنین ۔ یعبدون اللات والعزیٰ معاً ۔ وعلی کان صلی القبلتین فابی شمس وامی قمر ۔ فانا الکوکب ابن القمرین ولہ فی یوم احد وقعۃ ۔ شفت الغل بفض العسکرین ثم فی الاحزاب والفتح معاً ۔ کان فیہا حتف اھل القبلتین ۔ فی سبیل اللہ ماذا صنعت ، امۃ السوء معاً بالعترتین عترۃ البر النبی المصطفیٰ ۔ وعلی الورد یوم الجحفلین قوم نے کفر کیا اور ہمیشہ سے عالمین کے پروردیگار خدا کے ثواب سے منہ موڑا پست و کمینہ لوگوں نے حضرت علی اور ان کے فرزند حسن خیر کو کریم ماں باپ کے بیٹے تھے شہید کیا انہیں بغض و سینہ تھا کہ انہوں نے کہا اور جمع کیا اور لوگوں کو اکٹھا کیا حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے ہائے افسوس ایسی ذلیل و کمینی قوم سے کہ انہوں نے جماعتوں کی جماعتیں اہل حرمین سے لڑنے کے لیے جمع کیں پھر وہ چلے اور ایک

دوسرے کو نصیحت وصیت کی ملحد د کافر لوگوں کو راضی کرنے کے لیے مجھے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی، میرے خون بہانے کو عبیداللہ جو کافروں کی نسل ہے کے لیے بہانے میں خدا سے نہیں ڈرے اور ابن سعد نے جبراً و قہراً مجھے مارا ہے ایسے لشکروں کے ذریعہ کہ موسلادھار بارش کے مانند تھا یہ سب کچھ کسی جرم کی بناء پر نہیں تھا کہ جو مجھ سے پہلے ہوا ہو سوائے اس کے کہ میرا فخر کرنے کے دو ستاروں کی روشنی سے علیؑ سے جو نبی کے بعد افضل تھے اور نبی سے کہ جو قرشی الوالدین ہیں میرا باپ لوگوں میں سے مختار ہے پھر میری ماں تو میں دو بہترین شخصیتوں کا بیٹا ہوں چاندی ہے کہ جو سونے سے نکلی ہے میں چاندی ہوں اور دو سونے کے ٹکڑوں کا بیٹا ہوں لوگوں میں کسی کا نانا میرے نانا ایسا ہے یا میرے باپ ایسا ہے تو میں دو عظیم ہستیوں کی اولاد ہوں۔

فاطمہ زہرا میری ماں ہیں اور میرا باپ بدر و حنین میں کفر کی کمر توڑنے والے ہیں جنہوں نے اللہ کی عبادت بچپن سے کی جب کہ قریش دو بتوں کی عبادت کرتے تھے، لات و عزیٰ کی اکٹھی عبادت کرتے تھے اور علیؑ وہ ہیں کہ جنہوں نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے پس میرے باپ آفتاب ہیں اور ماں چاند ہے اور میں ستارہ ہوں جو آفتاب و مہتاب کا بیٹا ہے اس کا جنگ احد کے دن وہ کارنامہ ہے جس نے کینہ کو دور کیا دونوں لشکروں کو منتشر کر کے پھر جنگ احزاب اور فتح مکہ میں کہ جس میں دونوں لشکروں کی موت تھی یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں کیا لیکن بری امت نے دو عترتوں اور ذریتوں سے کیا سلوک کیا نیک و صالح مصطفیٰ کی عترت سے اور علی کی اولاد سے جو سرخ گلاب کی طرح ہوتا ہے دونوں لشکروں کے ٹکراؤ کے دن پھر آپ اس قوم کے آگے کھڑے ہوئے اور آپ کی تلوار نیام

سے باہر آپ کے ہاتھ میں تھی آپ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اور مرنے کا
ارادہ کر چکے تھے اور کہہ رہے تھے انا ابن علی المطھر من آل ھاشم کفانی
بھذا مفخرا حین افخر۔ وجدی رسول اللہ اکرم من شیٔ ونحن سراج
اللہ فی الخلق یزھر وفاطمۃ امی من سلالۃ احمد۔ وعمی و یدعی ذالجناحین
جعفر۔ وفینا کتاب اللہ انزل صادقا۔ وفینا الحلال والوحی بالخیر
یذکر۔ ونحن امان اللہ للناس کلھم۔ نسر بھذا فی الانام ونجھر۔ ونحن
ولاۃ الحوض یسقی ولاتنا کباس رسول اللہ مالیس ینکر۔ وشیعتنا
فی الناس اکرم شیعۃ۔ ومبغضنا یوم القیامۃ یخسر
میں پاکیزہ علیؑ کا بیٹا ہوں جو آل ہاشم میں سے ہیں میرے لیے یہ فخر کافی ہے جب بھی میں
فخر کروں اور میرے نانا رسول اللہ جو تمام لوگوں میں سے مکرم و محترم ہیں اور ہم
اللہ کا روشن چراغ ہیں مخلوق میں اور فاطمہ زہرا جو احمد مجتبیٰ کی بیٹی ہیں میری ماں
ہے اور میرے چچا جعفر دو پروں والے پکارے جاتے ہیں اور ہم ہیں اللہ کی سچی
کتاب نازل ہوئی ہے اور ہم میں ہدایت وحی اور خیر و اچھائی ہے کہ جس کا ذکر
عام ہے ہم اللہ کی امان ہیں تمام لوگوں کے لیے یہ بات ہم چھپ کر اور علی الاعلان
کہتے ہیں ہم حوض کے مالک ہیں اپنے دوستوں کو رسول اللہ کے کاسے سے پلائیں گے
کہ جس کا انکار نہیں ہو سکتا ہمارے شیعہ اور پیرو لوگوں میں مکرم و محترم شیعہ ہیں اور
ہمارا مبغض و دشمن قیامت کے دن خسارے میں ہے۔

محمد بن عالم ابو طالب نے کہا اور ابو علی سلامی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ
یہ اشعار امام حسینؑ کی اپنی انشاء ہیں اور کہا ہے کہ اس قسم کے کسی کے اشعار نہیں ہیں
فان تکن الدنیا تعد نفیسۃ۔ فان ثواب اللہ اعلی وانبل وان تکن الابدان

الموت انشأت۔ فقتل امری بالسیف فی اللہ افضل۔ وان تکن الارزاق قسما مقدرا فقلۃ سعی المرء فی الکسب اجمل وان تکن الاموال للترک جمعھا۔ فما بال متروک بہ المرء یبخل۔ اگر دنیا کو نفیس و عمدہ چیز بھی شمار کیا جائے پھر بھی اللہ کا ثواب زیادہ بلند اور زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور اگر بدن موت ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں تو پھر اللہ کی راہ میں انسان کا شہید ہونا افضل ہے اور اگر رزق تقسیم شدہ اور مقدر ہے تو کسب و کار میں انسان کا زیادہ کوشش نہ کرنا بہتر ہے۔

اور اگر مال کا جمع کرنا اپنے بعد کے لیے چھوڑنے کے لیے ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ انسان چھوڑے ہوئے مال میں بخل کرتا ہے پھر آپ نے لوگوں کو مبارزہ کے لیے پکارا پس آپ مسلسل قتل کرتے رہے ہر اس شخص کو جو آپ کے قریب آتا یہاں تک کہ آپ نے مقتولین کا ڈھیر لگا دیا پھر آپ نے دشمن کے خیمہ پر حملہ کیا اور کہہ رہے تھے الموت خیر من رکوب العار۔ والعار اولی من دخول النار موت ننگ و عار کے ارتکاب سے بہتر ہے اور ننگ و عار برداشت کر لینا جہنم کی آگ میں داخل ہونے سے اولی و برتر ہے۔

پھر آپ نے میسرہ پر حملہ کیا اور آپ کہہ رہے تھے انا الحسین بن علی۔ آلیت ان لا انثنی۔ احمی عیالات ابی۔ امضی علی دین النبی۔ میں حسین بن علی ہوں میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ دشمنوں سے منہ نہیں موڑوں گا اپنے باپ کے اہل و عیال سے دفاع کروں گا اور دین نبی پر چل کر اس دنیا سے جاؤں گا بعض راویوں کا کہنا ہے کہ میں کبھی ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا کہ جس کے دشمن بہت زیادہ ہوں اور اس کے بیٹے اہل بیت اور ساتھی قتل ہو چکے ہوں اور وہ آپ سے زیادہ

مضبوط اور دل جمی سے لڑا ہو پیادہ لشکر آپ پر حملہ کرتا تو آپ تلوار لیکر اس طرح سے زور دار حملہ ان پہ کرتے کہ وہ بھیڑ بکریوں کی طرح تتر بتر ہو جاتے کہ جن پہ بھیڑیا حملہ کرے آپ ان پہ حملہ کرتے تھے حالانکہ وہ تیس ہزار کا لشکر تھا تو اس طرح آپ کے سامنے سے منتشر ہوتے جیسے ٹڈی دل پھیل جاتے ہیں پھر آپ اپنے مرکز کی طرف لوٹ آتے اور فرماتے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اللہ علی عظیم کے علاوہ حول و قوت کسی کی طرف سے نہیں۔

کتاب اثبات الوقیہ میں ہے کہ روایت ہوئی ہے کہ اس دن آپ کے ہاتھ سے ایک ہزار آٹھ سو جنگجو مارے گئے اور بحار میں ہے کہ ابن شہر آشوب اور محمد بن ابو طالب نے کہا ہے کہ آپ مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے ایک ہزار نو سو پچاس افراد کو زخمیوں کے علاوہ قتل کیا پس عمر سعد نے اپنے لشکر سے کہا ویل و ہلاکت ہو تمہارے لیے جانتے ہو کہ کس سے جنگ کر رہے یہ انزع بطین (علی بن ابیطالب) (جس کے سر پہ بال نہ ہوں اور شکم بڑا ہو) کا بیٹا ہے یہ عربوں کو قتل کرنے والوں کا بیٹا ہے پس ہر طرف سے اس پر حملہ کرو چار ہزار تیر انداز تھے انھوں نے آپ پر تیروں کی بارش کر دی اور آپ کے اور آپ کے خیموں کے درمیان حائل ہو گئے۔

ابن ابی طالب، صاحب مناقب اور سید (رہ) نے کہا ہے کہ آپ نے چیخ کر کہا وائے ہو تم پر اے آل ابو سفیان کے شیعہ و پیرو کار اگر تمہارا کوئی دین و مذہب نہیں ہے اور تم معاد و قیامت کا خوف نہیں رکھتے تو دنیا کے آزاد و شریف لوگ تو بنو اور اپنے حسب و نسب کی طرف تو پلٹو اگر تم عرب ہو تو شمر لعین نے پکار کر کہا اے فاطمہ کے بیٹے کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ میں تم سے

جنگ کر رہا ہوں اور تم مجھ سے لڑ رہے ہو عورتوں کا تو اس میں کوئی حصہ نہیں لہذا اپنے سرکشوں کو میرے اہل حرم سے متعرض ہونے سے روکو جب تک میں زندہ ہوں تو شمر نے کہا تمہارا یہ حق ہے پھر شمر نے چیخ کر کہا اس شخص کے اہل حرم سے رک جاؤ خود اسی کا قصد کرو مجھے میری جان کی قسم وہ کفو کریم ہے۔

راوی کہتا ہے پس اس قوم نے آپ ہی کا قصد کیا جب کہ آپ ان سے ایک گھونٹ پانی مانگ رہے تھے جب بھی آپ اپنے گھوڑے کے ساتھ فرات کی طرف جانے کے لیے حملہ کرتے تو وہ سب کے سب ملاعین آپ پر حملہ کرتے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو فرات سے دور کر دیا۔

اور ابن شہر آشوب نے کہا ہے کہ ابو مخنف نے جلودی سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ نے اعور سلمی اور عمرو بن حجاج زبیدی پر حملہ کیا اور وہ دونوں اس چار ہزار کے لشکر میں شامل تھے کہ جو گھاٹ پر متعین تھا اور آپ نے اپنا گھوڑا فرات میں ڈال دیا جب گھوڑے نے اپنا سر پانی سے لگایا تاکہ پانی پیئے تو آپ نے فرمایا تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں خدا کی قسم میں پانی نہیں چکھوں گا جب تک تو نہ پی لے جب گھوڑے نے آپ کی گفتگو سنی تو سر اٹھا لیا اور پانی نہیں پیا گویا اس نے آپ کی گفتگو سمجھ لی پس امام حسین نے فرمایا پانی پیو میں بھی پیتا ہوں پس آپ نے ہاتھ بڑھایا اور پانی کا ایک چلو لیا تو ایک گھڑسوار نے کہا اے ابا عبداللہ آپ پانی پینے سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور آپ کی دہ تک حرمت ہو رہی ہے تو آپ نے پانی ہاتھ سے پھینک دیا اور لشکر پر حملہ کیا اور انہیں ایک طرف ہٹایا اچانک (دیکھا کہ) خیمہ صحیح سالم ہیں۔

علامہ مجلسی نے کتاب جلاء میں کہا ہے پھر دوبارہ آپ نے اپنے اہل بیت سے

وداع کیا اور انہیں صبر و تحمل کا حکم دیا اور ثواب و اجر کا وعدہ دیا اور انہیں حکم دیا کہ اپنی چادریں اور برقعے اوڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا ابتلاء و امتحان کے لیے تیار ہو جاؤ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ و حامی و مددگار ہے اور وہ عنقریب تمہیں دشمنوں کے شر سے نجات دے گا۔ اور تمہاری عاقبت بخیر کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو قسم قسم کے عذاب میں مبتلا کرے گا اور تمہیں ان مصائب و آلام کے بدلے انواع و اقسام کی نعمتوں اور کرامتوں سے نوازے گا لہٰذا حرف شکایت زبان پر نہ لانا اور اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہ کرنا جو تمہاری قدر و منزلت کو کم کرے۔

اور بحار میں کہا ہے اور ابو الفرج نے کہا ہے راوی کہتا ہے کہ امام حسینؑ پانی مانگتے تھے اور شمر خدا اس پر لعنت کرے کہتا تھا خدا کی قسم تمہیں پانی نہیں ملے گا جب تک (معاذاللہ) آگ میں داخل نہ ہو پس ایک شخص نے آپ سے کہا اے حسینؑ کیا فرات کے پانی کی طرف نہیں دیکھتے ہو گویا وہ مچھلیوں (سانپوں خ ل) کا شکم ہے خدا کی قسم تم اسے نہیں چکھ سکو گے یہاں تک کہ پیاسے مر جاؤ گے تو امام حسینؑ نے عرض کیا خدایا اسے پیاس سے موت دے راوی کہتا ہے خدا کی قسم کہ یہ شخص کہتا تھا مجھے پانی پلاؤ پس پانی لایا جاتا اور وہ اتنا پانی پیتا کہ اس کے منہ سے نکل پڑتا پھر وہ کہتا کہ مجھے پانی پلاؤ مجھے پیاس نے قتل کر دیا ہے پس وہ لعین اسی حالت میں رہا یہاں تک کہ مر گیا (مردود) مؤرخین نے کہا پھر آپ کو ایک شخص نے جس کی کنیت ابوالحتوف تھی تیر مارا جو آپ کی پیشانی میں جا لگا آپ نے وہ تیر پیشانی سے نکالا اور خون آپ کے چہرہ اور ریش مبارک پر بہنے لگا تو آپ نے عرض کیا خدایا یقیناً تو دیکھ رہا ہے میں جس حالت میں ہوں تیرے ان نافرمان بندوں کے ہاتھوں خدایا ان کی تعداد کو کم کر دے انہیں علیحدہ علیحدہ کر کے قتل کر اور روئے زمین پر ان میں سے کسی کو نہ

نہ چھوڑا اور انہیں کبھی بھی نہ بخشا پھر آپ نے غضبناک شیر کی طرح ان پہ حملہ کیا۔ انہیں سے کوئی بھی اس کے قریب نہیں آتا تھا مگر یہ کہ آپ تلوار سے شدید حملہ کر کے اسے قتل کر دیتے تھے اور تیر ہر طرف سے آپ کی جانب آتے اور آپ انہیں اپنی گردن اور سینہ پہ لیتے اور فرماتے اے میری امت تم نے محمدؐ کی ان کی عترت کے بارے میں بری جانشینی کی ہے یاد رکھو تم میرے بعد اللہ کے بندوں میں سے کبھی بھی کسی بندہ کو قتل نہیں کرو گے کہ جس کے قتل سے تمہیں خوف وہیبت محسوس ہو بلکہ میرے قتل کے بعد تمہارے لیے یہ آسان ہو جائے گا خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ خدا مجھے شہادت کی کرامت سے نوازے تمہارے اہانت کرنے کی بنا پر اور پھر تم سے میرا انتقام ایسی جگہ سے لے کہ جس کا تمہیں شعور نہ ہو۔

راوی کہتا ہے کہ پس آپ سے حصین بن مالک سکونی نے چیخ کر کہا اے فاطمہ کے بیٹے کس طرح وہ ہم سے تیرا انتقام لے گا فرمایا تمہارے درمیان جنگ ڈال دے گا اور تمہارے خون بہائے گا پھر تم پہ دردناک عذاب انڈیل دیگا پھر آپ مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو بہت بڑے بڑے زخم لگے۔

صاحب مناقب اور سید نے کہا ہے یہاں تک کہ آپ کو بہتر زخم لگے۔

اور ابن شہر آشوب نے کہا ہے کہ ابو مخنف نے جعفر بن محمد علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ امام حسینؑ کو تینتیس[۳۳] نیزہ کے اور چونتیس[۳۴] تلوار کے زخم لگے۔

اور باقر علیہ السلام نے فرمایا جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو آپ کے جسم اطہر پہ نیزے تلوار اور تیر کے تین سو بیس اور کچھ زخم تھے۔

ایک روایت ہے کہ تین سو ساٹھ زخم تھے اور کہا گیا ہے کہ تلوار کے سینتیس زخم تھے سوائے تیروں کے اور بعض نے کہا ہے کہ ایک ہزار نو سو زخم تھے اور تیر آپ کی زرہ میں اس طرح لگے ہوئے تھے جیسے قنفذ کے چمڑے پر کانٹے ہوتے ہیں اور روایت ہے کہ سب زخم آپ کے جسم کے سامنے والے حصہ میں تھے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ کچھ دیر رک گئے استراحت کے لیے جب کہ آپ جنگ سے کمزور ہو گئے تھے پس جب آپ رکے ہوئے تھے تو ایک پتھر آیا جو آپ کی پیشانی پر لگا پس آپ نے کپڑا لیا تا کہ چہرے سے خون پونچھیں کہ آپ کی طرف ایک تیز زہر آلود سہ شعبہ تیر آیا اور وہ آپ کے سینہ میں لگا اور بعض روایات میں ہے کہ آپ کے دل پر لگا اور امام حسینؑ نے فرمایا

اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا میرے معبود تو جانتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہیں کہ روئے زمین پر جس کے علاوہ کوئی نواسہ رسول نہیں ہے پھر آپ نے اس تیر کو پکڑا اور پیچھے سے اسے نکالا اور خون پرنالے کی طرح بہنے لگا تو آپ نے زخم کے اوپر ہاتھ رکھ لیا جب وہ خون سے پر ہو گیا تو اسے آسمان کی طرف پھینکا اور اس خون میں سے ایک قطرہ بھی واپس نہ آیا اور یہ سرخی آسمان پر نہیں دیکھی گئی تھی جب تک حسینؑ نے اپنا خون آسمان کی طرف نہیں پھینکا تھا پھر دوبارہ ہاتھ زخم کے نیچے رکھا اور جب وہ پر ہو گیا تو اسے اپنے سر اور داڑھی پر مل لیا اور فرمایا میں اسی حالت میں رہوں گا یہاں تک کہ میں اپنے نانا رسول اللہ کی ملاقات کروں گا درانحالیکہ میں نے اپنے خون کا خضاب لگایا ہو گا اور میں عرض کروں گا یا رسول اللہ مجھے فلاں فلاں نے قتل کیا ہے۔

شیخ مفید کہتے ہیں بعد اس کے کہ حسین کا بند دریا پر جانے اور آپ کے بھائی

عباس کی شہادت کا ذکر کرتے ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں اور جب حسینؑ بند دریا سے خیمے کی طرف لوٹے تو آپ کی طرف شمر بن ذی الجوشن اپنے ساتھیوں کے ایک گروہ میں بڑھا اور آپ کو گھیرے میں لے لیا پس ان میں ایک شخص تیزی سے آیا کہ جسے مالک بن نسر کندی کہا جاتا تھا پس اس لعین نے امام حسینؑ کو برا بھلا کہا اور آپ کے سر پہ تلوار ماری اور اس پر ایک ٹوپی تھی جو کٹ گئی یہاں تک تلوار آپ کے سر تک پہنچ گئی اور اس سے خون جاری ہو گیا پس ٹوپی خون سے بھر گئی تو امام حسینؑ نے اس لعین سے فرمایا تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھا پی نہ سکے اور خدا تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے پھر آپ نے وہ ٹوپی پھینک دی اور پارچہ کا ایک ٹکڑا منگوا کر اس سے اپنے سر کو باندھ لیا اور دوسری ٹوپی منگوا کر پہنی اور اس پر عمامہ باندھ لیا۔

مؤلف کہتے ہیں کہ طبری نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے لیکن اس نے "قلنسوۃ" کی جگہ "برنس" ذکر کیا ہے اور "اعتم" "عمامہ" باندھ لیا کے بعد مزید کہا اس کے الفاظ یہ ہیں اور آپ تھک گئے تو رک گئے پس کندی آیا اور اس نے ٹوپی اٹھالی اور وہ خز (ریشمی قسم) کی تھی پس جب وہ اپنی بیوی ام عبداللہ بنت حر حسینؑ بن حر بدی کی بہن تھی کے پاس گیا تو وہ اس ٹوپی کو خون سے دھونے لگا تو اس کی بیوی نے کہا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے نواسہ کو لوٹتا ہے اور میرے گھر میں آتا ہے اسے لیکر نکل جا یہاں سے تو اس کے ساتھیوں نے بتایا وہ ہمیشہ فکر و فاقہ میں بری حالت میں رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

اور طبری نے کہا ہے ابو مخنف نے اپنی گفتگو میں کہا ہے پھر شمر بن ذی الجوشن اہل کوفہ کے پیادہ لشکر میں سے دس ایک افراد میں امام حسینؑ کی منزل کی طرف بڑھا

کہ جس میں آپ کا ساز و سامان اور اہل عیال تھے پس آپ خیمے کی طرف بڑھے تو وہ لعین آپ کے اور خیمہ کے درمیان حائل ہوئے تو حسینؑ نے فرمایا ویل ہو تم پر اگر تم میں دین و مذہب نہیں اور تم معاد و قیامت کا خوف نہیں رکھتے تو دنیاوی معاملات میں آزاد و شریف اور صاحب حسب بنو میرے گھر اور اہل و عیال کو اپنے سرکشوں اور جاہلوں سے محفوظ رہنے دو تو ذی الجوشن کے بیٹے نے کہا یہ تمہاری بات قبول ہے اے فاطمہ کے بیٹے

راوی کہتا ہے اور پیدل دستے کے ساتھ آگے بڑھا کہ جن میں ابوالجنوب تھا کہ جس کا نام عبدالرحمٰن جعفی تھا اور قشعم بن عمرو بن یزید جعفی اور صالح بن وصب یزنی اور سنان بن انس نخعی اور خولی بن یزید اصبحی پس شمر لعین انہیں ابھارنے لگا پس اس کا گزر ابوالجنوب سے ہوجو ہتھیاروں سے لیس تھا تو اس سے کہا اس کی طرف بڑھو تو اس نے کہا تجھے کونسی چیز مانع ہے اس کی طرف بڑھنے سے تو شمر نے اس سے کہا یہ بات کب تک کرتے رہو گے تو اس نے کہا تم کب تک مجھے یہ کہو گے پس وہ ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے تو ابوجنوب نے اس سے کہا اور وہ شجاع دبہادر تھا خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ اپنا نیزہ تیری آنکھ میں چبھو دوں راوی کہتا ہے کہ پس شمر اس سے منہ موڑ کر چلا گیا اور کہا خدا کی قسم اگر تجھے مارنے کی مجھ میں قدرت ہوئی تو میں ضرور تجھے ماروں گا راوی کہتا ہے پھر شمر بن ذی الجوشن پیدل دستہ کے ساتھ حسینؑ کی طرف بڑھا پس امام حسینؑ شدت سے ان پر حملہ کرتے تو وہ منتشر ہو جاتے پھر دوبارہ انہوں نے آپ کو گھیر لیا اور حسین علیہ السلام کی طرف ایک بچہ آپ کے اہل بیت میں سے نکلا تو اسے آپ کی بہن جناب زینب بنت علی علیہا السلام نے پکڑ لیا تاکہ اسے روک لیں تو امام حسینؑ ان معظمہ سے فرمایا کہ اسے روک

تو پس بچہ نے انکار کیا اور تیزی سے حسین کی طرف آیا اور ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔
اور شیخ مفید نے کہا پس ان کی طرف عبداللہ بن حسن علیہم السلام تو جیہ تھا اور ابھی حد بلوغ کو نہیں پہنچا تھا خواتین کے ہاں سے نکلا تھا تیزی سے آگے بڑھا یہاں تک امام حسینؑ کے پہلو میں جا کھڑا ہوا پس جناب زینب بنت علی اس کو مل کر روکنے لگیں تو امام حسینؑ نے ان سے فرمایا کہ اسے روک لو اے بہن تو اس نے انکار کیا اور شدت سے ان مخدرہ سے مانع ہوا اور کہا نہیں خدا کی قسم میں اپنے چچا سے جدا نہیں ہوگا اور ابحر بن (بحیر خ ل) بن کعب تلوار لے کر امام حسینؑ کی طرف جھکا تو اس سے اس بچہ نے کہا ویل ہو تجھ پہ اے خبیث عورت کے بیٹے کیا تم میرے چچا کو قتل کرتے ہو پس ابحر لعین نے شہزادے پہ تلوار ماری کہ جسے بچہ نے اپنے ہاتھ پہ لیا تو اس ضرب نے چمڑے تک اسے کاٹ دیا تو بچے کا ہاتھ لٹک گیا پس بچہ نے پکارا یا اباہ (یا امتاہ خ ل) اے بابا (یا اے اماں) پس امام حسینؑ نے بچہ کو نیکر سینہ سے لگا لیا اور فرمایا اے بھتیجے اس مصیبت پر صبر کر و جو تم پہ نازل ہوئی ہے اور اس میں خیر و بھلائی کی اللہ سے امید رکھ یقیناً خدا تجھے تیرے ابا و صالحین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ، علی بن ابی طالب حمزہ، جعفر اور حسن بن علی صلی اللہ علیہم اجمعین سے ملحق کرے گا پھر امام مظلوم نے ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا خدایا ان سے آسمان کی بارش روک لے اور زمین کی برکات سے انہیں محروم فرما خدایا اگر ان سے وقت تک ان کو روک لے تو پھر انہیں کئی گروہوں میں بانٹ دے اور انہیں علیحدہ علیحدہ کر دے اور اور والیوں و حاکموں کو ان سے راضی نہ کر رکھ کیونکہ انہوں نے ہمیں دعوت دی تھی تاکہ یہ ہماری مدد کریں پھر انہوں نے ہم پہ تجاوز کیا اور ہم سے دشمنی کی پس ہم سے جنگ کرنے لگے سید نے کہا ہے پس حرملہ بن کاہل نے اس بچہ کو تیر مارا اور اسے ذبح

کردیا جب کہ وہ بچہ اپنے چچا حسین علیہ السلام کی گود میں تھا ابن عبدربہ نے عقدالفرید میں کہا ہے کہ اہل شام میں سے ایک لعین نے جناب عبداللہ بن حسن بن علی علیہ السلام کو دیکھا اور وہ شہزادہ بہت ہی خوبصورت تھا تو کہا کہ میں اس نوجوان کو ضرور قتل کروں گا تو اس سے ایک شخص نے کہا وائے ہو تجھ پر اسے قتل کر کے کیا کرو گے چھوڑ و اسے پس اس لعین نے انکار کیا اور ان پر حملہ کیا اور انہیں تلوار کی ضرب لگا کر شہید کیا جب شہزادے کو ضرب لگی تو انہوں نے کہا یا عماہ اے چچا جان آپ نے فرمایا لبیک یہ اس کی آواز ہے جس کے ناصر و مددگار کم اور دشمن و انتقام جو زیادہ ہیں اور امام حسینؑ نے ان کے قاتل پر حملہ کیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا پھر دوسری ضرب لگا کر اسے قتل کر دیا پھر وہ لشکر آپ سے جنگ کرنے لگا۔

مولف کہتے ہیں کہ ظاہراً ابن عبدربہ کو اشتباہ ہوا ہے اور اس نے قاسم بن حسن کی جگہ پر عبداللہ بن حسن کا ذکر کیا ہے طبری نے کہا ہے کہ آپ نے پیادہ فوج سے جنگ کی یہاں تک کہ انہیں منتشر کر دیا۔

اور مفید فرماتے ہیں اور پیادہ فوج نے دائیں بائیں سے حملہ کیا اور جو افراد امام حسین کے ساتھ رہ گئے تھے ان سب کو شہید کر دیا یہاں تک کہ آپ کے ساتھ باقی نہ رہے مگر تین یا چار افراد

اور طبری و جزری دونوں نے کہا ہے اور جب حسین کے ساتھ تین یا چار افراد رہ گئے تو آپ نے ایک مضبوط زیر جامہ یمنی زیر جامہ کہ جس سے آنکھ میں چمک پیدا ہوتی ہے منگوایا پس اسے ٹکڑے ٹکڑے کیا تاکہ اسے کوئی اتارنے کی کوشش نہ کرے آپ سے آپ کے بعض اصحاب نے کہا اگر اس کے نیچے جانگیا پہن لیتے (تو بہتر تھا) فرمایا یہ ذلت کا اور پست قسم کا کپڑا ہے میرے لیے اس کا پہننا مناسب نہیں ہے راوی

راوی کہتا ہے کہ جب آپ شہید ہو گئے تو بحر بن کعب آیا اور اس نے آپ کا لباس اتار لیا اور آپ کی لاش عریاں چھوڑ دی۔

ازدی کہتا ہے کہ مجھ سے عمرو بن شعیب نے محمد بن عبدالرحمٰن سے بیان کیا کہ بحر بن کعب کے دونو ہاتھوں سے سردیوں میں پانی بہتا تھا اور گرمیوں میں دونو ہاتھ خشک ہو جاتے گویا وہ خشک لکڑی ہیں۔

اور سید نے کہا ہے کہ راوی کہتا ہے اور حسینؑ نے فرمایا کہ مجھے کوئی ایسا کپڑا لا دو کہ جسے میں اپنے لباس کے نیچے قرار دوں تاکہ میری لاش کو عریاں نہ کیا جائے تو آپ کو ایک کچھا لا کر دیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ اس کا لباس ہے کہ جس پر ذلت وخواری عارض ہو پس آپ نے ایک پرانا کپڑا لیا اور اسے پارہ پارہ کر کے اپنے لباس کے نیچے قرار دیا جب آپ شہید ہو گئے تو اسے بھی اتار لیا گیا پھر آپ نے ایک یمنی شلوار منگوائی اور پھر اس طرح ذکر کیا ہے جیسے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

شیخ مفید کہتے ہیں جب امام حسینؑ کے ساتھ باقی نہ رہا مگر آپ کے اہل بیت میں سے تین افراد تو آپ اس لشکر کی طرف آگے بڑھے اور انہیں اپنے آپ سے دفع کرنے لگے اور وہ تین افراد آپ سے دفاع کرتے تھے یہاں تک کہ وہ تین افراد بھی شہید ہو گئے۔ اور آپ اکیلے رہ گئے اور آپ سر و بدن کے زخموں سے چور چور ہو گئے تھے تو آپ ان سے تلوار کے ساتھ جنگ کرتے رہے اور وہ آپ سے دائیں بائیں منتشر ہوتے تھے۔

پس حمید بن مسلم نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے کبھی کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا کہ جس کے گرد بہت سے دشمن ہوں اور وہ بہت زیادہ زخمی اور جب کہ اس کے بیٹے، اہل بیت اور اصحاب بھی مارے گئے ہوں اور وہ آپ سے زیادہ مضبوط دل اور

دل جمی رکھتا ہوا اور زیادہ قوی دل ہو پیادہ لشکر آپ پر شدید حملہ کرتا تو آپ بھی اپنی تلوار سے بھرپور حملہ ان پر کرتے اور وہ آپ کے اطراف و دائیں بائیں سے اسطرح منتشر ہونے کہ جس طرح بکریاں بھیڑیئے کے حملہ کے وقت منتشر ہوتی ہیں جب شمر بن ذی الجوشن نے یہ کیفیت دیکھی تو گھڑ سواروں کو بلایا پس وہ پیادہ لشکر کی پشت پر آگئے اور تیر اندازوں کو حکم دیا کہ وہ آپ پر تیر برسائیں پس انہوں نے آپ کو تیروں سے چھلنی کر دیا یہاں تک کہ آپ کا بدن قنفذ کی طرح ہو گیا پس آپ ان سے رک گئے اور وہ آپ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے (اور شیخ صدوق کی امالی میں ہے کہ حسینؑ نے دائیں بائیں دیکھا تو آپ کو کوئی بھی نظر نہ آیا پس اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا خدایا تو دیکھ رہا ہے جو کچھ تیرے نبی کے فرزند کے ساتھ ہو رہا ہے اور بنو کلاب آپ کے اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے ایک تیر آپ کو ایسا مارا گیا جو آپ کے گلوئے اقدس پر لگا کہ جس سے آپ گھوڑے سے گر گئے پس آپ نے وہ تیر نکالا اور خون اپنے ہاتھ پر لیا جب ہتھیلی پر ہو گئی تو وہ اپنے سر اور داڑھی پر مل لیا اور کہہ رہے تھے کہ اللہ عزوجل سے اس حالت میں ملاقات کروں گا کہ میں مظلوم اور اپنے خون سے لت پت ہوں پھر آپ اپنے دائیں رخسار پر گر پڑے)

اور جناب زینب خیمے کی طرف آئیں اور عمر بن سعد بن ابی وقاص کو پکار کر فرمایا وائے ہو تم پر اے عمر کیا ابو عبداللہ شہید ہو رہے ہیں اور تو آپ کی طرف دیکھ رہا ہے پس عمر نے آپ کو کوئی جواب نہ دیا پس آپ نے پکار کر فرمایا وائے ہو تم لوگوں پر تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے تب بھی کسی نے آپ کو کوئی جواب نہ دیا اور طبری کی روایت میں ہے کہ عمر بن سعد امام حسینؑ کے نزدیک آیا تو جناب زینب نے پکار کر کہا اے عمر بن سعد کیا ابو عبداللہ قتل ہو رہے ہیں اور تو انہیں دیکھ رہا ہے

راوی کہتا ہے گویا میں عمر کے آنسو دیکھ رہا ہوں کہ اس کے رخساروں اور داڑھی پہ بہہ رہے ہیں راوی کہتا ہے اور اس لعین نے اس مخدرہ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

سید کہتے ہیں جب حسینؑ زخموں سے چور چور ہو گئے اور قنفذ کی طرح ہو گئے تو آپ کو صالح بن وہب مزنی (یزنی خ ل) نے آپ کے پہلو پر نیزہ مارا اور حسینؑ گھوڑے کی زین سے زمین پہ دائیں رخسار پہ آگرے اور وہ فرما رہے تھے۔ بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ پھر آپ صلوات اللہ علیہ کھڑے ہو گئے۔

راوی کہتا ہے اور جناب زینب خیمہ کے دروازے سے نکلیں اور وہ پکار رہی تھیں وا اخاہ واسیداہ وااھل بیتاہ۔ ہائے میرے بھائی ہائے میرے آقا وسردار ہائے میرے اہل بیت کاش آسمان زمین پہ گر پڑتا اور کاش پہاڑ ایک دوسرے سے ٹکرا کر سطح زمین پہ آجاتے راوی کہتا ہے اور شمر نے اپنے ساتھیوں کو چیخ کر کہا اس شخص کے متعلق کس چیز کے منتظر ہو راوی کہتا پس ان لعینوں نے ہر طرف سے آپ پہ حملہ کر دیا انتھی۔

اور حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ حسینؑ کے جسم پر خز کا ایک جبہ تھا اور آپ نے عمامہ پہن رکھا تھا اور داڑھی پہ وسمہ لگایا ہوا تھا وہ کہتا ہے میں نے آپ کو یہ کہتے سنا اس سے پہلے کہ آپ کی شہادت ہو اور آپ پیادہ جنگ کر رہے تھے شجاع و بہادر شاہسوار کی طرح تیر اندازی سے بچتے اور شاہسواروں کے وار کی کاٹ کرتے اور تلوار زنی کی وجہ سے کوئی خلل ونقص آپ میں ظاہر نہیں ہوا اور گھڑسواروں پہ شدت سے حملہ کرتے اور فرماتے کہ کیا میرے خلاف ایک دوسرے کو برانگیختہ کرتے ہو یاد رکھو خدا کی قسم میرے بعد تم کسی بندے کو شہید نہیں کرو گے اللہ

کے بندوں میں سے کہ جس کی وجہ سے خدا تم پر میرے قتل کرنے کی نسبت زیادہ غضبناک ہو خدا کی قسم میں البتہ امید رکھتا ہوں کہ تمہاری ذلت کی وجہ سے مجھے خدا عزت و تکریم دے گا پھر تم سے میرا انتقام لے گا اس طرح سے کہ جس کا تمہیں شعور نہیں کرے گا خدا کی قسم اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو خدا تمہارے درمیان جنگ ڈال دے گا اور اور تمہارے خون بہائے گا پھر تم سے اسی پر راضی نہیں ہو گا یہاں تک کہ کئی گنا درد ناک عذاب تم پر نازل کریگا۔

راوی کہتا ہے کہ آپ دن کے کافی حصہ تھے رکے رہے اور اگر لوگ آپ کو شہید کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے لیکن انہیں سے بعض دوسرے بعض کے ذریعہ اس سے بچنا چاہتا تھا اور یہ چاہتے تھے کہ وہ ان کی کفایت کریں راوی کہتا ہے کہ پس شمر نے لوگوں میں پکار کر کہا وائے ہو تم پر اس شخص کے بارے میں کس چیز کا انتظار کر رہے ہو اس کو قتل کرو تمہارے مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھ کر روئیں راوی کہتا ہے پس آپ پر ہر طرف سے حملہ ہوا۔

شیخ مفید کہتے ہیں کہ آپ کی بائیں ہتھیلی پر زرعہ بن شریک لعنہ اللہ نے تلوار ماری اور اسے کاٹ دیا اور انہیں سے ایک دوسرے شخص نے آپ کے کندھے پر ضرب لگائی کہ جس کی وجہ سے آپ منہ کے بل گر پڑے۔

اور طبری کی روایت میں ہے پھر وہ ملاعین پیچھے ہٹ گئے جب کہ آپ بڑی مشکل سے اٹھتے اور پھر منہ کے بل گر پڑتے تھے پس وہ کہتا ہے کہ اس حالت میں سنان بن انس نخعی نے آپ کو نیزہ مارا کہ جس سے آپ گر پڑے اور روضۃ الصفا میں ہے کہ سنان نے آپ کی پشت پر نیزہ مارا جو آپ کے سینہ بے کینہ سے نکل آیا جب نیزہ باہر نکالا تو آپ کی روح اقدس اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔

اور مفید و طبری نے کہا ہے کہ خولی بن یزید اصبحی جلدی سے آگے بڑھا پس گھوڑے سے اترا تا کہ آپ کا سر قلم کرے پس وہ کانپنے لگا تو شمر نے اس سے کہا خدا تیرے بازو کو کمزور کرے کیا ہو گیا ہے تجھے کہ تو کانپ رہا ہے پس شمر گھوڑے سے اترا اور اس لعین نے آپ کو ذبح کیا۔

ابو العباس احمد بن یوسف دمشقی قرمانی متوفی ۱۰۱۹ھ نے اخبار الاول میں کہا ہے۔ (دریا پر جب گئے) کہ آپ کو شدید پیاس لگی تو انہوں نے آپ کو پانی پینے سے روک دیا آپ کے لیے پانی کا پینا میسر آیا جب پینے لگے تو حصین بن نمیر نے آپ کے گلوئے اقدس پہ تیر مارا کہ جس سے پانی خون میں بدل گیا پھر آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور عرض کیا خدایا ان کی تعداد کو کم کر دے انہیں الگ الگ کر کے قتل کر اور ان میں سے کسی کو زمین پر نہ چھوڑ پھر پیادوں نے امام حسینؑ پہ ہر طرف سے حملہ کر دیا اور آپ ان میں دائیں بائیں جولان کرتے پس ذرعہ بن شریک لعین نے آپ کے بائیں ہاتھ پر ضرب لگائی اور ایک دوسرے لعین نے آپ کے دوش پر ضرب لگائی اور سنان بن انس نے آپ کو نیزہ مارا تو آپ گر پڑے پس شمر لعین اترا اور اس نے آپ کا سر کاٹ کر خولی اصبحی کے حوالہ کر دیا پھر ان ملاعین نے آپ کا لباس اور ہتھیار لوٹ لیئے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ سید ابن نما، صدوق، طبری، جزری، ابن عبدالبر، مسعودی اور ابو الفرج کی روایت کے مطابق آپ کو سنان ملعون نے ذبح کیا ہے۔ سید نے کہا ہے پس سنان بن نخعی آپ کی طرف اترا اور آپ کے حلق مبارک پر تلوار کی ضرب لگائی اور لعین کہہ رہا تھا خدا کی قسم میں آپ کا سر قلم کر رہا ہوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ آپ نواسہ رسول ہیں اور ماں باپ کے لحاظ سے سب

لوگوں سے بہتر ہیں پھر اس لعین نے آپ کا مقدس معظم سر کاٹ لیا اور اسی سلسلہ میں شاعر کہتا ہے فای رزیۃ عدلت حسینا۔ غداۃ تبیرہ کفا سنان ۔ اور کونسی مصیبت حسینؑ کی مصیبت کے برابر ہو سکتی ہے اس دن کہ جب سنان کی ہتھیلیاں آپ کو شہید کر رہی تھیں ۔

(مدینۃ المعاجز میں ایک خبر ذکر کی ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مکہ میں ایک شخص تھا کہ جس کا بدن شدید کالا ہو گیا تھا حالانکہ پہلے وہ صحیح بدن اور سفید چہرہ رکھتا تھا اس نے کہا تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میں حسینؑ کا جمال تھا (اونٹوں کی نگہبانی کرتا تھا) جب ہم کسی ایک منزل پر پہنچے تو آپ حاجت کے لیے باہر نکلے جب کہ میں آپ کے ساتھ تھا پس میں نے آپ کا ازار بند دیکھا کہ جو آپ کے لیے ایران کے بادشاہ نے بھیجا تھا جب آپ نے اس کی بھتیجی شاہ زنان بنت یزدجرد سے شادی کر لی تھی پس مجھے آپ کی مصیبت مانع ہوئی کہ میں آپ سے وہ مانگ لیتا میں آپ کے گرد چکر لگاتا رہا کہ شاید میں اسے چرا سکوں لیکن اس پر میں قادر نہ ہو سکا جب کربلا میں پہنچے اور ہوا جو کچھ ہوا اور ان کے بدن گھوڑوں کے سموں کے نیچے پڑے ہوئے تھے اور ہم کوفہ کی طرف واپس لوٹ رہے تھے جب کچھ راستہ طے کر لیا تو مجھے وہ ازار بند یاد آیا پس میں نے اپنے دل میں کہا جو کچھ آپ کے پاس تھا اس سے وہ خالی ہو گئے پس میں معرکہ والی جگہ کی طرف واپس آیا اور آپ کے قریب گیا تو اچانک آپ خون میں لت پت تھے اور آپ کا سر پشت کی جانب سے کاٹا گیا تھا اور تیروں و نیزوں کے بہت سے زخم آپ کو لگے ہوئے تھے پس میں نے ازار بند کی طرف ہاتھ بڑھایا اور میں نے ارادہ کیا کہ اسکی گرہیں کھولوں پس آپ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور میرے ہاتھ پر مارا تو قریب تھا کہ میرے

جوڑا اور میری رگیں کٹ جائیں پھر آپ نے ازار بند میرے ہاتھ سے لے لیا پس میں
نے اپنا پاؤں ان کے سینہ پر رکھا اور پوری کوشش کی کہ آپ کی انگلیوں میں سے
کوئی انگلی ہٹاؤں تو مجھ سے یہ نہ ہو سکا پس میں نے ایک چھری نکالی جو میرے ساتھ
تھی اور آپ کی انگلیاں کاٹ دیں پھر میں نے ازار بند کی طرف ہاتھ بڑھایا اور
دوبارہ گرہیں کھولنے کا ارادہ کیا تو میں نے دیکھا کہ کچھ گھوڑے فرات کی طرف
سے آرہے ہیں اور میں نے ایسی خوشبو سونگھی کہ اس سے اچھی خوشبو میں نے نہیں
سونگھی تھی جب میں نے انہیں دیکھا تو میں نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔
یہ اس لیے آئے ہیں تاکہ ہر اس شخص کو دیکھیں کہ جس میں کچھ رمق باقی ہے پس میں
مقتولین کے درمیان ہو گیا اور شدت گھبراہٹ سے میری عقل غائب ہو گئی کہ اچانک
ان کے آگے آگے ایک شخص ہے کہ گویا اس کا چہرہ آفتاب کی مانند ہے اور وہ
پکار رہے ہیں میں محمد رسول اللہؐ ہوں اور دوسرا پکارا میں حمزہؓ شیر خدا ہوں
اور تیسرے نے پکارا میں جعفر طیارؓ ہوں اور چوتھی نے پکارا میں حسنؑ بن علیؑ ہوں
اور اسی طرح حضرت علیؑ پکارا اور حضرت فاطمہ آگے بڑھیں اور وہ رو رہی تھیں
اور کہہ رہی تھیں میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک میں تیرے کیے ہوئے سر پہ
روؤں یا تیرے دو نو کیے ہوئے ہاتھوں پر یا تیرے زمین پر پڑے ہوئے بدن
پر یا تیری قیدی اولاد پہ گریہ کروں۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہاں ہے میرے حبیب اور میری آنکھوں
کی ٹھنڈک حسینؑ کا سر پس میں نے سر حسینؑ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کی ہتھیلی پر دیکھا اور
آپ نے اسے حسین علیہ السلام کے بدن پر رکھ دیا تو آپ سیدھے بیٹھ گئے پس نبی
اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ نے انہیں گلے لگا لیا اور رونے لگے اس کے بعد فرمایا اے بیٹا

یں تمہیں بھوکا اور پیاسہ دیکھ رہا ہوں انہیں کیا ہو گیا ہے کہ تجھے بھوکا اور پیاسہ رکھا خدا انہیں قیامت کے پیاسہ دن میں کھاتا اور پانی نہ دے یہاں تک کہ وہ کہتا ہے پھر نبی کریمؐ نے جمال سے فرمایا دفع ہو جا اے دشمن خدا خدا تیرے رنگ کو متغیر کر دے پس یں اسی حالت یں اٹھا)

اور ابو طاہر محمد بن حسن برسی نے کتاب معالم الدین یں روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ (صادقؑ) نے فرمایا جب امام حسین علیہ السلام کا معاملہ ہو چکا ہوا تو ملائکہ نے بارگاہ خداوندی یں گریہ وزاری کی صدا بلند کی اور عرض کیا اے پروردیگار یہ حسین تیرے صفی و برگزیدہ اور تیرے نبی کے نواسے ہیں آپ نے فرمایا پس اللہ عزوجل نے حضرت قائم علیہ السلام کا سایہ قائم کیا اور فرمایا اس کے ذریعہ یں اس کا انتقام لوں گا۔

اور روایت یں ہے کہ اس سنان کو مختار نے گرفتار کیا اور اس کا ایک ایک پورا قطع کیا پھر اس کے ہاتھ اور پاؤں قطع کئے اور اس کے لیے ایک دیگ کہ جس یں زیتون تھا چڑھائی جب وہ کھولنے لگا تو اس کو اس یں پھینک دیا اور وہ لعین اس یں تڑپتا رہا۔

راوی کہتا ہے پس آسمان یں اس (شہادت حسین کے) وقت سیاہ تاریک شدید غبار بلند ہوا کہ جس یں سرخ آندھی تھی جس یں کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی یہاں تک کہ اس قوم کو گمان ہوا کہ ان پر عذاب آ گیا ہے پس وہ ایک گھنٹہ تک اسی حالت یں رہے پھر فضا صاف ہو گئی۔

اور ہلال بن نافع نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ یں عمر سعد لعین کے ساتھیوں کے ساتھ کھڑا تھا کہ اچانک ایک چیخنے والا چیخا کہ اے امیر تجھے خوشخبری ہو یہ شمر ہے

کہ جس نے حسین کو قتل کر دیا ہے راوی کہتا ہے کہ میں دو نو صفوں کے درمیان نکلا پس میں آنجناب کے قریب جا کے کھڑا ہو گیا اور آپ کی روح نکل رہی تھی پس خدا کی قسم میں نے کبھی کوئی ایسا مقتول کہ جو اپنے خون میں لت پت ہو آپ سے اچھی حالت میں اور زیادہ نورانی چہرے والا نہیں دیکھا اور مجھے آپ کے چہرہ کے نور اور ہیبت کے جمال نے آپ کی شہادت سے مشغول کر رکھا تھا پس آپ نے اس حالت میں پانی مانگا تو میں نے ایک شخص کو کہتے سنا خدا کی قسم تم پانی کا مزہ نہیں چکھو گے جب تک حامیہ میں داخل نہ ہو جاؤ اور اس کا کھولتا ہوا پانی پیو پس میں نے آنجناب کو کہتے سنا ویل و ہلاکت ہو تیرے لیے میں حامیہ میں وارد نہیں ہوں گا اور نہ اس کا کھولتا ہوا پانی پیوں گا بلکہ میں اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ کی خدمت میں جاؤں گا اور ان کے ساتھ مقعد صدق میں ملیک مقتدر کے پاس ان کے گھر میں جا رہوں گا اور میں ایسا پانی پیوں گا جس میں کسی قسم کا گندہ پن نہیں ہو گا اور آپ سے جا کر شکایت کروں گا اس چیز کی جس کا تم نے میرے بارے میں ارتکاب کیا ہے اور جو کچھ مجھ سے سلوک کیا ہے راوی کہتا ہے کہ پس وہ سب لعین غضبناک ہوئے حتی گویا خدا نے انہیں سے کسی کے دل میں رحم کا کوئی جزء نہیں رکھا تھا پس انہوں نے آپ کا سر قلم کیا جب کہ آپ ان سے گفتگو کر رہے تھے پس میں نے ان کے قلت رحم پر تعجب کیا اور کہا خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ کبھی بھی کسی امر میں اکٹھا نہیں ہوں گا۔

کمال الدین محمد بن طلحہ مطالب السئول ۔ میں کہتا ہے پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور آپ کے محبوب حسین علیہ السلام کا سر تیز دھار کے ساتھ کاٹ لیا اور اسے بلند کیا جیسے کہ ملحدین کے سر سیدھے نیزے پر بلند کیے جاتے ہیں

اور اسے لیکر گزرے مختلف شہروں کے اطراف میں لوگوں کے سامنے اور ان کے اہل حرم اور بچوں کو ذلیل و خوار کر کے ظلم و ستم سے لے چلے اور انہیں کجاووں کی لکڑیوں پر سوار کیا بغیر تکیہ و فرش کے یہ سب کچھ کیا باوجود یہ جاننے کے کہ وہ ذریت رسول ہیں کہ جن کی مودت و محبت کا صریحہ قرآن اور صحیح عقیدہ کے ساتھ سوال کیا گیا ہے اگر آسمان اور زمین بول سکتے تو ان کے لیے روتے اور ان کا مرثیہ پڑھتے اور اگر اس چیز پر سرکش کافر مطلع ہوتے تو ان پر گریہ کرتے اور ان کا ندبہ کرتے اور اگر ان کے مقتل میں زمانہ جاہلیت کے بے لگام سرکش موجود ہوتے وہ منظر انہیں رلا دیتا اور اسے ہر جگہ بیان کرتے اور اگر اس واقعہ کے وقت باغی و سرکش جابر موجود ہوتے تو ذریت رسول کی اعانت و نصرت کرتے پس کیسی یہ مصیبت تھی کہ جس نے موحدین کے دلوں کو مصیبت زدہ کر دیا اور کیسا ابتلاء تھا جس نے سلف و خلف کے مومنین کے نفوس میں حزن و ملال کو داخل کر کے انہیں محزون کیا پس ہائے افسوس ذریت نبوت کے لیے کہ جن کا خون تو بہا لیکن اس کا قصاص نہیں لیا گیا اور عترت محمدیہ کہ جن کی تیغ براں کند ہو گئی اور علوی جماعت کہ جن کا ساتھ نہیں دیا گیا اور ان کا اگلا گروہ شہید ہو گیا اور گروہ ہاشمی کہ جن کی حرمت کو مباح سمجھا گیا اور اس کے محرمات کو حلال سمجھا گیا۔

نوادر علی بن اسباط سے مروی ہے کہ اس نے بعض اصحاب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد گرامی مبطون تھے جس دن ان کے باپ صلوات اللہ علیہ شہید ہوئے اور وہ خیمہ میں تھے اور میں اپنے موالی اور دوستوں کو دیکھتا تھا کہ وہ کس طرح آپ کے ساتھ آتے جاتے تھے وہ پانی کے ساتھ آپ کے پیچھے رہتے آپ کبھی خیمہ پر حملہ کرتے اور کبھی میسرہ پر اور کبھی

قلب لشکر پر اور انہوں نے آنجناب کو اس طرح قتل کیا کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے کتوں تک کو قتل کرنے سے کی تھی آپ کو تلوار، نیزہ، پتھر، لکڑی اور عصا کے ساتھ قتل کیا اور اس کے بعد آپ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے۔

مؤلف کہتے ہیں امام حسینؑ جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ سن اکسٹھ ہجری اس دن کی نماز ظہر کے بعد شہید ہوئے اور اس وقت آپ کا سن مبارک اٹھاون سال تھا۔

اور کہا گیا ہے کہ آپ کی شہادت ہفتے کے دن ہوئی اور بعض نے پیر کے دن کہا ہے لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہے۔

ابوالفرج نے کہا ہے باقی رہی وہ بات جو عام لوگ کہتے ہیں کہ آپ پیر کے دن شہید ہوئے تو وہ باطل ہے کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جو انہوں نے بغیر کسی روایت کے کہی ہے کیونکہ اس محرم کی پہلی تاریخ کہ جس محرم میں آپ شہید ہوا بدھ کا دن تھا اور یہ چیز ہم نے ہندی حساب سے باقی زائچوں سے نکالی ہے جب معاملہ اس طرح ہے تو پھر یہ درست نہیں بنتا کہ محرم کی دسویں تاریخ پیر کا دن ہو اور یہ صحیح و واضح دلیل ہے اس کے ساتھ روایت کا اضافہ بھی ہے الخ

اور شیخ مفید نے امام حسینؑ کے عاشور کے دن شہید ہونے کے تذکرہ میں کہا ہے اور صبح کی عمر سعد نے اس دن جو کہ جمعہ کا دن تھا اور بعض نے کہا ہے کہ ہفتہ کا دن تھا (اور اس خبر کی بنا پر کہ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے تحقیقی طور پر جمعہ ہی کا دن تھا) اور مفید نے آپ کے کربلا میں حدود کے بارے میں ذکر کیا ہے پھر آپ اترے اور وہ جمعرات کا دن تھا اور وہ محرم کی دوسری تاریخ اور اکسٹھ ہجری کا سن تھا اور سبط کے تذکرہ میں ہے اور آپ کی شہادت جمعہ کے دن

ظہر و عصر کے درمیان واقع ہوئی کیونکہ آپ نے اپنے اصحاب کو نماز خوف پڑھائی تھی اور بعض نے ہفتہ کا دن کہا ہے اور ہم اسے ذکر کر چکے ہیں۔

اور اسی کتاب میں ہے آپ کے قاتل کے بارے میں اختلاف اور کئی قول ہیں ایک یہ کہ سنان بن انس نخعی تھا یہ قول ہشام بن محمد کا ہے اور دوسرا قول ہے کہ حصین بن نمیر نے آپ کو تیر مارا پھر اتر کر آپ کو ذبح کیا اور آپ کا سر مبارک اپنے گھوڑے کی گردن سے لٹکا تاکہ اس سے ابن زیاد کا تقرب حاصل کرے تیسرا قول ہے مہاجر بن اوس تیمی قاتل ہے اور چوتھے قول کی بناء پر کثیر بن عبداللہ شعبی تھا اور پانچواں قول ہے کہ شمر بن ذی الجوشن تھا انتہی

محمد بن طلحہ شافعی اور علی بن عیسیٰ اربلی امامی نے کہا ہے کہ عمر سعد نے اپنے ساتھیوں سے کہا اترو اور ان کا سر کاٹ لو پس آپ کی جانب نصر بن خرشہ ضبابی اترا اور وہ لعین آپ کی ذبح کی جگہ پہ تلوار مارنے لگا تو عمر سعد اس پر غضبناک ہوا اور جو شخص اس کی دائیں جانب تھا اس سے کہا وائے ہو تجھ پہ اتر و حسینؑ کی طرف اور اسے راحت پہنچاؤ پس خولی بن یزید خدا اسے ہمیشہ جہنم کی آگ میں رکھے اترا اور اس نے آپ کا سر قلم کیا۔

اور دینوری نے کہا ہے اور آپ پر سنان بن اوس نخعی نے حملہ کیا اور آپ کو نیزہ مار کر گرا دیا اور خولی بن یزید اصبحی اترا تاکہ آپ کا سر قلم کرے پس اس کے ہاتھ کانپنے لگے تو اس کا بھائی شبل بن یزید اترا اور اس نے آپ کا سر قلم کیا اور اپنے بھائی خولی لعنہ اللہ کو دیدیا۔

اور ابن عبدربہ نے کہا کہ آپ کو سنان بن انس نے قتل کیا اور ان کا کام تولہ (خولی خ ل) بن یزید اصبحی نے جو حمیر قبیلہ سے تھا تمام کیا اور آپ کا سر قلم کر کے عبیداللہ

بن زیاد کے پاس لے آیا اور وہ کہہ رہا تھا او قر رکابی زیادہ مال سے میری رکاب بھر دے الخ

اور صادقؑ سے روایت ہے کہ جب حسین کو تلوار کی ضرب لگائی اور آپ گر گئے پھر وہ لعین جلدی سے آگے بڑھا تاکہ آپ کا سر قلم کرے تو بطنان عرش سے منادی نے ندا کی اے متحیر اور اپنے نبی کے بعد گمراہ ہونے والی امت خدا تمہیں عید اضحی اور عید فطر پر موفق نہ کرے اور دوسری روایت میں ہے خدا تمہیں روزہ اور عید فطر پر موفق نہ کرے راوی کہتا ہے کہ پھر ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ یقیناً نہ وہ موفق ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے یہاں تک کہ حسین بن علی علیہما السلام کے خون کا بدلہ لینے والا بدلہ لے گا۔

اور شیخ ابو القاسم جعفر بن قولویہ قمی نے حلبی کے واسطہ سے ابو عبداللہ صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو ان کے پاس آنے والا آیا اور وہ ابھی لشکر گاہ میں ہی تھے پس اس نے چیخ ماری جب اسے منع کیا گیا تو اس نے کہا میں کیوں نہ چیخ و پکار کروں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کھڑے ہوئے ہیں کبھی آپ زمین کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی تمہاری جنگ کی طرف دیکھتے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ آپ اہل زمین کے لیے بد دعا کریں اور اس میں میں بھی ہلاک ہو جاؤں تو بعض نے بعض سے کہا یہ مجنون انسان ہے پس توابون نے کہا خدا کی قسم ہم نے اپنے آپ سے کیا کیا ہے سمیہ کے بیٹے کے لیے جوانان جنت کے سردار کو ہم نے شہید کیا ہے پس انہوں نے عبیداللہ کے خلاف خروج کیا پس ان کا معاملہ وہ ہو جو ہوا راوی کہتا ہے میں نے آپ سے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں وہ چیخ و پکار کرنے والا کون تھا فرمایا ہم جبرئیل علیہ السلام

کے علاوہ کوئی اور نہیں سمجھتے اور سند کے ساتھ سلمہ سے روایت ہے میں جناب ام سلمہ کی خدمت میں گیا وہ رو رہی تھیں تو میں نے ان سے کہا کہ آپ کو کس چیز نے رلایا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو عالم خواب میں دیکھا ہے اور آپ کے سر مبارک اور ریش مبارک پر مٹی کے آثار تھے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیوں غبار آلود ہیں تو فرمایا میں نے ابھی ابھی حسینؑ کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔

اور ابن حجر کی صواعق میں ہے وہ کہتا ہے اور آپ کی شہادت کے دن جو آیات و نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں ایک یہ ہے کہ آسمان بہت زیادہ سیاہ ہو گیا یہاں تک کہ دن دیہاڑے ستارے نظر آنے لگے اور کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا تھا مگر یہ کہ اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

نیز کہا ہے کہ آسمان آپ کی شہادت کی وجہ سے سرخ ہو گیا اور سورج کو گہن لگ گیا یہاں تک کہ دوپہر کے وقت ستارے ظاہر ہو گئے اور لوگوں کو گمان ہونے لگا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور شام کے علاقہ میں کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا تھا مگر یہ کہ اس کے نیچے تازہ خون نظر آتا تھا۔

جلد دوم

تیسرا باب

واقعات بعد از شہادت امام حسینؑ

آنجناب کی شہادت سے بعد کے واقعات میں اور اس میں چند فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

راوی کہتا ہے کہ پھر وہ لعین حسینؑ کی لاش کو لوٹنے کی طرف بڑھے پس آپ کا قمیص اسحاق بن حیوٰۃ حضرمی نے لیا اسے پہنا تو صبر دمی ہو گیا اور اس کے بال گر گئے اور روایت ہے کہ آپ کی قمیص میں ایک ایک دس اور کئی زخم پتھر، نیزہ، تیر اور تلوار کے تھے۔

اور صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ امام حسین کے بدن پر تینتیس نیزے کے اور چونتیس تلوار کے زخم تھے اور آپ کی تلوار بحر بن کعب تیمی لعنہ اللہ نے لی پس روایت ہے کے وہ لعین زمین پر گیرا ہوا اور اس کے پاؤں بیکار ہو گئے۔

اور آپ کا عمامہ اخنس بن مرثد بن علقمہ حضرمی نے لیا اور کہا گیا ہے کہ جابر بن یزید اودی نے لیا خدا دونو پر لعنت کرے پس اس نے وہ عمامہ سر پہ باندھا تو دیوانہ ہو گیا۔

اور آپ کے نعلین اسود بن خالد لعنہ اللہ نے لیے۔

اور آپ کی انگوٹھی بجدل بن سلیم کلبی لعنہ اللہ نے لی اور انگوٹھی کے ساتھ آپ کی انگلی بھی قلم کی اور اس لعین کو مختار نے گرفتار کیا اور اس کے ہاتھ پاؤں قطع کیے اور اسے اس حالت میں چھوڑ دیا کہ اپنے خون میں لوٹتا رہا یہاں تک کہ مر گیا

مردود نہ فاتحہ نہ درود

اور آپ کا خطیفہ تو لیہ کہ جو خز کا تھا قیس بن اشعث لے گیا۔

اور آپ کی زرہ بترا عمر سعد لعنہ اللہ نے لی جب عمر مارا گیا تو مختار نے وہ زرہ اس کے قاتل ابو عمرہ کو بخش دی اور آپ کی تلوار جمیع بن خلق اودی نے لی اور بعض نے کہا ہے کہ بنی تمیم میں سے ایک شخص نے لی کہ جسے اسود بن حنظلہ کہا جاتا تھا۔

مؤلف کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کی خلافس نافی تلوار نھشلی نے لی اور یہ تلوار جو لوٹی گئی ذوالفقار کے علاوہ ہے کیونکہ ذوالفقار تو ذخیرہ شدہ محفوظ تھی اس جیسے دوسرے نبوت و امامت کے ذخائر کی طرح اور اسی طرح آپ کی انگوٹھی بھی تھی۔

شیخ صدوق نے روایت کی ہے محمد بن مسلم سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے حسین بن علی علیہما اسلام کی انگوٹھی کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کس کی طرف منتقل ہوئی اور میں نے آپ سے تذکرہ کیا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ آپ کی انگشت مبارک سے اتار لی گئی دوسری چھینی ہوئی چیزوں کے ساتھ تو آپ نے فرمایا اس طرح نہیں ہے جیسا لوگوں نے کہا ہے حسین علیہ السلام نے اپنے بیٹے علیؑ بن الحسینؑ کو اپنا وصی بنایا تھا اور اپنی انگوٹھی ان کی انگلی میں پہنائی تھی اور اپنا امر امامت ان کے سپرد کیا تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے امیر المومنین کے ساتھ کیا اور امیر المومنین حسنؑ کے ساتھ کیا اور حسنؑ نے حسینؑ کے ساتھ کیا تھا اس کے بعد وہ انگوٹھی میرے باپ کی طرف منتقل ہوئی ان کے باپ کے بعد اور ان سے پھر میری طرف منتقل ہوئی ہے اور وہ میرے پاس ہے اور میں ہر جمعہ کو اسے پہنتا اور اس کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں پس میں جمعہ کے دن آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا پس میں نے آپ کی انگلی میں ایک انگوٹھی دیکھی کہ جس کا نقش "لا الٰہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ" تو آپ نے فرمایا یہ میرے جد امجد ابو عبداللہ حسین بن علی علیہما السلام کی انگوٹھی ہے۔

اور روایت ہے جیسا کہ صدوق کی امالی اور روضۃ الواعظین میں ہے کہ حسینؑ کا گھوڑا آگے بڑھا یہاں تک اس نے اپنی گردن کے بالوں اور پیشانی کو خون حسینؑ سے رنگین کیا اور وہ ہنہناتا تھا پس رسول زادیوں نے اس کے ہنہنانے کی آواز سنی تو باہر نکل آئیں تو اچانک انہیں گھوڑا سوار کے بغیر نظر آیا پس انہوں نے جان لیا کہ حسینؑ شہید ہو گئے۔

(مدینۃ المعاجز میں ابن شہر آشوب سے اس نے کہا کہ ابو مخنف نے جلودی سے روایت کی ہے تو حسینؑ زمین پر گرے تو گھوڑا آپ کی حمایت میں دفاع کرتا اور گھڑ سوار پر کود کر اسے زین سے گرا کر روندڈالتا یہاں تک کہ اس گھوڑے نے چالیس افراد کو قتل کر دیا پھر اس نے اپنی پیشانی خون حسین سے رنگی اور خیمہ کی طرف بڑھا اور وہ بلند آواز میں ہنہناتا اور اگلے پاؤں زمین پر مارتا تھا)

اور صاحب مناقب اور محمد بن ابو طالب سے روایت کی ہے کہ حسینؑ کا گھوڑا آگے بڑھا اور وہ لشکر کے درمیان سے نکل گیا تھا کہ کہیں پکڑ نہ لیا جائے پس اپنی پیشانی حسین صلوات اللہ علیہ کے خون پر رکھ دی پھر دوڑتا ہوا خواتین عصمت کے خیمہ کی طرف گیا اور وہ ہنہناتا اور خیمہ کے پاس اپنا سر زمین پر مارتا تھا یہاں تک کہ وہ مر گیا پس جب حسین علیہ السلام کی بہنوں، آپ کی بیٹیوں اور اہل خانہ نے گھوڑے

کو دیکھا کہ اس پہ کوئی نہیں ہے تو گریہ وزاری کی آواز بلند کی اور جناب ام کلثوم نے اپنا ہاتھ اپنے سر کے اوپر رکھ کر پکارا (وامحمداہ، واجداہ، وا نبیاہ وابا القاسماہ، واعلیاہ، وا جعفراہ، وحمزتاہ، واحسناہ، ھذا حسین بالعراء صریع بکربلاء محزوز الرأس من القفاء مسلوب العمامۃ والرداء

اے محمداہ اے نانا اے نبی اکرمؐ اے ابو القاسم اے علی اے جعفر اے حمزہ اے حسن یہ حسین چٹیل میدان میں کربلا کی زمین پہ گرا پڑا ہے جس کا سر پس گردن جدا کیا گیا ہے جس کا عمامہ اور ردا اتار لی گئی ہے۔

اور اس روایت میں ہے کہ جو ناحیہ مقدسہ سے مروی ہے اور آپ کا گھوڑا تیزی سے خیام کی طرف حمحمہ کرتے ہوئے روتے ہوئے دوڑ رہا تھا پس جب خواتین نے تیرے گھوڑے کو گرفتار مصیبت دیکھا اور اس پر زین جھکی ہوئی دیکھی تو پردوں سے باہر آئیں جب کہ ان کے بال کھلے تھے رخساروں پر پیٹ رہی تھیں چہرے کھلے ہوئے تھے اور واویلا وامصیبتاہ پکار رہی تھیں اور عزت کے بعد ذلیل ہو گئی تھیں اور تیری مقتل کی طرف بڑھ رہی تھیں اور شمر آپ کے سینہ پہ سوار تھا اور اپنی تلوار آپ کی گردن پر رکھے تھا اور ہاتھ سے آپ کی ریش مبارک کو پکڑے ہوئے تھا اور ہندی تلوار سے آپ کو ذبح کر رہا تھا آپ کے حواس عالم سکون میں اور آپ سانس ڈوب چکے تھے اور آپ کا سر اس نے نیزہ پہ سوار کیا

دوسری فصل

(تاراجی خیام)

حسینؑ کے خیموں کو لوٹنا اور اس پر خواتین کا فریاد و ندبہ کرنا۔

سیدؒ نے کہا ہے اور ایک حسینؑ کے خیام کی طرف سے آئیں تو ایک شخص نے اس سے کہا اے اللہ کی کنیز تمہارے آقا و سردار شہید ہو چکے ہیں تو اس کنیز نے کہا پس میں اپنی مخدومہ کے پاس گئی اور میں چیخ رہی تھی پس سب خواتین میرے سامنے کھڑی ہو گئیں اور وہ فریاد کرنے لگیں۔

راوی کہتا ہے کہ وہ لوگ آل رسول اور بتولؑ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے خیموں کو لوٹنے میں ایک دوسرے سے سبقت کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ کسی خاتون کی پشت سے اوڑھنی کھینچتے تھے اور آل رسول کی شہزادیاں اور اہل حرم نکلیں جو رونے میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتیں اور حامیوں اور دوستوں کے فراق میں شدید گریہ کرتیں۔

حمید بن مسلم کہتا ہے میں نے بکر بن وائل قبیلہ کی ایک عورت کو دیکھا کہ جو اپنے شوہر کے ساتھ عمر سعد کے لشکر میں تھی جب اس نے دیکھا کہ وہ لوگ حسین علیہ السلام کی خواتین اور ان کے خیام میں گھس گئے ہیں اور وہ انہیں لوٹ رہے ہیں تو تلوار لے کر خیموں کی طرف آئی اور کہا اے آل بکر کیا رسول زادیوں کو لوٹا جا رہا ہے حکم کرنا بس اللہ کا کام ہے اے رسول اللہ کے لیے انتقام لینے والے پس اس کے شوہر نے اس کا

ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی جگہ پر واپس لے گیا۔

راوی کہتا ہے کہ پھر خواتین کو خیموں سے نکالا گیا اور ان میں آگ لگادی پس وہ سر ننگے چادریں چھنی ہوئیں پاؤں ننگے روتی ہوئیں ذلت کی قید میں قید ہو کر چل رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں خدا کا واسطہ ہمیں حسین علیہ السلام کی مقتل سے گذارنا پس جب خواتین نے شہداء کو دیکھا تو چیخ و پکار بلند کی اور اپنے چہرے پیٹنے لگیں۔

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں زینب بنت علی علیہما السلام کو نہیں بھولتا وہ حسین پر ندبہ کر رہی تھیں اور دردناک آواز اور محزون دل سے پکار رہی تھیں (یا محمداہ صلے علیك ملائكة (مليك خ ل) السماء هذا حسين مرمل بالدماء مقطع الاعضاء وبناتك سبايا الى الله المشتكى والى محمد المصطفىٰ والى على المرتضى والى فاطمة الزهراء والى حمزة سيد الشهداء يا محمداه هذا حسين بالعراء تسفى عليه الصبا قتيل اولاد البغايا واحزناه واكرباه اليوم مات جدى رسول الله صلى الله عليه وآله يا اصحاب محمداه هؤلاء ذرية المصطفىٰ يساقون سوق السبايا)

اے محمدؐ آپ پر ملائکہ آسمان نے (یا آسمان کے مالک) نے صلوات بھیجی یہ حسین خون میں لت پت ہیں اعضاء کٹے ہوئے ہیں آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں بارگاہ خدا وندی میں محمد مصطفیٰ کے ہاں علی مرتضیٰ سے فاطمہ زہراء سے حمزہ سید الشہداء سے شکایت ہے اے محمدؐ یہ حسین کھلے میدان میں ہیں جن پر صحرا کی ہوا چل رہی ہے بدکاروں کی اولاد کے مقتول ہیں ہائے حزن و ملال اور دکھ درد آج میرے نانا رسول اللہ کی وفات ہوئی ہے اے اصحاب محمد فریاد ہے یہ مصطفیٰ کی ذریت ہے کہ جنہیں قیدیوں کی طرح ہانکا جا رہا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے یا محمداہ بناتك سبايا و ذريتك مقتلة تسفى عليهم

ریح الصبا وھذا (حسینؓ) محزوز الراس من القفا مسلوب العمامۃ والرداء بابی من اضحی عسکرہ فی یوم الاثنین نھبًا بابی من فسطاطہ مقطع العری بابی من لا غائب فیرتجی ولا جریح فیداوی بابی من نفسی لہ الفدا بابی المھموم حتی قضی بابی العطشان حتی مضی بابی من شیبتہ تقطر بالدماء بابی من جدہ محمد المصطفی بابی من جدہ رسول الہ السماء بابی من ھو سبط نبی الھدی بابی محمد المصطفی بابی خدیجۃ الکبری بابی علی المرتضی بابی فاطمۃ الزھراء سیدۃ النساء بابی من ردت لہ الشمس حتی صلی ۔

اے محمدؐ آپ کی بیٹیاں قید ہوگئی ہیں اور آپ کی ذریت کو شہید کر دیا گیا کہ جن پر باد صبا چل رہی ہے اور یہ حسین ہیں کہ جن کا سر پس گردن سے کاٹ دیا گیا ہے جس کا عمامہ اور ردا لوٹ لی گئی ہے میرا باپ صدقے اس پر کہ جس کے لشکر کو پیر کے دن لوٹا گیا میرا باپ صدقے جس کے خیمے کی طنابیں کاٹ دی گئیں میرا باپ صدقہ اس پہ جو غائب نہیں کہ اس کے واپس آنے کی امید ہو اور نہ زخمی ہے کہ جس کا علاج کیا جائے میرا باپ صدقے اس پہ کہ جس پہ میری جان قربان ہو میرا باپ صدقے اس پہ جو مرتے دم تک مغموم و دکھی رہا میرا باپ اس پر صدقہ جو پیاسہ اس دنیا سے چلا گیا میرا باپ صدقے اس پہ کہ جس کی داڑھی سے خون کے قطرے گرتے تھے میرا باپ اس پہ صدقے جس کا نانا محمد مصطفیٰ میرا باپ صدقے اس پہ کہ جس کا نانا خدائے آسمان کا رسول ہے میرے باپ صدقہ اس پہ جو نبی ہادی کا نواسہ ہے میرا باپ صدقہ اس پر کہ جو محمد مصطفیٰ خدیجہ الکبری علی مرتضیٰ فاطمہ زہرا سیدۃ النساء کا بیٹا ہے اور اس کا بیٹا ہے جس کے لیے سورج پلٹ آیا یہاں تک کہ اس نے نماز پڑھی ۔

راوی کہتا ہے کہ پس آپ نے ہر دوست و دشمن کو رلا دیا پھر سکینہ نے اپنے

باپ حسین کے بدن کو گلے سے لگایا تو بدوؤں کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی کہ جنہوں نے اسے کھینچ کر لاش سے جدا کیا۔

اور مصباح کفعمی میں ہے جناب سکینہ کہتی ہیں کہ جب حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو میں نے انہیں گلے لگا لیا پس مجھ پر غشی کی حالت طاری ہوئی تو میں نے آپ کو کہتے سنا

شیعتی ما ان شربتم ری عذب فاذکرونی سمعتم بغریب او شہید فاندبونی ، میرے شیعوں جب میٹھا پانی پیو تو مجھے یاد کرنا یا کسی مسافر یا شہید کا سنو تو مجھ پہ ندبہ کرنا پس میں گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئیں جب کے آنکھوں کی پلکیں زخمی ہو گئی تھیں اور اپنے رخسار پیٹنے لگی۔

*

تیسری فصل

خیام پر لوٹ مار

لوگ ورس[1]، لباس اور اونٹوں کی طرف مائل ہوئے اور انہیں لوٹ لیا۔

شیخ مفید کہتے ہیں انہوں نے آپ کا ساز و سامان اونٹ اور بار کو لوٹ لیا اور خواتین کو بھی لوٹا

حمید بن مسلم کہتا ہے خدا کی قسم میں آنجناب کی خواتین بیٹیوں اور اہل خانہ میں سے کسی عورت کو دیکھتا کہ اس سے برقعے اور چادریں چھیننے کی کوشش کی جاتی یہاں تک کہ وہ مغلوب ہو جاتی اور وہ اس سے چھن جاتی۔

ازدی کہتا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابو راشد نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں علی بن الحسین بن علی اصغر علیہم السلام تک پہنچا اور وہ ایک بچھے ہوئے فرش پر تھے اور وہ بیمار تھے اچانک شمر بن ذی الجوشن لعین پیادہ فوج کے ساتھ آیا تو وہ کہنے لگے کیا اسے قتل نہیں کرتا پس میں نے کہا سبحان اللہ کیا تم بچوں کو بھی قتل کرتے ہو یہ تو بچہ ہے اور جس بیماری میں ہے وہی اس کے لیے کافی ہے وہ کہتا ہے کہ میرا یہی طریقہ رہا کہ جو کوئی آتا اس سے ان کا دفاع کرتا رہا یہاں تک کہ عمر سعد آیا اور اس نے کہا خبردار کوئی شخص ان عورتوں کے خیموں میں داخل نہ ہو اور نہ اس بیمار لڑکے سے متعرض ہو اور جس کسی نے ان کے مال و متاع میں سے کوئی چیز اٹھائی ہے واپس کر دے مسلم کہتا ہے خدا کی قسم کسی نے بھی کوئی چیز واپس نہیں کی۔

[1] ایک بوٹی ہے جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں

اور قرمانی کی اخبار الاول میں ہے کہ شمر نے (اس پر وہ عذاب ہو جس کا وہ مستحق ہے) ارادہ علی اصغر کے شہید کرنے کا جو کہ بیمار تھے پس زینب بنت علی بن ابی طالب باہر آئیں اور فرمایا خدا کی قسم یہ قتل نہیں ہوں گے جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں پس وہ لعین رک گیا۔

اور روضۃ الصفا میں ہے پس جب شمر لعنۃ اللہ اس خیمہ تک پہنچا کہ جس میں علی بن الحسین علیہما السلام تکیہ لگائے پڑے تھے تو اپنی تلوار نیام سے نکالی تاکہ آپ کو شہید کرے تو حمید بن مسلم نے کہا سبحان اللہ کیا یہ بیمار بھی قتل کیا جائے گا اسے قتل نہ کرو اور بعض نے کہا کہ عمر سعد نے اس کے دونو ہاتھ پکڑ لیے اور کہا کیا تجھے خدا سے شرم و حیا نہیں آتی تو چاہتا ہے کہ اس بیمار لڑکے کو بھی قتل کر دے تو شمر نے کہا کہ امیر عبید اللہ کا حکم صادر ہوا ہے کہ تمام اولاد حسینؑ کو میں قتل کر دوں پس عمر نے اسے روکنے میں مبالغہ سے کام لیا یہاں تک کہ وہ لعین رک گیا پس اس نے حکم دیا اہل بیت مصطفیٰ کے خیام کے جلانے کا

اور مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ کتاب مقتل میں ہے احمد بن حنبل نے کہا کہ کربلا میں زین العابدین علیہ السلام کے بیمار ہونے کا سبب یہ ہے کہ انہیں زرہ پہنائی گئی کہ جو بڑی تھی پس آپ نے اس کے فاضل حصہ کو ہاتھ سے پکڑ کر توڑ دیا۔

اور شیخ مفید کی روایت میں ہے اور عمر سعد لعنۃ اللہ آیا تو عورتوں نے اس کے سامنے چیخ و پکار کی اور روئیں تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میں سے کوئی بھی ان عورتوں کے گھروں میں داخل نہ ہو اور نہ کوئی اس بیمار لڑکے سے تعرض کرے اور خواتین عصمت نے اس سے سوال کیا کہ جو کچھ ان سے چھینا گیا ہے

(۱) ورس ایک بوٹی ہے جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں۔

وہ واپس دلا دے تاکہ اس سے وہ اپنا پردہ کر سکیں تو اس نے کہا جس کسی نے ان کے مال و متاع میں سے کوئی چیز لی ہے وہ واپس کر دے پس خدا کی قسم کسی نے بھی کوئی چیز واپس نہ کی پس اس نے خیمہ اور عورتوں کے گھروں اور علی بن الحسین پہ ایک گروہ کو موکل کیا اور کہا کہ ان کی محافظت کرو تاکہ ان میں سے کوئی نکل نہ جائے لیکن ان سے کوئی برا سلوک نہ کرنا پھر وہ اپنے خیمے کی طرف آیا اور اپنے ساتھیوں میں پکار کر کہا کون ہے کہ جو حسینؑ کے بارے میں ایک کام انجام دے طبری نے کہا ہے پس سنان بن انس آگے بڑھا یہاں تک کہ عمر سعد کے خیمے کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا پھر بلند آواز سے پکارا - اوقر رکابی فضۃ وذھبا انا قتلت الملك المحجبا قتلت خیر الناس اما وابا وخیرھم ان ینسبون نسبا - میری رکاب کو بھاری انعام سے بھر دے میں نے اس بادشاہ کو قتل کیا ہے کہ جس کے دروازے پر پہرے دار ہوتے تھے میں نے اسے قتل کیا ہے جو ماں باپ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہتر تھا، اور جب نسب کا ذکر ہوتا تو سب سے بہتر نسب والا تھا تو عمر سعد نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو مجنون ہے اور تو کبھی بھی جنون سے صحیح نہیں ہوا اس کو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ اندر آیا تو اس کی چھڑی سے مرمت کی اور کہا اے مجنون تو یہ بات کرتا ہے خدا کی قسم اگر ابن زیاد نے تجھ سے یہ سن لیا ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا۔

مؤلف کہتے ہیں اور عمر سعد لعنہ اللہ نے عقبہ بن سمعان کو گرفتار کر لیا اور وہ جناب زوجہ حسینؑ کا غلام تھا تو اس سے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا میں ایک عبد مملوک پس اسے چھوڑ دیا اور ہم اس کی اور مرقع بن ثمامہ کی خبر پہلے بتا آئے ہیں راوی کہتا ہے اس کے بعد عمر سعد نے اپنے ساتھیوں میں منادی کرائی کہ کون حسینؑ کے سلسلہ میں ایک کام انجام دے گا اور اس کی لاش کو گھوڑا اردندے گا پس ان میں سے اس

کام کے لیے دس افراد تیار ہوئے الحق بن حوہ حضرمی اور یہ وہی لعین ہے کہ جس نے حسینؑ کی قمیص اتاری تھی اور بعد میں مبروص ہو گیا تھا اور اجبش (اخنس خ ل) ابن مرشد بن علقمہ بن سلامہ حضرمی پس یہ ملاعین آئے اور حسین کی لاش کو اپنے گھوڑوں سے پامال کیا یہاں تک کہ آپ کی پشت اور سینہ کو چور چور کر دیا اور مجھے خبر ملی ہے کہ اجبش بن مرشد لعین کی طرف کچھ عرصہ بعد تیر آیا جس کے مارنے والے کا پتہ نہیں چلا اور وہ میدان قتال میں کھڑا تھا پس اس نے اس کے دل کو چیر دیا اور وہ اسی سے مر گیا لعنۃ اللہ سید کہتے ہیں اس کے بعد عمر بن سعد نے اپنے ساتھیوں میں منادی کی کون ہے جو حسین کے کام کو انجام دے اور گھوڑے آپ کی پشت و سینہ کو پامال کرے پس اس کام کے لیے دس آدمی تیار ہوئے جو کہ الحق بن حویہ (حیوہ خ ل) جس نے کہ حسینؑ کی قمیص اتاری تھی اور اخنس بن مرشد، حکیم بن طفیل سنبسی، عمر بن صبیح صیداوی، رجاء بن منقذ عبدی سالم بن خثیمہ جعفی، واحظ بن ناعم (غانم خ ل) صالح بن وھب جعفی، ہانی بن ثبیت حضرمی، اور اسید بن مالک تھے پس انہوں نے حسینؑ کو گھوڑوں کے سموں سے روندا یہاں تک کہ ان کا سینہ اور پشت چور چور کر دی۔ راوی کہتا ہے اور یہ دس افراد آئے یہاں تک کہ ابن زیاد کے پاس آ کھڑے ہوئے تو اسید بن مالک نے جو کہ دس میں سے ایک تھا ان پر خدا کی لعنتیں نازل ہوں (نحن رضضنا الصدر بعد الظہر بکل شدید الاسر ۔ ہم نے سینہ پشت کے بعد چور چور کیا ہر تیز رو گھوڑے سے کہ جس کے جوڑ قوی تھے، تو ابن زیاد نے کہا تم لوگ کون ہو تو انہوں نے کہا ہم وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے گھوڑوں سے حسین کی پشت کو روندا یہاں تک کہ ان کے سینہ کی ہڈیاں پیس دیں راوی نے کہا کہ پس اس نے ان کے لیے تھوڑے سے انعام کا حکم دیا۔

ابو عمر زاہد کہتا ہے پس ہم نے ان دس افراد کے بارے میں غور و فکر کیا تو ان سب کو حرامزادہ پایا اور انہیں مختار نے گرفتار کیا تھا اور ان کے ہاتھ پاؤں میں لوہے کی میخیں گاڑ ہیں اور گھوڑوں سے انہیں زندہ پامال کیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

چوتھی فصل

واقعات عصر عاشور

ان امور میں جن کا تعلق عصر عاشور سے ہے۔

سر ہائے مبارک کو ابن زیاد کی طرف بھیجنا وغیرہ

مؤلف کہتے ہیں اس کے بعد عمر بن سعد لعنہ اللہ نے عاشور کے ہی دن امام حسینؑ کا سر خولی بن یزید اصبحی اور حمید بن مسلم ازدی کے ہاتھ عبیداللہ بن زیاد کی طرف بھیجا اور آپ کے اصحاب اور اہل بیت کے سروں کے بارے میں حکم دیا کہ انہیں کاٹا جائے اور وہ بہتر سر تھے اور انہیں شمر بن ذی الجوشن ،قیس بن اشعث، عمرو بن حجاج اور عزرہ بن قیس کے ہاتھ بھیجا اور وہ انہیں لیکر ابن زیاد کے پاس پہنچے۔

طبری کہتا ہے کہ خولی بن یزید امام حسینؑ کا سر لے کر بڑھا پس قصر الامارہ کے ارادہ سے چلا پس قصر کے دروازہ کو بند پایا تو وہ اپنے گھر میں آیا تو اسے تغار کے نیچے اپنے گھر میں رکھ دیا اور اس کی دو بیویاں تھیں ایک بنی اسد میں سے اور دوسری حضرمیوں میں سے کہ جس کا نام نوار بنت مالک بن عقرب تھا اور وہ رات حضرمیہ کی نوبت کی رات تھی۔

ہشام کہتا ہے پس مجھ سے نوار بنت مالک سے میرے باپ نے بیان کیا وہ کہتی ہے کہ خولی حسینؑ کا سر لے کر آیا اور اسے گھر میں تغار (طشت کی طرح کا ہوتا ہے) کے نیچے رکھ دیا پھر کمرے کے اندر آیا اور اپنے بستر کی طرف آیا تو میں نے اس سے کہا کیا

خیر ہے تمہارے پاس کیا ہے تو وہ کہنے لگا میں زمانہ کی تونگری دغنی لیکر آیا ہوں یہ حسینؑ کا سر گھر میں تمہارے پاس ہے وہ عورت کہتی ہے میں نے کہا دیں و ہلاکت ہو تیرے لیے لوگ سونا و چاندی لیکر آئے ہیں اور تو اسے رسول خدا کا سر لیکر آیا ہے نہیں خدا کی قسم تیرا اور میرا سر ایک کمرے میں کبھی بھی جمع نہیں ہو سکیں گے اور کہتی ہے کہ میں بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور گھر کے صحن میں نکل آئی پس اس نے اسدی بیوی کو بلایا اور اسے کمرے میں داخل کر لیا اور میں بیٹھی دیکھ رہی تھی وہ کہتی ہے خدا کی قسم میں مسلسل دیکھتی رہی کہ ایک نور ستون کی مانند آسمان سے اس تغار تک تھا اور میں نے سفید پرندے اس کے گرد پھڑ پھڑاتے دیکھے راوی کہتا ہے جب صبح ہوئی تو سر لے کر وہ عبید اللہ بن زیاد کی طرف گیا۔

اور کتاب مطالب السئول اور کشف الغمہ میں ہے کہ سر حسینؑ کا حامل و اٹھا کر ابن زیاد کی طرف لے جانے والا بشر بن مالک تھا جب اس نے آپ کا سر عبید اللہ بن زیاد لعین کے سامنے رکھا۔ (املأ رکابی فضۃ و ذھبا۔ فقد قتلت الملک المحجبا ومن یصلی القبلتین فی الصبا و خیرھم اذ یذکرون النسبا۔ قتلت خیر الناس اما و ابا) میری رکاب کو سونے چاندی سے بھر دے میں نے پردوں اور دربانوں کے پیچھے رہنے والے بادشاہ کو قتل کیا ہے جس نے بچپن میں دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور جب نسب کا ذکر ہو تو وہ سب لوگوں سے بہتر ہے میں ماں باپ کی طرف سے لوگوں میں سے بہترین کو قتل کیا ہے،، تو عبید اللہ اس کے اس قول سے سیخ پا ہو گیا اور کہا کہ اگر تو جانتا تھا کہ وہ ایسا ہے تو پھر کیوں اسے قتل کیا خدا کی قسم تجھے مجھ سے کچھ نہیں ملے گا اور میں تجھے اسی کے ساتھ ملحق کرتا ہوں پھر اس نے اسے آگے کیا اور اس کی گردن اڑا دی۔

شیخ ابو جعفر طوسی نے مصباح المتہجدین میں عبداللہ بن سنان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے آقا و سردار ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں دس محرم کو حاضر ہوا پس میں نے آپ کو متغیر حالت میں دیکھا۔ جب کہ حزن و ملال آپ پر تھا اور فرمایا کیا تم غفلت میں ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حسینؑ اسی دن شہید ہوئے ہیں تو میں نے کہا اے میرے آقا و سید اس دن کے روزے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا روزہ رکھو لیکن رات سے نہیں اور افطار کرو اظہار خوشی کے بغیر اور اسے مکمل دن کا روزہ قرار نہ دے اور تیرا افطار نماز عصر کے ایک گھنٹہ بعد ہونی چاہیے پانی کے گھونٹ سے کیونکہ اس قسم کے وقت میں اس قسم کے دن آل رسول سے جنگ ختم ہوئی تھی اور ان سے مصیبت ٹلی تھی اور ان کے موالیوں اور چچازاد بھائیوں میں سے تیس افراد زمین پر گرے پڑے تھے کہ جن کا پچھڑنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے لیے دشوار تھا اگر آپ دنیا میں زندہ ہوتے تو ان کی تعزیت آپ ہی کو دی جاتی راوی کہتا ہے کہ ابو عبداللہ علیہ السلام اتنا روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی الخ

سید نے اقبال میں کہا ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ عاشور کے دن کا آخری حصہ وہ ہے کہ جس میں حسین علیہ السلام کے اہل حرم آپ کی بیٹیاں اور بچے دشمنوں کی قید میں حزن و ملال ہم و غم اور گریہ و بکا میں مشغول تھے اور اس دن کا آخری حصہ ان پر اس حالت میں گزرا کہ وہ ایسی ذلت و خواری میں تھے کہ جس کا میرا قلم احاطہ نہیں کر سکتا اور یہ رات اس حالت میں گزاری کہ ان کے حامی و مددگار مفقود تھے اور وہ اپنی قیامگاہ اور کوچ میں مسافر تھے اور دشمن انہیں برا بھلا کہنے ان سے روگردانی کرنے اور انہیں ذلیل و رسوا کرنے میں مبالغہ کی حد تک

پہنچے ہوئے تھے تاکہ اس کے ذریعہ دین سے خارج ہو جانے والے عمر سعد سے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کے بچوں کو یتیم کرنے والے اور ان کے جگروں کو زخمی کرنے والے اور عبید اللہ بن زیاد جیسے زندیق اور منکر خدا سے اور یزید بن معاویہ جیسے الحاد و عناد کے سرغنہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے

یہاں تک کہ میں نے کتاب مصابیح میں ان کی اسناد کے ساتھ جو جعفر بن محمد علیہما السّلام تک پہنچتے ہیں دیکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ محمد بن علی علیہما السّلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ علی بن الحسین علیہما السلام سے سوال کیا انہیں یزید نے اپنی طرف کس حالت میں سوار کر کے بلوایا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے ایک ایسے اونٹ پر جو لنگڑاتا تھا جس پر کوئی گدا وغیرہ نہیں تھا سوار کیا اور حسین کا سر نیزے پہ تھا اور عورتیں ہمارے پیچھے خچروں پہ سوار تھیں پس محافظ و نگہبان اور لشکری ہمارے پیچھے تھے اور نیزے ہمارے اردگرد تھے اگر ہم میں سے کسی کی آنکھ سے آنسو نکل پڑتا تو اس کے سر میں نیزہ چبھویا جاتا یہاں تک کہ جب ہم دمشق میں داخل ہوئے تو ایک شخص نے چلا کر کہا اے اہل شام یہ (معاذ اللہ) ملعون خاندان کے قیدی ہیں۔

مؤلف کہتے ہیں اے قاری کیا آپ کے ماں باپ اور اعزا و اقرباء پر اس قسم کی بلا و مصیبت اور ابتلاء و امتحان آیا ہے کہ جس کے ساتھ تیری یا کسی مسلمان کی توہین جائز نہیں ہے اور نہ ہی کسی ایسے شخص کے لیے جو بادشاہوں اور سلاطین کی اولاد کے مقام و منزل کو پہچانتا ہے)

مؤلف فرماتے ہیں جب یوم عاشورہ کا آخری حصہ ہو تو کھڑے ہو جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ پر اور ہمارے مولا امیر المومنین پر اور مولا حسنؑ بن علیؑ پر اور

اور ہماری سردار فاطمہ زہرا پر اور ان کی عترت طاہرہ صلوات اللہ علیہم اجمعین پر سلام بھیجو اور انہیں ان مصائب پر تعزیت کہو محزون دل کے ساتھ اور روتی ہوئی آنکھ کے ساتھ اور مصائب و نوائب سے نرم و متوافع زبان کے ساتھ پھر اللہ جل جلالہٗ اور ان معصوم ہستیوں کی بارگاہ میں معذرت کرو جو کچھ ان کی وجہ سے تم پر واجب تھا اس میں کوتاہی کرنے کی بنا پر اور یہ کہ وہ معاف کرے اس چیز کو جو تم عمل میں نہیں لا سکے کہ جو تم اس کے ساتھ عمل میں لاتے ہو جو تمہاری نگاہ میں عزیز ہوتا ہے کیونکہ بعید ہے کہ تم ان ہولناک مصائب میں ان کی مصیبت کی مقدار قیام کر سکو۔

پانچویں فصل

روانگی اہل بیت کربلا سے کوفہ

عمر سعد کا کربلا سے کوفہ کی طرف کوچ کرنا۔

اس کے بعد عمر سعد اس دن اور دوسرے دن زوال آفتاب تک وہیں رہا اور اپنے مقتولین کو جمع کیا ان پر نماز پڑھی اور انہیں دفن کیا اور حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو کھلے میدان میں پڑا چھوڑ دیا پھر اس نے حمید بن بکیر احمری کو حکم دیا اس نے لوگوں میں کوفہ کی طرف کوچ کرنے کی منادی کی پھر اس لعین نے حسین علیہ السلام کے اہل و عیال میں سے جو بچ گئے تھے ان کے ساتھ کوچ کیا اور آپ صلوات اللہ علیہ کی خواتین کو اونٹوں کے پالانوں کی جل پر بغیر کسی گدے جب کہ ان کے چہرے کھلے ہوئے تھے دشمنوں کے سامنے حالانکہ وہ انبیاء کی امانتیں تھیں انہیں سوار کیا اور انہیں اس طرح ہانک رہے تھے جس طرح ترک و روم کے قیدی ہانکے جاتے ہیں زیادہ سخت مصائب والام وہموم میں خدا بھلا کرے کہنے والے کا یصلی علی المبعوث من اٰل ھاشم، ویغزی بنوہ ان ذلعجیب - آل ہاشم میں جو نبی مبعوث برسالت ہوئے ان پر صلوات بھیجی جاتی ہے اور ان کی اولاد سے جنگ کی جاتی ہے یہ بہت ہی عجیب و غریب بات ہے کامل بہائی میں ہے کہ عمر سعد لعنہ اللہ نے عاشور کا دن اور اس کے بعد والا دن زوال تک وہیں رہا اور مشائخ معتمد افراد امام زین العابدین[ع] اور امیر المومنین کی بیٹیوں اور باقی خواتین

پرمو کل کئے اور وہ سب ہی خواتین تھیں اور امام زین العابدین علیہ السلام اس وقت بائیس سال کے تھے اور امام محمد باقر چار سال کے تھے اور یہ دونو بزرگوار کربلا میں موجود تھے اور خدا تعالیٰ نے دونو کو محفوظ رکھا

اور مناقب میں ہے اور اہل حرم کو قید کر کے لے آئے

اور ابن عبد ربہ نے عقد الفرید

میں کہا ہے اور بنی ہاشم میں سے بارہ بچے اور نوجوان قید کیے گئے کہ جن میں محمد بن حسین (ظاہراً محمد بن علی بن الحسین ہونا چاہیئے) اور علی بن الحسین اور فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام تھے پس بنی حرب (ابو سفیان کی اولاد) کے قدم جمے نہیں تھے کہ ان سے سلطنت چھن گئی اور عبد الملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو لکھا کہ مجھے ان اہل بیت کے خون سے بچائے رکھنا کیونکہ میں نے بنی حرب کو دیکھا کہ جب انہوں نے حسینؑ کو شہید کر دیا تو ان کا ملک ان سے چھن گیا۔

اور ازدی نے کہا ہے مجھ سے ابو زہیر عبسی نے قرۃ بن قیس تمیمی سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے ان خواتین کی طرف دیکھا کہ وہ حسینؑ اور ان کے اہل بیت اور اولاد کی لاشوں سے گزریں تو انہوں نے چیخ و پکار کی اور اپنے چہروں کو پیٹا وہ کہتا ہے کہ میں ہر چیز بھول سکتا ہوں لیکن زینب بنت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی گفتگو نہیں بھول سکتا جب وہ اپنے بھائی کی لاش سے گذریں اور وہ کہہ رہی تھیں (یا محمداہ صلی علیک ملائکۃ السماء ھذا حسین بالعراء مرمل بالدماء مقطع الاعضاء یا محمداہ وبناتک سبایا وذریتک مقتلۃ تسفی علیھا الصبا) اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ آپ پر آسمان کے ملائکہ نے نماز پڑھی یہ حسین کھلے میدان میں خون میں لت پت کٹے ہوئے اعضاء کے ساتھ پڑے ہیں اے محمد آپ کی بیٹیاں

قید ہیں اور آپ کی ذریت جن پر باد صبا چل رہی ہے راوی کہتا ہے پس اس مخدرہ نے خدا کی قسم ہر دوست و دشمن کو رلا دیا۔

اور مشہور حدیث میں جو زائدہ کے واسطے سے علیؑ بن الحسینؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب میدان طف میں جو مصیبت ہم پر آئی سو آئی اور میرے بابا اور ان کی اولاد اور بھائیوں اور دوسرے خاندان کے افراد میں سے جو لوگ آپ کے ساتھ تھے شہید ہو گئے اور ان کے اہل حرم اور خواتین کو پالانوں پر سوار کر کے ہمیں کوفہ کی طرف لے چلے پس میں انہیں زمین پر پڑے دیکھ رہا تھا کہ اور یہ کہ انہیں دفن نہیں کیا گیا تو میرے سینہ میں اس کا بہت احساس ہوا اور ان کی یہ حالت دیکھ کر میرا قلق و اضطراب شدت اختیار کر گیا قریب تھا کہ میری روح نکل جائے میری یہ کیفیت میری پھوپھی زینب کبریٰ بنت علی نے دیکھ لی تو مجھ سے کہا کیا ہو گیا ہے کہ میں تمہیں دیکھ رہی ہوں کہ تو اپنی جان دے رہا ہے اے میرے نانا باپ اور بھائیوں کی بقیہ یادگار تو میں نے کہا کس طرح میں جزع فزع نہ کروں اور مجھے گھبراہٹ نہ ہو جب کہ میں اپنے سید و آقا اور اپنے بھائیوں اور چچوں اور چچے کی اولاد اور خاندان والوں کو زمین پر کھلے میدان میں خون میں لت پت ان کے لباس اتار لیے گئے ہیں اور انہیں نہ کفن دیا گیا ہے اور نہ دفن کیا گیا ہے نہ کوئی ان پر آ کر کھڑا ہوتا ہے بلکہ نہ ان کے کوئی نزدیک جاتا ہے گویا وہ دیلم خزر کا کوئی خاندان ہے تو اس مخدرہ نے فرمایا جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں یہ آپ کو جزع فزع و گھبراہٹ میں نہ ڈالے خدا کی قسم یہ تو ایک عہد و پیمان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی طرف سے آپ کے دادا باپ اور چچا علیہم السلام کی طرف اور خدا نے اس امت کے کچھ لوگوں سے میثاق لیا ہے کہ جنہیں اس زمین

کے فرعون نہیں جانتے لیکن وہ اہل آسمان میں معروف ہیں وہ ان بکھرے ہوئے اعضاء کو اور ان خون میں لت پت جسموں کو جمع کریں اور دفن کریں گے اور اس طف میں تیرے باپ سید الشہداء علیہ السلام کی قبر پر علم نصب کریں گے کہ جس کا اثر نہیں مٹے گا اور نہ ہی راتوں اور دنوں کے گزرنے سے اس کا نشان محو ہو گا البتہ ائمہ کفر پوری کوشش کریں گے اور ضلالت و گمراہی کے پیروکار پوری جد و جہد کریں گے اس کے محو کرنے اور مٹانے میں لیکن اس کے آثار میں ظہور کا اضافہ ہی اضافہ ہو گا اور آپ کا معاملہ بلند سے بلند تر ہو گا۔

چھٹی فصل

دفن امام حسینؑ و شہداء کربلا

ہمارے آقا حسین صلوات اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کے دفن کا بیان۔

اور جب عمر سعد نے کوچ کیا تو بنی اسد میں سے ایک قوم نکلی کہ جو غاضریہ میں اترے ہوئے تھے حسینؑ اور آپ کے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم کی طرف پس ان کی نماز جنازہ پڑھی اور امام حسینؑ کو یہیں دفن کیا کہ جہاں اس وقت آپ کی قبر مبارک ہے اور آپ کے بیٹے علی بن الحسین اکبر علیہ السلام کو آپ کے پائنتی کی طرف اور آپ کے اہل بیت اور اصحاب میں سے شہداء کے لیے کہ جو آپ کے گرد زمین پر پڑے تھے ایک گڑھا حسین علیہ السلام کی پائنتی کی طرف کھودا اور انہیں اکٹھا کر کے ایک ہی جگہ سب کو دفن کر دیا اور عباس بن علی علیہ السلام کو اسی جگہ دفن کیا کہ جہاں آپ شہید ہوئے تھے غاضریہ کی راہ میں کہ جہاں اب آپ کی قبر ہے۔

اور کامل بہائی میں ہے اور حر بن یزید کو اسی جگہ دفن کیا گیا کہ جہاں وہ شہید ہوئے انہیں ان کے اعزاء و اقارب نے دفن کیا اور کہا ہے کہ بنی اسد سارے عرب قبائل پر فخر کرتے ہیں کہ ہم نے حسین علیہ السلام پر نماز پڑھی اور آپ کو اور آپکے اصحاب کو دفن کیا۔

ابن شہر آشوب مسعودی کہتے ہیں اور ان کے بدنوں کو اہل غاضریہ (عامریہ ہل) نے جو بنی اسد میں سے تھے طف میں دفن کیا ان کی شہادت کے ایک دن بعد اور

پہلے نے مزید کہا ہے اور اکثر کی قبور وہ دیکھتے تھے اور سفید رنگ کے پرندے بھی دیکھتے تھے۔

اور سبط کے تذکرہ میں ہے اور زہیر بن قین جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے تو ان کی بیوی نے ان کے غلام سے کہا جا کر اپنے مولا کو کفن پہنا دیں وہ گیا تو دیکھا کہ حسین علیہ السلام بھی عریاں ہیں تو اس نے کہا کہ کیا میں اپنے مولا کو کفن پہناؤں اور حسین علیہ السلام کو چھوڑ دوں خدا کی قسم ایسا نہیں ہو گا پس وہ کفن اس نے آنجناب کو پہنایا اور دوسرا کفن لا کر اپنے مولا کو پہنایا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ اپنی جگہ پر یہ ثابت ہے کہ معصوم کے امر کفن و دفن کا متولی اور سرپرست معصوم ہی ہوتا ہے اور یہ کہ امام کو امام کے علاوہ کوئی غسل نہیں دیتا اور اگر امام مشرق میں انتقال کرے اور اس کا وصی مغرب میں ہو تو خدا دونوں کو جمع کر دیتا ہے۔

اور ابوجعفر ثانی (امام محمد تقی) سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی رحلت ہوئی تو جبرائیل اس حالت میں اترے کہ ان کے ساتھ ملائکہ اور روح تھے کہ جو لیلۃ القدر میں اترتے ہیں فرمایا پس امیر المومنین کے لیے آنکھ کھولی گئی تو آپ نے منتہائے آسمان سے زمین تک انہیں دیکھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو آپ کے ساتھ غسل دے رہے ہیں اور آپ پر صلوات پڑھ رہے ہیں اور آپ کی قبر کھود رہے ہیں خدا کی قسم ان کے علاوہ کسی نے آپ کی قبر نہیں کھودی یہاں تک کہ جب آنحضرت کو قبر میں رکھا گیا تو جو کوئی قبر میں اترا اس کے ساتھ وہ ملائکہ اترے اور انہیں قبر میں رکھا پس آپ نے گفتگو کی اور امیر المومنین کے لیے قوت سماعت کھولی گئی کہ آنحضرت ملائکہ کو وصیت کر رہے

ہیں تو آپ رو پڑے اور آپ نے انہیں یہ کہتے سنا جب کہ وہ اپنی پوری کوشش لگائے ہوئے تھے آپ کے بعد یہ ہمارے صاحب و ساتھی ہیں یا دیکھے کہ اپنی آنکھ سے اس مرتبہ کے بعد ہمیں کوئی نہیں دیکھے گا فرمایا جب امیر المومنین کی وفات ہوئی تو حسنؑ و حسینؑ نے اسی طرح کا منظر دیکھا جو حضرت علیؑ نے دیکھا تھا اور ان دونوں نے نبی اکرمؐ کو بھی دیکھا کہ آپ ملائکہ سے تعاون کر رہے ہیں جس طرح آپ نے پیغمبر کے ساتھ کیا تھا۔ یہاں تک کہ جب امام حسن کی وفات ہوئی تو حسینؑ نے آپ سے بھی وہی کچھ دیکھا اور نبی اکرمؐ اور حضرت علیؑ کو دیکھا کہ وہ دونو ملائکہ کی اعانت کر رہے ہیں یہاں تک کہ جب حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو علی بن الحسین علیہ السلام نے آپ سے وہی کچھ دیکھا الخ

اور واقفیہ مذہب والوں کے خلاف جو ہمارے مولا حضرت رضا علیہ السلام نے احتجاج کیا یہ تھا کہ علی بن ابو حمزہ نے آپ سے کہا کیا آپ کے والد امام تھے ہمیں آپ کے آباء و اجداد سے روایت پہنچی ہے کہ امام کی تجہیز و تکفین کا سرپرست و متولی نہیں ہوتا مگر اس ایسا امام تو ابو الحسنؑ نے اس سے فرمایا پس مجھے حسینؑ کے بارے میں خبر دو وہ امام تھے یا غیر امام تھے اس نے کہا کہ امام تھے فرمایا پس ان کے امر تجہیز و دفن کا متولی و سرپرست کون ہوا تھا تو اس نے کہا علی بن الحسین علیہما السلام آپ نے فرمایا علی بن الحسین کہاں تھے وہ تو کوفہ میں قید اور عبید اللہ کے قبضہ میں تھے تو اس نے کہا آپ نکلے لیکن ان لوگوں کو پتہ نہ چلا یہاں تک کہ ان کے امر کے (اپنے باپ کے امر کے خل) متولی ہوئے اور پھر واپس چلے گئے تو ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا تو علی بن الحسین کو جس نے تسکین و قدرت دی کہ وہ کربلا آئے اور اپنے باپ کے امر کے متولی ہوئے تو وہ اس امر کے صاحب کو بھی تمکین دے

سکتا ہے کہ وہ بغداد آئے اور اپنے باپ کے امر کا متولی ہو اور پھر واپس چلا جائے جب کہ وہ نہ زندان میں ہے اور نہ قید میں

خواب بی بی ام سلمہ

اور شیخ طوسی نے اپنی سند کے ساتھ صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک دن جناب ام سلمہ نے صبح کی روتے ہوئے تو ان سے کہا گیا آپ کیوں رو رہی ہیں تو انہوں نے فرمایا میرا بیٹا حسین علیہ السلام آج رات شہید کر دیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کو نہیں دیکھا تھا جب سے آپ نے رحلت فرمائی مگر آج کی رات پس میں نے آپ کو متغیر حالت میں دیکھا اور آثار حزن و ملال نمایاں تھے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو متغیر حالت اور حزن و ملال میں دیکھ رہی ہوں تو آپ نے فرمایا میں آج رات حسین اور اس کے اصحاب کی قبریں کھودتا رہا ہوں۔

خواب ابن عباسؓ

اور صدوق نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک دن دوپہر کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال پریشان ہیں اور آپ گرد آلود ہیں آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے کہ جس میں خون ہے تو عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ کیسا خون ہے تو آپ نے فرمایا یہ حسین کا خون ہے میں آج کے دن اسے جمع کرتا رہا ہوں تو اس دن کو شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اسی دن آپ کی شہادت ہوئی تھی اور ان دو نور روایات کے مضمون پر مشتمل بہت سی روایات ہیں اور مناقب میں کہا ہے کہ ابن عباس کے بارے میں ماثور ہے کہ انہوں نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد نبی اکرمؐ کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپ کے چہرہ پر گرد و غبار ہے آپ پاؤں ننگے ہیں اور آنکھیں

آنسو بہارہی ہیں اور آپ اپنے قمیص کا دامن یمیٹے ہوئے ہیں اور اس آیت کی تلاوت کر رہے ہیں ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون ۔ خدا کو اس سے غافل خیال نہ کرو کہ جو عمل ظالم کرتے ہیں،، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا میں کربلا گیا تھا اور میں نے حسینؑ کا خون زمین سے اکٹھا کیا ہے اور وہ اس وقت میرے دامن میں ہے اور میں جاتا ہوں کہ اپنے پروردگار کے سامنے ان سے مخاصمت اور ان کا محاکمہ کروں اور کامل ابن اثیر میں ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو اس رات خواب میں دیکھا کہ جس میں حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے کہ آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے اور اس میں آپ نے خون جمع کئے ہوئے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا حسین اور اس کے اصحاب کا خون ہے کہ جسے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اٹھا کر لے جارہا ہوں پس ابن عباسؓ صبح کی تو لوگوں کو حسین علیہ السلام کی شہادت سے مطلع کیا اور اپنا خواب بیان کیا بعد میں معلوم ہوا کہ اسی دن ہی آپ کی شہادت ہوئی تھی۔

مؤلف کہتے ہیں کہ معتبر کتب میں حسین علیہ السلام اور آپ ساتھ شہید ہونے والوں کے دفن کی کیفیت مفصل طور پر موجود نہیں ہے۔

البتہ شیخ طوسی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اسد ایک نیا بوریا لیکر آئے اور وہ امام حسینؑ کے نیچے بچھایا گیا اور دیزج سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں صرف اپنے مخصوص غلاموں کے ساتھ آیا اور میں نے آپ کی قبر کھودی تو ایک نیا بوریا پایا کہ جس پر حسین بن علی علیہما السلام کا بدن اطہر تھا اور اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی پس میں نے اس بوریے کو اسی حالت میں رہنے دیا جب کہ بدن

ساتویں فصل

ورود اہل بیت در کوفہ

ابن سعد ان قیدیوں کے ساتھ کہ جن کی طرف اشارہ ہو چکا ہے چلا پس جب وہ کوفہ کے قریب پہنچے تو اہل کوفہ انہیں دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے راوی کہتا ہے تو کوفہ کی عورتوں میں سے ایک عورت نے جھانک کر دیکھا اور کہا کہ تم خواتین کہاں کے قیدیوں میں سے ہو تو انہوں نے کہا ہم آل محمد علیہم السلام کے قیدیوں میں سے ہیں پس وہ عورت اپنے مکان کی چھت سے اتر آئی اور ان کے لیے چادریں برقعے اور مقنعے جمع کئے اور انہیں دئیے کہ جس سے انہوں نے پردہ کیا۔

راوی کہتا ہے اور عورتوں کے ساتھ علی بن الحسین علیہما السلام بھی تھے کہ جنہیں بیماری نے لاغر و نحیف کر دیا تھا اور حسن بن حسن مثنیٰ تھے کہ انہوں نے اپنے چچا اور امام کے ساتھ مواسات کی تھی تلواروں کی ضرب اور نیزوں کے زخموں پر صبر کرنے میں البتہ زخمی حالت میں انہیں میدان میں سے اٹھا لے گئے تھے جب کہ وہ زخموں سے چور تھے، نیز ان کے ساتھ زید، اور عمر (عمرو خ ل) امام حسن سبط رسول کے دو فرزند تھے پس اہل کوفہ نوحہ اور گریہ کرنے لگے تو جناب علی بن الحسین علیہما السلام نے فرمایا تم ہمارے لیے نوحہ و گریہ کرتے ہو پس ہمیں کس نے قتل کیا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں عقیلہ بنی ہاشم زینب بنت علی بن ابی طالب علیہما السلام سے

روایت ہے کہ جب ان کے والد گرامی کو ابن ملجم نے ضرب لگائی تھی اور آپ میں موت کے آثار کو ملاحظہ کیا تو آنجناب کے سامنے ام ایمنؓ والی حدیث پیش کی اور عرض کیا کہ مجھ سے ام ایمن ؓ نے اس اس طرح حدیث بیان کی ہے اور میں دوست رکھتی ہوں کہ وہ حدیث میں آپ سے سنوں تو آپ نے فرمایا اے میری پیاری بیٹی یہ حدیث اسی طرح ہے کہ جیسے ام ایمن نے بیان کی ہے اور گویا میں تجھے اور تیرے خاندان کی خواتین کو قیدیوں کی طرح اس شہر میں دیکھ رہا ہوں ذلت وخواری اور خشوع و انکساری کے ساتھ تمہیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں تمہیں کوئی اچک نہ لے پس صبر کرنا صبر کرنا پس قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے دانے کو شگافتہ کیا ہے اور نفس انسانی کو پیدا کیا ہے اس وقت پشت زمین پر اللہ کا ولی و دوست تمہارے اور تمہارے محب و دوستوں اور شیعوں کے علاوہ کوئی نہیں ہوگا۔

ابو منصور طبرسی نے احتجاج میں کہا ہے اس دن کا زینب بنت علی علیہما السلام کا خطبہ اہل کوفہ کے سامنے انہیں سرزنش توبیخ اور ملامت کرتے ہوئے حذام (خذلم) بن ستیر اسدی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں (۶۱ھ) اکسٹھ ہجری کے ماہ محرم میں کوفہ میں وارد ہوا اور یہ وہ وقت تھا جب علی بن الحسینؑ کو خواتین عصمت کے ساتھ کوفہ میں لا رہے تھے آپ اس وقت بیمار تھے انہیں دیکھ کر کوفہ کی عورتیں ندبہ کرتیں اور گریبان چاک کرتی تھیں اور مرد بھی ان کے ساتھ روتے تھے تو امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے نحیف و کمزور آواز میں فرمایا جب کہ بیماری نے انہیں رنجور و کمزور کر رکھا تھا یہ لوگ رو رہے تو پھر ہمیں ان کے علاوہ کس نے قتل کیا ہے پس زینب بنت علی بن ابی طالب علیہما السلام نے لوگوں کی طرف خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔

توحذام اسدی کہتا ہے خدا کی قسم میں نے کوئی باحیاء خاتون جناب زینب بنت امیرالمومنین سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھی گویا وہ باپ کی زبان سے بول رہی تھیں اور امیرالمومنین کے کلمات ان کی زبان سے نکل رہے تھے اس اژدھام اور اجتماع میں کہ جہاں ہر طرف سے آواز بلند تھی جب لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ تو فوراً سانس سینوں میں رک گئے اور اونٹوں کی گھنٹیوں کی آواز بھی بند ہو گئی اس وقت اس مخدومہ نے خطبہ شروع کیا اور خدائے پاک کی تعریف اور خواجہ لولاک پر درود کے بعد فرمایا اے اہل کوفہ اے اہل مکر و فریب اور وقت پر ساتھ نہ دینے والے کیا تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو تمہاری آنکھیں کبھی بھی آنسو بہانے سے نہ رکیں اور تمہارے نالے ختم نہ ہوں تمہاری مثال تو بس اس عورت کی سی ہے جو اپنے صوت کو مضبوطی سے کاتنے کے بعد اس کے تاگے کھول دے کیونکہ تم نے بھی ایمان کی رسی بٹی اور پھر اسے کھول دیا اور کفر کی طرف پلٹ گئے تم میں کوئی اچھی خصلت و عادت نہیں مگر یہ کہ تم لاف زنی کرتے اور خود پسند دشمنی کرنے والے اور دروغ گو اور لونڈیوں کی طرح چاپلوسی کرنے والے اور دشمنوں کی طرح چشمک و غمازی کرنے والے ہو تمہاری مثال اس گھاس جیسی ہے جو مزبلہ پر اگی ہوئی ہو یا وہ چونا جو قبر کے اوپر لگا ہو پس برا توشہ ہے جو تمہارے نفوس نے تمہاری آخرت کے لیے ذخیرہ کیا ہے اور جس نے غضب خدا تمہارے اوپر لازم قرار دیا ہے اور تمہیں ہمیشہ کے لیے جہنم میں جگہ دی ہے ہمیں قتل کرنے کے بعد ہم پر روتے ہو خدا کی قسم تم رونے کے مستحق ہو پس زیادہ گریہ کرو اور تھوڑے ہنسو کیونکہ تم نے اپنے صحن خانہ کو عیب و ننگ ابدی کے ساتھ ملوث کیا ہے کہ جس کی آلائش کسی پانی سے نہیں دھوئی جا سکتی اور کس طرح اس ننگ و عار کو دھو سکتے ہو

اور جگر گوشہ خاتم النبیینؐ اور جوانان جنت کے سردار کے قتل کرنے کی کس چیز سے تلافی کروگے جو تمہارے نیک لوگوں کی پناہ گاہ تمہارے مصائب و بلیات کے لیے مفزع وماؤی اور تمہارے راستوں کی علامت اور تمہارے جادوں کو روشن کرنے والے اور تمہاری صحبتوں اور دلیلوں کے زعیم و متکلم تھے کہ حادثہ میں تم ان سے پناہ لینے اور شریعت کے احکام ان سے سیکھتے تھے یاد رکھو کہ تم نے بہت بڑا گناہ محشر کے لیے ذخیرہ کیا ہے پس تمہارے لیے ہلاکت ہو اور تم عذاب خدا میں منہ کے بل گرو اور اپنی سعی و کوشش میں ناامید ہو جاؤ اور تمہارے ہاتھ کٹ جائیں اور تمہارے عہد و میثاق خسارہ و زیان کا سبب بنیں تم غضب خدا کی طرف لوٹے ہو اور ذلت ورسوائی نے تمہیں گھیرا ہوا ہے تم پر وائے ہو کیا تمہیں معلوم ہے کہ کس جگر رسول کو تم نے پارہ پارہ کیا ہے اور ان کا کون سا خون تم نے بہایا ہے اور ان کی کون سی عصمت مآب بیٹیوں کو تم نے بے پردہ کیا ہے اور سخت اور عجیب مصیبت تم لائے ہو کہ جس سے آسمان پھٹ جائے اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور تمہارے اس قبیح و نامناسب کام نے آسمان و زمین کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے کیا تمہیں تعجب ہوا ہے کہ ان برے کاموں کے آثار سے آسمان خون رو دیا ہے حالانکہ بعد میں اس کے جو آثار تم پر ظاہر ہوں گے وہ ان سے زیادہ عظیم اور زیادہ رسوا کرنے والے ہوں گے پس اس مہلت پر جو تمہیں مل گئی ہے خوش دل اور مغرور نہ رہو کیونکہ خدا بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا اور اسے یہ خوف نہیں ہے کہ انتقام کا وقت ہاتھ سے نکل جائے گا اور خدا گنہگاروں کی کمین میں ہے

پھر اس مخدرہ سلام اللہ علیہا نے یہ اشعار انشاء فرمائے۔ ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ، ماذا صنعتم و انتم اخر الامم ، باھل بیتی و اولادی

وتکرمتی منهم اساری ومنهم خرجوا بدم : ما کان جزائی اذ نصحت لکم ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی انی لااخشی علیکم ان یحل بکم مثل العذاب الذی اودی علی ارم۔

کیا جواب دو گے جب نبی اکرم نے تم سے پوچھا تم نے کیا کیا میرے اہل بیت اور میری اولاد میرے باکرامت خاندان کے ساتھ کہ انہیں سے کچھ قید اور کچھ خون سے لت پت ہیں جب کہ تم آخری امت ہو میری یہ جزا اور بدلہ نہیں تھا جو نصیحت وخلوص میں نے تمہارے بارے میں برتا کہ تم میرے ذوی القربی میں میرے بڑے جانشین ہو مجھے خوف ہے کہ تم پر اس قسم کا عذاب نازل ہو جو شہر ارم کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ پھر وہ مخدرہ واپس چلی گئیں۔

خدام کہتا ہے پس میں نے لوگوں کو حیران وپریشان دیکھا کہ انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے منہ میں ڈال رکھی تھیں پس میں ایک بوڑھے شخص کی طرف متوجہ ہوا جو میرے پہلو میں کھڑا تھا کہ جس کی داڑھی گریہ وبکا سے تر ہو چکی تھی اور اس کا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا میرے ماں باپ ان پر قربان جائیں ان کے بڑے بہترین ہیں ان کے جوان بہترین ہیں اور ان کی عورتیں بہترین ان کی نسل نسل کریم اور ان کا فضل عظیم ہے پھر اس نے یہ شعر پڑھا کھولهم خیر الکھول ونسلهم۔ اذا عد نسل لایبور ولا یخزی ان کے بڑے بہترین ہیں اور ان کی نسل جب نسلیں شمار کی جائیں ہلاک ہونے والی اور رسوا ہونے والی نہیں ہے۔

پس علی بن الحسین علیہما السلام نے فرمایا اے پھوپھی جان آپ خاموش ہو جائیں باقی کے لیے گزرے ہوئے سے عبرت ہے اور آپ الحمدللہ عالمہ غیر معلمہ ہیں اور ایسی

با فہم ہیں کہ جنہیں سمجھانے کی ضرورت نہیں اور گریہ و نالہ سے گیا ہوا واپس نہیں آسکتا پس وہ مخدرہ خاموش ہوگئیں۔

پھر آپ اونٹ سے اترے اور خیمہ نصب کیا اور خواتین کو اتارا اور خیمہ میں چلے گئے۔

حضرت علی بن الحسین کا احتجاج اہل کوفہ کے خلاف جب آپ خیمہ سے نکلے اور دھوکہ اور بیعت توڑنے پر انہیں زجر و توبیخ۔

پھر خدام بن ستیر کہتا ہے پس زین العابدین علیہ السلام خیمہ سے لوگوں کی طرف نکلے اور اس کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ پس وہ خاموش ہوگئے جب کہ آپ کھڑے ہوئے تھے پس آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا اے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا سو وہ جان لے کہ میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جو فرات کے کنارے ذبح ہوا بغیر اس کے کہ اس سے کسی خون کا مطالبہ رکھتے ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جس کی ہتک حرمت کی گئی ہے اور اس کا مال لوٹ لیا گیا ہے اور اس کے اہل و عیال قید کر لیے گئے ہیں میں اس کا بیٹا ہوں جسے ہر طرف سے گھیر کر قتل کیا گیا ہے اور یہی بات میرے فخر کے لیے کافی ہے اے لوگو میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم بھول چکے ہو کہ تم نے میرے باپ کو خط لکھے تھے جب انہوں نے تمہاری دعوت کو قبول کر لیا تو تم مکر و فریب کے راستہ پر چلے گئے کیا تمہیں یاد نہیں آتا کہ تم نے میرے باپ کے ساتھ عہد و پیمان باندھے تھے اور ان کی طرف بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائے تھے پھر انہیں قتل کیا اور وقت آنے پر ان کا ساتھ نہیں دیا پس ہلاکت ہو تمہارے لیے ان اعمال

کی وجہ سے جو آخرت کی طرف بھیج چکے ہو کتنی بری رائے ہے جو تم نے اپنے لیے پسند کی ہے کس آنکھ سے تم رسول خداؐ کی طرف دیکھو گے جب وہ تم سے فرمائیں گے کہ تم نے میری عترت کو قتل کیا تھا اور میری ہتک حرمت کی تھی تم میری امت میں سے نہیں ہو۔

جب سید سجاد کا خطبہ یہاں تک پہنچا تو ہر ناحیہ و جانب سے گریہ و زاری کی آواز بلند ہوئی تو آپ نے دوبارہ گفتگو شروع کی اور فرمایا خدا رحم کرے اس شخص پر جو میری نصیحت کو قبول کرے اور میری وصیت کو خدا، رسول اور اہل بیت کی راہ میں یاد رکھے کیونکہ ہمارے لیے رسول خدا کی ذات میں شائستہ متابعت اور بہتر بن جائے اقتدا ہے سب لوگ کہنے لگے اے فرزند رسول ہم سب آپ کے فرمان کو قبول کرتے اور آپ کے عہد و پیمان کی نگہبانی کرتے اور آپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور آپ سے کبھی بھی روگردانی نہیں کریں گے اور جو حکم آپ صادر فرمائیں ہم اطاعت کے لیے تیار ہیں خدا آپ پر رحم کرے جس سے آپ چاہیں گے جنگ کریں گے اور صلح کریں گے ہر اس کے ساتھ جس سے آپ صلح کریں گے یہاں تک کہ ہم انتقام کے لیے اس کو پکڑ لائیں گے جس نے آپ پر اور ہم پر ظلم کیا ہے آپ نے فرمایا ہیہات چھوڑ و ان باتوں کو اے حیلہ بازو کہ تم نے سوائے دغا و فریب کے کوئی صفت نہیں اپنائی ہیں تمہارے دھوکہ میں نہیں آنا تمہارے اور تمہاری خواہشات کے درمیان حائل پیدا ہو گیا ہے کیا پھر ارادہ کر لیا ہے کہ مجھ سے وہی سلوک کرو جو میرے باپ دادا سے پہلے کیا ہے حاشا و کلا خدا کی قسم ابھی تک وہ زخم جو میرے باپ کی شہادت کی وجہ سے ہمارے قلب و جگر پر لگے ہیں درست نہیں ہوئے ابھی تو کل کی بات ہے

کہ میرے باپ اپنے اہل بیت سمیت شہید ہوئے ابھی تو رسول خدا اور میرے باپ اور بھائیوں کے مصائب مجھے فراموش نہیں ہوئے اور ان کا حزن و ملال اور غم واندوہ مجھے دامن گیر ہے اور اس کی تلخی میرے منہ اور سینہ میں تکلیف دے رہی ہے اور اس کا غم و غصہ میرے سینہ میں جاری وساری ہے میں تم سے یہی چاہتا ہوں کہ نہ ہمارا ساتھ دو اور نہ ہمارے خلاف کچھ کرو اور فرمایا (اشعار کا ترجمہ) کوئی حرج نہیں اگر حسین شہید ہو گئے ان کے باپ تو حسین سے بہتر اور مکرم تر تھے پس اے اہل کوفہ اس مصیبت پر خوش نہ ہو جو حسین پر بہت بڑی مصیبت آئی ہے جو فرات کے کنارے شہید ہوئے میری روح ان پر قربان اور جس نے انہیں قتل کیا اس کی جزا اور بدلہ جہنم کی آگ ہے۔

نیز اسی کتاب میں ہے جناب فاطمہ صغریٰ کا اہل کوفہ پر احتجاج

زید بن موسیٰ بن جعفر سے ان کے آباء و اجداد علیہم السلام سے روایت ہے کہ فاطمہ صغریٰ نے خطبہ پڑھا بعد اس کے کہ انہیں کربلا سے (کوفہ کی طرف) پلٹایا گیا تو انہوں نے فرمایا حمد ہے خدا کی ریت کے ذرات اور سنگریزوں کی تعداد میں اور عرش سے لیکر فرش تک کے وزن کے برابر میں اس کی حمد کرتی ہوں اور اسی پر ایمان رکھتی ہوں اور اس پر توکل کرتی ہوں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ ایک اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اس کے عبد اور رسول ہیں اور آپ کی اولاد فرات کے کنارے کسی خون کے مطالبہ کے بیگناہ ذبح کیا ہے خدایا تجھ سے پناہ مانگتی ہوں کہ اس سے کہ تجھ پر جھوٹ بولوں اور اس کے خلاف کہوں کہ جو کچھ تو نے علی بن ابی طالب کی وصایت کے سلسلہ میں عہد و پیمان بھیجا ہے کہ جس کا حق انہوں نے چھینا ہے اسے بیگناہ خدا

کے ایک گھر میں انہوں نے شہید کیا جیسا کہ کل انہوں نے اس کے فرزند کو شہید کیا ہے وہاں ایک جماعت تھی کہ جو زبانی مسلمان تھے نابودی ہو ان کے لیے کہ آپ سے پیاس دور نہ ہو سکی نہ ان کی زندگی میں اور نہ موت کے بعد یہاں تک کہ تو نے ان کی روح کو قبض کیا قابل تعریف نفس اور پاکیزہ اصل ہے جس کے مناقب مشہور اور مذاہب وطور طریقہ معروف ہیں تیرے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور مذمت کرنے والے کی مذمت کی پرواہ نہیں کرتا اے پروردیگار بچپن سے تو نے اسے اسلام کی طرف ہدایت کی اور بڑے ہونے کے بعد اس کے مناقب قابل تعریف ہیں وہ ہمیشہ تیرے اور تیرے رسول صلوا ٰتک علیہ وآلہ کے مقابلہ میں مخلص رہا یہاں تک کہ تو نے اسے اپنے قبضہ میں اس کی روح کو لے گیا دنیا میں زاہد اور اس پر حریص نہیں تھا آخرت کی طرف راغب اور تیری راہ میں تیرے لیے جہاد کرتا تھا تو نے اسے پسند فرمایا اسے مختار و منتخب قرار دیا اور صراط مستقیم کی طرف اسے ہدایت کی اما بعد اے اہل کوفہ اے اہل مکر و غدر و تکبر ہم اہل بیت ہیں کہ اللہ نے ہمارے امتحان تمہارے ذریعہ اور تمہارا امتحان ہمارے ذریعہ کیا پس اس نے ہماری آزمائش کو حسن واچھا قرار دیا اور اپنا علم ہمارے پاس اور اپنی فہم ہمیں عطا کی ہم اس کے علم اور اس کے فہم وحکمت کا ظرف و دعا ہیں اور اس کے شہروں میں اس کے بندوں پر زمین میں اس کی حجت ہیں ہمیں اللہ نے تکرم کیا اپنی کرامت کے ساتھ اور ہمیں فضیلت بخشی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی وجہ سے اپنی بہت سی مخلوق پر پس تم نے ہماری تکذیب کی اور ہمارا کفران کیا اور ہم سے جنگ کرنے کو حلال سمجھا اور ہمارے اموال کے لوٹنے کو جائز قرار دیا گویا ہم ترک یا کابل کی اولاد ہیں جیسا کہ تم نے کل ہمارے جد امجد کو شہید کیا اور تمہاری تلواروں

سے ہم اہل بیت کا خون ٹپکتا ہے قدیمی حقد و کینہ کی بناء پر کہ جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہیں اور تمہارے دل خوش ہوئے ہیں اللہ پر جرأت کرتے ہوئے اور مکر و فریب کرتے ہوئے اور اللہ بہترین جزائے مکر دینے والا ہے پس تمہارے دل ہمارے خون بہانے اور ہمارے مال لوٹنے سے خوش نہ ہوں کیونکہ جو عظیم مصائب ہمیں پہنچے ہیں اور جو بڑی بڑی تکلیفیں ہم جھیلی ہیں فی کتاب من قبل ان نبراھا ذٰلک علی اللہ یسیر۔ لکیلا ما سوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم و اللہ لا یحب کل مختال فخور ۔ زمین میں اور تمہاری جان میں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر وہ جو کتاب میں ہے اس سے پہلے کہ ہم اسے شفا بخشیں کیونکہ وہ خدا پر آسان ہے تاکہ تمہیں افسوس نہ ہو اس پر جو تمہارے ہاتھ سے گیا ہے اور تمہیں خوشی نہ ہو اس چیز پر کہ جو تمہیں مل گئی ہے خدا کسی ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا کہ جو تکبر و فخر کرے ہلاکت ہو تمہارے لیے پس لعنت و عذاب کا انتظار کرو گویا وہ تم پر نازل ہو چکا ہے اور متواتر آسمان سے عذاب نازل ہو رہے ہیں پس وہ تمہیں نابود کرے گا بسبب اس کے جو تم نے کسب کیا اور تمہیں ایک دوسرے کی جان میں ڈالے گا پھر قیامت کے دن تم دردناک عذاب میں ہمیشہ رہو گے بسبب اس ظلم کے جو تم نے ہم پر کیا ہے خبردار اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر ہلاکت ہو تمہارے لیے کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے کس ہاتھ نے ہم پر سرکشی و زیادتی کی ہے اور کونسا نفس ہے کہ جو ہم سے جنگ کرنے کی طرف راغب ہے یا کس پاؤں سے تم ہماری طرف چلے ہو ہم سے جنگ کرنے کے لیے تمہارے دل سخت ہو گئے ہیں اور تمہارا جگر موٹے ہو گئے ہیں اور تمہارے دلوں پر مہر لگ گئی ہے اور تمہارے کانوں اور آنکھوں پر مہر لگی ہوئی ہے شیطان کا جادو تم پر چل گیا ہے اور امید دلائی

ہے اور تمہاری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس تم ہدایت حاصل نہیں کر سکتے ہلاکت ہو تمہارے لیے اے اہل کوفہ کتنے رسول اللہ کے انتقام اور بدلے تمہارے ذمہ ہیں پھر تم نے ان کے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ میرے دادا سے اور ان کے بیٹوں جو نبی کی عترت پاک و پاکیزہ اور عمدہ لوگ تھے غدر و دھوکہ کیا اور اس پر ایک فخر کرنے والے نے فخر کیا اور کہا نحن قتلنا علیا و بنی - علی بسیوف ھندیہ و رماح - و بینا نسائھم سبی ترك - ونطحنا ھم وای نطاح ہم نے علی اور اولاد علی کو ہندی تلواروں اور نیزوں سے قتل کیا اور ان کی عورتوں کو ترک کے قیدیوں کی طرح قید کیا اور ان سے جنگ کی کیسی جنگ

اے کہنے والے تیرے منہ میں خاک ہو - ایسی قوم کے قتل کرنے پر تو فخر کرتا ہے کہ جنہیں خدا نے پاک و پاکیزہ کیا ہے اور ان سے ہر قسم کی پلیدگی دور کی ہے پس اپنا سانس روک لے اور اپنی جگہ کتے کی طرح بیٹھ جس طرح تیرا باپ بیٹھا تھا ہر شخص کے لیے وہ کچھ ہے جو اس نے آگے بھیجا ہے تم نے ہم پر حسد کیا تمہارے لیے ہلاکت ہو جو فضیلت خدا نے ہمیں بخشی ہے فما ذنبنا ان جاش دھرا بحورنا - و بحرك ساج لا یواری الا عا مصا - ہمارا اس میں کیا گناہ ہے کہ ہمارے سمندر پانی سے پر ہیں اور تیرا دریا خشک ہے اور وہ ایک کیڑے کو بھی نہیں چھپا سکتا یہ خدا کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے دیتا ہے جسے خدا نور و روشنی نہیں دیتا وہ نور نہیں رکھتا۔

راوی کہتا ہے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور انہوں نے کہا اے پاکیزہ افراد کی بیٹی بس بس ہمارے دلوں کو آگ لگا دی اور ہماری گردنوں کو جھکا دیا اور ہمارے اندر آگ لگا دی پس وہ بی بی خاموش ہو گئی اس پر اس کے باپ اور دادا

دنانا پر سلام۔

جناب ام کلثوم دختر علی کا کوفہ میں خطبہ

مؤلف کہتے ہیں کہ یہ خطبے سید نے ملہوف میں روایت کئے ہیں اور اس خطبہ کے بعد کہا ہے اور اس دن جناب ام کلثوم بنت علی علیہ السلام نے پس پردہ خطبہ دیا آواز گریہ بلند کرنے کے بعد فرمایا اے اہل کوفہ برا ہو تمہارا انہیں کیا ہو گیا کہ تم نے حسینؑ کا ساتھ چھوڑ دیا اور انہیں شہید کیا اور ان کا مال لوٹا اور اپنے آپ کو اس کا وارث بنا لیا اور ان کی خواتین کو قید کیا اور آنجناب کی سرکوبی کی پس ہلاکت دنابودی ہو تمہارے لیے ویل و ہلاکت ہو تمہارے لیے کیا تم جانتے ہو کہ کون سے مصائب اپنے اوپر ڈھائے ہیں تم نے اور کونسا بوجھ گناہوں کا اپنی پشتوں پر لادا ہے اور کیسے خون تم نے بہائے ہیں اور کون سی شریف زادیوں کو تم نے قید کیا اور کون سے بچوں کو تم نے لوٹا اور کونسے مال تم نے چھینے تم نے پیغمبر کے بعد بہترین مردوں کو شہید کیا اور تمہارے دلوں سے رحمت و نرم دلی چھین لی گئی یاد رکھو کہ اللہ کا حزب و جماعت ہی کامیاب و کامران ہے اور شیطان کا حزب و جماعت خسارے اور نقصان میں ہے پھر آپ نے فرمایا قتلتم اخی صبرا فویل لدمکم ستجزون نارا حرھا یتوقد۔ سفکتم دماء حرم اللہ سفکھا۔ وحرمھا القرآن ثم محمد الا فابشروا بالنار انکم غدا۔ لفی سقر حقا یقینا تخلدوا۔ وانی لابکی فی حیاتی علی اخی۔ علی خیر من النبی بسول بدمع عزیز مستھل مکفکف۔ علی الخد منی دائما لیس یجمد۔

تم نے میرے بھائی کو ہر طرف سے گھیر کر شہید کیا ہے جس کا بدلہ تمہیں وہ آگ ملے گی

جو ہمیشہ بھڑکتی رہتی ہے تم نے وہ خون بہائے ہیں جنہیں خدا قرآن اور محمد نے حرام قرار دیا ہے پس تمہیں جہنم کی آگ کی بشارت ہو تم کل یقیناً جہنم میں ہمیشہ کے لیے جا رہو گے اور میں زندگی بھر اپنے بھائی پہ روتی رہوں گی جو نبی اکرم کے بعد بہترین خلق پیدا ہوا ایسے آنسو کے ساتھ جو مثل سیلاب کے اور مثل بارش کے میرے رخسار پہ جاری رہیں گے اور کبھی خشک نہیں ہوں گے ، راوی کہتا ہے کہ لوگ گریہ و شیون و نالہ سے چیخ و پکار کرنے لگے عورتوں نے اپنے بال کھول دیئے اور سر پہ خاک ڈالی اور چہرے نوچے اور رخسار پیٹے اور واویلا کرتی تھیں اور مرد گریہ کرتے اپنی ڈاڑھیاں نوچتے اس دن کی طرح عورتیں اور مرد گریہ کرتے نہیں دیکھے گئے ۔

علامہ مجلسی نے بحار میں کہا ہے میں کہتا ہوں کہ میں نے بعض معتبر کتب میں بغیر سند کے مرسل طور پہ دیکھا ہے کہ مسلم جصاص (چونا پھیرنے والے) سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے ابن زیاد نے کوفہ کے دار الامارہ کو مرمت کے لیے بلایا تھا جس وقت میں دروازوں پہ چونا پھیر رہا تھا تو اچانک اطراف کوفہ سے نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہوئیں پس میری طرف ایک خادم آیا جو ہمارے ساتھ تھا تو میں نے اس سے کہا کیا بات ہے کہ میں دیکھتا ہوں کوفہ میں نالہ و فریاد کی آوازیں بلند ہیں تو اس نے کہا اس وقت ایک خارجی کا سر لا رہے ہیں کہ جس نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا تو میں نے کہا وہ خارجی کون اس نے کہا حسینؑ بن علیؑ

وہ کہتا ہے کہ میں نے خادم کو وہیں چھوڑا اور خود باہر نکلا میں نے اپنا منہ اتنا پیٹا کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں میری آنکھیں نہ ضائع ہو گئی ہوں اور میں نے چونے سے ہاتھ دھوئے اور قصر الامارہ کی پشت کی جانب سے باہر نکلا اور کناسہ

(میدان کوفہ) میں آیا اچانک میں کھڑا ہوا تھا اور لوگ قیدیوں اور سروں کے پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اچانک تقریباً ہودج و کجاوے چالیس اونٹوں پر آگے بڑھے کہ جن میں مستورات خواتین اور اولاد فاطمہ علیہا السلام تھیں اور اچانک علی بن الحسین ایک اونٹ پر تھے جس پر ساز و سامان سکون نہ تھا اور آپ کی گردن کی رگوں سے خون فوارہ کی طرف جاری تھا اور وہ جناب اس کے باوجود رو رہے تھے اور فرماتے تھے یا امۃ السوء لا سقیا لربعکم، یا اُمۃ لم تراعی جدنا فینا۔ لو اننا ورسول اللہ یجمعنا یوم القیمۃ ما کنتم تقولونا لا تلبون داعینا۔ تصفقون علینا کفکم فرحًا۔ وانتم فی فجاج الارض تسبونا۔ الیس جدی رسول اللہ ویلکم اهدی البریۃ من من سبل المضلین۔ یا وقعۃ الطف قد اورثتنی حزنا۔ واللہ تهتك استار المسیا۔

—————— اے میری امت نہ سیراب ہو تمہاری منزل اے وہ امت کہ جس نے ہمارے بارے میں ہمارے نانا کی رعایت نہیں کی اگر ہمیں ہمیں اور رسول اللہ کو قیامت کا دن جمع کر دے تو تم کیا کہو گے ہمیں ننگے کجاووں پر تم نے چلایا گویا ہم نے دین کی عمارت کو ہم نے پختہ و مضبوط نہیں کیا اے بنی امیہ کب تک ان مصائب و الام پر رکے رہو گے اور ہمارے داعی کی آواز پر لبیک نہیں کرو گے تم ہمارے خلاف خوش ہو کر تالیاں بجاتے ہو اور تم اطراف زمین میں ہم پر سب و شتم کرتے ہو کیا میرا نانا رسول اللہ نہیں ویل و ہلاکت ہو تمہارے لیے جو گمراہ کرنے والوں کے راستوں سے تمام مخلوق میں سے زیادہ ہدایت کرنے والا ہے۔ اے واقعہ طف کربلا تو نے مجھے حزن و ملال کا وارث بنا دیا ہے

خدا کی قسم ہم سے برائی کرنے والوں کے چہروں پر جو پردے پڑے ہیں یہ پھٹ وہٹ جائیں گے "

راوی کہتا ہے کہ اہل کوفہ ان بچوں کو جو محملوں پر تھے کھجور روٹیاں اور بادام وغیرہ دیتے تھے جناب ام کلثوم نے چیخ کر بلند آواز میں فرمایا اے اہل کوفہ صدقہ ہم پر حرام ہے اور آپ وہ چیزیں بچوں کے ہاتھوں اور منہ سے چھین کر زمین پر پھینکتی تھیں۔

راوی کہتا ہے کہ اس مخدرہ نے یہ سب باتیں کیں تو لوگ ان کی مصیبتوں پہ رونے لگے اس کے بعد جناب ام کلثوم نے اپنا سر محمل سے نکالا اور ان سے کہا خاموش ہو جاؤ اے اہل کوفہ تمہارے مرد ہمیں قتل کرتے ہیں اور تمہاری عورتیں ہم پہ گریہ کرتی ہیں پس ہمارے اور تمہارے درمیان فصل قضا کے محزن حکم کرنے والا ہے جب وہ مخدرہ ابھی خطاب کر رہی تھیں کہ اچانک چیخ و پکار بلند ہوئی کہ اچانک وہ سر لیکر آئے کہ جن کے آگے آگے حسین علیہ السلام اور وہ نورانی اور چاند ایسا چہرہ تھا جو ساری مخلوق سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے اور آپ کی ریش مبارک چمکیلے سنگ مبرہ کی طرح سیاہ تھی اور خضاب اس سے متصل تھا اور آپ کا چہرہ طلوع کرنے والے چاند کے دائرہ کی طرح تھا اور ہوا آپ کی ریش مبارک کو دائیں بائیں ہلاتی تھی پس جناب زینب علیہا السلام ان کی طرف متوجہ ہوئیں تو اپنے بھائی کا سر دیکھ کر اپنی پیشانی محمل کے اگلے حصہ پر ماری یہاں تک کہ ہم نے دیکھا کہ خون ان کے مقنعہ کے نیچے سے نکل رہا ہے اور ان کی طرف جلن کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

یا ھلالا لما استتم کمالا ۔ غالہ خسفہ فابدا غروبا ۔

ماتوھمت شقیق فؤادی۔کان ھذا مقدرًا مکتوبا۔ یا اخی
فاطم الصغیرۃ کلمھا۔ فقد کاد قلبھا ان یذوبا۔ یا اخی
قلبک الشفیق علینا۔ مالہ قد قسی وصار صلیبا۔ یا اخی لو
تری علیا لدی الاسر مع الیتم لایطیق جوابا۔ کلما اوجعوہ بالضرب
فاذاک بذل یفیض دمعا سکوبا۔ یا اخی ضمہ الیک وقربہ۔ وسکن فؤادہ
المرعوبا ما اذل الیتیم حین ینادی بابیہ ولا یراہ مجیبا اسے پہلی کے چاند کہ جس کے کمال کا وقت ابھی
نہیں آیا کہ اچانک اسے گہن لگ گیا پس وہ غروب کر گیا اے میرے دل کے ٹکڑے
مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ یہ امر مقدر اور لکھا ہوا تھا۔ اے بھائی چھوٹی فاطمہ سے
بات کر قریب ہے کہ اس کا دل پگل جائے۔ اے بھائی ہم پر جو تیرا دل شفیق و
مہربان تھا اسے کیا ہو گیا ہے کہ وہ بہت سخت ہو گیا ہے، اے بھائی کاش آپ
علی زین العابدین کو دیکھتے قید ہوتے وقت جب کہ وہ یتیم بھی ہو چکے تھے کہ ان میں
جواب دینے کی طاقت باقی نہ رہی جب اسے ضرب تازیانہ سے تکلیف پہنچاتے
تو وہ آپ کو پکارتا ذلت و رسوائی کے ساتھ اور اس کے آنسو برسنے لگتے یا بھائی
اسے گلے لگا لو اور اسے اپنے قریب کر لو اور اس کے گھبرائے ہوئے دل کو تسکین
دو کس قدر ذلت ہے یتیم کے لیے کہ جب وہ اپنے باپ کو پکارے تو اسے جواب
دیتے ہوئے نہ دیکھے۔

آٹھویں فصل

ورود اہل بیت در دربار عبداللہ ابن زیاد

حسینؑ مظلوم کے اہل بیت کا عبید اللہ بن زیاد میثوق کے دربار میں داخلہ

قابل وثوق راویوں سے ثابت ہے کہ عمر سعد لعین نے خیر الانبیاء کی امانتوں کو ایسے اونٹوں پر سوار کیا کہ جن کے اوپر نہ سایہ تھا اور نہ نیچے فرش پس انہیں اس طرح سے ہانک کر لائے جیسے قیدیوں کو ہانکا جاتا ہے جب کوفہ میں داخل ہوئے تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کے آگے آگے حسینؑ کا سر ہو پس انہوں نے سر مبارک کو نیزہ پر سوار کیا اور دوسرے سروں کے ساتھ بھی یہی عمل کیا گیا اور انہیں لشکر اور قیدیوں سے آگے آگے لے چلے یہاں تک کہ شہر میں داخل ہوئے پھر سر مبارک کو گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرایا، ابن اعثم کے فتوح میں اس طرح ہے اور عاصم کے واسطہ سے زر سے روایت ہے اس نے کہا کہ پہلا سر جو اسلام میں نیزہ پر سوار کیا گیا وہ حسینؑ بن علیہما السلام کا سر تھا پس میں نے اس دن سے زیادہ کوئی عورت اور کوئی مرد روتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اور جزری نے کہا ہے کہ آپ کا سر پہلا وہ سر تھا جو اسلام میں ایک قول کے مطابق لکڑی (نیزہ) پہ اٹھایا گیا لیکن صحیح یہ ہے کہ پہلا سر جو اسلام میں نیزہ پہ سوار کیا گیا وہ عمرو بن حمق کا سر تھا۔

اور شیخ فاضل سلیمان قندوزی کی ینابیع المودۃ میں ہے اور ہشام بن محمد

نے قاسم مجاشعی سے حکایت کی ہے کہ شہداء کے سر کوفہ میں لائے گئے کہ اچانک ایک خوبصورت گھڑسوار تے عباس بن علی رضی اللہ عنہ کا سر اپنے گھوڑے کی گردن سے لٹکایا ہوا تھا پس اس لعین کا چہرہ تارکول سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا اور اس نے کہا کہ کوئی رات نہیں گزرتی مگر یہ کہ دو افراد میرے بغلوں سے پکڑ لیتے ہیں اور مجھے آگ کے پاس لے جاتے ہیں اور مجھے اس میں دھکا دیدیتے ہیں پھر وہ لعین بہت بری حالت میں مر گیا

شیخ مفید نے کہا ہے جب حسین علیہ السلام کا سر پہنچا اور ابن سعد اس کے پہنچنے کے اگلے دن پہنچا جب کہ اس کے ساتھ حسین علیہ السلام کی بیٹیاں اور اہل خانہ تھے تو ابن زیاد قصر الامارہ میں لوگوں کی ملاقات کے لیے بیٹھا اور لوگوں کو اذن عام دیا اور سر کو حاضر کرنے کا حکم دیا پس سر مبارک اس کے سامنے رکھا گیا پس وہ اسے دیکھنے لگا اور مسکرا رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی کہ جو آپ کے اگلے دانتوں پہ مارتا تھا۔

ابن حجر کی صواعق میں ہے وہ کہتا ہے کہ جب حسینؑ کے سر کو ابن زیاد کے گھر کی طرف لایا گیا تو اس کی دیواروں سے خون بہنے لگا۔

اور کہا ہے کہ جیسا شرح ہمزیہ سے منقول ہے پس اس نے سر کے بارے میں حکم دیا تو اسے اس کی دائیں طرف رکھی ہوئی ڈھال و سپر میں رکھا گیا اور لوگ اس کے سامنے دو صفوں میں کھڑے ہو گئے۔

اور مثیر الاحزان میں ہے اور انس بن مالک سے مجھے روایت کی گئی ہے وہ کہتا ہے کہ میں عبید اللہ بن زیاد کے پاس موجود تھا تو وہ حسین علیہ السلام کے دانتوں میں چھڑی مارتا اور کہتا تھا ان کے دانت تو خوبصورت تھے تو میں نے کہا خدا کی

قسم میں ایسی بات کروں گا جو تجھے بری لگے گی بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو دیکھا ہے کہ وہ ان کے منہ میں سے تیری چھڑی والی جگہ کے بوسے لیتے تھے

اور سعید بن معاذ اور عمر بن سہل سے روایت ہے کہ وہ عبیداللہ کے پاس موجود تھے جب کہ وہ اپنی چھڑی حسین کی ناک اور دو نوں آنکھوں پر مارتا تھا اور آپ کے منہ میں چبھوتا تھا الخ

ازدی نے کہا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابو راشد نے بیان کیا حمید بن مسلم سے وہ کہتا ہے کہ مجھے عمر سعد نے بلایا اور مجھے اپنے گھر بھیجا تا کہ میں انہیں اسے اللہ کے فتح دینے اور اس کی عافیت کی خوشخبری دوں پس میں کوفہ کی طرف بڑھا اور اس کے گھر والوں کے پاس آیا اور انہیں یہ چیز بتائی پھر میں آگے بڑھا تا کہ دربار میں داخل ہوں تو میں نے عبیداللہ کو اس حالت میں پایا کہ وہ لوگوں سے ملاقات کے لیے بیٹھا تھا اور ایک وفد اسے ملنے آیا تھا تو اس نے اسے اجازت دی اور عام لوگوں کے لیے اذن عام دیا پس میں بھی آنے والوں میں داخل ہو گیا اچانک حسینؓ کا سر اس کے سامنے رکھا ہوا تھا اور وہ کچھ دیر تک آپ کے اگلے دانتوں کو چھڑی سے چھیڑتا تھا جب اسے زید بن ارقم نے دیکھا کہ وہ چھڑی لگانے میں تکرار کر رہا ہے تو اس نے کہا اس چھڑی کو ان دو دانتوں سے اٹھا اٹھا لے قسم ہے اس کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے دونوں ہونٹ ان دونوں ہونٹوں پر دیکھا کہ آپ ان کے بوسے لے رہے ہوتے پھر وہ بوڑھا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تو ابن زیاد نے اس سے کہا خدا تیرے دونوں آنکھوں کو رلاتا رکھے خدا کی قسم اگر تو بوڑھا فرتوت ہوئے عقل نہ گیا ہوتا اور تیری عقل زائل نہ ہو گئی ہوتی تو میں تیری گردن اڑا دیتا راوی

کہتا ہے پس زید اٹھ کھڑا ہوا اور دربار سے باہر چلا گیا تو میں نے لوگوں کو کہتے سنا خدا کی قسم زید بن ارقم نے ایسی بات کی ہے کہ اگر ابن زیاد سن لیتا تو اسے قتل کر دیتا حمید کہتا ہے میں نے کہا اس نے کیا کہا تھا وہ کہنے لگے وہ ہمارے قریب سے گزرا اور کہہ رہا تھا غلام غلام کا مالک ہوا اور انہیں اپنا مال بنا لیا تم اے عربوں کی جماعت آج کے بعد غلام ہو گئے ہو تم نے فاطمہ زہرا کے فرزند کو شہید کیا ہے اور ابن مرجانہ کو اپنا امیر بنا لیا ہے وہ تمہارے بہترین لوگوں کو قتل کرتا ہے اور تمہارے بروں کو غلام بناتا ہے پس تم ذلت و رسوائی پر راضی ہو گئے ہو پس دوری ہے اس کے لیے جو ذلت و رسوائی پر راضی ہو۔

اور تذکرہ سبط اور صواعق میں جیسا کہ تبر المذاب سے بھی منقول ہے انہوں نے کہا ہے پس زید اٹھ کھڑا ہوا اور وہ کہہ رہا تھا تم آج کے دن کے بعد غلام ہو گئے ہو تم نے فاطمہ زہرا کے فرزند کو شہید کیا ہے اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر بنا لیا ہے خدا کی قسم وہ تم میں سے بہترین کو قتل کرے گا اور بروں کو غلام بنائے گا پس دوری ہے اس کے لیے کہ جو ذلت و عار پر راضی ہو جائے اس کے بعد کہا اے ابن زیاد میں تجھ سے ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں کہ جو تیرے لیے اس سے بہت سخت اور تیرے غیض و غضب کا باعث ہو گی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو دیکھا کہ آپ نے حسنؑ کو اپنے دائیں زانو پر اور حسینؑ کو بائیں پر بٹھایا ہوا تھا پھر آپ نے ان دونوں کے سر پہ ہاتھ رکھا اور کہا خدایا میں ان دونوں کو اور صالح المومنین (حضرت علیؑ) کو تیرے سپرد کرتا ہوں پس تیرے نزدیک رسول اللہ کی امانت کیسی ہے اے ابن زیاد

نیز سبط کے تذکرہ میں ہے وہ کہتا ہے کہ افراد بخاری میں ابن سیرین سے

روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب سر حسینؑ ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا (حبیب السیر میں مسطور ہے کہ جب اسی سر مبارک کو ابن زیاد کے پاس لے گئے تو اس نے اسے اٹھا کر ان کے چہرہ اور بالوں کو دیکھنا شروع کیا اچانک اس کے منحوس ہاتھ میں لرزہ پیدا ہوا تو اس نے سر مبارک کو اپنی ران پر رکھا تو اس سے ایک قطرہ خون کا گرا اور اس ملعون کے لباس سے گزر کر اس کی ران میں سوراخ کر دیا چنانچہ وہ ناسور ہو گیا اور اس میں بدبو پیدا ہو گئی جتنی جراحوں نے کوشش کی اس بیماری کا علاج نہ ہو سکا مجبوراً ابن زیاد ہمیشہ اپنے ساتھ مشک و کستوری تاکہ بدبو ظاہر نہ ہو)

اسے ایک طشت میں رکھا اور آپ کے اگلے دانتوں پر چھڑی مارنے لگا اور آپ کے حسن کے بارے میں کچھ کہا اور اس کے پاس انس بن مالک (صحابی) بیٹھے ہوئے تھے وہ رونے لگے اور کہا یہ رسول اللہ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے اور آپ نے وسمہ کا خضاب لگا رکھا تھا اور روایت ہے کہ سیاہ خضاب تھا مؤرخین نے کہا ہے یہ اس میں ثابت نہیں رہ سکا بلکہ سورج نے اسے متغیر کر دیا تھا۔

اور ہشام بن محمد نے کہا ہے کہ جب آپ کا سر ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا تو اس سے اس کے کاہن نے کہا اٹھ کر اپنا قدم اپنے دشمن کے منہ پر رکھ

مؤلف کہتے ہیں پھر اس نے وہ کچھ نقل کیا ہے کہ جس دردناک عظیم مصیبت کو میں نقل کرنا پسند نہیں کرتا اور اللہ بھلا کرے مہیار کا جہاں وہ کہتا ہے۔

آپ کی وجہ سے آپ کے منبر کی لکڑیوں کی تعظیم کرتے ہیں جب کہ آپ کی اولاد کو قدموں کے نیچے رکھا۔

اور خدا جزائے خیر دے مختار کو کہ جس نے ابن زیاد سے اس چیز کا بدلہ لیا شیخ ابو جعفر طوسی اور شیخ جعفر ابن نما نے روایت کی ہے کہ جب مختار کے پاس ابن زیاد کا سر لایا گیا تو وہ کھانا کھا رہے تھے پس اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کی کامیابی پر اور کہا کہ حسینؑ بن علی علیہما السلام کا سر ابن زیاد لعنہ اللہ کے سامنے رکھا گیا اور وہ لعین کھانا کھا رہا تھا اور میرے پاس ابن زیاد کا سر لایا گیا ہے اور میں کھانا کھا رہا ہوں جب کھانا کھانے سے فارغ ہوئے مختار تو کھڑے ہو گئے اور اپنے جوتے سے ابن زیاد کے منہ کو روندا پھر وہ جوتا اپنے غلام کی طرف پھینکا اور کہا کہ اسے دھو لاؤ کیونکہ میں نے اسے ایک نجس کافر کے منہ پر رکھا ہے۔

اس کے بعد سبط ابن جوزی نے کہا ہے اور شعبی نے کہا کہ ابن زیاد کے پاس قیس بن عباد موجود تھا تو ابن زیاد نے اس سے کہا کہ میرے اور حسینؑ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو تو اس نے کہا کہ قیامت کے دن اس کا نانا اس کا باپ اور اس کی ماں آئیں گے اور وہ اس کی شفاعت کریں گے اور تیرا نانا تیرا باپ اور تیری ماں آئیں گے اور وہ تیرے بارے میں سفارش کریں گے پس ابن زیاد غضبناک ہو گیا اور اس کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا۔

اور مدائنی نے کہا کہ منجملہ ان افراد کے جو اس واقعہ میں موجود تھے بکر بن وائل کا ایک شخص بھی تھا کہ جسے جابر یا جبیر کہا جاتا تھا جب اس نے دیکھا جو کچھ ابن زیاد نے کیا تو اپنے دل میں کہا اللہ کی طرف سے مجھ پر لازم ہے کہ میں دس افراد مسلمانوں میں سے نہیں پاؤں گا کہ جو ابن زیاد کے خلاف خروج کریں مگر یہ کہ میں ان کے ساتھ خروج کروں گا جب مختار نے حسین کے انتقام کا مطالبہ کیا اور وہ دو لشکر آمنے سامنے آئے تو یہ شخص یہ کہتے ہوئے میدان میں نکلا (وکل شیء ر

(عیش خل) قد اراہ فاسداً ۔ الامقام الرمح فی ظل الفردوس ،
اور ہر قسم کی زندگی کو میں فاسد و خراب ہونے والی سمجھتا ہوں مگر نیزہ کی جگہ گھوڑے
کے سائے میں، پھر اس نے ابن زیاد کی صفوں پر حملہ کیا اور چیخ کر کہا اے ملعون
اے ملعون کے بیٹے اور اے ملعون کے جانشین بس لوگ ایک طرف ہو گئے ابن زیاد
سے اور وہ دونوں نیزوں کے ساتھ ایک دوسرے سے ٹکرائے اور دونو مقتول
ہو کر گر پڑے اور بعض نے کہا ہے کہ ابن زیاد کو تو ابراہیم بن اشتر نے قتل کیا
جیسا کہ ہم ذکر کریں گے ۔

نیز تذکرہ میں ہے اور ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے
کہ مرجانہ ابن زیاد کی ماں نے اپنے بیٹے سے کہا اے خبیث تو نے رسول اللہ
کے فرزند کو شہید کیا ہے خدا کی قسم تو جنت کو کبھی دیکھ بھی نہیں سکے گا ۔

اس کے بعد ابن زیاد نے تمام سروں کو کوفہ میں نیزوں پر نصب کیا اور
وہ ستر سے زیادہ تھے اور یہ پہلے سر تھے جو کوفہ میں مسلم بن عقیل کے سر کے بعد
اسلام میں نصب ہوئے تھے ۔

شیخ مفید (قدہ) نے فرمایا اور حسینؑ کے اہل و عیال ابن زیاد کے دربار
میں داخل کئے گئے کہ جن میں جناب زینب متنکر اور اجنبی صورت میں داخل ہوئیں
اور انہوں نے پست ترین لباس پہن رکھا تھا ۔

اور طبری و جزری کی صرورت میں ہے کہ جناب زینب دختر فاطمہ علیہا السلام
پست ترین لباس میں اجنبی اور منکر صورت بنائے ہوئے داخل ہوئیں جب کہ
کنیزوں نے انہیں گھیر رکھا تھا ۔

اس کے بعد شیخ مفید (رہ) نے فرمایا ہے کہ پس وہ مخدرہ علیہا السلام گئیں

یہاں تک کہ قصر کے ایک کونے میں بیٹھ گئیں اور انہیں کنیزوں نے گھیر لیا تو ابن زیاد نے کہا یہ کون ہے کہ جو ایک طرف جا بیٹھی ہیں کہ جس کے ساتھ اس کی عورتیں (اور کنیزیں) ہیں تو جناب زینب نے اسے کوئی جواب نہیں دیا اس نے دو بارہ اور تیسری مرتبہ آپ کے بارے میں سوال کیا تو آپ کی کسی کنیز نے کہا یہ جناب زینب دختر فاطمہ دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ ہیں پس ابن زیاد ان مخدرہ کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا حمد ہے اس خدا کی جس نے (معاذ اللہ) تمہیں رسوا کیا اور تمہیں قتل کیا اور تمہاری باتوں کو جھوٹا کر دکھایا تو جناب زینب نے فرمایا حمد ہے اس اللہ کے لیے کہ جس نے ہمیں اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے ذریعہ مکرم کیا اور عزت بخشی اور ہمیں ہر قسم کی پلیدگی سے پاک و پاکیزہ رکھا جو حق پاکیزگی ہے رسوا تو فاسق ہوتا ہے اور تکذیب تو فاجر کی کی جاتی ہے اور وہ ہمارا غیر ہے الحمدللہ پس ابن زیاد نے کہا کس طرح تو نے دیکھا اللہ کا عمل اپنے اہل بیت کے ساتھ تو آپ نے فرمایا خدا نے ان کے لیے شہادت لکھ دی تھی لہذا وہ اپنے لیٹنے کی جگہ کی طرف نکلے اور عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اور تجھے اکٹھا کرے گا پس تم ایک دوسرے کے خلاف حجت و دلیل پیش کرو گے اور ایک ایک دوسرے سے مخاصمت کرو گے اس کے ہاں

اور سید کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے نہیں دیکھا مگر وہ جو جمیل عمدہ تھا یہ ایسی قوم تھی کہ جن کے لیے شہادت لکھ دی گئی تھی پس وہ اپنی آرام گاہ کی طرف نکلے اور عنقریب خدا انہیں اور تمہیں جمع کرے گا پس تیرے خلاف احتجاج اور مخاصمت ہوگی پھر دیکھنا کہ کامیابی کسے نصیب ہوتی ہے اس دن تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھ کر روئے اے مرجانہ کے پوت، راوی کہتا

ہے کہ پس ابن زیاد غصہ میں آگیا اور گویا وہ آپ کے قتل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا اور ارشاد یں ہے پس ابن زیاد غصہ میں آیا اور وہ شیخ پا ہو گیا تو عمرو بن حریث نے کہا اے امیر یہ ایک عورت ہے اور عورت سے اس کی گفتگو کے سلسلہ میں مؤاخذہ نہیں کیا جاتا اور خطاب پر اس کی مذمت نہیں کی جاتی تو ابن زیاد نے ان مخدرہ سے کہا خدا نے میرے نفس کو تیرے سرکش اور تیرے اہل بیت کے نافرمانوں سے شفا بخشی ہے۔ تو جناب زینب پر رقت طاری ہوئی اور وہ رو پڑیں اور اس سے فرمایا مجھے میری جان کی قسم تو نے میرے بڑے کو قتل کیا ہے اور میرے خاندان کو نابود کیا ہے اور میری شاخ کو تو نے کاٹ دیا ہے اور میری اصل کو جڑ سے اکھاڑ دیا ہے۔ اگر اس سے تجھے شفا ملتی ہے تو پھر تو نے شفا حاصل کی ہے تو ابن زیاد نے کہا میری جان کی قسم یہ مجھے گفتگو کرتی ہے اور اس کا باپ بھی مسجع کلام کرتا اور شاعر تھا تو آپ نے فرمایا عورت کو سجع بافی سے کیا سروکار میں تو مسجع گفتگو کرنے سے مشغول ہوں لیکن میرے پر آشوب سینہ سے یہ بات اٹھی ہے۔

اور اس کے سامنے حضرت علی بن الحسین علیہما السلام کو پیش کیا گیا تو اس نے کہا تم کون ہو تو آپ نے فرمایا میں علی بن الحسین ہوں وہ لعین کہنے لگا کیا اللہ نے علی بن الحسین کو قتل نہیں کیا، تو اس سے حضرت علی (زین العابدین) نے فرمایا میرا ایک بھائی تھا کہ جو علی کے نام سے موسوم تھا اسے لوگوں نے قتل کر دیا ہے، تو آپ سے ابن زیاد نے کہا بلکہ اللہ نے اسے قتل کیا ہے تو علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ اللہ نفسوں کو ان کی موت کے وقت پورا پورا لیتا ہے تو ابن زیاد سیخ پا ہو گیا اور کہا کہ تم میں میرے

جواب دینے کی جرأت ہے اور تجھ میں میری تردید کرنے کی ہمت باقی ہے اس کو لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو پس آپ کی پھوپھی جناب زینب آپ سے لپٹ گئیں اور فرمایا اے ابن زیاد ہمارے خون تیرے لیے کافی ہیں اور سید سجاد کو گلے لگا لیا اور فرمایا خدا کی قسم میں اس سے جدا نہیں ہوں گی اور اگر اسے قتل کرنا ہے تو پھر مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دو کچھ دیر تک ابن زیاد ان مخدرہ اور ان کی طرف دیکھتا رہا پھر کہا رحم بھی عجیب چیز ہے خدا کی قسم میں اس کے متعلق گمان رکھتا ہوں کہ وہ اسے دوست رکھتی ہے کہ اس کے ساتھ ہی قتل ہو جائے اس کو چھوڑ دو جس حالت میں ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہی اس کے لیے کافی ہے۔

اور تذکرہ سبط میں ہے اور کہا گیا ہے کہ جناب رباب بنت امرا القیس حسین علیہ السلام کی زوجہ نے آپ کا سر اٹھا لیا اور اسے اپنی گود میں رکھا اور اس کے بوسے لیے اور کہا و احسیناہ فلا نسیت حسینا۔ اقصدتہ اسنۃ الادعیۃ غادروہ بکربلاء صریعا۔ لاسقی اللہ جانبی کربلاء اے حسینؑ میں حسینؑ کو نہیں بھول سکوں گی کہ ان لوگوں کے نیزوں نے اس کا قصد کیا کہ جن کی کوئی اصل اور باپ نہیں اسے زمین کربلا پر پھینک دیا خدا کربلا کے دونوں اطراف کو خدا سیراب نہ کرے۔

اور سید نے جناب زینب علیہا السلام کے اس ارشاد کے بعد کہا ہے کہ اے ابن زیاد تو نے ہم سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا اب اگر اس کے قتل کا ارادہ کر چکا ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دے تو حضرت علی نے اپنی پھوپھی سے کہا اے پھوپھی جان آپ خاموش ہو جائیں تاکہ میں اس سے گفتگو کروں پھر آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تو مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے اے ابن

زیاد کیا تجھے معلوم نہیں ہو گیا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور ہماری کرامت و عزت شہادت ہے۔ اس کے بعد ابن زیاد نے علی بن الحسین اور ان کے اہل خانہ کے بارے میں حکم دیا اور انہیں مسجد اعظم کے پہلو کے ایک گھر میں لے گئے پس جناب زینبؑ دختر علیؑ نے فرمایا کہ کوئی عرب عورت ہمارے پاس نہ آئے مگر ام ولد یا کنیز کیونکہ وہ بھی ہماری طرح قید ہو چکی ہیں۔

اس کے بعد ابن زیاد نے امام حسینؑ کے سر کے بارے میں حکم دیا اور اسے کوفہ کی گلیوں میں پھرایا گیا (یہاں کچھ اشعار تھے جنہیں ہم نے حذف کر دیا ہے اور ہمارے شیخ صدوق امالی میں اور فتال نیشاپوری نے اپنے روضہ میں عبید اللہ بن زیاد کے دربار سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ کا سر لایا گیا تو اس نے حکم دیا اور اسے سونے کے ایک طشت میں اس کے سامنے رکھا گیا اور وہ لعین آپ کے اگلے دندان مبارک پر چھڑی مارتا اور کہتا تھا اے ابو عبد اللہ آپ بہت جلد بوڑھے ہو گئے پس اس قوم میں سے ایک شخص نے کہا میں نے رسول اللہ کو اس جگہ کے بوسے لیتے دیکھا جہاں تو نے اپنی چھڑی رکھی ہوئی ہے تو اس لعین نے کہا جنگ بدر کے دن کے بدلے کا دن ہے اس کے بعد علیؑ بن الحسینؑ کے بارے میں حکم دیا انہیں طوق پہنایا گیا اور عورتوں و قیدیوں کے ساتھ قید خانے کی طرف بھیجا گیا اور میں ان کے ساتھ تھا پس ہم کسی کوچہ سے نہیں گزرتے تھے مگر یہ کہ عورتوں اور مردوں سے وہ پر ہوتا جو اپنے چہروں پہ مار رہے اور روتے ہوتے پس انہیں قید خانے میں قید کر کے اس کا دروازہ بند کر دیا اس کے بعد علی بن الحسین علیہ السلام اور خواتین کو ابن زیاد نے بلایا اور حسین علیہ السلام کا سر حاضر کیا اور ان میں زینب دختر علیؑ بھی تھیں پس ابن زیاد نے کہا حمد ہے

اس خدا کی جس نے تمہیں رسوا کیا اور تمہیں قتل کیا اور اپنی گفتگو کو آگے چلایا یہاں تک کہ کہا پس ابن زیاد نے حکم دیا انہیں قید خانے میں واپس لے جانے کا اور اطراف و اکناف میں قتل حسینؑ کی خوش خبریاں بھیجیں اس کے بعد قیدیوں اور سر حسین علیہ السلام کے بارے میں حکم دیا اور انہیں شام لے جایا گیا۔

نویں فصل

شہادت عبداللہ بن عفیفؓ

سید نے فرمایا ہے اس کے بعد ابن زیاد منبر پر گیا اور اللہ کی حمد وثنا کی اور اپنی گفتگو میں یہ بھی کہا حمد ہے اس خدا کی جس نے حق کو اور اہل حق کو غلبہ دیا اور امیر ۔ ۔ ۔ کو اور اس کے شیعوں اور پیروکاروں کو کی نصرت و مدد کی اور (معاذ اللہ) کذاب بن کذاب کو قتل کیا اس سے زیادہ وہ نہیں کہہ پایا تھا یہاں تک کہ عبداللہ بن عفیف ازدی کھڑے ہو گئے اور وہ خیار وزہاد شیعہ میں سے تھے اور اس کی بائیں آنکھ جنگ جمل کے دن اور دوسری صفین کے دن ضائع ہو گئی تھی اور وہ ہمیشہ مسجد اعظم میں رہتے اور رات تک نمازیں پڑھتے رہتے پس انہوں نے کہا اے مرجانہ کے پوت جھوٹا اور جھوٹے کا بیٹا تو اور تیرا باپ ہے اور وہ کس جس نے حاکم و گورنر بنایا ہے اور اس کا باپ دشمن خدا کیا تم لوگ انبیاء کی اولاد کو قتل کرتے ہو اور پھر مومنین کے منبر پر یہ باتیں کرتے ہو، راوی کہتا ہے کہ ابن زیاد سیخ پا ہو گیا اور کہا کون ہے یہ باتیں کرنے والا تو جناب عبداللہ نے کہا میں ہوں اے دشمن خدا کیا تو ذریت طاہرہ کو شہید کرتا ہے کہ جن سے خدا نے رجس و پلیدگی کو دور رکھا ہے اور پھر تو گمان کرتا ہے کہ تو دین اسلام پر ہے واغوثاہ (ہائے فریاد) کہاں ہے مہاجرین وانصار

کی اولاد کہ جو تیرے طاغی و سرکش ہے (یعنی یزید) جو لعین بن لعین ہے محمد رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ کی زبان پر انتقام نہیں لیتے راوی کہتا ہے ابن زیاد کے غضب کا پارہ چڑھ گیا یہاں تک کہ اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں اور کہا اس کو میرے پاس لے آؤ پس پاسبان ہر طرف سے آگے دوڑے تاکہ وہ انہیں گرفتار کریں پس قبیلہ ازد کے اشراف و بڑے لوگ اس کے بنی اعمام میں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جناب عبداللہ کو پاسبانوں کے ہاتھ سے چھڑوا کر مسجد کے دروازے سے باہر لے گئے اور انہیں ان کے گھر پہنچا دیا

تو ابن زیاد نے کہا اس اندھے بنی ازد کے اندھے خدا اس کے دل کو اندھا کرے جیسے اس کی آنکھ کو اندھا کیا ہے کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ۔

راوی کہتا ہے پس وہ ان کی طرف نکلے جب یہ خبر قبیلہ ازد کو پہنچی تو وہ اکٹھے ہوئے اور ان کے ساتھ یمن کے قبائل بھی اکٹھے ہوئے تاکہ وہ اپنے ساتھی کی حفاظت کریں راوی کہتا ہے جب ابن زیاد کو یہ معلوم ہوا تو اس نے مصر کے قبائل جمع کئے اور انہیں محمد بن اشعث سے منسلک کر کے حکم دیا ان لوگوں سے جنگ کرنے کا راوی کہتا ہے کہ انہوں نے شدید جنگ کی یہاں تک کہ ان کے درمیان عربوں کی ایک جماعت قتل ہو گئی راوی کہتا ہے اور ابن زیاد کے ساتھی عبداللہ بن عفیف کے گھر تک پہنچ گئے اور اس کا دروازہ توڑ کر اندر گھس گئے تو ان کی بیٹی چلائی بابا یہ لوگ آ گئے جہاں سے تجھے ڈر تھا تو عبداللہ نے کہا تم ڈرو نہیں مجھے میری تلوار دے دو راوی کہتا ہے پس اس خاتون نے تلوار انہیں دے دی پس وہ اپنے سے انہیں دور کرنے لگے اور رجز کہتے جا رہے تھے۔

انا ابن ذی الفضل عفیف الطاہر۔ عفیف شیخی وابن ام عامر کم دارع من جمعکم وحاسر، وبطل جدلتہ مناً درین صاحب فضل پاکیزہ عفیف کا بیٹا ہوں عفیف میرا باپ اور ام عامر میری ماں ہے کتنے زرہ پوش اور قبا دوش تمہارے بہادر ہیں کہ جنہیں میں نے قتل کیا ہے اور زمین پہ پھینکا ہے راوی کہتا ہے کہ ان کی بیٹی کہتی جاتی تھی اے بابا کاش میں مرد ہوتی تو آج کے دن تیرے سامنے ان فاجروں سے جو عترت طاہرہ کے قاتل ہیں جنگ کرتی راوی کہتا ہے وہ ملاعین ہر طرف سے ان کو گھیر رہے تھے اور وہ انہیں اپنے سے دور کر رہے تھے پس کوئی شخص عبداللہ پہ قابو نہ پا سکا جب بھی وہ کسی طرف سے آتے تو وہ خاتون کہتی بابا اس طرف سے آئے ہیں یہاں تک کہ وہ بہت زیادہ ہو گئے اور انہیں گھیر لیا تو ان کی بیٹی نے کہا ہائے ذلت و رسوائی میرے باپ کو گھیر لیا گیا ہے اور اس کا کوئی ناصر و مددگار نہیں کہ جس سے وہ اعانت طلب کرے پس جناب عبداللہ اپنی تلوار گھماتے اور کہتے اقسم لو یفسح لی عن بصری ضاق علیکم موردی ومصدری۔ خدا کی قسم اگر میری بصارت درست ہو جاتی تو تم پہ تنگ ہوتا مجھ پہ ورود وخروج،

راوی کہتا ہے پس وہ انہیں گھیرے رہے یہاں تک کہ انہیں گرفتار کر لیا پھر انہیں اٹھا کر ابن زیاد کے پاس لے گئے جب اس لعین نے عبداللہ کو دیکھا تو کہا حمد ہے اس کی جس نے تجھے رسوا کیا تو عبداللہ بن عفیف نے فرمایا اے دشمن خدا مجھے کیسے خدا نے رسوا کیا ہے واللہ لو فرج لی من بصری ضاق علیکم موردی ومصدری اگر میری بصارت ہوتی تو تیرے لیے مجھ پہ ورود وصدور مشکل ہو جاتا، تو ابن زیاد نے کہا اے دشمن خدا تم عثمان بن عفان کے بارے میں کیا کہتے ہو تو عبداللہ نے

کہا اے علاج کے غلام کی اولاد اے مرجانہ کے بیٹے اور اس کو گالی دی تجھے عثمان سے کیا سروکار اس نے برا کیا یا اچھا کیا اصلاح کی یا فساد کیا اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی مخلوق کا سرپرست ہے وہ اس کے اور عثمان کے درمیان عدل اور حق کے مطابق فیصلہ کرے گا بلکن تو اپنے باپ اور اپنے اور یزید کے بارے میں سوال کر تو ابن زیاد نے کہا میں تجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کرتا یہاں تک کہ تو موت کا مزہ چکھے کہ جو تیرے گلے میں پھنس جائے تو عبداللہ بن عفیف نے کہا حمد ہے عالمین کے پروردگار اللہ کی یاد رکھ کہ میں اپنے پروردگار اللہ سے سوال کرتا تھا کہ وہ مجھے شہادت کی نعمت عطا فرمائے اس سے پہلے کہ تو اپنی ماں سے پیدا ہوا اور میں یہ بھی سوال کرتا تھا کہ اس کی مخلوق میں سے زیادہ ملعون اور زیادہ مبغوض شخص کے ہاتھ پہ ہو پس جب میری نگاہ بند ہو گئی تو میں شہادت سے مایوس ہو گیا لیکن اب میں اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ جس نے مایوسی کے بعد مجھے شہادت سے نوازا ہے اور مجھے پہچنوایا ہے میری قدیمی دعا کے اس سے قبول ہونے کو تو ابن زیاد لعنہ اللہ نے حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دی گئی اور شور زار میدان میں انہیں پھانسی پہ لٹکایا گیا۔

اور شیخ مفید (رح) نے فرمایا ہے کہ جب پاسبانوں نے عبداللہ کو گرفتار کیا تو انہوں نے قبیلہ ازد کا شعار اور نعرہ بلند کیا تو ان میں سے سات سو افراد جمع ہو گئے اور انہیں پاسبانوں سے چھین لیا جب رات ہوئی تو ابن زیاد نے کچھ لوگ بھیجے کہ جو عبداللہ کو ان کے گھر سے نکال لائے اور ان کا سر قلم کر کے ان کی لاش سبخہ (شور زار) (مسجد حول) میں سولی پہ لٹکا دی رحمۃ اللہ علیہ

جب عبیداللہ بن زیاد نے صبح کی تو امام حسینؑ کا سر بھیجا اور اسے کوفہ کی گلی کوچوں اور تمام قبائل میں پھرایا گیا اور زید بن ارقم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سر حسینؑ کو میرے قریب سے گذارا گیا جب کہ وہ نیزہ پہ تھا اور میں اپنے بالاخانے میں تھا جب وہ میرے بالاخانہ کی محاذات میں اور سامنے آیا تو میں نے اسے یہ پڑھتے ہوئے سنا ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا کیا تو نے گمان کیا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم ہماری عجیب نشانیوں میں سے تھے پس خدا کی قسم میرے بال کھڑے ہوگئے اور میں نے پکار کر کہا آپ کا سر خدا کی قسم اے فرزند رسول اللہ اور آپ کا معاملہ زیادہ عجیب و غریب ہے بہت ہی زیادہ

جب وہ لوگ انہیں کوفہ میں گردش دینے سے فارغ ہوئے تو باب قصر کی طرف واپس لے آئے تو ابن زیاد نے سر مبارک زحر بن قیس کے حوالہ کیا اور آپ کے اصحاب کے سر بھی اس کے سپرد کیے اور اسے یزید بن معاویہ کی طرف بھیجا۔

اور سید نے کہا ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے یزید بن معاویہ کی طرف خط لکھا جس میں حسینؑ کی شہادت اور ان کے اہل بیت کے بارے میں اطلاع دی اور عمرو بن سعید بن عاص امیر مدینہ کی طرف بھی اسی قسم کا خط لکھا۔

طبری نے ہشام سے اور اس نے عوانہ بن حکم کلبی سے روایت کی ہے کہ جب حسین علیہ السلام شہید ہوگئے [illegible] و سامان اور قیدیوں کو لایا گیا یہاں تک کہ ان سب کو کوفہ میں عبید اللہ کے دربار میں داخل کیا گیا پس جس وقت وہ قیدیں تھے اچانک ایک پتھر قید خانے میں آکر گرا جس کے ساتھ ایک خط باندھا ہوا تھا اور اس خط میں

تھا کہ ڈاکیہ تمہارے بارے میں یزید بن معاویہ کی جانب اس اس دن گیا ہے وہ اتنے دن راستہ میں لگائے گا اور فلاں دن واپس آئے گا پس اگر تکبیر کی آواز سنو تو قتل ہونے کا یقین کر لینا اور اگر تکبیر کی آواز نہ سنو تو پھر انشاء اللہ امن و سلامتی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جب قاصد کے واپس آنے میں دو دن یا تین دن باقی رہ گئے تو اچانک پھر قید خانے میں پتھر آکر گرا اور اس کے ساتھ خط اور استرا باندھا ہوا تھا اور اس خط میں تھا کہ وصیت و عہد و پیمان کر لو ڈاکیہ کی فلاں فلاں دن امید ہے پس ڈاکیہ آیا لیکن تکبیر کی آواز نہ سنی گئی اور یزید کا خط آیا کہ قیدی میری طرف بھیج دے۔ راوی کہتا ہے پس عبید اللہ نے مخفر بن ثعلبہ اور شمر بن ذی الجوشن لعنہما اللہ کو بلایا اور کہا کہ قیدیوں اور سر حسینؓ کو امیر۔۔۔ یزید بن معاویہ کے پاس لے جاؤ راوی کہتا ہے کہ وہ نکلے یہاں تک کہ یزید کے پاس پہنچے کامل ابن اثیر میں ہے وہ کہتا ہے اس کے بعد ابن زیاد نے عمر سعد سے حسینؓ کے قتل و شہید کرنے سے لوٹنے کے بعد کہا اے عمر وہ خط لے آؤ جو میں نے قتل حسینؓ کے بارے میں لکھا تھا تو وہ کہنے لگا میں آپ کا حکم بجا لانے گیا اور وہ خط ضائع ہو گیا وہ کہنے لگا اسے ضرور لیکر آؤ اس نے کہا وہ ضائع ہو گیا ہے اس نے کہا ہر صورت میں لیکر آؤ اس نے کہا خدا کی قسم وہ اس لیے رکھا ہے کہ مدینہ میں قریش کی بوڑھی عورتوں کے سامنے عذر کے طور پر پڑھا جائے خدا کی قسم میں نے آپ کو حسینؓ کے بارے میں ایسی نصیحتیں کی ہیں کہ اگر وہ نصائح میں نے اپنے باپ سعد بن ابی وقاص کو کی ہوتیں تو اس کا حق ادا کیا ہوتا پس عثمان بن زیاد عبید اللہ کے بھائی نے کہا خدا کی قسم اس نے سچ کہا ہے میں دوست رکھتا

تھا کہ بنی زیاد کے ہر شخص کے ناک میں قیامت تک نکیل ہوتی لیکن حسین شہید نہ ہوتے تو عبیداللہ نے اس بات کا برا نہ منایا۔

اور تذکرہ سبط میں ہے پھر عمر بن سعد ابن زیاد کے ہاں سے اٹھا وہ اپنے گھر اپنے گھر والوں کے پاس جا رہا تھا کوئی شخص اس طرح سے واپس نہیں لوٹا ہوں میں نے فاسق ابن زیاد ظالم بن جابر کی اطاعت کی اور حاکم عدل کی نافرمانی کی اور قرابت شریفہ کو قطع کیا اور لوگوں نے اسے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور جب کبھی لوگوں کی کسی جماعت کے قریب سے گزرتا تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے اور جب مسجد میں داخل ہوتا تو لوگ وہاں سے نکل جاتے اور جو کوئی اس کو دیکھتا اسے برا بھلا کہتا پس وہ اپنے گھر ہی میں رہنے لگا یہاں تک کہ قتل ہو گیا خدا اس پر لعنت کرے۔

اور ابو حنیفہ دینوری کہتا ہے کہ حمید بن مسلم سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ عمر سعد میرا دوست تھا تو میں اس کے پاس آیا اس کی حسینؑ سے جنگ کرنے کے بعد تو میں نے اس کے حالات کے بارے میں اس سے سوال کیا تو اس نے کہا میرا حال نہ پوچھو کیونکہ کوئی غائب اپنے گھر کی طرف اس سے بری حالت میں نہیں لوٹا جس طرح میں لوٹا ہوں میں نے قرابت قریبہ سے قطع رحمی کی اور ایک امر عظیم کا میں نے ارتکاب کیا ہے۔

دسویں فصل

خبر شہادت امام حسینؑ کا مدینہ پہنچانا۔

ابن زیاد کا عبدالملک سلمی کو شہادت حسین کی خبر دینے کے لیے مدینہ بھیجا اور مکہ میں ابن زبیر کا خطبہ پڑھنا طبری نے کہا ہے ہشام نے کہا مجھ سے عوانہ بن حکم نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ جب عبیداللہ بن زیاد نے امام حسین بن علی علیہما السلام کو شہید کیا اور آپ کا سر اس کے پاس لایا گیا تو عبدالملک بن ابو حارث سلمی کو بلایا اور اس سے کہا تم جاؤ اور جا کر عمرو بن سعید بن عاص کو حسین کے قتل کی خوشخبری سناؤ اور ان دنوں عمرو بن سعید بن عاص مدینہ کا امیر تھا راوی کہتا ہے کہ وہ جا کر بیت و لعل کرنے لگا تو عبیداللہ نے اسے جھڑک دیا اور عبیداللہ ایسا جری تھا کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا پس اس سے کہا تم چلے جاؤ جب مدینہ میں پہنچو اور تجھ سے پہلے یہ خبر نہ پہنچے اور اس کو کچھ دینار دیئے اور کہا ٹال مٹول سے کام نہ لو اگر تمہاری سواری اس قابل نہیں تو دوسری سواری خرید لو عبدالملک کہتا ہے کہ میں پہنچا تو ایک شخص قریش میں سے مجھے ملا اور کہا کہ کیا خبر ہے میں نے کہا خبر امیر کے پاس ہے تو اس نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون حسین بن علی علیہما السلام شہید ہو گئے ہیں۔

وہ کہتا ہے کہ میں عمرو بن سعید کے پاس گیا تو اس نے کہا تیرے پیچھے کیا ہے میں نے کہا وہ چیز جو امیر کے سرور و خوشی کا باعث ہے حسینؓ مارے گئے ہیں تو اس نے کہا

کہ ان کے قتل کی منادی کرو پس میں نے آپ کے قتل کی منادی کی پس میں نے خدا کی قسم کبھی کوئی چیخ و پکار کی آواز حسین علیہ السلام پر بنی ہاشم کی عورتوں کی اپنے گھروں میں چیخ و پکار سے زیادہ نہیں سنی پس عمرو بن سعید نے کہا اور وہ ہنسا

عجبت نساء بنی زیاد عجۃ ۔ کعجیج نساء نا غداۃ الارنب ۔ بنی زیاد کی عورتوں نے نالہ و فریاد کی جس طرح ہماری عورتوں نے ارنب کی صبح نالہ و فریاد کی ۔

" اور ارنب ایک واقعہ کہ جو بنی زبید نے بنی زیاد کے خلاف انجام دیا کہ جو بنی حارث بن کعب تھے عبد المدان کی قوم میں سے اور یہ شعر عمرو بن سعدی کرب کا تھا" اس کے بعد عمرو نے کہا یہ چیخ و پکار کی آواز ہے عثمان بن عفان کے لیے چیخ و پکار کے بدلے اس کے بعد وہ منبر پر گیا اور لوگوں کو آنجناب علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں حکم بن عاص اور اس کے بیٹے مروان لعنہما اللہ کے ذکر میں کہا ہے باقی رہا اس کا بیٹا مروان تو وہ زیادہ خبیث عقیدہ والا اور زیادہ عظیم کفر و الحاد رکھتا تھا اور وہی تھا کہ جس نے اس وقت خطبہ پڑھا تھا جب حسین علیہ السلام کا سر مبارک مدینہ اور وہ اسی وقت مدینہ کا امیر تھا اور اس نے آپ کا سر اپنے دونوں ہاتھوں پہ اٹھایا اور کہا یا حبذا برد ک فی الیدین ۔ وحمرۃ تجری علی الخدین ۔ کانما بمحسدین ۔ میری ہتھیلیوں کے درمیان کس قدر خوش نما ہے تیری ٹھنڈک ، اور وہ سرخی جو رخساروں پر کھیلتی ہے گویا وہ زعفران میں رنگے ہوئے دو کپڑوں میں تو نے رات گزاری ہے پھر اس لعین نے آپ کا سر مبارک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی قبر کی طرف پھینکا اور کہا اے محمد بدر کے دن کے بدلے یہ دن ہے اور یہ قول مشتق ہے اس شعر سے جس سے یزید بن معاویہ نے تمثل کیا تھا اور وہ شعر ابن زبعری کا ہے جب آپ

کا سر مبارک یزید کے پاس پہنچا تھا اور وہ خبر مشہور و معروف ہے۔

مؤلف کہتے ہیں ہمارے شیخ ابو جعفر نے اسی طرح کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مروان ان دنوں مدینہ کا امیر نہیں تھا بلکہ مدینہ کا امیر عمرو بن سعید بن عاص تھا اور اس کی طرف سر حسینؑ بھی نہیں بھیجا گیا صرف عبید اللہ ابن زیاد نے اسے خط لکھا تھا جس میں شہادت حسینؑ کی بشارت دی تھی پس اس نے اس لعین کا خط منبر پر پڑھا اور مذکورہ رجز بھی کہا اور قبر مطہر کی طرف اشارہ کر کے یوم بیوم بدر (بدر کے دن کے بدلہ کا دن) کہا جس کا انصار میں سے ایک گروہ نے برا منایا اس بات کو ابو عبیدہ نے کتاب مثالب میں ذکر کیا ہے ابن ابی الحدید کی گفتگو یہاں ختم ہوئی، ہشام نے ابو مخنف سے سلیمان بن ابو راشد سے عبد الرحمن بن عبید ابو الکنود سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس نے کہا جب عبد اللہ بن جعفر بن ابو طالب کو حسینؑ کی معیت میں ان کے دو نو بیٹوں کی شہادت کی خبر ملی تو ان کا غلام آیا اور لوگ انہیں تعزیت دے رہے تھے راوی کہتا ہے میرے گمان میں ان کا یہ غلام ابو لسلاس کے علاوہ نہیں تھا تو اس نے کہا یہ وہ مصیبت ہے کہ جو حسین کی وجہ سے ہم نے جھیلی ہے اور ہم پر آئی ہے راوی کہتا ہے تو اس کو عبد اللہ بن جعفر نے جوتے سے پیٹا اور فرمایا گندی بو والی کے بیٹے کیا تو حسینؑ کے بارے میں یہ کہتا ہے خدا کی قسم اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں دوست رکھتا کہ ان سے جدا نہ ہوتا یہاں تک کہ ان کے ساتھ شہید ہو جاتا خدا کی قسم میں نے دل سے وہ دو تو بچے حسینؑ کو بخشے اور ان کی مصیبت میرے لیے خوشگوار ہے کہ انہوں نے میرے بھائی اور میرے چچا زاد کے ساتھ مواسات و صبر و شکیبائی کی اور شہید ہوئے اس کے بعد آپ نے اپنے ہم مجلس لوگوں کی طرف رخ کر کے کہی خدا کی حمد ہے، خدا کی

قتلِ حسینؑ کی شہادت اور ان کے زمین پر پچھڑنا ہیں اس طرح اپنے آپ کو تسلی دے رہا ہوں اگر میں اپنے ہاتھ سے ان سے مواسات اور ان سے ہمدردی کا اظہار نہ کرسکا تو میرے بچوں اور اولاد نے مواسات کی

راوی کہتا ہے کہ جب اہل مدینہ کے پاس شہادت حسینؑ کی خبر آئی تو عقیل بن ابوطالب کی بیٹی نکلی اور اس کے ساتھ اس کے خاندان کی خواتین تھیں اور وہ بی بی سر ننگے جب کہ اپنا دامن اپنے اوپر لپیٹتی تھیں یہ کہہ رہی تھیں۔ ماذا تقولون اذ قال النبی لکم۔ ماذا فعلتم وانتم اخر الامم۔ بعترتی وباھلی بعد مفتقدی منھم اساری ومنھم ضرجوا بدم ۔ تم کیا کہو گے جب نبی اکرم نے تم سے فرمایا کہ تم نے کیا سلوک کیا جب کہ تم آخری امت تھے میری عترت اور میرے اہل بیت سے میرے مفقود ہونے کے بعد کہ جن میں سے بعض اسیر وقیدی ہیں اور بعض اپنے خون میں لت پت ہیں۔

اور شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب حسینؑ کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی تو اسماء بنت عقیل اپنے خاندان کی عورتوں کی ایک جماعت میں نکلی یہاں تک کہ وہ رسول اللہ کی قبر تک پہنچیں پس وہ خاتون قبر سے لپٹ گئی اور اس کے ایک نعرہ مارا پھر مہاجرین وانصار کی طرف مخاطب ہوئیں اور کہا ماذا تقولون ان قال النبی لکم۔ یوم الحساب وصدق یقول مسموع۔ خذلتم عترتی او کنتم غیبا۔ والحق عند ولی الامر مجموع۔ اسلمتموھم باید ی الظالمین فما منکم له الیوم عند اللہ مشفوع ما کان عند غداة الطف اذحضروا تلك المنایا ولا عنھن مدفوع کیا جواب دو گے اگر پیغمبر نے تم سے پوچھا قیامت وحساب کے دن اے لوگو کہ سچائی ہی سنی جائے گی کہ تم نے چھوڑ دیا میری عترت کو یا تم غائب تھے اور حقیقت

حق تعالیٰ کے نزدیک معلوم اور مجموع ہو جائے گی انہیں ظالموں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا کوئی شخص نہیں ہے جو تمہارے بارے میں خدا کی بارگاہ میں مقبول الشفاعہ ہو سکے دشت کربلا میں جب ان کی موت ان پر نازل ہوئی کوئی یار و مددگار نہیں تھا کہ جو کہتا کہ ان کی موت دفع ہو جائے ،، راوی کہتا ہے کہ ہم نے اس دن سے زیادہ عورتیں مرد روتے ہوئے نہیں دیکھے۔

ہشام کہتا ہے کہ مجھ سے ہمارے بعض اصحاب نے عمرو بن ابوالمقدام سے اس نے عمرو بن عکرمہ سے حدیث بیان کی ہے تو کہتا ہے کہ ہم نے شہادت حسینؑ کی صبح مدینہ میں کی اچانک ہمارا ایک غلام کہنے لگا میں نے رات ایک منادی کو ندا کرتے سنا ہے جو کہہ رہا تھا ایھا القاتلون جھلا حسینا۔ ابشروا بالعذاب والتنکیل کل اھل السماء یدعو علیکم. من نبی وملک وقبیل، قد لعنتم علی لسان ابن داؤد و موسٰی وحامل الانجیل اے حسینؑ کے قاتو کہ جنہوں نے جہالت سے انہیں شہید کیا ہے تمہیں عذاب وعقاب کی بشارت ہو تمام اہل آسمان تمہیں بد دعا کرتے ہیں انبیاء اور ملائکہ کے تمام قبیلہ، تمہیں سلیمان ابن داود اور موسیٰ وصاحب انجیل موسیٰ کی زبانی لعنت کی گئی ہے۔

ہشام کہتا ہے عمرو بن خیزدم کلبی نے اپنے باپ کی زبانی بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے خود یہ آواز سنی اور کامل ابن اثیر وغیرہ میں ہے اور لوگ دو یا تین مہینہ اس حالت میں رہے کہ سورج طلوع ہونے کے وقت کچھ دیر تک گویا دیواروں پر خون ملا ہوتا۔

سبط نے تذکرہ میں کہا ہے کہ جب شہادت حسینؑ کی خبر مکہ میں پہنچی اور عبداللہ بن زبیر کو اطلاع ملی تو اس نے مکہ میں خطبہ دیا اور کہا اما بعد یاد رکھو کہ اہل عراق

دھوکہ باز اور فاجر و بری قوم ہے اور یاد رکھو کہ اہل کوفہ ان میں سے بدتر ہے کہ جنہوں نے حسینؑ کو بلایا تاکہ وہ انہیں اپنا والی و حاکم بنائیں تاکہ وہ جناب ان کے امور و معاملات کو درست و سیدھا کریں اور ان کے دشمن کے خلاف ان کی مدد کریں اور معالم و احکام اسلام کو دوبارہ پلٹائیں جب وہ جناب ان کے پاس گئے تو وہ ان کے خلاف بھڑک اٹھے اور انہیں شہید کر دیا اور ان سے کہا کہ اپنا ہاتھ ملعون ابن زیاد کے فاجر و ملعون ہاتھ میں دے دے تاکہ وہ ان کے بارے میں اپنی رائے دیکھے تو انہوں نے کریم و شریف موت کو قابل مذمت موت پر ترجیح دی پس خدا حسینؑ پر رحم فرمائے اور ان کے قاتل کو رسوا و ذلیل کرے اور اس پر لعنت کرے جس نے اس کا حکم دیا اور اس پر راضی ہوا کیا بعد اس چیز کے کہ جو ابو عبداللہؑ پر جاری ہوئی جو جاری ہوئی کوئی شخص ان لوگوں پر مطمئن ہو سکتا ہے یا ان عہد شکن فاجروں کے عہد و پیمان کو قبول کر سکتا ہے خدا کی قسم حسین علیہ السلام دن کو ہمیشہ روزے رکھتے اور رات عبادت میں بسر کرتے تھے اور زیادہ نزدیک و اولیٰ تھے ان کے نبی اکرم کے بنسبت اس فاجر بن فاجر کے خدا کی قسم وہ قرآن کی جگہ غنا و راگ کو اور اللہ کے خوف سے رونے پر حدی خوانی کو اور روزے کی جگہ شراب پینے کو اور رات میں عبادت کرنے پر مزامیر کو اور مجالس ذکر پر شکار کی طلب میں دوڑ دھوپ کو اور بندروں کے ساتھ کھیلنے کو نہیں دیتے تھے انہوں نے آپ کو شہید کر دیا عنقریب دوزخ کی وادی غی میں داخل ہوں گے یاد رکھو اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر

مؤلف کہتے ہیں کہ یہی خطبہ جزری نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ کامل میں ذکر کیا ہے۔

اور ابن سعد کی طبقات میں جناب ام سلمہ سے ہے یہ کہ جب انہیں شہادت حسینؑ کی خبر ملی تو انہوں نے کہا کیا انہوں نے ایسا کر دیا خدا ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے پر کرے اس کے بعد وہ اتنا روئیں کہ غش کر گئیں۔

ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ ربیع بن خثیم نے بیس سال تک کسی سے کوئی بات نہ کی یہاں تک کہ امام حسین شہید ہوئے تو اس سے ایک جملہ سنا گیا راوی کہتا ہے جب اسے یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا کیا انہوں نے ایسا کر لیا ہے اس کے بعد کہا اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ انت تحکم بین عبادك فیما کانوا فیہ یختلفون۔ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے غیب و شہود کے عالم خدا اپنے بندوں کے درمیان جہاں وہ اختلاف کریں تو ہی فیصلہ کر پھر وہ سکوت وخاموشی کی طرف لوٹ گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

اور مناقب میں تفسیر ثعلبی سے منقول ہے کہ ربیع بن خثیم نے بعض ان افراد سے کہا جو قتل و شہادت حسینؑ کے وقت وہاں موجود تھے تم ان سروں کو لائے اور آویزاں کیا اس کے بعد کہا خدا کی قسم تم نے ایسے برگزیدہ افراد کو شہید کیا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ انہیں درک کرتے تو ان کے دھن کے بوسے لیتے اور انہیں اپنی گود میں بٹھلاتے اس کے بعد اللھم فاطر السموت والارض الخ آخر آیت تک تلاوت کی۔

گیارھویں فصل

سرہائے پاکیزہ کا شام بھیجا جانا

عبیداللہ بن زیاد کا پاکیزہ سروں اور اہل بیت طاہرین کو کوفہ سے شام بھیجنا اور بعض واقعات جب وہ لوگ سر مطہر کو کوفہ میں پھرانے سے فارغ ہوئے تو اسے باب قصر کی طرف واپس لے آئے پس وہ سر مبارک ابن زیاد نے زحر بن قیس کو دیا اور آپ کے اصحاب کے سر بھی اس کے سپرد کیے اور اسے یزید کے پاس بھیجا اور اس کے ساتھ ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابو ظبیان (طارق بن) کو اہل کوفہ کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا یہاں تک وہ یزید کے ہاں پہنچے۔

عبداللہ بن ربیعہ حمیری سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں دمشق میں یزید بن معاویہ کے پاس موجود تھا کہ زحر بن قیس آیا اور وہ اس کے دربار میں داخل ہوا تو یزید نے اس سے کہا وائے ہو تجھ پہ تمہارے پیچھے کیا خبر ہے اور تیرے پاس کیا ہے تو اس نے کہا اللہ کی فتح و نصرت کی بشارت ہو حسینؑ بن علی علیہ السلام اپنے اہل بیت کے اٹھارہ اور شیعوں میں سے ساٹھ افراد کے ساتھ وارد ہوئے پس ہم ان لوگوں کی طرف گئے اور ان سے سوال کیا کہ وہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے امیر عبیداللہ بن زیاد کے حکم کو مانیں یا جنگ کریں تو انہوں نے سر تسلیم خم کرنے پر جنگ کو ترجیح دی پس ہم نے سورج کے طلوع ہوتے ہی ان پہ حملہ کر دیا اور انہیں ہر طرف سے گھیر لیا جب تلواریں ان کے سروں پر بیٹھ گئیں تو بغیر کسی پناہ گاہ

کہ وہ بھاگنے لگے اور ہمارے حملے سے جس طرح کبوتر شاہین سے پناہ تلاش کرتا ہے ہر بلندی و پستی میں پناہ تلاش کرتے تھے بخدا اے امیر۔۔۔۔ اونٹ کو نحر کرنے یا دن میں قیلولہ کرنے کی مقدار نہیں گذری تھی کہ ہم نے ان کے آخری شخص تک کو قتل کر دیا اور ان کے بدنوں کو برہنہ اور ان کے لباس خون آلود اور ان کے چہرہ مٹی پر چھوڑ دیا کہ سورج کی تمازت ان پر پڑے اور آندھی کی گرد و غبار ان پہ پڑے اور سخت بیابان کے شکاری پرندے ان پر منڈلا رہے ہیں۔

یزید کچھ دیر تک اپنا سر نیچے کیے رہا پھر سر اٹھایا اور کہا کہ اگر تم حسینؑ کو قتل نہ کرتے تب بھی تمہاری اطاعت پر راضی تھا اگر میں اس کے کام میں دخیل ہوتا تو میں اس سے درگزر کرتا خدا حسینؑ پر رحمت نازل کرے اور اس کو کوئی انعام نہ دیا۔

سید شبلنجی نے نور الابصار میں اور سبط نے تذکرہ میں کہا ہے کہ اسے اپنے دربار سے نکال دیا اور اس کو کوئی چیز نہ دی مؤلف کہتے ہیں امام حسینؑ نے اس بات کی خبر دی تھی جیسا کہ ابو جعفر محمد بن جریر سے اس کی سند کے ساتھ روایت ہے ابراہیم بن سعید سے اور وہ زہیر بن قین کے ساتھ تھا جس وقت زہیر نے حسینؑ کی رفاقت اختیار کی تھی تو آپ نے زہیر سے فرمایا تھا اے زہیر جان لے کہ یہیں میرا مشہد (وہ جگہ) ہے اور میرے جسم میں سے یہ (یعنی آپ کا سر) زحر بن قیس اٹھالے جائیگا پس وہ یزید کے دربار میں جائے گا اس کے انعام کی امید پر لیکن وہ اسے کچھ نہیں دے گا۔

اس کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے سر حسینؑ کو بھیجنے کے بعد حکم دیا آپ کے بچوں اور خواتین کے بارے میں کہ انہیں تیار کیا جائے اور علی بن الحسینؑ کے متعلق

امر کیا کہ انہیں طوق گراں بار پہنایا جائے اور اس کے بعد انہیں سر مبارک کے پیچھے مخفر بن ثعلبہ عائذی اور شمر بن ذی الجوشن کے ساتھ بھیجا پس وہ انہیں لے کر نکلے یہاں تک کہ ان لوگوں کے ساتھ جا ملے کہ جن کے ساتھ سر مبارک تھا اور علی بن الحسین علیہما السلام ان میں سے کسی سے کوئی بات نہیں کرتے تھے سارے راستہ میں یہاں تک کہ دمشق میں جا پہنچے ۔

اور فریقین کی کتب میں یہ روایت ہے کہ سر مبارک کو اٹھا لے جانے والے جب پہلی منزل میں اترے تو وہ شراب پینے لگے اور سر اطہر کو دیکھ کر خوشی منانے لگے پس ان کی طرف ایک ہتھیلی دیوار سے نکلی کہ جس کے ساتھ لوہے کا قلم تھا جس نے خون سے چند سطریں لکھیں اترجوا امۃ قتلت حسینا ۔ شفاعۃ جدہ یوم الحساب کیا وہ امت کہ جس نے حسینؑ کو شہید کیا ہے قیامت وحساب کے دن ان کے نانا کی شفاعت کی امید رکھتی ہے پس وہ اس سے گھبرا گئے اور ڈر گئے اور اس منزل سے کوچ کیا ۔

اور سبط کے تذکرہ میں ہے ابن سیرین نے کہا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی بعثت سے پانچسو سال پہلے کا ایک پتھر ملا جس پر سریانی زبان میں لکھا تھا جسے عربی میں منتقل کیا گیا تو اس کا مفہوم یہ تھا ۔

اترجوا امۃ قتلت حسینا ۔ شفاعۃ جدہ یوم الحساب ۔ کیا وہ امت جس نے حسینؑ کو شہید کیا ہے قیامت کے دن ان کے نانا کی شفاعت کی امید رکھتی ہے ۔

اور سلیمان بن یسار نے کہا ہے کہ ایک پتھر ملا جس پر لکھا تھا لابد ان ترد القیامۃ فاطمۃ ۔ وقمیصھا بدم الحسین مطلخ ۔ ویل لمن شفعائہ خصمائہ ۔

والصور فی یوم القیامۃ ینفخ ۔ اس سے چارہ نہیں کہ فاطمہ زہرا میدان قیامت میں اس حالت میں آئیں گی کہ ان کا قمیص خون حسینؑ سے لت پت ہوگا ویل و ہلاکت ہے اس شخص کے لیے کہ جس کی شفاعت کرنے والے اس کے دشمن ہوں جب کہ قیامت میں صور پھونکا جائے گا۔

تاریخ خمیس سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ وہ لوگ چلے یہاں تک کہ راستہ میں ایک دیر (گرجے) تک پہنچے پس وہاں اتر پڑے تاکہ وہاں قیلولہ کریں پس ایک دیوار پر لکھا ہوا دیکھا اترجوا امۃ قتلت حسینا ۔ شفاعۃ جدہ یوم الحساب ۔ کیا وہ امت جس نے حسینؑ کو شہید کیا ہے ان کے نانا کی شفاعت کی قیامت میں امید رکھتی ہے پس انہوں نے اس سطر کے بارے میں اور یہ کہ اسے کس نے لکھا ہے سوال کیا تو اس نے کہا کہ یہ تحریر تمہارے نبی کی بعثت سے پانچ سو سال پہلے کی لکھی ہوئی ہے۔

اور سبط ابن جوزی نے اسناد کے ساتھ ابو محمد عبدالملک بن ہشام نحوی بصری سے ایک حدیث میں روایت کی ہے کہ یہ لوگ جب بھی کسی منزل میں اترتے تو سر مبارک کو اس صندوق سے نکالتے کہ جو اس کے لیے تیار کی ہوئی تھی اور اسے نیزے پر سوار کیا اور اس کی حفاظت کرنے لگے کوچ کے وقت تک پھر اسے صندوق میں رکھ دیتے اور کوچ کرتے پس ایک منزل میں اترے کہ جس میں ایک دیر (گرجا) تھا اور اس میں ایک راہب رہتا تھا پس انہوں نے عادت کے مطابق سر مبارک نکالا اور اسے نیزہ پر سوار کیا اور دستور کے مطابق محافظ اس کی حفاظت کرنے لگے نیزے کو دیر کے سہارے کھڑا کیا جب آدھی رات ہوئی تو راہب نے سر والی جگہ سے آسمان تک نور و روشنی دیکھی پس اس قوم پر جھانک

کر کہا تم لوگ کون ہو تو انہوں نے کہا ہم ابن زیاد کے ساتھی ہیں تو اس نے کہا یہ سر کس کا ہے انہوں نے کہا حسین بن علی بن ابی طالب کا سر ہے جو فاطمہؓ دختر رسول اللہ کے فرزند ہیں اس نے کہا تمہارے نبی کی دختر کے انہوں نے کہا کہ ہاں تو اس نے کہا تم بہت بری قوم ہو اگر حضرت مسیح کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اسے اپنی پلکوں پہ بٹھاتے پھر اس نے کہا کیا تم کوئی چیز لینا چاہو گے انہوں نے کہا کہ وہ کیا ہے اس نے کہا میرے پاس دس ہزار دینار ہیں وہ لے لو اور یہ سر مجھے دے دو تا کہ وہ ساری رات میرے پاس رہے اور جب تم کوچ کرو تو وہ لے لو انہوں نے کہا اس میں ہمارا کیا حرج و ضرر ہے پس انہوں نے وہ سر دے دیا اور اس نے وہ دینار انہیں دے دیئے پس راہب نے سر کو لیا اور اسے دھویا اور خوشبو لگائی اور اپنے زانو پہ رکھا اور ساری رات بیٹھ کر روتا رہا جب صبح ہوئی تو اس نے کہا اے سر مبارک میں اپنی جان کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں لا الہ الا اللہ اور یہ کہ آپ کے نانا محمد رسول اللہ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں آپ کا غلام اور عبد ہوں پھر وہ دیر سے اور جو کچھ اس میں تھا نکلا اور اہل بیت علیہم السلام کی خدمت کرنے لگا۔

ابن ہشام نے سیرہ میں کہا ہے پھر انہوں نے سر مبارک لے لیا اور چل پڑے جب دمشق کے قریب پہنچے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے آؤ تا کہ وہ دینار ہم تقسیم کریں اور یزید انہیں نہ دیکھے ورنہ وہ ہم سے لے لیگا پس وہ تھیلیاں اٹھائیں اور انہیں کھولا تو دینار ٹھیکریوں میں بدل چکے تھے اور ایک دینار کی ایک طرف لکھا ہوا تھا ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون ۔
(اللہ کو غافل نہ سمجھنا اس چیز سے جو کچھ ظالم کرتے ہیں») اور دوسری طرف لکھا تھا

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔ "عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی بر گشت کس طرف ہے" پس انہیں نہر بردی میں پھینک دیا۔

اور شیخ اجل سعید بن حبتہ اللہ راوندی نے کتاب خرائج میں یہ خبر تفصیل کے ساتھ لکھی ہے اور اس میں ہے کہ راہب نے جب سر مبارک واپس کر دیا تو دیر سے اترا اور ایک پہاڑ میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگا اور ان کا رئیس و سردار عمر سعد تھا اور وہ درہم اس نے راہب سے لیے تھے جب اس نے دیکھا کہ وہ ٹھیکریوں میں تبدیل ہو گئے ہیں تو اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ انہیں نہر میں پھینک دیں۔

مؤلف کہتے ہیں جو کچھ تواریخ و سیر سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عمر سعد ان لوگوں کے ساتھ شام کی طرف جاتے ہوئے نہیں تھا۔

پس اس کا ان کے ساتھ ہونا بعید ہے اور اس سے زیادہ بعید اس جناب رحمہ اللہ کا آخر خبر میں یہ قول ہے کہ عمر سعد ری کی طرف چلا گیا لیکن اپنی حکومت تک نہ پہنچ سکا اور خدا نے اس کی زندگی ختم کر دی اور اسے راستہ میں ہلاک کر دیا کیونکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ عمر سعد کو جناب مختار نے اس کے گھر ہی میں کوفہ میں قتل کیا تھا اور ہمارے مولا و آقا حسین علیہ السلام کی بد دعا کو اللہ نے مستجاب کیا جو آپ نے اس طرح کی تھی" اور خدا تجھ پر اسے مسلط کرے کہ جو میرے بعد تجھے تیرے بستر پر ذبح کرے واللہ العالم

سید فرماتے ہیں کہ ابن لہیعہ وغیرہ نے ایک حدیث کی روایت کی ہے کہ جس میں سے ہم قدر ضرورت پیش کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں خانہ کعبہ کے

طواف کر رہا تھا اچانک ایک مرد یہ کہہ رہا تھا خدایا مجھے بخش دے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ تو ایسا کرے گا تو میں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے خدا سے ڈرو اور اس قسم کی بات نہ کرو کیونکہ تمہارے گناہ اگر بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کی مقدار بھی ہوں اور تم اللہ سے استغفار کرو تو وہ بخش دے گا اور بیشک غفور و رحیم ہے راوی کہتا ہے پس اس نے مجھ سے کہا ادھر آؤ تاکہ میں تجھے اپنے قصہ کی خبر دوں پس میں اس کے ساتھ آیا تو اس نے کہا تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہم پچاس افراد تھے ان لوگوں میں سے کہ جو حسین علیہ السلام کے سر کے ساتھ شام گئے تھے پس جب ہم شام کرتے تو سر کو ایک تابوت میں رکھ دیتے اور تابوت کے گرد شراب پیتے پس میرے ساتھیوں نے ایک رات شراب پی یہاں تک کہ وہ مست ہو گئے لیکن میں نے ان کے ساتھ نہیں پی پس جب رات تاریک ہو گئی تو میں نے کڑک سنی اور بجلی چمکتے دیکھی پس اچانک آسمان کے دروازے کھل گئے اور حضرت آدم نوحؑ، ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ اترے جب کہ جبرئیل اور ملائکہ کا ایک گروہ بھی ان کے ساتھ تھا پس جبرئیل تابوت کے قریب گئے اور سر مبارک کو اس سے نکالا اور اسے سینہ سے لگایا اور اس پر بوسہ دیا اس کے بعد تمام انبیاء نے بھی ایسا ہی کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ سر حسین علیہ السلام پر رونے لگے اور انبیاء نے انہیں تعزیت پیش کی اور جبرئیل نے آپ سے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کی امت کے بارے میں میں آپ کی اطاعت کروں اگر آپ حکم دیں تو میں زمین میں ان کے لیے زلزلہ پیدا کر دوں اور اس کے اوپر کو نیچے کر دوں جس طرح میں نے قوم لوط سے کیا تھا تو نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا اے جبرئیل ان کا میرے ساتھ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک موقف اور کھڑے ہونے کی منزل ہے پھر ملائکہ ہماری طرف آئے تاکہ وہ ہمیں قتل کریں تو میں نے کہا الامان الامان یارسول اللہ تو پیغمبرؐ نے فرمایا تو چلا جا خدا تجھے نہ بخشے ،

بارھویں فصل

راہ شام کے واقعات

چند ایک واقعات جو شام کے راستہ میں درپیش آئے۔

معلوم ہونا چاہئیے کہ ان منازل کی ترتیب کہ یہاں ہر مرحلہ میں وہ اترے ہیں وہاں رات بھی گزاری ہے یا صرف وہاں سے عبور کیا ہے معلوم نہیں اور نہ ہی مذکور ہے کتب معتبرہ میں بلکہ اکثر کتب میں تو اہل بیت کی شام کی جانب مسافرت کی کیفیت ہی بیان نہیں ہوئی البتہ بعض واقعات بعض منازل میں واقع ہوئے ہیں کہ جن کی طرف ہم انشاء اللہ اشارہ کریں گے۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں کہا ہے اور آپ کے مناقب یعنی حسین علیہ السلام کے مناقب میں سے وہ ہیں کہ جو ان مشاہد سے ظاہر ہوا کہ جنہیں شہد الراس کہا جاتا ہے کربلا سے کی طرف اور وہ جو ان دونوں کے درمیان ہیں موصل، نصیبین، حماۃ، حمص، دمشق وغیرہ ہیں

مؤلف کہتے ہیں کہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رأس معظم ومقدس کے لیے ان جگہوں پر مشہور مشاہد ہیں باقی رہا وہ مشہد الراس جو دمشق میں ہے وہ تو معلوم ہے اور بیان کا محتاج نہیں ہے اور میں خود اس کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہوں۔

رہا آپ کا مشہد موصل میں تو وہ جیسا کہ روضۃ الشہداء میں ہے کہ جسکا خلاصہ

یہ ہے ان لوگوں نے جب موصل میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اس کے عامل و گورنر کی طرف پیغام بھیجا کہ ان کے لیے زاد و توشہ اور گھاس پوس کا انتظام کرے ان کے لیے شہر کو بھی مزین کرے پس اہل موصل نے اتفاق و اتحاد کیا کہ وہ ان کے لیے تیار کریں جو کچھ انہوں نے چاہا ہے لیکن ان سے یہ استدعا کریں کہ وہ شہر کے اندر داخل نہ ہوں بلکہ اس کے باہر ہی اتریں اور اس میں داخل ہوئے بغیر وہاں سے چلے جائیں پس وہ شہر سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر اترے اور سر مبارک ایک پتھر پر رکھا اور اس پر سر محترم سے خون کا ایک قطرہ گرا اور ہر سال عاشور کے دن وہ قطرہ پھیل جاتا اور اس سے خون ابلنے لگتا اور لوگ اطراف سے وہاں جمع ہوتے اور مراسم عزاداری قائم کرتا اور مجالس و ماتم ہر عاشور کے دن وہاں قائم کرتے اور وہ پتھر عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک باقی رہا پس اس نے پتھر کے وہاں سے منتقل ہونے کا حکم دیا پس اس کے بعد اس کا کوئی اثر اور نشان نہ دیکھا گیا لیکن انہوں نے اس مقام پر ایک قبہ بنایا کہ جس کا نام مشہد النقطہ رکھا۔

باقی رہا وہ سانحہ جو نصیبین میں واقع ہوا تو کامل بہائی میں ہے کہ جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ لوگ جب نصیبین میں پہنچے تو منصور بن الیاس نے شہر کو مزین کرنے کا حکم دیا پس ان لوگوں نے اسے پس انہوں نے اسے ہزار آئینہ سے زیادہ کے ساتھ اسے مزین کیا پس اس ملعون نے چاہا کہ جس کے ساتھ سر حسین علیہ السلام تھا کہ وہ شہر میں داخل ہو لیکن اس کے گھوڑے نے اس کی اطاعت نہ کی اس نے دوسرا گھوڑا تبدیل کیا تو اس نے بھی اطاعت نہ کی اور اسی طرح ہوتا رہا اچانک سر مبارک زمین پر گر پڑا پس اسے ابراہیم موصلی نے اٹھا لیا جب غور سے دیکھا تو حسین علیہ السلام کا سر اسے پایا تو اس نے انہیں لعنت ملامت کی اور توبیخ و سرزنش کی تو اہل شام

نے اسے قتل کر دیا پھر انہوں نے سر مبارک شہر کے باہر قرار دیا اور اسے لیکر شہر میں داخل نہ ہوئے، مؤلف کہتے ہیں کہ شاید سر مبارک کے گرنے والی جگہ مشہد ہو گئی ہے

(کامل بہائی میں ہے کہ سر مبارک کو اٹھانے والے ملاعین قبائل عرب سے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ ان کے خلاف خروج نہ کریں اور ان سے سر مبارک چھین نہ لیں لہٰذا انہوں نے عام اور مشہور راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا اور جب کسی قبیلہ تک پہنچتے تو ان سے علوفہ (گھاس وپوس) کا مطالبہ کرتے اور انہیں کہتے کہ ہمارے ساتھ ایک خارجی کا سر ہے)

باقی رہا وہ مشہد جو حماۃ میں تھا تو بعض کتب میں بعض ارباب مقاتل سے منقول ہے کہ اس نے بعض ان کے مہاجرین نے کہا جب میں نے حج کا سفر کیا تو حماۃ میں پہنچا تو اس کے باغات کے درمیان ایک مسجد دیکھی کہ جو مسجد الحسین علیہ السلام کے نام سے موسوم تھی وہ کہتا ہے کہ میں مسجد کے اندر گیا تو اس کی ایک عمارت میں ایک پردہ دیوار کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھا جب میں نے پردہ اٹھایا تو دیوار میں ایک نصب شدہ پتھر دیکھا اور اس پتھر کی پشت کو جو مضبوطی سے نصب تھی کہ جس پہ گردن کی جگہ بنی ہوئی تھی اور وہاں خشک خون نمایاں تھا مسجد کے ایک خادم سے میں نے پوچھا کہ پتھر اور یہ خون کا اثر کیا ہے تو اس نے کہا کہ شام کی طرف جاتے ہوئے امام حسینؑ کا سر اٹھاتے والوں نے اس سر کو اس پتھر پر رکھا تھا اور اس کا نشان بن گیا ہے الخ

باقی رہا مشہد الراس کہ جو حمص میں ہے تو اس کے حالات مجھے معلوم نہیں ہو سکے جیسا کہ کربلا سے عسقلان تک کے مشہد الراس کے حالات بھی میں نہیں دیکھ سکا۔ البتہ ہمارے مولا اباعبداللہ حسین علیہ السلام کے صحن کے شمالی دروازے کے پہلو

میں ایک مسجد ہے کہ جو مسجد راس الحسین کے نام سے موسوم ہے اور نکوفہ کی پشت پر قائم الغری کے پاس ایک مسجد حنانہ نام کی ایک مسجد ہے کہ جس میں امام حسینؑ کی زیارت اس مناسبت سے کہ آپ کا سر وہاں رکھا گیا مستحب ہے۔

مفید، سید، اور شہید نے باب زیارت امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ میں کہا ہے جب تم علم جو کہ "مسجد حنانہ" ہے تک پہنچو تو وہاں دو رکعت نماز پڑھو۔

اور محمد بن ابو عمیر نے مفضل بن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت صادق علیہ السلام گزرے غری کے راستہ کی طرف جھکے ہوئے ستون کے پاس سے تو آپ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی تو آپ سے لوگوں نے پوچھا یہ کیسی نماز ہے تو آپ نے فرمایا یہ میرے جدامجد حسین علی علیہما السلام کے سر مبارک کی جگہ ہے ان ملاعین نے سر کو یہاں رکھا تھا جب کربلا سے آئے تھے پھر اس کو اٹھا کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے گئے۔

فقہائے عظام کے شیخ واستاد صاحب جواہر الکلام نے کہا ہے ہو سکتا ہے کہ یہ جگہ سر مبارک کے دفن کی جگہ ہو آخر تک جو کچھ انہوں نے نقل کیا ہے کہ جسے میں نقل نہیں کرنا چاہتا بلکہ مجھے تعجب ہے کہ آنجناب رحمہ اللہ نے کس طرح اسے نقل کیا ہے۔

باقی رہا مشہد الراس الشریف،، جو عسقلان میں ہے تو بعض کتب میں ہے کہ وہ مشہور و معروف ہے۔

معلوم ہونا چاہئیے کہ حلب کے قریب ایک مشہد ہے کہ جسے مشہد السقط کا نام دیا گیا ہے جو جبل جوشن پر ہے وہ پہاڑ حلب شہر پر جھکا ہوا ہے اس کی مغربی

جانب شیعوں کا قبرستان ہے کہ جس میں صاحب مناقب ابن شہر آشوب کی قبر ہے اور احمد بن منیر عاملی کی قبر بھی ہے کہ جس کے حالات کتاب امل الامل میں ہیں اور میں نے بھی ان کے حالات الفوائد الرضویہ میں ذکر کیے ہیں

حموی نے معجم البلدان میں جوشن کے سلسلہ میں کہا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں جوشن ایک پہاڑ ہے حلب کی مغربی جانب میں اور اس سے ہی سرخ تانبا نکالا جاتا ہے اور وہ پہاڑ اس کی کان ہے اور کہا گیا ہے کہ جب سے حسین بن علی علیہ السلام کے قیدی اور ان کی خواتین گذریں کہ خراب ہو گیا اور حسین علیہ السلام کی ایک زوجہ حاملہ تھیں یہ وہاں ان کا بچہ سقط ہو گیا پس جو لوگ اس پہاڑ میں کام کر رہے تھے ان سے روٹی یا پانی کا مطالبہ کیا تو انہوں نے انہیں برا بھلا کہا اور کچھ نہ دیا تو اس مخدرہ نے انہیں بد دعا دی اس کے بعد جس کسی نے اس میں کام کیا اسے نفع نہیں ہوا اور اس پہاڑ کے اگلے حصہ میں ایک مشہد ہے کہ جو مشہد السقط کے نام سے مشہور ہے اور مشہد الدکہ والسقط بھی اسے کہتے ہیں اس سقط کا نام محسن بن حسین رضی اللہ عنہ رکھا گیا

مؤلف کہتے ہیں حق رکھتا ہے کہ کہا جائے فانظر الی حظ ھذا الاسم کیف لقی من الاواخر ما لاقی من الاول دیکھو اس نام کا حصہ کہ اس نے اواخر سے وہ کچھ جھیلا جو اول سے جھیلا تھا۔

تیرہویں فصل

اہل بیت کا شام میں ورود

شیخ کفعمی اور ہمارے شیخ بہائی اور محدث کاشانی نے کہا ہے کہ اوّل صفر میں حسینؑ کا مبارک دمشق میں داخل ہوا اور وہ دن بنی امیہ کے ہاں عید کا دن ہے اور یہی وہ دن ہے کہ جس میں دکھ و احزان کی تجدید ہوئی کانت ماتم بالعراق تعدلها امویہ بالشام من اعیادھا۔ شام میں ماتم بپا تھے کہ بنی امیہ شام میں اسے عید منا رہے تھے۔

نیز ابو ریحان سے «الاثار الباقیہ» میں حکایت ہوئی ہے اس نے کہا ہے ماہ صفر کی پہلی تاریخ حسین علیہ السلام کا سر مبارک دمشق میں داخل ہوا کہ جسے یزید نے اپنے سامنے رکھا اور وہ آپ کے اگلے دانتوں پہ چھڑی مارتا تھا اور کہتا تھا میں خندف میں نہیں ہوں آخر اشعار تک

اور مناقب میں ابو مخنف سے ایک روایت میں ہے کہ جب سر حسین یزید کے ہاں لایا گیا تو سر مبارک سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ جو ہر خوشبو سے فائق و بلند تھی۔

اور سید کہتے ہیں کہ وہ لوگ سر حسینؑ اور قیدی لیکر چلے جب دمشق کے قریب گئے تو جناب ام کلثوم شمر کے قریب گئیں اور اس سے کہا کہ مجھے تجھ سے ایک

حاجت ہے تو اس نے کہا تیری کیا حاجت ہے تو آپ نے فرمایا جب ہمیں لیکر شہر میں جاؤ تو ایسے دروازے سے لیکر جاؤ جہاں دیکھنے والے کم ہوں اور ان سے پہلے سے کہو کہ ان سروں کو محملوں کے درمیان سے نکال لے جائیں اور ہمیں ان سے دور رکھیں کیونکہ ہم لوگوں کے دیکھنے سے اس حالت میں رسوا ہوئے ہیں تو اس کے جواب میں اس لعین نے حکم دیا کہ سر نیزوں پر محملوں کے درمیان قرار دیں بغاوت و سرکشی اور کفر کی بناء پر اور انہیں دیکھنے والوں کے درمیان سے اسی حالت میں لے چلا یہاں تک کہ انہیں دمشق کے دروازہ پر لایا پس وہ مسجد جامع کے دروازہ کی سیڑھیوں پر آر کے جہاں قیدیوں کو کھڑا کیا جاتا ہے اور بعض فضلائے تابعین سے روایت ہے کہ جب اس نے شام میں سر حسینؑ کا مشاہدہ کیا تو ایک ماہ تک اپنے آپ کو اپنے ساتھیوں سے مخفی رکھا جب انہوں نے اسے مفقود ہونے کے بعد پایا اور اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کیا دیکھتے نہیں ہو جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے اور اس نے یہ اشعار انشاء کئے۔

جاؤا براسک یا بن بنت محمدؐ۔ مترملا بدمائہ ترمیلا۔ وکانما بک یا بن بنت محمدؐ۔ قتلوا جهارا عامدین رسولا فقتلوک عطشانا ولم یترقبوا۔ فی قتلک التاویل والتنزیل۔ ویکبرون بان قتلت وانما۔ قتلوا بک التکبیر والتہلیلا۔

تیرا سر لیکر آئے اے نواسۂ رسول جب کہ وہ اپنے خون میں لت پت تھا، گویا آپ کی وجہ سے انہوں نے دن دھاڑے جان بوجھ کر رسول کو شہید کیا ہے، تجھے پیاسا انہوں نے قتل کیا اور تیرے قتل کے بارے میں تاویل و تنزیل کی انہوں نے رعایت نہیں کی وہ اس بات پر نعرہ تکبیر بلند کرتے ہیں کہ انہوں نے تجھے قتل کیا حالانکہ تیری وجہ سے انہوں نے تکبیر و تہلیل کو قتل کیا ہے۔

اور بحار میں ہے اور صاحب مناقب نے اپنی سند کے ساتھ زید سے اپنے آباء و اجداد سے روایت کی ہے کہ سہل ابن سعد نے کہا کہ میں بیت المقدس کی طرف نکلا یہاں تک کہ میں وسط شام میں پہنچا اچانک میں ایسے شہر میں پہنچا کہ جس میں نہریں جاری تھیں اور درخت کثرت میں تھے اور لوگوں میں پردے حجاب اور دیباج لٹکائے ہوئے تھے اور خوش و خرم تھے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے تھے اور ان کے پاس عورتیں دف و طبل سے کھیل رہی تھیں تو میں نے اپنے دل میں کہا اہل شام کی کوئی ایسی عید ہم نہیں دیکھتے کہ جسے ہم نہ پہچانتے ہوں پس میں نے کچھ لوگوں کو باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا اے قوم کیا تمہاری شام میں کوئی ایسی عید ہے کہ جسے ہم نہیں جانتے تو انہوں نے کہا اے شیخ ہم سمجھتے ہیں کہ تم اعرابی ہو تو میں نے کہا میں سہل بن سعد ہوں میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو دیکھا ہے تو انہوں نے کہا اے سہل تعجب ہے کہ آسمان سے خون نہیں برستا اور زمین اپنے اہل کے ساتھ دھنس نہیں جاتی میں نے کہا کیوں انہوں نے کہا یہ حسینؑ کا سر ہے جو عترت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ہے جو بطور ہدیہ عراق کی زمین سے لایا گیا ہے پس میں نے کہا تعجب ہے کہ سر حسین علیہ السلام بطور ہدیہ لایا گیا اور لوگ خوش ہو رہے ہیں میں نے کہا کہ وہ کس دروازے سے داخل ہوں گے انہوں نے اشارہ کیا اس دروازے کی طرف کہ جسے باب ساعات کہا جاتا تھا سہل کہتا ہے کہ میں اسی انتظار میں تھا کہ میں نے جھنڈے دیکھے کہ جو ایک دوسرے کے پیچھے تھے اچانک ہمیں ایک گھڑ سوار نظر آیا کہ جس کے ہاتھ میں جھنڈا تھا جس کا پھل اتار گیا تھا جس پر ایک سر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ چہرہ میں سب لوگوں سے زیادہ مشابہ ہے اور اس کے پیچھے میں کچھ خواتین دیکھیں جو ایسے اونٹوں پر سوار

تھیں کہ جن پر کوئی بچھونا نہیں تھا پس بیں ان میں سے پہلے اونٹ کے قریب گیا اور میں نے کہا اے بچی تو کون ہے تو اس بی بی نے فرمایا میں سکینہ بنت الحسین ع ہوں تو میں نے کہا تجھے کوئی حاجت ہے میرے پورا کرنے کی میں سہل بن سعد ہوں ان لوگوں میں سے کہ جنہوں نے آپ کے نانا کو دیکھا ہے اور ان کی حدیث سنی ہے تو اس بی بی نے کہا اے سعد اس سر والے سے کہہ کہ وہ سر مبارک کو ہم سے آگے لے جائے تاکہ لوگ اسے دیکھنے میں مشغول ہوں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے حرم مطہر کو نہ دیکھیں سہل کہتے ہیں کہ پس میں سر والے کے قریب گیا اور اس سے کہا کیا تو میری حاجت پوری کرے گا کہ جس کے بدلے مجھ سے چار سو دینار لے لے اس نے کہا وہ حاجت کیا ہے تو میں نے کہا کہ سر کو اہل حرم کے آگے لے جا تو اس نے ایسا کیا اور میں نے جو اس سے وعدہ کیا تھا وہ اسے دیدیا اور پھر سر مبارک ایک ڈبہ میں رکھا گیا اور یزید لعنہ اللہ کے دربار میں وہ داخل ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا جب کہ یزید تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سر پر تاج تھا جس میں در و یاقوت جڑے ہوئے تھے اور اس کے گرد قریش کے بڑے بوڑھے تھے جب وہ سر والا داخل ہوا تو اس نے یہ اشعار کہے۔ اوقر رکابی فضۃ وذھبا۔ انا قتلت السید المحجبا۔ قتلت خیر الناس اما وابا و خیرھم اذ ینسبون النسبا۔ میری رکاب سونے چاندی سے بھر دے میں نے ایسے سردار کو قتل کیا ہے جو حجاب اور دربانوں کے پیچھے رہتا تھا میں نے اسے قتل کیا ہے جو بہترین ماں باپ کا بیٹا تھا اور جب نسب بیان کیا جائے تو بہترین نسب رکھتا تھا۔

یزید نے کہا اگر تو جانتا تھا کہ وہ سب لوگوں سے بہتر ہے تو پھر اسے کیوں

قتل کیا تو اس نے کہا تجھ سے انعام کی امید رکھتا تھا یزید نے اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا پس اس کا سر کاٹ دیا گیا اور حسینؑ کا سر سونے کے ایک طبق میں رکھا گیا اور وہ لعین کہہ رہا تھا کیسے دیکھا تو نے اے حسینؑ انتھی۔

مؤلف کہتے ہیں کہ صاحب کامل بہائی نے سہل بن سعد کی خبر اختصار کے ساتھ لکھی ہے اور اس روایت میں ہے کہ میں نے سر نیزوں پر دیکھے اور ان کے آگے آگے عباس بن علی علیہ السلام کا سر تھا اور امام علیہ السلام کا سر سب سروں کے پیچھے اور مخدرات کے آگے تھا اور سر مبارک عظیم ہیبت رکھتا تھا کہ جس سے نور چمکتا تھا آپ کی ریش مبارک مدوّر تھی کہ جس میں سفید بال ملے ہوئے تھے اور وسمہ کا خضاب لگایا ہوا تھا آپ کی آنکھیں موٹی اور سیاہ تھیں اور ابرو ملے ہوئے تھے پیشانی بلند اور ناک کشیدہ تھی اور آسمان کی جانب متبسم تھے اور آنکھ افق کی طرف لگی ہوئی تھی اور ہوا آپ کی ریش مبارک کو دائیں بائیں حرکت دیتی تھی گویا علی امیرالمومنین تھے، مزین کریں پس اسے اور یہ بھی کامل بھائی میں ہے کہ اہل بیت کو تین دن تک شام کے دروازے پر روک رکھا تھا تاکہ شہر کی اس طرح زینت کی گئی کہ جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا تھا اس کے بعد پانچ لاکھ شام کے مرد اور عورتیں حلقے باندھے ہوئے دف و طنبورے بجاتے ہوئے ان کے استقبال کو گئے اور بڑے بڑے لوگ طبل طنبورے اور بگل بجاتے تھے اور ان میں سے ہزار ہا مرد جوان اور عورتیں رقص کرتے اور دف و طبل و طنبورے بجا رہے تھے اور تمام اہل شام نے رنگ برنگے لباس سے مزین سرمے اور خضاب لگائے ہوئے تھے اور بدھ کا دن اور ربیع الاول کی سولہ تاریخ تھی اور شہر سے باہر لوگوں کی کثرت محشر کے میدان کی طرح تھی جو ٹھاٹھیں مار رہی تھی جب دن چڑھا تو سروں کو شہر میں داخل

کیا گیا اور زوال کے وقت یزید بن معاویہ کے دروازے تک کثرت اژدھام کی بناء
انتہائی تھکن کے ساتھ پہنچے اور یزید کے لیے تخت بچھایا گیا جو جواہرات سے مرصع
اور اس کا گھر انواع و اقسام کی زینتوں سے مزین تھا اور اس کے تخت کے اطراف
میں سونے اور چاندی کی کرسیاں تھیں پس یزید کا حاجب و دربان باہر آیا اور
ان لوگوں کو اس کے دربار میں داخل کیا گیا کہ جن کے ساتھ سرہائے شہداء تھے
جب وہ یزید کے دربار میں گئے تو انہوں نے کہا امیر کی عزت و احترام برقرار رہے
ہم نے ابوتراب کے اہل بیت کو قتل کیا ہے اور ان کی جڑ کاٹ دی ہے پھر
انہوں نے تفصیلی حالات بیان کیے اور سرہائے شہداء اس کے پاس رکھ دیئے
اور اس ساری مدت میں کہ جب اہل بیت علیہم السلام ان کے ہاتھوں قید تھے
اور چھیاسٹھ دن تھے کسی شخص میں یہ قدرت نہیں کہ وہ ان کو سلام کر سکتا پس اچانک
اس دن اہل شام میں سے ایک بوڑھا علی بن الحسینؑ کے قریب گیا اور اس نے
کہا حمد ہے اس خدا کی جس نے تم لوگوں کو قتل کیا الخ

شیخ مفید فرماتے ہیں جب وہ یزید کے دروازے تک پہنچے تو محفر بن ثعلبہ
نے آواز بلند کی اور کہا یہ محفر بن ثعلبہ ہے جو امیر . . . کے پاس (معاذ اللہ) لئام
فجرہ کو لیکر آیا ہے تو اسے جناب علی بن الحسین علیہ السلام نے جواب دیا جسے ام
محفر نے جنا ہے وہ بڑا (زیادہ شریر خ ل) اور زیادہ لئیم و کمینہ ہے اور بعض نے
کہا ہے کہ یزید نے اسے یہ جواب دیا۔

اور شیخ صدوق عطر اللہ مرقدہ نے امالی میں ابن زیاد کے حاجب سے ایک
حدیث میں کہ جس کا ابتدائی حصہ ہم عبید اللہ بن زیاد کے دربار کے واقعات میں
نقل کر چکے ہیں روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ قتل حسین علیہ السلام کی بشارتیں مختلف

نواحی واطراف میں ابن زیاد نے بھیجیں پھر قیدیوں اور سر حسینؑ کے متعلق حکم دیا اور انہیں شام لے گئے مجھ سے ایک جماعت نے کہ جو اس ساتھ میں نکلے تھے بیان کیا ہے کہ وہ راتوں میں حسین علیہ السلام پہ جنات کی نوحہ وزاری صبح تک سنتے تھے اور انہوں نے کہا جب ہم دمشق میں وارد ہوئے تو خواتین اور قیدیوں کو دن دہاڑے شہر میں داخل کیا گیا تو جفا کار اہل شام نے کہا کہ ہم نے اللہ سے زیادہ اچھے قیدی نہیں دیکھے تم لوگ کون ہو تو جناب سکینہ بنت الحسینؑ نے فرمایا ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے قیدی ہیں پس انہیں مسجد کی سیڑھیوں پہ کھڑا کیا گیا جہاں قیدیوں کو کھڑا کیا جاتا تھا اور ان میں علی بن الحسین علیہ السلام بھی تھے اور آپ اس وقت نوجوان تھے پس ان کے پاس اہل شام کے بوڑھوں میں سے ایک بوڑھا شخص آیا اور اس نے کہا حمد ہے اس خدا کی جس نے تمہیں قتل کیا اور تمہیں ہلاک کیا اور فتنہ وفساد کے سینگھ کاٹ دیئے پس اس نے انہیں سب وشتم اور برا بھلا کہنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جو اس کی گفتگو ختم ہوئی تو اس سے جناب علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا کیا تو نے اللہ عزوجل کی کتاب پڑھی ہے اس نے کہا ہاں تو فرمایا کیا یہ آیت تمہیں پڑھی قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ۔ "کہہ دے کہ میں تم سے قربیٰ کی مودت کے علاوہ کوئی اجرت نہیں مانگتا" اس نے کہا ہاں پڑھی ہے فرمایا وہ قربیٰ ہم ہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا کیا یہ آیت پڑھی ہے وآت ذاالقربیٰ حقہ ۔ ذی القربیٰ کو ان کا حق دے" اس نے کہا ہاں فرمایا وہ ہم ہیں بس تو نے یہ آیت پڑھی ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً ۔ "بس اللہ کا ارادہ ہے کہ تم اہل بیت سے ہر قسم کی پلیدگی کو دور رکھے اور تم کو اس طرح پاک رکھے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے"

اس نے کہا ہاں پڑھی ہے فرمایا وہ ہم ہیں پس شامی نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا پھر کہا خدایا میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ یہ تین مرتبہ کہا۔ خدایا میں دشمن آل محمد سے اور اہل بیت محمد کے قاتلوں سے تیری بارگاہ میں بیزاری اور تبرا کرتا ہوں میں نے قرآن تو پڑھا ہے لیکن آج تک اس دن سے پہلے مجھے یہ شعور وعلم پیدا نہیں ہوا۔

اور شیخ طوسی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب علی بن الحسین علیہ السلام آئے جب کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہو چکے تھے تو ابراہیم بن طلحہ بن عبداللہ آپ کے سامنے آیا اور کہا اے علی بن الحسین فتح کس کی ہوئی آپ نے سر ڈھانپا ہوا تھا اور آپ محمل میں تھے آپ نے فرمایا پس علی بن الحسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا اگر تو جاننا چاہے کہ فتح کس کی ہوئی تو جب نماز کا وقت ہو تو اذان واقامت کہنا (تو معلوم ہو جائے گا کہ کسے فتح ہوئی)

دینوری کی اخبار الطوال میں ہے مؤرخین نے کہا ہے پھر ابن زیاد نے علی بن الحسین اور اہل حرم میں سے جو آپ کے ساتھ تھے انہیں تیار کیا اور یزید بن معاویہ کی طرف زحر بن قیس اور محفز بن ثعلبہ اور شمر بن ذی الجوشن کے ساتھ بھیجا پس وہ وہ لوگ چلے یہاں تک کہ شام میں پہنچے اور یزید بن معاویہ کے دربار میں دمشق شہر میں داخل ہوئے اور ان کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک بھی داخل کیا گیا اور اسے اس لعین کے سامنے پھینکا اس کے بعد شمر بن ذی الجوشن نے گفتگو شروع کی اور کہا اے امیر۔۔۔۔ ہم پر یہ (حسین) اپنے اہل بیت کے اٹھارہ اور اپنے شیعوں میں سے ساٹھ افراد کے ساتھ وارد ہوئے پس ہم ان کی طرف گئے پس ہم نے ان سے ہمارے امیر عبیداللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے

یا جنگ کرنے کے بارے میں سوال کیا الخ

اور مؤرخین کے درمیان مشہور یہ ہے کہ یہ کلمات زحر بن قیس لعنۃ اللہ کے ہیں اور ہم یہ بات ابن زیاد کے پاکیزہ سروں کو شام بھیجنے کی فصل میں وارد کر چکے ہیں۔

اس کے بعد حسین علیہ السلام کے گھرانے کی خواتین کو یزید کے دربار میں داخل کیا گیا تو یزید کے خاندان کی عورتیں اور معاویہ کی بیٹیاں اور گھر کی عورتوں نے چیخ و پکار کی واویلا کی آواز بلند کی اور ماتم برپا کیا اور حسین علیہ السلام کا سر اس کے سامنے رکھا گیا تو جناب سکینہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے یزید سے زیادہ سنگدل اور اس سے زیادہ برا اور زیادہ جفا کار کافر و مشرک نہیں دیکھا اور اس نے سر مقدس کی طرف دیکھا اور یہ کہنا شروع کیا لیت اشیاخی ببدر شھدوا۔ جزع الخزرج من وقع الاسل۔ کاش میرے بڑے بوڑھے بدر والے تلوار پڑنے سے خزرج کا نالہ و فریاد دیکھتے،، اس کے بعد اس نے حکم دیا سر حسین علیہ السلام کے بارے میں کہ اسے مسجد دمشق کے دروازے پر نصب کیا جائے اور سبط نے تذکرہ میں کہا ہے کہ یزید سے مشہور یہ ہے تمام روایات میں کہ جب سر مطہر اس کے سامنے لایا گیا تو اس نے اہل شام کو جمع کیا اور خیزران کی چھڑی آپ کے دندان مبارک پر مارتا اور ابن زبعری کے اشعار لیت اشیاخی ببدر شھدوا۔ پڑھتا تھا یہاں تک کہ سبط نے کہا ہے اور زہری نے کہا جب سر ہائے شہداء آئے تو یزید جیرون کی اپنی نظارہ گاہ میں تھا پس اس نے خود سے یہ اشعار پڑھے لما بدت تلک الحمول واشرقت تلک الشموس علی ربا جیرون نعب الغراب فقلت صح او لا تصح۔ فلقد قضیت من الغریم دیونی جب ظاہر ہوئے

یہ محل اور چمکے آفتاب جیرون کے ٹیلوں پر تو کوے نے موت کی صدا بلند کی میں نے اس سے کہا تم چیخو یا نہ چیخو میں نے اپنے مقروض سے قرضے چکا لیے ہیں۔

اور ابن ابوالانبیا نے کہا ہے جب اس نے چھڑی سے آپ کے اگلے دانتوں کی بے احترامی کی تو حصین بن حمام مری کے اشعار پڑھے صبرنا وکان الصبر مناسجیۃ ٭ یاسیا خنا یفرین ھاما دمحصماء نفلق ھامامن رؤس احبۃ ٭ الینا وھم کانوا اعق واظلما "صبر کیا اور صبر کرنا ہماری عادت ہے ہم اپنی ان تلواروں سے کہ جو سروں اور کلائیوں کو چیرتی ہیں اپنے دوستوں کے سر کھول دیئے چونکہ وہ زیادہ نافرمان اور زیادہ ظالم تھے مجاہد نے کہا ہے خدا کی قسم لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں رہا کہ جس نے یزید کو سب وشتم نہ کیا ہو اور اسے عیب نہ لگایا ہو اور اس کا ساتھ نہ چھوڑ دیا ہو۔

ابن ابوالانبیا کہتا ہے اور اس کے پاس ابو برزہ اسلمی (صحابی) موجود تھے تو انہوں نے اس سے کہا اے یزید اپنی چھڑی اٹھا لے پس خدا کی قسم کہ میں نے طویل مدت تک دیکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کو ان دانتوں کے بوسے لیتے ہوئے۔

(سبط ابن جوزی کہتا ہے میرے نانا نے کہا اس سے تعجب نہیں ہے کہ ابن زیاد نے حسینؑ سے جنگ کی اور عمر سعد اور شمر کو آپ کو شہید کرنے پر مسلط کیا اور آپ کا سر اس لعین کے پاس لے گئے تعجب تو اس بات کا ہے کہ یزید نے بدبختی کو انتخاب کیا اور آپ کے دندان مبارک پر چھڑی ماری اور آل رسول کو قید کیا اور بے پالانے اونٹوں پر انہیں سوار کیا اور چاہتا تھا کہ فاطمہؑ دختر حسینؑ اس مرد شامی کو بخش دے کہ جس نے اس سے درخواست کی تھی اور تعجب اس بات کا ہے کہ اس نے ابن زبعری کے اشعار (لیت اشیاخی الخ) پڑھے)

ابن جوزی نے کتاب "الرد علی المتعصب العنید" میں کہا کہ عمر سعد اور عبیداللہ بن زیاد کے فعل پر تعجب نہیں ہے تعجب تو یزید کی بدبختی اور اس کے چھڑی سے حسین علیہ السلام کے دندان مبارک پر مارنے اور مدینہ رسول کو غارت کرنے اور لوٹنے پر ہے کیا جائز ہے کہ یہ کام خوارج کے ساتھ کیا جائے کیا شریعت میں نہیں ہے کہ خارجیوں کو بھی دفن کیا جائے باقی رہا اس کا یہ کہنا کہ میں انہیں سب وشتم کرتا ہوں تو یہ ایسی چیز ہے کہ جس کے کرنے والے اور اس پر لعنت کرنے کا اعتقاد رکھنے والے کو قانع نہیں کیا جا سکتا اور اگر وہ لعین سر مبارک کا احترام کرتا اس کے پاس اس کے پہنچنے کے وقت اور اس پر نماز پڑھتا (یا درود پڑھتا) اور اس کو طشت میں نہ رکھتا اور خیزران کی چھڑی سے اسے نہ مارتا تو اس میں اس کا کیا ضرر ونقصان تھا جب کہ ان کی شہادت سے اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا لیکن زمانہ جاہلیت کے حقد وکینے تھے اور اس کی دلیل وہ اشعار ہیں کہ جو اس نے پڑھے کہ جن کا ذکر گزر چکا ہے (لیت اشیاخی ببدر شہدوا)

اور ابن عبد ربہ اندلسی نے عقد الفرید میں ریاشی سے اس کی اسناد کیا تھ محمد بن (علی بن الحسین) بن علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ہمیں یزید بن معاویہ کے پاس لایا گیا اور ہم بارہ تو خیز تھے اور اس وقت ہم میں سے سب سے زیادہ بڑے علی بن الحسین علیہ السلام تھے پس ہمیں اس کے دربار میں داخل کیا گیا جب کہ ہم میں سے ہر ایک کا ہاتھ اس کی گردن سے بندھا ہوا تھا پس اس نے ہم سے کہا کہ اہل عراق کے غلاموں نے تمہارا محاصرہ کیا اور مجھے ابو عبداللہ کے خروج اور ان کے قتل ہونے کا علم نہیں ہوا۔

اور شیخ ابن نما نے کہا ہے کہ علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا ہمیں یزید کے دربار میں داخل کیا گیا ہم بارہ افراد تھے جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے تو میں نے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں اے یزید تمہارا رسول کے بارے میں کیا گمان ہے اگر آنحضرت ہمیں اس حالت میں دیکھیں تو اس نے کہا اے اہل شام ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ ایک ملعون شخص نے ایسا قبیح جملہ کہا کہ جسے نقل کرنا میں پسند نہیں کرتا۔

پس نعمان بن بشیر نے اس سے کہا ان کے ساتھ وہ سلوک کرو جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ ان کے ساتھ سلوک کرتے اگر انہیں اس نامرادی (اس ہئیت ظلم) میں دیکھتے۔

اور فاطمہ بنت حسین علیہ السلام نے فرمایا اے یزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی بیٹیاں قیدی و اسیر ہیں پس لوگ رونے لگے اور اس کے گھر والوں نے رونا شروع کیا یہاں تک کہ آوازیں بلند ہوئیں پس علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا اور میں طوق سلاسل میں تھا پس نے کہا کیا مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیتے ہو تو اس لعین نے کہا بات کرو لیکن کوئی بیہودہ اور فضول بات نہ کرنا میں نے کہا میں ایسے مؤقف میں کھڑا ہوں کہ مجھ جیسے انسان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ بیہودہ اور فضول بات کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے اگر آپ مجھے طوق پہنے دیکھیں تو یزید نے اپنے اطرافیوں سے کہا کہ اسے اتار دو۔

مسعودی کی کتاب اثبات الوصیہ میں ہے کہ جب حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو علی بن الحسین کو اہل حرم کے ساتھ لے گئے اور انہیں یزید لعین کے دربار میں داخل

کیا گیا اور آپ کے فرزند ابو جعفرؑ دو سال اور چند ماہ کے تھے اور انہیں بھی ان کے ساتھ دربار میں داخل کیا گیا پس جب یزید نے انہیں دیکھا تو آپ سے کہا اے علی کیسا دیکھا تو آپ نے فرمایا میں نے وہ کچھ دیکھا جو اللہ عزوجل نے آسمانوں اور زمین کی خلقت سے پہلے فیصلہ اور مقدر کیا تھا پس یزید نے آپ کے معاملہ میں اپنے ہم نشینوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے آپ کو شہید کرنے کا مشورہ دیا اور انہوں نے ایسی خبیث بات کی کہ جسے نقل کرنا مجھے پسند نہیں تو ابو جعفر علیہ السلام نے گفتگو کرنے میں پہل کی اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد یزید سے کہا انہوں نے تجھے جو مشورہ دیا وہ اس کے خلاف ہے جو فرعون کے ہم نشینوں نے جب اس نے موسیٰ و ہارون کے متعلق مشورہ لیا تھا اسے مشورہ دیا انہوں نے اس سے کہا تھا کہ موسیٰ اور اس کے بھائی کو مہلت دے اور انہوں نے ہمارے قتل کا مشورہ دیا ہے اور اس کا سبب اور علت ہے یزید نے کہا وہ کیا سبب اور وجہ ہے فرمایا وہ شریف و نجیب ماؤں کے بیٹے تھے اور یہ غیر شریف اور غیر نجیب ماؤں کی اولاد ہیں کیونکہ انبیاء اور ان کی اولاد کو زنا زادہ کی اولاد کے علاوہ کوئی قتل نہیں کرتا یزید نے سر نیچے کر لیا۔

سبط کے تذکرہ میں ہے کہ علی بن الحسین علیہ السلام اور خواتین عصمت رسیوں سے بندھے ہوئے تھے تو حضرت علیؑ (زین العابدین) نے اس سے پکار کر کہا اے یزید تیرا کیا گمان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے بارے میں اگر آپ ہمیں رسیوں میں بندھا ہوا برہنہ اونٹوں کے پالانوں پر دیکھیں تو ان لوگوں میں کوئی ایسا نہیں تھا جس نے گریہ نہ کیا ہو۔

شیخ مفید اور ابن شہر آشوب نے کہا کہ جب سرہائے شہداء یزید کے سامنے رکھے گئے کہ جن میں حسین علیہ السلام کا سر بھی تھا تو وہ لعین اپنی چھڑی آپ کے دانتوں

پر مارنے لگا اس کے بعد اس نے کہا جنگ بدر کے دن کے بدلے یہ دن ہے اور
کہنے لگا "نفلق هاماعن رجال اعزۃ علینا وهم کانوا اعق واظلماء"
—— ہم ایسے مردوں کی کھوپڑیوں کو چیرتے ہیں جو ہمیں عزیز ہیں کیونکہ وہ
زیادہ نافرمان اور زیادہ ظالم تھے۔
پس یحیی بن حکم مروان بن حکم کے بھائی نے کہا کہ جو یزید کے پاس بیٹھا ہوا تھا
"لهام بادنی الطف ادنی قرابة عن ابن زیاد العبد ذی الحسب
الرذل ء امیة امسی نسلها عدد الحصی وبنت رسول اللہ لیس طانسل
میدان طف میں جو مارا گیا ہے وہ زیادہ قریبی ہے پست فطرت ابن زیاد غلام
سے امیہ کی نسل ریت کے ذرات کے برابر ہے جب کہ دختر رسول خدا کی نسل نہیں
رہی، یزید نے یحیٰی کے سینہ پر گھونسا مارا اور کہا خاموش رہ تیری ماں نہ ہو اور
ابوالفرج نے کلبی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ عبدالرحمن بن حکم بن ابوالعاص
یزید بن معاویہ کے پاس تھا جب کہ عبیداللہ بن زیاد نے حسین بن علی علیہما السلام کا
سر مبارک اس کے پاس بھیجا تھا پس جب سر اطہر طشت میں اس کے سامنے رکھا گیا تو
عبدالرحمن رو پڑا پھر اس نے کہا "ابلغ امیرالمؤمنین فلا تکن کموتر قوس
ولیس لها وتر بتل لهام بجنب الطف الابیات" یزید کو یہ خبر پہنچا دے
کہ اس کمان کے کھینچنے والا نہ ہو جس میں تیر نہیں وہ جو کربلا میں مارا گیا تا آخر اشعار
در ابن نما کی روایت میں ہے کہ حسن بن حسن نے جب یزید کو دیکھا کہ وہ چھڑی
مار رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے دھن مبارک کی جگہ پر تو اس نے کہا
واھلاہ ھلتیۃ ذلت وانسوائی رسمیۃ امسی تسلها عدد الحصی وبنت رسول اللہ
لیس لها نسیلها"۔ کی نسل تو ریت کے ذرات کے برابر ہے اور دختر رسول کی نسل

باقی نہیں رہی۔

ہمارے شیخ صدوق نے فضل بن شاذان سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے سنا آپ فرما رہے تھے جب سر حسینؑ شام کی طرف لے جایا گیا تو یزید نے حکم دیا کہ اسے رکھا جائے اور اس کے اوپر دستر خوان بچھایا پس وہ اور اس کے ساتھی کھانا کھانے لگے اور فقاع (جو کی شراب) پینے لگے جب وہ لعین فارغ ہوئے تو اس نے سر کے بارے میں حکم دیا تو اسے طشت میں تخت کے نیچے رکھا اور اس پر شطرنج کا صفحہ بچھایا اور شطرنج کھیلنے لگا اور امام حسین ان کے والد گرامی اور ان کے جدا مجد کا تمسخر کے ساتھ نام لیتا تھا اور جب اپنے مدمقابل پر غالب آتا تو فقاع کے تین گھونٹ پیتا اور بقیہ طشت کی قریبی زمین پر پھینکتا تو جو بھی فقاع یا شطرنج کو دیکھے تو حسین کو یاد کرے اور یزید و آل یزید پر لعنت کرے تو اللہ عزوجل اس لیے اس کے گناہوں کو مٹا دے گا چاہے وہ ستاروں کی تعداد میں کیوں نہ ہوں اور آنجناب ہی سے روایت ہے سب سے پہلے جس کے لیے شام میں فقاع شراب بنائی گئی وہ یزید بن معاویہ لعنۃ اللہ تھا فقاع شراب حاضر کی گئی جب کہ وہ دستر خوان پر تھا اور اسے اس نے سر حسینؑ پر بچھایا ہوا تھا پس وہ اسے خود پینے اور اپنے ساتھیوں کو پلانے لگا اور وہ کہتا تھا پیو کہ یہ مبارک شراب ہے اور اس کی برکت میں سے یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم اسے پی رہے ہیں اور ہمارے دشمن حسینؑ کا سر ہمارے سامنے ہے اور ہمارا دستر خوان اس کے اوپر بچھا ہوا ہے اور ہم کھا رہے ہیں اور ہمارے نفس سکون میں اور دل مطمئن ہیں پس جو ہمارے شیعوں میں سے ہو وہ فقاع کے پینے سے اجتناب کرے کیونکہ یہ ہمارے دشمنوں کی شراب ہے۔

کامل بہائی میں کتاب حاویہ سے ہے کہ یزید نے شراب پی اور اس میں سے کچھ سر مبارک سید الشہداء پر پھینکی پس یزید کی بیوی نے سر اطہر اٹھا لیا اور اسے پانی سے دھویا اور گلاب کے پانی سے معطر کیا تو اس نے اس رات عالم خواب میں سیدۃ النساء فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کہ جو اس کے اچھے سلوک کی وجہ سے اس کے گناہوں کی بخشش کا وعدہ کر رہی تھیں۔

شیخ مفید نے کہا اس کے بعد یزید نے جناب علی بن الحسین علیہ السلام سے کہا آپ کے باپ نے مجھ سے قطع رحمی کی اور میرے حق کو نہ پہچانا اور میری سلطنت کے سلسلہ میں نزاع اور جھگڑا کیا تو اللہ نے اس کے ساتھ وہ کچھ کیا جو آپ دیکھ رہے ہیں تو علی بن الحسین علیہما السلام نے فرمایا "ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا ان ذلک علی اللہ یسیر" نہیں کوئی مصیبت جو زمین میں آئے یا تمہارے نفسوں میں مگر یہ کہ وہ ایک کتاب میں ہے اس سے پہلے کہ ہم اسے خلق کرتے یہ بات اللہ کے لیے آسان ہے تو یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا اس کا جواب دو (اس کے قول کی تردید حل کرو) لیکن خالد نہ سمجھ سکا کہ کس طرح تردید کرے تو یزید نے اس سے کہا کہو وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر جو مصیبت بھی تمہیں پہنچے وہ بسبب اس کے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کسب کیا ہے اور بہت سی چیزوں کو معاف کر دیتا ہے پھر اس نے عورتوں اور بچوں کو بلایا اور انہیں اس کے سامنے بٹھایا گیا پس اس نے ان کی بری ہیئت و کیفیت دیکھی تو کہنے لگا خدا برا کرے ابن مرجانہ کا اگر تمہارے اور اس کے درمیان کوئی قرابت و رشتہ داری ہوتی اور رحم ہوتا تو تم سے یہ سلوک نہ کرتا اور نہ ہی تمہیں اس حالت میں بھیجتا۔

علی بن ابراہیم قمی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب حسین بن علی علیہما السلام کا سر یزید کے دربار میں داخل کیا گیا اور علی بن الحسین اور امیر المومنین علیہ السلام کی شہزادیوں کو اس کے دربار میں داخل کیا گیا اور علی بن الحسین کو طوق و سلاسل پہنائے گئے تھے تو یزید لعنۃ اللہ نے کہا اے علی بن الحسین حمد ہے اس خدا کی جس نے تمہارے باپ کو قتل کیا تو علی بن الحسین نے فرمایا خدا اس پر لعنت کرے جس نے میرے باپ کو قتل کیا آپ نے فرمایا کہ یزید سیخ پا ہو گیا اور حکم دیا آپ کا سر قلم کرنے کا تو علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا اگر تو نے مجھے قتل کر دیا تو رسول زادیوں کو ان کے گھروں تک کون پہنچائے گا جب کہ میرے علاوہ ان کا کوئی محرم نہیں ہے تو اس نے کہا تم ہی انہیں ان کے گھروں کو واپس لے جاؤ گے فوراً اس نے سوہان طلب کیا اور اپنے ہاتھ سے وہ طوق آنجناب کی گردن سے سوہان کے ساتھ کاٹا اور کہا تم جانتے ہو کہ میرا مقصد کیا تھا آپ نے فرمایا ہاں تیرا مقصد یہ تھا کہ کسی کا مجھ پر احسان و منت نہ ہو تو یزید نے کہا یہی خدا کی قسم میرا ارادہ تھا اس کے بعد یزید نے کہا اے علی بن الحسین "ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے تو اس کا سبب تمہارے ہاتھ سے کسب شدہ افعال ہیں" تو علی بن الحسینؑ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں یہ آیت ہمارے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہم میں تو یہ آیت نازل ہوئی ہے "ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا" کوئی مصیبت زمین میں یا تمہارے نفسوں میں نہیں پہنچتی مگر وہ کتاب میں ہے اس سے پہلے کہ ہم انہیں پیدا کرتے" پس ہم وہ ہیں کہ جو اس پر افسوس نہیں کرتے جو فوت ہو گیا اور نہ ہم خوش ہوتے ہیں اس چیز پہ کہ جو ہمیں

سے ہمارے پاس آئے۔

اور کتاب عقد الفرید میں ہے وہ کہتا ہے کہ حسین علیہ السلام کوفہ کی طرف یزید بن معاویہ کی حکومت کو مبغوض و ناپسند کرتے ہوئے نکلے تو یزید نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھا جو کہ اس کا گورنر تھا عراق میں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حسین کوفہ کی طرف چل پڑے ہیں زمانوں میں سے تیرا زمانہ اور شہروں میں سے تیرا شہر اور عمال و گورنروں میں سے تم اس میں مبتلا ہوئے اور اس امتحان کی وجہ سے تو آزاد ہو کر رہے گا یا غلامی کی طرف پلٹ جائے گا پس عبید اللہ نے آپ کو شہید کر کے آپ کا سر مبارک اور آپ کا خاندان یزید کی طرف بھیجا جب اس کے سامنے سر مبارک رکھا گیا تو اس نے حصین بن حمام مزنی کے قول سے تمثیل کیا نفلق ھاماً من رجال العزۃ علینا وھم کانوا اعق واظلما "ہم ایسے مردوں کی کھوپڑیاں چیرتے پھاڑتے ہیں کہ جو ہمیں عزیز اور ان کی موت ہمارے لیے دشوار ہے لیکن وہ زیادہ نافرمان اور زیادہ ظالم تھے۔ اور آپ سے علی بن الحسین نے کہا اور آپ قید میں تھے اللہ کی کتاب شعر کی نسبت اولویت رکھتی ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا ان ذلک علی اللہ یسیر جو کوئی مصیبت زمین میں اور تمہارے نفسوں میں نہیں آتی مگر کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے جاری کرتے اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور "اس پر افسوس نہ کرو جو کچھ تمہارے ہاتھ سے نکل گیا ہے اور خوشی نہ کرو اس چیز پر جو خدا نے تمہیں دی ہے خدا کسی متکبر اور نازو نخرے کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا" یزید سیخ پا ہو گیا اور اپنی داڑھی سے کھیلنے لگا پھر اس نے کہا اس آیت کے علاوہ آیت اللہ کی کتاب کی

تیرے ساتھ اور تیرے باپ کے ساتھ اولویت رکھتی ہے خدا فرماتا ہے "وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر" جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے تمہارے ہاتھوں کے افعال کے کسب کی وجہ سے ہے اور بہت سے گناہ معاف کرتا ہے اے اہل شام ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے پس ان میں سے ایک شخص نے معلوم ملعون بات کہی تو نعمان بن بشیر انصاری نے کہا آپ دیکھیں کہ رسول اللہؐ ان سے کیا سلوک کرتے اگر آپ انہیں اس حالت میں دیکھتے آپ بھی وہی سلوک ان سے کریں یزید نے کہا تو نے سچ کہا ہے الخ

اور مناقب وغیرہ میں ہے روایت ہوئی ہے کہ یزید لعنہ اللہ عقیلہ بنی ہاشم کی طرف متوجہ ہوا کہ وہ مخدومہ گفتگو کریں تو عقیلہ سلام اللہ علیہا نے علی بن الحسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا وہ ہمارے سردار اور قوم کے خطیب ہیں پس سید سجاد نے یہ اشعار انشاء فرمائے "لا تطمعوا ان تھینونا فنکرمکم وان نکف الاذی منکم وتؤذوناء اللہ یعلم انا لانحبکم ولانلومکم ان لم تحبونا" یہ طمع و لالچ نہ رکھنا کہ تم تو ہماری اہانت کرو اور ہم تمہارا اکرام و احترام کریں اور یہ کہ ہم تو اذیت و تکلیف تم سے روکے رکھیں اور تم ہمیں اذیت دو اللہ جانتا ہے کہ ہم تم سے محبت نہیں رکھتے اور نہ تمہیں اس بات پہ ملامت کرتے ہیں کہ تم ہم سے محبت نہیں کرتے یزید نے کہا اے نوخیز لڑکے تم نے سچ بات کہی ہے لیکن تمہارے باپ اور تمہارے دادا نے چاہا کہ وہ امیر ہوں حمد ہے اس خدا کی جس نے ان دونوں کو قتل کیا اور دونوں کا خون بہایا تو آپ نے فرمایا کہ نبوت و امارت ہمیشہ میرے آباء و اجداد کے لیے رہی اس وقت سے کہ جب ابھی تو پیدا ہی نہیں ہوا تھا اسی لیے تو جناب سکینہ کہتی تھیں کہ میں نے یزید سے زیادہ سنگ دل

نہیں دیکھا اور نہ ہی اس سے زیادہ برا اور زیادہ جفا کار کافر مشرک دیکھا ہے:

اور کتاب مناقب میں یحیی بن حسن سے روایت ہے کہ یزید نے علی بن الحسین علیہ السلام سے کہا آپ کے باپ پر تعجب ہے کہ وہ علی اور علی نام رکھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میرے بابا اپنے بابا سے محبت رکھتے تھے لہذا بار بار انہیں کے نام پر نام رکھتے تھے۔

سید فرماتے ہیں پھر اس نے حسینؑ کا سر اپنے سامنے رکھا اور عورتوں کو اپنے پیچھے بٹھایا تاکہ وہ سر اطہر کو دیکھ نہ سکیں پس سر مبارک کو علی بن الحسین علیہما السلام نے دیکھا اور اس کے بعد کبھی بھی سر کا گوشت نہیں کھایا باقی رہیں جناب زینبؑ تو جب انہوں نے سر حسینؑ دیکھا تو اپنا گریبان چاک کر دیا اور محزون و مغموم آواز میں کہا کہ جس سے دل گھراتے (زخمی خول) ہوتے ہیں یا حبیناہ یا حبیب رسول اللہ یا بن مکۃ ومنی یا بن فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء یا بن بنت المصطفیٰ "اے حسینؑ اے رسولؐ اللہ کے محبوب اے مکہ و منیٰ کے بیٹے اے فاطمہ زہرا سیدہ نساء کے بیٹے اے مصطفیٰ کی بیٹی کے بیٹے۔

راوی کہتا ہے کہ اس بی بی نے ہر اس شخص کو رلا دیا جو مجلس میں موجود تھا اور یزید اس پر اللہ کی لعنتیں ہوں خاموش تھا۔

پھر بنی ہاشم ہی سے ایک خاتون جو یزید کے گھر میں تھی حسینؑ پر نالہ و فریاد کرنے لگی اور وہ پکار کر کہتی تھی یا سید اھل بیتاہ یا بن محمداہ یا ربیع الارامل والیتامی یا قتیل اولاد الادعیاء۔" اے پیارے بیٹے

اپنے اہل بیت کے سید و سردار اے محمد کے فرزند اے بیوہ عورتوں اور یتیموں کی فصل بہار اے زبردستی ملحق ہونے والوں کی اولاد کے مقتول"

راوی کہتا ہے میں کسی نے اس خاتون کا نالہ و شیون سنا وہ رو پڑا

"ومایزیل القلب عن مستقرھا ویترك زند الغیظ فی الصدر واریاء وقوف بنات الوحی عند طلیقھاء بحال بہایشجین حتی الاعادیا"

وہ چیز جو دل کو اپنی جائے استقرار سے زائل کر دیتی ہے اور غیض و غصہ کے چقماق کو سینہ میں جلا دیتی ہے وحی کی بیٹیوں کا کھڑا ہونا ان کے آزاد کردہ کے سامنے ایسی حالت میں کہ جو پیران کا دشمن بھی نالہ و فریاد کرتا ہے اس کے بعد یزید لعنۃ اللہ نے خیزران کی چھڑی منگوائی اور اس سے امام حسینؑ کے اگلے دانتوں پر مارنے لگا پس ابو برزہ اسلمی اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا وائے ہو تجھ پر اے یزید کیا تو اپنی چھڑی حسین بن فاطمہ کے مسوڑوں پر لگاتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو دیکھا کہ آپ اس کے دانتوں اور اس کے بھائی کے دانتوں کو چومتے تھے اور کہتے تھے انتما سید اشباب اھل الجنۃ "تم دو نوجوانان جنت کے سردار ہو پس خدا تمہارے قاتل کو قتل کرے اور اس پر لعنت کرے اور اس کے لیے جہنم کی آگ آمادہ کرے اور وہ بری بازگشت ہے،

راوی کہتا ہے کہ اس سے یزید سیخ پا ہو گیا اور انہیں دربار سے نکالنے کا حکم دیا تو انہیں کھینچ کر باہر پھینک دیا گیا، راوی کہتا ہے کہ یزید ابن زلعری کے اشعار سے غشل کرنے لگا۔ لیت اشیاخی بید رشھدوا جزع الخزرج من وقع الاسل لد ھلو واستعلوا فرحاء ثم قالوا یایزید لاتشل

قد قتلنا القوم من ساداتہم وعدلناہ ببدر فاعتدل لعبت ھاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزلۃ لست من خندف ان لم انتقم من بنی احمد ما کان فعل

کاش بدر والے میرے بڑے بوڑھے دیکھتے خزرج کا آہ و نالہ تلوار لگنے سے، تو خوشی کا ہلہلہ بلند کرتے اور کہتے کہ یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں ہم نے ان کے سرداروں کے سردار کو قتل کیا ہے بدر کی تلافی ہیں جس میں کوئی کسر نہیں ہے بنی ہاشم نے ملک کے لیے کھیل کھیلا نہ کوئی خبر آئی اور نہ وحی نازل ہوئی میں قبیلہ خندف سے نہیں اگر میں اولاد احمد سے اس کے کئے کا بدلہ نہ لوں۔

خطبہ حضرت زینب یزید لعین کے دربار میں

راوی کہتا ہے کہ حضرت زینب بنت علی بن ابو طالب علیہ السلام کھڑی ہو گئیں اور انہوں نے فرمایا حمد ہے اللہ کے لیے کہ جو عالمین کا پروردیگار ہے اور خدا کی رحمت و اس کا درود ہو اس کے رسول پر اور اس کی ساری آل پر سچ کہا ہے اللہ سبحانہ نے کہ جو اس طرح کہتا ہے "ثم کان عاقبۃ الذین اساءُوا السوٓأ ان کذبوا بآیات اللہ وکانوا بہ یستہزؤن"
پھر عاقبت و انجام ان لوگوں کا کہ جنہوں نے برے کام کیے تھے یہ تھا کہ انہوں نے برے کام کئے تھے یہ تھا کہ انہوں اللہ کی آیات کی تکذیب کی اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے" کیا تو گمان کرتا ہے اے یزید جب تو نے زمین کے اطراف اور آسمان کے آفاق ہم سے چھین لیے پس ہم اس طرح ہانکے جاتے جیسے قیدی ہانکے جائیں کہ ہم اللہ کے ہاں ذلیل و خوار ہیں اور تیری اس کے ہاں کرامت و عزت ہے اور یہ چیز اس کے ہاں تیری قدر و منزلت کی عظمت ہے پس تو

ے ناک اونچی کرلی اور اپنے اطراف میں ناز سے دیکھنے لگا اور تو شاد و خوش ہے کہ دنیا نے تیری طرف رخ کیا ہے اور تیرے امور منظم ہیں اور اب ہمارا ملک و سلطنت تیرے لیے انتخاب و مصفا ہو گیا ہے پس تو ٹھہر جا ٹھہر جا کیا تو خدائے عزوجل کا ارشاد بھول گیا ہے "ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر الانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب الیم" گمان نہ کرو ان لوگوں کے بارے جنہوں نے کفر کیا ہے کہ ہم نے جو زیادہ مال انہیں دیا ہے وہ ان کے لیے بہتر ہے ہم نے تو انہیں مال اس لیے دیا ہے تاکہ ان کے گناہ میں اضافہ ہو اور وہ دردناک عذاب کے مستحق قرار پائیں "امن العدل یا بن الطلقاء تخدیرک حرائرک وامائک وسوقک بنات رسول اللہ سبایا قد ھتکت ستورھن وابدیت وجوھھن" کیا یہ عدل وانصاف ہے اے رسول اکرمؐ کے آزاد کردہ افراد کے بیٹے کہ اپنی آزاد عورتوں اور کنیزوں کو تو نے پس پردہ بٹھا رکھا ہے اور رسول زادیوں کو قیدی بنا کر ہانک رہا ہے اور ان کے پردہ ان سے چھین کر انہیں آشکار کرے اور دشمن انہیں ایک شہر سے دوسرے شہر لے جائیں اور ہر پانی کے گھاٹ اور ہر منزل کے لوگ انہیں دیکھیں اور قریبی و دور کے اور پست و شریف ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھیں اور وہ اپنا کوئی مرد اور حمایت کرنے والا نہ رکھتی ہوں کونسی امید مراقبت و محافظت اس شخص سے ہو سکتی ہے کہ جس نے پاکیزہ لوگوں کے جگر کھائے اور جس کا گوشت شہیدوں کے خون سے اگا ہے وہ کس طرح ہمارے خاندان سے کینہ توزی میں کوتاہی کرے گا جو تکبر دشمنی اور بغض و کینہ کے ساتھ ہماری طرف دیکھتا ہے اور بے پرواہی سے کہتا ہے لاھلوا واستھلوا فرحا ثم

قالوا یا یزید لا تشل ۔" جو خوش ہو کر ہلہلہ کرتے اور کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں اور جو ابو عبد اللہ جو انان جنت کے سردار کے دانتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنی چھڑی ان پر مارتا ہے اس طرح کیوں نہ کہے تو نے تو زخم کو جڑ تک پہنچا دیا ہے اور ذریت محمدؐ اور آل عبد المطلب میں سے زمین کے ستاروں کے خون بہانے سے جڑ کو کاٹ دیا اور اپنے مشائخ اور بڑوں کو آواز دی اور اپنے گمان میں انہیں پکارا اور عنقریب تو ان کے انجام سے دوچار ہوگا اور آرزو کرے گا کاش تو شل ہوتا اور گنگ ہوتا اور تو نے وہ کچھ نہ کہا ہوتا جو کہا ہے اور وہ کچھ نہ کیا ہوتا جو کیا ہے خدایا ہمارا حق لے اور جنہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے ان سے انتقام لے اور ان پر اپنا غضب نازل فرما جنہوں نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے حامی و مددگاروں کو شہید کیا ہے خدا کی قسم تو نے نہیں چھیلا مگر اپنا چمڑہ اور نہیں کاٹا مگر اپنا گوشت اور ضرور تو بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ میں وارد ہوگا ان کی ذریت کا خون بہانے کی وجہ سے اور ان کی عترت اور ان سے وابستہ لوگوں کی ہتک حرمت کرنے کی بنا پر وہاں کہ جہاں خدا ان کی پراگندگی کو مجتمع کرے گا اور ان کے انتشار کو اجتماع میں بدلے گا اور ان کا حق وصول کرے گا۔

"ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون" راہ خدا میں مارے جانے والوں کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں رزق کھاتے ہیں اور تیرے لیے اللہ حکم و فیصلہ کرنے والا اور محمدؐ حکومت کرنے والا اور جبرئیل ان کی پشت پناہی کرنے والے کافی ہیں اور عنقریب کہ وہ کس نے تیرے لیے سلطنت

آراستہ کی اور تجھے مسلمانوں کی گردن پر سوار کیا جان لے گا کہ ظالموں کے لیے
برا بدلہ ہے اور یہ کہ تم میں سے کون بری جگہ میں ہے اور کس کا لشکر زیادہ
کمزور ہے اور اگر حوادث زمانہ مجھے تجھ سے خطاب کرنے کی طرف کھینچ لائے
ہیں تیرے مقام و منزلت کو کم سمجھتی ہوں اور تجھے سرزنش و ملامت کرنے کو
بڑا شمار کرتی ہوں اور تیری سرکوبی کو زیادہ حساب کرتی ہوں لیکن آنکھیں اشکبار
ہیں اور سینہ آتشبار ہیں بہت تعجب کی بات ہے کہ نجیب حزب اللہ طلقاء
حزب شیطان کے ہاتھوں شہید ہوئے یہ ہاتھ ہمارے خون سے آلودہ ہیں اور یہ
منہ ہمارا گوشت نوچ رہے ہیں اور ان پاک و پاکیزہ لاشوں پر بھیڑیے
نوبت بنوبت (پہرہ دینے) آتے ہیں اور ان کے سامنے پرندے زمین
پر لوٹتے ہیں اگر تونے ہمیں غنیمت کے طور پر گرفتار کیا ہے تو عنقریب ہم
تیرے لیے غرامت و تاوان ہوں گے اس وقت کہ جب سوائے تیرے
کردار کے تو کوئی چیز نہ پائے گا اور تیرا پروردیگار بندوں پر ظلم نہیں کرتا
اللہ کی بارگاہ میں شکایت ہے اور اسی پر اعتماد ہے پس تو جتنا مکر و فریب
کر سکتا ہے کر لے اور جتنی کوشش تجھ سے ہو سکتی ہے کر لے اور تھکا دینے والی
جدوجہد کر لے پس خدا کی قسم ہمارے ذکر اور یاد کو محو نہیں کر سکتا اور ہماری
وحی کو ختم نہیں کر سکتا اور ہماری انتہا کو نہیں پا سکتا اور اپنے آپ سے
اس ننگ و عار کو نہیں دھو سکتا اور نہیں ہے تیری رائے مگر غلط اور نہیں ہیں
تیرے دن مگر کم تعداد اور نہیں ہے تیری جماعت مگر متلاشی اور تتر بتر وہ
دن کہ جس میں منادی ندا کرے گا خبردار اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر اور حمد
ہے اس خدا کے لیے جو سب جہانوں کا پروردیگار ہے وہ کہ جس نے ہمارے

پہلے پر سعادت کو تمام کیا اور ہمارے آخری پر شہادت و رحمت کو ختم کیا اور ہم خدا سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے ثواب کو مکمل کرے اور ان کے لیے مزید ثواب کے اسباب مہیا کرے اور ہم پر ان کی جانشینی اچھے طریقے سے کرے وہ رحم کرنے اور محبت کرنے والا ہے ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے (اگرچہ جناب زینب کا یہ سارا خطبہ خصوصاً یزید جیسے فرعون وقت کے سامنے ایک شاہکار اور کرامت و معجزہ ہے لیکن زیادہ اہم اس گفتگو کا آخری حصہ ہے کہ جس کی برگشت ذکر اہل بیت اور دیانت اسلام و وحی اور روش حق امامت کی بقا ہے اور حکومت یزید کی بربادی اور اس وسیع و عریض اموی مملکت کے شیرازہ کا بکھر جانا کہ جو اس زمانہ میں نصف معمورہ جہان پر فرمانروا تھی اور چین کی سرحد سے لیکر وسط افریقہ تک اس کے زیر پرچم ادارہ ہوتی تھی)

اس پر معنی و مفصل خطبہ ثانی کے دوسرا متقابلہ میں یزید نے کہا یاصیحۃ محمد من صوائح ء ما اھون الموت علی النوائح داغد یدہ“

عورتوں سے نالہ و شیون پسندیدہ و قابل تعریف ہے اور نوحہ کرنے والی عورتوں پر موت کتنی آسان ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ ابن عباس نے جو خط یزید کو لکھا تھا اس میں ہے کہ سب سے بڑی سرزنش اور ملامت تیرا رسول زادیوں اور ان کے بچوں اور اہل حرم کو عراق سے شام کی طرف قیدی بنا کر لوٹ مار کر کے کھینچ کر لے جانا کہ جس میں تو لوگوں کو ہم پر اپنی قدرت دکھا رہا تھا اور یہ کہ تو نے ہمیں مغلوب و مقہور کیا ہے اور تو آل رسولؐ پر مسلط ہوا ہے اور اپنے گمان

ہیں تو نے اپنے کافر و فاجر بدر کے دن کے اپنے خاندان والوں کا انتقام لے رہا ہے اور تو نے اس انتقام اور بدلے کو ظاہر کیا ہے کہ جسے چھپائے ہوئے تھا اور ان کینوں کو ظاہر کیا ہے کہ جو تیرے دل میں اس طرح چھپے تھے۔ جس طرح آگ چقماق کے پتھر میں چھپی ہوئی ہے اور تو نے اور تیرے باپ نے خون عثمان کو ان کے اظہار کا ذریعہ قرار دیا ہے پس ویل و ہلاکت ہے تیرے لیے جزا و حساب کے دن جزا دینے والے اور حساب لینے والے کی طرف سے خدا کی قسم اگر تو میرے ہاتھ کے زخم سے مامون ہے تو تو میری زبان کے زخم سے مامون تیرے منہ میں پتھر اور مٹی کے ریزے ہوں اور تو کمزور رائے اور تو ہلاک ہونے والا ہے اور تیرے لیے خاک ہے اور تو مذمت شدہ ہے یہ چیز تجھے مغرور نہ کر دے کہ تو آج ہم پر کامیاب ہو گیا ہے خدا کی قسم اگر ہم آج تم پر ظفریاب نہ ہو سکے تو کل حاکم عادل کے دربار میں ضرور کامیاب ہوں گے کہ جو اپنے حکم میں ظلم و جور نہیں کرتا اور عنقریب وہ تجھے تیری سریع اور دردناک عذاب کے ساتھ گرفت کریگا اور تجھے دنیا سے مذموم و مدحور گرا ہوا اور گنہگار کی صورت میں نکال لے جائیگا تیرا باپ نہ ہو جتنی دیر استطاعت رکھتا ہے زندگی کر لے جو گناہ تو نے کیے ہیں خدا کے ہاں ان میں اضافہ ہو رہا ہے " والسلام علی من اتبع الھدیٰ "سلام اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے (علماء سیر نے حسن بصری سے ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا معاویہ میں کچھ ایسی قباحتیں ہیں کہ اگر تمام اہل زمین ان میں سے بعض سے دو چار ہوں تو ان کے لیے کافی ہیں اس امر خلافت پر زبردستی کودپڑنا اور مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر لوگوں کو جاگیریں دینا زیاد کو زبردستی (اپنے

باپ کے زنا کرنے کی بنا پر) اپنا بھائی بنالینا حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرنا اور یزید جیسے شخص کو لوگوں کا والی و حاکم بنانا اس نے کہا معاویہ معاویہ کہا کرتا تھا اگر مجھ میں یزید کی محبت نہ ہوتی تو میں اپنی رشد و ہدایت کو دیکھ لیتا)

شیخ مفید نے کہا ہے فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام نے کہا جب ہم یزید کے سامنے جا بیٹھے تو ہمارے لیے اسے رقت و نرمی پیدا ہوئی پس اہل شام میں سے ایک سرخ رنگ کا شخص یزید کی طرف کھڑا ہوا اور کہا اے امیر... یہ لڑکی اس کی مراد میں تھی (اس نے مجھے معین کیا ہ ل) مجھے بخش دے اور میں (اور وہ خ ل) خوبصورت لڑکی تھی پس میں کانپنے لگی اور میں نے گمان کیا کہ شاید ان کے لیے یہ جائز ہو تو میں نے اپنی پھوپھی زینب کا دامن پکڑ لیا اور وہ جناب جانتی تھیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا تو میری پھوپھی نے اس شامی سے کہا تو نے جھوٹ بکا خدا کی قسم اور کمینگی کا اظہار کیا خدا کی قسم یہ نہ تیرے لیے جائز ہے اور نہ اس کے لیے پس یزید سیخ پا ہو گیا اور اس نے کہا تم نے جھوٹ بولا ہے خدا کی قسم یہ میرے لیے جائز ہے اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہرگز خدا نے تیرے لیے یہ جائز نہیں قرار دیا مگر یہ کہ تو ہماری ملت و دین سے نکل جائے اور کوئی دوسرا دین اپنا لے پس یزید اس سے آگ بگولہ ہو گیا اور کہا کہ مجھ سے اس قسم کی گفتگو تم کرتی ہو دین سے تو تمہارا باپ اور تمہارا بھائی نکل گیا تو جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا میرے باپ اور میرے بھائی کے دین سے تو تم نے اور تیرے باپ نے ہدایت حاصل کی ہے اگر تو مسلمان ہے تو اس لعین نے کہا تو نے جھوٹ

بولا اے دشمن خدا آپ نے فرمایا تو امیر و حاکم ہے ظلما گالیاں دیتا ہے اور اپنی سلطنت کی بناء پر جبر و قہر کرتا ہے گویا کہ وہ لعین شرما گیا اور خاموش ہو گیا شامی نے دوبارہ وہی بات دہرائی اور کہا مجھے یہ لڑکی بخش دو تو یزید نے اس سے کہا گم ہو جا خدا تجھے حتمی موت دے۔

اسی طرح کچھ اختصار کے ساتھ سبط نے تذکرہ میں ہشام بن محمد سے جیسا کہ صدوق نے امالی میں اور ابن اثیر نے کامل میں ذکر کیا ہے مگر یہ کہ ان دونوں نے فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام کی جگہ فاطمہ بنت علی علیہ السلام کا ذکر کیا ہے (اور شیخ ابن نما کے مقتل میں ہے اور اہل شام یزید کو فتح کی مبارک باد دیتے تھے پس ان میں سے ایک سرخ رنگ کا شخص نیلی آنکھوں والا کھڑا ہو گیا اور اس نے جناب فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام کی طرف دیکھا اور وہ خوبصورت بچی تھی اور کہا اے امیر...... یہ لڑکی مجھے بخش دیجئے تو جناب فاطمہ نے اپنی پھوپھی کی خدمت میں عرض کیا کہ میں یتیم بھی ہوئی اور اب خادمہ بھی بنائی جاؤں گی پس جناب زینب نے فرمایا نہیں خدا کی قسم یہ کرامت و عزت نہ تیرے لیے ہے نہ اس کے لیے مگر یہ کہ یہ ہمارے دین سے نکل جائے پس اس نیلی آنکھوں والے نے اپنی بات کا اعادہ کیا تو یزید نے کہا خدا تجھے فیصلہ کن موت دے اس کے بعد ابن زبعری کے اشعار سے تمثل کیا "لیت اشیاخی۔

اور اس سے یہ شعر ذکر کیا اور "فاھلوا والا شعر" اور اس کا قول "قد قتلنا" اس کے بعد کہا ہے پس زینب بنت علی علیہ السلام کھڑی ہو گئیں اور کہا الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی رسولہ و آلہ اجمعین

صدق اللہ کذالکؒ" اور اس کے بعد کہا ہے کہ یزید نے ایک خطیب کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ منبر پہ جائے پھر اس طرح ذکر کیا ہے اور اس کے بعد کہا ہے جیسے سید نے ذکر کیا ہے مثیر الاحزان)

اور ملہوف میں ہے پس اہل شام میں سے ایک شخص نے دیکھا فاطمہ بنت حسین علیہ السلام کی طرف اور کہا اے امیر۔۔ مجھے یہ لڑکی بخش دے پس جناب فاطمہ نے اپنی پھوپھی جان میں یتیم بھی ہوئی اب خادمہ بھی بنائی جاؤں گی تو جناب زینب نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہے اور اس فاسق کے لیے کوئی کرامت و عزت نہیں پس شامی نے کہا یہ لڑکی کون ہے تو یزید نے کہا یہ فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام ہے اور یہ زینب بنت علی علیہ السلام ہے تو شامی نے کہا حسین بن فاطمہ۔ و علی بن ابی طالب یزید نے کہا ہاں تو شامی نے کہا خدا تجھ پہ لعنت کرے۔

اے یزید کیا تو اپنے نبی کی عترت کو قتل کرتا ہے اور اس کی ذریت کو اسیر و قید کرتا ہے خدا کی قسم میں نے وہم و گمان نہیں کیا مگر یہ کہ وہ روم کے قیدی ہیں پس یزید نے کہا خدا کی قسم میں تجھے انہیں سے ملحق کرتا ہوں پھر اس کے بارے میں حکم دیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔

اور امالی صدوق میں ہے پھر یزید لعنۃ اللہ حسین علیہ السلام کی خواتین کے لیے حکم دیا کہ انہیں علی بن الحسین علیہ السلام کے ساتھ ایسے قید خانے میں قید کیا گیا کہ جو انہیں گرمی و سردی محفوظ نہیں رکھتا تھا یہاں تک کہ ان کے چہروں کے رنگ متغیر ہو گئے۔

اور ملہوف میں ہے راوی نے کہا ہے اور یزید نے خطیب کو بلایا اور اس

کو حکم دیا کہ وہ منبر پر جائے اور حسنین اور ان کے باپ صلوات اللہ علیہما کی مذمت کرے پس وہ منبر پر گیا اور اس نے امیر المومنین اور حسین شہید علیہما السلام کی مذمت اور معاویہ و یزید کی مدح میں مبالغہ سے کام لیا پس علی بن الحسین علیہ السلام نے چیخ کر کہا دیں و ہلاکت ہو تیرے لیے اے خطیب تو نے مخلوق کی رضا خالق کی ناراضگی کے بدلے خرید کی ہے پس اپنے رہنے کی جگہ جہنم کی آگ سمجھ لے ؛ اور ابن سنان خفاجی نے امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کی تعریف و توصیف میں بڑا اچھا کہا ہے" اعلی المنابر تعلتون بسبہ ء وبسیفہ نصبت لکم اعوادھا منبروں پر اسے علی الاعلان سب و شتم کرتے ہو حالانکہ اس کی تلوار ہی سے منبروں کے تختے نصب ہوئے ہیں مولف کہتے ہیں خفاجی ابو محمد عبداللہ بن محمد بن سنان شاعر ابن سنان کے لقب سے مشہور ہے جو نبی عامر کے خفاجہ کی طرف منسوب ہے نیز اس کے اشعار میں سے ہے

"یا امة کفرت وفی افواھھاء حقق ان فیہ ضلالھا ورشادھاء اعلی المنابر تعلتون ء وبسیفہ نصبت لکم اعوادھاء تلک الخلائق مد ربیۃ ء قتل الحسین وقد خبت احقادھا

اے وہ امت جو کافر ہو گئی ہے حالانکہ ان کی زبان پر قرآن ہے کہ جس میں ان کی ضلالت و ہدایت ہے، کیا منبروں پر اس شخص کے سب و شتم کا اعلان کرتے ہو کہ جس کی تلوار سے اس کے تختے نصب ہوئے ہیں جنگ بدر سے تم سینہ میں کینہ رکھتے ہو حسین کی شہادت انہیں چھپے ہوئے کینوں میں سے ایک ہے۔

علی بن الحسینؑ کا خطبہ

اور بحار میں ہے اور صاحب مناقب وغیرہ نے بھی کہا ہے کہ روایت ہے کہ یزید نے منبر اور خطیب کے بارے میں حکم دیا تاکہ وہ حسینؑ اور علی علیہما السلام کی برائیاں اور جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس کی لوگوں کو خبر دے پس خطیب منبر پہ گیا اور اللہ کی حمد و ثنا کی اس کے بعد حضرت علی اور حسین علیہما السلام کی بہت برائی کی اور معاویہ اور یزید کی تعریف میں طول دیا اور ان دونوں کا ہر اچھی صفت کے ساتھ ذکر کیا۔

راوی کہتا ہے کہ پس علی بن الحسین علیہ السلام نے چیخ کر کہا اے خطیب ویل و ہلاکت ہو تیرے لیے تو نے مخلوق کی رضا و خوشنودی خدا کی ناراضگی کے بدلے خرید کی ہے پس تیرا مستقر اور رہنے کی جگہ جہنم کی آگ ہے اس کے بعد علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا اے یزید مجھے اذن دے تاکہ میں ان لکڑیوں پہ جا کر ایسی باتیں کروں کہ جن میں اللہ کی رضا اور ان اہل جلسہ کے لیے ان میں اجر و ثواب ہو۔

راوی کہتا ہے کہ پس یزید نے اس بات کا ان سے انکار کیا پس لوگوں نے کہا اے امیر۔۔۔ ان کو اذن دیجئے تاکہ یہ منبر پہ جائیں شاید ہم کوئی چیز ان سے سن سکیں تو یزید نے کہا اگر یہ منبر پہ گیا تو میری اور آل ابوسفیان کی فضیحت و رسوائی کرنے کے بغیر نہیں اترے گا پس کہا گیا اے امیر۔۔۔ یہ بیمار کہاں اچھا خطبہ دے سکتا ہے تو یزید نے کہا یہ ان اہل بیت میں سے ہے کہ جنہیں علم اس طرح دیا گیا ہے جیسے کبوتر اپنے بچہ کو دانہ

پھر آتا ہے پس وہ لوگ مسلسل اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ یزید نے آپ کو اذن دیا پس آپ منبر پر گئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی اس کے بعد ایسا خطبہ دیا کہ جس سے آنکھوں کو رلایا اور دلوں میں دھڑکن پیدا کی اس کے بعد فرمایا اے لوگو ہمیں چھ چیزیں عطا ہوئی ہیں اور ہمیں سات فضیلتوں سے نوازا گیا ہے ہمیں علم، حلم و بردباری، جود و سخا، فصاحت و بلاغت، شجاعت و بہادری اور مؤمنین کے دلوں میں مودت و محبت دی گئی ہے اور ہمیں ان فضائل سے نوازا گیا ہے کہ ہم میں سے نبی مختار محمدؐ ہیں اور ہم میں سے صدیق، اور ہم میں سے طیار (جو ملائکہ کے ساتھ سبز پروں سے پرواز کرتے ہیں) اور ہم میں سے اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں اور ہم میں سے اس امت کے دو سبط ہیں جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا تو میں اسے اپنے حسب و نسب کی خبر دیتا ہوں اے لوگو میں مکہ و منیٰ کا بیٹا ہوں میں زمزم و صفا کا بیٹا ہوں آخر خطبہ تک۔

مؤلف کہتے ہیں اور کامل بہائی میں ہے کہ آنجناب نے یزید سے سوال کیا تھا کہ آپ جمعہ کے دن خطبہ دیں تو اس نے کہا تھا کہ ہاں تو جب جمعہ کا دن آیا تو یزید نے ایک ملعون کو حکم دیا کہ وہ منبر پر جائے اور جو کچھ اس کی زبان پر آئے برائیوں میں سے وہ حضرت علیؑ اور جناب حسین علیہما السلام کے بارے میں کہے اور شیخین کی مدح و ثنا اور تشکر کے بارے میں تقریر کرے پس وہ ملعون منبر پر گیا اور ان باتوں میں سے جو کچھ چاہا کہا پس امام علیہ السلام نے فرمایا مجھے بھی اذن دو تاکہ میں بھی خطبہ پڑھوں تو یزید نادم و پشیمان ہوا اس چیز پر جو آپ سے اذن دینے کے متعلق وعدہ کیا تھا پس آپ کو

اجازت نہ دی پس آپ کے بارے میں لوگوں نے سفارش کی تو وہ سفارش بھی قبول نہ کی اس کے بعد اس کے بیٹے معاویہ نے اس سے کہا جو کم سن تھا اے بابا اس کا خطبہ کہاں تک پہنچ سکتا ہے اس کو اجازت دو تو یزید نے کہا تم ان لوگوں کے بارے میں شک و شبہ کا شکار یہ علم اور فصاحت و بلاغت کے وارث ہیں اور مجھے خوف ہے کہ اس کے خطبہ سے فتنہ و فساد کھڑا ہو جائے کہ جس کا وبال ہم پر پڑے اس کے بعد اس نے اجازت دی تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:" الحمد للہ الذی لا بدایۃ لہ والدائم الذی لا نفاد لہ والاول الذی لا اول لاولیۃ والآخر الذی لا آخر لاخریتہ والباقی بعد فناء الخلق قدر اللیال والایام وقسم فیما بینہم الاقسام فتبارک اللہ الملک العلام۔

حمد ہے اس خدا کے لیے جس کی ابتداء نہیں ہے وہ ایسا دائم ہے جس کے لیے ختم ہونا نہیں وہ اول ہے کہ جس کی اولیت کے لیے کوئی اول نہیں اور وہ آخر ہے کہ جس کی آخریت کے لیے کوئی آخر نہیں وہ جو مخلوق کے فنا ہونے کے بعد باقی ہے جس نے راتوں اور دنوں کو مقدر رکھا ہے اور ان کے درمیان تقسیم قرار دی ہے پس بابرکت ہے وہ اللہ جو بادشاہ وسب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

آپ نے خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم، حلم، شجاعت سخاوت اور مومنین کے دلوں میں محبت عطا کی اور ہم میں سے رسول اور ان کے وصی ہیں اور سید الشہداء ہیں اور جعفر ہیں جو جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں اور اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ مہدی ہیں جو دجال کو قتل کریں

گے اے لوگو جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا تو میں اسے اپنے حسب و نسب سے متعارف کراتا ہوں میں مکہ و منیٰ کا بیٹا ہوں میں زمزم صفا کا بیٹا ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جس نے رکن کو اطراف رداسے اٹھایا میں اس کا بیٹا ہوں جو چادر درداپہننے والوں میں سے بہترین ہیں میں اس کا بیٹا ہوں جسے مسجد اقصیٰ کی طرف لیجایا گیا میں اس کا بیٹا ہوں جسے سدرۃ المنتھیٰ تک پہنچایا گیا میں اس کا بیٹا ہوں جو قریب ہوپس جھکا اور قاب قوسین اوادنیٰ کی منزل پر فائز ہوا میں اس کا بیٹا ہوں جس کی طرف خدائے جلیل نے وحی کی جو وحی کی میں اس حسین کا بیٹا ہوں جو کربلا کے شہید ہیں میں علی مرتضیٰ کا بیٹا ہوں میں محمد مصطفیٰ کا بیٹا ہوں میں فاطمہ زہرا کا بیٹا ہوں میں سدرۃ المنتھیٰ کا بیٹا ہوں میں شجرہ طوبیٰ کا بیٹا ہوں میں خون میں لت پت ہونے والے کا بیٹا ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جس پر جنات تاریکی میں روئے میں اس کا بیٹا ہوں جس پر پرندوں نے فضا میں نوحہ کیا جب آپ کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو لوگوں کے گریہ وزاری اور نالہ وشیون کی آواز بلند ہوئی اور یزید لعنہ اللہ کو فتنہ و فساد کا خوف لاحق ہوا تو اس نے مؤذن کو نماز کی آذان کہنے کا حکم دیا پس مؤذن کھڑا ہوا اور اس نے کہا " اللہ اکبر اللہ اکبر " بیشک اللہ اکبر و اعلیٰ و اجل و اکرم ہے ان تمام سے کہ جن کا مجھے خوف و ڈر ہو سکتا ہے ۔ جب اس نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں میں گواہی دیتا ہوں ہر گواہی دینے والے کے ساتھ اور ہر منکر پر بوجھ ڈالتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اس کے علاوہ کوئی پروردیگار نہیں پس جب مؤذن نے کہا " اشھد ان محمداً رسول اللہ " تو آپ نے اپنے سر سے عمامہ اٹھایا اور مؤذن سے کہا میں تجھ سے

اس محمدؐ کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو جا پھر
آپ یزید کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے یزید یہ عزیز و کریم رسولؐ میرے نانا
ہیں اگر تو کہے کہ تیرے نانا ہیں تو جاننے والے جانتے ہیں کہ تو جھوٹا ہے اور اگر
تو کہے کہ میرے نانا ہیں تو پھر نے میرے باپ کو ظلماً کیوں شہید کیا ہے اور کیوں ان
کا مال لوٹا ہے اور کیوں ان کی مخدرات کو قید کیا ہے پس آپ نے یہ کہہ کر اپنا
گریبان چاک کیا پھر رو کر فرمایا خدا کی قسم اگر دنیا میں کسی کا نانا رسول اللہ ہیں
تو وہ میرے علاوہ کوئی نہیں تو پھر اس شخص نے میرے باپ کو ظلم و ستم سے کیوں
شہید کیا ہے اور ہمیں روم کے قیدیوں کی طرح کیوں قید کیا ہے پھر آپ نے فرمایا
اے یزید تو نے یہ سب کچھ کیا ہے پھر بھی کہتے ہو محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور قبلہ
کی طرف رخ کرتے ہو پس ویل و ہلاکت ہے تیرے لیے قیامت کے دن جہاں
تجھ سے مخاصمت میرے نانا اور میرے باپ کریں گے پس یزید نے چیخ کر مؤذن
سے کہا کہ نماز کی اقامت کہو پس لوگوں کے درمیان عظیم ہمہمہ اور زمزمہ بپا ہوا
اور بعض نے اس کے ساتھ نماز پڑھی اور بعض نے نہ پڑھی یہاں تک کہ لوگ متفرق
ہو گئے۔

راوی کہتا ہے پھر حضرت زینب نے یزید کی طرف کسی کو بھیجا اور اس سے
حسینؑ پر ماتم بپا کرنے کی اجازت چاہی پس اس نے اجازت دی اور انہیں
دار الحجارہ میں ایک مکان دیا گیا پس وہاں انہوں نے سات دن تک مجلس و ماتم
بپا کیا اور ہر دن ان کے پاس عورتوں کی بے شمار جماعت جمع ہوتی پس لوگوں
نے چاہا کہ وہ یزید کے گھر پہ ہجوم کر کے اسے قتل کر دیں بہت مروان کو اسکی
اطلاع ہوئی تو اس نے یزید سے کہا اہل بیت حسین کا شام میں توقف اور ٹھہرنا

تمہارے لیے مصلحت نہیں پس انہیں تیار کر کے حجاز کی طرف بھیج دو پس اس نے ان کے لیے سامان سفر تیار کیا اور انہیں مدینہ کی طرف بھیجا۔

مؤلف کہتے ہیں اور صاحب مناقب نے مدائنی سے نقل کیا ہے کہ جب سید سجادؑ نے اپنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے انتساب بتایا (کہ وہ ذریت رسولؐ میں سے ہیں) تو یزید نے جلاد سے کہا کہ اسے اس باغ میں لے جا کر قتل کر دے اور اس میں اسے دفن کر دے پس وہ آپ کو لے کر باغ میں گیا اور قبر کھودنے لگا اور سید سجادؑ نماز پڑھتے رہے پس جب اس نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اسے فضا سے ایک ہاتھ نے ایسی ضرب لگائی کہ وہ منہ کے بل گر پڑا اور نعرہ مار کر مدہوش ہو گیا پس خالد بن یزید نے اسے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس نے جا کر اپنے باپ کو اس کا قصہ سنایا تو یزید نے حکم دیا کہ جلاد کو اس گڑھے میں دفن کرنے اور سید سجادؑ کو چھوڑ دینے کا اور کہا ہے کہ زین العابدین علیہ السلام کی قید کی جگہ اس وقت مسجد ہے۔

اور صاحب بصائر نے ابو عبد اللہ صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے جب حضرت علی بن الحسینؑ کو ان کے اہل بیت کے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس لے آئے تو انہیں ایک گھر میں قرار دیا پس ان میں سے بعض نے کہا ہمیں اس گھر میں اس لیے قرار دیا گیا ہے تاکہ یہ ہم پر گر پڑے اور ہمیں قتل کر دے تو پاسبانوں نے رومی زبان میں ایک دوسرے سے کہا ان کی طرف دیکھو کہ انہیں اس بات کا خوف ہے کہ ان پر یہ مکان نہ گر جائے حالانکہ کل انہیں نکالا جائے گا اور قتل کر دیا جائیگا تو علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا ہم میں میرے علاوہ کوئی نہیں تھا کہ جو رومی زبان اچھی طرح جانتا اور اہل مدینہ کے نزدیک "رطانہ" رومی

زبان کو کہا جاتا ہے۔

(اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دستگاہ حکومت میں کچھ مامورین اجنبی اور بدعقیدہ یا عقیدہ اسلامی کے مخالف تھے کہ جن سے خدمت لی جاتی تھی تاکہ دین کے مخالف احکام یا دینداروں کی نسبت بیباک ہوں اور کوئی لحاظ نہ کریں اور بعید نہیں کہ یہ خارجی مشیروں کے ذریعہ ہوں اور نظام اسلام اور مسلمانوں کو نابود کرنے کے لیے اس حکومت میں وارد ہوئے ہوں ۔

ہمارے شیخ محدث نوری رہ اور علامہ مجلسی نے دعوات راوندی سے نقل کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ روایت ہوئی ہے کہ جب بیمار امامؑ کو یزید کے پاس لے گئے تو اس کا ارادہ تھا کہ آپ کو بھی شہید کر دے لہذا انہیں اپنے سامنے کھڑا کیا اور ان سے سوالات کئے تاکہ آپ کی کسی بات کو بہانہ بنا کر آپ کو شہید کر سکے لیکن آپ اس سے نرمی و مدارات سے گفتگو کرتے تھے اور آپ کے ہاتھ میں تسبیح تھی کہ جسے انگلیوں سے پھیرتے تھے اور گفتگو بھی کرتے تھے تو یزید نے کہا کہ میں تم سے مشغول گفتگو ہوں اور تم تسبیح پھیر رہے ہو یہ کام کس طرح درست ہے آپ نے فرمایا میرے باپ نے میرے نانا پیغمبر اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آپ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اٹھ کھڑے ہوتے اور کسی سے کوئی بات نہ کرتے یہاں تک کہ تسبیح لیکر کہتے خدایا میں نے صبح کی ہے میں تیری تسبیح تحمید تہلیل تکبیر و تمجید کرتا ہوں اتنی تعداد میں کہ جتنی مرتبہ اپنی تسبیح کو پھیروں اور پھر تسبیح ہاتھ میں لیکر اسے پھیرتے رہتے اور جس سے چاہتے گفتگو کرتے بغیر اس کے کہ تسبیح پڑھیں اور فرماتے اس کے لیے تسبیح کے ثواب کا حساب ہوگا اور وہ اس کے لیے حرز جان ہے یہاں تک کہ بستر کی طرف لوٹے اور جب بستر پر جائے

تو اسی پہلے قول کی طرح کہہ کر تسبیح سر کے نیچے رکھ دے تو وہ اس کے لیے حساب ہو گی اس وقت سے لیکر مخصوص وقت تو میں نے یہ اپنے نانا کی اقتداء کرتے ہوئے کیا ہے پس یزید نے آپ سے کئی مرتبہ کہا میں تم میں سے کسی سے بات نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ ایسا جواب دیتا ہے جس سے وہ مجھ پر غالب ہو جاتا ہے اور آپ سے درگزر کیا اور آپ کو صلہ دیا اور آپ کو چھوڑ دینے کا حکم کیا۔

جد سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں اور یہ احتمال بھی ہے کہ رسولؐ خدا ہوں اس قرینہ سے کہ مخاطب امیر المومنین کی فضیلت کا تو قائل ہی نہیں تھا۔

اور ملہوف میں ہے راوی کہتا ہے کہ یزید نے اس دن علی بن الحسین علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ وہ آپ کی تین حاجات پوری کرے گا پھر ان کے بارے میں حکم دیا ایسی منزل و مکان کا کہ جو انہیں گرمی اور سردی سے محفوظ نہیں رکھ سکتا تھا پس وہ اس میں رہے یہاں تک کہ ان کا چہرہ متغیر ہو گئے اور جتنی مدت وہ اس شہر میں رہے حسین علیہ السلام پر نوحہ و زاری کرتے رہے۔

جناب سکینہ کہتی ہیں کہ جب ہمارے قیام کو چار دن گزر گئے تو میں نے ایک خواب دیکھا اور مجھے وہ طویل خواب یاد ہے اس کے آخر میں کہتی ہیں میں نے ایک خاتون دیکھی جو ایک ہودج میں سوار ہے اور اس نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا ہے پس میں نے اس کے بارے میں سوال کیا تو مجھ سے کہا گیا یہ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہما و آلہما تیرے باپ صلوات اللہ علیہ کی ماں ہیں تو میں نے کہا خدا کی قسم میں ضرور ان کے پاس جاؤں گی اور انہیں بتاؤں گی جو کچھ ہمارے ساتھ کیا گیا ہے پس میں نے ان تک پہنچنے میں پوری کوشش کی۔

یہاں تک کہ میں انہیں جا ملی پس میں ان کے سامنے کھڑی ہو کر رونے لگی اور میں
نے کہا اے مادر گرامی خدا کی قسم انہوں نے ہمارے حق کا انکار کیا اے امی جان
انہوں نے بخدا ہمارے اجتماع کو متفرق کر دیا مادر گرامی خدا کی قسم ہمارے حریم کو
مباح سمجھا امی جان ہمارے باپ حسین کو خدا کی قسم انہوں نے شہید کر دیا تو آپ
نے مجھ سے فرمایا سکینہ خاموش ہو جاؤ تو نے میرے دل کی رگ کاٹ دی یہ
تیرے باپ کی قمیص ہے کہ جو کبھی مجھ سے جدا نہیں ہوتی یہاں تک کہ میں اس کے
ساتھ بارگاہ خدا میں حاضر ہوں گی۔

شیخ ابن نما نے کہا ہے اور جناب سکینہ نے عالم خواب میں دیکھا جب کہ
وہ دمشق میں تھیں گویا نور کے پانچ ناقے آرہے ہیں اور ہر ناقہ پر ایک بزرگ
ہیں کہ جنہیں ملائکہ نے گھیر رکھا ہے اور ان کے ساتھ ایک خادم ہے جو چل رہا ہے
پس وہ ناقے گزر گئے لیکن وہ خادم میری طرف بڑھا اور میرے قریب آیا اور
کہا کہ اے سکینہ تیرے نانا تجھ پر سلام کر رہے تھے تو میں نے کہا رسول اللہ
پر سلام اے رسول اللہ کے قاصد تم کون ہو کہا میں جنت کے خدام میں سے ایک
خادم ہوں میں نے کہا یہ بزرگ کون لوگ تھے جو ناقوں پر سوار تھے تو اس نے
کہا کہ پہلے حضرت آدم صفوۃ اللہ علیہ السلام تھے اور دوسرے ابراہیم خلیل اللہ
علیہ السلام تھے اور تیسرے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام تھے اور چوتھے روح اللہ
علیہ السلام تھے تو میں نے کہا یہ جو اپنی ریش اقدس کو پکڑے ہوئے تھے کبھی گرتے
اور کبھی اٹھتے تھے یہ کون تھے اس نے کہا وہ آپ کے نانا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ تھے میں نے کہا وہ کہاں جا رہے تھے تو اس نے کہا آپ کے بابا حسین
علیہ السلام کے پاس پس میں آگے بڑھی آپ کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہی تھی تاکہ

میں آپ کو بتاؤں کہ آپ کے بعد ظالموں نے ہم سے کیا سلوک کیا پس میں اسی
حالت میں تھی کہ اچانک نور کے پانچ ہودج میں ایک خاتون تھی نوں میں نے
کہا یہ آنے والی خواتین کون ہیں تو اس نے کہا کہ پہلی جناب حوا ام البشر ہیں۔
دوسری آسیہ بنت مزاحم ہیں اور تیسری مریم بنت عمران اور چوتھی خدیجہ بنت
خویلد ہیں اور پانچویں کہ جس نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا ہے اور جو کبھی
گرتی اور کبھی اٹھتی ہیں یہ آپ کی دادی فاطمہ بنت محمد آپ کے باپ کی مادر
گرامی ہیں تو میں نے کہا خدا کی قسم میں ضرور انہیں خبر دوں گی جو کچھ ہمارے ساتھ
کیا گیا ہے پس میں انہیں جا ملی اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر رونے لگی اور
میں کہتی تھی اے مادر گرامی خدا کی قسم انہوں نے ہمارے حق کا انکار کیا اے
مادر محترم خدا کی قسم انہوں نے ہمارے اجتماع کو افتراق و جدائی میں بدل دیا اے
مادر مہربان انہوں نے خدا کی قسم انہوں نے ہمارے حریم کو مباح سمجھا اے مادر
خدا کی قسم انہوں نے ہمارے بابا حسینؑ کو شہید کر دیا تو آپ نے فرمایا سکینہ اپنی
آواز کو روک لو تو نے میرے جگر کو جلا دیا اور میرے دل کی رگ کاٹ دی
یہ تمہارے بابا حسینؑ کی قمیص ہے جو مجھ سے جدا نہیں ہوئی یہاں تک کہ میں اس
کے ساتھ پروردگار حاصل کروں پھر میں بیدار ہو گئی اور میں نے چاہا کہ
اس خواب کو چھپائے رکھوں لیکن میں نے اپنے گھر والوں کو بتایا تو یہ لوگوں
کے درمیان شائع و مشہور ہو گیا۔

اور بحار میں کہا ہے اور یزید کی زوجہ سے نقل ہوا ہے وہ کہتی ہے
میں سوئی ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھل گیا ہے اور ملائکہ
فوج در فوج حسین علیہ السلام کے سر کی جانب اتر رہے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں

السلام علیک یا ابا عبد اللہ السلام علیک یا ابن رسول اللہ پس میں اسی حالت میں تھی کہ اچانک میں نے ایک بادل دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہا ہے اور اس میں بہت سے مرد ہیں ان میں ایک مرد جس کا رنگ موتی کی طرح صاف و شفاف اور چاند ایسا چہرہ ہے وہ بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھا یہاں تک وہ حسینؑ کے اگلے دندان مبارک پر جھک کر ان کے بوسے لینے لگا اور وہ کہہ رہا تھا اے میرے بیٹے انھوں نے تجھے قتل کیا کیا تو سمجھتا ہے کہ انھوں نے تجھے پہچانا نہیں اور پانی پینے سے تجھے روک دیا اے میرا بیٹا میں تیرا نانا رسول اللہ ہوں اور یہ تیرا باپ علی مرتضیٰ ہے اور یہ تیرا بھائی حسن ہے اور یہ تیرا چچا جعفر ہے اور یہ عقیل ہے اور یہ دو تو حمزہ اور عباس ہیں پھر آپ اپنے خاندان کے افراد کو یکے بعد دیگرے شمار کرنے لگے۔

ہند کہتی ہے کہ میں گھبراہٹ میں ڈر کر میں اٹھ بیٹھی اور اچانک نور روشنی حسین علیہ السلام کے سر پر پھیلی ہوئی تھی پس میں نے یزید کو تلاش کرنا شروع کیا وہ ایک تاریک کمرے میں تھا اور اس نے اپنا منہ دیوار کی طرف کیا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا مجھے حسین سے کیا سروکار تھا اور اس کو سب دنیا کے ہم و غم گھیرے ہوئے تھے پس میں نے اسے یہ خواب بتایا لیکن وہ سر نیچے کئے ہوئے تھا۔

راوی کہتا ہے جب صبح ہوئی تو اس نے رسول اللہ کے اہل حرم کو بلا بھیجا اور ان سے کہا کون سی چیز تمہیں زیادہ پسند ہے میرے ہاں قیام کرنا یا مدینہ کی طرف واپس جانا اور تمہارے لیے بلند جائزہ و انعام ہے تو انہوں نے کہا سب سے پہلے تو ہم دوست رکھتے ہیں کہ ہم حسین علیہ السلام پر نوحہ و زاری

کریں اس نے کہا جو کچھ تمہارے جی میں آئے کرو پھر ان کے لیے حجرے اور مکانات دمشق میں خالی کرائے گئے اور کوئی ہاشمی اور قریشی عورت باقی نہیں رہی مگر یہ کہ انہوں نے غم حسینؑ میں سیاہ لباس پہنا اور سات دن تک جیسا کہ نقل ہوا ہے آپ پر ندبہ اور گریہ وزاری کیا گیا شیخ ابن نما رحمہ اللہ نے کہا ہے اور خواتین اہل بیت دمشق میں قیام کی مدت میں دلسوزی کے ساتھ نالہ و شیون گریہ اور آہ و بکا کرتے ہوئے ان قیدیوں کی مصیبت عظیم تھی اور دلسوختگی بسر مردہ ایسی کہ جس کا کوئی علاج نہ تھا اور انہیں ایسی جگہوں میں رکھا گیا کہ جو انہیں گرمی و سردی سے محفوظ نہ رکھتے تھے یہاں تک کہ نازک بدنوں کا چمڑہ کہ جو پس پردہ پڑے ہوئے تھے پھول گیا اور خون جاری ہوا صبر و شکیبائی کوچ کر گئی اور جزع و فزع نے مقام کر لیا اور حزن و ملال ان کا ندیم و جلیس ہو گیا۔

حسینؑ کی چھوٹی بچی کا خواب

کامل بہائی میں ہے کتاب حاویہ سے منقول ہے کہ اہل بیت کی خواتین نے چھوٹے بچوں سے ان کے آباء و بزرگوں کی شہادت مخفی رکھی تھی اور ان سے کہتی تھیں کہ تمہارے باپ سفر پہ گئے ہوئے ہیں اور یہی حالت تھی یہاں تک کہ یزید نے حکم دیا کہ انہیں اس کے گھر میں داخل کیا جائے اور امام حسین علیہ السلام کی ایک چھوٹی سی بچی تھی جس کی عمر چار سال تھی وہ ایک نیند سے بیدار ہوئی اور کہا میرے بابا حسینؑ کہاں ہیں میں نے ابھی ابھی انہیں خواب میں اضطراب

شدید میں دیکھا ہے جب خواتین نے یہ سنا تو وہ رونے لگیں اور ان کے ساتھ سب بچے رونے لگے اور واویلا کی صدا بلند ہوئی پس یزید کی نیند اکھڑ گئی اور اس نے کہا کہ کیا بات ہے واقعہ کی جستجو کی گئی تو یہ قصہ اس سے بیان کیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس کے باپ کا سر اس کی جانب لے جایا جائے پس سر مبارک لے آئے اور وہ اس کی گود میں رکھ دیا گیا تو اس بچی نے کہا یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا تیرے باپ کا سر ہے پس بچی گھبرا گئی اور چیخ ماری اور بیمار ہو گئی اور انہیں دنوں شام میں فوت ہو گئی

اور یہی روایت بعض تالیفات میں زیادہ تفصیل سے لکھی گئی ہے اور اس میں ہے کہ پس سر مبارک اس کی طرف لے آئے جو ایک دبیقی (سبز رنگ) رومال سے ڈھکا ہوا تھا پس وہ اس کے سامنے رکھا گیا اور اس سے رومال ہٹایا گیا تو اس نے کہا یہ کس کا سر ہے تو انہوں نے کہا یہ تمہارے باپ کا سر ہے پس بچی نے اسے طشت سے اٹھا کر سینہ سے لگا لیا اور وہ کہہ رہی تھی بابا جان کس نے آپ کو آپ کے خون سے خضاب لگایا بابا کس نے آپ کی گردن کی رگیں کاٹ دیں بابا کس نے مجھے صغر سنی میں یتیم کیا اے بابا تیرے بعد کون باقی ہے کہ جس سے ہم امید رکھیں اے بابا اس یتیم کا بڑے ہونے تک کون کفیل ہے اور اس بچی کے اس قسم کے کلمات ذکر کیے ہیں یہاں تک کہ کہا اس کے بعد اس بچی نے اپنا منہ آنجناب کے دھن مبارک پر رکھ دیا اور شدت سے روتی رہی یہاں تک کہ اسے غشی طاری ہوئی جب اسے حرکت دی ہلایا تو اچانک اس کی روح دنیا سے رخصت ہو چکی تھی جب اہل بیت نے دیکھا جو کچھ اس بچی پر گزرا تھا تو بلند آواز سے رونے لگے تو انہوں نے اور جو اہل دمشق میں سے موجود تھے عزاداری

تجدید کی پس اس دن کوئی مرد و عورت نہیں تھی مگر یہ کہ گریہ کر رہے تھے اتھی۔

اور اسی کتاب میں اسی راوی سے ہے کہ یزید نے سر حسین علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت اور اصحاب کے باقی سروں کے بارے میں حکم دیا کہ انہیں شہر کے دروازوں پر لٹکایا جائے۔

اور اسی کتاب میں ہے کہ آپ کا سر مبارک دمشق کی جامع مسجد کے منارے پر چالیس دن تک لٹکا رہا اور باقی سر دوسری مسجدوں کے دروازوں پر اور ایک دن یزید کے گھر کے دروازے پر لٹکائے گئے۔

اور شیخ راوندی نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے خدا کی قسم میں نے دیکھا حسینؑ کے سر مبارک جب اٹھا لائے اور میں دمشق میں تھا اور آپ کے آگے آگے ایک شخص سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا یہاں تک کہ جب وہ خدا کے ارشاد "ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا" تک پہنچا تو خداوند عالم نے سر پاک کو فصیح و بلیغ زبان میں قوت گویائی دی اور کہا میرا شہید ہونا اور میرا سر اٹھا کر دیار بدیار پھرانا اصحاب کہف سے زیادہ عجیب ہے۔

علامہ مجلسی قدس سرہ نے بحار میں کہا ہے بعد اس کے علی بن الحسین علیہ السلام کے منبر شام پر خطبہ کا ذکر کیا ہے اور روایت ہے کہ یزید کی اس مجلس میں یہودیوں کا ایک عالم و حبر موجود تھا تو اس نے کہا اے امیر . . . یہ نوجوان کون ہے یزید نے کہا وہ علی بن الحسینؑ ہے اس نے کہا کون حسینؑ یزید نے کہا علی بن ابی طالبؑ کا بیٹا اس نے کہا پس اس کی ماں کون ہے اس نے کہا اس کی ماں فاطمہ بنت محمدؐ ہے تو حبر نے کہا یا سبحان اللہ یہ تمہارے نبی کا نواسہ ہے کہ جسے تم نے اتنا

جلدی قتل کر دیا ہے بہت بری جانشینی کی ہے تم نے اس کی ذریت میں خدا کی قسم اگر موسیٰ بن عمران نے ہم میں اپنا صلبی نواسہ چھوڑا ہوتا تو ہمارا گمان کہ ہم اپنے پروردیگار کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے اور تمہارا نبی کل تم سے جدا ہوا ہے پس تم اس کے بیٹے پر کود پڑے اور اسے قتل کر دیا بری امت ہو تم راوی کہتا ہے کہ یزید نے حکم دیا اور تین مرتبہ اس کا گلا دبایا گیا وہ میرا اٹھ کھڑا ہوا اور وہ کہہ رہا تھا اگر چاہتے ہو تو مجھے قتل کر دو اور اگر چاہو تو مجھے مار دیو اور چاہو تو مجھے چھوڑ دو میں نے تورات میں پڑھا ہے جو شخص کسی پیغمبر کی ذریت کو قتل کرے جب تک زندہ ہے ملعون ہے اور جب مرے گا تو خدا اس کو جہنم کی آگ میں پھانسی لٹکائے گا اور سید نے کہا ہے کہ ابن لہیعہ نے ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے رأس الجالوت نے ملاقات کی اور کہا خدا کی قسم میرے اور حضرت داود کے درمیان ستر باپ ہیں اور یہودی میری زیارت کو آتے ہیں اور میری تعظیم کرتے ہیں اور تمہارے نبی کے فرزند اور نبی کے درمیان صرف ایک باپ ہے اور تم نے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔

اور زین العابدینؑ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں جب حسینؑ کا سر یزید کے پاس لایا گیا تو وہ شراب کی مجلسیں منعقد کرتا اور سر حسینؑ کو لایا اور اسے سامنے رکھ کر اس پر شراب پیتا پس ایک دن اس کے دربار میں شام روم کا قاصد آیا اور وہ روم کے اشراف و عظماء میں سے تھا تو اس نے کہا اے عربوں کے بادشاہ یہ کس کا سر ہے یزید نے اس سے کہا ہے اس سر سروکار تو اس نے کہا جب میں اپنے بادشاہ کی طرف واپس جاتا ہوں تو وہ

مجھ سے ہر چیز کے بارے میں سوال کرتا ہے کہ جسے میں نے دیکھا ہوتا ہے لہٰذا
میں دوست رکھتا ہوں کہ اس سر اور اس کے صاحب کے قصہ کی اس کو
خبر دوں تاکہ وہ فرحت و سرور میں تیرے ساتھ شریک ہو تو یزید نے کہا یہ
سر حسین بن علی بن ابی طالب کا ہے رومی نے کہا اس کی ماں کون ہے یزید
نے کہا فاطمہ بنت رسول اللہ تو نصرانی نے کہا تف ہے تیرے اوپر اور تیرے
دین پر میرا دین تمہارے دین سے بہتر ہے میرا باپ حضرت داود کی اولاد
در اولاد میں سے ہے اور میرے اور حضرت داود کے درمیان بہت سے
آباء ہیں تاہم نصاریٰ میری تعظیم کرتے ہیں اور میرے قدموں کی مٹی بطور
تبرک اٹھاتے ہیں اس بناء پر کہ میں داود علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں
اور تم اپنے نبی کے نواسہ کو قتل کرتے ہو حالانکہ تمہارے اور تمہارے نبی کے
درمیان صرف ایک ہی ماں ہے پس تمہارا دین کونسا دین ہے۔

اس کے بعد اس نے کہا کیا تو نے کنیہ الحاضر کی کہانی سنی ہے یزید نے کہا
تم بتاؤ تاکہ میں سنوں مؤلف کہتے ہیں پھر اس نے نصاریٰ کے حضرت عیسیٰ کے
گدھے کے سم کی تعظیم کرنے کی حکایت ذکر کی کہ وہ گدھا تھا کہ جس پر حضرت
عیسیٰ سوار ہوتے تھے ہم اختصار کی بناء پر اسے ذکر نہیں کرتے۔

پھر اس نے یزید سے کہا اور اسے سرزنش کی اور کہا یہ نصاریٰ کا نظریہ
ہے حضرت عیسیٰ کے گدھے کے سم کے بارے میں اور تم اپنے پیغمبر کے نواسہ کو
شہید کرتے ہو خدا تعالیٰ تمہیں برکت دے اور نہ تمہارے دین میں پس یزید
نے کہا اس کو قتل کر دو تاکہ یہ ہمیں اپنے ملک میں رسوا نہ کرتا پھرے جب
نصرانی نے اس بات کا احساس کیا اس نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے قتل کرو

اس نے کہا ہاں وہ کہنے لگا جان لے کہ میں نے آج رات تمہارے نبی کو عالم خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کہہ رہے ہیں اے نصرانی تم اہل جنت میں سے ہو تو میں نے آپ کے ارشاد پر تعجب کیا واشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ" پھر جلدی سے سر حسین علیہ السلام کی طرف بڑھا اور اسے اپنے سینہ سے لگایا اور اس کے بوسے لینے لگا جب کہ روتا جا رہا تھا یہاں تک کہ اسے شہید کر دیا گیا رضوان اللہ علیہ

راوی کہتا ہے کہ ایک دن حضرت زین العابدین علیہ السلام نکلے دمشق کے بازار میں جا رہے تھے کہ منہال بن عمرو ان کے سامنے آگئے اور عرض کیا آپ کا کیا حال ہے اے فرزند رسول خدا تو آپ نے فرمایا ہم آل فرعون میں بنی اسرائیل کے مثل وقت گزار رہے ہیں جو ان کے بیٹوں کو ذبح کرتے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے آئے منہال عرب عجم پر فخر کرتے ہیں کہ حضرت محمدؐ عرب تھے اور قریش باقی عربوں پر فخر کرتے ہیں اس بناء پر کہ محمدؐ ان میں سے تھے اور ہم ان کے اہل بیت ہیں کہ جن کا مال غصب کیا جاتا ہے انہیں قتل کر دیا جاتا ہے اور انہیں راندہ اور مطرود کیا جاتا ہے پس انا للہ وانا الیہ راجعون اس حالت سے کہ جس میں ہم ہیں اے منہال، کیا کہنا مہیار کا جو کہتا ہے ۔

یعظمون لہ اعواد منبرہ ء وتحت ارجلھم اولادھم وضواء بای حکم بنوہ یتبعونکم ء وفخرکم انکم صحب لہ تبع آپ کی وجہ سے آپ کے منبر کے تختوں کی تعظیم کرتے ہیں جب کہ آپ کی اولاد کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھتے ہیں، آنحضرت کے بیٹے کس بناء پر تمہاری اتباع کریں جب کہ تمہارے لیے فخر یہ ہے کہ تم آنحضرت کے صحابی و متبع ہو ۔

اور حکایت ہوئی ہے کہ یزید علیہ لعائن اللہ نے حکم دیا کہ آپ کا سر اس کے گھر کے دروازے پر لٹکایا جائے اور حسینؑ کے اہل بیت کے بارے میں حکم دیا کہ وہ اس کے گھر میں داخل ہوں پس جب خواتین اہل بیت یزید کے گھر میں داخل ہوئیں تو آل معاویہ اور آل ابو سفیان میں سے کوئی عورت نہ بچی کہ جس نے گریہ وزاری اور چیخ و پکار اور حسین پر نوحہ کرتے ہوئے ان کا استقبال نہ کیا ہو اور جو زینت کے لباس، زیور پہن رکھے تھے وہ پھینک دیئے اور آپ پہ تین دن ماتم اور مجالس حزن و ملال قائم کیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے لیے حجرے اور گھر دمشق میں خالی کیے گئے اور کوئی ہاشمی اور قریشی عورت باقی نہ رہی مگر یہ کہ حسینؑ کے غم میں سیاہ لباس پہنا اور جیسا کہ نقل ہوا ہے آپ پر سات دن تک ندبہ کیا۔

اور کتاب ارشاد میں ہے کہ پھر عورتوں کو حکم دیا کہ انہیں علیحدہ مکان میں اتارا جائے ان کے ساتھ ان کا بھائی علی بن الحسین علیہ السلام بھی تھے پس ان کے لیے ایک گھر علیحدہ کیا گیا کہ جو یزید کے گھر کے ساتھ متصل تھا پس اس میں کئی دن رہے۔

کامل بہائی میں ہے پس جب عورتیں گھر میں داخل ہوئیں تو آل ابو سفیان کی عورتوں نے ان کا استقبال کیا اور رسول اللہ کی بیٹیوں کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لیے اور نوحہ وزاری کی اور گریہ و بکاء کیا اور تین دن تک ماتم و مجلس قائم کیں اور یزید کی بیوی ہند نے اپنے سر سے چادر اتار دی اور گریبان چاک کیا اور پردہ پھاڑ دیا اور پاؤں ننگے یزید کی طرف نکلی جب کہ وہ مخصوص مجلس میں تھا اور کہا اے یزید تو نے حکم دیا ہے حسینؑ کے بارے میں کہ اسے نیزے

پر چڑھایا جائے گھر کے دروازے پر اور یزید اس وقت اس حالت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے سر پہ در و یاقوت اور نفیس جواہر سے جڑا ہوا تاج اس کے سر پر تھا جب اس نے اپنی بیوی کو اس حالت میں دیکھا تو تڑپ کر اٹھا اور اس کے سر کو ڈھانپا اور کہا اے ہندا اپنا سر ڈھانپو (نالہ و شیون کرو) اور نواسہ رسول پر گریہ کرو

ایک اور روایت میں ہے کہ ہند یزید کی بیوی عبداللہ بن عامر بن کریز کی بیٹی کبھی اس سے پہلے حسینؑ کے پاس تھی جب یزید کی مجلس میں آئی جب کہ وہ ملعون دربار عام میں تھا تو اس نے کہا اے یزید کیا فاطمہ بنت رسول اللہؐ کے فرزند کا سر میرے گھر کے صحن میں لٹکایا گیا ہے پس یزید تڑپ کر اس کی طرف گیا اور اس کے سر کو ڈھانپا اور کہا ہاں ان پر نالہ و شیون نواسہ رسول اور قریش کے فریاد اس پر گریہ و زاری کرو ابن زیاد لعنۃ اللہ نے جلد بازی کی اور انہیں قتل کر دیا خدا اسے قتل کرے۔

پھر یزید نے انہیں اپنے مخصوص گھر میں ٹھہرایا اور صبح و شام کے کھانے پر علی بن الحسین علیہ السلام کو اپنے ساتھ بٹھاتا تھا (یہ روایت گذشتہ کثیر روایات کے بر خلاف ہے مترجم)

اور کامل ابن اثیر و ملہوف میں ہے صبح شام کے کھانے پر یزید امام علی زین العابدینؑ کو بلاتا تھا ایک دن آپ کو بلایا تو عمرو بن حسینؑ (حسن خ ل) آپ کے ساتھ تھا اور وہ تو خیز بچہ تھا کہتے ہیں گیارہ سال اس کی عمر تھی پس یزید نے عمرو سے کہا کیا اس سے یعنی خالد بن یزید سے قتال اور جنگ کرو گے ؟ تو عمرو نے کہا مجھے ایک چھری دیدو اور اس کو بھی تاکہ میں اس سے جنگ کروں

پس یزید نے اسے سینہ سے لگا کر کہا "شنشنۃ اطرفہا من اخزم ءھل تار الحیۃ الا الحیۃ" "اس سرشت و مزاج کو میں اخزم سے جانتا ہوں سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے"

دو تویں سے پہلی کتاب میں ہے اور کہا گیا ہے جب سر حسینؑ یزید تک پہنچا تو یزید کے ہاں ابن زیاد کی حالت اچھی ہو گئی اور اس کو زیادہ اہمیت دی اور اسے صلہ و انعام دیا اور اس کی کارکردگی سے وہ خوش ہوا اس کے بعد تھوڑا ہی وقت گزرا کہ اسے لوگوں کے اس سے بغض رکھنے لعنت کرنے اور سب و شتم کرنے کی خبر ملی تو پھر قتل حسینؑ سے پشیمان ہوا اور کہنے لگا مجھ پر کیا تھا اگر میں اذیت و تکلیف برداشت کرتا اور حسینؑ کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ ٹھہراتا اور جو وہ چاہتے اس میں ان کو حاکم بناتا اگرچہ اس میں میری بادشاہی کی کمزوری و ضعف تھا رسول اللہ کے احترام کی حفاظت اور انکے حق و قرابت رعایت کرتے ہوئے خدا ابن مرجانہ پر لعنت کرے اس نے انہیں مضطر و مجبور کر دیا حالانکہ حسینؑ نے تو اس سے سوال کیا تھا کہ وہ میرے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ دیں یا کسی سرحد سے جا ملیں یہاں تک کہ ان کی وفات ہو جائے پس اس نے ان کی بات قبول نہ کی اور انہیں قتل کر کے مجھے مسلمانوں کی نگاہ میں مبغوض کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں میری عداوت و دشمنی کا بیج بو دیا ہے پس نیک و بد مجھ سے بغض رکھنے لگا ہے چونکہ انہوں قتل حسینؑ کو عظیم اور بہت بڑا گناہ سمجھا ہے مجھے ابن مرجانہ سے کیا لگاؤ ہے خدا اس پر لعنت کرے اور اس پر اپنا غضب نازل کرے ۔

مؤلف کہتے ہیں کہ جو شخص یزید کے اقوال و افعال میں تامل اور غور و فکر

کرے تو اس کے سامنے ظاہر ہو گا کہ جب حسینؑ کا سر اور آپ کے اہل بیت کو لایا گیا تو وہ اس سے بہت ہی زیادہ خوش ہوا اور اس نے سر مبارک کی توہین کی جو کی اور جو کچھ کہا سو کہا اور جناب علی بن الحسین علیہ السلام اور باقی اہل بیت کو ایسے قید خانے میں قید رکھا کہ جو انہیں گرمی اور سردی سے محفوظ نہیں رکھتا تھا یہاں تک کہ ان کے چہرے متغیر ہو گئے لیکن جب لوگ ان ہستیوں کو پہچان گئے اور ان کی جلالت وعظمت سے مطلع ہوئے اور یہ کہ وہ مظلوم ہیں اور یہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ کے اہل بیت ہیں تو لوگوں نے یزید کے فعل کو ناپسند کیا بلکہ اسے لعنت ملامت کی اور برا بھلا کہا اور اہل بیت کی طرف متوجہ ہوئے اب جب یزید کو اس کی اطلاع ملی تو چاہا کہ اپنے آپ کو خون حسینؑ سے بری الذمہ قرار دے لہذا اس فعل کی نسبت ابن زیاد کی طرف دی اور اس کام کی بناء پر اسے لعنت کی اور آپ کی شہادت پر ندامت و پشیمانی کا اظہار کیا اور اپنی حالت علی بن الحسینؑ اور ان کے باقی اہل بیت کے ساتھ بدل لی اور انہیں اپنے مخصوص گھر میں آثار الملک وسلطنت کی حفاظت اور عامۃ الناس کے دلوں کو اپنی طرف جلب و جذب کرنے کے لیے نہ یہ کہ وہ واقعاً قتل حسینؑ پہ نادم ہوا اور واقع اور نفس الامر میں اسے ابن زیاد کا فعل برا لگا۔

وہ چیز جو اس امر پہ دلالت کرتی ہے وہ ہے کہ جسے سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو اپنے پاس بلایا اور اس کو بہت سا مال دیا اور بڑے بڑے تحفے دیے اور اس کو اپنے نزدیک بٹھایا اور اس کی قدر ومنزلت بلند کی اور اس کو اپنے گھر کی عورتوں کے پاس لے گیا

اور اسے اپنا ندیم جلیس بنایا اور ایک رات شراب سے جب مست ہوا تو مغنی (گانے والے) سے کہا گاتا گاؤ پھر یزید نے یالبدیہہ یہ اشعار کہے

راسقنی شربة تروی مشاتی ثم مل فاسق مثلها ابن زیاد ی ءصاحب السرد الامانة عندی ءولتسدید مفتمی وجهادی = قاتل الخارجی اعنی حینا و مبید الاعداء والحساد " مجھے شراب کا جام پلاکر جو میری طبیعت ومزاج کو سیراب کردے اور ایسا ہی ابن زیاد کو دے جو میرا راز داں صاحب سر اور میرا امین ہے" مال غنیمت کے لانے میں اور میرا مرد جہاد ہے جو خارجی کا قاتل ہے یعنی حسینؑ کا اور میرے دشمنوں اور حاسدوں کو ہلاک کرنے والا ہے۔

اور ابن اثیر نے کامل میں ابن زیاد سے نقل کیا ہے کہ اس نے مسافر بن شریح یشکری سے شام کے راستے میں کہا رہا میرا حسینؑ کو قتل کرنا تو یزید نے مجھے اشارہ کیا تھا انہیں یا اپنے آپ کو قتل کرنے کا تو میں نے ان کے قتل کو انتخاب کیا۔

چودھویں فصل

اہل حرم کی مدینہ واپسی

یزید کا حسینؑ کے اہل حرم کو شام سے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف بھیجنا اور ان کا مدینہ میں ورود اور حسین علیہ السلام پر ماتم و مجالس قائم کرنا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ جب یزید بن معاویہ نے رسول زادیوں اور ذریت طیبہ کو اجازت دے دی کہ وہ حسین پر نوحہ و زاری کریں اور آپ کی مجالس و ماتم قائم کریں اور علی بن الحسین علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ وہ ان کی تین حاجتیں پوری کرے گا تو انہوں نے کئی دن تک ماتم اور مجالس قائم کیں اور بعض نے کہا ہے کہ سات دن تک جب آٹھواں دن ہوا تو یزید نے انہیں بلایا اور ان کے سامنے دمشق میں قیام کی درخواست پیش کی تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہمیں مدینہ واپس کیا جائے کیونکہ وہ ہمارے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ کا مقام ہجرت ہے تو یزید نے نعمان بن بشیر سے صحابی رسول اللہ سے کہا ان خواتین کے لیے سامان سفر جو مناسب ہو تیار کر اور اہل شام میں سے کوئی امین اور صالح مرد ان کے ساتھ بھیج اور ان کے ساتھ گھڑ سوار اور اعوان و مددگار روانہ کر پھر ان کو لباس دے اور کچھ بخشش اور ضروریات خورد و نوش کا تعین و تقرر کیا۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جب یزید نے انہیں تیار کیا تو علی بن الحسینؑ کو بلایا اور علیحدگی میں ان سے کہا کہ خدا لعنت کرے ابن مرجانہ پر خدا کی قسم اگر میں آپ کے باپ کا ساتھی ہوتا تو جو کچھ وہ مانگتے میں انہیں دیتا اور جو کچھ میری استطاعت میں ہوتا اس سے ان کی موت کو دفع کرتا لیکن خدا کا فیصلہ تھا جو آپ نے دیکھا مجھ سے مدینہ سے خط و کتابت کرنا اور جس چیز کی ضرورت ہو اس کی مجھے اطلاع دینا اور آپ کے لیے اور آپ کے خاندان کے لیے لباس پیش کئے اور ان کے ساتھ کیا ان میں ایک نعمان بن بشیر تھا اس کے قاصد کے عنوان سے اور اس سے سفارش کی کہ انہیں رات کو سفر کرانا اور انہیں اپنے آگے رکھنا تاکہ اس کی نگاہ میں رہیں جب وہ کہیں اتریں تو ان سے دور رہے اور وہ خود اور اس کے ساتھی اس کے گرد محافظوں کی طرح ہوں اور ان سے اتنا دور رہنا کہ ان میں سے کوئی وضو یا قضائے حاجت کرنا چاہے تو باعث زحمت و تکلیف نہ ہو پس ان کے ساتھ جانے والوں میں سے نعمان بھی تھا اور وہ ہمیشہ انہیں راستے میں آتا رہا اور ان سے نرمی سے پیش آتا رہا جس طرح کہ اسے یزید نے وصیت کی تھی اور ان کی دور رعایت کرتا رہا یہاں تک کہ وہ مدینہ میں داخل ہوئے، انتھی

اور یافعی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ حافظ ابو علاء ہمدانی نے ذکر کیا ہے کہ یزید کے پاس جب سر حسینؑ آیا تو اس نے مدینہ کسی کو بھیجا پس اس کے پاس کچھ بنی ہاشم کے موالی آئے اور ان کے ساتھ ابو سفیان کے کچھ موالی تھ گئے اس کے بعد حسینؑ کے اہل حرم اور ان کے خاندان کے باقی ماندہ افراد کو بھیجا

اور ہر ضرورت کی چیز تیار کرائی اور ہر حاجت کے بارے میں حکم دیا۔

اور ملہوف میں ہے علی بن الحسین علیہ السلام سے کہا آپ اپنی تین حاجات بیان کیجئے کہ جن کے پورا کرنے کا میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا پہلی حاجت یہ ہے کہ مجھے میرے سید و سردار اور آقا اور میرے باپ کا چہرہ کی زیارت کرا تا کہ میں اس سے زاد و توشہ حاصل کروں اور دوسری حاجت یہ ہے کہ جو مال ہمارا چھینا گیا ہے وہ ہمیں واپس کر دے اور تیسری یہ ہے اگر تو میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو ان خواتین اہل بیت کے ساتھ کسی شخص کو بھیج کہ جو انہیں ان کے نانا کے روضہ پر پہنچا آئے۔

تو یزید نے کہا رہا آپ کے باپ کا چہرہ تو وہ آپ کبھی بھی نہیں دیکھ سکیں گے باقی آپ کا قتل کرنا تو میں نے اس سے درگزر کیا ہے رہیں یہ خواتین تو انہیں آپ کے علاوہ کوئی نہیں لے جائے گا اور جو آپ کا مال و متاع چھینا گیا ہے میں اس کی کئی گنا قیمت کا معاوضہ دینے کو تیار ہوں۔

آپ نے فرمایا ہم تمہارا مال نہیں چاہتے وہ تیرے لیے ہی وافر ہے میں نے تو وہ طلب کیا ہے جو ہم سے چھینا گیا ہے کیونکہ اس میں جناب فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کا چرخا اور ان کا مقنعہ ان کا قلادہ و ہار اور ان کی قمیص ہے۔ اس نے ان چیزوں کے واپس کرنے کا حکم دیا اور اپنی طرف سے دو سو دینار کا اضافہ کیا امام زین العابدینؑ نے وہ دینار لیکر فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیئے پھر اس نے حکم دیا حسین علیہ السلام کے اہل بیت کے اسیروں اور قیدیوں کو ان کے وطن مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ و آلہ کی طرف واپس لوٹانے کا اور بعض مقاتل میں ہے جب انہوں نے مدینہ کی طرف

واپس جانے کا ارادہ کیا تو یزید نے ان کے لیے محل منگوائے اور انہیں مزین و آراستہ کیا اور ان پر ریشمی پردے ڈالے اور ان میں فراواں مال ڈالا اور جناب ام کلثوم سے کہا کہ یہ اموال اس مصیبت کے عوض اور بدلے میں لیجئے کہ جو تمہیں پہنچی ہے تو جناب ام کلثوم نے فرمایا اے یزید تو کس قدر بے شرم ہے اور کس قدر سخت رو ہے میرے بھائی اور میرے اہل بیت کو قتل کرتا ہے اور ان کے بدلے ہمیں مال دیتا ہے خدا کی قسم ایسا کبھی بھی نہیں ہو گا۔

اور کامل بہائی میں ہے کہ روایت ہوئی ہے کہ جناب ام کلثوم حسینؑ کی بہن کی وفات دمشق میں ہوئی سلام اللہ علیہا اور ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ جو ابن بطوطہ کے نام سے مشہور اور علامہ حلی کے فرزند فخر المحققین کا ہم عصر ہے وہ اپنے سفرنامہ میں کہ جس کا نام تحفۃ النظار فی غرائب الامصار ہے کہتا ہے شہر دمشق کے قبلہ کی جانب کی بستی میں شہر سے ایک فرسخ پر ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب جو فاطمہ زہرا علیہا السلام کے بطن سے تھیں کا مشہد ہے اور کہا گیا کہ ان کا نام زینب علیہا السلام تھا اور نبی اکرمؐ نے ان کی کنیت ام کلثوم رکھی تھی کیونکہ وہ اپنی خالہ ام کلثوم بنت (ربیبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے مشابہ تھیں اور اس پر ایک بہت بڑی مسجد ہے اور اس کے گرد کچھ مسکونی مکانات ہیں اور اس کے اوقاف ہیں اور اہل دمشق اس کو قبر الست ام کلثوم کا نام دیتے ہیں۔

سید کہتے ہیں باقی رہا سر حسینؑ تو ایک روایت ہے کہ اسے واپس لایا گیا اور کربلا میں آپ کے جسد شریف کے ساتھ اسے دفن کیا گیا اور طائفہ شیعہ کا عمل اسی اشارہ شدہ معنی پر ہے اور بہت سے مختلف آثار و منقولات

ہمارے ذکر شدہ قول کے علاوہ کی بھی روایت ہوئی ہے کہ جنہیں ہم نے چھوڑ دیا ہے تاکہ کتاب کے اختصار والی شرط جو ہم نے کی تھی نہ ٹوٹے۔

مؤلف کہتے ہیں کلمات سر مبارک علیہ افضل التسلیمات کے دفن کے سلسلہ میں مختلف ہیں

ایک گروہ کہتا ہے کہ سر حسینؑ کو یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کے پاس جو مدینہ پر اس کا گورنر تھا بھیجا پس عمرو نے کہا میں دوست رکھتا تھا کہ وہ اسے میرے پاس نہ بھیجتا پھر اس نے حکم دیا اور اسے ان کی والدہ فاطمہ علیہا السلام کی قبر کے پاس دفن کر دیا گیا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ وہ یزید کے خزانہ میں تھا یہاں تک کہ جب منصور بن جمہور اس کے خزانے میں داخل ہوا تو اسے سرخ رنگ کے عطر دان میں پایا کہ جس میں ابھی تک سیاہ خضاب کا اثر موجود تھا پس اسے دمشق میں باب الفرادیس کے پاس دفن کر دیا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک بن مروان نے اسے یزید کے خزانہ میں پایا تو اسے دیباج کے پانچ پارچے پہنائے اور اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس نماز پڑھی اور اسے قبر کھود کر دفن کر دیا۔

وہ چیز جو ہمارے علماء امامیہ کے درمیان مشہور ہے وہ یہ ہے کہ یا تو اسے آپ کے جسد شریف کے ساتھ دفن کیا گیا اور اسے علی بن الحسین علیہ السلام واپس لائے تھے اور یا یہ کہ اسے امیرالمومنین کے پاس دفن کیا گیا جیسا کہ بہت سی روایات و اخبار میں ہے۔

ابن شہر آشوب نے کہا ہے سید مرتضیٰ نے بعض مسائل میں فرمایا ہے کہ

سر حسینؑ آپ کے بدن کی طرف کربلا میں شام سے واپس لایا گیا اور اس کے ساتھ اسے ضم کیا گیا اور شیخ طوسی نے فرمایا اور اسی سے ہے زیارت اربعین اور تاریخ حبیب السیر میں ہے کہ یزید بن معاویہ نے شہداء کے سر علی بن الحسین علیہما السلام کے سپرد کئے پس آپ نے ابدان طاہرہ کے ساتھ بیس صفر کے دن انہیں ملحق کیا اور پھر آپ مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا ہے کہ یہ سب سے زیادہ صحیح روایت ہے ان روایات میں سے جو سر مکرم کے دفن کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔

سبط نے تذکرہ میں کہا ہے کہ اس میں پانچ قول ہیں ا کربلا میں اس کا دفن ہونا ۲ مدینہ میں ان کی والدہ کی قبر کے ساتھ ۳ دمشق میں مسجد رقہ میں اور قاہرہ میں اور کہا ہے کہ زیادہ مشہور یہ ہے کہ قیدیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف واپس ہوا اور پھر جد اطہر کی طرف کربلا میں اسے پلٹایا گیا اور اس کے ساتھ دفن کیا گیا بہر حال جہاں کہیں بھی آپ کا سر اور جسم ہو وہ دلوں اور ضمیروں میں ساکن ہیں اور اسرار و خواطر میں رہتے ہیں ہمارے بعض شیوخ و بزرگوں نے اسی معنی کو شعر میں پیش کیا ہے" لا تطلبوا اعرلی الحسین ، بارض مشرق او بغرب ، ودعوا الجمیع ومرجوا نحوی فمشہدہ بقلبی" مولا حسین کو مشرق و مغرب کی زمین میں تلاش نہ کرو اور سب کو چھوڑ کر میری طرف بڑھو کہ آپ کا شہد و مزار میرے دل میں ہے۔

اور ملہوف میں ہے راوی کہتا ہے جب حسینؑ کی خواتین اور اہل و عیال شام سے لوٹے اور عراق میں پہنچے تو دلیل ، راستہ بتانے والے سے کہا ہمیں کربلا والے راستے سے گذارو پس مصرع و مقتل گاہ میں پہنچے پس جابر بن عبد اللہ انصاری

اور بنی ہاشم کی ایک جماعت اور آل رسول صلی اللہ علیہ و آلہ میں سے کچھ مرد وہاں پائے کہ جو حسینؑ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے وہاں آئے ہوئے تھے پس یہ دو قافلے ایک ہی وقت میں وہاں پہنچے اور ایک دوسرے کا آمنا سامنا گریہ و بکا، حزن و ملال اور ماتم سر و صورت زنی سے کیا اور انہوں نے جگر خراش ماتم و دکھ درد کا اظہار کیا اور اس علاقہ کی عورتیں بھی ان کے پاس اکٹھی ہو گئیں پس اسی حالت میں انہوں نے کئی دن وہاں گذارے۔

اور ابن نما کے مقتل میں بھی اسی کے قریب عبادت ہے۔

سید کہتے ہیں راوی کا کہنا ہے پھر کربلا سے مدینہ کے ارادہ سے جدا ہوئے بشیر بن جذلم پس جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو علی بن الحسین علیہ السلام اترے پس سامان اتارا اور خیمہ نصب کئے اور اپنی خواتین کو اتارا اور کہا اے بشیر خدا تمہارے باپ پر رحم کرے وہ شاعر تھا کیا تو بھی کچھ اشعار کہہ سکتا ہے پس اس نے کہا جی ہاں اے فرزند رسول خدا میں بھی شاعر ہوں پس آپ نے فرمایا مدینہ میں جاؤ اور ابو عبداللہؑ کی شہادت کی خبر جا سناؤ بشیر کہتا ہے پس میں گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے دوڑایا یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہوا جب میں مسجد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ میں پہنچا تو میں نے گریہ و زاری کی آواز بلند کی اور یہ اشعار کہنے شروع کئے ۔ یا اھل یثرب لا مقام لکم بھا قتل الحسین فادمعی مدرار الجسم منہ بکربلاء مضرج والرأس منہ علی القناۃ یدار

اے اہل مدینہ مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا حسینؑ شہید ہو گئے کہ جن پر میرے آنسو برس رہے ہیں ان کا جسم کربلا میں خون و خاک میں غلطاں ہے اور ان کا سر نیزہ پر دیار بدیار پھرایا جا رہا ہے۔

بشیر کہتا ہے پھر میں نے یہ کہا یہ علی بن الحسین علیہما السلام ہیں کہ جو اپنی پھوپیوں اور بہنوں کے ساتھ تمہارے شہر کے باہر اترے ہوئے ہیں اور میں تمہاری طرف ان کا قاصد ہوں جو ان کی رہائش گاہ بتانے آیا ہوں بشیر کہتا ہے پس مدینہ میں کوئی عذرہ اور پردہ نشیں نہیں تھی مگر یہ کہ وہ اپنے پردوں سے باہر آگئیں اور واویلا واثبورا کہہ رہی تھیں پس میں نے اس دن سے زیادہ رونے والے نہیں دیکھے اور مسلمانوں کے لیے اس دن سے زیادہ سخت و تلخ نہیں گزرا تھا اور میں نے ایک لڑکی کو حسینؑ پر نوحہ کرتے سنا جو کہہ رہی تھی "نعی سیدی ناع نعاہ فأوجعاء وامرضنی ناع نعاہ فأفجعا فعینی جودا بالدموع واسکباء وجودا بدمع بعد ومعکمامعاء علی من دھی عرش الجلیل فزعزعاء فاصبح منہ المجد والدین احیدعاء علی ابن نبی اللہ وابن وحیہء وان کان عنا شاحط الدار اشسعاء" میرے آقا کی شہادت کی خبر لایا اور مجھے دکھی کیا جس سے مجھے بیمار کر دیا اور اس خبر سے میرے دل کو اور اس خبر سے میرے دل کو تکلیف پہنچی پس میری دونوں آنکھیں غم کے آنسو زیادہ سے زیادہ بہاؤ اور آنسو کے بعد آنسو مسلسل بہاؤ اس پر کہ رب جلیل کا عرش جس کے غم میں گر گیا اس کی شہادت نے شرافت، دین اور جمیت و غیرت کو ختم کر دیا ہے پیغمبرؐ اور علیؑ کے بیٹے پر گریہ کرو اگرچہ اس کا مزار دور اور بہت دور ہے اس کے بعد اس شہزادی نے کہا اے خبر موت لانے والے تو نے ابو عبد اللہؑ پر ہمارے حزن و ملال کو تازہ کر دیا اور ہمارے زخم چھیل دیئے جو ابھی مندمل نہیں ہوئے تھے پس تو کون ہے خدا تجھ پر رحم کرے تو میں نے کہا کہ میں بشیر بن جذلم ہوں مجھے میرے مولا علی بن الحسین نے

بھیجا ہے اور وہ جناب ابوعبداللہ الحسین کے اہل وعیال کے اور خواتین اہل بیت کے ساتھ فلاں فلاں جگہ اترے ہوئے ہیں۔

بشیر کہتا ہے کہ پس لوگوں نے مجھے وہیں چھوڑ دیا اور وہ مجھ سے پہلے دوڑ پڑے پس میں نے اپنے گھوڑے کو چابک مارا یہاں تک کہ میں ان کی طرف پلٹا پس میں نے دیکھا کہ لوگوں نے راستے اور جگہیں پر کر رکھی تھیں پس میں گھوڑے سے اترا اور لوگوں کی گردنوں پہ قدم رکھتے ہوئے خیمے کے دروازہ کے قریب پہنچا اور علی بن الحسین ابھی اندر تھے آپ خیمے سے نکلے اور آپ کے ہاتھ میں ایک رومال تھا کہ جس سے آپ اپنے آنسو پونچھتے تھے اور آپ کے پیچھے ایک خادم تھا کہ جس کے ساتھ ایک کرسی تھی پس اس نے کرسی رکھی اور آپ اس پہ بیٹھ گئے اور آپ اپنے گریہ پہ قابو نہیں رکھتے تھے اور لوگوں کی گریہ و بکاء کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور عورتوں اور کنیزوں کی رونے اور بین کرنے کی صدائیں اٹھ رہی تھیں اور لوگ ہر طرف سے آپ کو تعزیت کہہ رہے تھے پس وہ جگہ ایک ہی شدید صدائے گریہ و نالہ تھی پس آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ پس ان کے نالہ و شیون کی سوزش ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا حمد و ثنا ہے اس خدا کے لیے جو عالمین کا پالنے والا ہے رحمٰن و رحیم اور روز جزا کا فرمانبردار ہے اور تمام مخلوق کا خالق ہے وہ خدا جو عقول کے ادراک سے دور ہے۔ اور جس کے سامنے چھپے ہوئے راز آشکار و واضح ہیں میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں عظیم شدائد بڑے مصائب، غم اندوز تکالیف صبر سوز دردوں اور سخت گراں مصیبت پر اے لوگو حمد و تعریف ہے اس خدا کے لیے کہ جس نے ہمارا امتحان لیا اور ہمیں مبتلا کیا بڑے مصائب کے

تو اس نے وہ سب واپس کر دئیے اور کہا جو کچھ میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے یہ دنیا کے لیے ہوتا تو اس میں جو کچھ آپ نے دیا ہے میری رضایت کے لیے کافی تھا لیکن خدا کی قسم جو کچھ میں نے کیا ہے وہ اللہ کے لیے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے آپ کی قرابت کی بنا پر ہے۔

اور امام حسینؑ علیہ السلام کے ساتھ آپ کی زوجۂ محترمہ جناب رباب بنت امرئی القیس بھی تھیں جو آپ کی شہزادی جناب سکینہ کی ماں ہیں انہیں بھی آپ کے دوسرے اہل خانہ کی طرح شام لے جایا گیا تھا پھر وہ مدینہ کی طرف واپس آئیں اشراف قریش نے ان کی خواستگاری کی تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد میں کسی کو اپنا سسر نہیں بناتی آپ کے بعد وہ محترمہ ایک سال زندہ رہیں کبھی وہ مکان کے سایہ میں نہیں بیٹھیں یہاں تک کہ کمزور و بیمار ہو گئیں اور دکھ و درد میں وفات پائی (اور بعض نے کہا ہے کہ ایک سال تک قبر حسینؑ پر رہیں اور پھر مدینہ آکر فوت ہوئیں بعض مقاتل میں ہے کہ جناب ام کلثوم جب مدینہ آئیں تو رو کر یہ اشعار پڑھے "مدینۃ جدنا لا تقبلینا فبالحسرات والاحزان جئنا = انا فاخبر رسول اللہ عنا بانا قد فجعنا فی ابینا" آخر اشعار تک کہ منجملہ ان کے یہ اشعار ہیں:۔ "مدینۃ جدنا لا تقبلینا فبالحسرات والاحزان جیئنا ء فرحنا منک بالاھلین جمعا = رجعنا لا رجال ولا بنینا وکنا فی الخروج بجمع شمل ء رجعنا خاسرین مسلبیناء وکنا فی امان اللہ جمعاً ء رجعنا بالقطیعۃ خائفینا ومولانا الحسین بہ رمینا = ضحن الضائعات بلا کفیل ء ونحن النائحات علی ابینا الا یا جدنا قتلوا حسینا = ولم یراعوا احباب اللہ فیناء الا یا جدنا

بلغت عداناء مناھاواشتفی الاعداءفینالقد متسکواالنساء و حملوھاءعلی الاقتاب قہراً اجمعیناء"۔

اے ہمارے نانا کے مدینہ ہمیں قبول نہ کر ہم حسرتیں اور حزن و ملال لے کر آئے ہیں خبردار رسول اللہ کو بتا دے کہ ہم کو ہمارے باپ کی وجہ سے درد وتکلیف پہنچائی گئی، جب ہم تم سے تو سب گھر والوں کے ساتھ گئے واپس آئے تو نہ مرد ہیں اور نہ بیٹے جب ہم نکلے تھے تو سب اکٹھے تھے واپس آئے ہیں تو نقصان اٹھا کر اور مال و فعال لٹا کر واپس آئے ہیں ہم اللہ کی واضح امان میں تھے واپس آئے تو احباب کی جدائی کے ساتھ ہم خوف زدہ ہیں اور ہمارے آقا و مولا حسینؑ ہمارے انیس و ہمدرد تھے جب واپس آئے تو حسینؑ زیر خاک گرد و مرھون ہیں پس ہم ضائع و برباد ہو چکے ہیں ہمارا کوئی وکیل و سرپرست نہیں رہا اور ہم اپنے بھائی پر نوحہ کناں ہیں اے جد بزرگوار دشمنوں نے حسینؑ کو شہید کر دیا ہے اور ہمارے بارے میں دربار خداوندی کی رعایت نہیں کی گئی اے نانا جان ہمارے دشمن اپنی آرزو کو پا چکے ہیں اور ہماری ھتک و حرمت سے انہیں شفا ملی ہے خواتین اہل بیت کو بے پردہ کیا ہے اور بے محمل کجاواں پر جبرا انہیں لے کر گئے ہیں یہ اشعار کافی ہیں لیکن اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے ذکر نہیں کئے۔

راوی کہتا ہے کہ باقی رہیں جناب زینب تو انہوں نے مسجد کے دروازے کے دونوں کاٹھوں کو پکڑ کر پکارا نانا جان میں آپ کو اپنے بھائی حسینؑ کی شہادت کی خبر سنانے آئی ہوں اور آنجناب کے اس کے ساتھ آنسو نہیں تھمتے تھے اور گریہ و پکار اور نوحہ زاری سے نہیں تھکتی تھیں اور جب ان کی نگاہ علی بن الحسین علیہ السلام

پر پڑتی تو ان کے حزن و ملال تازہ ہوتا اور ان کے دکھ و درد میں اضافہ ہوتا تھا۔

سید (رہ) فرماتے ہیں اور حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ امام زین العابدینؑ اپنے والد گرامی پر چالیس سال گریہ کرتے رہے دن کو روزہ رکھتے اور رات عبادت میں بسر کرتے تھے جب افطار کا وقت ہوتا تو آپ کا خادم کھانے پینے کی چیزیں لے آتا اور آپ کے سامنے رکھتا اور کہتا کہ اے مولا کھانا کھائیے تو آپ فرماتے فرزند رسول اللہ بھوکے مارے گئے رسول اللہ کے بیٹے پیاسے شہید کئے گئے اور بار بار ان الفاظ کا تکرار کرتے اور روئے جاتے یہاں تک کہ کھانا آپ کے آنسوؤں سے تر ہو جاتا پھر پانی آپ کے آنسوؤں سے مل جاتا۔ یہی آپ کی کیفیت رہی یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے جا ملے۔

اور آپ کے ایک غلام کا بیان ہے کہ آپ ایک دن صحرا کی طرف نکلے وہ کہتا ہے کہ میں آپ کے پیچھے پیچھے گیا پس آپ کو اس حالت میں پایا کہ ایک سخت پتھر پر آپ نے سجدہ کر رکھا ہے اور میں آپ کے نعرہ اور گریہ کی آواز سنتا رہا اور میں ہزار مرتبہ شمار کیا "لا الہ الا اللہ حقا حقا۔ لا الہ الا اللہ تعبداً ورقاء لا الہ الا اللہ ایمانا وصدقا۔

پھر آپ نے اپنا سر سجدہ سے اٹھایا جب کہ آپ کی ریش مبارک اور آپ کا چہرہ انور آپ کی آنکھوں کے آنسوؤں میں ڈوبے ہوئے تھے تو میں عرض کیا اے میرے آقا و سردار کیا آپ کے حزن و ملال کے ختم ہونے اور آپ گریہ کے کم ہونے کا وقت نہیں آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا وائے ہو تجھ پر یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام نبی اور نبی کے فرزند تھے ان کے بارہ

بیٹے تھے کہ جن میں سے ایک کو اللہ سبحانہ نے غائب اور آنکھوں سے اوجھل کر دیا تھا تو حزن و ملال سے ان کا سر سفید ہو گیا اور غم و اندوہ سے ان کی کمر جھک گئی اور گریہ و بکا سے ان کی بینائی ختم ہو گئی حالانکہ ان کا بیٹا دار دنیا میں زندہ سلامت تھا اور میں نے اپنے باپ اپنے بھائی اور اپنے اہل بیت میں سے سترہ افراد کو ہاتھ سے دیا جو زمین پر شہید ہو کر گرے پڑے تھے تو میرا حزن و ملال کیسے ختم ہو اور میرا گریہ و بکا کیسے کم ہو۔

شیخ ابو جعفر طوسی عطر اللہ مرقدہ نے اپنی سند کے ساتھ خالد بن سدیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عبداللہ صادقؑ سے سوال کیا اس شخص کے بارے میں کہ جو اپنے باپ اپنی ماں اپنے بھائی یا قریبی رشتہ دار پر گریبان چاک کرے تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں حضرت موسیٰ بن عمران سے اپنے بھائی ہارون علیہما السلام پر گریبان چاک کیا تھا البتہ باپ اپنے بیٹے پر اور شوہر اپنی بیوی پر گریبان چاک نہ کرے لیکن بیوی اپنے شوہر پر گریبان چاک کر سکتی ہے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا بیشک فاطمیات (فاطمہ زہرا کی بیٹیوں) نے گریبان چاک کئے تھے اور رخسار پیٹے تھے حسین بن علی علیہما السلام پر اور آپ جیسی ہستی پر تو رخسار پیٹے جائیں اور گریبان چاک کیے جائیں۔

کتاب دعائم الاسلام سے جعفر بن محمد علیہما السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حسین بن علی علیہما السلام پر ایک سال شب و روز نوحہ و زاری کی گئی اور تین سال تک آپ کی شہادت کے دن سے یہ سلسلہ جاری رہا۔

اور برقی نے روایت کی ہے کہ جب حسین بن علی علیہ السلام شہید ہوئے تو بنی ہاشم کی خواتین نے سیاہ اور کھردرے لباس پہنے اور وہ گرمی و سردی کی پرواہ نہیں کرتی تھیں اور علی بن الحسین علیہما السلام ان کے ماتم و مجالس کے لیے کھانے کا انتظام کرتے تھے۔

اور ثقۃ الاسلام کلینی (برد اللہ مضجعہ) نے ابو عبداللہ صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جب حسینؑ کی شہادت ہوگئی تو آپ کی زوجہ کلبیہ نے آپؑ کی مجلس و ماتم بپا کیا تو خود بھی روئیں اور دوسری عورتیں بھی اور خدم و حشم بھی گریہ و بکا کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے آنسو خشک ہو کر ختم ہو گئے پس وہ اسی حالت میں تھیں کہ انہوں نے اپنی کنیزوں میں سے ایک کنیز کو دیکھا کہ اس کے آنسو بہہ رہے ہیں پس اسے بلایا اور اس سے کہا کیا بات ہے کہ ہم میں سے تمہارا آنسو بہہ رہے ہیں تو اس نے کہا کہ جب میں کچھ تھک گئی تو میں نے ستو کا شربت پیا تو راوی کہتا ہے کہ اس بی بی نے کھانے ستو کا حکم دیا پس خود بھی کھایا اور ستو پئے اور دوسری خواتینؑ کو بھی کھلائے پلائے اور کہا کہ ہم اس سے چاہتے ہیں کہ حسینؑ پر رونے میں تقویت حاصل کریں کہا ہے کہ اس کلبیہ خاتون کے پاس ایک بڑا کاسہ کھانے کا بھیجا گیا کہ اس سے ماتم حسینؑ پر مدد لیں جب وہ کاسہ انہوں نے دیکھا تو کہا یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ ہدیہ جو فلاں نے بھیجا ہے تاکہ اس سے مجلس و ماتم حسینؑ پر استعانت لیں تو انہوں نے کہا ہم عروسی و شادی میں نہیں ہیں ہم اسے کیا کریں گے پھر انہیں گھر سے باہر نکل جانے کا حکم دیا جب وہ گھر سے باہر نکلیں تو ان کا کوئی پتہ نہ چلا گویا وہ آسمان و زمین کے درمیان اڑ گئیں اور گھر سے نکلنے کے بعد ان کا

نام و نشان تک معلوم نہ ہوا۔

اور صادقؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کسی ہاشمی عورت نے نہ سرمہ لگایا اور نہ خضاب کیا اور نہ ہی کسی ہاشمی گھر میں پانچ سال تک دھواں اٹھتا دیکھا گیا جب تک عبیداللہ بن زیاد لعنۃ اللہ تعالیٰ قتل نہیں کیا گیا۔

اور تاریخ ذہبی سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا کہ ۳۵۲ھ ہجری میں عاشور کے دن معزالدولہ نے اہل بغداد پر حسین بن علی علیہما السلام کا ماتم و مجلس و نوحہ خوانی لازم قرار دیا اور حکم دیا کہ بازار بند کئے جائیں اور ان پر عزاداری کے شعار و لباس آویزاں کئے جائیں اور کھانا و روٹی کے تنور وغیرہ کی تعطیل کی جائے اور شیعہ خواتین نے اپنے چہروں پر راکھ و سیاہی ملی اور سر و چہرے پیٹے اور نوحہ پڑھے اور پھر یہ عمل کئی سال تک ہوتا رہا

اور تاریخ ابن الوردی میں ہے وہ کہتا ہے سن تین سو باون میں معزالدولہ نے نوحہ و ماتم اور عورتوں کے بال کھولنے اور چہروں پر غم حسینؑ میں سیاہی ملنے کا حکم دیا اور اہل سنت اس سے رد کرنے سے عاجز و ناتواں تھے کیونکہ بادشاہ شیعوں کے ساتھ تھا۔

اور مقریزی کی کتاب الخطط و الآثار سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ ابن ذوالاق نے کتاب سیرۃ لمعزالدین میں کہا ہے کہ سن تین سو تریسٹھ میں شیعوں اور ان کے پیروکاروں کی ایک جماعت مغاربہ کے گھڑ سواروں اور ان کے پیادوں کے ساتھ عزاداری حسین علیہ السلام کے جلوس کے ساتھ جناب ام کلثوم اور جناب نفیسہ خاتون کے مزارات سے واپس لوٹے

اور بعض کتب میں ہے کہ ۴۲۲ھ ہجری میں بغداد میں عزاداری حسین علیہ السلام

قائم کی گئی پس اہل سنت بھڑک اٹھے اور لڑائی و قتال ہوا یہاں تک کہ ایک جماعت قتل ہوئی اور بازار تباہ ہوئے۔

ابوریحان کی کتاب آثار الباقیہ سے منقول ہے کہ عربوں کے نزدیک یہ دن (یوم عاشوراء) لائق تعظیم و بزرگی تھا یہاں تک کہ اس میں حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام شہید کئے گئے اور آپ کے ساتھ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ وہ کچھ سلوک کیا گیا کہ تمام امتوں میں بدترین خلائق کے ساتھ نہیں کیا گیا قتل کرنا پانی بند کرنا تلوار سے مارنا خیمے جلانا سروں کو نیزوں پر سوار کرنا اور لاشوں پر گھوڑے دوڑانا تو اس بنا پر اس دن کو شوم و منحوس سمجھنے لگے لیکن بنی امیہ نے اس دن نئے لباس پہنے زینت کی سرمے لگائے اور اسے عید قرار دیا اور ولیمہ اور مہمانیاں کیں اور حلوے اور اچھے کھانے کھلائے اور عامہ میں یہ رسم ان کی سلطنت میں جاری و ساری رہی اور ان کی حکومت کے زوال کے بعد بھی ان میں (اہل سنت) باقی رہی لیکن شیعہ ان پر نوحہ و زاری اور گریہ و بکا اس دن میں سید الشہداء کے شہید ہونے کی بنا پر کرتے رہے اور اس کا مظاہرہ مدینۃ السلام (بغداد) اور اس جیسے دوسرے شہروں میں ہوتا رہتا ہے اور اس دن تربت مسعودہ (جسے سعادت بخشی گئی ہے) کی کربلا میں زیارت کرتے ہیں اور اسی لیے عامہ برتنوں اور اثاث البیت کی تجدید کرنا پسند کرتے ہیں۔

چوتھا باب

شہادت ابوعبداللہ الحسینؑ کے بعد جو چیزیں آسمان وزمین اوران دونوں میں رہنے والوں سے ظہور میں آئیں اور وہ ہیں ان دونوں کا آپ پر گریہ وبکا اور آپ کے سلسلہ میں ملائکہ کا بارگاہ خدا عزوجل میں چیخ وپکار کرنا اور جنات کا آپ پر نوحہ وزاری کرنا اور آپ کے متعلق کہے گئے مرثیے اور اور اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

آسمان وزمین کا گریہ وبکا

آسمان وزمین اوران دونوں میں رہنے والوں کا آپ پر گریہ وبکا

شیخ ابوجعفر طوسی قدس سرہ نے مفید سے احمد بن ولید سے ان کے والد سے صفار سے ابن عیسیٰ سے ابن ابی عمیر سے حسین بن ساختہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اور ابوسلمہ سراج، یونس بن یعقوب اور فضیل بن یسار ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہ السلام کے پاس تھے میں نے آپ سے عرض کیا آپ پر قربان

جاؤں میں اس قوم کی مجلسوں جاتا ہوں تو دل میں آپ حضرات کا ذکر اور آپ کو یاد کرتا ہوں تو میں اس وقت کیا کہوں تو آپ نے فرمایا اے حسین جب تم ان کی مجالس ومجلسوں میں جاؤ تو کہو "اللھم ارنا الرخاء والسرور" خدایا ہمیں کشائش اور خوشی وسرور دکھا تو جو چاہتے ہو وہ تمہیں ملے گا وہ کہتا ہے میں نے کہا آپ پر قربان جاؤں میں حسین علیہ السلام کو یاد کرتا ہوں تو اس وقت میں کیا کہوں جب انہیں یاد کروں تو فرمایا کہو صلی اللہ علیک یا ابا عبداللہ اس کا تین مرتبہ تکرار کرو پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ابو عبداللہ الحسینؑ جب شہید ہوئے تو آپ پر سات آسمانوں سات زمینوں اور جو کچھ ان میں یا ان کے درمیان ہے اور جو جنت اور جہنم میں لوٹتا پوٹتا ہے اور جو چیزیں نظر آتی ہیں یا نظر نہیں آتیں سب نے ان پہ گریہ وبکا کیا سوائے تین چیزوں کہ جو آپ پر نہیں روئیں تو میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں وہ تین چیزیں کونسی ہیں کہ جنہوں نے اس مظلوم پر گریہ نہیں کیا فرمایا بصرہ، دمشق اور حکم بن ابوالعاص کی آل و اولاد

اور شیخ صدوق عطر اللہ مرقدہ نے جبلۃ المکیہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے میثم تمارؓ قدس اللہ روحہ کو کہتے سنا خدا کی قسم یہ امت اپنے نبیؐ کے بیٹے کو محرم کی دس تاریخ کو قتل کرے گی اور دشمنان خدا اس دن کو برکت کا دن قرار دیں گے اور یہ ہو کے رہے گا اور یہ اللہ تعالیٰ ذکرہ کے علم میں آچکا ہے اس کو میں ایک عہد کے طور پر جانتا ہوں جو میرے مولا امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ نے مجھ سے کیا ہے اور آپ نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ پہ ہر چیز گریہ کرے گی یہاں تک کہ وحشی جانور جنگلوں میں اور مچھلیاں دریاؤں میں

اور پرندے آسمان کی فضا میں اور آپ پر سورج چاند ستارے آسمان زمین انسانوں اور جنات میں سے مومنین اور تمام آسمانوں اور زمینوں کے فرشتے (رضوان خ ل) مالک اور حاملین عرش اور آسمان خون و راکھ کی بارش برسائے گا۔ یہانتک کہ میثم نے فرمایا۔ اے جبلہ جب تم سورج کو سرخ حالت میں دیکھو کہ گویا وہ تازہ خون ہے تو بس جان لو کہ سید الشہداء (حسین خ ل) علیہ السلام شہید ہو چکے ہیں جبلہ کہتا ہے پس میں ایک دن نکلا تو دیواروں پر سورج کی روشنی پڑ رہی تھی گویا کہ سرخ لحاف ہیں پس میں نے چیخ و پکار کی اور رونے لگا اور میں نے کہا خدا کی قسم ہمارے سید و سردار حسین بن علی صلوات اللہ علیہ شہید ہو گئے ہیں۔

اور شیخ ابو القاسم جعفر بن قولویہ قمی نے اپنی سند کے ساتھ ابو عبد اللہ صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ ہشام بن عبد الملک نے کسی کو میرے پدر بزرگوار کی طرف بھیجا جو آپ کو شام لے گیا جب آپ ہشام کے پاس گئے تو اس نے آپ سے کہا اے ابو جعفر ہم نے آپ کو بلوایا ہے تاکہ آپ سے ایسا مسئلہ پوچھیں کہ میرے علاوہ کسی میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ اس کے بارے میں آپ سے سوال کرے اور میں زمین میں کسی مخلوق کو نہیں جانتا کہ وہ اسے جان سکے یا جانتا ہو اس مسئلہ کو سوائے ایک شخص کے تو میرے پدر بزرگوار نے فرمایا امیر . . . سوال کرے مجھ سے اس مسئلہ کے بارے میں جسے وہ چاہتا ہے اگر مجھے معلوم ہوا تو اس کا جواب دوں گا اور اگر مجھے معلوم نہ ہوا تو کہوں گا کہ میں نہیں جانتا اور سچ بولنا میرے لیے اولی و انسب ہے پس ہشام نے کہا مجھے اس رات کے بارے میں خبر دیجئے کہ جس میں علی بن ابی طالب شہید ہوئے کہ جو شخص اس شہر سے غائب تھا کہ جس میں وہ شہید ہوئے اس نے آپ کی شہادت

پر کس چیز کو دلیل بنایا اور اس میں عام لوگوں کے لیے کون سی علامت و نشانی تھی اگر آپ اسے جانتے ہیں اور اس کا جواب دے سکتے ہیں تو مجھے بتائیے کہ کیا علی کے علاوہ کے شہید ہونے کی بھی یہ علامت تھی تو میرے پدر بزرگوار نے اس سے کہا اے امیر . . . جب وہ رات ہوئی کہ جس میں امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب شہید ہوئے زمین سے کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا تھا مگر یہ کہ اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا یہ عمل طلوع فجر تک رہا اسی طرح تھی وہ رات کہ جس میں حضرت ہارون موسیٰ علیہما السلام کے بھائی شہید ہوئے اور اسی طرح تھی وہ رات کہ جس میں یوشع بن نون علیہما السلام شہید ہوئے اور اسی طرح تھا اس رات بھی جس میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اٹھایا گیا اور اسی طرح تھی وہ رات کہ جس میں شمعون بن حمون الصفا شہید ہوئے اور اسی طرح تھی وہ رات کہ جس میں حسین بن علی علیہما السلام شہید ہوئے تو ہشام کا چہرہ متغیر ہوا یہاں تک کہ اس کا رنگ اڑ گیا اور ارادہ کیا کہ میرے والد پہ حملہ کرے تو میرے والد نے اس سے کہا اے امیر . . لوگوں پہ واجب ہے کہ امام کی اطاعت کریں اور اسے سچی نصیحت کریں اور جو چیز میرے لیے داعی بنی کہ میں نے امیر . . کو جواب جس چیز کے بارے میں اس نے مجھ سے سوال کیا وہ میرا اس کو جاننا ہے کہ جس کی وجہ سے مجھ پر ضروری ہے کہ تمہاری بات مانوں لہذا امیر . . کو اچھا ظن رکھنا چاہیے پس ہشام نے آپ سے کہا آپ اپنے گھر والوں کی طرف جب چاہیں واپس چلے جائیں آپ نے فرمایا پس امام علیہ السلام اس کے ہاں سے نکلے اور نکلتے وقت ہشام نے ان سے کہا مجھے اللہ کا عہد و میثاق دیجئے کہ آپ یہ حدیث کسی سے بیان نہیں کریں گے یہاں تک کہ میں مر جاؤں پس میرے والد نے اسے

وہ وعدہ دیا کہ جس پر وہ راضی ہو گیا۔

مؤلف کہتے ہیں آپ کا یہ ارشاد اور اسی طرح تھی وہ رات کہ جس میں ہارون علیہ السلام شہید ہوئے حالانکہ ہمارے نزدیک جو ثابت ہے ہارون خود اپنی موت مرے تھے جیسا کہ ابو عبداللہ صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جناب موسیٰ نے حضرت ہارون سے کہا تھا کہ ہمارے ساتھ طور سینا پہاڑ پر چلو اس کے بعد دونوں بھائی نکلے اچانک انہیں ایک کمرہ نظر آیا کہ جس کے دروازے پر درخت ہے کہ جس پر دو کپڑے پڑے ہیں تو حضرت موسیٰ نے جناب ہارون سے کہا کہ اپنا لباس آتار دو اور اس کمرے میں جاؤ اور یہ دو کپڑے پہن کر پلنگ پر سو جاؤ پس ہارون نے ایسا ہی کیا پس جب وہ اس پلنگ پر سو گئے تو خدا نے ان کی قبض روح کر لی الخ معتبر تواریخ میں بھی اسی طرح ہے تو شاید آپ کی گفتگو ہشام کے مذاق کے مطابق تھی کہ ہشام کے نزدیک حضرت ہارون کو بھی شہید کیا گیا تھا جیسا کہ یہودیوں نے حضرت موسیٰ سے بھی کہا تھا یہاں مناسب ہے کہ زہری کی حدیث مکمل نقل کی جائے۔

ابن عبد ربہ نے عقد الفرید میں کہا ہے زہری کی حدیث حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں اس کے بعد اس کی سند عمر بن قیس اور عقیل سے ذکر کی ہے ان دونوں نے کہا زہری کہتا ہے کہ میں قتیبہ کے ساتھ نکلا شہر مصیصہ کے ارادہ سے پس ہم امیر . . . . عبدالملک بن مروان کے پاس گئے اور وہ اس وقت اپنے ایوان میں بیٹھا تھا اور لوگ دو صفوں میں ایوان کے دروازے سے لے کر اس تک بیٹھے تھے جب وہ کوئی ضرورت کی بات کرتا تو وہ اس سے کہتا جو اس کے نزدیک تھا یہاں تک کہ وہ مسئلہ ایوان کے دروازے تک جا

پہنچا اور ان دونوں صفوں کے درمیان کسی کی آمد و رفت نہیں تھی زہری کہتا ہے ہم آئے تو ہم ایوان کے دروازے پر کھڑے ہو گئے تو عبدالملک نے اس شخص سے کہا کہ جو اس کی دائیں طرف تھا کیا تمہیں خبر ملی ہے کہ بیت المقدس میں اس رات کیا ہوا جس رات حسین بن علیؑ قتل ہوئے تو زہری کہتا ہے پس یہ مسئلہ ہر ایک نے اپنے ساتھی سے پوچھا یہاں تک کہ مسئلہ ایوان کے دروازے تک پہنچا لیکن کسی نے بھی اس کا کوئی جواب نہ دیا تو میں نے کہا کہ اس بارے میں مجھے کچھ علم ہے تو زہری کہتا ہے کہ پھر یہ مسئلہ ایک ایک مرد سے ہوتا ہوا عبدالملک تک پہنچا تو زہری کہتا ہے کہ مجھے بلایا گیا اور میں دونوں صفوں کے درمیان چلتا ہوا پہنچا جب عبدالملک بہت ہی حدیث کا متلاشی تھا تو اس نے کہا جس دن حسینؑ شہید ہوئے تو بیت المقدس میں کیا رونما ہوا اور دوسری روایت میں ہے اس رات کی جس کی صبح حسین بن علی علیہما السلام شہید ہوئے بیت المقدس میں کیا ہوا زہری نے کہا ہاں فلاں شخص نے ہم سے اس کا نام بیان نہیں کیا مجھ سے حدیث بیان کی کہ اس رات جس کی صبح علی بن ابی طالب اور حسینؑ بن علی شہید ہوئے کوئی پتھر بیت المقدس میں نہیں اٹھایا گیا مگر یہ کہ اس کے نیچے تازہ خون پایا گیا عبدالملک نے کہا تو نے سچ کہا ہے جس نے تجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے اس نے مجھ سے بھی بیان کی ہے اور تو اور میں اس حدیث میں تنہا ہیں،

پھر عبدالملک نے کہا تم کیوں آئے ہو اس نے کہا ایوان کے دروازہ کو لازم پکڑے رہے پس میں دروازہ پر رکا رہا تو اس نے مجھے بہت سا مال دیا زہری کہتا ہے پس میں نے اسے مدینہ کی طرف جانے کے لیے اذن چاہا تو

اس نے مجھے اذن دیا اور میرے ساتھ میرا ایک غلام بھی تھا اور بہت سا مال تھا ایک بکس میں پس وہ بکس گم ہو گیا تو میں نے غلام کو متہم کیا اور اس کو وعدہ وعید کی ڈرایا دھمکایا لیکن اس نے کسی چیز کا اقرار نہ کیا زہری کہتا ہے اس کو گرا لیا اور اس کے سینہ پہ بیٹھ گیا اور اپنی کہنی اس کے سینہ پہ رکھی اور اس کو دبایا حالانکہ میں اسے مارنا اور ختم کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن وہ میرے نیچے پڑا ہوا مر گیا اور میرے ہاتھوں میں گر گیا اور میں پشیمان ہوا اور مدینہ آیا اور سعید بن مسیب اور ابو عبد الرحمٰن اور عروہ بن زبیر اور قاسم بن محمد اور سالم بن عبد اللہ سے میں نے سوال کیا تو ان سب نے کہا کہ ہم تیرے لیے توبہ کی راہ نہیں جانتے پس یہ خبر علی بن الحسین علیہ السلام تک پہنچی تو آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے قصہ بیان کیا

تو آپ نے فرمایا کہ تیرے گناہ کے لیے توبہ ہے تم دو ماہ پے در پے روزے رکھو اور ایک مومن غلام آزاد کرو اور ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ پس میں نے یہ کام انجام دیئے پھر میں نکلا عبد الملک کی ملاقات کے ارادہ سے اور اس کو یہ خبر مل چکی تھی کہ میرا مال تلف ہو گیا ہے پس میں کئی دن اور اس کے دروازے پہ ٹھہرا رہا لیکن مجھے اس کے ہاں جانے کی اجازت نہ مل سکی پس میں اس کے بیٹے کے استاد کے پاس جا بیٹھا اور اس کے پاس رہ کر اس کا بیٹا ماہر ہو گیا تھا اور وہ اس کو وہ باتیں سکھاتا تھا کہ جو امیر المومنین کے پاس جا کر کہہ سکے تو میں نے اس کے مؤدب و معلم سے کہا تجھے کتنی امید ہے کہ امیر تجھے اس کا صلہ دے گا تو اتنا مال میں تجھے دوں گا اس شرط پہ کہ تم بچے

کو سکھاؤ کہ جب وہ امیر ۔ ۔ ۔ کے پاس جائے اور وہ اس کے کہے کہ اپنی حاجت بیان کرو تو وہ کہے کہ میری حاجت یہ ہے کہ آپ زہری سے راضی ہو جائیں پس اس نے ایسا ہی کیا تو عبدالملک ہنس پڑا اور کہا کہ زہری کہاں ہے اس نے کہا دروازے پر ہے پس اس نے مجھے اذن دخول دیا پس میں اس کے پاس گیا یہاں تک کہ جب اس کے سامنے پہنچا تو میں نے کہا اے امیر ۔ ۔ ۔ مجھ سے سعید بن مسیب نے ابوہریرہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا مومن ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا ۔

مؤلف کہتے ہیں مصیصہ ایک شہر ہے جیحان کے کنارے پر جو شام کی سرحد ہے انطاکیہ اور بلاد روم کے درمیان یہ جگہ ہے کہ قدیم زمانہ سے مسلمانوں کی سرحد چلی آتی ہے ، نیز مصیصہ دمشق کی ایک بستی ہے بیت الہبل کے قریب جو دمشق کے دروازے کے ساتھ ایک جگہ ہے اور زہری کی حدیث میں پہلا معنی مراد ہے کہ وہ سرحد کی حفاظت کے لیے آیا تھا جیسا کہ اس نے عبدالملک کے جواب میں کہا تھا ۔

اور عبدالملک کا کہنا کہ تم اور میں اس حدیث میں غریب ہیں یعنی اس کی روایت کرنے میں منفرد ہیں کیونکہ اہل حدیث کی اصطلاح میں غریب کے دو معانی میں سے ایک متن حدیث کی روایت میں منفرد ہونا ہے

شیخ ابوالقاسم جعفر بن قولویہ قمی نے زہری سے روایت کی ہے اس نے کہا جب حسین بن علی علیہما السلام شہید ہوئے تو بیت المقدس میں کوئی سنگریزہ ایسا نہیں تھا کہ جس کے نیچے تازہ خون نہ پایا گیا ہو ،

اور نیز شیخ مذکور نے روایت کی ہے حارث اعور سے وہ کہتے ہیں
کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا میرے ماں باپ حسین پر قربان ہوں اسے
کوفہ کی پشت پر شہید کیا جائے گا خدا کی قسم گویا میں مختلف وحشی جانوروں
کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آپ کی قبر پہ گردنیں لمبی کرکے رات کو صبح تک اس
پر روتے ہیں اور اس کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں جب ایسا ہو تو پھر جفا اور ناشکری
سے بچنا جفا سے اجتناب کا معنی آپ کی امامت کے حق کو ادا کرنا آپ کی
زیارت کے لیے جانا اور ان کی قبر پہ اکیلے نہ رہنے دینا ہے
اور زرارہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ابو عبد اللہ صادقؑ نے فرمایا
اے زرارہ کہ آسمان حسین علیہ السلام پہ چالیس دن تک خون روتا رہا اور زمین
چالیس دن تک سیاہی روتی رہی اور سورج چالیس دن تک گہن لگنے اور
سرخ ہونے کے ساتھ گریہ کرتا رہا اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اور بکھر گئے اور
سمندر منفجر ہوئے اور پھٹ گئے اور ملائکہ چالیس دن تک حسین پر روتے رہے
ہماری کسی عورت نے نہ خضاب لگایا نہ تیل لگایا نہ سرمہ لگایا اور نہ سر
پہ کنگھی دی یہاں تک کہ عبید اللہ بن زیاد لعنہ اللہ کا سر ہمارے پاس آیا اور ہم
آپ کے بعد ہمیشہ گریاں رہے اور میرے جد بزرگوار جب ان کا ذکر کرتے
اتنا روتے کہ آپ کی آنکھیں آپ کی ریش مبارک کو پر کر دیتیں یہاں تک کہ جو
شخص بھی آپ کو دیکھتا آپ پر رحم کرتے ہوئے اور دلسوزی کرتے ہوئے روتا
اور وہ ملائکہ کہ جو آپ کی قبر کے پاس ہیں وہ ہمیشہ روتے رہتے ہیں اور ان کو
روتے ہوئے دیکھ کر جو کچھ فضا میں ہے اور جو فرشتے آسمان میں ہیں وہ سب
روتے ہیں یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی آنکھ خدا کے ہاں زیادہ محبوب اور

نہ ہی کوئی آنسو جو کسی آنکھ سے نکلتا ہے ہر اس آنسو سے کہ جو روئے اور آنسو بہائے آپ پر جو بھی روتا ہے وہ جناب سیدہ فاطمہ سے تعلق پیدا کرتا ہے اور ان کی مساعدت کرتا ہے اور رسول اللہ سے اپنا تعلق جوڑتا اور ہمارا حق ادا کرتا ہے جو بندہ بھی محشور ہوگا اس کی آنکھیں رو رہی ہوں گی مگر وہ کہ جو میرے جد بزرگوار پر روئیں وہ اس حالت میں محشور ہوں گے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور اسے بشارت ملے گی اور اس کے چہرہ پر سرور و خوشی دوڑ رہی ہوگی ساری مخلوق جزع و فزع میں ہوگی لیکن وہ مامون ہوں گے ساری مخلوق حساب کے لیے پیش ہوگی اور وہ حسین سے عرش کے نیچے باتیں کر رہے ہوں گے اور وہ عرش کے سائے میں میرے حساب کے خوف سے محفوظ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تو وہ انکار کر دیں گے۔ اور وہ آپ کے پاس بیٹھنے اور آپ سے باتیں کرنے کو ترجیح دیں گے اور حوریں انہیں پیغام بھیجیں گی کہ ہم ولدان مخلدین کے ساتھ تمہارے مشتاق ہیں لیکن وہ سر اٹھا کر بھی ان کی طرف نہیں دیکھیں گے بسبب اس سرور اور کرامت کے جو وہ اپنی مجلس میں دیکھیں گے اور ان کے اعداء اور دشمنوں میں سے بعض کو ان کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر آگ میں ڈالیں گے اور ان میں سے کچھ کہیں گے "مالنا من شافعین" ہماری سفارش و شفاعت کرنے والا کوئی نہیں، اور نہ ہی کوئی مخلص دوست ہے اور وہ ان کی قدر و منزلت کو دیکھیں گے اور وہ ان کے نزدیک جانے کی قدرت نہیں رکھتے ہوں گے اور نہ ان تک پہنچ سکیں گے اور ملائکہ اور خازنین جنت ان کی ازداج و بیویوں کے پیغام لائیں گے ان کرامتوں کے بارے میں جو انہیں دی جائینگی

تو وہ کہیں گے کہ انشاء اللہ ہم تمہارے پاس آئیں گے پس وہ ان کی باتیں واپس پہنچائیں گے تو ان کے شوق میں اضافہ ہوگا جب کہ یہ جا کر خبر دیں گے اس کرامت اور حسین علیہ السلام سے ان کے قرب کے بارے میں کہ جس میں وہ ہوں گے پس یہ مومن کہیں گے حمد وثنا ہے اس اللہ کے لیے کہ جس نے سب سے بڑی فزع اور گھبراہٹ اور قیامت کی ہولناکیوں میں ان کی کفایت کی ہے اور ہمیں ان چیزوں سے نجات دی ہے کہ جن کا ہمیں خوف تھا اور ان کے پاس سواریاں اور عمدہ ناقوں کے ساز وسامان کے ساتھ پس وہ ان پر سوار ہوں گے اور وہ اللہ کی حمد وثناء بیان ہوں گے اور حمد ہے اللہ کے لیے اور درود وصلوات ہے محمدؐ اور ان کی آل کے لیے یہاں تک کہ وہ اپنی منزلوں میں جا ٹھہریں گے۔

اور امیر المومنین سے روایت ہوئی ہے کہ آپ رحبہ میں تھے اور آپ اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے " فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین (آسمان وزمین نے نہ ان پر گریہ کیا ہے اور نہ انہیں مہلت دی گئی)، کہ امام حسینؑ مسجد کے ایک دروازے سے نکلے تو آنجناب نے فرمایا یادرکھو تحقیق یہ (حسینؑ) عنقریب شہید ہوگا اور اس پر آسمان وزمین گریہ کریں گے اور ابو عبداللہ سے روایت ہے کہ حسین کے قتل پر آسمان وزمین روئے اور وہ دونوں سرخ ہوئے اور وہ دونوں کبھی بھی کسی پر نہیں روئے سوائے یحییٰ بن زکریا اور حسین بن علی علیہما السلام کے

مؤلف کہتے ہیں ان دونوں احادیث سے مضمون کی احادیث سنی اور شیعہ طرق سے بہت زیادہ مروی ہوئی ہیں۔

اور ابو عبداللہ صادقؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰ بن زکریا

کا قاتل حرامزادہ تھا اور حسین علیہ السلام کا قاتل بھی حرامزادہ تھا اور آسمان نے ان دو مظلوموں کے علاوہ کسی پہ گریہ نہیں کیا راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا آسمان کس طرح گریہ کرتا ہے آپ نے فرمایا سورج سرخی میں طلوع کرتا ہے اور سرخی ہی میں غائب ہوتا ہے۔

اور داؤد بن فرقد سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابو عبد اللہ صادق علیہ السلام کے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے راعبی کبوتر کو دیکھا کہ وہ کافی دیر تک قرقر (کبوتر کا آواز نکالنا) کرتا رہا پس حضرت ابو عبد اللہؑ میری طرف کافی دیر تک دیکھتے رہے پس فرمایا اے داؤد تم جانتے ہو یہ پرندہ کیا کہتا ہے میں نے عرض کیا نہیں خدا کی قسم آپ پر قربان جاؤں فرمایا یہ قاتلین حسین کے لیے بددعا کرتا ہے لہذا اسے اپنے گھر میں رکھا کرو۔

حسین بن علی بن صاعد بربری سے روایت ہے اور وہ امام رضا علیہ السلام کی قبر مبارک کا نگران تھا تو اپنے باپ کے واسطہ سے حضرت رضا سے روایت کرتا ہے فرمایا یہ الو (پرندہ) تم دیکھتے ہو یہ میرے نانا رسول اللہ کے زمانہ میں گھروں قصور و محلات اور مکانوں میں رہتا تھا اور جب لوگ کھانا کھاتے تو یہ اڑ کر ان کے سامنے آ بیٹھتا پس اس کی طرف کھانا پھینکا جاتا اور اسے پانی پلاتے اور یہ پھر اپنی جگہ پر واپس چلا جاتا لیکن جب امام حسین بن علی علیہما السلام شہید ہوئے تو آبادی سے نکل کر ویرانوں پہاڑوں اور خشک میدانوں میں جا رہا اور کہا تم بری امت ہو کہ تم نے نواسۂ رسولؐ کو قتل کیا ہے میں بھی اپنے اوپر تم سے مامون نہیں ہوں

اور شیخ صدوق نے حضرت صادق سے روایت کی ان سے ان کے

دادا سے کہ امام حسینؑ ایک دن امام حسن کی خدمت میں حاضر ہوئے جب اپنے بھائی کو دیکھا تو رو پڑے امام حسن نے فرمایا اے ابا عبداللہ کس چیز نے آپ کو رلایا آپ نے فرمایا مجھے جو کچھ یہ لوگ آپ سے سلوک کریں گے اس نے رلایا ہے تو امام حسنؑ نے فرمایا جو چیز میری طرف لے آئیں گے وہ تو زہر ہو گی کہ جو مکارانہ میری طرف بھیجی جائے گی کہ جس سے میں شہید ہوں گا لیکن اے ابا عبداللہ وہ دن تیرے دن کی طرح نہیں ہو گا تیس ہزار کا لشکر تیرے قریب آئے گا کہ جو دعویٰ کریں گے کہ وہ ہمارے نانا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کی امت ہیں اور دین اسلام سے اپنے آپ کو منسوب کریں گے اور وہ تمہارے قتل خون بہانے اور تمہاری ہتک حرمت کرنے اور تمہاری ذریت اور خواتین کو قید کرنے اور تمہارا مال و اسباب لوٹنے پر اجتماع و اکٹھ کریں گے تو اس وقت بنی امیہ پر لعنت اترے گی اور آسمان راکھ اور خون کی بارش برسائے گا اور ہر چیز تم پر گریہ کرے گی یہانتک کہ پرندے جنگلوں میں اور مچھلیاں دریاؤں میں ۔

اور اس زیارت میں ہے کہ جو سید مرتضیٰ علم الہدیٰ قدس سرہ نے پڑھی ہے آپ کے گرنے اور خاک و خون میں غلطاں ہونے سے اسلام غلطاں ہوا اور بچھڑا اور حدود و احکام معطل ہوئے اور دنیا تاریک ہو گئی اور سورج کو گہن لگا اور چاند تاریک ہوا اور بادل و بارش رک گئی اور زمین و آسمان ہلنے لگے اور زمین اور بطحاء لرزنے لگے اور بلا و مصیبت عالم گیر ہوئی اور خواہشات و آرزوئیں مختلف ہوئیں اور رسول اکرمؐ کو دکھ و درد ہوا اور بتول عذرا پریشان ہوئیں اور افکار و عقلیں بے کار ہو کر رہ گئیں اسی طرح اور احادیث میں بھی ہے

ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے اور ابو نعیم حافظ نے کتاب دلائل النبوۃ میں نضرۃ ازدیہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی جب ہم نے صبح کی تو ہمارے ڈول اور کوزے خون سے پر تھے نیز آپ کی شہادت کی نشانیوں میں سے یہ تھی کہ آسمان شدت کے ساتھ سیاہ ہو گیا یہاں تک کہ دن کو ستارے نظر آتے تھے اور کوئی پتھر اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے مگر یہ کہ اس کے نیچے تازہ خون تھا۔

ابو الشیخ نے کہا ہے کہ درس کے دانے کہ جو ان کے لشکر میں تھے خاکستر ہو گئے یہ اس کاروان میں تھی کہ جو یمن سے عراق کی طرف جا رہا تھا اور حضرت کی شہادت کے وقت ان تک یہ درس (جو سرخ رنگ کی بوٹی ہے جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں) پہنچی تھی۔

اور ابن عیینہ نے اپنی دادی سے حکایت کی ہے کہ وہ جمال کہ جس کی درس راکھ ہو گئی تھی اس نے اسے خبر دی تھی کہ انہوں نے اپنے لشکر میں ایک ناقہ نحر کیا تھا تو اس کے گوشت میں انہیں چھ ہے ایسے نظر آتے پس اسے پکایا تو وہ علقم اور تھے ایسا ہو گیا اور آسمان آپ کے قتل کی وجہ سے سرخ ہو گیا اور سورج گہن لگا یہاں تک کہ دوپہر کو ستارے ظاہر ہو گئے اور لوگوں کو گمان ہو گیا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور شام میں کوئی پتھر نہیں اٹھایا گیا مگر یہ کہ اس کے نیچے تازہ خون نظر آیا اور عثمان بن ابو شیبہ نے روایت نقل کی ہے کہ آسمان آپ کی شہادت کے بعد سات دن تک اس حالت میں ہو گیا کہ دیواروں کو تم دیکھتے کہ گویا وہ سرخی کی شدت کی بنا پر سرخ طاف داوڑھیاں ہیں اور ستارے ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے اور ابن جوزی نے ابن سیرین سے

نقل کیا ہے کہ دنیا تین دن تک تاریک رہی اس کے بعد آسمان میں سرخی ظاہر ہوئی اور ابوسعید نے کہا ہے دنیا کا کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا تھا مگر یہ کہ اس کے نیچے تازہ خون تھا اور آسمان نے خون برسایا کہ جس کا اثر لباس وکپڑوں میں ان کے پھٹنے تک باقی رہا۔

اور ثعلبی اور ابونعیم نے گذشتہ چیز کو نقل کیا ہے کہ ان پر خون کی بارش ہوئی ابونعیم نے مزید کہا ہے ہم نے اس حالت میں صبح کی کہ ہمارے خمرے (ڈول) اور کوزے خون سے پر تھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ خون کی ایسی بارش ہوئی گھروں اور دیواروں پر خراسان، شام اور کوفہ میں اور یہ کہ جب سر حسینؑ ابن زیاد کے گھر کی طرف لایا گیا تو اس کی دیواروں سے خون بہہ رہا تھا۔

اور ثعلبی نے اخراج کیا ہے کہ آسمان نے آپ پر گریہ کیا اور اس کا گریہ اس کی سرخی ہے اور اس کے غیر نے کہا ہے کہ آفاق آسمانی آپ کے قتل کے بعد چھ ماہ تک سرخ رہے اس کے بعد ہمیشہ یہ سرخی نظر آتی رہی۔

اور ابن سیرین نے کہا ہے ہمیں یہ خبر دی گئی ہے کہ یہ سرخی جو شفق کے ساتھ ہے حسین کی شہادت سے پہلے موجود نہیں تھی اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ سرخی آسمان میں آپ کی شہادت سے پہلے نہیں دیکھی گئی تھی۔

ابن جوزی نے کہا ہے اس کی حکمت و فلسفہ یہ ہے کہ ہمارا غیض و غضب چہرے کی سرخی میں اثر انداز ہوتا ہے اور حق تعالیٰ جسمیت سے منزہ و پاک ہے لہٰذا شہادت حسینؑ سے اپنے غضب کی تاثیر کو افق کی سرخی سے ظاہر کیا ہے اس جنایت کی عظمت کے اظہار کے لیے (جو کچھ صواعق میں ہے یہاں ختم ہوا)

اوراس کی قصیدہ ہمزیہ پرجو شرح ہے اس سے بھی اس کے قریب قریب حکایت کی گئی ہے ۔

اور سبط کے تذکرہ میں ہلال بن ذکوان سے روایت ہے وہ کہتا ہے جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو دو یا تین ماہ تک ہم ٹھہرے رہے گویا کہ صبح کی نماز سے لیکر غروب آفتاب تک دیواریں خون سے رنگین ہو جاتی تھیں ۔

اوراس نے کہا ہے کہ ہم ایک سفر میں نکلے پس ہم پر بارش برسی کہ جس کا اثر ہمارے لباس میں خون ایسا رہا اور مناقب شہر آشوب سے منقول ہے اور قرظہ بن عبید اللہ نے کہا ہے ایک دن دو پہر تک آسمان سے سفید کپڑوں پر بارش برسی تو میں دیکھا کہ وہ خون ہے ، اور اونٹ وادی میں پانی پینے گئے تو وہ خون تھا بعد میں معلوم ہوا کہ یہ وہی دن تھا کہ جس میں حسین علیہ السلام شہید ہوئے ۔

نیز اسی سے ہے کہ اسود بن قیس نے کہا ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو ایک سرخی مشرق کی سمت سے اٹھی اور ایک مغرب کی طرف سے اور قریب تھا کہ وسط آسمان میں ایک دوسرے سے مل جائیں چھ ماہ تک یہی کیفیت رہی سیوطی کی عقود الجمان سے ہے کہ منجمین کا کہنا ہے کہ سورج گرہن نہیں لگتا مگر اٹھائیس یا انتیس کو اس مقارنت کی بنا پر کہ جس کا وہ گمان کرتے ہیں خدا انہیں قتل کرے پس سورج گرہن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات کے دن لگا جیسا کہ صحیحین میں ہے اور وہ دس ربیع الاول کا دن تھا یہ زبیر بن بکار کی روایت ہے اور حسینؑ کی شہادت کے دن بھی سورج کو گہن لگا جیسا کہ تواریخ میں مشہور ہے اور وہ عاشورہ کا دن تھا ۔

ہمارے شیخ شہید نے اول کتاب ذکریٰ میں فرمایا ہے یہ بات مشہور ہے کہ سورج کو عاشور کے دن گہن لگا جب امام حسینؑ شہید ہوئے ایسا گہن لگا کہ اس دن دوپہر کو ستارے نکل آئے۔

بیہقی وغیرہ نے یہ روایت کی ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سورج کو گہن لگا جس دن جناب ابراہیم فرزند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات ہوئی اور زبیر بن بکار نے کتاب الانساب میں روایت کی ہے کہ جناب ابراہیم ماہ ربیع الاول کی دس تاریخ کو فوت ہوئے اور ہمارے علماء نے روایت کی ہے کہ جناب مہدی علیہ السلام کی علامات میں سے ایک ماہ رمضان کے پہلے نصف میں سورج کو گہن لگنا ہے انتہیٰ۔

دوسری فصل

ملائکہ کا نوحہ و گریہ کرنا

شہادت امام حسینؑ کے سلسلہ میں ملائکہ کا نالہ و شیون اور ان کا آپ پہ گریہ کرنا۔

شیخ ابو جعفر طوسی نے ابو عبد اللہ صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا جب امام حسین کی شہادت ہوئی تو ملائکہ نے بارگاہ ایزدی میں فریاد و نالہ کیا اور کہا اے پروردیگار یہ سلوک تیرے منتخب اور تیرے نبی کے فرزند حسین سے ہو رہا ہے فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے قائم کا نمونہ اور سایہ انہیں دکھایا اور فرمایا اس کے ذریعہ حسینؑ پر ظلم کرنے والوں سے میں انتقام لوں گا۔

اور شیخ صدوق (رہ) نے ابان بن تغلب سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبد اللہ صادقؑ نے فرمایا کہ چار ہزار ملائکہ زمین پر اترے جن کا مقصد حسین علیہ السلام کی معیت میں جہاد کرنا تھا تو آپ نے انہیں اذن جہاد نہ دیا پس وہ آسمان کی طرف اذن لینے کے لیے واپس گئے جب دوبارہ زمین پر اترے تو حسین علیہ السلام شہید ہو چکے تھے پس وہ ہمیشہ آپ کی قبر کے پاس بال پریشان غبار آلود شکل میں قیامت تک روتے رہیں گے اور ان کا رئیس ایک ملک ہے کہ جس کا نام منصور ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ احادیث کثیرہ وارد ہوئی ہیں کہ چار ہزار فرشتے قیامت

تک کے لیے آپ کی قبر کے پاس روتے رہتے ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ جو زائر بھی آپ کی زیارت کو آتا ہے تو یہ فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں اور اگر بیمار ہوتا ہے تو اس کی عیادت کرتے ہیں اگر کوئی مر جاتا ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھتے اور اس کی موت کے بعد اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور یہ سب فرشتے زمین میں قائم صلوات اللہ علیہ کے قیام کا انتظار کر رہے ہیں۔

اور شیخ ابن قولویہ نے عبدالملک بن مقرن کی وساطت سے ابو عبداللہ صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جب تم ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام کی زیارت کرو تو خاموشی اختیار کرو سوائے کسی امر خیر کے۔

اور دن و رات کے محافظ فرشتے ان فرشتوں کے پاس جاتے ہیں جو حائر حسینی میں ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں لیکن وہ شدت گریہ کی وجہ سے انہیں جواب نہیں دے پاتے پس وہ ان کے منتظر رہتے ہیں یہاں تک کہ زوال آفتاب ہوتا ہے یا صبح کی روشنی پھیلتی ہے پھر وہ ان سے گفتگو کرتے اور آسمان کے معاملات کے بارے میں ان سے سوالات کرتے ہیں لیکن ان دو اوقات کے درمیان نہ وہ کوئی گفتگو کرتے ہیں اور نہ ہی گریہ و بکا اور دعا سے وہ تھکتے ہیں الحدیث۔

اور حریز سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عبداللہ صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں کس قدر آپ اہل بیت کی عمریں کم اور موت و شہادت قریب ایک دوسرے کے نزدیک ہے حالانکہ یہ مخلوق آپ کی محتاج ہے فرمایا ہم میں سے ہر ایک صحیفہ و کتابچہ رکھتا ہے

کہ جس میں اس کے فرائض و ذمہ داریاں درج ہیں جب ہم وہ احکام و فرائض بجا لے آتے ہیں کہ جو اس میں تحریر ہوتے ہیں تو ہم میں سے ہر ایک کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اب میری موت و رحلت کا وقت آ گیا ہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ آ جاتے ہیں اور اسے اس کی موت کی خبر دیتے اور جو کچھ اس کے لیے خدا کے ہاں آمادہ ہے وہ بتاتے ہیں جب امام حسینؑ نے اپنا صحیفہ پڑھا جو آپ کو عطا ہوا تھا اور جو کچھ آپ پر آنے والا تھا اور جو کوئی باقی رہنے والا تھا اس میں اس کی تفصیل بیان ہوئی تھی۔

تو کچھ چیز باقی تھیں کہ جن پر ابھی عمل نہیں ہوا تھا تو آپ قتال و جنگ کے لیے نکلے اور چونکہ کچھ فرائض باقی تھے تو فرشتوں نے خدا سے اذن چاہا کہ آنجناب کی نصرت و مدد کریں تو خدا نے انہیں اذن دیا لیکن وہ جنگ کی تیاری کرتے رہے اور اپنے آپ کو آمادہ کرتے رہے اور ادھر آنجناب شہید ہو گئے پس وہ اترے تو آپ شہید ہو چکے تھے صلوات اللہ علیہ پس ملائکہ نے عرض کیا اے پروردگار تو نے ہمیں زمین پر جانے اور حسینؑ کی نصرت کی اجازت دی تھی جب ہم نیچے اترے تو وہ شہید ہو چکے تھے پس اللہ مبارک و تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی تو اس کے قبہ (اور قبر) کو لازم پکڑے رہو یہاں تک کہ جب اسے دیکھو کہ اس نے خروج کیا ہے تو اس کی مدد و نصرت کرو اور اس پر اور جو کوتاہی تم سے ان کی نصرت کے سلسلہ میں ہوئی ہے اس پر گریہ کرو جب کہ تمہیں اس کی نصرت اور اس پر گریہ کرنے کے لیے مخصوص کیے گئے ہو تو ملائکہ قرب خدا حاصل کرنے اور آپ کی نصرت کے فوت ہونے پر جزع و فزع کرتے ہوئے روئے جب آپ خروج کریں گے تو وہ آپ کے انصار و اعوان

میں سے ہوں گے۔

اور صفوان جمال کے واسطے سے ابوعبداللہ صادقؑ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے آپ سے مدینہ کے راستہ میں سوال کیا جب کہ ہم مکہ کی طرف جا رہے تھے پس میں نے عرض کیا اے فرزند رسولخدا کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو افسردہ محزون اور دل شکستہ دیکھ رہا ہوں تو آپ نے فرمایا اگر تم بھی وہ کچھ سنو جو میں سن رہا ہوں تو وہ تجھے مجھ سے سوال کرنے سے مشغول رکھے میں نے عرض کیا آپ کیا سن رہے ہیں آپ نے فرمایا ملائکہ کا بارگاہ خدا میں ابتھال اور گڑگڑانا امیرالمومنین اور حسین علیہما السلام کے قاتلوں کے خلاف اور ان پر لعنت کرنا اور جنات کا آپ پر نوحہ کرنا اور ان ملائکہ کا کہ جو آپ کے گرد ہیں رونا اور شدت سے جزع و فزع کرنا تو اس کے باوجود کس کے لیے کھانا پینا اور سونا خوشگوار ہو سکتا ہے آخر حدیث تک اور بحار میں حسن بن سلیمان سے اس کی سند کے ساتھ ابومعاویہ سے اعمش سے حضرت جعفر بن محمد سے ان کے والد گرامی سے ان کے جدامجد علیہما السلام سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا جس رات مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا اور جب میں پانچویں آسمان تک پہنچا تو میں نے علیؑ بن ابی طالبؑ تصویر شکل دیکھی تو میں نے کہا اے میرے حبیب جبرئیل یہ تصویر کیسی ہے تو جبرئیل نے عرض کیا اے محمدؐ ملائکہ نے خواہش ظاہر کی کہ وہ حضرت علی کی تصویر و شکل دیکھا کریں پس انہوں نے عرض کیا ہمارے پروردگار اولاد آدم اپنی دنیا میں صبح و شام علیؑ بن ابی طالب تیرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے محبوب ان کے خلیفہ ان کے وصی اور ان کے امین کے چہرے کو دیکھ کر مستفید و مستمتع ہوئے ہیں تو ہمیں بھی ان کی تصویر و شکل سے مستمتع و مستفید فرما جبنا

اہل دنیا ان سے مستمتع ہوتے ہیں پس اللہ عزوجل نے اپنے نور قدس سے علیؑ کی ان کے لیے تصویر و شکل بنائی لہذا علی رات دن ان کے درمیان ہیں وہ ان کی زیارت کرتے اور رات دن انہیں دیکھتے ہیں

راوی کہتا ہے کہ پس مجھے خبر دی اعمش نے جعفر بن محمد کے واسطہ سے ان کے والدگرامی علیہما السلام سے کہ آپ نے فرمایا جب حضرت امیرؑ کو لعین ابن ملجم نے ان کے سر مبارک پہ ضرب لگائی تو یہ ضرب اس صورت و شکل پہ بھی لگی جو آسمان میں تھی پس ملائکہ صبح و شام اسے دیکھتے اور آپ کے قاتل ابن ملجم پہ لعنت کرتے ہیں پس جب حسین بن علی علیہما السلام شہید ہوئے تو ملائکہ اترے اور آپ کو اٹھا کر لے گئے یہاں تک کہ آپ کے جسد مبارک کو اس صورت کے ساتھ رکھا کہ جو پانچویں آسمان پہ حضرت علیؑ کی ہے تو جب بھی اوپر کے آسمانوں کے فرشتے اترتے ہیں پانچلے آسمان اور اس کے اوپر کے آسمانوں کے فرشتے اوپر جاتے ہیں پانچویں آسمان تک حضرت علیؑ کی تصویر کی زیارت کے لیے اور آپ کو اور حسین بن علی علیہما السلام کو اپنے خون میں لت پت دیکھتے ہیں تو یزید اور ابن زیاد اور حسین بن علی علیہما السلام کے قاتل پہ لعنت کرتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے اعمش کہتا ہے کہ مجھ سے صادقؑ نے فرمایا یہ مکنون و مخزون علم میں سے ہے اسے اس کے اہل کے علاوہ اخراج نہ کرنا۔

تیسری فصل

جنات کا نوحہ وزاری کرنا

شیخ ابن قولویہ قمر(رح) ہیثمی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ اہل کوفہ میں سے پانچ افراد نے حسین بن علی علیہما السلام کی مدد و نصرت کا ارادہ کیا اور شاہی نامی بستی میں جاکر قیام کیا کہ اچانک دو افراد ان کی طرف آئے ایک بوڑھا اور ایک جوان اور انہوں نے ان پر سلام کیا راوی کہتا ہے کہ بوڑھے نے کہا میں جنات میں سے ایک مرد ہوں اور یہ میرا بھتیجا ہے یہ چاہتا ہے اس مظلوم کی مدد کرتا راوی کہتا ہے کہ اس بوڑھے جن نے ان سے کہا میری ایک رائے ہے راوی کہتا ہے کہ ان انسان جوانوں نے کہا وہ کونسی رائے ہے جو تیری نظر میں آئی ہے اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ میں اڑ کر جاتا ہوں اور میں ان کی خبر لے آتا ہوں تاکہ تم بصیرت کے ساتھ جاؤ انہوں نے کہا یہ تیری اچھی رائے ہے راوی کہتا ہے کہ وہ جن ایک دن اور ایک رات غائب رہا جب دوسرا دن ہوا تو اچانک انہوں نے آواز سنی لیکن کوئی انہیں نظر نہیں آتا تھا اور وہ کہہ رہا تھا ۔

واللہ ما جئتکم حتی بصرت بہ ۔ بالطف منعفر الخدین منحوراً ۔ وحولہ فتیۃ تدمی نحورھم ۔ مثل المصابیح یطفون الدجی نوراً وقد حثثت ملوصی

کی اصادفہم ءمن قبل ان تتلاقی الخرد الحورا ءفعا فعتی قد روالله بالغہ ء
وکان امرقضاء الله مقدوراً کان الحسین سراجاً یستضاء بہ ءالله یعلم انی الم
اقل زوراءمجاوراً لرسول الله فی غرف وللوصی وللطیارمرورا" تمہارے پاس میں نہیں آیا
جب تک میں نے دیکھا نہیں کہ آپ میدان طف میں خاک آلود رخساروں کے ساتھ
نحر وذبح شدہ پڑے ہیں آپ کے گرد چند جوان پڑے ہیں کہ جن کی گردنوں
سے خون ٹپک رہا ہے تاریکی میں روشنی دینے والے چراغوں کی مانند، میں نے اپنے
ناقہ کو بہت تیزی کے ساتھ چلایا تاکہ ان تک پہنچ جاؤں اس سے پہلے کہ وہ
جنت کے حورالعین سے جا ملیں جو صاحب شرم وحیا ہیں خدا کی قدر وقضا مجھے
مانع ہوئی اور اس کی قضا و قدر مقدر شدہ ہے، حسین ایسے چراغ تھے کہ جن سے
عالم میں روشنی پھیلتی ہے اللہ جانتا ہے کہ میں نے یہ کوئی جھوٹ نہیں بولا کہ جو
رسول اللہ وحی مصطفیٰ اور جعفر طیار کا خوش وخرم ہو کر مجاور جا ہوا ہے۔
پس اسے انسانوں میں سے ایک نوجوان نے جواب دیا۔

اذهب فلازال قبراً انت ساکنہ ءالی القیامۃ یسقی الغیث ممطوراً ء
وقد سلکت سبیلاً کنت ساکنہ وقد شربت بکأس کان مفزوراً ء و
فتیۃ فرعوالله انفسہم ء وفارقوا المال والاحباب والدورا"

تم جاؤ کہ ابد تک جس قبر میں تم ساکن ہو قیامت تک اللہ کی رحمت اس
پر نازل ہوتی رہے تو نے ایسا راستہ اختیار کیا جو مناسب تھا اور ایسے جام سے
تو سیراب ہوا کہ جو لبریز تھا، جن جوانوں کا ہدف و مقصد خدا تھا وہ مال احباب
اور گھروں سے جدا ہو گئے۔

سبط نے تذکرہ میں کہا اور مدائنی نے اہل مدینہ کے ایک مرد سے ذکر کیا ہے

وہ کہتا ہے کہ میں گھر سے نکلا اور میرا مقصد حسینؑ سے جا ملحق ہونا تھا جب آپ عراق کی طرف جا رہے تھے جب میں ربذہ میں پہنچا تو اچانک میں نے ایک شخص کو بیٹھے دیکھا اس نے مجھ سے کہا اے اللہ کے بندے شاید تم حسینؑ کی نصرت و مدد کرنا چاہتے ہو میں نے کہا کہ ہاں وہ کہنے لگا میں بھی ایسا ہی ہوں لیکن میں یہاں بیٹھا ہوں اور میں نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا ہے وہ ابھی ابھی خبر لائے گا وہ کہتا ہے کہ تھوڑا سا وقت ہی گزرا تھا کہ اس کا ساتھی روتا ہوا آیا تو اس شخص نے اس سے پوچھا کیا خبر لائے ہو تو اس نے "ماجئتکم حتی بصرت بہ" گذشتہ اشعار کہے۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں کہا کہ جنات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی قبر مبارک پر ایک پورا سال روز نوحہ و زاری کی ہے، اور اسی سلسلہ میں دعبل نے کہا ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے میرے دادا سے اس نے اپنی ماں سعدی بنت مالک خزاعیہ سے حدیث بیان کی ہے کہ اس نے حسین علیہ السلام پہ جنات کا نوحہ سنا۔

یابن الشہید و یا شہیداً عمہ ء خیر العمومۃ جعفر الطیار ءعجبا لمتقول علاك حرہ فی الوجہ منك وقد علاہ غبار "اے شہید کے بیٹے اور اے شہید کہ جس کا چچا بن جعفر طیار تھا تعجب ہے اس صیقل شدہ تلوار سے جو تجھ پہ اٹھی اور تیرے چہرے پہ بلند ہوئی اور اس پہ غبار تھا۔

مناقب کے علاوہ ایک روایت میں ہے دعبل کہتا ہے کہ میں نے اپنے قصیدہ میں کہا " زرخیر قبر بالعراق یزار وا عص الحمار فمن نھاك حمار = لم لا ازورك یا حسین لك الفدا = قومی ومن عطفت علیہ نزار ولك لطودۃ

فی قلوب ذوی النہی، وعلی عدوک مقتہ وذمار، یا بن الشہید ویا شہید اعمہ، خیر العمومۃ جعفر الطیار
عراق میں جس بہترین قبر کی زیارت کی جاتی ہے تو جا کر زیارت کر اور جو گدھا تجھے اس سے منع کرے اس کی نافرمانی کریں آپ کی زیارت کیوں نہ کروں اے حسین آپ پر میری قوم وقبیلہ قربان ہوا اور تیری محبت اہل عقل کے دل میں ہے اور آپ کے دشمن پر ناراض ہیں، اے شہید کے بیٹے اور اے شہید کہ جس کا بہترین چچا جعفر طیار ہے۔

مؤلف کہتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ انہیں دو اشعار سے وہ شعر بھی لیا گیا ہے کہ جو ہمارے آقا ومولا موسیٰ بن جعفر صلوات اللہ علیہ کی بارگاہ میں پڑھا گیا۔

ابن شہر آشوب نے کہا ہے اور حکایت ہوئی ہے کہ منصور نے موسیٰ بن جعفر صلوات اللہ علیہ کی خدمت پیشکش کی کہ نوروز کے دن آپ لوگوں سے مبارک باد لینے کے لیے بیٹھیں اور جو تحائف پیش کیے جائیں انہیں وصول کریں آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول روایات کی دیکھ بھال کی ہے تو ان میں اس عید کی کوئی خبر موجود نہیں ہے اور یہ تو اہل فارس کی رسم ہے اور اسلام نے اس کو محو کیا ہے اور اللہ کی پناہ ہے اس سے کہ ہم اس چیز کو زندہ کریں کہ جسے اسلام نے مٹایا ہے تو منصور نے کہا لشکر کی سیاست کے لیے ہم ایسا کرتے ہیں آپ سے اللہ علی عظیم کا واسطہ دے کر میں سوال کرتا ہوں کہ آپ جلوس کریں تو آپ بیٹھ گئے اور مختلف ممالک کے بادشاہ امراء اور لشکر آپ کو تہنیت ومبارکباد دینے کے لیے حاضر ہوئے اور ہدیے اور تحفے لائے اور آپ کے سرہانے منصور کا خادم کھڑا تھا کہ جو ان اموال کو زیر نظر رکھا اور شمار کرتا رہا پس سب لوگوں کے آخر میں ایک بوڑھا سن رسیدہ

حاضر ہوا اور کہنے لگا اے رسول اللہ کے نواسے میں ایک فقیر آدمی ہوں میرے پاس مال و دولت نہیں ہے میں تین اشعار بطور تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ جو میرے جد و دادا نے آپ کے جد امجد حسین علیہ السلام کے متعلق کہے ہیں" عجبت لمعقول علاك فرنده ، یوم المهیاج وقد علاك غبار ولا لحعم نقد تك دون حرائر = یدعون جدك والدموع غزار = الا تقضقضت الهام وعاقها = عن جسمك الاجلال والا كبار =

تعجب ہے اس تلوار پر جو تجھ پہ بلند ہوئی جنگ کے دن اور تجھ پر گرد وغبار اٹھا اور ان تیروں سے تعجب ہے کہ جو شریف زادیوں کے سامنے تیرے بدن اطہر میں آر پار ہو گئے جو آپ کے جد امجد کو مدد کے لیے پکار رہی تھیں اور ان کے آنسو بہہ رہے تھے، کیا ان تیروں کو آپ کے جسم سے متفرق نہیں کیا اور نہ انہیں روکا تیری جلالت وعظمت آپ نے فرمایا میں نے تیرا ہدیہ قبول کیا خدا تجھے برکت دے بیٹھ جاؤ اور سر اٹھا کر خادم سے کہا امیر . . . کے پاس جاؤ اور اسے اس مال کے متعلق بتاؤ اور یہ کہ اسے کیا کرنا پس خادم گیا اور پلٹ کر آیا اور کہا کہ امیر . . . کہہ رہے ہیں کہ یہ سب مال میری طرف سے ان کی خدمت میں ہبہ ہدیہ ہے جو چاہیں اس میں تعرف کریں تو حضرت موسی نے اس بوڑھے شخص سے فرمایا یہ سب مال اپنے قبضے میں کر لو یہ میری طرف سے تمہیں ہبہ و بخشش ہے۔

سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں کہا کہ آپ پر جنات کا نوحہ کرنا ذکر ہوا زہری نے جناب ام سلمہؓ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں میں نے جنات کا نوحہ کبھی نہیں سنا مگر اس رات کہ جس میں حسین علیہ السلام شہید ہوئے میں نے کسی کہتے

والے کو کہتے ہوئے سنا الا یاعین فاحتفلی بجھد ء ومن یبکی علی الشھدا یعدی ۔ علی رھط تقودھم المنایا الی متجبر فی ثوب عبد" اے آنکھ کوشش کر رونے کی اور میرے بعد کون شہداء پر روئے گا اس جماعت پر کہ جنہیں موت کھینچ کرلے گئی ایسے جابر کے پاس جو غلام کے لباس میں تھا جناب ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں سمجھ گئی کہ حسین شہید ہو گئے ہیں شعبی کہتا ہے کہ کوفہ کے لوگوں نے رات کو کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا " ابکی قتیلا بکربلاء ء مقرج الجسم بالاما ابکی قتیل الطغاۃ ظلماء بغیر جرم سوی الوفاء وابکی قتیلا بکی علیہ من ساکن الارض والسماء ھتك اھلوہ واستحلوا۔ ماحرم اللہ فی الاماء یا بابی جسمہ المعریٰ ء الامن الدین والحیاء کل الرزایا لھا عزاء ۔ ومالذا الرزء من عزاء ۔

میں کربلا میں شہید ہونے والے پر گریہ کرتا ہوں جس کا جسم خون سے لت پت ہے اس پہ روتا ہوں کہ طاغی وسرکشوں نے سوائے وفاء بعہد اللہ کے جرم ظلم وستم سے شہید کیا میں اس پر گریہ کرتا ہوں جس پہ آسمان وزمین کے رہنے والے روئے ہیں ان ظالموں نے اس کی ہتک حرمت کی اور جس چیز کو خدا نے کنیزوں کے بارے میں بھی حرام قرار دیا ہے اسے حلال سمجھا میرا باپ قربان ہو اس جسم پر جو دین وحیاء کے علاوہ ہر چیز سے عریاں تھا ہر مصیبت کیلئے تسلی ہے لیکن اس سوگ کے لیے کوئی تسلی نہیں زہری کہتا ہے کہ آپ پر جنات نے گریہ کیا اور کہا "خیر نساء الجن یبکین شجیات ء ویلطمن فروداً کاالدنانیر نفسیات ء ویلبس ثیاب السود بعد القصبیات جنات کی بہترین عورتیں دکھ درد سے روتی ہیں اور ایسے چہروں کہ جو سونے کے

دیناروں کی طرح صاف شفاف ہیں طمانچے مارتی ہیں اور رنگ برنگے لباسوں کے بعد سیاہ لباس پہنتی ہیں

وہ کہتا ہے منجملہ جنات کے اشعار کے جو حفظ کر لیے گئے یہ ہے۔

"مسح النبی جبینہ ؏ ولہ بریق فی الخدود ؏ ابواہ من علیا قریش ۔ جدہ خیر الجدود ؏ قتلوک یا ابن الرسول ؏ فاسکنوا نار الخلود"
اس کی پیشانی کو نبی اکرمؐ نے چھوا تھا لہٰذا اس کے رخسار میں بجلی کی چمک ہے اس کے ماں باپ قریش کے بلند ترین افراد ہیں اس کا نانا بہترین افراد بشر میں سے ہے آپ کو انہوں نے شہید کیا اے فرزند رسول پس وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہیں گے۔

ابن قولویہ نے ابو زیاد قندی سے روایت ہے کہ گچکاروں نے سحری کے وقت جبانہ میں جنات کا حسین علیہ السلام پر نوحہ سنا وہ کہہ رہے تھے مسح الرسول جبینہ الخ گذشتہ اشعار

علی بن حزور سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے لیلی سے سنا وہ کہتی تھی میں نے ایک حبشیہ کا حسین بن علی علیہ السلام پر نوحہ سنا وہ کہہ رہی تھی۔

"یا عین جودی بالدموع فانما ؏ یبکی الحزین بحرقۃ وتوجع ۔ یا عین الھاک الرقاد بطیبہ ؏ عن ذکر آل محمد وتوجع ۔ باتت ثلاثا بالصعید جسومھم ۔ بین الوحوش کلھم فی مصرع" اے آنکھ آنسو برس کیونکہ غمزدہ و محزون ہی بین اور درد کے ساتھ روتا ہے اے آنکھ تجھے میٹھی نیند نے غافل کر دیا ہے آل محمد کے ذکر اور ان پہ دکھ درد کے اظہار سے، تین دن تک ان کے بدن مٹی پہ پڑے رہے وحشی جانوروں کے درمیان داود رقی سے روایت ہے وہ

کہتا ہے کہ مجھ سے میری دادی نے بیان کیا کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو جنات نے ان اشعار کے ساتھ ان پر گریہ و نوحہ کیا "یا عین جودی بالعبرء وابکی فقد حق الخبر ابکی ابن فاطمۃ الذی ورد الفرات فما صدر الجن تبکی شجوھا لما اتی منہ الخبر قتل الحسین ورھطہ تعسا لذلک من خبرء فلا بکینک ما جری عرق وما حمل الشجر ملا بکینک حرقۃ عند العشاء و بالسحر۔"

اے آنکھ آنسو بہا سوزش کے ساتھ یہ خبر ثابت شدہ ہے پس گریہ کر، فاطمہ زہرا کے فرزند پہ گریہ کر جو فرات کے کنارے گیا تو تھا لیکن وہاں سے واپس نہیں آیا سوز دل کے ساتھ جنات اس پر گریہ کرتے ہیں جب سے ان کی شہادت کی خبر آئی حسین اور ان کے ساتھیوں کی جماعت کو انہوں نے شہید کیا اس خبر نے تباہی مچا دی ہے جلن و سوزش کے ساتھ میں آپ پر گریہ کروں گا شام و صبح میں آپ پہ روؤں گا جب تک رگوں میں خون جاری ہے اور درخت بار آور ہوتے ہیں اور مناقب میں ہے کہ ان کے نوحہ میں سے یہ ہے احمرت الارض من قتل الحسین کما ء اخضر عند لقوط الجونۃ العلی یا ویل قاتلہ یا ویل قاتلہ عسفا نہ فی تضیر النار یحترق جس کی شہادت سے زمین سرخ ہو گئی جس طرح کہ دھوپ پڑنے سے جو ق کا رنگ سبز ہو جاتا ہے۔

مناقب میں ہے کہ جنات کا ایک نوحہ یہ ہے ابکی ابن فاطمۃ الذی من قتلہ شاب الشعرء ولقتلہ زلزلتم ولقبلہ خسف القمر میں اس فرزند فاطمہ پہ گریہ کرتا ہوں کہ جس کی شہادت سے بال سفید ہو گئے اور ان کی شہادت

سے تم میں زلزلہ گیا اور چاند گہن لگ گیا۔

اور سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں ہے اور ثعلب نے اپنی امالی میں ابی جناب کلبی سے اس کا اخراج کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں کربلا میں آیا تو میں نے وہاں کے اشراف عرب میں سے ایک شخص سے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگ جنات کا نوحہ سنتے ہو تو اس نے کہا کہ کوئی آزاد و غلام تجھے نہیں ملے گا مگر یہ کہ وہ تجھے بتلائے گا کہ اس نے سنا ہے میں نے اس سے کہا کہ تم بتاؤ کہ تم نے ان سے کیا سنا ہے تو اس نے بتایا کہ اس نے انہیں یہ کہتے سنا مسح الرسول جبینہ فلہ بریق فی الخدود ابواہ من علیا قریش جدہ خیر الجدود رسول اکرم نے چونکہ اس کی پیشانی کے بوسے لیے لہذا اس کے چہرہ میں بجلی سی چمک ہے اس کے ماں باپ قریش کے چوٹی کے خاندان میں سے ہیں اور اس کا نانا بہترین نوع بشر ہے۔

(ایک چوتھی فصل عربی زبان میں آپ کے متعلق کہے گئے مراثی اور اشعار میں ہے ہم اسے حذف کر رہے ہیں مترجم)

ساتھ اور ایک بڑے رفنہ کے ساتھ جو اسلام میں واقع ہوا "قتل ابوعبد اللہ علیہ السلام وعترتہ وسبی نسائہ وحبیتہ ودارد ابراسہ فی البلد ان من فوق عامل (عالی ل) السنان" امام حسینؑ اور ان کی عترت شہید کر دیئے گئے ان کی خواتین اور بچے قید کر لیے گئے اور ان کے سر مبارک کو نیزہ پر نصب کر کے شہروں میں پھرایا گیا یہ وہ مصیبت ہے کہ جس کی مثل وشبیہ نہیں ہے اے لوگو تم میں کون ایسے اشخاص ہیں جو اس مصیبت کے بعد دلشاد اور خوش ہوں گے اور کون سی آنکھ ہے کہ جو اس واقعہ کو دیکھنے کے بعد اشکبار نہ ہو گی اور وہ اپنے آنسو روکے رکھے گی بے شک حسینؑ کی شہادت پر ساتوں آسمان روئے اور دریاؤں نے اپنی موجوں سمیت ان پر آنسو بہائے ہیں اور ارکان آسمان چیخنے لگے اور اطراف زمین نے نالہ اور آہ وزاری کی درختوں کی شاخوں میں آگ لگ گئی دریا کی مچھلیاں سمندروں کی لہریں ملائکہ مقربین اور تمام اہل آسمان اس مصیبت میں ایک دوسرے کے ہمدست وہمداستان ہو گئے اے لوگو کون سا دل ہے جو شہادت حسینؑ سے پھٹ نہ جائے اور کون سا دل ہے جو ان کی طرف مائل نہ ہوا اور کون سا کان ہے جو اس مصیبت کو سن سکے جو اسلام پر وارد ہوئی ہے اے لوگو ہمیں دھکیلا گیا اور پراگندہ کیا گیا اور اپنے گھروں سے دور کر دیا اور ہمارے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو ترک و دیلم کے قیدیوں سے نہیں کیا جاتا بغیر اس کے کہ ہم کسی جرم وخطا کے مرتکب ہوئے ہیں خدا کی قسم اگر بجائے ان سفارشات کے جو رسول خدا نے ہمارے حق حرمت وحمایت میں فرمائی تھیں ہمارے قتل و غارت وظلم کا حکم دے جاتے تو جو کچھ یہ کر چکے ہیں اس سے زیادہ نہ کرتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہماری یہ مصیبت کس قدر دردناک جلانے والی سخت

تلخ اور دشوار تھی ہم اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں کہ وہ ان مصائب کے بدلے ہم پر رحمت کرے اور ہمیں اس کا ثواب اور اجر عطا فرمائے اور ہمارے دشمنوں سے انتقام لے اور ہم مظلوموں کا ان ستمگروں سے بدلہ لے۔

راوی کہتا ہے کہ جب آپ کی گفتگو آخر کو پہنچی تو صعصعان بن موحان کھڑے ہو گئے اور معذرت چاہی کہ اے فرزند رسول میں زمین گیر ہو چکا تھا اور اس وجہ سے آپ کی نصرت و مدد نہ کر سکا حضرت نے ان کا عذر قبول کیا اور ان کے باپ صعصعہ کے لیے رحمت کی دعا کی۔ جزری اور ابن صباغ مالکی کا کہنا ہے کہ یزید نے اہل شام میں سے ایک امین شخص کو اہل بیت نبوت کے ساتھ بھیجا تھا اور اسے ان سے اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت کی تھی اور اس کے ساتھ گھڑ سواروں کا ایک دستہ تھا جو مدینہ تک ان کے ساتھ رہا۔

اور اخبار الاول میں ہے کہ یزید نے نعمان بن بشیر کو تیس مردوں کے ساتھ بھیجا تھا پس وہ انہیں رات کو چلاتا اور وہ اس کے آگے آگے ہوتے تاکہ اس کی نظر میں رہیں اور جب وہ کہیں اترے تو نعمان اور اس کے ساتھی ان سے دور ہٹ جاتے اور وہ ان کے گرد محافظین کی شکل میں تھے اور وہ ان کی حاجت و تکلیف کے بارے میں سوال کرتا اور لطف و مہربانی سے پیش آتا یہاں تک کہ وہ مدینہ میں داخل ہوئے پس فاطمہ بنت علی نے اپنی بہن زینب علیہا السلام سے کہا اس شخص نے ہم سے احسان و نیکی کی ہے کیا آپ مناسب سمجھتی ہیں کہ ہم اسے اس کا کوئی صلہ دیں تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہمارے پاس کچھ بھی نہیں کہ جس سے اس کو صلہ دیں مگر ہمارے کچھ زیور ہیں پس دو بہنوں نے اپنے کنگن اور بازو بند اتارے اور وہ اس کے پاس بھیجے اور عذر خواہی کی

پانچواں باب

امام حسین بن علی علیہما السلام کی اولاد آپ کی فضیلت اور آپ کی قبر شریف پر خلفاء کے ظلم و جور کے بیان میں ہے اور اس میں چند فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

اولاد و ازواج امامؑ

آپ کی اولاد اور بعض ازواج کا تذکرہ

ہمارے شیخ مفید (رح) نے فرمایا ہے کہ امام حسینؑ کی اولاد چھ افراد تھے علی بن الحسین اکبر کہ جن کی کنیت ابو محمد علیہ السلام ہے اور ان کی والدہ شاہ زنان بنت کسریٰ یزدجرد تھی اور علی بن الحسین اصغر کو جو اپنے والد کے ساتھ میدان طف میں شہید ہوئے اور پہلے ان کا ذکر ہو چکا ہے اور ان کی والدہ لیلی بنت ابو مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ تھیں اور جعفر بن الحسین کہ جن کی اولاد نہیں ہے اور ان کی والدہ قضاعیہ تھیں اور ان کی وفات حسین علیہ السلام کی زندگی میں ہو چکی تھی۔

اور عبداللہ بن حسین علیہ السلام جو اپنے باپ کے ساتھ ہی بچپن میں شہید ہو

گئے ان کی طرف ایک تیر آیا جب کہ وہ باپ کی گود میں تھے اور اس نے انہیں ذبح کر دیا اور ان کا ذکر بھی گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

اور سکینہ بنت الحسین علیہ السلام ان کی والدہ رباب بنت امرئی القیس بن عدی کلبیہ معدیہ تھیں اور یہی خاتون عبد اللہ بن حسین کی والدہ بھی تھیں اور فاطمہ بنت الحسین کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبد اللہ تیمیہ تھیں انتھی

اور علی بن عیسٰی اربلی نے کتاب کشف الغمہ میں حسین علیہ السلام کی اولاد کے تذکرہ میں کہا ہے اور کمال الدین نے کہا ہے کہ آپ کی اولاد ذکور و اناث دس افراد تھے جن میں سے چھ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں بیٹے علی اکبر، اور علی اوسط جو کہ زین العابدین علیہ السلام ہیں کہ جن کا تذکرہ ان کے باب میں انشاء اللہ آئے گا اور علی اصغر، محمد، عبد اللہ اور جعفر رہے علی اکبر تو انہوں نے اپنے والد کے سامنے جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور باقی رہے علی اصغر تو ان کی طرف تیر آیا اور وہ چھوٹے بچے تھے اور اس نے انہیں شہید کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ عبد اللہ بھی اپنے والد محترم کے ساتھ شہید ہوئے باقی رہی بیٹیاں تو وہ زینب، سکینہ اور فاطمہ ہیں، یہ مشہور قول ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور آپ کا ذکر جاودان اور بنا ساز مان خصوصیت کے ساتھ بیٹوں میں سے علی اوسط زین العابدین سے ہے نہ کہ باقی فرزندوں سے الخ

مؤلف کہتے ہیں کہ آپ کی اولاد کی تعداد بتائی ہے پھر کچھ کا تذکرہ کیا ہے اور کچھ کا نہیں کیا۔

اور ابن خشاب نے کہا ہے کہ آپ کے چھ بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں

علی اکبر جو کہ اپنے باپ کے ساتھ شہید ہوئے اور علی امام سید العابدین اور علی اصغر اور محمد اور عبد اللہ جو اپنے والد کے ساتھ شہید ہوئے اور جعفر زینب ۔ سکینہ اور فاطمہ

اور حافظ عبد العزیز بن اخضر جنابذی نے کہا ہے حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے چھ بچے تھے چار بیٹے اور دو بیٹیاں، علی اکبر باپ کے ساتھ شہید ہوئے اور علی اصغر، جعفر اور عبد اللہ سکینہ اور فاطمہ

اور کہا ہے کہ نسل حسین علی اصغر (زین العابدین) سے چلی ہے اور ان کی والدہ ام ولد تھیں اور آپ اپنے اہل زمانہ سے افضل و برتر تھے، اور زہری نے کہا ہے کہ میں نے کوئی ہاشمی آپ سے افضل و برتر نہیں دیکھا

مؤلف کہتے ہیں کہ حافظ نے امام علی زین العابدین علیہ السلام کا ذکر چھوڑ دیا ہے جہاں کہا ہے علی اکبر اور علی اصغر اور ثابت کیا ہے جہاں کہا ہے اور حسین کی نسل علی اصغر سے چلی ہے تو اس روایت میں علی اصغر ساقط ہوا ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ کی اولاد میں علی تین افراد ہیں جیسا کہ کمال الدین نے ذکر کیا ہے اور زین العابدین علیہ السلام علی اوسط ہیں اور کمال الدین اور حافظ نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس میں چار کا فرق ہے انتہی

مؤلف کہتے ہیں کہ ارباب حدیث و سیر کے کلمات امام زین العابدین علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے نام کی تعین میں مختلف ہیں ۔

سبط ابن جوزی نے کہا ہے آپ کی والدہ ام ولد ہے اور ابن قتیبہ نے کہا وہ (اسدیہ) سندھی تھیں جنہیں سلافہ کہا جاتا تھا اور بعض نے کہا ہے غزالہ

اور کامل مبرد سے منقول ہے کہ علی بن الحسین علیہ السلام کی والدہ کا نام سلافہ تھا

جو یزدجرد کی اولاد میں سے مشہور نسب تھیں اور وہ بہترین عورتوں میں سے تھیں انتھی

اور بعض نے کہا ہے کہ ان کا نام خولہ تھا اور بعض کہتے ہیں سلامہ اور بعض نے برہ کیا ہے

اور ارشاد میں ہے کہ آپ کی والدہ شاہ زنان بنت یزدجرد بن شہر یار بن کسریٰ تھیں اور کہا گیا ہے کہ ان کا نام شہر بانویہ تھا

اور امیر المومنین علیہ السلام نے حریث بن جابر حنفی کو مشرق کے ایک حصہ کا والی و حاکم کیا تو اس نے یزدجرد بن شہر یار بن کسریٰ کی دو بیٹیاں آپ کی خدمت میں بھیجیں ان میں سے شاہ زنان آپ نے اپنے بیٹے حسین علیہ السلام کو بخشی کہ جس سے امام زین العابدین علیہ السلام پیدا ہوئے اور دوسری محمد بن ابوبکر کو عطا کی اس نے قاسم بن محمد بن ابی بکر کو جنم دیا پس امام اور قاسم خالہ زاد بھائی تھے انتھی

مؤلف کہتے ہیں مجھے قوی احتمال ہے کہ ان کا اصلی نام سلافہ تھا سلامہ کے ساتھ یا اس کے برعکس اس کی تصحیف و تحریف ہوئی ہے اور شاہ زنان لقب تھا اور شہر بانویہ وہ نام ہے کہ جو امیر المومنین نے رکھا تھا حکایت کی گئی ہے کہ امیر المومنین نے اس سے کہا تمہارا نام کیا ہے تو اس نے کہا شاہ زنان بنت کسریٰ تو امیر المومنین نے فرمایا نہیں شاہ زنان نہیں ہے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر یہ تو سیدۃ النساء ہے (یعنی اس کا معنی سیدۃ النساء ہے) بلکہ تم شہر بانویہ ہو اور تمہاری بہن مروارید بنت کسریٰ ہے تو اس خاتون نے کہا جی ہاں

باقی رہا غزالہ یا برہ تو وہ امام حسین علیہ السلام کی ایک ام ولد کا نام ہے کہ

جس نے علی بن الحسین علیہ السلام کی تربیت کی تھی اور آپ اسے ماں کہتے تھے کیونکہ روایت ہے کہ آپ کی والدہ آپ کی ولادت کے فوراً ہی بعد وفات پا گئیں لہذا ان کی کفالت و تربیت ان کے والد گرامی کی ایک ام ولد نے کی آپ کی نشوونما ہوئی تو وہ جناب اس کے علاوہ کسی کو اپنی ماں نہیں سمجھتے تھے اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ تو کنیز ہیں اور لوگ اسے آپ کی ماں کہتے تھے لہذا لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ وہی آپ کی ماں ہے (بعید نہیں کہ وہ سندھ کی رہنے والی ہوں جیسا کہ بعض کتب اہل سنت نے ناسمجھی کی بناء پر آپ کی والدہ کو سندھی سمجھا ہے مترجم)

پس اس سے ظاہر ہوا کہ وہ جو وارد ہوا ہے کہ آپ نے اپنی ماں کی شادی اپنے غلام سے کر دی تو اس سے مراد وہی کنیز ہے کہ جس کو لوگ آپ کی ماں سمجھتے تھے۔

باقی رہی سکینہ بنت الحسین تو ان کا نام آمنہ اور بعض نے کہا ہے امینہ تھا ان کی والدہ جناب رباب بنت امرئ القیس بن عدی کلبی اور وہ امرئ القیس وہی ہے کہ جس نے زمانہ جاہلیت میں قبیلہ بکر بن وائل پر جنگ فلج کے دن لوٹ مار کی تھی اور وہ نصرانی تھا اور عمر بن خطاب کی خلافت کے زمانہ میں مسلمان ہو گیا ابھی ایک نماز بھی نہیں پڑھی تھی کہ عمر نے اسے والی و حاکم بنا دیا اور ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ حضرت علیؑ نے اس کی بیٹی رباب کی اپنے بیٹے حسین کے لیے خواستگاری کی تو اس نے حسینؑ سے اس کی شادی کر دی پس اس سے عبداللہ اور سکینہ پیدا ہوئے اور سکینہ اور ان کی والدہ کے بارے میں آپ نے یہ اشعار کہے "لعمرك انني لاحب دارا تكون بها سكينة والرباب احبهما وابذل

مالی ءولیس لعاتب عندی عنا یا فلست لھو دان غابو امضیغاء حیاتی او یغیبنی التراب
تیری جان کی قسم میں اس گھر کو دوست رکھتا ہوں کہ جس میں سکینہ اور رباب ہوں میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں اور ان پر اپنا اکثر مال صرف کرتا ہوں اور اس میں کسی سرزنش کرنے والے کے لیے کوئی سرزنش کرنے کا حق نہیں میں زندگی بھر انہیں ضائع نہیں ہونے دوں گا مگر یہ کہ میں خاک کے نیچے دفن ہو جاؤں

اور ایک روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین علیہ السلام کے ساتھ امرئ القیس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا اے چچا میں علی بن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کا چچا زاد بھائی اور ان کا داماد ہوں اور یہ دونوں میرے بیٹے آنحضرت کی بیٹی کے فرزند ہیں ہم تمہارے داماد بننے کے خواہاں ہیں تو اس نے کہا میں نے آپ سے اے علی محیاۃ بنت امرئ القیس کا نکاح کیا اور اے حسن آپ سے سلمیٰ بنت امرئ القیس کا نکاح کیا اور آپ سے اے حسین رباب بنت امرئ القیس کا نکاح کیا۔

تو ہشام کلبی نے کہا ہے کہ جناب رباب بہترین اور افضل و برتر خواتین میں سے تھیں اور حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ان سے خواستگاری کی گئی تو انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے بعد میں کسی کو اپنا سسر نہیں بناتی (اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رباب شہادت امام کے وقت جوان تھیں اور شہزادہ علی اصغر کی عمر تقریباً چھ ماہ ہونا بھی اس بات کو بتاتا ہے لہٰذا یہ پہلی دونوں روایات صحیح نہیں معلوم ہوتیں اگر عمر کے زمانہ میں آپ کی شادی ہوئی ہو تو واقعہ کربلا کے موقع پر آپ کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ ہونا چاہیے اس عمر میں عام طور پر بچہ کا پیدا ہونا عادتاً مشکل ہے اس طرح جناب سکینہ کے

بارے میں بعض مؤرخین کا یہ لکھنا کہ وہ واقعہ کربلا میں کافی عمر کی تھیں بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ بادؔہ ممکن نہیں ہے کہ ایک بچہ اور دوسرے میں بیس پچیس سال کا فاصلہ ہو لہذا یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جناب سکینہ واقعہ کربلا میں کم سن تھیں جیسا کہ واقعات کے گہرے مطالعہ سے عیاں ہے مترجم)

اور روایت ہے کہ جناب رباب نے اپنے امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر یہ مرثیہ کہا ''ان الذی کان نوراً یستضاء بہ بکربلاء قتیل غیر مدفون ۔ سبط النبی جزاك الله صالحة ۔ عنا وجنبت خسران الموازین ۔ قد كنت جبلاً صعباً الوذ بہ وكنت تصحبنا بالرحم والدین ۔ من للسائلین ومن یغنی ویاوی الیہ كل مسكین ۔ والله ابتغی صہراً بصہركم حتی اغیب بین الرمل والطین۔ وہ جو نور و روشنی تھا کہ جس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی کربلا میں بغیر دفن کئے مقتول پڑا ہے اے نواسہ رسول خدا آپ کو ہماری جانب سے جزائے خیر دے اور میزان کے خسارے سے بچائے رکھے آپ ہمارے ساتھ رحمت اور دین کے مطابق سلوک کرتے اور رہتے تھے اب کون ہے یتیموں اور سائلوں کے لیے اور کون ہے جو ہر مسکین کو غنی کرے اور اسے پناہ دے خدا کی قسم میں آپ کے بدلے کسی سے رشتہ نہیں جوڑوں گی یہاں تک کہ میں مٹی اور ریت میں جا چھپوں عبید اللہ بن زیاد کے دربار کے واقعات میں گزر چکا ہے جناب رباب کا سر حسین کو اٹھانا اور ''واحسینا فلا نسیت حسینا ۔ الخ کے اشعار کا پڑھنا

اور جزری نے کہا ہے کہ جناب حسین علیہ السلام کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ رباب بنت امرئ القیس بھی تھیں اور وہ جناب سکینہ کی والدہ ہیں اور انہیں

شام بھی دوسرے افراد خاندان رسالت کے ساتھ لے جایا گیا اور پھر مدینہ واپس آئیں تو اشراف قریش نے ان کی خواستگاری کی انھوں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد میں کسی کو اپنا سسر بنانے کے لیے تیار نہیں ہوں آپ کے بعد ایک سال زندہ رہیں کبھی کمرے کی چھت کے نیچے نہیں گئیں یہاں تک کہ کمزور وضعیف ہو گئیں اور اسی غم و درد سے وفات پائی اور بعض نے کہا ہے کہ ایک سال تک آنجناب کی قبر اطہر پر رہیں اور پھر مدینہ واپس آئیں تو آپ کے غم و افسوس میں وفات پا گئیں انتھی ۔

ابو الفرج اصفہانی کا کہنا ہے کہ روایت ہے کہ جناب سکینہ کسی مجلس ماتم میں تھیں کہ جس میں عثمان کی بیٹی بھی تھی تو عثمان کی بیٹی نے کہا میں شہید کی بیٹی ہوں تو جناب سکینہ خاموش رہیں پس اتنے میں موذن نے کہا "اشھد ان محمدًا رسول اللہ" تو جناب سکینہ نے کہا یہ میرے باپ ہیں یا تیرے باپ ہیں تو عثمان کی بیٹی نے کہا میں آپ لوگوں پر کبھی بھی فخر نہیں کروں گی ۔

دمیری نے فائق سے نقل کیا ہے کہ سکینہ بنت الحسین علیہ السلام اپنی والدہ رباب کے پاس روتی ہوئی آئیں جب کہ اس وقت چھوٹی بچی تھیں تو انھوں نے پوچھا نہیں کیا ہوا ہے تو جناب سکینہ نے کہا "مرت بی دبیرۃ فلسقنی بابیرہ" شہد کی مکھیاں میرے قریب سے گذری جس نے اپنے ڈنک سے مجھے ڈسا ان کا مقصد دبیرۃ کی تصغیر تھی جو شہد کی مکھی ہے اس کو دبرہ اس لیے کہتے ہیں چونکہ وہ شہد کے بنانے میں تدبیر کرتی ہے ۔

ان کے لیے زاد راہ اور توشہ سفر تیار کیا کہ جس پر ایک ہزار درہم صرف کیا اور آپ کی خدمت میں وہ سامان بھیجا آپ جب مقام حرہ کی پشت پر پہنچے تو اس کے بارے میں حکم دیا کہ فقراء و مساکین میں اسے بانٹ دیا جائے۔

اور جناب سکینہ کی وفات مدینہ میں جمعرات کے دن پانچ ماہ ربیع الاول سن ایک سو سترہ ہجری میں ہوئی (درایتہً یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ باوجودیکہ مدینہ پر دشمنان اہل بیت قابض رہے پھر بھی خاندان رسالت کے افراد کی قبور کے کچھ نہ کچھ نشان مل جاتے ہیں لیکن جناب سکینہ جناب زینب و ام کلثوم و دیگر اس قسم کی خواتین کی قبور کے نشان نہیں اور ادھر شام میں ہمیشہ ان کے مخالفین کا تسلط رہا اور ان کی قبور گنبد و بارگاہوں کے ساتھ موجود ہیں تو اگر تھوڑا بہت بھی معاملہ مشکوک ہوتا تو ان کے لیے بہانہ کافی تھا اس لیے یہ قبریں صحیح معلوم ہوتی ہیں مترجم)

اور اسی سال فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام ان کی بہن کی بھی وفات ہوئی اور ان فاطمہ کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ تھیں اور وہ پہلے حسن بن علی علیہما السلام کے نکاح میں تھیں پس ان سے طلحہ بن حسن پیدا ہوا کہ جو بچپنے میں فوت ہو گیا اس کے بعد حضرت حسین بن علی علیہما السلام نے ان سے شادی کی تو فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام ان سے متولد ہوئیں۔

ابو الفرج نے کہا ہے کہ ام اسحاق کی ماں جرباء بنت قسامہ بن طی تھی اس کو جرباء اس کے حسن و جمال کی وجہ سے کہتے تھے اس کے پہلو میں کوئی عورت کھڑی نہیں ہوتی تھی چاہے وہ حسین و جمیل ہی کیوں نہ ہوئی مگر یہ کہ قبیح منظر معلوم ہوتی اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور ام اسحاق پہلے جناب حسن بن علی

بن ابی طالب علیہم السلام کے نکاح میں تھیں ان کے بھائی حسین علیہ السلام سے پہلے جب امام حسن کی شہادت کا وقت آیا تو آپ نے حسینؑ کو بلایا، اور کہا اے بھائی میں اس عورت کو پسند کرتا ہوں یہ تمہارے گھروں سے باہر نہ جائے جب اس کی عدت ختم ہو جائے تو اس سے شادی کر لینا پس جب آپ کی شہادت ہو گئی (اور عدت ختم ہو گئی) تو حسینؑ نے ان سے شادی کر لی

اور ابن حجر کی کتاب تقریب سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام ثقہ اور چوتھے طبقہ کے راویوں میں سے ہیں سو ہجری کے بعد ان کی وفات ہوئی اور وہ کافی عمر میں فوت ہوئی ہیں۔

شیخ مفید نے کہا ہے اور روایت ہوئی ہے کہ حسن بن حسن علیہ السلام نے اپنے چچا حسین علیہ السلام سے ان کی دو بیٹیوں میں سے ایک کے لیے خواستگاری کی تو امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میں نے تیرے لیے اپنی بیٹی فاطمہ کا انتخاب کیا ہے کیونکہ یہ دونوں سے میری ماں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

•:•

دوسری فصل

فضائل زیارت سید الشہداءؑ

آپ کی زیارت کی فضیلت

ابو عبداللہ حسین مظلوم علیہ السلام کی زیارت مستحب ہے بلکہ اس کے استحباب کی تاکید ضروریات و بدیہیات مذہب و دین میں سے ہے یہاں تک کہ وارد ہوا ہے کہ آپ کی زیارت ہر مؤمن پر فرض ہے اور مردوں اور عورتوں پر واجب ہے اور جو اسے چھوڑ دے اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حق کو ترک کیا ہے بلکہ اس کو ترک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی نافرمانی اور ایمان و دین کے ناقص ہونے کی علامت ہے اور جو بغیر کسی وجہ کے اسے ترک کر دے تو وہ اہل جہنم میں سے ہے اور ابو جعفر علیہ السلام نے محمد بن مسلم سے کہا ہمارے شیعوں کو حسین بن علی کی قبر کی زیارت کا حکم دو کیونکہ آپ کی قبر کی زیارت کیلئے آنا ہر اس مؤمن پر فرض ہے جو اللہ جل وعز کی طرف سے حسین کی امامت کا اقرار کرتا ہے۔

ابو عبداللہ صادقؑ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص زندگی بھر حج کرتا رہے لیکن حسین علیہ السلام کی زیارت نہ کرے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے حقوق میں سے ایک حق کا تارک ہے کیونکہ حسین علیہ السلام کا حق اللہ کی طرف سے فرض اور ہر مسلمان پر واجب ہے۔

اور آپ نے فرمایا جو قبر حسین علیہ السلام پر نہ آئے اور اس کے باوجود یہ گمان کرے کہ وہ ہمارا شیعہ ہے یہانتک کہ مر جائے تو وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے اور اگر اہل جنت میں سے ہو بھی تو وہ اہل جنت کا مہمان ہو گا۔

اور آنجناب نے ابان بن تغلب سے فرمایا اے ابان تم زیارت حسین پر کب گئے تھے میں نے عرض کیا نہیں خدا کی قسم اے فرزند رسول خدا کافی مدت ہوئی کہ میں نہیں جا سکا تو آپ نے فرمایا سبحان ربی العظیم و بحمدہ تم نے رؤساء شیعہ میں سے ہو کر حسین علیہ السلام کو چھوڑ رکھا ہے ان کی زیارت کو نہیں جاتے جو شخص حسین کی زیارت کرے تو خدا اس کے لیے ہر ہر قدم پر ایک حسنہ لکھتا ہے اور ہر ہر قدم پر ایک سیئہ اور برائی محو کرتا ہے اور اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔

اور بہت سے روایات میں ہے خوف و خطر کی بناء پر قبر حسین ؑ کی زیارت کو ترک نہ کرو کیونکہ جو شخص خوف و خطر کے موقع پر آپ کی زیارت کرے تو خدا فزع اکبر کے دن سے اسے امان بخشے گا اور اس میں ثواب خوف کی مقدار پر ہے اور جو شخص دشمنوں کے ڈر سے خوف رکھتا ہو خدا اسے عرش کے سائے میں رکھے گا اور عرش کے نیچے حسین علیہ السلام سے وہ ہم کلام ہو گا اور خدا قیامت کے دن کے انزاع اھوال و خوفناکیوں سے مامون رکھے گا اور کئی ایک روایات میں صادقؑ سے وارد ہوا ہے غنی و تونگر پر حق ہے کہ وہ سال میں دو مرتبہ حسینؑ کی قبر پر آئے اور فقیر پر حق ہے کہ سال میں ایک دفعہ آئے۔

اور آپ نے فرمایا جو نزدیک رہتا ہے تو کم از کم مہینہ میں آئے اور جو دور

رہتا ہے تو تین سال میں ایک دفعہ آئے اور ایک حدیث میں ہے کہ چار سال سے زیادہ تخلف اور نہ جانا مناسب نہیں ہے۔

اور ابوالحسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو شخص سال میں تین مرتبہ قبر حسینؑ پر آئے وہ فقر و فاقہ سے مامون ہو جائے گا۔ اور زیادہ تاکید ہے آپ کی زیارت میں خلوص کی اور اس کی طرف شوق رکھنے کی جو آپ کی قبر کی طرف شوق و ولولہ سے آئے تو وہ اللہ کے مکرم و محترم بندوں میں سے ہے اور وہ حسین بن علی علیہ السلام کے جھنڈے کے نیچے ہو گا اور جو آپ کی زیارت کرے اور اس کا قصد و ارادہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی رضا ہو تو خدا اس کو گناہوں سے اس طرح نکالے گا جیسے وہ بچہ ہوتا ہے جو ماں سے متولد ہوا ہو اور راستہ میں ملائکہ اس کی مشایعت کرتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جبرئیل میکائیل اور اسرافیل اس کی مشایعت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے گھر کی طرف پلٹتا ہے

اور حمران سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے قبر حسینؑ کی زیارت کی جب میں گھر واپس آیا تو جناب ابو جعفر محمد بن علی باقرؑ اور عمر بن علی بن عبداللہ بن علی میرے پاس تشریف لائے اور ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا اے حمران تجھے بشارت ہو جو شخص شہدائے آل محمد علیہم السلام کی قبور کی زیارت کرے اور اس سے مراد اس کی اللہ اور اس کے نبی کا تقرب اور اس سے رشتہ جوڑنا ہو تو وہ اپنے گناہوں سے خارج ہو گا اس دن کی طرف کہ جس دن اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔

اور ابو عبداللہ صادقؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جب قیامت کا

دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا کہ حسین بن علی کے زائر کہاں ہیں تو لوگوں کی ایک بڑی جماعت کھڑی ہوگی کہ جن کی تعداد خدا کے عزوجل علاوہ کوئی نہیں جانتا ہوگا تو خدا ان سے کہے گا کہ قبر حسینؑ کی زیارت سے تمہارا کیا ارادہ ومقصد تھا وہ کہیں گے اے پروردیگار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی محبت کی بنا پر اور حضرت علی وفاطمہ علیہا السلام کی محبت میں اور اس چیز پر رحمت اور دلسوزی کی بنا پر جس کے ظالم ان کے بارے میں مرتکب ہوتے تھے تو ان سے کہا جائے گا یہ ہیں محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام پس ان سے ملحق ہو جاؤ پس تم ان کے درجہ میں ان کے ساتھ ہو ملحق ہو جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے لواء وجھنڈے کے ساتھ پس وہ ان کے سائے میں رہیں گے اور وہ حضرت علیؑ کے ساتھ میں ہوگا یہاں تک کہ وہ سب جنت میں داخل ہوں گے پس وہ لواء وجھنڈے کے آگے اور دائیں بائیں ہوں گے۔

اور بہت سی احادیث میں ہے کہ آپ صلوات اللہ علیہ کی زیارت گناہوں کی بخشش جنت کے دخول اور جہنم کی آگ سے آزادی، برائیوں کے جھڑنے اور درجات کے بلند ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے کا سبب ہے۔

پس جو شخص قبر حسین علیہ السلام پر آئے آپ کے حق کو جانتے پہچانتے ہوئے تو خدا اس کے گذشتہ وآئندہ گناہ معاف کر دے گا ایک اور روایت میں ہے کہ اس کی شفاعت ستر گناہگاروں کے بارے میں قبول ہوگی اور وہ آنجناب کی قبر مبارک کے پاس کوئی حاجت اللہ عزوجل سے نہیں مانگے گا مگر یہ کہ وہ اسے پورا کرے گا۔

اور ابو عبداللہ صادقؑ نے فرمایا عبداللہ بن نجار کو تم لوگ امام حسینؑ کی

زیارت کرتے ہو اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو تو میں نے کہا جی ہاں تو آپ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں جب تمہاری کشتی ہچکولے کھانے لگے تو تمہیں ندا آتی ہے یاد رکھو تم پاک و پاکیزہ ہوئے اور تمہارے لیے جنت خوشگوار ہے۔

آپ سے خاندان بنانے والے عرض کیا کہ لوگ قبر حسین پر نوحہ پڑھنے والی عورتوں اور کھانے کے ساتھ قبر حسینؑ پر آتے ہیں تو آپ نے فرمایا میں نے بھی سنا ہے راوی کہتا ہے کہ آپ نے فرمایا جو قبر حسین پر آئے آپ کے حق کو پہچانتے ہوئے تو اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اور وارد ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کے زائرین باقی لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے جب کہ باقی لوگ حساب و موقف میں ہوں گے اور یہ کہ آپ کا زائر اپنے گناہ کو اپنے گھر کے دروازے پر پل بنا کر اس سے گذر جائے گا جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص پل کو اپنے پیچھے چھوڑ آتا ہے جب اس سے عبور کر لے

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا جس کو دوست رکھتے ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کی طرف لے جاؤ پس انسان جسے دوست رکھے گا اس کا ہاتھ پکڑ لے گا یہاں تک کہ لوگوں میں سے ایک شخص زائر کسی سے کہے گا اے فلاں کیا تجھے پہچانتے نہیں ہو میں وہ ہوں کہ جو فلاں فلاں دن تیرے لیے کھڑا ہوا تھا پس وہ اسے جنت میں بغیر کسی مانع و دافع کے، داخل کریگا۔

سلیمان بن خالد کے واسطہ سے ابو عبد اللہ صادقؑ علیہ السلام سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا کہ خدا ہر دن اور ہر رات ایک لاکھ مرتبہ زمین کی طرف نظر کرتا ہے اس میں سے جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے

جاتا ہے عذاب کرتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ حسین بن علی علیہ السلام کی قبر کے زائرین اور ان کے گھر والوں کو اور اسے کہ جس کی زائر قیامت کے دن شفاعت کریگا بخش دیتا ہے وہ کوئی بھی ہو اس نے کہا اگر چہ وہ شخص جہنم کی آگ کا مستحق ہو چکا ہو فرمایا اگرچہ مستحق آگ ہو چکا ہو بشرطیکہ ناصبی اور دشمن اہل بیت نہ ہو۔

اور بہت سی روایات میں ہے کہ آپ کی زیارت حج و عمرہ جہاد اور غلام آزاد کرنے کے برابر ہے بلکہ بیس حجوں کے برابر ہے اور بیس حجوں سے افضل ہے بلکہ خدا اس کے لیے اسی مقبول حج لکھے گا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے بلکہ جو شخص آپ کی قبر پر آپ کے حق کو پہچانتے ہوئے آئے تو وہ اس شخص کی طرح ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی معیت میں سو حج کیے ہوں اور جو آپ کے پاس چل کر آئے تو خدا اس کے لیے ہر قدم کے بدلے جسے وہ اٹھاتا اور رکھتا ہے اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھے گا۔

اور صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر میں تم سے ان کی زیارت اور ان کی قبر کی فضیلت بیان کردوں تو تم بالکل حج کرنا چھوڑ دو اور تم میں سے کوئی شخص بھی حج نہ کرے، وائے ہو تجھ پر کیا تجھے علم نہیں کہ خدا نے کربلا کو حرم امن اور مبارک قرار دیا ہے اس سے پہلے کہ مکہ کو حرم قرار دے۔

اور ابوعبداللہ صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حسین علیہ السلام ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ کی گود میں تھے آپ ان کے ساتھ کھیلتے اور انہیں ہنساتے تھے تو بی بی عائشہ نے کہا کس قدر یہ بچہ آپ کو اچھا لگتا ہے تو آپ نے ان سے فرمایا وائے ہو تجھ پر کس طرح میں اسے دوست نہ رکھوں اور کس طرح یہ

مجھے اچھا معلوم نہ ہو حالانکہ وہ میرے دل کا میوہ اور میری آنکھ کی روشنی اور ٹھنڈک ہے لیکن میری امت اس کو شہید کرے گی پس جو اس کی زیارت کرے اس کی شہادت کے بعد تو خدا اس کے لیے میری حجوں میں سے ایک حج لکھے گا تو بی بی نے کہا آپ کی حجوں میں سے ایک حج اے رسول اللہ فرمایا جی ہاں اور دو حج میرے حجوں میں سے ام المومنین نے کہا دو حج آپ کے حجوں میں سے فرمایا جی ہاں اور یوں بی بی عائشہ مسلسل ردو قدح کرتی رہیں اور حضرت اضافہ کرتے رہے اور گنتی گنا کرتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ کے حجوں میں سے نوے حج تک عمروں کے ساتھ پہنچے۔

قداح کے واسطہ سے ابو عبداللہ صادق علیہ السلام سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے آنجناب سے کہا کیا ثواب ہے اس کے لیے جو قبر حسین پر زیارت کرنے ان کا حق پہچانتے ہوئے آئے جب کہ نہ وہ متکبر ہو اور نہ ہی پہلو تہی کرنے والا تو آپ نے فرمایا اس کے لیے ہزار حج مقبول اور ہزار عمرہ مبرور ہے اور اگر وہ شقی ہو تو اسے سعید لکھا جائے گا اور وہ ہمیشہ رحمت خدا عزوجل میں غوطہ زن رہے گا۔

اور بہت سی احادیث میں ہے کہ آپ کی زیارت طول عمر، حفظ نفس و مال رزق کی زیادتی اور کرب و مصیبت کے دور ہونے اور حاجات کے پورا ہونے کا سبب ہے بلکہ کم از کم اس کے لیے یہ ہے کہ خدا اس کے نفس و مال کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے اہل و عیال کی طرف پلٹ آتا ہے جب قیامت کا دن ہو گا تو خدا اس کی زیادہ حفاظت کرے گا اور حکایت ہے کہ جب مختلف شہروں کے لوگوں تک آپ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ کے مزار پر ایک لاکھ عورت حاضر ہوئی کہ جن کے بچے نہیں ہوتے تھے پس سب صاحب اولاد ہو گئیں اور عرب اس

عورت سے کہتے تھے کہ جس کے ہاں کبھی بچہ نہیں ہوتا تھا کہ تم کریم شخص کی قبر پر جاؤ۔

ابو جعفر باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ امام حسینؑ صاحب کربلا مظلوم گرفتار بلا پیاسے اور بیکس شہید کئے گئے پس اللہ عزوجل نے قسم کھائی ہے کہ آپ کے پاس کوئی بیکس بے فریاد اس مکروب و مصیبت زدہ گنہگار و عاصی مغموم و مہموم پیاسہ اور آفت زدہ نہیں آئے گا پھر آپ کے پاس دعا نہیں کرے گا اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حسین بن علی علیہما السلام کے ذریعہ تقرب حاصل نہیں کرے گا مگر یہ کہ خدا اس کی مصیبت و تکلیف کو دور کرے گا اور جو وہ مانگے گا وہ اسے دیگا اور اس کا گناہ معاف کرے گا اور اس کی عمر میں اضافہ کرے گا اور اس کے رزق میں وسعت دیگا پس عبرت حاصل کرو اے صاحبان نظر

ابن ابو یعفور سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں نے ابو عبداللہ صادقؑ سے عرض کیا مجھے آپ کا شوق و محبت بلا لایا کہ میں آپ کے پاس آؤں اور جس تکلیف و مشقت کو برداشت کیے ہوئے ہوں اس کے بارے میں آپ سے سوال کروں تو آپ نے فرمایا اپنے پروردگار کی شکایت نہ کر پس اس کے پاس کیوں نہیں گیا کہ جس کا تجھ پر مجھ سے زیادہ حق ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ کیوں تو اس کے پاس نہیں گیا جس کا حق تجھ پر مجھ سے زیادہ تھا زیادہ شدید و سخت تھا مجھ پر آپ کے قول کی نسبت کہ اپنے پروردگار کی شکایت نہ کر، میں نے کہا آپ سے مجھ پر کس کا حق زیادہ ہے تو آپ نے فرمایا حسین علیہ السلام کا تو کیوں حائر (حسین خل) پر نہیں آیا اور ان کے پاس اللہ سے دعا کیوں نہیں کی اور اس کی

بارگاہ میں اپنے حاجات کی شکایت کیوں نہیں کی۔
اور آپ ہی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جو قبر حسینؑ کی زیارت نہ کرے تو وہ خیر کثیر سے محروم ہو گیا اور اس کی عمر میں سے ایک سال کم ہو جائیگا۔
اور کئی ایک روایات میں ہے کہ آپ کی زیارت سب اعمال سے افضل ہے اور زائر کو ہر ہر درہم کے مقابلہ میں کہ جو اس نے خرچ کیا ہے ہزار درہم ملے گا۔
بلکہ صادق علیہ السلام نے ابن سنان کی حدیث میں فرمایا کہ ایک درہم کا اس کے لیے دس لاکھ حساب ہوگا یہانتک آپ نے دس تک شمار کیا۔
اور یہ کہ انبیاء و رسل ائمہ اور ملائکہ علیہم السلام حسینؑ کی زیارت کیلئے آتے ہیں اور آپ کے زائرین کے لیے آسمان میں دعا کرنے والے بہت زیادہ ہیں اور وہ اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں اس کے علاوہ بھی روایات آپ کی زیارت کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔
پس ہم تبرکاً چند ایک احادیث پیش کرتے ہیں
شیخ ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ قمی سے ان کی سند کے ساتھ معاویہ بن وھب سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں نے ابو عبداللہ صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے اذن چاہا تو مجھ سے کہا گیا کہ داخل ہو جاؤ پس میں آپ کی بارگاہ میں داخل ہوا تو آپ کو اپنے حجرے میں ان کے مصلی پہ پایا پس میں بیٹھ گیا یہانتک کہ آپ نے اپنی نماز ختم کی اور میں نے سنا کہ آپ مناجات کر رہے ہیں اپنے پروردگار سے اور وہ کہہ رہے ہیں "اللّٰھم یا من خصنا بالکرامۃ ووعدنا بالشفاعۃ وخصنا بالوصیۃ واعطانا

علم ما مضی وما بقی وجعل افئدۃ من الناس تہوی الینا اغفرلی ولا خوانی وزوار قبرابی الحسین الذین انفقوا اموالھم واشخصوا ابدانھم رغبۃ فی برنا ورجاء لما عندک فی صلتنا وکروراً ادخلوہ علی نبیک واجابۃ منھم لامرنا وغیظا ادخلوہ علی عدونا ارادوا بذلک رضاک فکافئھم عنا بالرضوان واکلأھم باللیل والنہار واخلف علی اھالیھم واولادھم الذین خلفوا باحسن الخلف واصحبھم واکفھم شر کل جبار عنید کل ضعیف من خلقک وشدید وشر شیاطین الجن والانس واعطھم اعظم ما املوا منک فی غربتھم عن اوطانھم وما اثروا بہ علی ابنائھم اھالیھم وقرابا تھم جس کا ترجمہ پیش کرنے کی ہم سعادت حاصل کر رہے ہیں "خدایا اے وہ ذات کہ جس نے ہمیں کرامت و بزرگی کے ساتھ مخصوص کیا اور ہمیں شفاعت کا وعدہ دیا اور وصیت کے ساتھ ہمیں خاص کیا اور ہمیں گزشتہ و آئندہ کا علم دیا اور لوگوں کے دلوں کو ہمارے طرف جھکنے والا قرار دیا مجھے اور میرے بھائیوں کو اور میرے بابا حسینؑ کی قبر کے زائروں کو بخشش دے وہ کہ جنہوں نے اپنے مال خرچ کئے اور جنہوں نے اپنے ابدان کو رنج و تکلیف کے لیے گھر سے نکالا ہم سے نیکی میں رغبت کرتے ہوئے اور جو کچھ تیرے پاس ہے ہم سے صلہ کرنے کے بدلے اس کی امید رکھتے ہوئے اور اس سرور کے عوض کہ جو تیرے نبیؐ کے دل میں داخل کیا ہے اور ہمارے امر و حکم کو قبول کرتے ہوئے اور اس غیظ و غضب کی بناء پر جو ہمارے دشمنوں پر انہوں نے داخل کیا ہے کہ جس سے مقصد ان کا تیری ہی رضا تھی پس ہماری طرف سے انہیں رضوان کا اجر دے اور شب و روز ان کی حفاظت فرما اور ان کے اہل خانہ اور اولاد

کی اولاد میں اچھی طرح ان کی جانشینی فرما اور ہر جبار عنید کے شر سے ان کی کفایت کر اور اپنی کمزور اور طاقتور مخلوق کے شر سے اور جن وانس کے شیاطین کے شر سے اور انہیں عطا فرما عظیم ترین وہ چیزیں کہ جن کی انہوں نے تجھ سے اپنے وطنوں سے دور رہ کر امید کی ہے اور جو کچھ انہوں نے اپنے بیٹوں گھر والوں اور رشتہ داروں کے لیے چاہا ہے۔

خدایا ہمارے دشمنوں نے انہیں ان کے زیارت کے لیے نکلنے پر عیب و نقص لگایا ہے لیکن یہ چیز انہیں ہماری طرف نکلنے سے نہ روک سکی ہمارے مخالفین کی مخالفت کرتے ہوئے پس رحم کر ان چہروں پر کہ جن کو سورج کی دھوپ نے متغیر کر دیا ہے اور رحم فرما ان چہروں پر کہ جو ابو عبداللہ الحسینؑ کی قبر پر لوٹتے پوٹتے ہیں اور رحم فرما ان آنکھوں پر کہ جن سے ہم پر رحم کرتے ہوئے آنسو نکلے ہیں اور رحم فرما ان دلوں پر کہ جنہوں نے ہمارے لیے جزع و فزع کی اور جلے اور رحم فرما اس چیخ و پکار پر جو ہمارے لیے ہوئی خدایا میں یہ نفوس اور یہ بدن تیرے سپرد کرتا ہوں یہاں تک کہ تو انہیں پیاس کے دن حوض کوثر پر پہنچائے پس آپ مسلسل یہ دعا کرتے رہے جب کہ آپ سجدہ میں تھے جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں اگر یہ دعا جو میں نے آپ سے سنی ہے اس دشمن کے لیے ہوتی جو اللہ عزوجل کو نہیں پہچانتا تو میں گمان کرتا ہوں کہ آگ اس کے جسم کے کسی بھی حصہ کو کبھی نہ کھا سکتی خدا کی قسم میں تمنا و آرزو کی ہے کہ کاش میں نے آنجناب کی زیارت کی ہوتی اور حج پر نہ گیا ہوتا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تم کتنا نزدیک رہتے ہو آنجناب کی قبر سے تو کونسی چیز تجھے اس سے مانع ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا اے معاویہ وہ لوگ جو آپ کے زائرین کے لیے آسمان میں دعا

کرتے ہیں ان سے زیادہ ہیں کہ جو ان کے لیے زمین میں دعا کرتے ہیں۔

اور بحار میں ہے مزار الکبیر کے مؤلف نے اپنی اسناد کے ساتھ کہ جو اعمش تک پہنچتی ہے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں کہ میں کوفہ میں اترا ہوا تھا اور میرا ایک پڑوسی تھا جس کے ساتھ میری بہت زیادہ بیٹھک تھی شب جمعہ تھی کہ میں نے اس سے کہا زیارت حسین علیہ السلام کے بارے میں تم کیا کہتے ہو تو اس نے مجھ سے کہا وہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی ہے اور ہر ضلالت گمراہی جہنم کی آگ میں جانے کا سبب ہے پس میں اس کے سامنے سے اٹھ کھڑا ہوا اور میں غصہ و غضب سے بھرا ہوا تھا جب سحری کا وقت ہوا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اس کے سامنے امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل بیان کرتا ہوں کہ جس سے اس کی آنکھیں گرم ہوں گی وہ کہتا ہے کہ پس میں اس کے پاس گیا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اچانک دروازے کے پیچھے سے آواز آئی کہ وہ رات کے پہلے ہی حصہ سے زیارت امام حسین کے ارادہ سے گیا ہوا ہے پس میں جلدی چلا یہاں تک کہ حائر حسینی میں پہنچا اچانک میں نے اس شیخ کو سجدہ میں دیکھا کہ وہ سجود و رکوع سے نہیں تھکتا تو میں نے اس سے کہا کل تو مجھ سے کہتا تھا کہ یہ بدعت ہے اور بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت جہنم کی آگ میں جانے کا ذریعہ ہے اور آج تم خود زیارت کر رہے ہو تو اس نے کہا اے سلیمان مجھے ملامت و سرزنش نہ کرو میں نے اہل بیت کی امامت کو ثابت نہیں سمجھا تھا یہاں تک کہ یہ رات آئی تو میں نے ایک ایسا خواب دیکھا کہ جس نے مجھے ڈرا دیا میں نے کہا اے شیخ تو نے کیا دیکھا ہے اس نے کہا میں نے ایک مرد کو دیکھا کہ جو نہ بہت زیادہ دراز قد تھا اور نہ ہی بہت چھوٹے قد کا اور وہ اتنا خوبصورت تھا

کہ جس کے حسن و جمال کو میں بیان نہیں کر سکتا اور اس کے ساتھ کچھ لوگ تھے کہ جنہوں نے اسے گھیر رکھا تھا اور اسے اپنے درمیان لیے ہوئے تھے اس کے سامنے ایک شاہسوار تھا ایسے گھوڑے پر جس کی دم بالوں سے پرتھی اس شخص کے سر پہ تاج تھا کہ جس کے چار رکن تھے کہ ہر رکن میں ایک موتی تھا کہ جو تین دن کی راہ تک روشنی دیتا تھا تو میں نے کہا یہ کون ہیں تو ان لوگوں نے بتایا یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ و آلہ ہیں میں نے کہا دوسرا جوان کون ہے تو انہوں نے کہا کہ ان کے وصی علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں پھر میں نے نگاہ آگے بڑھائی تو اچانک نور کا ایک ناقہ دیکھا کہ جس پر نور کا ہودج ہے جو ناقہ آسمان و زمین کے درمیان اڑ رہا ہے تو میں نے کہا یہ ناقہ کس کا ہے تو انہوں نے کہا خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد کا میں نے کہا یہ نوجوان کون ہیں انہوں نے کہا حسنؑ بن علیؑ میں نے کہا یہ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں تو کہنے والے بتایا کہ یہ سب اس کی زیارت پر جا رہے ہیں جسے مظلوم و شہید کر کے کربلا میں مارا گیا جو کہ حسین بن علی ہیں پھر میں اس ہودج کی طرف گیا اچانک میں نے کچھ رقعے دیکھے جو اوپر سے گر رہے ہیں " اللہ جل ذکرہ کی طرف سے امان ہے شب جمعہ حسین بن علی کی زیارت کرنے والوں کے لیے پھر ایک ہاتف نے آواز دی یاد رکھو ہم اور ہمارے شیعہ جنت کے بلند ترین درجہ میں ہیں خدا کی قسم اے سلیمان میں اس جگہ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک میری روح میرے جسم سے الگ نہیں ہوتی۔

شیخ ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ سے باپ سے ابن محبوب سے حسین سے جو نواسہ ہے ابوحمزہ ثمالی کا روایت ہے وہ کہتا ہے میں بنی مروان کے آخری زمانہ میں حسین بن علی علیہما السلام کی قبر کی زیارت کے لیے اہل شام سے چھپ

ابوعبداللہ صادقؑ سے عرض کیا گویا میں نے خدا کی قسم ملائکہ کو دیکھا ہے کہ وہ قبر امام حسین علیہ السلام پر مؤمنین سے مزاحمت کر رہے ہیں راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا وہ مؤمن کو اپنا آپ دکھاتے ہیں تو آپ نے فرمایا ھیہات ھیہات (یہ دور ہے یہ دور ہے) خدا کی قسم وہ مؤمنین کو لازم پکڑے ہوئے ہیں یہاں تک کہ وہ ان کے چہروں کو اپنے ہاتھوں سے مسح کرتے اور چھوتے ہیں اور آپ نے فرمایا کہ خدا زائرین حسین علیہ السلام پر صبح و شام خدا جنت کا کھانا اتارتا ہے اور ملائکہ ان کے خادم ہوتے ہیں بندہ خدا سے دنیا و آخرت کے حاجات میں سے کسی حاجت کا سوال نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ وہ حاجت اسے عطا کرتا ہے راوی کہتا ہے میں نے کہا خدا کی قسم یہ کرامت و عزت ہے تو آپ نے فرمایا اے مفضل میں تمہیں مزید بتاؤں میں نے عرض کیا جی ہاں اے میرے آقا و سردار فرمایا گویا میں نور کا ایک تخت دیکھ رہا ہوں کہ اسے رکھا گیا ہے اور اس پر سرخ یاقوت کا ایک گنبد نصب کیا گیا ہے جو جواہرات سے جڑا ہوا ہے اور گویا حسین بن علی علیہ السلام اس تخت پر جلوہ افروز ہیں اور آپ کے گرد و پیش نوے ہزار سبز گنبد ہیں اور گویا میں مؤمنین کو دیکھتا ہوں کہ وہ آپ کی زیارت کرتے اور آپ پر سلام کرتے ہیں اور اللہ عزوجل ان سے کہتا ہے اے میرے اولیاء و دوستو مجھ سے سوال کرو پس طویل مدت تک تمہیں اذیت دی گئی تم ذلیل کئے گئے اور تم پر ظلم و ستم ڈھائے گئے لیکن آج کا وہ دن ہے کہ جس میں جو کچھ تم مانگو دنیا و آخرت کے حاجات میں سے وہ تمہیں میں دوں گا پس ان کا کھانا پینا جنت میں سے ہوگا پس یہ وہ کرامت و اعزاز ہے کہ جس کی مثل کوئی بھی شئی نہیں ہے۔

علامہ مجلسی (رہ) فرماتے ہیں کہ یہ کھانے برزخ میں اتریں گے اور گنبد رجعت

میں نصب ہو گا جس کا قرینہ آنجناب علیہ السلام کا ارشاد ہے جوائج دنیا و آخرت میں سے

انہیں سے روایت ہے ان کی سند سے عبد اللہ بن حماد بصری کے واسطے سے ابو عبد اللہ صادق علیہ السلام سے راوی کہتا ہے مجھ سے آنجناب نے فرمایا تحقیق تمہارے یا فرمایا تمہارے قرب میں ایک ایسی فضیلت ہے کہ جس قسم کی فضیلت کسی کو نہیں دی گئی اور میں گمان نہیں رکھتا کہ تم اس کی کنہ معرفت رکھتے ہو اور نہ ہی اس کی محافظت کرتے ہو اور نہ ہی اس پر قیام کرتے ہو اور اس کے خصوصی اہل ہیں کہ جو اس کے لیے معین ہوئے ہیں اور وہ انہیں دی گئی ان کے حول و قوت کے بغیر بلکہ وہ صرف خدا کا ان پر احسان ہے اور ایسی سعادت ہے کہ جو اس نے انہیں بخشی ہے اور رحمت رافت اور تقدم ہے، میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں وہ کیا چیز ہے کہ جس کی آپ نے تعریف و توصیف تو فرمائی ہے لیکن اس فضیلت کا نام نہیں لیا تو آپ نے فرمایا وہ میرے جد امجد حسین علیہ السلام کی زیارت ہے کیونکہ وہ مسافر ہیں اور غربت و مسافرت کی زمین میں ہیں جو اس کی زیارت کرے وہ اس پر گریہ کرتا ہے اور اس کے لیے حزن و ملال کرتا ہے وہ جو اس کی زیارت نہیں کرتا اور اس کے لیے جلتا ہے وہ جو وہاں حاضری نہیں دے سکا اور اس کے لیے دعائے ترحم کرتا ہے جو دیکھے ان کے بیٹے کی قبر کی طرف جو ان کی پائنتی کی طرف چٹیل میدان میں کہ جہاں نہ کوئی ذوق تھا اور نہ کوئی قریبی رشتہ دار پھر آپ کے حق کو روک دیا گیا اور ایک دوسرے کا ساتھ دیا اہل ارتداد (جو حق و دین کو چھوڑ چکے تھے) نے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو شہید کر دیا اور ضائع کر دیا اور

انہیں فرات کے اسی پانی کے پینے سے روک دیا کہ جسے کتے تک پی رہے تھے اور انھوں نے ان کے بارے میں اور ان کے اہل بیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے حق کو اور ان کی وصیت کو ضائع کر دیا پس آپ اپنی قبر میں اپنے عزیزوں اور شیعوں کے درمیان مٹی کے کئی طبقوں کے نیچے زخمی حالت میں پوشیدہ پڑے ہیں کہ جن کا قرب وحشتناک ہے وحدت و تنہائی اور ان کے نانا کے مزار سے دوری کی بنا پر اور اس منزل میں ہونے کی وجہ سے کہ جس میں نہیں آتا مگر وہ کہ جس کے دل کا ایمان کے لیے امتحان اللہ نے لے لیا ہے اور جسے ہمارے حق کا اس نے عرفان دیدیا ہے تو میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں میں ان کے پاس آیا کرتا تھا یہاں تک کہ میں سلطنت وحکومت ان کے اموال کی حفاظت میں مبتلا ہوا اور میں ان کے ہاں مشہور و معروف ہوں لہذا میں نے تقیہ کے طور پر ان کی قبر پہ آنا چھوڑ دیا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ ان کے ہاں زیارت کے لیے آنے میں کیا خیر و برکت ہے آپ نے فرمایا کیا تمہیں پتہ ہے کہ کیا فضیلت ہے اس کے لیے جو اس کے پاس آئے اور ہمارے پاس اس کے لیے خیر و جزیل میں سے کیا ہے میں نے کہا کہ نہیں تو آپ نے فرمایا اس کی فضیلت تو اتنی ہے کہ اس پہ ایمان کے فرشتے نزد مباہات کرتے ہیں باقی رہی وہ چیز جو اس کے لیے ہمارے پاس ہے تو ہم اس کے لیے ہر صبح وشام ترحم کی دعا کرتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی ہے کہ جب سے آنجناب شہید ہوئے ہیں وہ جگہ کسی دعا و صلوات پڑھنے سے خالی نہیں ہے جو آپ پر صلوات پڑھتا اور دعا کرتا ہے ملائکہ جنات انسانوں اور وحشی جانوروں میں سے ہر چیز آپ کے زائر پر غبطہ اور

رشک کرتی ہے اور تبرکاً اسے مس کرتی ہے اور اس کی طرف دیکھنے میں خیر کی امید رکھتی ہے کیونکہ اس نے آپ کی قبر کی زیارت کی اور اسے دیکھا ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک قوم کوفہ کے اطراف میں سے اور دوسرے لوگوں میں آپ کی زیارت کو آتے ہیں اور عورتیں مذبہ اور گریہ وزاری کرتی ہیں اور یہ پندرہ شعبان میں ہوتا ہے کوئی قاری قرأت کر رہا ہوتا ہے کوئی قصہ وواقعہ بیان کر رہا ہوتا ہے کو مذبہ کرنے والا مذبہ وگریہ کر رہا ہوتا ہے اور کوئی مرثیہ پڑھ رہا ہوتا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں آپ پر قربان جاؤں میں نے بعض یہ امور دیکھے ہیں جو آپ بیان کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا حمد و تعریف ہے اس خدا کے لیے کہ جس نے کچھ لوگ ایسے قرار دیئے ہیں جو ہماری زیارت کو آتے ہیں اور ہماری مدح وثنا کرتے ہیں اور ہمارا مرثیہ پڑھتے ہیں اور ہمارے کچھ دشمن ہیں ہمارے قبلیہ میں سے یا دوسرے لوگوں میں سے کہ جو ان پر طعن وتشنیع کرتے اور ان کے خون کو باطل قرار دیتے ہیں اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اسے قبیح وبرا سمجھتے ہیں۔

اور کتاب بشارۃ المصطفیٰ سے اعمش سے عطیہ کوفی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں جابر بن عبداللہ انصاری کے ساتھ حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے نکلا پس جب ہم کربلا میں وارد ہوئے تو جابر فرات کے کنارے کے قریب ہوئے اور غسل کیا پھر ایک چادر باندھی اور ایک چادر اوپر لی (احرام حج کی مانند) پھر ایک تھیلی کھولی کہ جس میں سعد (خوشبو) تھی اسے اپنے بدن پر چھڑکا اس کے بعد قدم قدم پر ذکر خدا کرتے ہوئے چلے یہاں تک کہ قبر مطہر کے قریب پہنچے تو مجھ سے کہا کہ مجھے اس کا لمس کرایا تو وہ قبر

لمس کراؤ (چونکہ جابر نابینا تھے غالباً اس لیے فرمایا کہ میرا ہاتھ قبر پر رکھو) پس میں نے انہیں قبر کو لمس کرایا تو وہ قبر پر گر کر بیہوش ہوگئے پس میں نے ان پر پانی چھڑکا تو وہ افاقہ میں آئے اور کہا یا حسین اس لفظ کا تین مرتبہ تکرار کیا اس کے بعد کہا اے "محبوب جو اپنے محبت کرنے والے کو جواب نہیں دے رہا پھر کہا کس طرح آپ جواب دیں آپ کی تو دل کی رگیں کاٹ دی گئیں اور آپ کے بدن اور سر میں جدائی ڈال دی گئی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان کے بیٹے ہیں کہ جو سب انبیاء سے بہتر و افضل تھے اور آپ مومنین کے سردار کے بیٹے ہیں کہ جو تقوی کا حلیف و ہم قسم تھا اور ہدایت کے سلیل ہیں اور اصحاب کساء میں سے آپ پانچویں ہیں اور سید نقباء اور فاطمہ سیدۃ نساء کے بیٹے ہیں آپ ایسے کیوں نہ ہوں جب کہ سید المرسلین کی ہتھیلی سے آپ کو غذا ملی اور متقین کی آغوش میں آپ پلے اور ایمان کے پستان سے دودھ پیا اور اسلام کے ساتھ آپ کی دودھ بڑھائی ہوئی اور آپ نے پاک و پاکیزہ زندگی گزاری اور پاک و پاکیزہ موت آپ کو نصیب ہوئی مگر یہ کہ مومنین کے دل آپ کی جدائی سے خوش نہیں ہیں لیکن نہیں آپ کے لیے جس چیز کو پسند کیا گیا یا آپ کی حیات و زندگی میں انہیں شک و شبہ نہیں ہے پس آپ پر اللہ کا سلام اور اس کا رضوان ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اسی راستہ پر چلے کہ جس پہ آپ کے بھائی یحیی بن زکریا چلے تھے۔

پھر انہوں نے آپ کی قبر کے گرد اپنی آنکھوں کو پھیرا اور کہا۔

السلام علیکم ایھا الارواح التی حلت بفناء قبر الحسین علیہ السلام واناخت برحلہ اشھد انکم اقمتم الصلوٰۃ وآتیتم الزکوٰۃ وامرتم بالمعروف

ونھیتم عن المنکر وجاہدتم الملحدین وعبدتم اللہ حتیٰ اتاکم الیقین۔

تم پر سلام ہو وہ ارواح کہ جو قبر حسین کے صحن میں اترے اور ان کے ساز و سامان کے سامنے جنہوں نے اپنے اونٹ بٹھائے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگوں نے نماز کو قائم کیا اور زکات دی اور امر معروف کیا اور نہی از منکر کی اور ملحدین اور منکرین خدا سے جہاد کیا اور اللہ کی عبادت کی یہاں تک کہ تمہیں موت آگئی اور قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کو حق کیساتھ مبعوث کیا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ شریک تھے اس چیز میں کہ جس میں تم داخل ہوئے۔

عطیہ کہتا ہے میں نے کہا ہم کس طرح شریک ہو گئے جب کہ ہم نہ کسی وادی میں اترے اور نہ کسی پہاڑ پر چڑھے اور تلوار سے کسی کو ضرب لگائی جب کہ ان لوگوں کے سر و بدن اور اولاد میں جدائی ہوئی اور ان کی عورتیں بیوہ ہوئیں تو جابر نے مجھ سے کہا اے عطیہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ کو یہ کہتے سنا کہ جو کسی قوم سے محبت کرے وہ ان کے ساتھ محشور ہو گا اور جو کسی قوم کے عمل کو دوست رکھے وہ ان کے عمل میں شریک ہو گا قسم ہے اس کی جس نے محمد کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میری نیت اور میرے ساتھیوں کی نیت اسی چیز پر ہے کہ جس پر حسین اور ان کے اصحاب چلے ہیں اب مجھے پکڑ کر کوفہ کے گھروں کی طرف لے چلو پس جب ہم نے کچھ راستہ طے کیا تو جابر نے کہا اے عطیہ کیا میں تجھے وصیت و نصیحت کروں اور میں گمان نہیں رکھتا کہ اس سفر کے بعد میری تجھ سے ملاقات ہو آل محمد کے محب و دوست سے محبت رکھو جب تک وہ ان سے محبت رکھے اور آل محمد سے بغض و دشمنی رکھنے والے

سے بغض و دشمنی رکھو جب تک وہ ان سے بغض رکھتا ہے چاہے وہ ہمیشہ روزے رکھتا اور ساری ساری رات عبادت کرتا ہو اور محب آل محمدؐ سے نرمی کرو کیونکہ اگر ان کے گناہوں کی کثرت کی بناء پہ ایک قدم ان کا پھسلے تو دوسرا ان کی محبت کی وجہ سے ثابت رہے گا کیونکہ ان کا محب ان کی طرف لوٹے گا اور ان کا مبغض جہنم کی طرف لوٹے گا۔

تیسری فصل

قبر امام پر حکمرانوں کے مظالم!۔

حکمرانوں کا آپ کی قبر انور پر ظلم و جور

ابن اثیر نے کامل میں دو سو چھتیس ہجری کے واقعات میں کہا ہے اسی سال متوکل نے امام حسین علیہ السلام کی قبر اور اس کے اطراف کے مکانات اور گھروں کے منہدم کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ آپ کی قبر والی جگہ پر ہل چلا کر بیج بو یا جائے اور اسے پانی سے سیراب کیا جائے اور یہ کہ لوگوں کو آپ کی زیارت کے لیے آنے سے منع کیا جائے لہذا اس طرح لوگوں میں منادی کرائی جس کسی کو تین دن کے بعد حسین کی قبر کے پاس ہم نے پایا تو اس کو ہم زمین کے نیچے کی بند کوٹھڑی میں قید کریں گے پس لوگ بھاگ گئے اور آپ کی زیارت چھوڑ دی اور آپ کی قبر کو خراب کیا گیا اور وہاں زراعت کی گئی۔

اور متوکل بعض بہت زیادہ حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیت سے بغض رکھتا تھا اور جس کسی کے بارے میں اسے یہ اطلاع ملتی کہ وہ حضرت علی اور ان کے اہل بیت کو دوست رکھتا ہے تو اس کا مال اور خون بہانے میں لگا رہتا تھا۔

اور اس کے ندیموں میں سے ایک عبادہ مخنث تھا وہ اپنے کپڑوں کے نیچے اپنے پیٹ پر تکیہ باندھ لیتا اور سر ننگا کرتا جب کہ وہ گنجا تھا اور وہ متوکل

کے سامنے وہ رقص کرتا اور گانے والے گانا گاتے قد اقبل الاصلع البطین خلیفۃ المسلمین اصلع البطین۔ گنجا بڑے پیٹ والا مسلمانوں کا خلیفہ آرہا ہے (بنی امیہ اور دوسرے دشمنان علیؑ نے مشہور کر رکھا تھا کہ حضرت علیؑ ایسے تھے) اور متوکل شراب پیتا اور ہنستا تھا اس خبیث نے ایک دن یہی کھیل کھیلا جب کہ المنتصر بھی موجود تھا تو اس نے عبادہ کی طرف اشارہ کیا اور اسے دھمکی دی تو وہ اس کے خوف سے خاموش ہو گیا تو متوکل نے کہا تجھے کیا ہو گیا ہے اس نے کھڑے ہو کر بتایا تو المنتصر نے کہا اے امیر جس کی یہ کتا نقالی کرتا ہے اور اس سے لوگ ہنستے ہیں وہ آپ کا چچا زاد بھائی اور آپ کے خاندان کا بزرگ اور اسی سے آپ کا فخر و اعزاز ہے اگر آپ چاہیں تو خود اس کا گوشت کھا لیا کریں لیکن اس کتے اور ان خنزیروں کو وہ نہ کھلایا کریں تو متوکل نے گانے والوں سے کہا مل کر گاؤ غار الفتی (لابن عمہ و الفتی فی حرامہ۔ نوجوان کو اپنے چچا زاد کے معاملہ میں غیرت آئی حالانکہ وہ جوان اپنی ماں کی شرمگاہ میں ہے۔

ان اسباب میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جن کی وجہ سے المنتصر نے متوکل کے قتل کو حلال قرار دیا

اور ابوالفرج نے مقاتل الطالبیین میں کہا ہے کہ متوکل بہت ہی زیادہ سختی سے آل ابوطالب کو تاڑتا تھا اور ان کی جماعت پہ بہت سختی سے پیش آتا ان کے معاملات میں اہتمام کرتا ان پہ شدید غضب و غصب اور حقد و کینہ بدگمانی رکھتا اور انہیں متہم کرتا اور اس کے وزیر عبید (عبد خ ل) اللہ بن یحییٰ بن خاقان سے ان کے بارے میں بری رائے معلوم ہوئی تو اس کے قبیح فعل

کو ان کے معاملہ میں اچھا سمجھتا پس آل ابو طالب پر اس انتہاء کو پہنچ گیا یہ کہ اس سے پہلے کے بنی عباس کے خلفاء میں سے کوئی بھی نہ پہنچا اور ان میں سے ایک حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کو خراب کرنا اور اس کے آثار کو مٹانا اور زائرین کے تمام راستوں پہ چوکیاں و چوکیدار مقرر کرنا کہ جس کسی کو آپ کی زیارت کرتے دیکھ لیں اسے اس کے پاس لے آتے اور وہ اسے قتل کرنا یا سخت سزا دیتا۔

پس مجھ سے احمد بن جعد ابوشاء نے بیان کیا ہے اور اس نے یہ خود مشاہدہ کیا تھا وہ کہتا ہے کہ حسین علیہ السلام کی قبر کو خراب کرنے کا سبب یہ تھا کہ بعض گانے والیاں متوکل کے خلیفہ بننے سے پہلے اس کے پاس اپنی لڑکیاں بھیجا کرتی تھی کہ جو اس کے شراب پینے کے وقت گایا کرتی تھیں جب وہ خلیفہ ہو گیا تو اس کی مغنیہ کے پاس کسی کو بھیجا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ غائب ہے اور وہ امام حسین کی زیارت پہ گئی ہوئی تھی اور اس کو متوکل کی اطلاع مل گئی پس جلدی واپس آ گئی اور ایک لڑکی اس نے متوکل کے پاس بھیجی کہ جس سے اسے زیادہ الفت تھی تو متوکل نے اس لڑکی سے پوچھا تم لوگ کہاں تھے تو اس نے کہا میری مالکہ اور سردار حج پہ گئی تھی اور ہمیں بھی ساتھ لے گئی تھی اور وہ ماہ شعبان کے دن تھے تو اس نے کہا کہ ماہ شعبان میں تم نے کہاں کا حج کیا تو اس نے کہا حسین کی قبر کا تو غصہ سے آگ بگولہ ہو گیا اور اس کی مالکہ وسردار کو بلا کر قید کر دیا اور اس کا مال و دولت بھی ضبط کر لیا اور اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کہ جسے دیزج کہا جاتا تھا جو یہودی تھا پس مسلمان ہو گیا تھا (پس اسے بھیجا) حسینؑ کی قبر کی طرف اور اسے حکم دیا آپ کی قبر پہ ہل جوتے اور

اس کے آثار مٹانے اور جو کچھ اس کے گرد و اطراف میں تھا اسے خراب کرنے کا پس وہ اس مقصد کے لیے گیا اور اطراف میں جو کچھ تھا اسے خراب کیا اور آپ پر قبر پہ جو عمارت تھی اسے گرا دیا اور قبر کے گرد تقریباً دو سو جریب زمین میں ہل جوتے جب آپ کی قبر تک پہنچا کوئی آگے نہیں بڑھتا تھا پس یہودیوں میں سے کچھ لوگوں کو لے آیا جنہوں نے اسے کھودا اور اس کے گرد پانی جاری کیا اور ہتھیار بند افراد بٹھائے دو چوکیوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا کوئی زائر آپ کی زیارت نہ کرتا مگر یہ کہ اسے پکڑ کر اس کے پاس بھیج دیتے۔

پس مجھ سے محمد بن حسین اشنانی نے بیان کیا وہ کہتا ہے خوف کی وجہ سے میں ان دنوں زیارت سے بعید العہد ہو گیا تھا پھر میں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اس کام کے لیے تیار ہوا اور ایک شخص (خوشبو فروش) نے بھی میرا ساتھ دیا پس ہم زیارت کے لیے نکلے دن کو چھپ جاتے اور رات کو چلتے رہتے یہاں تک کہ ہم غاضریہ کے اطراف میں پہنچ گئے اور وہاں سے آدھی رات کو نکلے پس دو مسلح ہتھیار بیدار چوکیداروں کے درمیان سے ہم چلے کر جو سوئے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہم قبر پہ پہنچے جو ہم سے پوشیدہ ہو چکی تھی پس ہم اس کی علامتیں ڈھونڈھنے لگے (سونگھنے لگے اور اس کی جہت تلاش کرنے لگے یہاں تک کہ ہم وہاں پہنچ گئے جب کہ وہ آپ کے گرد تھا وہ اکھاڑ دیا گیا تھا اور اسے جلایا گیا تھا اور آپ کی قبر سے پانی جاری کیا گیا تھا پس ہم نے آپ کی زیارت کی اور اس پر گر پڑے اور اس سے ایسی خوشبو سونگھی کہ جیسی

خوشبو کبھی بھی نہیں سونگھی گئی تھی پس میں نے اس عطار سے کہا جو میرے ساتھ تھا
یہ کونسی خوشبو ہے تو اس نے کہا خدا کی قسم میں نے اس قسم کا عطر و خوشبو کبھی بھی
نہیں سونگھا پس ہم نے آپ سے دواع کیا اور قبر کے گرد کئی جگہوں پہ علامتیں
رکھ دیں تو جب متوکل لعین مارا گیا تو ہم طالبین اور شیعوں کی ایک جماعت
کے ساتھ اکٹھے ہوئے یہاں تک کہ قبر مبارک پر پہنچے اور وہ علامتیں نکالیں
اور قبر منور کو اس حالت کی طرف پلٹایا کہ جس پر وہ پہلے تھی۔

اور مکہ و مدینہ پہ اس نے عمر بن فرج رنجی یا رجی۔
کو عامل و گورنر بنایا جس نے آل ابوطالب کو لوگوں سے سوال کرنے سے اور
لوگوں کو ان سے نیکی کی ہے کم ہی کیوں نہ ہوتی مگر یہ کہ وہ اسے سخت سزا دیتا
اور روزی ناوان لگاتا یہاں تک کہ ایک قمیص کئی علویات میں مشترک ہوتی کہ
جس میں وہ یکے بعد دیگر نماز پڑھتیں پھر اسے اتار کر اپنے چرخوں پہ سر
ننگے اور عریاں بیٹھ جائیں یہاں تک کہ متوکل لعین مارا گیا تو منتصر ان کی طرف عطوفت و
مہربانی سے پیش آیا اور ان سے نیکی و احسان کیا اور کچھ مال بھیجا جو ان میں والی
مدینہ نے تقسیم کیا اور منتصر عام حالات میں اپنے باپ کی مخالفت اور اس کے
مذہب کے برخلاف کو ترجیح دیتا اس پہ لعن و تشنیع کرتے ہوئے اور اس کے
فعل سے نفرت کرتے ہوئے

اور شیخ طوسی نے امالی میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن عبدالحمید سے روایت
کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابراہیم دیزج کے پاس گیا اور میں اس کا پڑوسی تھا
اس بیماری میں اس کی عیادت کرتے ہوئے کہ جس میں وہ مر گیا تھا پس میں
نے اسے بری حالت میں پایا اچانک وہ گویا مدہوشی پڑا تھا اور اس کے

پاس طبیب تھا پس میں نے اس سے اس کی حالت پوچھی اور میرے اور اسکے درمیان میل جول اور انس تھا جو مجھ سے اس کے وثوق اور کشادہ روئی کا باعث تھا پس مجھے اپنی حالت کو چھپائے رکھنے کا کہا اور طبیب کی طرف اشارہ کیا تو طبیب اس کے اشارے کو سمجھ گیا لیکن وہ اس کی حالت کو نہ سمجھ سکا تاکہ وہ اس کو دوا بتاتا کہ جسے وہ استعمال کرتا پس کھڑا ہو گیا اور باہر نکل گیا اور خلوت کر دی پس میں نے اس سے اس کی حالت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ میں تجھے بتاتا ہوں خدا کی قسم اور اللہ سے استغفار کرتا ہوں متوکل نے مجھے حکم دیا تھا نینوی کی طرف حسین علیہ السلام کی قبر کی جانب نکلنے کا پس ہمیں حکم دیا کہ ہم اسے کھود ڈالیں اور اس کا نام ونشان مٹا دیں پس میں شام کے وقت اس ناحیہ میں پہنچا اور میرے ساتھ عملہ اور مزدور تھے کہ جن کے ساتھ زمین ناپنے کے الات اور رسیاں تھیں پس میں نے اپنے لڑکوں اور ساتھیوں سے کہا کہ عملہ کو قبر خراب کرنے اور اس زمین میں ہل چلانے پر لگائیں اور میں نے اپنے آپ کو سفر کی تکان کی وجہ سے پھینک دیا اور میں سو گیا پس مجھے نیند کہیں لے گئی اچانک شدید شور و غل ہوا اور آوازیں بلند ہوئیں اور لڑکے مجھے اٹھانے لگے پس میں اٹھ کھڑا ہوا جب کہ میں گھبرائے ہوئے تھا تو میں نے لڑکوں سے کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے تو انہوں نے کہا بہت ہی عجیب وغریب بات ہے میں نے کہا وہ کیا انہوں نے کہا قبر والی جگہ کچھ لوگ ہیں کہ جو ہمارے اور قبر کے درمیان حائل ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ہمیں تیر بھی مارتے ہیں پس میں ان کے ساتھ اٹھ کر گیا تاکہ میں معاملہ کی سمجھ پاؤں تو میں وہی کچھ پایا جو انہوں نے بیان کیا تھا اور یہ لیالی بیض (۱۳-۱۴

پندرہ کی رات) میں سے ایک رات کی ابتداء کا واقعہ ہے میں نے کہا کہ تم بھی انہیں تیر مارو انہوں نے تیر مارے تو ہمارے تیر ہماری ہی طرف پلٹ آئے ان میں سے کوئی تیر نہیں گرا مگر اس کے اس ساتھی کی طرف کہ جسے اس نے مارا تھا اور اسے قتل کر دیا پس میں اس سے وحشت زدہ ہو گیا اور گھبرا گیا اور مجھے بخار ہو گیا اور مجھ پر لرزہ طاری ہوا اور میں نے قبر سے اسی وقت کوچ کیا اور میں نے اپنے نفس کو یا ور کرایا کہ متوکل مجھے قتل کر دے گا کیونکہ قبر کے بارے میں تمام وہ کام بجا نہیں لا سکا کہ جن کا اس نے مجھے حکم دیا تھا۔

عبد الحمید کہتا ہے میں نے اس سے کہا جس چیز کا متوکل سے تجھے ڈر تھا اس کی کفایت کی گئی ہے متوکل گذشتہ رات کی ابتداء میں مارا گیا ہے اور اس کے قتل میں المنتصر نے مدد کی ہے تو اس نے کہا میں نے بھی سنا ہے لیکن میرے جسم میں ایسی کیفیت پیدا ہو گئی ہے کہ یہ دن کے پہلے پہر کی بات ہے پس دیزج نے شام نہیں کی کہ مر گیا۔

ابن قیس کہتا ہے کہ ابو المفضل نے کہا کہ منتصر نے اپنے باپ کو سنا کہ وہ جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا کو سب وشتم کر رہا ہے پس اس نے لوگوں میں ایک شخص سے اس بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا وہ واجب القتل ہے مگر یہ کہ جو شخص اپنے باپ کو قتل کرے اس کی عمر طویل نہیں ہو گی اس نے کہا جب میں اس کے قتل کرنے میں اللہ کی اطاعت کر رہا ہوں تو پھر مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ میری عمر طویل نہ ہو پس اس نے متوکل کو قتل کر دیا اور اس کے بعد سات ماہ زندہ رہا۔

اور اس کتاب میں قاسم بن احمد اسدی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

متوکل جعفر بن معتصم کو خبر ملی اور دیہات کے لوگ ارض نینوی میں حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے جمع ہوتے ہیں پس ان میں سے بہت سی مخلوق آپ کی قبر پہ جاتی ہے پس اس نے اپنی فوج کا ایک افسر بھیجا اور اس کے ساتھ بہت ہی سارا لشکر بھیجا تاکہ قبر حسین کو کھدوا ڈالے اور لوگوں کو آپ کی زیارت سے اور وہاں جمع ہونے سے منع کرے پس وہ قائد و افسر طف کربلا کی طرف گیا اور جو اسے حکم دیا گیا تھا اور اس پر عمل کیا اور یہ سن دو سو سینتیس کی بات ہے پس دیہات کی آبادیوں کے لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے خلاف انہوں نے اکٹھ کر لیا اور کہا کہ اگر تم ہم سب کو قتل کر دو تو ہم میں سے جو بچ جائیں گے وہ حسین کی زیارت سے نہیں رکیں گے اور انہوں نے ایسے دلائل و براہین دیکھے کہ جنہوں نے انہیں یہ سب کچھ کرنے پر آمادہ کیا پس اس افسر نے سارا معاملہ دربار شاہی میں لکھ بھیجا پس متوکل کا خط قائد و افسر کو ملا کہ وہ ان لوگوں سے رک جائے اور کوفہ کی طرف جائے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ اس کا کوفہ کی طرف جانا اس شہر کے مصالح کے لیے ہے اور شہر کی طرف مائل ہونے کی بنا پر ہے پس یونہی معاملہ رہا یہاں تک کہ سن سینتالیس آیا اور متوکل کو بھی خبر ملی کہ اطراف اور کوفہ کے لوگ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں اور اس مقصد کے لیے ان کی بہت بڑی جماعت اکٹھی ہو گئی ہے اور وہاں ایک بہت بڑا بازار لگ گیا ہے تو اس نے فوجی افسر بہت زیادہ لشکر کے ساتھ بھیجا اور منادی کو حکم دیا کہ وہ منادی کرے اس سے بری الذمہ ہونے کی جو حسین کی قبر کی زیارت سے منقطع ہو گئے اور اس نے آل ابی طالب اور شیعوں کی جانچ پڑتال شروع کر دی اور انہیں قتل کرنے لگا لیکن جو ان نے

جو اندازہ لگایا تھا وہ اس کے لیے پورا نہ ہو سکا۔

اور اسی کتاب میں عبد اللہ بن رابیہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں ۲۴۷ھ دو سو سنتالیس میں حج پہ گیا جب میں حج سے فارغ ہوا تو عراق کی طرف گیا پس امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی زیارت کے لیے حکومت کے خوف و خطر کے باوجود گیا اور آپ کی زیارت کی اس کے بعد میں امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے گیا تو اچانک اس کی زمین پر ہل چلائے گئے تھے اور زمین کی کھیتی باڑی کے لیے کھدائی کی گئی تھی اور زمین میں کام کرنے والے بیل چھوڑ گئے تھے پس میری آنکھ اور میری نگاہ کے سامنے یہ منظر تھا کہ میں نے بیلوں کو دیکھا کہ انہیں زمین میں چلایا جاتا تو وہ چل پڑتے لیکن جب قبر کی جگہ کے سامنے جاتے تو اس سے دائیں اور بائیں پھر جاتے پس انہیں چابکوں سے بڑی سختی سے پیٹا جاتا لیکن یہ چیز نفع بخش نہ ہوتی اور قبر مطہر کسی وجہ اور سبب سے نہ روندی جاتی اور ہموار ہوتی پس میرے لیے زیارت ممکن نہ ہوئی اور میں بغداد کی طرف متوجہ ہوا اور میں کہتا تھا۔ تاللہ ان کانت امیة قد اتت قتل ابن بنت بینھا مظلوماً فلقد اتاہ بنو ابیہ مثلھا ھذا لعمرك قبرہ مھد وما اسفوا علی ان لایکونوا اشایعوا فی قتلہ فتتبعوہ رمیما۔ خدا کی قسم اگر بنی امیہ نے نواسہ رسول کو شہید کیا تو اس کے باپ کے بیٹوں (بنی عباس) نے بھی اسی قسم کا ظلم کیا ہے تیری جان کی قسم یہ اس کی قبر منہدم کر دی گئی ہے انہیں افسوس ہے کہ انہوں نے آپ کے شہید کرتے میں ان کی پیروی نہیں کی پس جب وہ بوسیدہ ہو گیا تو اس کے پیچھے لگے جب میں بغداد میں پہنچا تو میں نے ہولناک آواز سنی تو پوچھا کیا بات ہے تو لوگوں نے بتایا کہ پرندہ جعفر متوکل کی قتل ہو جانے کی خبر لایا ہے تو مجھے اس سے تعجب

بن سعد بن نفیل ازدی ۴۔ عبداللہ بن وال تیمی جو کہ بکر بن وائل میں سے تیم ہے ۵۔ رفاعہ بن شداد بجلی اور یہ سب حضرت علی علیہ السلام کے بہترین صحابی تھے پس یہ لوگ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر جمع ہوئے۔

پس مسیب بن نجبہ نے ابتدا کی اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد کہا اما بعد کہ ہم طویل زندگی سے مبتلا اور انواع و اقسام کے فتنوں سے متعرض ہوئے ہیں پس ہم اپنے پروردگار سے رغبت و آرزو رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں میں سے قرار نہ دے کہ جنہیں وہ کل کہے گا (اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمریں نہیں دی تھیں کہ جن میں جس کو جو کچھ سوچنا سمجھنا ہو سوچ سمجھ لے ''

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا وہ عمر کہ جس میں اللہ فرزند آدم تک عذر و معذرت پوری کر دیتا ہے وہ ساٹھ سال ہے ہم سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں کہ جو اس عمر تک پہنچ نہ گیا ہو اور ہم اپنے نفوس کے تزکیہ کرنے میں نقصان اور خسارے میں رہے ہیں پس خدا نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے سلسلہ میں ہر موقع پر ہمیں جھوٹا پایا ہے اور اس سے پہلے ہم تک آپ کے خطوط اور قاصد پہنچ چکے تھے اور اپنا عذر مکمل کر چکے تھے آپ نے لوٹتے ہوئے اور ابتدا کرتے ہوئے اور ظاہر بظاہر اس سے اپنی نصرت و مدد کا سوال کیا لیکن ہم نے اپنے نفسوں کو پیش کرنے میں بخل سے کام لیا یہاں تک کہ ہمارے پہلو میں آپ شہید ہو گئے نہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے ان کی مدد کی ہے اور نہ ہی اپنی زبانوں کے ساتھ ہم نے ان کی طرف سے جدل و نزاع کیا ہے اور نہ ہی مال و دولت

سے ہم نے انہیں قوت بہم پہنچائی ہے اور نہ ہی ہم نے اپنے قبائل و عشائر
سے ان کے لیے نصرت و مدد طلب کی ہے پس کیا عذر ہے ہمارے پاس
ہمارے پروردیگار کے ہاں اور اپنے نبی کی ملاقات کے وقت جب کہ
ہمارے اندر ہی اس کے حبیب کا بیٹیا اور نبی کی ذریت اور ان کی نسل شہید
کردی گئی خدا کی قسم ہمارے پاس کوئی عذر نہیں بغیر اس کے کہ تم اس کے
قاتل کو قتل کرو اور جنہوں نے اس کے خلاف تسلط پیدا کیا یا اس مقصد
کے حصول میں خود قتل ہو جاؤ تو پھر شاید ہمارا پروردیگار اس وقت
ہم سے راضی ہو جائے ورنہ میں اس کی ملاقات کے وقت
اس کے عقاب و عذاب
سے مامون نہیں ہوں اے قوم اپنے میں سے ایک شخص کو اپنا والی و سرپرست
بنا لو چونکہ تمہارے لیے ایک امیر کا ہونا ضروری ہے کہ جس کی طرف تم
جاکر پناہ لو اور ایک جھنڈا اور ایک علم ہونا چاہیے کہ جسے تم گھیرے رہو
اور رفاعہ بن شداد کھڑے ہو گئے اور کہا۔

امابعد بیشک خدا نے آپ کو زیادہ درست بات کی طرف ہدایت
کی ہے اور آپ نے زیادہ رشید و ہدایت یافتہ امر کی طرف ہدایت
کی ہے کہ آپ نے فاسقین سے جہاد کرنے اور بہت بڑے گناہ سے توبہ
کرنے کی طرف بلایا ہے پس آپ کی بات مسموع ہے اور آپ کے قول
کی طرف لبیک کہی جائے گی اور آپ نے کہا ہے کہ اپنے امر و معاملہ
کی ولایت و آمریت کسی شخص کے سپرد کرو کہ جو تمہارا ملجاء و نقرع ہو
اور اس کے جھنڈے کو تم گھیرے رہو اور ہماری رائے بھی وہی ہے جو آپ

کی رائے ہے اگر وہ شخص آپ ہوں تو آپ ہمارے نزدیک پسندیدہ ہیں اور ہم میں آپ کا خلوص و نصیحت قابل قبول ہیں اور آپ ہماری جماعت میں محبوب ہیں۔

اور اگر آپ کی اور ہمارے اصحاب کی رائے یہ ہو کہ ہم اپنے اس امر کا والی شیخ الشیعہ و صاحب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ صاحب سبقت و قدم سلیمان بن صرد خزاعی بنائیں جو اپنی شجاعت و بہادری اور دین و دیانت میں قابل تعریف اور عقلمندی و ہوشیاری میں قابل وثوق ہیں۔

اور عبد اللہ بن سعد نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی اور مسیب و سلیمان دونوں کی تعریف کی تو مسیب نے کہا کہ تمہارے رائے صائب و درست ہے پس سلیمان بن صرد کو اپنا والی و امیر انتخاب کر لو پس سلیمان نے گفتگو شروع کی اما بعد میں ڈرتا ہوں کہ تر ہوں ہمارا آخر اس زمانہ کی طرف کہ جس میں زندگی تنگ ہو گئی ہے اور مصیبت عظیم ہو گئی ہے اور ظلم و جور عام و شامل ہو گیا ان شیعوں میں سے صاحبان فضیلت کو اس چیز کی طرف کہ جو اچھی ہے کیونکہ ہم نے گردنیں لمبی کی تھیں ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہل بیت کے قدوم اور آنے کی طرف انہیں ہم نے نصرت کی تمنا و آرزو دی تھی اور انہیں آنے پہ برانگیختہ اور آمادہ کیا تھا جب وہ آئے تو ہم نے سستی کی اور عاجز ہو گئے اور غفلت سے کام لیا اور ایک دوسری کی انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ ہمارے نبی کا بیٹا اور فرزند اور ان کی زندگی کا نچوڑ اور ان کے گوشت اور خون کا ایک حصہ شہید ہو گیا جب کہ وہ فریاد کرتا رہا اور عدل و انصاف کا سوال کرتا رہا اور وہ اسے نہ دیا گیا فاسقوں نے انہیں تیروں کا نشانہ اور نیزوں

کا گول دائرہ بنایا یہاں تک اسے اپنا مقصد بنالیا اور اس پہ تجاوز کیا اور اس سے انصاف چھین لیا خبردار کھڑے ہو جاؤ تمہارا پروردیگار تم پہ ناراض ہے اور اپنی بیویوں اور بیٹوں کی طرف نہ لوٹو یہاں تک اللہ تم سے راضی ہو خدا کی قسم مجھے امید نہیں کہ وہ تم سے راضی ہو جب تک تم ان سے جنگ اور مقابلہ نہ کرو کہ جنہوں نے اسے شہید کیا ہے خبردار موت سے نہ ڈرو کیونکہ کوئی شخص اس سے نہیں ڈرا مگر یہ کہ وہ ذلیل ہوا اور بنی اسرائیل کی طرح ہو جاؤ جب ان سے ان کے نبی نے کہا تھا "تم نے اپنے بچھڑے کو معبود بنا کر ظلم کیا ہے پس اپنے خالق کی بارگاہ میں توبہ کرو پس اپنے ہی نفسوں کو قتل کرو" پس انہوں نے گھٹنے ٹیک کر ایسا کیا اور گردنیں لمبی کیں جب انہیں علم ہو گیا کہ انہیں اتنے عظیم گناہ سے کوئی چیز نجات نہیں دے گی مگر قتل ہونا پس تمہاری کیا کیفیت ہو گی اگر تمہیں اس چیز کی طرف بلایا گیا جس طرف وہ بلائے گئے انہوں نے اپنی تلواروں کو تیز کیا اور نیزوں کو جوڑا (واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل) اور تیار کرو تم ان کے لیے اتنی قوت کہ جس کی تم استطاعت رکھتے ہو اور بندھے ہوئے گھوڑے" یہاں تک کہ تمہیں بلایا جائے اور تمہیں فوراً لے جایا جائے۔

پس خالد بن سعد بن نفیل نے کہا رہا میں تو خدا کی قسم اگر مجھے علم و یقین ہو جائے کہ مجھے میرے گناہ سے مجھے نجات دے گا اور میرے پروردیگار کو مجھ سے میرا اپنے آپ کو قتل کرنا راضی کر دے گا تو میں اپنے آپ کو قتل کر دیتا اور میں گواہ بناتا ہوں تمام ان افراد کو جو حاضر ہیں کہ میں جس جس چیز کا مالک ہوں سوائے ان ہتھیاروں کے کہ جن کے ساتھ میں

اپنے دشمن سے جنگ کروں گا باقی سب کچھ صدقہ ہے مسلمانوں کے لیے کہ وہ اس سے فاسقوں سے جنگ کرنے میں قوت و طاقت حاصل کریں۔

ابوالمعتمر بن حبس بن ربیعہ کنانی نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی۔

تو سلیمان نے کہا تمہارے لیے کافی ہے کہ جو شخص اس میں سے کچھ چاہتا ہے تو وہ عبداللہ بن وال تیمی کے پاس لے آئے پس جب اس کے پاس اتنا مال جمع ہو جائے کہ جسے تم لے جانا چاہتے ہو تو اس کے ساتھ ہم تمہارے اتباع میں سے صاحب حاجت و مساکین کو تیار کریں گے۔

اور سلیمان بن صرد نے سعد بن حذیفہ بن یمان کو خط لکھا جس میں اسے وہ کچھ بتایا کہ جس کا عزم کر چکے تھے اور اسے اور مدائن میں اس کے ساتھ جو شیعہ تھے ان کو اپنی مساعدت و مدد کے لیے بلایا پس سعد بن حذیفہ نے وہ خط مدائن کے شیعوں کے سامنے پڑھا تو انہوں نے بھی اس دعوت کو قبول کیا اور سلیمان بن صرد کو خط لکھا کہ جس میں انہیں بتایا کہ وہ اس تحریک کے ساتھ ہیں اور مساعدت اور مدد کے لیے تیار ہیں۔

اور سلیمان نے ایک خط مثنیٰ بن مخربہ عبدی کو بصرہ لکھا کہ جس قسم کا خط سعد بن حذیفہ کو لکھا تھا تو مثنیٰ نے اسے جواب دیا کہ ہم شیعہ جماعت نے اللہ کی حمد و ثنا کی ہے اس چیز پہ جو تم نے عزم و ارادہ کیا ہے اور ہم انشاء اللہ اس مقررہ وقت پر تمہارے پاس پہنچ جائیں گے جو تم نے معین کیا اور خط کے آخر میں لکھا

آخر اشعار تک نظر میں رکھ گویا میں تیرے پاس علامت لگائے ہوئے آ گیا ہوں۔

پس سب سے پہلے جس امر کی انہوں نے شہادت حسین علیہ السلام کے بعد ابتداء کی سن اکسٹھ ہجری میں وہ یہ تھی وہ مسلسل آلات جنگ جمع کرتے اور لوگوں کو حسین علیہ السلام کے خون کے مطالبہ کرنے کے لیے بلاتے رہے پس لوگ ان کی دعوت کو قبول کرتے اور وہ اسی حالت پر رہے یہاں تک کہ یزید بن معاویہ سن چونسٹھ میں مر گیا تو جب یزید مر گیا تو سلیمان کے پاس ان کے ساتھی آئے اور ان سے کہا کہ یہ سرکش و طاغی تو مر گیا ہے اور حکومت اس وقت کمزور ہے اگر آپ چاہیں تو ہم عمرو بن حریث پر حملہ کریں اور وہ کوفہ پر ابن زیاد کا جانشین ہے پھر ہم خون حسین کے مطالبہ کو ظاہر کریں گے اور ان کے قاتلوں کا پیچھا کریں گے اور لوگوں کو ان کے اہل بیت کی طرف بلائیں گے کہ جن پر دوسروں کو ترجیح دی گئی اور جنہیں ان کے حق سے دور رکھا گیا۔

تو سلیمان بن صرد نے کہا

تو سلیمان بن صرد نے کہا جلدی نہ کرو میں نے اس چیز میں غور و فکر کیا ہے کہ جسے تم نے ذکر کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ حسین علیہ السلام کے قاتل اشراف کوفہ اور اس کے بڑے لوگ ہیں جو کہ عربوں کے شاہسوار ہیں اور وہی ہیں کہ جن سے خون حسین کا مطالبہ ہے جب انہیں معلوم ہو گیا وہ کچھ کہ جو تم چاہتے ہو تو وہ تمام لوگوں کی نسبت تمہارے شدید مخالف ہو جائیں گے اور تم میں سے جو لوگ میرے پیچھے ہیں انہیں میں نے دیکھا ہے تو معلوم ہوا ہے کہ اگر یہ خروج کریں تو وہ خون کا بدلہ اور انتقام نہیں لے سکیں گے اور اپنے نفس کو شفا نہیں بخش سکیں گے اور وہ اپنے دشمن کے لیے قربانی کا بکرا بن

جائیں گے لیکن اپنے دعوت دینے والوں پھیلا دو اور اپنے اس امر کی طرف لوگوں کو دعوت دو پس انہیں نے ایسا کیا تو بہت سے لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا یزید کے ہلاک ہونے کے بعد

اس کے بعد اہل کوفہ نے عمرو بن حریث کو نکال دیا اور ابن زبیر کی بیعت کر لی اور سلیمان اور ان کے ساتھی لوگوں کو دعوت دیتے رہے جب یزید کے مرنے سے چھ ماہ گزر گئے تو مختار بن ابوعبیدہ کوفہ میں پندرہ رمضان کو آئے اور عبداللہ بن یزید انصاری تھا ابن زبیر کی طرف سے کوفہ پر امیر بن کر ماہ رمضان کے اختتام سے آٹھ دن رہتے تھے کہ آیا اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ اس کے ساتھ ہی کوفہ کے خراج اور محصول لینے کے لیے آیا اور مختار نے لوگوں کو قاتلین حسینؑ سے قتال اور جنگ کے لیے بلانا شروع کیا اور وہ کہتا تھا کہ میں مہدی محمد بن حنفیہ کی طرف سے وزیر امین کے طور پر تمہارے پاس آیا ہوں پس شیعوں کا ایک گروہ اس کی طرف پلٹ آیا اور مختار کہا کرتا تھا کہ سلیمان کا ارادہ یہ ہے کہ وہ خروج کرے اور خود اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں انہیں قتل کرا دے وہ جنگ کی بصیرت نہیں رکھتا اور عبداللہ بن یزید کو مختار کے اس کے خلاف کوفہ میں انہیں دونوں خروج کرنے کی اطلاع ملی اور اس سے کہا گیا کہ مختار کو قید کر لو اور اسے انجام کار سے ڈرایا گیا اگر اسے چھوڑ دیا گیا تو عبداللہ نے کہا اگر انھوں نے ہم سے جنگ کی تو ہم بھی ان سے جنگ کریں گے اور اگر انھوں نے ہمیں چھوڑے رکھا تو ہم بھی انہیں طلب و تلاش نہیں کریں گے یہ لوگ حسین بن علی علیہ السلام کے خون کا مطالبہ کرتے ہیں جب تک یہ امن و امان سے خدا کی ان پر

رحمت ہو پس یہ ظاہر بظاہر نکلیں اور جنہوں نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے ان کی طرف جائیں وہ ان کی طرف بڑھ رہا ہے یعنی ابن زیاد اور میں بھی ان کی پشت پناہی کرونگا یہ ہے ابن زیاد جو حسین علیہ السلام کے قاتل اور تمہارے خیار و امثال (اچھے اور افضل) لوگوں کا قاتل تمہاری طرف متوجہ ہوا ہے اور اس سے گزشتہ رات منبج کی پل پر لوگ جدا ہوئے ہیں پس اس سے جنگ کرنا اور اس کے مقابلہ میں تیاری کرنا اس سے بہتر ہے کہ تم آپس میں جنگ اور قوت آزمائی کرتے لگو پس تم میں سے بعض بعض کو قتل کرے اور جب دشمن سے تمہارا سامنا ہو تو تم کمزور ہو چکے ہو اور یہی تو اس کی آرزو و تمنا ہے تمہاری طرف مخلوق خدا میں سے سب سے بڑا دشمن تمہارا آ رہا ہے کہ جو خود اور اس کا باپ تم پر سات سال تک والی و گورنر رہا ہے اور وہ دونوں پاکدامن اور اہل دین لوگوں کے قتل سے باز نہیں آتا تھا وہی ہے کہ جس نے تمہیں قتل کیا اور تمام مصیبتیں تم پر اسی کی وجہ سے آئیں اور یہ وہی ہے کہ جس نے اسے قتل کیا ہے کہ جس کے خون کی تم منادی اور پکار کرتے ہو وہ تمہاری طرف آ رہا ہے پس تم اپنی تیز دھار اور شوکت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرو یہ شوکت و دبدبہ اس کے لیے قرار دو نہ کہ اپنے نفسوں کے لیے میں تمہیں مخلصانہ نصیحت کرتا ہوں اور مروان نے ابن زیاد کو جزیرہ کی طرف بھیجا تھا اور وہ جب وہاں سے فارغ ہوا تو عراق کی طرف چل پڑا۔

جب عبداللہ بن یزید اپنی گفتگو سے فارغ ہوا تو ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے کہا اے لوگو تمہیں تلوار زنی اور شجاعت و بہادری دکھانے سے اس دھوکہ باز

کی بات دھوکہ نہ دے خدا کی قسم اگر کسی خروج کرنے والے نے ہماری طرف
خروج کیا تو ہم اس سے جنگ کریں گے اگر چہ ہم موت کے گھاٹ اتار دیئے
جائیں یہ لوگ ہمارے خلاف خروج کرنا چاہتے ہیں ہم باپ کو بیٹے کے بدلے اور
بیٹے کو باپ کے بدلے اور دوست کو دوست کے بدلے اور نقیب و عریف
کو ان کے بدلے کہ جو اس کی عرافت و نقابت میں ہیں گرفتار کریں گے یہاں تک
کہ وہ دین کے پیرو ہوں اور اطاعت کو قبول کریں۔

پس مسیب بن نجبہ اس پہ پل پڑے اور اس کی بات کاٹ دی اور اس
کے بعد کہا اے بیعت توڑنے والوں کے بیٹے تم ہمیں تلوار اور شجاعت و
دلیری کی دھمکی دیتے ہو تم خدا کی قسم اس سے کہیں زیادہ ذلیل ہو ہم تجھے
ہم سے بغض و حسد رکھنے میں ملامت نہیں کرتے کیونکہ ہم نے تیرے باپ اور
دادے کو قتل کیا ہے باقی رہے آپ اے امیر تو آپ نے درست بات کہی
ہے تو ابراہیم نے کہا خدا کی قسم تم ضرور جنگ کرو گے اور اس نے کمزوری دکھائی
ہے (یا مکاری کی ہے) یعنی عبداللہ بن یزید تو اس سے عبداللہ بن وال نے
کہا تجھے اس چیز پہ کیا حق اعتراض ہے جو ہمارے اور ہمارے امیر کے درمیان
ہے تم ہمارے امیر نہیں ہو تم تو اس جیز یہ و خراج کے امیر ہو لہذا تم اپنے
خراج کی طرف متوجہ رہو اور اگر تم اس امت کے امر حکومت کو خراب کرنا
چاہتے ہو تو تیرے باپ دادا نے بھی کیا تھا اور ان دونوں پہ برائی کا دائرہ
اور چکر تھا۔ پس انہیں ان لوگوں نے برا بھلا کہا جو ابراہیم کے ساتھ تھے
اور انہوں نے انہیں گالیاں دیں اور امیر منبر سے اتر آیا اور ابراہیم نے
اسے دھمکی دی کہ وہ اس کی شکایت ابن زبیر کو لکھ بھیجے گا پس عبداللہ

اس سے گھر آیا اور اس سے عذر و معذرت چاہی اور اس نے اس کی معذرت قبول کر لی۔

اس کے بعد سلیمان کے ساتھی نکلے اور وہ ظاہر بظاہر ہتھیار خریدنے لگے اور تیاری کرنے لگے

مختار کا کوفہ میں آنا

شیعہ مختار کو برا بھلا کہتے تھے اور اسے عیب لگاتے تھے اس چیز کی بناء پر جو امام حسن بن علی علیہ السلام کے معاملہ میں اسی سے ہوئی تھی جب آپ کو مقام ساباط میں چھرا مارا گیا تھا اور مدائن کے قصر ابیض میں اٹھا لے گئے یہاں تک کہ حسینؑ کا زمانہ آیا اور امام حسینؑ نے جناب مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا اور مختار اس وقت اپنی ایک بستی پہلے سے طے شدہ وقت سے نہیں تھا جیسا کہ گزر چکا ہے پس مختار اپنے موالی اور غلاموں میں آیا اور مغرب کے بعد باب الفیل تک پہنچا اور عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن حریث کو مسجد میں بٹھایا ہوا تھا اور اس کے ساتھ جھنڈا تھا پس مختار وہاں رک گیا نہیں جانتا تھا کہ کیا کرے تو عمرو کو اس کی خبر ملی تو اس نے اسے بلایا اور اسے امان دی تو مختار اس کے پاس حاضر ہوا۔

جب صبح ہوئی تو عمارہ بن ولید بن عقبہ نے مختار کا معاملہ عبید اللہ سے ذکر کیا تو اس نے مختار کو بھی حاضر کیا ان لوگوں میں کہ جو اس کے دربار میں حاضر ہوئے اور اس سے کہا کہ تم آئے تھے گروہ لیکر تاکہ ابن عقیل کی مدد کرو تو مختار نے کہا میں نے ایسا نہیں کیا لیکن میں تو آیا اور عمرو کے جھنڈے تلے اترا اور عمرو

نے بھی اس کی گواہی دی پس اس لعین نے مختار کے چہرے پر چھڑی ماری کہ جس سے اس کی آنکھ کی پلک الٹ گئی اور کہا اگر عمرو کی شہادت نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کر دیتا پھر اسے قید کر دیا یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔

اس کے بعد مختار نے کسی کو عبداللہ بن عمر بن خطاب کے پاس بھیجا اور اس سے اپنے بارے میں سفارش کرنے کا سوال کیا اور ابن عمر نے مختار کی بہن صفیہ بنت ابو عبید سے شادی کی ہوئی تھی پس ابن عمر نے یزید کو خط لکھا جس میں مختار کی سفارش کی پس یزید نے ابن زیاد کو پیغام بھیجا جس میں مختار کو چھوڑ دینے کا حکم تھا پس اس نے مختار کو چھوڑ دیا اور حکم دیا کہ وہ کوفہ میں تین دن سے زیادہ قیام نہیں کر سکتا پس مختار حجاز کی طرف نکل گیا پس اس سے ابن العرق واقعہ سے پیچھے ملا اور اس پر سلام کیا اور اس کی آنکھ کے بارے میں پوچھا تو مختار نے کہا زانیہ کے بیٹے نے چھڑی زور سے ماری ہے پس اس طرح ہو گئی ہے جیسے تم دیکھ رہے ہو اس کے بعد کہا خدا مجھے قتل کرے اگر میں نے اس کے پوروں اور اعضاء و جوارح کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔

پھر مختار نے اس سے ابن زبیر کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا کہ اس نے بیت الحرام میں پناہ لے رکھی ہے اور وہ پوشیدہ طور پر بیعت لیتا ہے اگر اس کی شوکت و طاقت زیادہ ہو گئی اور اسے کثیر تعداد میں آدمی مل گئے تو وہ اپنی بیعت ظاہر کر لے گا۔

تو مختار نے کہا ہے وہ اس وقت دنیا کے عرب کا مرد ہے اور اگر وہ میری رائے کی پیروی کرے تو میں لوگوں کے معاملہ کی کفایت کر دوں گا فتنہ و فساد کی کڑک و چمک شروع ہو گئی اور گویا وہ پھوٹ چکا ہے پس جب کسی جگہ سنو کہ

میں نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ظہور کیا ہے اور میں شہید مظلوم جو مقتول طف اور سید المسلمین اور سید المرسلین کے نواسہ حسین بن علی کے خون کا میں نے مطالبہ کیا ہے تو خدا کی قسم تو میں آپ کے قتل کے بدلے اتنے افراد قتل کروں گا کہ جتنے حضرت یحیٰ بن ذکریا کے خون پر قتل ہوئے تھے۔

اس کے بعد مختار چلا گیا اور ابن العرق اس کی بات پر تعجب کرتا رہا ابن العرق کہتا ہے خدا کی قسم میں نے وہ آنکھوں سے دیکھا جو مختار نے ذکر کیا تھا اور میں نے اسے حجاج بن یوسف کے سامنے بیان کیا تو وہ ہنسا اور کہا کیا کہنا مختار کا کیا دیندار، جنگ کو بھڑکانے والا اور دشمنوں کو مارنے والا شخص تھا۔

پھر مختار ابن زبیر کے پاس آیا تو ابن زبیر نے اس سے اپنا معاملہ چھپایا پس وہ اس سے الگ ہو گیا اور ایک سال تک اس سے غائب رہا پھر اس کے بارے میں ابن زبیر نے سوال کیا تو اس سے کہا گیا کہ وہ طائف میں ہے اور یہ کہ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ صاحب غضب اور جباروں کو جلانے والا ہے اس کو کیا ہو گیا ہے خدا اس کو قتل کرے اس نے کسی جھوٹے کاہن نما کی پیروی کی ہے اگر خدا نے جباروں کو ہلاک کیا تو ان میں سے پہلا مختار ہو گا۔

وہ یہی بات کر ہی رہا تھا کہ مختار مسجد میں داخل ہوا پس طواف کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور بیٹھ گیا اور اس کی جان پہچان والے آ کر اس سے باتیں کرنے لگے لیکن وہ ابن زبیر کے پاس نہ آیا پس ابن زبیر نے اس پر عباس بن سہل ابن معرکہ مقرر کیا پس وہ اس کے پاس آیا اور اس کے حالات پوچھے اس کے بعد اس سے کہا آپ جیسا انسان اس سے غائب رہے کہ جس پر

اشراف قریش انصار اور ثقیف کا اجتماع و اکٹھ ہو چکا ہے اور کوئی قبیلہ نہیں بچا مگر یہ کہ اس کا زعیم و رئیس اس کے پاس آیا ہے پس آپ بھی اس شخص کی بیعت کر لیں تو مختار نے کہا کہ میں پچھلے سال اس کے پاس آیا تھا اور اس کی اپنی خبر مجھ سے چھپائی جب اس نے مجھ سے استغناء و لاپرواہی دکھائی تو میں نے بھی چاہا کہ میں اسے دکھاؤں کہ میں بھی اس سے مستغنی ہوں پس عباس نے اس سے کہا آج رات اس سے ملو اور میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گا پس مختار نے اسے قبول کر لیا پھر نماز عشاء کے بعد ابن زبیر کے پاس آیا پس مختار نے کہا کہ میں تمہاری بیعت کرتا ہوں اس شرط پر کہ کسی معاملہ کا فیصلہ میرے بغیر نہیں کرو گے اور یہ کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو تیری سلطنت میں داخل ہوں گا اور جب تجھے غلبہ حاصل ہو گیا تو اپنے افضل و برتر عمل پر مجھ سے اعانت طلب کرو گے تو ابن زبیر نے کہا کتاب اللہ اور سنت رسول پر میں تجھ سے بیعت لوں گا تو اس نے کہا کہ میرا بدترین غلام بھی اس پہ تیری بیعت کرے گا خدا کی قسم میں تیری بیعت کبھی بھی نہیں کروں گا مگر اسی شرط پر پس اس کی بیعت کی اور اس کے ساتھ رہا اور اس کے ساتھ حصین بن نمیر والی جنگ میں حاضر ہوا اور اچھی آزمائش و امتحان میں نکلا اور بے جگری سے جنگ کی اور اہل شام پر سب سے زیادہ سخت تھا۔

جب یزید بن معاویہ مر گیا اور اہل عراق نے ابن زبیر کی اطاعت کر لی تو مختار اس کے پاس پانچ ماہ تک رہا جب دیکھا کہ ابن زبیر اسے کہیں کا عامل مقرر نہیں کرتا تو کوفہ سے جو شخص بھی آتا تو مختار اس سے لوگوں کے حالات پوچھتا پس اسے ہانی بن جبہ وداعی نے بتایا کہ اہل کوفہ ابن زبیر کی اطاعت

کی طرف ہانکے گئے ہیں مگر یہ کہ لوگوں کا ایک گروہ ایسا ہے کہ جو باقی اہل کوفہ کی تعداد میں ہے اگر کوئی شخص انہیں ان کی رائے جمع کرے تو وہ ایک مدت تک زمین کو کھا سکتا ہے تو مختار نے کہا میں ابو اسحاق ہوں میں خدا کی قسم ان کے لیے ہوں کہ انہیں حق پر جمع کروں اور ان کے ذریعہ باطل کے شاہسواروں کا سامنا کروں گا اور ان کے ذریعہ ہر جبار عنید کو ہلاک کروں گا۔

اس کے بعد اپنی سواری پہ سوار ہو کر کوفہ کی طرف گیا پس جمعہ کے دن حیرہ کی نہر پہ پہنچا پس غسل کیا اور اپنے کپڑے پہنے پھر سوار ہوا اور مسجد سکون قبیلہ اور کندہ کے قبرستان سے گزرا کسی مجلس سے نہیں گزرتا تھا مگر یہ کہ ان پر سلام کرتا اور کہتا کہ تمہیں نصرت و کامیابی کی بشارت ہو تمہارے پاس وہ کچھ آیا ہے جسے تم پسند کرتے ہو پس بنی بدء کے نزدیک سے گزرا تو عبیدہ بن عمرو بدی کو ملا جو قبیلہ کندہ سے تھا اس پہ سلام کیا اور اس سے کہا کہ نصرت و کامیابی کی بشارت ہو تو ابو عمرو ہے اور اچھی رائے پہ ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے خدا ہرگز کسی گنہگار کو نہیں چھوڑے گا مگر یہ کہ تجھے بخش دے گا اور نہ ہی کسی برائی مگر یہ کہ اس کی پردہ پوشی کرے گا اور عبیدہ بہت بڑا بہادر بہت بڑا شاعر اور تشیع اور محبت علیؑ میں بہت زیادہ شدید تھا لیکن وہ شراب سے صبر نہیں کر سکتا تھا پس اس نے کہا خدا تمہیں بشارت دے تو کیا آپ ہمارے دکھ درد پہ کراہتے ہیں (یا مضبوط کام کرنے والے ہیں) اس نے کہا ہاں آج رات مجھے ملو پھر بنی ہند کے قریب گزرا اور اسمعیل بن کثیر سے ملاقات کی اور اس سے کہا آج رات تم اور تمہارے بھائی مجھ سے ملاقات کر دیں تمہارے پاس وہ کچھ لایا ہوں کہ جسے تم دوست رکھتے ہو اور قبیلہ ہمدان کے ایک حلقہ سے گزرا

تو ان سے کہا میں تمہارے پاس وہ کچھ لایا ہوں جو تمہیں خوش کریگا، پھر مسجد میں آیا اور لوگوں نے اس کی طرف جھانک جھانک کر دیکھا پس ستون کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کی یہانتک کہ جب نماز کی اقامت کہی گئی تو مختار نے لوگوں کو نماز پڑھائی پھر جمعہ اور عصر کے درمیان نماز پڑھتا رہا اس کے بعد اپنے گھر واپس گیا اور شیعہ اس کے پاس آنے جانے لگے اور اسمٰعیل بن کثیر اور اس کا بھائی اور عبیدہ بن عمرو اس کے پاس آئے تو مختار نے ان سے سوالات کیے تو انہوں نے سلیمان بن صرد کی خبر دی اور وہ منبر پر گیا پس اللہ کی حمد و ثنا کی پھر کہا کہ مہدی بن وصی نے مجھے تمہاری طرف امین، وزیر، بزرگ (یا منتخب ح ل) اور امیر بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے ملحدین سے قتل کرنے اور اپنے اہل بیت کے خون کا مطالبہ کرنے اور خلفاء اور کمزور لوگوں سے دفاع اور ان کی حمایت کرنے کا پس تم مخلوق خدا میں سے پہلے قبول کرنے اور لبیک کہنے والے بنو پس لوگوں نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کر اس کی بیعت کر لی اور شیعوں کے پاس قاصد بھیجے کہ جو سلیمان بن صرد کے ہاں جمع تھے اور ان سے بھی اس قسم کی گفتگو کی اور ان سے کہا کہ سلیمان جنگی بصیرت نہیں رکھتے اور نہ انہیں معاملات کا تجربہ ہے وہ تو چاہتے ہیں کہ تمہیں نکال لے جائیں اور تمہیں اور اپنے آپ کو قتل کرا دیں لیکن میں اس مثال اور تصویر کے مطابق عمل کروں گا جو مجھے دی گئی ہے اور اس امر کے موافق کہ جو تمہارے ولی و مولا کی طرف سے بیان کیا گیا ہے اور میں تمہارے دشمن کو قتل کروں گا اور تمہارے سینوں کو شفا بخشوں گا پس میری بات سنو اور میرے حکم کی اطاعت کرو پھر وہ لوگ منتشر ہو گئے۔

پس مسلسل یہی اور اس قسم کی گفتگو کرتا رہا یہاں تک کہ شیعوں کا ایک گروہ مائل کر لیا اور وہ اس کے پاس آنے جانے اور اس کی تعظیم و تکریم کرنے لگے لیکن عظماء و بزرگان شیعہ سلیمان کے ساتھ تھے جو کسی کو ان کے برابر نہیں سمجھتے تھے اور تمام مخلوق میں سے زیادہ بوجھ انہیں کا تھا مختار پر اور وہ اس انتظار میں تھا کہ سلیمان کا معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے۔

پس جب سلیمان جزیرہ کی طرف گئے تو عمر بن سعد، شبث بن ربعی اور زید بن حارث بن رویم نے عبداللہ بن یزید خطمی (حطمی) سے اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے کہا کہ مختار تمہارے اوپر سلیمان سے زیادہ سخت ہے سلیمان تو نکلا ہے تمہارے دشمن سے جنگ کرنے کے لیے اور مختار چاہتا ہے کہ تمہارے ہی شہر میں تم پر حملہ کرے پس اسے زنجیروں میں جکڑ کر قید میں ڈال دو یہاں تک کہ لوگوں کا معاملہ سیدھا ہو جائے۔

پس وہ آئے اور انہوں نے اچانک مختار کو گرفتار کر لیا جب مختار نے انہیں دیکھا تو کہا تمہیں کیا ہو گیا خدا کی قسم تمہارے ہاتھوں نے کوئی کامیابی حاصل نہیں کی تو ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے عبداللہ سے کہا کہ اس کی مشکیں باندھ کر اسے پاؤں ننگے چلاؤ تو عبداللہ نے کہا میں یہ کام ایسے شخص سے نہیں کروں گا کہ جس کی ہم سے غداری ظاہر نہیں ہوئی ہم نے تو اسے بدگمانی کی بنا پر گرفتار کیا ہے تو ابراہیم نے کہا اس سے نیر اگزار انہیں ہو گا تو بھی اس حلقہ میں داخل ہو جا، یہ کیا خبر ہے کہ جو تمہارے بارے میں مجھے پہنچی ہے اے ابن ابی عبید تو مختار نے کہا جو کچھ میرے بارے میں تمہیں پہنچا ہے وہ باطل ہے اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں دھوکہ دینے سے جیسا کہ تیرے

باپ اور دادا نے دھوکہ دیا پھر اسے زندان کی طرف لے جایا گیا ہتھکڑی لگائے بغیر اور بعض نے کہا ہے بلکہ وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا پس وہ قید خانے میں کہا کرتا تھا یاد رکھو قسم ہے سمندروں کھجوروں اور درختوں یا دلوں چٹیل میدانوں ملائکہ ابرار اور منتخب اور چنے ہوئے اچھے لوگوں کی کہ میں ضرور ہر جبار کو قتل کروں گا ہر لچکدار نیزہ اور کاٹنے والی ہندی تلوار کی انصار کے گروہوں کے ذریعہ جو اچانک ڈھانپ لینے اور شرار و برے لوگوں کو عزت دینے سے نہیں ہو گا یہاں تک کہ جب میں دین کے ستون کو قائم کر لوں اور مسلمانوں کے شگاف کے مختلف حصوں کو زائل کر لوں اور مومنین کے سینوں کی سوزش غم کو شفا دے دوں اور انبیاء کے خون کا انتقام لے لوں تو پھر دنیا کا زوال میرے لیے کوئی بری چیز نہیں اور پھر مجھے موت کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کب آتی ہے۔

اور بعض مؤرخین نے مختار کے کوفہ کی طرف نکلنے اور اس کے اسباب کے بارے میں گذشتہ واقعہ کے علاوہ بھی کہا گیا ہے اور وہ یہ کہ مختار نے ابن زبیر سے کہا جب کہ وہ اس کے پاس تھا کہ میں ایک ایسی قوم کو جانتا ہوں کہ اگر ان کے لیے کوئی ایسا شخص ہو کہ جو فقہ اور علم رکھتا ہو اس چیز کا یہ کہ جسے بجا لاتا یا چھوڑتا ہے تو وہ ان میں سے تمہارے لیے ایک ایسا لشکر نکال سکتا ہے کہ جس کے ساتھ تم اہل شام سے جنگ کر سکو ابن زبیر نے کہا وہ کون ہیں مختار نے کہا کوفہ میں حضرت علیؑ کے شیعہ تو ابن زبیر نے کہا کہ وہ مرد تم ہو جاؤ پس مختار کو اس نے کوفہ بھیجا پس وہ کوفہ کے ایک گوشہ میں اترا اور وہ حسینؑ پہ روتا اور ان کے مصائب کا ذکر کرتا تھا یہاں تک کہ شیعہ اسے ملے اور اس سے محبت کرتے

لگے اور اسے شہر کوفہ کے وسط میں منتقل کیا اور ان میں سے بہت سے لوگ مختار کے پاس آ گئے اور جب اس کا معاملہ قوت پکڑ گیا تو وہ ابن مطیع کی طرف چلا۔

توابین کے روانہ ہونے اور شہید ہونے کا ذکر

جب سلیمان بن صرد خزاعی نے سن ۶۵ھ میں خروج کا ارادہ کیا تو اپنے اصحاب کے رؤساء کو بلا بھیجا اور وہ ان کے پاس آئے جب ربیع الثانی کا چاند نظر آیا تو اپنے اصحاب کے رؤساء کے ساتھ نکلے اور انہوں نے ایک دوسرے سے اسی رات خروج کرنے کا معاہدہ کر رکھا تھا پس جب سلیمان نخیلہ میں آئے تو لوگوں میں چکر لگایا تو ان کی تعداد کوئی اچھی نہ لگی پس حکیم بن منقذ کندی اور ولید بن عصیر کنانی کو بھیجا اور انہوں نے کوفہ میں منادی کی اے خون حسینؓ کا بدلہ لینے والے اور یہ دونوں پہلے اشخاص تھے اللہ کی مخلوق میں سے کہ جنہوں نے یا لثارات الحسین (اے خون حسین کا بدلہ لینے والے) کی آواز بلند کی۔

جب صبح کی تو ان کے پاس اتنے افراد آئے جتنے پہلے ان کے لشکر میں تھے پھر سلیمان نے اپنے دفتر کو دیکھا تو اس میں سولہ ہزار افراد پائے جو ان کی بیعت کر چکے تھے تو سلیمان نے کہا سبحان اللہ سولہ ہزار افراد میں سے صرف چار ہزار نے ہم سے وفا کی تو ان سے کہا گیا کہ مختار لوگوں کو آپ کی مدد سے روک رہا ہے اس کی دو ہزار افراد نے پیروی کر لی ہے تو انہوں نے کہا پھر بھی دس ہزار آدمی باقی ہیں کیا یہ مؤمن نہیں ہیں کیا یہ اللہ کو اور عہود و مواثیق کو یاد نہیں کرتے بہت تین دن تک نخیلہ میں ٹھہرے رہے تو جو لوگ ان میں

سے پیچھے رہ گئے تھے ان کی طرف قاصد بھیجتے رہے تو تقریباً ہزار آدمی مزید ان کی طرف نکلے۔

تو مسیب بن نجبہ کھڑے ہوئے اور کہا خدا آپ پر رحم کرے جسے مجبور کر کے ساتھ لے جایا جائے وہ آپ کو فائدہ نہیں پہنچائے گا آپ کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کرے گا مگر وہ کہ جسے نیت وقصد وارادہ لیکر آئے پس کسی کا انتظار نہ کیجئے اور اپنے کام میں جد وجہد سے کوشش کی جئے تو سلیمان نے کہا آپ کی رائے اچھی اور درست ہے پھر سلیمان اپنے اصحاب کے درمیان کھڑے ہوئے اور کہا اے لوگو جو خارج ہوا ہے اور اس کا ارادہ اس خروج اللہ کی ذات اس کی رضا اور آخرت ہے تو وہ ہم میں سے اور ہم اس سے ہیں پس اس زندگی اور موت میں اللہ کی رحمت ہے اور جو صرف دنیا چاہتا ہے تو خدا کی قسم نہ کوئی مال فیئ آئے گا کہ جسے ہم لیں گے اور نہ ہی کوئی مال غنیمت کو جسے ہم تقسیم کریں سوائے اللہ کی رضا کے اور ہمارے ساتھ نہ سونا ہے نہ چاندی اور نہ کوئی مال ومتاع ہے ہمارے پاس ہماری تلواروں کے علاوہ کہ جنہیں ہم نے اپنے کندھوں پر رکھا ہوا ہے اور اتنے زاد راہ کے جو بقدر ضرورت ہے اور کچھ نہیں لہذا جس کا مقصد یہ ہو وہ ہمارے ساتھ نہ آئے تو ان کے ساتھیوں نے ہر طرف سے پکار کر کہا ہم دنیا طلب نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے لیے ہم نکلے ہیں ہم تو توبہ کرنے اور رسول اللہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے نواسہ کے خون مطالبہ کرنے کے لیے نکلے ہیں۔

جب سلیمان نے چلنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن سعد بن نفیل نے کہا میری ایک رائے ہے اگر درست ہوئی تو اللہ توفیق دینے والا ہے اور اگر درست

نہیں تو میری طرف سے ہے ہم نکلے ہیں خون حسین علیہ السلام کا مطالبہ کرتے جب کہ آپ کے سارے قاتل کوفہ میں ہیں کہ جن میں سے عمر سعد اور مختلف گھرانوں اور خاندانوں کے سردار ہیں تو یہاں سے ہم کہاں جا رہے ہیں اور جن سے انتقام و بدلہ لینا ہیں انہیں چھوڑ رہے ہیں تو اس کے سب ساتھیوں نے کہا رائے یہی ہے تو سلیمان نے کہا لیکن میری یہ رائے نہیں ہے کیونکہ جس نے آپ کو شہید کیا اور آپ کے لیے لشکر مرتب کر کے بھیجے اور کہا کہ آپ کے لیے کوئی امان نہیں جب تک کہ سر تسلیم خم نہ کریں اور ان میں میرا حکم جاری ہو تو وہ فاسق بن فاسق عبید اللہ بن زیاد ہے لہٰذا اس کی طرف چلو اللہ کی برکت سے اگر تو خدا نے تمہیں اس پر غلبہ دیا تو ہم امید رکھتے ہیں کہ اس کے بعد کا معاملہ ہم پر اس سے آسان ہو گا اور ہم امید رکھتے ہیں کہ تمہارے شہر والے بھی عاقبت کے ساتھ تمہاری اطاعت و پیروی کریں گے پس وہ دیکھیں گے کہ ہر وہ شخص جو قتل حسینؑ میں شریک ہوا ہے اسے قتل کریں گے اور اس پر پردہ نہیں ڈالیں گے اور اگر تم شہید ہو گئے تو تم نے ان سے جنگ کی کہ جو سزا کے مستحق تھے اور جن سے جنگ کرنا حلال تھا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ابرار اور نیک لوگوں کے لیے بہتر ہو میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تمہاری جد و جہد سزا کے مستحق اور وہ لوگ جن سے جنگ حلال ہے کہ علاوہ کے لیے ہو اور اگر تم نے اپنے شہر والوں سے جنگ کی تو کوئی شخص نہیں ہو گا مگر دیکھے گا کہ کسی نے اس کے بھائی یا باپ یا دوست کو قتل کیا ہے یا ایسا شخص ہے کہ جو اسے قتل کرنا چاہتا ہے لہٰذا اللہ سے دعائے خیر کرتے ہوئے چل پڑو۔

اور عبد اللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو ابن صرد کے خروج کی خبر ملی تو وہ سلیمان کے پاس اشراف کوفہ کی ایک جماعت میں آئے لیکن جو لوگ حسینؑ

کے خون میں شریک تھے وہ سلیمان کے ڈر سے ان کے ساتھ نہ آئے اور عمر سعد ان دنوں قصر الامارہ میں ان کے خوف سے رات گزارتا تھا جب وہ دونو سلیمان کے پاس آئے تو عبداللہ نے کہا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس سے خیانت کرتا ہے اور نہ اسے دھوکہ دیتا ہے اور تم ہمارے بھائی ہمارے شہر کے رہنے والے اور جنہیں خدا نے خلق کیا ہے اس شہر میں تم سب سے زیادہ ہمیں محبوب ہو لہذا اپنے نفسوں کے ذریعہ ہمیں درد تکلیف نہ پہنچاؤ اور ہماری جماعت سے نکل کر ہماری تعداد میں کمی نہ کرو ہمارے ساتھ قیام کرو یہاں تک کہ ہم تیاری کرلیں جب ہمارا دشمن ہماری طرف چلا تو ہم سب کے سب ملکر اس کی طرف نکل کر اس سے جنگ کریں گے، اور سلیمان اور ان کے ساتھیوں کے لیے فرات کے کنارے کا خراج وصول قرار دیا اگر وہ قیام کریں اور ابراہیم بن محمد نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی۔

تو سلیمان نے ان دونو سے کہا کہ آپ دونو حضرات نے خالص نصیحت کی ہے اور مشورہ دینے میں پوری کوشش صرف کی ہے پس ہم اللہ کے ساتھ اور اسی کے لیے ہیں اور ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں رشد و ہدایت کے قصد کرنے کا اور ہماری رائے میں یہ ہے کہ ہم جائیں گے تو عبداللہ نے کہا کہ تم ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ ہم آمادہ اور تیار کریں تمہارے ساتھ ایک بہت بھاری لشکر تاکہ تم دشمن کا سامنا بہت بڑی جماعت کے ساتھ کر سکو اور انہیں خبر پہنچ چکی تھی عبیداللہ بن زیاد کے شام سے بہت سے لشکروں کے ساتھ آگے بڑھنے کی لیکن سلیمان نہ رکے اور جمعہ کی شام جب کہ ربیع الثانی کی پانچ راتیں باقی تھیں اور پینسٹھ ہجری تھی پس دار الاہواز میں جا پہنچے تو بہت سے لوگ ان سے پیچھے رہ گئے

تو سلیمان نے کہا کہ کتنا میرے لیے پسندیدہ بات ہے کہ وہ خود پیچھے رہ گئے اور اگر وہ تم میں نکلتے تو وہ تباہی اور فساد کے علاوہ کسی چیز میں اضافہ نہ کرتے خدا نے ان کے آنے کو ناپسند کیا ہے لہذا انہیں روک دیا ہے اور اس فضیلت کے ساتھ تمہیں مخصوص کیا ہے پھر وہ چل پڑے اور قبر حسین علیہ السلام پر آن پہنچے جب وہاں پہنچے تو انہوں نے ایک ہی چیخ ماری پس اس دن سے زیادہ رونے والا کبھی نہ دیکھا گیا پس انہوں نے آپ پر ترحم اور رحمت کی دعا کی اور آپ کے پاس ایک دن اور ایک رات روتے رہے اور تضرع وزاری کرتے رہے اور آپ کے لیے اور آپ کے اصحاب کے لیے نزول رحمت کی دعا کرتے رہے۔

اور آپ کی ضریح کے پاس ان کا قول یہ تھا۔ اللّٰهم ارحم حسینا الشهید بن الشهید المهدی بن المهدی للصدیق اللهم انا نشهد انا علی دینهم وسبیلهم اعداء قاتلیهم واولیاء محبیهم اللهم انا خذلنا ابن بنت نبینا صلی الله علیه وآله فاغفرلنا مامضی منا وتب علینا فارحم حسینا واصحابه الشهداء الصدیقین وانا نشهد لك انا علی دینهم وعلی ماقتلوا علیه وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین ۔ خدایا حسین شہید بن شہید ی مہدی بن مہدی (ہدایت یافتہ) صدیق بن صدیق (سب سے زیادہ تصدیق کرنے والا) پر رحمت نازل فرما خدایا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم انہیں کے دین اور انہیں کے راستہ پر ہیں اور ان کے قاتلوں کے دشمن اور ان کے محبوں کے دوست ہیں خدایا ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے نواسہ کی مدد نہیں کی اور ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا جو گناہ ہم سے ہو گیا ہے اسے بخش دے اور ہماری توبہ قبول کر لیں حسینؑ اور آپ کے اصحاب جو کہ شہداء و صدیقین ہیں پر رحم فرما اور ہم تجھے

گواہ بناتے ہیں کہ ہم انہیں کے دین پر اور اس نظریہ پر کہ جس پر وہ مارے گئے ہیں اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور خسارے میں ہیں" اور آپ کی قبر مبارک کی طرف دیکھنے سے ان کے غیظ و غضب میں اضافہ و زیادتی ہوتی تھی۔

پھر وہ چلے بعد اس کے کہ شخص ٹوٹتا تھا ان کی ضریح کی طرف وداع کرنے والے کی طرح پس آپ کی ضریح پر حجر اسود کے بوسہ لینے کے ازدحام سے بھی زیادہ، ہجوم ہو گیا پھر وہ شہر انبارعین کی طرف چلے گئے ان کی طرف عبید اللہ بن یزید نے اپنی طرف سے ایک خط لکھا اے ہماری قوم اپنے دشمن کی اطاعت نہ کرنا تم اپنے اہل شہر میں سب کے سب خیار اور عمدہ لوگ ہو جب دشمن نے تمہیں مصیبت میں ڈالا اور شہید کر لیا تو سمجھے گا کہ تم اپنے شہر کے اعلام اور بزرگ ہو تو یہ چیز اسے تمہارے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں طمع میں ڈالے گی اے ہماری قوم اگر وہ تم پر غالب آ گئے تو وہ تمہیں پتھروں سے سنگسار کریں گے یا تمہیں اپنے دین کی طرف پلٹانے کی کوشش کریں گے (اگر تم پلٹ گئے) تو کبھی بھی فلاح و کامیابی حاصل نہیں کرو گے" اے قوم تمہارے اور ہمارے ہاتھ ایک ہیں تمہارا اور ہمارا دشمن ایک ہے جب ہمارا کلمہ اور بات دشمن کے خلاف ایک ہو تو ہم اس پر غالب آ جائیں گے اور جب ہم میں اختلاف ہو تو مخالف کے مقابلہ میں ہماری شوکت و طاقت کمزور ہو جائے گی اے ہماری قوم میری نصیحت کو دھوکہ و فریب نہ سمجھنا اور میرے حکم کی مخالفت نہ کرنا اور واپس آ جاؤ جس وقت میرا خط تمہارے سامنے پڑھا جائے والسلام پس سلیمان اور ان کے ساتھیوں نے کہا یہ ہمارے پاس آیا تھا جبکہ

ہم اپنے ہی شہر میں تھے پس جب ہم نے اپنے نفسوں کو جہاد کے لیے تیار کر لیا ہے اور ہم دشمن کی زمین کے قریب گئے تو اب یہ رائے درست نہیں ہے پس سلیمان نے اسے خط لکھا جس میں اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کی تعریف کی اور کہا کہ قوم اپنے نفس اپنے پروردیگار کے ہاں بیچ کر خوش ہیں اور انہوں نے بہت بڑے گناہ سے توبہ کر لی ہے اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور اسی پر توکل کر لیا ہے اور اللہ نے جو کچھ ان کے بارے میں فیصلہ کیا ہے اس پر راضی ہو گئے ہیں جب عبداللہ کے پاس خط آیا تو اس نے کہا اس قوم نے مرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے پہلی خبر جو تمہارے پاس آئے گی ان کے بارے میں وہ ان کے قتل ہونے کی ہو گی خدا کی قسم یہ محترم و مکرم مسلمان و سر تسلیم خم کرتے ہوئے شہید ہو رہے ہیں۔

پھر وہ چل کر قرقیسیا تک پہنچ اپنے آپ کو مرتب کیے ہوئے اور وہاں زفر بن حارث کلاان سے قلعہ بند ہو کر بیٹھا تھا اور وہ ان کی طرف نہیں نکلا پس مسیب بن نجبہ نے اس کی طرف پیغام بھیجا اور اس سے مطالبہ کیا کہ اس کی طرف بازار لگانے والے نکلیں، پس مسیب قرقیسیا کے دروازے تک آیا اور ان سے اپنا تعارف کرایا اور زفر سے ملنے کے لیے اذن چاہا پس ہذیل بن زفر اپنے باپ کے پاس آیا اور اس سے کہا ایک اچھی ہیئت کا شخص ہے جس کا نام مسیب بن نجبہ ہے وہ آپ کے پاس آنے کا اذن طلب کرتا ہے تو اس سے اس کے باپ نے کہا کیا تم جانتے نہیں ہو کہ یہ کون ہے سارے قبیلہ مضر حمراء کا شاہسوار ہے اگر اس کے دس اشراف اور بزرگوں کو شمار کیا جائے تو ان میں سے ایک یہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ عابد و زاہد اور

پرہیزگار شخص ہے وہ دین و مذہب کا پیرو ہے پس اسے اذن دے دو جب مسیب اس کے پاس گیا تو زفر نے اسے اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس سے سوال کیا تو مسیب نے اسے اپنے حالات بتائے اور جوان کا عزم و ارادہ تھا اس کی خبر دی ہم نے شہر کے دروازے بند نہیں کیے مگر اس لیے کہ ہمیں معلوم ہو کہ تم ہمارا ارادہ رکھتے ہو یا ہمارے غیر کا اور ہم لوگوں سے عاجز و ناتواں تو نہیں ہیں لیکن ہم آپ لوگوں سے جنگ کرنا پسند نہیں کرتے اور تمہارے متعلق صلاح و نیکی اور اچھی سیرت کی اطلاع ملی ہے۔

پھر اپنے بیٹے کو حکم دیا تو اس نے ان کے لیے بازار نکال کر لگوایا اور مسیب کے لیے ہزار درہم اور ایک گھوڑا دینے کا حکم دیا مال تو اس نے واپس کر دیا البتہ گھوڑا لے لیا اور کہا شاید مجھے اس کی ضرورت ہو اگر میرا گھوڑا لنگڑا ہو گیا اور زفر نے ان کے لیے بہت سا کھانا گھاس پوس اور آٹا وغیرہ بھیجا یہاں تک کہ لوگ بازار سے بے پرواہ ہو گئے مگر یہ کہ کوئی شخص چابک یا کوئی کپڑا خریدتا۔

پھر دوسری صبح انہوں نے وہاں سے کوچ کیا تو زفر بھی ان کی متابعت کرتے نکلا اور سلیمان سے کہا رقہ سے پانچ امراء لشکر چلے ہیں جو کہ حصین بن نمیر، شرجیل بن ذی الکلاع، ادھم بن محرز اور جبلہ بن عبیداللہ خثعمی اور عبیداللہ بن زیاد ہیں بہت سی فوج کے ساتھ جو کانٹوں اور درختوں کی مانند ہیں اگر تم چاہو تو ہمارے شہر میں داخل ہو جاؤ اور ہمارے ہاتھ وطاقت ایک ہو گی جب یہ دشمن آیا تو ہم سب مل کر اس سے جنگ کریں گے، تو سلیمان نے کہا ہمارے شہر والوں نے بھی ہم سے یہی مطالبہ کیا تھا لیکن ہم نے انکار کر دیا تو زفر نے کہا پھر عین الوردہ کی طرف ان سے سبقت کر جاؤ اور دو چشمہ کا سرا ہے

پس شہر کو اپنی پشت پر قرار دو پس دیہات، پانی اور گزرنے والے تمہارے ہاتھ میں ہوں گے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پس اس سے تم امن میں رہو گے۔ پس منزلوں کو لپیٹ لو اور جلدی طے کرو خدا کی قسم میں نے کبھی بھی کوئی جماعت تم سے زیادہ مکرم و محترم نہیں دیکھی میں امید رکھتا ہوں کہ تم ان سے پہلے پہنچ جاؤ گے اور اگر ان سے جنگ ہو تو کھلے میدان میں ان سے جنگ نہ کرنا کہ تم ایک دوسرے کو تیر و نیزے مارو کیونکہ وہ تعداد میں تم سے بہت زیادہ ہیں اور میں اس سے مامون نہیں ہوں کہ وہ تمہیں اپنے گھیرے میں لے لیں پس تم ٹھہر نہیں سکو گے اور وہ تمہیں پچھاڑ دیں گے اور ان کے سامنے صف بندی نہ کرنا کیونکہ میں تمہارے ساتھ پیدل فوج نہیں دیکھ رہا جب کہ ان کے ساتھ پیدل اور گھڑ سوار فوج ہے کہ جن میں سے بعض دوسروں کی حمایت و مدد کرتے ہیں لیکن ان کا سامنا پیادہ اور سواروں کے دستوں دستوں سے کرنا پھر ان دستوں کو ان کے میمنہ اور میسرہ پر پھیلا دینا اور ایک دستہ کے ساتھ ایک دوسرا دستہ قرار دینا جب ایک دستہ پر حملہ ہو تو دوسرا اٹھ کھڑا ہو اور دشمن کو اس سے دور کرے اور جب ایک دستہ چاہے اوپر چلا جائے اور جب چاہے نیچے آجائے اور اگر تم ایک ہی صف ہوئے پس پیدل فوج نے تم پر حملہ کر کے تمہیں صف سے پیچھے ہٹا دیا تو تمہاری صف ٹوٹ جائے گی اور شکست ہو جائے گی پھر ان سے وداع کیا اور ان کے لیے دعائے خیر کی اور انہوں نے اس کے لیے دعا خیر کی اور اس کی تعریف کی۔

پھر وہ تیزی کے ساتھ جد و جہد کرتے ہوئے عین الوردہ تک پہنچ گئے اور اس کے مغربی حصہ میں جا اترے اور وہاں پانچ دن قیام کیا پس تو وہ بھی آرام کیا اور اپنے ساتھیوں اور سواریوں کو بھی آرام و سکون دیا اور ادھر سے اہل شام

اپنے لشکروں کے ساتھ آگے بڑھے اور حبیب بین الورد سے ایک دن اور ایک رات کی راہ پر پہنچے تو سلیمان اپنے ساتھیوں میں کھڑے ہوئے اور انہیں آخرت یاد دلائی اور اس کی طرف ترغیب دی اور پھر ان سے کہا امابعد تحقیق تمہارا وہ دشمن جس تک پہنچنے کے لیے آپ نے اپنے آپ کو رات دن چلنے میں تھکایا ہے آگیا ہے جب تمہارا ان سے آمنا سامنا ہو تو سچ سچ کی جنگ ان سے جنگ کرو اور صبر و تحمل سے کام لو کیونکہ خدا صابروں کے ساتھ ہے اور تم میں سے کوئی شخص پشت پھیرنے والے کو قتل نہ کرو زخمی کا کام تمام نہ کرو اور کسی مسلمان قیدی کو قتل نہ کرو مگر یہ کہ قید ہونے کے بعد تم سے جنگ کرے کیونکہ مسلمانوں کے ساتھ حضرت علی کی سیرت اسی طرح تھی۔

اس کے بعد کہا اگر میں شہید ہو جاؤں تو امیر الناس مسیب بن نجبہ ہے اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو پھر امیر عبداللہ بن سعد بن نفیل ہے اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو امیر عبداللہ بن وال اگر وہ شہید ہو جائے تو امیر رفاعہ بن شداد خدا رحم کرے اس شخص پر جو خدا سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کر دکھائے۔

اس کے بعد مسیب کو چار سو سواروں میں بھیجا اور ان سے کہا جاؤ یہاں تک ان کے لشکروں کے پہلے حصہ کا سامنا کرو پس ان پر اچانک حملہ کرو اگر تمہیں پسند کے مطابق معاملہ نظر آئے تو ورنہ واپس آجانا اور اپنے اصحاب میں سے کوئی شخص وہاں نہ رہنے دینا یا دوسرے کو ان کے منہ میں دینا مگر یہ کہ اس سے کوئی چارہ نہ ہو۔

پس وہ رات دن چلتے رہے پھر سحری کے وقت اترے جب صبح کی تو اپنے ساتھیوں کو مختلف جہات میں بھیجا تاکہ جو کوئی ملے اسے لے آئیں پس

مسیب کے پاس ایک اعرابی کو لے آئے تو اس سے سب سے زیادہ قریبی لشکر کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا ان کے لشکروں میں سے سب سے زیادہ قریب تمہارے شرجیل بن ذی کلاع کا لشکر ہے جو کہ آپ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے اور اس میں اور حصین بن نمیر میں اختلاف ہو گیا حصین کا دعویٰ ہے کہ پوری جماعت اس کی کمان میں ہے اور شرجیل اس کا انکار کرتا ہے اور وہ دو توابین زیاد کے حکم کے منتظر ہیں۔

پس مسیب اور جو ان کے ساتھ تھے تیزی سے چل پڑے پس ان پر جھونکے جب کہ وہ غفلت میں سوئے پڑے تھے پس انہوں نے ان کے لشکر کی ایک سمت سے حملہ کیا اور لشکر شکست کھا گیا اور مسیب نے ان میں سے کچھ آدمی مار دیئے اور بہت سو کو زخمی کیا اور کافی گھوڑے پکڑ لیے اور شامی اپنی چھاؤنی چھوڑ کر بھاگ گئے پس اسی میں سے مسیب کے ساتھیوں نے جتنا چاہا مال غنیمت اٹھایا پھر وہ سلیمان وافر مال غنیمت لیکر پلٹ آئے یہ خبر ابن زیاد کو ملی تو اس نے تیزی کے ساتھ حصین کو بھیجا یہاں تک کہ اس نے بارہ ہزار کے لشکر میں پڑاؤ ڈالا پس سلیمان کے ساتھی اس کی طرف جمادی الاولیٰ کے چار دن باقی تھے کہ نکلے جب کہ ان کے میمنہ پر عبداللہ بن سعد اور میسرہ پر مسیب بن نجبہ تھے اور قلب لشکر میں خود سلیمان تھے اور حصین نے اپنے میمنہ پر جبلہ بن عبداللہ کو اور میسرہ پر ربیع بن مخارق غنوی کو قرار دیا جب وہ ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو اہل شام نے انہیں عبدالملک بن مروان پر مجتمع ہونے کی دعوت دی اور سلیمان کے ساتھیوں نے عبدالملک کی بیعت چھوڑنے اور عبیداللہ بن زیاد کو ان کے سپرد کرنے کی طرف بلایا اور یہ کہ وہ ابن زبیر کے جو عراق میں ساتھی ہیں انہیں نکال

کہ امر خلافت کو اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کی طرف پلٹا دیں گے پس دونوں طرف نے ایک دوسرے کی بات قبول کرنے سے انکار کیا پس سلیمان کے میمنہ نے حصین کے میسرہ پر حملہ کیا اور میسرہ نے بھی میمنہ پر اور سلیمان نے قلب میں سے ان کی جماعت پر پس اہل شام اپنی چھاؤنی کی طرف بھاگ گئے اور ہمیشہ کامیابی سلیمان کے ساتھیوں کے ساتھ رہی یہاں تک کہ ان کے درمیان رات مانع ہوئی۔

جب صبح ہوئی تو حصین کے پاس صبح سویرے ابن ذی الکلاع کے ساتھ آٹھ ہزار کا لشکر آیا کہ جسے عبید اللہ بن زیاد نے ان کی امداد کے لیے بھیجا اور سلیمان کے ساتھی نکلے اور انہوں نے ان سے ایسی جنگ کی کہ اس سے زیادہ سخت جنگ نہیں ہو سکتی سارا دن جنگ ہوتی رہی ان کے درمیان کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی مگر نماز جب شام ہوئی تو ایک دوسرے سے الگ ہو گئے اور فریقین میں بہت زیادہ زخم لگے تھے اور سلیمان کے ساتھیوں میں واقعات و قصص بیان کرنے والے پھرتے رہے جو انہیں برانگیختہ کرتے رہے۔

جب اہل شام نے صبح کی تو ان کے پاس ادھم بن محرز باہلی ابن زیاد کی طرف سے تقریباً دس ہزار کا لشکر لے کر آیا پس جمعہ کے چاشت کے وقت تک بڑی شدید جنگ ہوئی پھر اہل شام نے ان پر اژدھام کیا اور ہر طرف سے ان پر دباؤ دھکا ڈالا اور سلیمان نے دیکھا جو کچھ مصیبت ان کے اصحاب پر نازل ہوئی تھی پس گھوڑے سے اترے اور پکار کر کہا اے اللہ کے بندو جو صبح سویرے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری اور اپنے گناہ سے توبہ چاہتا ہے تو میری طرف آئے پھر انہوں نے اپنی تلوار کا نیام توڑ دیا اور ان کے ساتھ بہت سے لوگوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ دیئے اور ان کے ساتھ چل دیئے پس دشمنوں

کے ساتھ جنگ شروع کر دی اور اہل شام میں سے بہت سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور بہت کو زخمی کیا جب حصین نے ان کا صبر و تحمل اور شجاعت و بہادری دیکھی تو پیدل فوج کو بھیجا کہ وہ ان پر تیر باری کریں اور انہیں گھوڑ سواروں اور پیادوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا پس سلیمان رحمہ اللہ شہید ہو گئے انہیں یزید بن حصین نے تیر مارا تو وہ گر پڑے پھر تڑپ کر اٹھے اور دوبارہ گر گئے جب سلیمان شہید ہو گئے تو علم مسیب بن نجبہ نے اٹھا لیا اور سلیمان کے لیے ترحم کی دعا کی پھر آگے بڑھے اور کچھ دیر جنگ کر کے واپس آ گئے پھر حملہ کیا کئی مرتبہ ایسا کیا اس کے بعد بہت سے مردان جنگ کو قتل کر کے شہید ہو گئے۔

جب وہ شہید ہو گئے تو علم عبداللہ بن سعد بن نفیل نے اٹھایا اور ان دونوں کے لیے دعائے رحمت کی اور پھر یہ آیت پڑھی (فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا) ان میں سے بعض اپنا مقصد پورا کر گئے اور بعض انتظار میں انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی اور اس کو جو اس کے ساتھ ازد قبیلہ کے تھے انہوں نے گھیر لیا۔

یہ لوگ جنگ کر ہی رہے تھے کہ ان کے پاس تین تا سو سوار سعد بن حذیفہ کی طرف سے آئے جو خبر دے رہے تھے کہ وہ اہل مدائن کے ایک سو ستر افراد کے ساتھ چلے آ رہے ہیں اور یہ بھی خبر دی کہ مثنی بن مخربہ عبدی کے ساتھ اہل بصرہ کے تین سو افراد آ رہے ہیں پس یہ لوگ خوش ہوئے اور عبداللہ بن سعد نے کہا کاش وہ اس وقت آ جاتے جب ہم زندہ ہوتے پس جب قاصدوں نے اپنے بھائیوں کی بچھڑی ہوئی لاشوں کو دیکھا تو یہ بات انہیں

کی رائے بہت اچھی ہے اور علم اٹھا لیا اور بڑی شدید جنگ کی اور اہل شام کا ارادہ تھا کہ رات سے پہلے پہلے انہیں ختم کر دیں لیکن ان کی شدید جنگ کی بناء پر وہ اس مقصد تک نہ پہنچ سکے اور عبداللہ بن عزیز کنانی آگے بڑھا اور اہل شام سے جنگ کی اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا محمد تھا جو چھوٹا سا بچہ تھا تو اس نے اہل شام میں سے بنی کنانہ کو پکارا اور اپنا بچہ ان کے سپرد کیا تاکہ وہ اسے کوفہ پہنچا دیں انہوں نے اس کے سامنے امان کی پیشکش کی تو اس نے انکار کر دیا پھر ان سے جنگ کر کے شہید ہو گیا۔

اور کرب بن یزید حمیری شام کے وقت ایک سو افراد کے ساتھ آگے بڑھا اور گھمسان کی لڑائی کی اس کے اور اس کے ساتھیوں کے سامنے ابن ذی الکلاعؓ حمیری نے امان پیش کی تو اس نے کہا کہ ہم دنیا میں تو امن و امان سے تھے ہم تو آخرت کی امان کی تلاش میں نکلے ہیں پس انہوں نے اہل شام سے جنگ کی یہاں تک کہ سب شہید ہو گئے اور صخر بن ہلال مزنی تیس مزنی قبیلہ کے افراد کے ساتھ آگے بڑھا اور یہ حضرات جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

جب شام ہوئی تو اہل شام کا لشکر اپنے پڑاؤ کی طرف پلٹ آیا اور رفاعہ نے ہر اس شخص کو دیکھا کہ جس کا گھوڑا زخمی ہو گیا یا مر گیا تھا اور وہ زخمی تھا اس کو اس کی قوم کے افراد کے سپرد کیا پھر راتوں رات ان لوگوں کو لیکر چل پڑا اور حصین نے صبح کی تاکہ ان کا سامنا کرے پس انہیں نہ دیکھا تو ان کے پیچھے کسی کو نہیں بھیجا پس یہ لوگ چلتے چلتے قرقیسیا پہنچے تو زفر نے انہیں قیام کرنے کی دعوت دی پس تین دن وہاں رہے اس نے ان کی مہمانی کی پھر انہیں زاد و توشہ دیا اور وہ کوفہ چلے گئے۔

پھر سعد بن حذیفہ بن یمان اہل مدائن کے ساتھ آیا اور مقام ہیت میں پہنچا تو اسے اطلاع ملی تو واپس ہو گیا پس اس کی ملاقات مثنیٰ بن مخزبہ عبدی سے جو اہل بصرہ کے ساتھ آرہا تھا مقام صدود میں ہوئی تو یہ اسے خبر بتائی پس وہ ٹھہرے رہے یہاں تک کہ رفاعہ ان کے پاس آیا تو انھوں نے اس کا استقبال کیا اور ایک دوسرے کو مل کر رو دیئے اور ایک دن و رات وہاں قیام کیا پھر ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور ہر گروہ اپنے اپنے شہر کی طرف چلا گیا۔

جب رفاعہ کوفہ میں پہنچا تو مختار قید میں تھا پس مختار نے اسے پیغام بھیجا اما بعد پس مرحبا و خوش آمدید اے وہ جماعت کہ خدا نے جن کا اجر عظیم کیا ہے جب وہ پلٹ آئے ہیں اور ان کے فعل کو پسند کیا ہے جب انھوں نے جنگ کی ہے خبردار بیت الحرام کے مالک کی قسم تم میں سے کسی نے کوئی قدم نہیں اٹھایا اور نہ کسی ٹیلہ پر چڑھا مگر یہ کہ اس کا ثواب اس پوری دنیا سے زیادہ ہے جناب سلیمان نے وہ کچھ پورا کیا جو کام اس کے ذمہ تھا اور خدا نے اس کی روح قبض کی اور اس کی روح کو انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ قرار دیا لیکن وہ تمہارا وہ ساتھی نہیں تھا کہ جن کے ساتھ تمہاری مدد و نصرت کی جائے گی میں وہ امیر ہوں کہ جسے مامور کیا گیا اور وہ امین ہوں جسے مامون سمجھا گیا اور جباروں کا قاتل اور دشمنان دین سے انتقام لینے والا ہوں خونخواروں سے خون کا قصاص و بدلہ لینے والا ہوں پس خود تیار رہو اور دوسروں کو تیار کرو اور اللہ کی کتاب اس کے نبی کی سنت اور اہل بیت کے خون کا مطالبہ اور کمزوروں سے دفاع اور ان کی حمایت اور حرام خدا کو حلال سمجھنے والے لوگوں سے جہاد کی تمہیں خوش خبری ہو۔

والسلام، جناب سلیمان اور ان کے ساتھیوں کی شہادت ماہ ربیع الثانی میں ہوئی۔

جب عبدالملک بن مروان نے سلیمان کے شہید ہونے اور ان کے ساتھیوں کے شکست کھا جانے کی خبر سنی تو منبر پر گیا اور اللہ کی حمد و ثنا کی اور کہا اما بعد کہ یقیناً اللہ اہل عراق کے سرداروں میں سے فتنہ کے پیوند لگانے والوں اور ضلالت کے سردار سلیمان بن صرد کو قتل کر دیا ہے یاد رکھو کہ تلواروں نے مسیب کے سر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور اللہ نے ان میں سے دو عظیم رئیسوں کو جو ضال و مضل تھے عبداللہ بن سعد ازدی اور عبداللہ بن وال بکری کو قتل کر دیا ہے اور اب ان کے بعد کوئی ایسا نہیں رہا کہ جو کسی قسم کی رکاوٹ کھڑی کرے، لیکن اس میں نظر ہے کیونکہ اس کا باپ زندہ تھا۔

کوفہ میں مختار کا قیام

اسی سال یعنی سن چھیاسٹھ ہجری چودہ ربیع الاول میں مختار کوفہ میں اٹھ کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن زبیر کے عامل و گورنر عبداللہ بن مطیع کو وہاں سے باہر نکال دیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ سلیمان بن صرد جب شہید ہو گئے تو ان کے باقی ماندہ ساتھی کوفہ میں آئے جب آئے تو مختار کو قید میں پایا کہ جنہیں عبداللہ بن یزید خطمی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے قید کر رکھا تھا اور اس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے پس مختار نے قید خانہ سے انہیں خط لکھا جس میں ان کی مدح و ثنا کی اور انہیں کامیابی کی امید دلائی اور انہیں بتایا کہ مختار ہی وہی شخص ہے کہ جسے محمد بن علیؑ نے جو ابن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں خون حسینؑ کے

انتقام لینے پر مامور کیا ہے پس مختار کا خط رفاعہ بن شداد اور مثنی بن مخزبہ عبدی اور سعد بن حذیفہ بن یمان اور یزید بن انس اور احمد بن شمیط احمری اور عبد اللہ بن شداد بجلی اور عبد اللہ بن کامل نے پڑھا جب خط پڑھ چکے تو مختار کے پاس ابن کامل کو بھیجا اور مختار سے کہا کہ ہم اس حیثیت میں ہیں کہ جو آپ کے لیے باعث سرور و خوشی ہے۔

اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے پاس آئیں اور آپ کو قید سے نکالیں تو ہم ایسا کر سکتے ہیں پس ابن کامل مختار کے پاس آیا اور انہیں خبر دی تو مختار اس سے خوش ہوئے اور ان سے کہا کہ میں انہیں دنوں میں قید سے نکل آؤں گا۔

اور مختار نے ابن عمر کی طرف خط لکھا تھا اور اس میں اس سے کہا تھا کہ میں مظلوم قید کیا گیا ہوں اور اس سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان کے بارے میں ان دونوں کو خط لکھا انہوں نے اس کی سفارش قبول کرتے ہوئے مختار کو قید سے نکالا اور مختار سے ضمانت لی اور انہیں قسم کھلائی کہ وہ انہیں دھوکہ نہیں دیگا اور جب تک ان کی حکومت ہے وہ خروج نہیں کرے گا اور اگر ایسا کیا تو اس پر ہزار اونٹ کی قربانی ہوگی جنہیں کعبہ کے پاس نحر کریگا اور اس کے تمام غلام مذکر و مؤنث آزاد ہوں گے۔

جب قید سے نکلا مختار تو اپنے گھر میں آیا اور اس سے کہا کہ میں پیرا سے وثوق و بھروسہ تھا خدا انہیں قتل کرے کس قدر یہ احمق ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کروں گا رہا میرا اللہ کی قسم کھانا تو میں جب کسی چیز کی قسم کھاتا ہوں پھر میں اس سے بہتر چیز کو دیکھتا ہوں تو میں اپنی قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں اور میرا ان کے خلاف خروج کرنا ان سے رکنے سے بہتر

ہے باقی رہا اونٹوں کی قربانی اور غلاموں کا آزاد ہونا تو وہ ایک تھوک سے بھی میرے لیے زیادہ آسان ہے کیونکہ میں دوست رکھتا ہوں کہ اگر میرا امر و مقصد پورا ہو جائے اور اس کے بعد ابد تک میں کسی غلام کا مالک نہ ہوں۔

پھر مختار کے پاس شیعہ آنے جانے لگے اور اس کو پسند کرنے پر ان کا اتفاق ہو گیا اور اس کے ساتھی مسلسل بڑھتے رہے اور اس کا امر حکومت قوت پکڑتا رہا یہاں تک کہ ابن زبیر نے عبداللہ بن یزید حطمی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو معزول کر کے ان دونوں کے عمل اور کام پر عبداللہ بن مطیع کو کوفہ پر عامل و گورنر مقرر کر دیا پس اس سے بحیر بن رستان حمیری نے ملاقات کی جب کہ وہ کوفہ کی طرف جا رہا تھا اور اس سے کہا کہ آج رات نہ جاؤ کیونکہ قمر ناطح ستاروں کی منزل میں ہے (ناطح منازل قمر کے دو ستاروں کا نام ہے) لہذا تم نہ جاؤ تو اس نے کہا کہ کیا ہم تکلیف سختی اور مصیبت کے علاوہ کچھ چاہتے ہیں پس وہ سختی میں پڑنا تھا جیسا چاہتا تھا بلاؤ مصیبت اس کی گفتگو سے موکل تھی اور وہ بہادر و شجاع تھا اور ابراہیم مدینہ گیا اور خراج میں کمروکمی آئی اور کہا فتنہ و فساد کا زمانہ تھا تو ابن زبیر اس سے خاموش رہا۔

اور ابن مطیع کوفہ میں ماہ رمضان میں آیا تھا جب کہ اس کی پانچ راتیں باقی تھیں اور اس نے پولیس پر ایاس بن ابو مضارب عجلی کو افسر مقرر کیا اور اسے حسن سیرت اور مشکوک پر سختی کرنے کا حکم دیا جب کوفہ میں آیا تو منبر پہ گیا اور انہیں خطبہ دیا اور کہا اما بعد مجھے امیر۔۔۔۔ نے بھیجا ہے تمہارے شہر اور تمہاری سرحدوں پہ حاکم بنا کر اور مجھے تمہارے مال فیئی جمع کرنے پہ اور یہ کہ تمہارے مال فیئی کو تم سے اٹھا کر نہ لے جاؤں مگر تمہاری رضامندی سے اور یہ کہ

میں عمر بن خطاب کی اس وصیت کی اس نے اپنی وفات کے وقت کی تھی۔ اور عثمان بن عفان کی سیرت کی پیروی کروں پس اللہ سے ڈرو اور سیدھے چلو اور اختلاف نہ کرو اور اپنے بیوقوفوں کے ہاتھ پکڑو اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر اپنے آپ کو ملامت کرنا پس خدا کی قسم میں سختی کروں گا بیمار نافرمان پر اور شک و شبہ میں ڈالنے والے کی چھوٹی سی کجی کو بھی سیدھا کروں گا۔

پس سائب بن مالک اشعری اٹھ کھڑا ہوا اور کہا رہا ہمارا مال فیئ ہماری رضا و رغبت سے اٹھا کے لے جانا تو ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم راضی نہیں ہیں کہ ہمارے مال فیئ کی بچت ہم سے اٹھا کر لے جائی جائے اور یہ کہ اسے تقسیم نہ کیا جائے مگر ہم ہی میں اور یہ کہ ہم میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کی سیرت کے علاوہ کہ جس پر وہ ہمارے ان شہروں میں شہادت تک چلتے رہے ہیں کسی اور سیرت پر نہ چلا جائے ہمیں عثمان کی سیرت کی ضرورت نہیں نہ ہمارے فیئ میں اور نہ ہی ہمارے نفوس میں اور نہ ہی ہم میں عمر بن خطاب کی سیرت کی ضرورت ہے اگرچہ وہ دونوں سیرتوں میں سے ہمارے لیے زیادہ آسان ہے اور وہ لوگوں سے کچھ اچھا سلوک بھی کر لیتے تھے۔

تو یزید بن انس نے کہا سائب نے سچی بات کہی ہے تو ابن مطیع نے کہا ہم تم میں اسی سیرت پر چلیں گے کہ جسے تم پسند کرتے ہو پھر وہ ممبر سے اتر آیا۔

اور ایاس بن مضارب ابن مطیع کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ سائب بن مالک مختار کے ساتھیوں کے رؤساء اور سرداروں میں سے ہے پس مختار کے پاس کسی کو بھیجئے تاکہ وہ آپ کے پاس آئے جب وہ آئے تو اسے قید کر دو یہاں تک کہ لوگوں کا معاملہ سیدھا ہو جائے کیونکہ اس کا معاملہ اس کے لیے

مجتمع ہو رہا ہے گویا کہ وہ شہر میں حکومت کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے والا ہے۔
پس ابن مطیع نے مختار کی طرف زائدہ بن قدامہ اور حسین بن عبد اللہ برسمی کو جو ہمدان قبیلہ سے تھا بھیجا اور ان دونوں سے جا کر کہا کہ امیر کے بلاوے کو قبول کرو پس اس نے جانے کا ارادہ کیا تو زائدہ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

واذ یمکر بک الذین کفروا یثبتوک او یقتلوک او یخرجوک۔ (الایہ)
اور جب تیرے بارے میں کافروں نے مکر و حیلہ کیا کہ وہ تجھے قید کریں یا تجھے قتل کر دیں یا تجھے شہر سے نکال دیں پس مختار نے اپنے کپڑے پھینک دیئے اور کہا مجھ پر لحاف دے دو کیونکہ مجھے بخار شروع ہو گیا ہے اور مجھے شدید سردی لگ رہی ہے پس امیر کے پاس آپ دونوں جائیں اور اسے میری حالت بتائیں پس وہ ابن مطیع کے پاس آئے اور اسے بتایا تو اس نے مختار کا پیچھا چھوڑ دیا۔

اور مختار نے اپنے ساتھیوں کی طرف کسی کو بھیجا اور انہیں اپنے گرد کے گھروں میں جمع کیا اور ارادہ کیا کہ ماہ محرم میں کوفہ کی حکومت پر قبضہ کر لے۔

پس اصحاب شبام میں سے ایک شخص آیا اور شبام قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ ہے اور اشراف و بزرگوں میں سے تھا اس کا نام تھا عبد الرحمن بن شریح وہ سعید بن منقذ ثوری مسعر بن ابو سعر حنفی اور اسود بن جراد کندی اور قدامہ بن مالک جشمی سے ملا اور ان سے کہا کہ مختار چاہتا ہے کہ ہمارے ساتھ خروج کرے لیکن ہم نہیں جانتے کہ ابن حنفیہ نے اسے بھیجا ہے کہ نہیں پس ہمارے ساتھ اٹھ کر چلو ابن حنفیہ کی جانب تاکہ ہم انہیں خبر دیں اس چیز کی کہ جسے مختار ہمارے پاس لے کر آیا ہے اگر انہوں نے ہمیں اس کی اتباع و پیروی

کی رخصت دی تو ہم اس کی پیروی کریں گے ۔ اور اگر انہوں نے منع کیا تو پھر ہم اس سے اجتناب کریں گے خدا کی قسم کوئی چیز بھی دنیا کی ہمارے ہاں ہمارے دین کی سلامتی سے زیادہ راجح اور بہتر نہیں ہونا چاہیئے تو ان لوگوں نے کہا کہ تو نے درست اور صحیح بات کی ہے ۔

پس یہ لوگ ابن حنفیہ کی طرف گئے جب ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان سے لوگوں کے حالات پوچھے تو انہوں نے ان کے حالات بتائے اور یہ کہ وہ کس حالت میں ہیں اور انہیں مختار کے حالات سے باخبر کیا اور جس چیز کی طرف مختار نے انہیں بلایا تھا اور انہوں نے ان سے اس کی پیروی کرنے کا اذن و اجازت چاہی جب وہ اپنی گفتگو سے فارغ ہوئے تو ابن حنفیہ نے ان سے کہا بعد اس کے کہ اللہ کی حمد و ثنا کی اور اہل بیت کی فضیلت اور حسین علیہ السلام کی شہادت سے جو مصیبت ان پر آئی ہے اس کا ذکر کیا پھر ان سے کہا باقی رہی وہ چیز کہ جس کو تم نے ذکر کیا ہے کہ تمہیں اس نے ہمارے خون کے مطالبہ کرنے کی طرف بلایا ہے تو خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ خدا ہمارے دشمن سے ہماری نصرت و مدد کرے اپنی مخلوق میں سے جس سے چاہے، اور اگر وہ ناپسند کرتے تو کہتے کہ نہ کرو ۔

پس یہ لوگ واپس آئے جب کہ شیعوں میں سے کچھ ان کی انتظار میں تھے ان میں سے کہ جنہیں انہوں نے اپنے حالات بتائے تھے اور یہ چیز مختار کے لیے شاق و دشوار تھی اور اسے خوف تھا کہ وہ کوئی ایسی بات کے ساتھ لوٹیں کہ جو شیعوں کو مختار سے چھڑا اور الگ کر دے جب وہ کوفہ میں آئے تو وہ مختار کے گھر گئے اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھروں میں جاتے تو مختار نے ان سے کہا

تمہارے پیچھے کیا ہے کیونکہ تم آزمائش اور شک میں پڑ گئے تھے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں تمہاری نصرت و مدد کا حکم ملا ہے تو اس نے کہا اللہ اکبر تو شیعوں کو میرے پاس جمع کر دیں ان لوگوں کو جمع کیا گیا جو ان سے نزدیک تھے تو مختار نے ان سے کہا کہ چند ایک افراد نے پسند کیا کہ وہ جائیں اس چیز کا مصداق وسچائی کہ جسے میں لیکر آیا تھا پس وہ "امام مہدی" کی طرف گئے اور ان سے سوال کیا اس چیز کے بارے میں کہ جو میں تمہارے لایا تھا پس انہوں نے انہیں خبر دی کہ میں ان کا وزیر ظہیر اور پیغام بر ہوں اور تمہیں میری اتباع اور اطاعت کا حکم دیا ہے اس چیز میں کہ جس کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں محرمات کی ہتک حرمت کرنے والوں سے جنگ کرنے اور تمہاری نبی اکرم کے مصطفیٰ اور چنے ہوئے اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے کے سلسلہ میں

پس عبدالرحمن بن شریح کھڑا ہوا اور انہیں اپنی حالت اور اپنے جانے کے بارے میں خبر دی اور یہ کہ ابن حنفیہ نے انہیں مختار کی مدد کرنے اور پشت پناہی کرنے کا حکم دیا ہے اور ان سے کہا ہے کہ شاہد و موجود غائب تک یہ خبر پہنچا دے اور تیاری کر دو اور آمادہ رہو اور اس کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ نے بھی اٹھ کر اسی قسم کی گفتگو کی۔

پس شیعہ مختار کے ساتھ مجتمع ہو گئے کہ جن میں سے ایک شعبی اور اسکا باپ شراحیل بھی تھا پس جب مختار کا معاملہ خروج کے لیے آمادہ اور مہیا ہو گیا تو اس کے بعض ساتھیوں نے کہا اشراف کوفہ کا اتفاق ہے کہ تم ابن مطیع کے ساتھ جنگ کرو اگر ہمارے اس امر پہ ابراہیم بن اشتر لبیک کرے اور وہ اسے قبول کر لے تو پھر ہم دشمن کے خلاف قوت وطاقت حاصل کرنے کی امید

رکھتے ہیں کیونکہ وہ ایک نوجوان رئیس ہے اور ایک بزرگ و شریف باپ کا بیٹا ہے اور اس کا عزت دار اور کافی تعداد رکھنے والا قبیلہ بھی ہے۔

تو مختار نے ان سے کہا تم اس سے ملاقات کرو اور اسے دعوت دو پس وہ لوگ ابراہیم کی طرف نکلے جب کے شعبی بھی ان کے ساتھ تھا پس انہوں نے ابراہیم کو اپنے حالات بتائے اور اس سے اس کام میں مساعدت کرنے کا سوال کیا اور اس کے سامنے ذکر کیا اس چیز کو جس پر اس کا باپ تھا حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیت کی ولاء و محبت میں سے تو ابراہیم نے کہا کہ میں حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کے خون کے مطالبہ کی تمہاری دعوت کو قبول کرتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھے اس امر کا والی و نگران بناؤ تو انہوں نے کہا کہ تم یقیناً اس کے اہل ہو لیکن اس وقت اس کی کوئی سبیل نہیں کیونکہ یہ مختار ہمارے پاس "مہدی" کی طرف سے آیا ہے اور وہ جنگ کرنے پر مامور ہے اور ہمیں اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے پس ابراہیم خاموش ہو گیا اور انہیں کوئی جواب نہ دیا پس وہ ابراہیم کے ہاں سے واپس آ گئے اور مختار کو بتایا پس مختار تین دن تک رکا رہا اور پھر اپنے دس سے زیادہ ساتھیوں کے ساتھ کہ جن میں شعبی اور اس کا باپ بھی تھا ابراہیم کی طرف گیا پس ابراہیم کے گھر میں گئے تو ان کے لیے تکیہ بچھائے گئے اور وہ ان پر بیٹھے اور مختار ابراہیم کے ساتھ اس کے فرش پہ بیٹھا پس مختار نے اس سے کہا یہ خط ہے مہدی محمد بن علی امیرالمومنین کا اور وہ اس وقت اہل زمین میں سے اچھا انسان ہے اور اس کا بیٹا ہے کہ جو آج سے پہلے کے اہل زمین انبیائے خدا اور اس کے رسولوں سے بہتر تھا اور وہ تجھ سے خواہش کر رہے ہیں کہ تم ہماری مدد کرو اور ہمارا ساتھ دو۔

شعبی کہتا ہے اور خط میرے پاس تھا جب مختار نے اپنی گفتگو پوری کی تو مجھ سے کہا کہ خط ابراہیم کو دیدو پس شعبی نے وہ خط اسے دیدیا کہ جسے ابراہیم نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔ محمد مہدی کی طرف ابراہیم بن مالک اشتر کی جانب سلام علیک میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد و تعریف کرتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اما بعد تحقیق میں تمہاری طرف اپنا وزیر اور اپنا امین کہ جسے میں نے اپنے لیے پسند کیا ہے بھیج رہا ہوں اور اس کو میں نے حکم دیا ہے میرے دشمن سے جنگ کرنے اور میرے اہل بیت کے خون کا مطالبہ کرنے کا پس ان کے ساتھ تو اور اپنے قبیلہ کے ساتھ اور جو تیری اطاعت کریں ان کے ساتھ اٹھ کھڑا ہو کیونکہ اگر تو نے میری مدد کی اور میری دعوت پر لبیک کہا تو تمہارے لیے میرے ہاں فضیلت ہو گی اور گھوڑوں کی باگیں اور سارا غازی لشکر اور ہر شہر و منبر اور سرحد کہ جن پر تجھے غلبہ ہو کوفہ سے لیکر آخری شام کے شہروں تک تیرا ہے۔

جب ابراہیم خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو کہا کہ آج سے پہلے ابن حنفیہ نے مجھے خط لکھا ہے اور میں نے بھی انہیں خط لکھا ہے پس میری طرف نہیں لکھا مگر اپنا نام اور والدگرامی کا نام مختار نے کہا وہ بھی ایک زمانہ تھا اور یہ بھی ایک زمانہ ہے ابراہیم نے کہا کہ کون جانتا ہے کہ یہ ابن حنفیہ کا خط ہے تو ایک جماعت نے جو مختار کے ساتھ تھی کہ جن میں زید بن انس، احمر بن شمیط عبداللہ بن کامل اور ان کی جماعت تھی سوائے شعبی کے سب نے گواہی دی جب انہوں نے گواہی دی تو ابراہیم صدر مجلس سے ہٹ گیا اور مختار کو وہاں بٹھایا اور اس کی بیعت کی پھر وہ لوگ ابراہیم کے ہاں سے باہر آگئے۔

اور ابراہیم نے شعبی سے کہا میں نے تجھے دیکھا ہے کہ تو نے اور تیرے باپ نے قوم کے ساتھ گواہی نہیں دی کیا تیری رائے ہے کہ ان سب نے حق کے بغیر گواہی دی ہے تو شعبی نے اسی سے کہا یہ قاریوں کے سردار اور شہر کے بزرگ اور عربوں کے شاہسوار ہیں اور ان ایسا شخص حق کے علاوہ بات نہیں کر سکتا پس ان کے نام لکھ لیے اور انہیں اپنے پاس رکھ دیا اور ابراہیم نے اپنے قبیلہ اور انہیں جو اس کی اطاعت کرتے تھے دعوت دی اور مختار کے ہاں آنے جانے لگا ہر رات شام کے وقت اپنے معاملات و امور کے متعلق سوچ و بچار اور ان کی تدبیر کرنے لگے اور ان کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ وہ جمعرات کی رات چودہ ربیع الاول ۶۶ھ چھیاسٹھ ہجری

جب وہ رات آئی تو مغرب کی نماز ابراہیم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ پڑھی پھر مختار کو ملنے کے ارادہ سے نکلا جب کہ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے پاس ہتھیار تھے اور ایاس بن مضارب عبداللہ بن مطیع کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ مختار ان دو راتوں میں سے کسی رات تیرے خلاف خروج کرنے والا ہے اور میں نے اپنے بیٹے کو کناسہ کی طرف بھیجا ہے اگر کوفہ کے ہر بڑے میدان کی طرف اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو آپ اہل اطاعت کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجیں۔

تو مختار اور اس کے ساتھی آپ کے خلاف خروج کرنے سے خوف و ہیبت محسوس کریں گے تو ابن مطیع نے عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس ہمدانی کو جبانہ سبیع کی بھیجا اور کہا کہ اپنی قوم کی کفایت کرو لیکن وہاں کوئی حادثہ ایجاد نہ کرنا اور کعب بن ابو کعب خثعمی کو جبانہ بشر کی طرف بھیجا اور زحر بن قیس جعفی

کو جبانہ کندہ کی طرف بھیجا اور عبدالرحمن بن مخنف کو جبانہ صائد یا کی طرف اور شمر بن ذی الجوشن کو جبانہ سالم کی طرف اور یزید بن رویم کو جبانہ مراد کی طرف بھیجا اور ہر ایک کو نصیحت و وصیت کی کہ ان کی طرف سے کوئی اقدام نہ ہو اور شبث بن ربعی کو سبخہ (نمکین اور دلدل والی زمین) کی طرف بھیجا اور اس سے کہا کہ جب تم ان لوگوں کی آواز سنو تو ان کی طرف جاؤ۔

اور ان لوگوں کا جبانوں (بے درخت بلند و ہموار زمین) کی طرف نکلنا پیر کے دن ہوا اور ابراہیم بن اشتر منگل کی رات مختار کی طرف جانے کے لیے نکلا اور اسے یہ خبر مل چکی تھی کہ جبانے مردوں سے پر کر دیئے گئے ہیں اور ایاس بن مضارب پولیس میں ہے کہ جس نے بازار اور قصر الامارہ کو گھیرے میں لیا ہوا ہے تو ابراہیم نے تقریباً ایک سو اپنے ساتھی زرہ پوش ساتھ لیے کہ جنہوں نے اوپر قبائیں پہنی ہوئی تھیں اس کے ساتھیوں نے ابراہیم سے کہا کہ شارع عام سے ہٹ کے چلیں تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم میں تو بازار کے وسط سے گزروں گا قصر الامارہ کے پہلو سے اور میں دشمن پر رعب ڈالوں گا اور اسے دکھاؤں گا کہ وہ ہمارے نزدیک کمزور و ذلیل ہیں پس باب الفیل پر گیا اور پھر عمرو بن حریث کے گھر پر پس ایاس بن مضارب کا پولیس میں جو ظاہر بظاہر ہتھیار لگائے ہوئے تھے سامنا ہوا تو اس نے پوچھا تم لوگ کون ہو ابراہیم نے کہا میں ابراہیم بن اشتر ہوں تو ایاس نے کہا یہ جماعت کون ہے کہ جو تمہارے ساتھ ہے اور تم کیا چاہتے ہو اور میں تجھے نہیں چھوڑوں گا جب تک تمہیں امیر کے پاس نہ لے جاؤں تو ابراہیم نے کہا راستہ چھوڑ دو اس نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا اور ایاس بن مضارب کے ساتھ قبیلہ ہمدانی کا ایک مرد تھا جس کو ابو قطن

کہتے تھے اور ابراہیم اس کا احترام کرتا تھا اور وہ ابن اشتر کا دوست تھا تو ابن اشتر نے اس سے کہا کہ مجھ سے قریب ہو اے ابوقطن پس وہ قریب ہوا اور وہ یہ گمان کر رہا تھا کہ ابراہیم اس سے خواہش کریگا کہ ایاس کے ہاں اس کی سفارش کرو تو ابراہیم نے اس کے ساتھ جو نیزہ تھا وہ پکڑ لیا اور ایاس کو گردن کی گودی (ہنسلی کی ہڈیوں کے درمیان والا گڑھا) میں مار کر اس کو گرا دیا۔ اور اپنی قوم کے ایک شخص کو دیا جس نے اس کا سر جدا کر لیا اور ایاس کے ساتھی تتر بتر ہو گئے اور وہ ابن مطیع کے ہاں پلٹ گئے۔

تو اس نے اس کی جگہ اس کے بیٹے راشد بن ایاس کو پولیس افسر بنا کر بھیجا اور کناسہ میں اس کی جگہ سوید بن عبدالرحمان منقری ابوالقعقاع بن سوید کو بھیجا اور ابراہیم بن اشتر مختار کے پاس آیا اور کہا ہم نے خروج کا وعدہ تو آنے والی رات کیا تھا لیکن ایک ایسا امر پیش آگیا ہے کہ آج رات خروج کرنے سے چارہ نہیں اور اسے وہ ساری خبر بتائی تو مختار ایاس کے قتل سے بڑا خوش ہوا اور کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ پہلی فتح و کامیابی ہے پھر سعید بن منقذ سے کہا اٹھو اور نرم و ہموار زمین اور سرکنڈوں میں آگ لگا کر انہیں اٹھا لو اور تم یا عبداللہ بن شداد جا کر منادی کر دو "یالثارات الحسین" اے حسین کے لیے جوش میں آنے والو، اس کے بعد اپنا ہتھیار لگایا، ابراہیم نے مختار سے کہا کہ یہ لوگ جو چانوں میں ہیں یہ ہمارے ساتھیوں کو ہمارے پاس آنے سے روکتے ہیں اگر میں اپنی قوم کی طرف جاؤں ان افراد کے ساتھ جو میری معیت میں ہیں اور انہیں دعوت دوں جو میری دعوت پر لبیک کہتے ہیں اور انہیں اطراف کوفہ کی طرف جاؤں اور انہیں اپنے شعار و نعرے

کے ساتھ پکاروں تو جو خروج کرنا چاہتا ہے وہ ہماری طرف نکل آئے گا اور جو آپ کے پاس آئے اس کو آپ اپنے پاس روک لیں ان افراد کے ساتھ ملا کر جو پہلے آپ کے پاس ہیں پس اگر آپ پر جلدی حملہ ہوا تو آپ کے پاس اتنے لوگ ہوں گے جو میرے آنے تک آپ کی حفاظت کریں گے مختار نے اس سے کہا ایسا ہی کرو اور جلدی کرو اور اس سے بچنا کہ ان کے امیر کے پاس جا کر اس سے جنگ کرو اور کسی سے بھی جنگ نہ کرو جب تک تم استطاعت رکھتے ہو کہ تم اس سے جنگ نہ کرو مگر یہ کہ کوئی شخص جنگ کرنے میں ابتدا کرے

پس ابراہیم اور اس کے ساتھی نکل کر اپنی قوم میں پہنچ گئے اور ان کے پاس زیادہ تر وہ لوگ جمع ہو گئے کہ جو ان کی دعوت کو قبول کر چکے تھے اور ابراہیم ان کو لیکر شہر کی گلیوں میں رات کے طویل حصہ تک چلتا رہا البتہ وہ ان جگہوں سے اجتناب کرتا تھا کہ جس میں وہ امراء تھے کہ جنہیں ابن مطیع نے مقرر کر رکھا تھا جب ابراہیم مسجد سکون تک پہنچا زحر بن قیس جعفی کے گھڑ سواروں کی ایک جماعت اس کے پاس آئی کہ جن پر کوئی امیر و افسر نہیں تھا تو ابراہیم نے ان پر حملہ کر کے انہیں وہاں سے ہٹا دیا یہاں تک کہ انہیں جبانہ کندہ میں داخل کر دیا اور وہ کہہ رہا تھا خدایا تو جانتا ہے کہ ہم تیرے نبی کے اہل بیت کے لیے غضبناک ہوئے ہیں اور ان کے لیے جوش میں آئے ہیں لہذا ہماری ان کے خلاف نصرت و مدد فرما۔

پھر ابراہیم ان کو چھوڑ کر واپس آ گیا بعد اس کے کہ انہیں شکست دے دی اس کے بعد ابراہیم چلا یہاں تک کہ جبانہ اثیر تک پہنچا اور وہاں ایک دوسرے کو اپنے شعار و نعرے کے ساتھ پکارا تو ابراہیم وہاں رک گیا تو اس کے پاس سوید بن عبدالرحمن

منقری آیا اور اسے امید ہوئی کہ وہ انہیں مار دے گا اور اس سے ابن مطیع کے پاس
اس کا حصہ ہو جائے گا پس ابراہیم کو پتہ ہی نہ چلا کہ وہ اس کے پاس آ گیا تو ابراہیم
نے اپنے ساتھیوں سے کہا اے اللہ کے سپاہیوں اتر پڑو کیونکہ تم نصرت و مدد الٰہی
کے زیادہ مستحق ہو ان فساق سے کہ جو تمہارے نبی کے اہل بیت کے خون میں غوطہ
زن رہے ہیں پس وہ اتر آئے پھر ابراہیم نے دشمنوں پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ
انہیں صحرا کی طرف نکال دیا پس وہ شکست کھا گئے اور بعض بعض پر سوار ہو
رہے اور گر رہے تھے اور ایک دوسرے کو ملامت کرتے تھے اور ابراہیم نے ان
کا پیچھا کیا یہاں تک کہ انہیں کناسہ میں داخل کر دیا پس ابراہیم سے اس کے ساتھیوں
نے کہا ان کا پیچھا کرو اور ان میں جو رعب و خوف پڑا ہے اس کو غنیمت سمجھو
تو ابراہیم نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم اپنے صاحب کے پاس آئیں گے کہ جس کی وحشت و
گھبراہٹ کو خدا امن میں تبدیل کرے اور تاکہ اسے معلوم ہو کہ ہماری نصرت
اس کے لیے کس قدر ہے تاکہ اس کی اور اس کے ساتھیوں کی قوت و طاقت میں
اضافہ ہو جب کہ میں مامون نہیں ہوں کہ دشمن اس پر آ گیا ہو پھر ابراہیم چل کر
مختار کے دروازے پر پہنچا تو سنا کہ آوازیں بلند ہو رہی ہیں اور لوگ ایک دوسرے
سے جنگ کر رہے ہیں اور شبث بن ربعی سبخہ کی طرف سے آیا ہے اور مختار نے
اس کے لیے یزید ابن انس کو تیار کیا ہے اور حجار بن ابجر عجلی آیا ہے اور مختار
نے اس کے سامنے احمر بن شمیط کو قرار دیا پس اس اثنا میں کہ وہ جنگ کر رہے
تھے کہ اچانک ابراہیم قصر الامارہ کی طرف سے آیا اور حجار اور اس کے ساتھیوں
کو خبر پہنچی کہ ابراہیم پیچھے سے ان کی طرف آ گیا ہے تو وہ گلی کوچوں میں اس کے
آنے سے پہلے ہی تتر بتر ہو گئے اور قیس بن طہفہ نہدی تقریباً سو افراد کے ساتھ

آگیا اور وہ مختار کے ساتھیوں میں سے تھا اس نے شبث بن ربعی پر حملہ کر دیا اور وہ یزید بن انس سے لڑ رہا تھا پس اس نے ان کا راستہ چھوڑ دیا اور یہ اکٹھے ہو گئے اور شبث ابن مطیع کے پاس چلا اور اس سے کہا کہ تمام امراء کو جمع کرو جو جبانوں میں ہیں اور تمام لوگوں کو بھی پھر انہیں ان لوگوں کی طرف بھیجو اور ان سے جنگ کرو کیونکہ ان کا معاملہ قوت پکڑ گیا ہے اور مختار نے خروج کر دیا ہے اور ظاہر ہو گیا ہے اور اس کا امر حکومت مجتمع ہو رہا ہے۔

جب اس کی بات مختار تک پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ سبخہ میں دیر ہند کے پیچھے جا اترا اور ابو عثمان نہدی نکلا اور اس نے قبیلہ شاکر میں منادی کی اور وہ اپنے گھروں میں مجتمع تھے اور وہ اپنے آپ کو ظاہر کرنے سے ڈرتے تھے کیونکہ کعب خشعمی ان کے قریب تھا اور اس نے گلی کوچوں کے سروں پر قبضہ کر رکھا تھا جب ان کے پاس ابو عثمان آیا اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تو اس نے پکارا "یالثارات الحسین اے حسین کے خون کا بدلہ لینے میں سرشار لوگو"، یامنصور امت امت

اے ہدایت یافتہ قبیلہ آل محمد کا امین اور ان کا وزیر خروج کر چکا ہے اور وہ دیر ہند میں اترا ہوا ہے اور مجھے تمہاری طرف داعی اور مبشر بنا کر بھیجا ہے پس باہر نکل آؤ خدا تم پر رحم کرے پس وہ یالثارات الحسین پکارتے ہوئے باہر آ گئے اور کعب سے جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ اس نے راستہ چھوڑ دیا اور وہ مختار کی طرف بڑھے اور اس کے ساتھ اتر پڑے اور عبداللہ بن قتادہ تقریباً دو سو افراد میں نکلا اور مختار کے ساتھ پڑاؤ ڈالا اور ان سے

بھی کعب متعرض ہوا تھا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ وہ اس کی قوم کے لوگ ہیں تو انہیں چھوڑ دیا۔

اور شبام قبیلہ رات کے آخری حصہ میں نکلا جو قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ ہے ان کی اطلاع عبد الرحمٰن بن سعید ہمدانی کو ہوگئی تو اس نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر تم مختار کے پاس جانا چاہتے ہو تو جبانہ سبیع سے نہ گزرو پس وہ مختار سے جا کر مل گئے پس مختار کے پاس بارہ ہزار افراد میں سے کہ جنہوں نے اس کی بیعت کی تھی تین ہزار آٹھ سو آدمی پہنچ گئے پس یہ لوگ صبح صادق سے پہلے اس کے پاس جمع ہوئے جب صبح ہوئی تو وہ اپنی تیاری سے فارغ ہو چکا تھا اور اپنے ساتھیوں کو رات کے اندھیرے میں نماز پڑھائی۔

اور ابن مطیع نے جبانوں کی طرف پیغام بھیجا اور جو لوگ وہاں تھے انہیں حکم دیا کہ مسجد میں آئیں اور راشد بن ایاس کو حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کرے کہ ہم اس شخص سے بری الذمہ ہوں جو آج رات مسجد میں نہ آیا پس وہ لوگ جمع ہوئے پس ابن مطیع نے شبث بن ربعی کو تقریباً تین ہزار فوج کے ساتھ مختار کی طرف بھیجا اور راشد بن ایاس کو چار ہزار پولیس کے سپاہیوں میں پس شبث مختار کی طرف گیا اور اس کو بھی اطلاع مل گئی اور وہ صبح کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا پس اس نے بھیجا اسے جو ان کی خبر لایا اور جو مختار کے پاس اس وقت آیا تھا وہ سعر بن ابو سعر حنفی تھا اور وہ اس کے ساتھیوں میں سے تھا وہ اس کے پاس آنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا مگر اسی وقت اس نے راشد بن ایاس کو راستہ میں دیکھا تھا لہذا اس کی خبر

فوج نے حملہ کیا لیکن یہ اپنی جگہ پر ڈٹے رہے اور ان سے یزید بن انس نے کہا اے جماعت شیعہ تمہیں قتل کیا جاتا تھا اور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹے جاتے تھے اور تمہاری آنکھیں پھوڑی جاتی تھیں اور تمہیں کھجوروں کے تنوں پر سولی چڑھایا جاتا تھا تمہارے نبی کے اہل بیت کی محبت میں جب کہ تم اپنے گھروں میں اور اپنے دشمن کی اطاعت میں ہوتے تھے اب تمہارا ان لوگوں کے بارے میں کیا گمان ہے اگر آج یہ ہم پر غالب آگئے خدا کی قسم یہ تمہاری کسی آنکھ کو پھڑکتا دیکھ کر نہیں چھوڑیں گے اور تمہیں باندھ کر قتل کریں گے اور تم ان سے اپنی اولاد اپنی ازواج اور اپنے مال میں وہ کچھ دیکھو گے کہ جس سے موت بہتر ہے خدا کی قسم تمہیں ان سے نجات نہیں دے سکتا مگر سچائی، صبر و تحمل اور درست نیزہ زنی اور پے درپے تلوار کی ضرب پس حملہ کے لیے تیار ہو جاؤ پس وہ تیار ہو کر اس کے حکم کا انتظار کرنے لگے اور اپنے گھٹنے زمین پر ٹیک دیئے باقی رہے ابراہیم بن اشتر تو اس کا راشد سے سامنا ہوا اچانک اس کے ساتھ چار ہزار فوج تھی تو ابراہیم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان کی کثرت سے تمہیں ہول و خوف نہ ہو خدا کی قسم بعض اوقات ایک مرد دس سے بہتر ہوتا ہے اور خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور خذیمہ بن نصر گھڑسواروں میں ان کی طرف بڑھا اور خود اتر کر پیدل فوج کے ساتھ چلنے لگا اور ابراہیم اپنے علمدار سے کہتے جاتے تھے تم اپنا علم آگے بڑھاؤ اور ان کے ساتھ چلو

اور لوگوں نے گھمسان کی جنگ کی اور خزیمہ بن نصر عبسی نے راشد پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور پھر پکار کر کہا کہ رب کعبہ کی قسم میں نے راشد کو قتل کر دیا تو راشد کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور ابراہیم و خزیمہ اور

بھی مختار کو دی پس مختار نے ابراہیم بن اشتر کو راشد کی طرف سات سو افراد میں اور بعض کہتے ہیں کہ چھ سواروں اور چھ سو پیادوں میں بھیجا اور نعیم بن ہبیرہ نے اپنے بھائی مسقلہ بن ہبیرہ کو تین سو سواروں اور چھ سو پیادوں میں بھیجا اور اس کو شبث بن ربعی اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا اور دونو کو جلدی جنگ کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ دشمن کے نزدیک نہ جانا کیونکہ وہ ان دونو کی تعداد سے کثرت میں ہیں پس ابراہیم راشد کی طرف گیا اور مختار نے یزید بن انس کو شبث بن ربعی والی مسجد کی جگہ پر نو سو افراد میں اس سے آگے بھیجا اور نعیم شبث کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے سخت جنگ کی پس نعیم نے سعر بن ابوسعر کو گھڑ سواروں کا سردار بنایا اور وہ خود پیادوں کے ساتھ چلا اور ان سے جنگ کی یہانتک کہ سورج چمکا اور اس کی روشنی پھیل گئی تو شبث کے ساتھی بھاگ کر گھروں میں چھپ گئے شبث نے انہیں پکارا اور برانگیختہ کیا تو ان میں سے ایک جماعت اس کی طرف پلٹ آئی اور انہوں نے نعیم کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا اور وہ تتر بتر ہو گئے اور انہیں شکست دے دی لیکن نعیم نے صبر و تحمل دکھایا اور وہ مارا گیا اور سعر بن ابوسعر اور اس کے ساتھیوں کی ایک جماعت اسیر ہو گئی پس شبث نے عربوں کو چھوڑ دیا اور غلاموں کو قتل کر دیا اور پھر شبث نے آ کر مختار کو گھیرے میں لے لیا اور وہ نعیم کے قتل ہونے سے کمزور ہو گیا تھا۔

اور ابن مطیع نے یزید بن حارث بن رویم کو دو ہزار کا لشکر دیکر بھیجا جو گلی کوچوں کے موہنوں پر کھڑے ہو گئے اور مختار نے یزید بن انس کو گھڑ سواروں کی کمان دی اور وہ خود پیادوں کے ساتھ چلا پس اس پر شبث کی گھڑ سوار

جو لوگ ان دونوں کے ساتھ تھے راشد کے قتل کے بعد مختار کی طرف آ چکے مختار کے پاس راشد کے قتل کی بشارت دینے والا اور بشارت والا بھیجا تو مختار اور اس کے ساتھیوں نے تکبیر کی آواز بلند کی اور ان کے دل قوی ہو گئے اور ابن مطیع کے ساتھیوں میں کمزوری اور بزدلی آ گئی۔

اور ابن مطیع نے حسان بن قائد بن بکر عبسی کو ایک کافی لشکر میں جو دو ہزار کے قریب تھا بھیجا اور وہ ابراہیم کے سامنے آیا تاکہ اس کو ابن مطیع کے جو ساتھی سبخہ میں تھے ان سے روکے تو ابراہیم ان کی طرف بڑھا تو وہ جنگ کئے بغیر شکست کھا گئے۔

اور حسان پیچھے ہٹ کر اپنے ساتھیوں کو گرماتا تھا کہ اس پر خذیمہ نے حملہ کیا اور اس کو پہچان اور کہا اے حسان اگر قرابت و رشتہ داری نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کر دیتا پس اپنے آپ کو نجات دو پس اس کے گھوڑے کا پیر پھسلا اور وہ گر پڑا پس لوگ اس کی طرف بڑھے تو وہ کچھ دیر لڑتا رہا تو خذیمہ نے اس سے کہا تیرے لیے امان ہے اپنے آپ کو قتل نہ کرو اور لوگوں کو اس سے روکا اور ابراہیم سے کہا یہ میرا چچا زاد ہے اور میں نے اس کو امان دی ہے ابراہیم نے کہا "احسنت" تو نے بہت اچھا کیا ہے پس اس کا گھوڑا لانے کا حکم دیا تو لوگ اسے لے آئے اور اسے سوار کر کے کہا اپنے گھر والوں میں پہنچ جاؤ۔

اور ابراہیم مختار کی طرف بڑھا جب کہ شبث بن ربعی نے مختار کو گھیر رکھا تھا پس یزید بن حارث نے اس کا سامنا کیا جو سبخہ کے قریب کے گلی کوچوں کے منہ پر مامور تھا پس وہ ابراہیم کی طرف بڑھا تاکہ اسے

شبث اور اس کے ساتھیوں سے روکے تو ابراہیم نے اس کی طرف اپنے ساتھیوں میں سے ایک گروہ خذیمہ بن نصر کے ساتھ بھیجا اور خود مختار کی طرف چلا اور شبث اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ وہاں تھا جب ابراہیم ان کے قریب پہنچا تو شبث پر حملہ کیا اور یزید بن انس نے بھی حملہ کیا تو شبث اور اس کے ساتھی کوفہ کے گھروں کی طرف شکست کھا کر بھاگ گئے اور خذیمہ بن نصر نے یزید بن حارث پر حملہ کر کے اسے بھی بھگا دیا اور خود کوچوں کے موہنوں اور گھروں کے اوپر ازدحام کر لیا اور مختار آگے بڑھا جب وہ کوچوں کے موہنوں پر پہنچا تو تیر اندازوں نے اس پر تیر برسائے اور اس طرف سے اسے کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔

اور سبخہ سے لوگ شکست کھا کر ابن مطیع کے پاس پلٹ آئے اور اسے راشد بن ایاس کے قتل کی خبر بھی ملی تو وہ پریشان ہو گیا تو اس سے عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا اے شخص اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال لوگوں کی طرف نکل اور انہیں دشمن کے مقابلہ کے لیے آمادہ کر کیوں کہ لوگ بہت سے ہیں اور وہ سب تمہارے ساتھ ہیں سوائے اس گروہ کے کہ جنہوں نے خروج کیا ہے خدا انہیں رسوا و ذلیل کرے گا اور میں پہلا شخص تیری دعوت پر لبیک کہتا ہوں پس میرے ساتھ ایک گروہ کو بلا بھیج اور میرے غیر کے ساتھ ایک گروہ

پس ابن مطیع نکلا اور لوگوں میں جا کھڑا ہوا اور انہیں شکست کھانے پر سرزنش و توبیخ کی اور انہیں مختار اور اس کے ساتھیوں کی طرف نکلنے کا حکم دیا۔

سردار بھی تھے سوائے عمرو بن حریث کے کہ وہ اپنے گھر آیا تھا اور پھر صحرا کی طرف چلا گیا اور مختار آکر بازار کے پہلو میں اتر پڑا اور ابراہیم کو قصر الامارہ کے حصار کرنے پر مقرر کیا تھا اور اس کے ساتھ یزید بن انس اور احمر بن شمیط بھی تھا پس انہوں نے تین دن تک محاصرہ جاری رکھا پس محاصرہ سخت ہو گیا تو شبث نے ابن مطیع سے کہا اپنے لیے اور جو آپ کے ساتھ ہیں ان کے لیے کچھ سوچ بچار کر دکیونکہ خدا کی قسم ان کے پاس آپ سے اور اپنے نفوس سے کوئی چیز بے پرواہ کرنے والی نہیں ہے ابن مطیع نے کہا کہ مجھے کوئی مشورہ دو تو شبث نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ اپنے لیے اور ہمارے لیے ان سے امان طلب کرو اور نکل چلو اور اپنے آپ کو اور جو آپ کے ساتھ ہیں انہیں ہلاکت میں نہ ڈالو ابن مطیع نے کہا میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میں اس سے امان لوں جب کہ امیر.... کے لیے حجاز اور بصرہ میں معاملات ٹھیک ٹھاک ہیں تو اس نے کہا کہ پھر اس طرح نکل جاؤ کہ کوئی نہ سمجھے اور کوفہ میں کسی باوثوق شخص کے ہاں جا کر مہمان ہو جاؤ یہاں تک کہ اپنے صاحب سے جا ملو، اور یہی مشورہ عبدالرحمٰن بن سعید اسماء بن خارجہ، ابن مخنف اور اشراف وسرداران کوفہ نے دیا پس وہ شام تک وہیں رہا اور ان سے کہا کہ وہ جو لوگ کہ جنہوں نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ تمہارے پست اور کمین لوگ ہیں اور تمہارے اشراف و بزرگ اور تم ہی سے اہل فضل سب سنتے اور اطاعت کرتے ہیں اور میں یہ بات اپنے صاحب کو پہنچاؤں گا اور اسے تمہارا اطاعت کرنا اور جہاد کرنا بتاؤں گا یہاں تک کہ خدا ہی اپنے امر

پر غالب ہے پس انہوں نے اس کی اچھی تعریف کی۔

اور وہ ان سے نکل کر ابو موسیٰ کے گھر آیا پس ابن اشتر آیا اور قصر الامارۃ میں اتر گیا اور اس کے ابن مطیع کے ساتھیوں نے دروازہ کھولا اور کہا اے فرزند اشتر ہم امان میں ہیں اس نے کہا کہ تم امان میں ہو پس انہوں نے نکل کر مختار کی بیعت کر لی اور مختار قصر میں داخل ہوا اور اس میں رات گزاری اور صبح کے وقت اشراف الناس اور رؤسا مسجد و قصر کے دروازے پر آئے اور مختار باہر نکلا اور منبر پر گیا اور خدا کی حمد و ثنا کی اور کہا حمد ہے اس خدا کی کہ جس نے اپنے ولی و دوست کو نصرت کا وعدہ دیا اور اپنے دشمن کو خسران کا اور اس کو اس میں آخر زمانہ تک ہو جانے والا وعدہ اور پوری ہونے والی قضاو قدر قرار دیا اور جس نے افترا باندھا وہ نامراد ہے اے لوگو ہمارے لیے ایک علم بلند کیا گیا اور ایک مدت مقرر کی گئی پس ہمیں اس جھنڈے کے بارے میں کہا گیا کہ اس کو اٹھائے رکھو اور غایت و مدت کے بارے میں کہا گیا کہ اس تک چلتے رہو اور اس سے تجاوز نہ کرو تو ہم نے بلانے والے کی دعوت اور وعدہ دینے والے کی بات کو سنا اور کتنے ہیں موت کی خبر دینے والے مرد و عورتیں شور و غوغا میں اور دوری ہے اس کے لیے جو طغیان و سرکشی کرے اور منہ پھیرے اور نافرمانی کرے اور جھوٹ بولے اور روگردانی کرے خبردار پس داخل ہو جاؤ اے لوگو اور ہدایت کی بات میں داخل ہو جاؤ قسم ہے اس کی جس نے آسمان کو رکی ہوئی چھت اور زمین کو مختلف راستہ قرار دیا ہے تم نے علی بن ابی طالب علیہ السلام

اور آل علیؑ کی بیعت کے بعد کوئی بیعت اس بیعت سے زیادہ ہدایت یافتہ نہیں کی ہے، پھر مختار منبر سے اترا اور اشراف کوفہ اس کے دربار میں آئے۔

اور اس کی بیعت کی اللہ کی کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی سنت اور اہل بیعت کے خون کے مطالبہ اور محرمات خدا کو حلال قرار دینے والوں سے جہاد اور ضعفاء و کمزوروں سے دفاع اور جو ہم سے جنگ کرے اس سے جنگ کرنے اور جو ہم سے صلح کرے اس سے صلح کرنے پر اور بیعت کرنے والوں میں سے منذر بن حسان اور اس کا بیٹا حسان بھی تھا جب وہ دونو مختار کے ساتھ نکلے تو ان کے سامنے سعید بن منقذ ثوری شیعوں کی ایک جماعت میں جب انہوں نے ان دونو کو دیکھا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم یہ دونو جباروں کے سرغنوں میں سے ہیں - انہوں نے منذر اور اس کے بیٹے حسان کو قتل کر دیا انہیں سعید نے منع کیا کہ جب تک مختار سے حکم نہ لیں لیکن وہ نہ رکے جب مختار نے سنا تو اسے ناپسند کیا اور مختار لوگوں کو تمنا و آرزو دیتا رہا اور اشراف و رؤساء کی مودت و محبت کو اپنی طرف کھینچتا رہا اور اچھی سیرت سے پیش آتا رہا اور اس سے کہا گیا کہ ابن مطیع ابو موسیٰ کے گھر میں ہے تو وہ خاموش رہا جب رات ہوئی تو اس کے لیے ایک لاکھ درہم بھیجا اور کہا اس کے ساتھ سامان سفر تیار کر دے مجھے تیری جگہ کا علم تھا اور یہ کہ تجھے خروج و نکلنے سے کوئی چیز مانع نہیں سوائے خارج کے نہ ہونے کے اور دونو کے درمیان دوستی تھی۔

اور مختار نے بیت المال میں نو لاکھ درہم پائے تو انہیں ان ساتھیوں میں تقسیم کیا اور جو کے ساتھ ل کر ابن مطیع کے قصر میں محصور ہونے کے

زمانہ میں جنگ کرتا رہا تھا اور وہ تین ہزار پانچسو افراد تھے ان میں سے ہر ایک کو پانچسو درہم آئے اور اپنے ان چھ ہزار ساتھیوں کی جو قصر کے محاصرہ کے بعد آئے اور وہ رات اور وہ تین دن اس کے ساتھ گزارے دو سو درہم دیئے اور لوگوں کا اچھا استقبال کیا اور اشراف قبائل کو اپنا ہم نشین بنایا اور پولیس کی کمان عبداللہ بن کامل شاکری کو اور فوج کی کمان ابو عمرہ کیسان کو دی۔

پس ابو عمرہ ایک دن مختار کے سر پہ کھڑا تھا جب کہ مختار اشراف اور رؤسا شہر کی طرف بات کرنے اور چہرہ کے ساتھ متوجہ تھا تو موالی میں سے اس کے بعض ساتھیوں نے ابو عمرہ سے کہا کیا ابو اسحاق کو دیکھتے نہیں ہو کہ وہ عربوں کی طرف متوجہ ہے ہماری طرف دیکھتا بھی تو مختار نے اسی سے اس بات کے بارے میں سوال کیا جو انہوں نے کہی تھی تو اس نے اسے بتادی تو اس سے کہا کہ انہیں کہو کہ یہ بات ان پہ شاق اور دشوار نہ گزرے تم مجھ سے ہو اور میں تم میں سے ہوں اور کافی دیر خاموش رہ کر پھر یہ آیت پڑھی انا من المجرمین منتقمون ۔ (ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں) جب انہوں نے یہ آیت سنی تو ایک دوسرے سے کہا کہ تمہیں بشارت ہو گویا تم خدا کی قسم قتل کر دگے یعنی رؤسا کو

اور پہلا جھنڈا جو مختار نے باندھ کر دیا وہ عبداللہ بن حارث اشتر کے بھائی کا تھا اسے ارمینیہ کا حاکم بنایا اور محمد بن عمیر بن عطارد کو آذربیجان کا اور عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس کو موصل پہ حاکم بنا کر بھیجا اور اسحٰق بن مسعود کو مدائن اور جوخی کی زمین پہ اور قدامہ بن ابو عیسیٰ بن زمعہ نضری

ثقیف کے حلیف وہم قسم کو بھقباذ الاعلی پر اور محمد بن کعب بن قرظہ کو بھقباذ اوسط پر اور سعد بن حذیفہ بن یمانؓ کو حلوان پر اور اسے کردوں سے جنگ کرنے اور راستوں کو قائم و سیدھا رکھنے پر مامور کیا۔

اور ابن زبیر نے موصل پر محمد بن اشعث بن قیس کو گورنر بنایا تھا جب مختار کی حکومت قائم ہوئی اور اس نے عبدالرحمٰن بن سعید کو امیر بنا کر موصل بھیجا تو محمد وہاں سے تکریت چلا گیا یہ انتظار کرتا رہا کہ لوگوں کا معاملہ کہاں پہنچتا ہے پھر مختار کے پاس جا کر اس کی بیعت کرلی۔

جب مختار ان امور سے فارغ ہوا جو چاہتا تھا تو اب لوگوں کے لیے بیٹھنے لگا اور ان کے فیصلے کرنے لگا اس کے بعد کہا کہ میں جو مقصد رکھتا ہوں اس کی وجہ سے قضاوت و فیصلہ کرنے سے مشغول ہوں لہذا شریح کو نصب کیا کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرے پھر شریح ان سے ڈر گیا اور اپنے آپ کو بیمار بنا لیا اور وہ کہا کرتے تھے کہ وہ عثمانی مذہب ہے اور اس نے حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی تھی اور ہانی بن عروہ نے جو پیغام اسے دیا تھا وہ اس نے نہیں پہنچایا اور حضرت علیؓ نے اسے قضاوت سے معزول کر دیا تھا جب یہ خبریں شریح تک پہنچیں تو اس نے اپنے آپ کو مریض بنا لیا تو مختار نے اس کی جگہ عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کو مقرر کیا پھر عبداللہ بیمار ہو گیا تو اس کی جگہ عبداللہ بن مالک طائی کو مقرر کیا۔

قاتلین امام حسینؑ کو مختار کا قتل کرنا

اور اسی سال یعنی چھیاسٹھ میں مختار کوفہ میں جو حسین کے قاتل تھے ان پر پل پڑے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مروان بن حکم کی حکومت جب منظم و مرتب ہو گئی تو اس نے دو لشکر بھیجے ایک حجاز کی طرف کہ جس کی کمان حبیش بن الجنہ قینی کے ہاتھ میں تھی اور دوسرا لشکر عراق کی طرف عبید اللہ بن زیاد کے ساتھ روانہ کیا اور ہم ذکر کر چکے ہیں اس کے اور توابین کے درمیان جو امور واقع ہوئے تھے اور مروان نے ابن زیاد کے لیے تمام وہ مال قرار دیا ہے جس پر اس کو غلبہ حاصل ہو اور یہ کہ وہ کوفہ کو تین دن تک لوٹ سکتا ہے پس وہ جزیرہ میں رکا رہا کہ جس میں قیس عیلان تھا زفر بن حارث سمیت کہ جو ابن زبیر کی اطاعت میں تھے پس عبید اللہ بن زیاد تقریباً ایک سال عراق سے انہیں میں الجھا اور مشغول رہا پس مروان مر گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا عبد الملک بن مروان خلیفہ بنا اور اس نے ابن زیاد کو اس منصب پر برقرار رکھا جو اس کے باپ نے اسے دیا تھا اور اسے اپنے کام میں جدو جہد کرنے کا حکم دیا جب اس سے زفر اور جو اس کے ساتھ تھے قیس وغیرہ میں سے کے متعلق اس سے کچھ نہ ہو سکا تو موصل کی طرف آیا پس عبد الرحمٰن بن سعید مختار کے عامل نے مختار کو لکھا جس میں موصل کی زمین میں ابن زیاد کے دخول کی خبر دی اور یہ کہ وہ اس کی وجہ سے موصل سے تکریت کی طرف ہٹ گیا ہے پس مختار نے یزید بن انس اسدی کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ وہ موصل کی طرف چلا جائے

پس وہ اس کی قریب ترین زمین میں جاکر رہے یہاں تک کہ وہ اس کو لشکروں
سے امداد بہم پہنچائے یزید نے اس سے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں تین
ہزار شاہسوار انتخاب کر دوں اور پھر مجھے چھوڑ دو اس بہت کے لیے جدھر
مجھے متوجہ کرتے ہو اگر مجھے ضرورت ہوئی تو میں آپ کو لکھونگا کہ آپ میری
امداد کریں مختار نے اس کی بات قبول کر لی اور اسے پس اس کے لیے
تین ہزار افراد انتخاب کیے اور وہ کوفہ سے چلا اور اس کے ساتھ مختار
اور دوسرے لوگ اس کی مشایعت کے لیے چلے جب اسے وداع کیا تو
اس سے کہا جب دشمن سے آمنا سامنا ہو تو انہیں مہلت نہ دے اور
جب تجھے فرصت مل جائے تو تاخیر نہ کر اور تیرے ہر دن کی خبر میرے
پاس ہونا چاہیئے اور اگر تجھے مدد کی ضرورت ہو پس مجھے لکھو اس کے
باوجود میں تیری مدد بھیجتا اگرچہ تم مدد نہ بھی مانگو کیونکہ یہ چیز تیرے
کندھے کو زیادہ مضبوط اور دشمن کو زیادہ مرعوب کرنے والی ہے
لوگوں نے اس کے لیے سلامتی کی دعا کی اور اس نے ان کے لیے کی پس
اس نے ان سے کہا کہ میرے لیے خدا سے شہادت کی دعا کرو خدا کی
قسم اگر فتح و نصرت مجھ سے فوت ہو جائے تو شہادت مجھ سے فوت
نہ ہو گی

اور مختار نے عبدالرحمٰن بن سعید کو لکھا کہ یزید اور شہروں کے
درمیان مانع ہٹالے پس یزید مدائن میں گیا پھر ارض جوخی اور راذانات
میں گیا موصل کی سرزمین تک پس باقلی (بانلی خرل) میں جا اترا اور اس
کی اطلاع ابن زیاد کو بھی ہو گئی تو اس نے کہا کہ میں ہزار کی طرف دو

ہزار بھیجوں گا پس اس سے ربیعہ بن مخارق غنوی کو تین ہزار میں اور عبداللہ
بن حملہ خثعمی کو تین ہزار میں پس ربیعہ عبداللہ سے ایک دن پہلے گیا اور بابلی
میں یزید بن انس کے قریب جا اترا پس یزید بن انس نکلا جب کہ وہ بہت
سخت بیمار تھا ایک گدھے پر سوار تھا کہ اسے چند مردوں نے پکڑ رکھا
تھا پس اپنے ساتھیوں کے سامنے کھڑا ہوا اور انہیں تیار کیا اور جنگ
کے لیے برانگیختہ کیا اور ان سے کہا کہ اگر میں کام آ گیا تو تمہارا امیر ورقاء
بن عازب اسدی ہے اور اگر وہ بھی ختم ہو گیا تو تمہارا امیر عبداللہ بن
ضمرہ عذری ہے اگر وہ ہلاک ہو جائے تو تمہارا امیر سعر بن ابو سعر حنفی
ہے اور اپنے میمنہ پر عبداللہ کو اور میسرہ پر سعر کو قرار دیا اور گھڑ سوارول
پر ورقاء کو اور خود سواری سے اتر کر پیادوں کے سامنے ایک پلنگ پر
رکھا گیا اور کہا چاہو تو اپنے امیر سے دفاع کرتے ہوئے جنگ کرو یا بھاگ
جاؤ وہ لوگوں کو حکم دیتا تھا کہ وہ یہ کریں پھر اسے غشی طاری ہو جاتی تھی
اور پھر اسے افاقہ ہوتا اور لوگوں نے عرفہ کے دن صبح پھوٹتے ہی جنگ شروع
کی اور چاشت کے وقت تک گھمسان کی لڑائی ہوئی اور اہل شام شکست
کھا گئے اور ان کی چھاؤنی پر قبضہ کر لیا اور یزید کے ساتھی ربیعہ تک پہنچ
گئے جب کہ اس کے ساتھی اس سے بھاگ گئے تھے اور وہ انہیں پکار رہا
تھا اے اولیاء حق میں ابن مخارق ہوں تم بھاگے ہوئے غلاموں سے جنگ
کر رہے ہو کہ جنہوں نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے اور جو اس سے خارج
ہو گئے ہیں پس ایک جماعت اس کے پاس اکٹھی ہو گئی جنہوں نے اس سے
مل کر جنگ کی پس سخت لڑائی ہوئی پھر اہل شام شکست کھا گئے اور

ربیعہ بن مخارق مارا گیا جسے عبداللہ بن ورقاء اسدی اور عبداللہ بن حمزہ عذری نے قتل کر دیا پس شکست خوردہ فوج تھوڑی دیر چلی تھی کہ انہیں عبداللہ بن جملہ تین ہزار کی فوج سے ملا پس شکست خوردہ اس کے ساتھ پلٹ آئے، اور ربیذ یا قلی (رباتلی) میں اترا اور رات بھر ایک دوسرے سے نگہبانی اور حفاظت کرتے رہے جب یوم اضحی (قربانی کا دن) کی صبح ہوئی تو جنگ کی طرف نکلے اور شدید جنگ کی پھر اتر کر ظہر کی نماز پڑھی پھر دوبارہ جنگ شروع کی اور اہل شام شکست کھا گئے اور ابن جملہ ایک جماعت میں رہ گیا پس اس نے شدید جنگ کی لیکن اس پر عبداللہ بن قراد خثعمی نے حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا اور اہل کوفہ نے ان کے لشکر کو گھیرے میں لے کر انہیں بری طرح قتل کیا اور ان میں سے تین سو افراد قید کر لیے اور یزید بن انس نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ جب کہ اس کے آخری رمق دسانس تھے پس انہوں نے انہیں قتل کر دیا پھر وہ دن کے آخر میں فوت ہو گیا اور اس کو اس کے ساتھیوں نے دفن کر دیا پس وہ پریشان سے ہو گئے اور وہ ورقاء بن عازب اسدی کو اپنا جانشین بنا گیا تھا اس نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر اپنے ساتھیوں سے کہا تمہاری کیا رائے ہے مجھے خبر ملی ہے کہ ابن زیاد اسی ہزار فوج کے ساتھ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے اور میں تم میں سے ایک شخص ہوں لہٰذا مجھے مشورہ دو کیونکہ ان حالات میں مجھے اہل شام سے مقابلہ کرنے کی طاقت و قوت نظر نہیں آتی اور یزید فوت ہو گیا اور ہمارے ساتھ جو لوگ تھے ان میں سے بھی کچھ چلے گئے ہیں اب اگر ہم اپنی مرضی

سے واپس جائیں تو یہ لوگ کہیں گے کہ ہم ان سے اس بنا پر مڑ آئے ہیں کہ ہمارا امیر فوت ہو گیا ہے اور یہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے اور اگر آج ان کا سامنا کرتے ہیں تو ہم خطرے میں ہیں اگر آج انہوں نے ہمیں شکست دے دی تو کل جو شکست ہم نے انہیں دی ہے وہ ہمارے لیے نفع بخش نہیں ہو گی تو انہوں نے کہا کہ آپ کی رائے اچھی ہے اور واپس چلے گئے پس یہ خبر مختار اور کوفہ کو پہنچی تو لوگوں نے مختار کو بھڑکایا اور کہا کہ یزید کو قتل کر دیا گیا اور اس بات کی تصدیق نہ کی کہ وہ اپنی موت مرا ہے۔

پس مختار نے ابراہیم بن اشتر کو بلایا اور اس کو سات ہزار کے لشکر کا امیر بنایا اور کہا کہ جاؤ اور جب یزید بن انس کے لشکر سے ملاقات ہو تو ان پر بھی تم ہی امیر ہو انہیں اپنے ساتھ داخل کر لو یہاں تک کہ ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں سے آمنا سامنا ہو پس ان سے جنگ کر و پس ابراہیم نے اپنی لشکر گاہ حمام اعین بنائی اور چل پڑا جب وہ چلا گیا تو اشراف و سردار کوفہ شیث بن ربعی کے ہاں جمع ہوئے اور کہا خدا کی قسم مختار ہم پر ہماری مرضی کے بغیر امیر بنا تا تھا اور ہمیں ہمارے موالیوں کے ذریعہ اذیت و تکلیف پہنچائی ہے پس انہیں گھوڑوں پر سوار کیا ہے اور ہمارا مال فئی انہیں دیا ہے اور شیث ان کا شیخ اور بڑا تھا اور زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کا سردار و بڑا تھا تو اس نے کہا مجھے چھوڑ و میں اس سے ملاقات کرتا ہوں پس وہ مختار کے پاس گیا پس کوئی چیز نہ چھوڑی کہ جس کا انہوں نے برا منایا تھا مگر یہ کہ اس کے سامنے ذکر کی پس شروع ہوا کہ کوئی چیز و خصلت ذکر نہیں کرتا تھا مگر یہ کہ مختار اس سے کہتا کہ اس سلسلہ میں انہیں راضی

کرونگا اور ہر وہ چیز لاؤں گا جسے وہ پسند کرتے ہیں شبیث نے اس کے سامنے موالی اور ان کا فئی میں شریک ہونا ذکر کیا تو مختار نے کہا اگر میں موالیوں (آزاد شدہ غلام یا غیر عرب لوگ) کو چھوڑ دوں اور تمہارا مال فئی تمہارے لیے قرار دوں تو تم میرے ساتھ مل کر بنی امیہ اور ابن زبیر سے جنگ کرو گے اور مجھے اس وعدہ کے پورے کرنے پر اللہ کا عہد و میثاق اور ایسی قسمیں کہ جن سے میں مطمئن ہو جاؤں دو گے تو شبیث نے کہا یہاں تک میں اپنے ساتھیوں سے ملوں اور ان سے یہ ذکر کروں پس وہ ان کے پاس گیا واپس لوٹ کر مختار کے پاس نہ آیا اور ان کا اتفاق ہو گیا مختار سے جنگ کرنے پر۔

پس اکٹھے ہوئے شبیث بن ربعی، محمد بن اشعث، عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس اور شمر یہاں تک کہ کعب بن ابوکعب خشعمی کے پاس گئے اور اس سے اسی سلسلہ میں گفتگو کی تو اس نے ان کی بات قبول کر لی اس سے نکل کر عبدالرحمٰن بن مخنف ازدی کے پاس گئے اور اسے اس چیز کی دعوت دی تو اس نے کہا اگر تم میری اطاعت کرو تو مختار کے خلاف خروج نہ کرو انہوں نے اس سے کہا کہ کیوں؟ اس نے کہا مجھے خوف ہے کہ تم میں افتراق و اختلاف پیدا ہو جائے گا اور اس شخص کے ساتھ تمہارے شجاع و بہادر اور شہسوار ہیں مثل فلاں و فلاں کے پھر اس کے ساتھ تمہارے غلام و موالی ہیں اور ان سب کا اتفاق و اتحاد ہے اور تمہارے موالی تم پر زیادہ سخت غضبناک ہیں تمہارے دشمن سے وہ تمہارے ساتھ عربوں کی شجاعت اور عجموں کی دشمنی کے ساتھ لڑیں گے اور اگر تم اسے تھوڑی سی مہلت دے دو تو تمہاری کفایت ہو جائے گی اہل شام اور اہل بصرہ کے آجانے سے وہ

تمہارے بغیر اس کے لیے کافی ہیں لہذا تم اپنا قوت اپنے اوپر خرچ نہ کرو انہوں نے کہا کہ ہم تمہیں اللہ کی قسم دیتے ہیں کہ تو ہماری مخالفت نہ کر اور ہمارے آراء کو اور جس پر ہم نے اتفاق کر لیا ہے ہمارے خلاف فاسد و خراب نہ کر تو اس نے کہا میں بھی تم ہی سے ایک شخص ہوں جب چاہو خروج کرو

پس ابراہیم بن اشتر کے چلے جانے کے بعد مختار کو خبر پہنچی ان کے خروج کی تو ایک تیز رفتار قاصد ابراہیم بن اشتر کی طرف بھیجا جو اسے ساباط میں جا ملا اور اس کو تیزی سے واپس آنے کا حکم دیا اور ان لوگوں کے پاس بھی اس سلسلہ میں قاصد بھیجا کہ مجھے بتاؤ کیا چاہتے ہو میں ہر وہ کام کرنے کے لیے تیار ہوں جو تمہیں پسند ہو انہوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہم سے الگ ہو جاؤ کیونکہ تو نے قسم کھائی ہے کہ ابن حنفیہ نے تجھے بھیجا ہے حالانکہ انہوں نے تجھے نہیں بھیجا تو مختار نے کہا ان کی طرف تم اپنی طرف سے وفد بھیجو اور میں بھی وفد بھیجتا ہوں پھر اس میں سوچ و بچار کرو تاکہ تمہارے سامنے معاملہ ظاہر ہو جائے اور وہ چاہتا تھا کہ ان باتوں سے انہیں تاخیر میں ڈالے یہاں تک کہ ابراہیم بن اشتر اس کے پاس آ جائے اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور اہل کوفہ نے کوچوں کے منہ اور سرے ان سے اپنے قبضہ میں کر رکھے تھے پس ان تک سوائے تھوڑی بہت چیز کے کچھ نہیں پہنچ سکتا تھا اور عبداللہ بن سبیع میدان میں نکلا اور اس سے بنو شاکر نے گھمسان کی جنگ کی پس عقبہ بن طارق جشمی آیا اور اس نے اس کے ساتھ مل کر کچھ دیر جنگ کی یہاں تک کہ انہیں اس سے پلٹا دیا پھر آگے بڑھا پس عقبہ شمر قیس عیلان کے ساتھ اتر پڑا جبانہ سلول میں اور عبداللہ

بن سبیع اہل یمن کے ساتھ جبانہ سبیع میں اور جب مختار کا قاصد چلا تو ابن اشتر کے پاس اسی دن کی شام کے قریب پہنچا پس ابن اشتر اس رات کے ابتدائی حصہ میں لوٹا پھر اتر کر شام کو کچھ دیر گھوڑوں کو آرام پہنچایا پھر ساری رات چلتا رہا اور اگلے دن بھی اور عصر کے وقت آن پہنچا اور رات مسجد میں گزاری اور اس کے ساتھی طاقتور اس کے ساتھی بھی تھے اور جب اہل یمن جبانہ سبیع میں جمع ہوئے اور نماز کا وقت آیا تو اہل یمن کے ہر سردار کو ناپسند تھا کہ اس کا ساتھی اس سے آگے بڑھے پس انہیں عبدالرحمٰن بن مخنف نے کہا یہ پہلا اختلاف ہے اس کو آگے بڑھاؤ جو تم میں سب کا پسندیدہ ہے سید القراء رفاعہ بن شداد بجلی پس انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہی انہیں نماز پڑھاتا رہا یہاں تک کہ جنگ ہوئی۔

پھر مختار نے بازار میں اپنے ساتھیوں کو تیار کیا اور اس میں کوئی عمارت نہیں تھی پس ابن اشتر کو امیر بنایا اور وہ مضر قبیلہ کی طرف گیا کہ جن کی کمان شبث بن ربعی، اور محمد بن عمیر بن عطارد کر رہا تھا اور وہ کناسہ میں تھے اور اسے خوف ہوا کہ ابن اشتر کو اہل یمن کی طرف بھیجے اور وہ اپنی قوم میں جنگ کرنے میں مبالغہ سے کام نہ لے۔

اور خود مختار اہل یمن کی طرف جبانہ سبیع کی جانب گیا اور عمرو بن سعید کے گھر کے پاس رک گیا اور اپنے آگے احمر بن شمیط بجلی اور عبداللہ بن کامل شاکری کو بھیجا اور دونوں کو اس راستہ کو لازم پکڑنے کا حکم دیا کہ جس کا ان سے ذکر کیا جو جبانہ سبیع کی طرف نکلتا تھا اور پوشیدہ طور پر انہیں بتایا کہ قبیلہ شبام نے اس کو پیغام بھیجا ہے کہ وہ پیچھے سے ان کی

طرف آئیں گے پس وہ گئے جیسا انہیں حکم دیا تھا۔

پس اہل یمن کو ان دونوں کا راستہ معلوم ہو گیا تو وہ متفرق ہو کر ان کی طرف بڑھے اور بڑی سخت جنگ کی جو لوگوں نے دیکھی اس کے بعد احمر بن شمیط اور ابن کامل کے ساتھی شکست کھا گئے اور مختار کے پاس جا پہنچے تو اس نے کہا تمہارے پیچھے کیا خبر ہے تو انہوں نے کہا شکست کھا گئے ہیں اور احمر بن شمیط اترا اور اس کے ساتھ اس کے کچھ ساتھی تھے اور ابن کامل کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ ابن کامل کو کیا ہوا۔

پس مختار ان کو لے کر ان لوگوں کی طرف بڑھا یہاں تک کہ ابو عبداللہ بجلی کے گھر تک پہنچا اور ٹھہر گیا اور اس کے بعد عبداللہ بن قراد خثعمی کو چار سو کے دستہ میں ابن کامل کی طرف بھیجا اور اس سے کہا اگر وہ مارا گیا ہے تو تم اس کی جگہ ہو اور ان لوگوں سے جنگ کرو اور اگر وہ زندہ ہے اس کے پاس اپنے ساتھیوں میں سے تین سو چھوڑ دے اور خود ایک سو کو لیکر جبانہ سبیع میں آجا اور وہاں کے رہنے والوں کے پاس حمام قطن کی طرف آنا۔

پس وہ گیا تو دیکھا کہ ابن کامل اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ملکر جنگ کر رہا ہے کہ جنہوں نے اس کے ساتھ صبر و تحمل کیا ہے پس اس کے پاس تین سو افراد چھوڑے اور ایک سو کو لے کر عبدالقیس کی مسجد تک آیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں اس بات کو تو دوست رکھتا ہوں کہ مختار کو غلبہ حاصل ہو لیکن اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ آج کے دن میرے قبیلہ کے اشراف و بزرگ مارے جائیں خدا کی قسم اگر میں مر

جاؤں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ وہ میرے ہاتھوں ہلاک ہوں لیکن ٹھہر جاؤ میں نے سنا ہے کہ شبام قبیلہ پیچھے سے ان کی طرف آئے گا۔ پس شاید وہ ایسا کریں اور ہم اس سے عافیت میں رہیں پس انہوں نے اس کی بات مان لی اور اس نے عبدالقیس کی مسجد کے پاس رات گزاری۔

اور مختار نے مالک بن عمرو نہدی کو بھیجا اور وہ شجاع و بہادر تھا اور عبداللہ بن شریک نہدی کو چار سو کے دستہ میں احمر بن شمیط کی طرف پس وہ اس تک پہنچے جب کہ قوم اس پر چڑھ آئی تھی اور زیادہ ہو گئے تھے تو اس وقت ان میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔

اور باقی رہا ابن اشتر تو وہ مضر کی طرف گیا اور شبث بن ربعی اور اس کے ساتھیوں سے اس کا سامنا ہوا پس ابراہیم نے ان سے کہا واپس ہو تم پر واپس چلے جاؤ میں پسند نہیں کرتا کہ میرے ہاتھوں مضر قبیلہ موت کا نشانہ بنے انہوں نے انکار کر دیا اور اس سے جنگ کی تو ابراہیم نے انہیں شکست دی اور حسان بن فائد عبسی زخمی ہو گیا اسے اٹھا کر اس کے گھر لے گئے تو وہ مر گیا اور وہ شبث کے ساتھ تھا اور مختار کے پاس مضر قبیلہ کی شکست کی بشارت آئی تو اس نے احمر بن شمیط اور ابن کامل کو خوشخبری کا پیغام بھیجا تو ان کا معاملہ زیادہ مضبوط و سخت ہو گیا۔ پس شبام قبیلہ جمع ہوا اور انہوں نے ابوالقلوص کو اپنا سردار بنا لیا تاکہ اہل یمن پر پیچھے سے حملہ کریں تو ان میں سے بعض نے بعض سے کہا اگر تم اپنی کوشش مضر و ربیعہ پر قرار دو تو زیادہ درست ہے اور ابوالقلوص خاموش رہا تو ان لوگوں نے کہا آپ کیا کہتے ہیں تو اس نے کہا خدا تعالیٰ کہتا ہے

کفار میں سے جو تمہارے
اس پاس ہیں ان سے جنگ کرو، پس وہ اس کے ساتھ اہل یمن کی طرف گئے پس
جب جبانہ سبیع کی طرف نکلے تو کوچہ کے سرے پر انہیں اعسر شاکری ملا تو انہوں
نے اسے قتل کر دیا پس جبانہ میں جب داخل ہوئے تو یالثارات الحسینؑ کا
نعرہ بلند کیا تو یہ نعرہ یزید بن عمیر بن مران ہمدانی نے سنا تو اس نے کہا
یالثارات عثمان تو ان سے رفاعہ بن شداد نے کہا ہمارا عثمان سے کیا
تعلق میں اس قوم سے مل کر جنگ نہیں کرتا جو عثمان کے خون کا مطالبہ چاہتی
ہے پس اس سے اس کی قوم کے کچھ افراد نے کہا تو ہی ہمیں لیکر آیا تھا اور
ہم نے تیری اطاعت کی ہے یہانتک کہ جب ہم نے اپنی قوم کو دیکھا ہے
تلواریں انہیں پکڑ رہی ہیں تو تم نے کہا ہے کہ واپس مڑ جاؤ اور انہیں
چھوڑ دو پس وہ انہیں کی طرف مڑا اور وہ کہہ رہا تھا

"میں ابن شداد ہوں علیؑ کے دین پر ہوں میں عثمان
کا دوست نہیں میں آج جنگ کی آگ کی گرمی میں داخل ہونگا اور اس میں
سستی نہیں کروں گا پس جنگ کر کے مارا گیا یہ رفاعہ پہلے مختار کے ساتھ تھا۔
جب یہ دن آیا تو اہل کوفہ کی معیت میں جنگ کی جب یزید بن عمیر سے سنا
کہ یالثارات عثمان کہہ رہا ہے تو ان سے لوٹ آیا اور مختار کی معیت میں
جنگ کی یہانتک کہ شہید ہوا۔ اور یزید بن عمیر بن ذی مران اور نعمان بن
صہبان جرمی (ظاہراً) جو عابد تھا مارا گیا اور فرات بن زحر بن قیس مارا
گیا اور ابو زحر زخمی ہوا اور عبد اللہ بن سعید بن قیس مارا گیا اور عمر بن

تو اس نے اس قاصد سے پوچھا کہ شمر کہاں ہے تو اس نے وہ جگہ بتائی تو اس کے درمیان نہیں تھا مگر تین فرسخ کا فاصلہ راوی کہتا ہے پس وہ بڑھے شمر کی طرف چل رہے تھے اور شمر سے اس کے ساتھیوں نے کہا تھا کاش تو ہمارے ساتھ اسی بستی سے کوچ کر جائے کیونکہ ہمیں اس سے ڈر لگتا ہے تو اس نے کہا یہ سب کو کچھ بہت بڑے چھوٹے (مختار) کے ڈر سے ہے خدا کی قسم میں تین دن تک اس جگہ سے دوسری جگہ نہیں جاؤں گا خدا ان کے دلوں کو رعب سے بھر دے وہ سوئے ہوئے ہیں کہ اچانک گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی گئی تو وہ آپ میں کہتے لگے یہ گھوڑوں کی آواز ہے پھر وہ شدت پکڑ گئی پس اس کے ساتھی اٹھنا چاہتے تھے کہ اچانک گھوڑے ٹیلے جھانکنے لگے پس انہوں نے تکبیر کی آواز بلند کی اور گھروں کو گھیر لیا پس شمر کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنے گھوڑے بھی چھوڑ گئے اور شمر لعین اٹھا اور اس نے ایک لنگ باندھ رکھی تھی اور وہ مبروص تھا اور اس کی پھوہڑی اس چادر کے اوپر سے نظر آتی تھی اور وہ نیزہ سے ان سے لڑ رہا تھا اور انہوں نے اس کے لباس اور ہتھیار پہننے نہ دیئے اور اس کے ساتھی بھی اس سے جدا ہو چکے تھے جب وہ اس سے دور چلے گئے تو تکبیر کی آواز سنی اور کہنے والا کہہ رہا تھا خبیث مارا گیا اسے ابن ابوکنود نے قتل کیا ہے اور یہی وہ شخص تھا جس نے قاصد کے پاس اس کا خط دیکھا تھا اور اس کا بدن کتوں کے لیے پھینک دیا گیا۔

اور مختار قصر الامارہ کی طرف جبانہ سبیع سے آیا اور اس کے ساتھ سراقہ بن مرداس بارقی اسیر و قیدی تھا اس نے پکار کر کہا مجھ پر احسان

کر دو مختار نے اسے قید خانے میں بھیج دیا دوسرے دن اسے حاضر کیا۔۔۔
جب مختار کے پاس پہنچا تو کہا اصلح اللہ الامیر خدا امیر کے کاموں کی اصلاح
کرے میں قسم کھاتا ہوں اس خدا کی کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں نے
ملائکہ کو دیکھا ہے کہ وہ آپ کی معیت میں ابلق گھوڑوں پہ آسمان اور زمین
کے درمیان جنگ کر رہے ہیں تو مختار نے کہا منبر پہ جا کر لوگوں کو بتاؤ
پس وہ منبر پہ گیا اور انہیں یہ بتایا پھر وہ اترا تو مختار نے اسے خلوت
میں بلا کر کہا میں جانتا ہوں کہ تو نے کچھ بھی نہیں دیکھا اور تیرا مقصد جو
میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ میں تجھے قتل نہ کروں پس جہاں چاہتے ہو مجھ سے
دور چلے جاؤ میرے ساتھیوں کو میرے خلاف نہ کرو پس وہ بصرہ چلا
گیا اور مصعب کا جا مہمان ہوا۔

اور اسی دن عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس ہمدانی مارا گیا اور اس کے
قتل کرنے کا دعویٰ سعر بن ابوسعر اور ابو زبیر شبامی شبام ہمدان کی شاخ
ہے۔ اور ایک اور شخص نے تو عبدالرحمٰن کے بیٹے نے ابو زبیر شبامی سے کہا
کیا تو میرے باپ عبدالرحمٰن اپنی قوم کے سردار کو قتل کرتا ہے تو اس نے
کہا۔ "ولا تجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من
حاد اللہ ورسولہٗ" الایۃ جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پہ ایمان
لا چکے ہیں انہیں ان سے محبت کرتے نہیں پائے گا جو اللہ اور اس کے رسول
سے روگردانی کرتے ہیں"

یہ جنگ اس کی قوم کے سات سو اسی افراد کے قتل پہ ختم ہوئی اور اس
دن سب سے زیادہ اہل یمن میں سے قتل ہوئے اور یہ جنگ سن چھیاسٹھ

ہیں ذی الحجہ کی چھ راتیں باقی تھیں اور رؤسائے قبیلہ نکل کر بصرے چلے گئے اور مختار حسین علیہ السلام کے قاتلوں کے لیے اکیلا اور کہا ہمارا یہ دین نہیں کہ ہم حسین کے قاتلوں کو زندہ رہنے دیں ورنہ میں دنیا میں برا آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا ناصر و مددگار رہوں اس وقت کذاب اور جھوٹا ہوں جیسا کہ لوگوں نے میرا نام رکھا ہے میں قاتلین حسینؑ کے خلاف اللہ سے اعانت طلب کرتا ہوں پس مجھے ان کے نام بتاؤ پھر ان کا پیچھا کرو یہاں تک کہ انہیں قتل کرو میرے لیے کھانا پینا خوشگوار نہیں جب تک میں زمین کو ان سے پاک نہ کر لوں۔

پس مختار کو عبداللہ بن اسید جہنی، مالک بن بشیر بدی اور حمل بن مالک محاربی کی طرف رہنمائی کی گئی پس مختار نے ان کی طرف اپنے آدمی بھیجے اور انہیں قادسیہ سے حاضر کیا پس جب انہیں دیکھا تو کہا اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو کہاں ہیں حسین بن علی علیہ السلام حسینؑ مجھے لاکے دو تم نے ان لوگوں کو قتل کیا ہے جن پر صلوات بھیجنے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا تو انہوں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے ہمیں مجبور کر کے بھیجا گیا پس ہم پر منت و احسان کیجئے اور ہمیں زندہ رہنے دیں تو مختار نے ان سے تم نے حسین اپنے نبی کے نواسہ پر احسان کیوں نہیں کیا انہیں باقی رہنے دیتے اور انہیں پانی پلاتے اور بدی امام حسینؑ کی ٹوپی لے گیا تھا پس اس کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم دیا اور اسے تڑپتا ہوا چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور دوسروں کو بھی قتل کر دیا۔

اور زیاد بن مالک ضبعی، عمران بن خالد قشیری، عبدالرحمن بن

ابو خشارہ بجلی عبد اللہ بن قیس خولانی کے بارے میں حکم دیا اور انہیں اس کے پاس حاضر کیا گیا جب انہیں دیکھا تو کہا اے صالح اور نیک لوگ کے قاتلو اے جنت کے جوانوں کے سردار کے قاتلو آج خدا تم سے قصاص لے گا تمہیں ورس (ایک قسم کی خوشبو ہے) منحوس دن میں لے آئی ہے ان لوگوں نے وہ ورس لوٹی تھی جو حسینؓ کے ساتھ تھی پھر ان کے قتل کا حکم دیا، اور اس کے پاس عبد اللہ اور عبد الرحمن صلخت کے دونوں بیٹے اور عبد اللہ بن دھب بن عمرو ہمدانی جو اعشیٰ ہمدانی کا چچازاد تھا کو حاضر کیا گیا ان کے قتل کا حکم دیا اور انہیں قتل کیا گیا، اور اس کے پاس عثمان بن خالد بن اسید دھمانی جھنی اور ابو اسماء بن بشر بن سمیط قانصی کو حاضر کیا گیا اور یہ دونوں عبد الرحمن بن عقیل کے قتل میں شریک ہوئے تھے اور ان کا لباس و ہتھیار لوٹے تھے ان کی گردنیں اڑا کر انہیں جلا دیا گیا پھر خولی بن یزید اصبحی کی طرف آدمی بھیجے اور وہ امام حسینؓ کا سر اٹھانے والا تھا تو وہ بیت الخلاء میں چھپ گیا مختار کے ساتھی گھر میں داخل ہو کر اسے تلاش کرنے لگے تو اس کی بیوی نکلی کہ جس کا نام عیوف بنت مالک تھا وہ اس کی دشمن و مخالف ہو گئی تھی جب سے وہ سر امام حسینؓ لے کر آیا تھا اس نے ان سے کہا تم کیا چاہتے ہو انہوں نے کہا تیرا شوہر کہاں ہے اس نے زبان سے کہا مجھے پتہ نہیں اور ہاتھ بیت الخلاء کی طرف اشارہ کیا پس وہ اس میں گئے تو دیکھا کہ اس نے سر پہ ٹوکرا رکھا ہوا تھا پس اسے نکالا اور گھر والوں کے پہلوں میں قتل کر کے اسے آگ سے جلایا خدا تعالیٰ اس پہ لعنت کرے۔

عمر سعد وغیرہ کو جو امام حسینؓ کو شہید کرنے میں موجود تھے کا قتل ہونا۔

پھر مختار نے ایک دن اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کل میں ضرور ایک ایسے شخص کو قتل کروں گا جس کے قدم بڑے بڑے ہیں آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں جس کے ابرو اٹھے ہوئے ہیں جس کا قتل مومنین اور ملائکہ مقربین کو خوش کریگا اور اس کے پاس ہیثم بن اسود نخعی موجود تھا وہ تاڑ گیا کہ مختار کی مراد عمر سعد ہے وہ اپنے گھر آیا اور اس نے اپنے بیٹے عریان کے ساتھ کسی کو بھیج کر اسے بتایا جب اس نے عمر سے جا کر کہا تو عمر سعد نے کہا خدا تمہارے باپ کو جزائے خیر دے عہود و مواثیق کے بعد کس طرح مجھے قتل کرے گا اور عبد اللہ بن جعدہ بن ہبیرہ مختار کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ محترم تھا حضرت علیؑ سے قرابت کی وجہ سے اس سے عمر سعد نے بات کی کہ وہ مختار سے اس کے لیے امان لے عبد اللہ نے ایسا کیا اور مختار نے بھی اسے امان لکھ دی اور اس میں شرط کی کہ کوئی حدث اس سے نہ ہو اور حدث سے مراد لی کہ وہ بیت الخلاء میں داخل نہ ہو اس کے بعد عمر سعد اپنے گھر سے نکلا بعد اس کے کہ عریان اس کے ہاں سے واپس گیا اور حمام میں آیا اور اپنے غلام کو اس کی اور مختار کی امان کی خبر دی تو اس کا غلام اس سے کہنے لگا اور کون سا حدث (نیا کام) اس سے زیادہ بڑا ہے کہ جو تو نے کیا ہے تو نے اپنا گھر والے اور ساز و سامان چھوڑا ہے اور یہاں تک آیا ہے واپس چلا جا اور اپنے خلاف سبیل و راستہ نہ بنا تو واپس آگیا اور وہ غلام مختار کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ عمر گھر سے چلا گیا ہے اس نے کہا ہرگز نہیں اس کی گردن میں ایک ایسی زنجیر ہے جو اسے واپس لے آئے گی مختار نے صبح کی تو ابو عمرہ کو عمر کے پاس بھیجا وہ آکر اس سے کہنے لگا امیر کے حکم پر لبیک کہو عمر اٹھا تو اپنے جبہ ہی سے پھسلا تو ابو عمرہ

نے اسے تلوار مار کر قتل کر دیا اور اس کا سر لیکر مختار کے پاس آیا تو مختار نے عمر کے بیٹے حفص بن عمر سے کہا جو مختار کے پاس بیٹھا تھا کیا جانتے ہو یہ کون ہے اس نے کہا ہاں اس کے بعد زندگی میں کوئی خیر و بھلائی نہیں تو مختار کے حکم سے اسے بھی قتل کر دیا گیا تو مختار نے کہا یہ حسینؑ کے بدلے اور یہ علیؑ بن الحسینؑ کے بدلے لیکن یہ برابر نہیں ہیں خدا کی قسم اگر چار میں سے تین حصہ قریش کے میں آپ کے بدلے قتل کر دو تو آپ کے ایک پورے کے برابر بھی نہیں۔

اور مختار کے اس کے قتل کے سلسلہ میں ہیجان میں آنے اور برانگیختہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ یزید بن شراحیل انصاری محمد بن حنفیہ کے پاس آیا اور انہیں سلام کیا اور ان کے درمیان گفتگو شروع ہوئی یہانتک کہ مختار کا ذکر آیا تو ابن حنفیہ نے کہا وہ گمان کرتا ہے کہ ہمارا شیعہ ہے حالانکہ حسینؑ کے قاتل اس کے پاس کرسیوں پر بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں جب یزید پلٹ کر آیا تو مختار کو یہ چیز بتائی تو مختار نے عمر سعد کو قتل کر کے اس کا سر ابن حنفیہ کی طرف بھیجا اور انہیں لکھا جس میں جتلایا کہ جس جس پر اسے قدرت حاصل ہوئی انہیں قتل کیا ہے اور وہ ان باقیوں کی تلاش میں ہے کہ جو حسینؑ کے قتل میں حاضر تھے۔

عبداللہ بن شریک نے کہا میں نے رنگ برنگی عبائیں اور سیاہ ٹوپیاں پہننے والے ہاتھوں میں تلواریں پہننے والوں کو دیکھا کہ جب عمر سعد ان کے قریب سے گزرتا تو کہتے کہ یہ حسینؑ کا قاتل ہے اور یہ اس سے پہلے کی بات ہے کہ وہ آپ کو قتل کرتا اور ابن سیرین نے کہا ہے کہ حضرت علیؑ نے عمر سعد سے کہا تھا تیری کیا کیفیت ہوگی جب تو ایسے مقام پر کھڑا ہوگا۔

پھر مختار نے حکیم بن طفیل طائی کی طرف اپنے آدمی بھیجے اس نے جناب علی بن علی علیہ السلام کا لباس و اسلحہ لوٹا تھا اور امام حسینؑ کو بھی تیر مارا تھا اور کہتا تھا کہ میرا تیر آپ کے قمیص سے اٹک گیا تھا لیکن انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا پس مختار کے ساتھی اس کے پاس آئے اور انہوں نے اسے گرفتار کر لیا اس کے گھر والے گئے اور عدی بن حاتم کو شفیع بنایا پس عدی نے اس کے بارے میں ان سے بات کی تو انہوں نے کہا یہ معاملہ مختار کے ہاتھ میں ہے پس عدی مختار کے پاس گیا تاکہ اس کے بارے میں سفارش کرے اور اس نے اس کی قوم کے چند افراد کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی تھی کہ جو جبانہ سبیع کے دن پکڑے گئے تھے تو شیعوں نے کہا ہمیں خوف ہے کہ مختار اس کی شفاعت قبول کر لے پس اسے تیر مار مار کر مار دیا جیسا کہ حسین کو اتنے تیر مارے گئے تھے کہ آپ کے جسم پہ تیر قنفذ کے کانٹے معلوم ہوتے تھے پس عدی مختار کے پاس گیا مختار نے اسے اپنے پاس بٹھایا تو عدی نے اس کے بارے میں سفارش کی تو مختار نے کہا کیا آپ جائز سمجھتے ہیں۔ کہ آپ حسینؑ کے قاتلوں کی سفارش کریں عدی نے کہا اس پہ جھوٹ بولا گیا ہے مختار نے کہا تو پھر ہم اسے آپ کے لیے چھوڑ دیتے ہیں، اتنے میں ابن کامل داخل ہوا اور مختار کو اس کے قتل ہونے کی خبر دی تو مختار نے کہا نہیں اس میں کیا جلدی تھی اسے میرے پاس کیوں نہیں حاضر کیا حالانکہ مختار کو اس کے قتل کی خوشی تھی تو ابن کامل نے کہا اس کے بارے میں شیعہ مجھ پہ غالب آگئے تو عدی نے ابن کامل سے کہا تو جھوٹ بولتا ہے لیکن تجھے گمان ہوا کہ وہ شخص جو تجھ سے بہتر ہے عنقریب اس کی سفارش کریگا اس لیے تو نے

اسے قتل کر دیا ہے پس ابن کامل نے عدی کو برا بھلا کہا تو مختار نے اسے اس سے منع کیا۔

اور مختار نے علی بن الحسین علیہ السلام کے قاتل جو کہ منقذ بن مرہ تھا قبیلہ عبد القیس سے کی طرف اپنے سپاہی بھیجے اور وہ شجاع و بہادر تھا پس انہوں نے اس کے گھر کو گھیر لیا پس وہ ان کے مقابلہ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا جب کہ اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا پس ان سے نیزہ کے ساتھ لڑتا رہا اس کے ہاتھ پر تلوار لگی اور وہ ان سے بھاگ کھڑا ہوا اور نکل گیا اور مصعب بن زبیر سے جا ملا بعد میں اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔

اور مختار نے زید بن رقاد حبانی کی طرف آدمی بھیجے وہ کہا کرتا تھا میں نے ان میں سے ایک نوجوان کو تیر مارا تھا کہ جس کی ہتھیلی اس کی پیشانی پر تھی جو تیر سے بچنا چاہتا تھا تیر نے اس کی ہتھیلی اس کی پیشانی کے ساتھ جوڑ دی اور وہ اپنی ہتھیلی کی پیشانی سے الگ نہ کر سکا اور یہ نوجوان عبداللہ بن مسلم بن عقیل تھا اور جب میں نے اسے تیر مارا تھا تو اس نے کہا تھا خدایا انہوں نے ہمیں کم سمجھا اور ہمیں ذلیل و خوار سمجھا پس انہیں قتل کر جیسا انہوں نے ہمیں قتل کیا ہے پھر اس نے اس جوان کو ایک اور تیر مارا اور کہا کرتا تھا جب میں اس کے پاس آیا تو وہ دم توڑ چکا تھا پس میں نے وہ تیر کہ جس سے میں نے اسے قتل کیا تھا اس کے پیٹ سے نکالا اور دوسرا تیر میں ہلا ہلا کر اس کی پیشانی سے نکالتا رہا یہاں تک کہ تیر تو میں نے لے لیا لیکن اس کا پھل اندر رہ گیا جب مختار کے ساتھی اس کے پاس آئے تو وہ تلوار لیکر ان کی طرف نکلا تو ابن کامل نے ان سے

کہا اسے نیزہ اور تلوار نہ مارو بلکہ تیر اور پتھر مارو پس انہوں نے ایسا ہی کیا پس وہ لعین گر پڑا اور پھر اسے زندہ جلا دیا۔

اور مختار نے سنان بن انس کو تلاش کیا کہ جو حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کا مدعی تھا تو دیکھا کہ وہ بصرہ کی طرف بھاگ گیا ہے پس اس کا گھر منہدم کرا دیا۔

اور عبداللہ بن عقبہ غنوی کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ وہ جزیرہ کی طرف بھاگ گیا ہے تو اس کا گھر بھی مسمار کرا دیا اور اس نے خاندان رسالت کے ایک خورد سال بچہ کو شہید کیا تھا اور بنی اسد میں سے ایک دوسرے شخص کو تلاش کیا کہ جسے حرملہ بن کاہل کہتے تھے اس نے بھی حسینؑ کے اہل بیت میں سے ایک شخص کو شہید کیا تھا وہ بھی نکل گیا اور قبیلہ خشعم میں ایک شخص کو کہ جس کا نام عبداللہ بن عروہ خشعمی تھا تلاش کیا اور وہ کہتا تھا کہ میں نے انہیں بارہ تیر مارے ہیں وہ بھی نکل گیا اور مصعب بن زبیر سے جا ملا اس کا گھر بھی مسمار کر دیا۔

اور عمرو بن صبیح صدائی کو تلاش کیا وہ کہتا تھا میں نے انہیں نیزے و تیر مارے ہیں اور زخمی کئے ہیں لیکن کسی کو قتل نہیں کیا پس وہ رات کو آیا اور گرفتار ہو کر مختار کے سامنے پیش ہوا تو حکم دیا کہ نیزے لائے جائیں اور وہ اسے مارے جائیں یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

اور محمد بن اشعث کی طرف بھیجا اور وہ اپنی ایک بستی میں تھا کہ جو قادسیہ کے پہلو میں تھی اس کو تلاش کیا تو وہ نہ ملا اور وہ بھی مصعب کی طرف بھاگ گیا تھا مختار نے اس کا گھر بھی مسمار کر دیا اور اس کی اینٹوں

اور مٹی سے حجر بن عدی کندی کا گھر بنایا کہ جسے ابن زیاد نے مسمار کیا تھا

ابراہیم بن اشتر کا ابن زیاد سے جنگ کرنے جانا

اور اسی سال ذی الحجہ کی آٹھ راتیں باقی تھیں کہ ابراہیم بن اشتر عبداللہ بن زیاد سے جنگ کرنے چلے اور ابراہیم کا ادھر جانا مختار کے سبیع کی جنگ سے فارغ ہونے کے دو دن بعد تھا اور مختار نے ابراہیم کے ساتھ اپنے ساتھیوں میں سے شاہسوار چہرے مہرے والے اہل بصیرت کہ جو تجربہ کار بھی بھیجے اور مختار نے خود اس کی مشایعت کی جب وہ عبدالرحمٰن بن ام الحکم کے دیر (گرجا) تک پہنچا تو مختار کے ساتھی اسے آملے کہ جن کے ساتھ کرسی تھی کہ جسے وہ سفید سیاہی مائل خچر پر لادے ہوئے تھے اور وہ ابراہیم کے لیے نصرت کی دعا مانگتے اور خدا سے نصرت و مدد طلب کرتے تھے اور کرسی کا محافظ و نگران حوشب برسمی تھا جب مختار نے انہیں دیکھا تو کہا۔ اما ورب المرسلات عرفا لیقتلن بعد صف صفاً وبعد الف فاسطین الفا۔ خبردار قسم ہے دھیمی چلنے والی ہواؤں کے پروردگار کی صفوں کے بعد صفیں قتل ہو نگی اور ہزار کے بعد حق سے عدول کرنے والوں کے اور ہزار، پھر مختار نے اسے وداع کیا اور کہا تین چیزیں مجھ سے لے لو اللہ عزوجل سے خلوت وجلوت میں ڈرتے رہو اور جلدی چلو اور جب دشمن سے سامنے ہو تو سامنا کرتے ہی جنگ شروع کر دو۔

اور مختار واپس آگیا اور ابراہیم چلا گیا پس کرسی والوں تک پہنچا کہ جو اس کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے کہ اور انہوں نے ہاتھ آسمان کی طرف

اٹھائے ہوئے تھے اور اللہ سے دعا کر رہے تھے تو ابراہیم نے کہا خدایا ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا ان چیزوں سے کہ جو ہم میں سے سفہاء اور بیوقوف کرتے ہیں یہ بنی اسرائیل کی سنت ہے اس کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس جس وقت کہ وہ اپنے بچھڑے پر رک گئے پھر وہ لوگ پلٹ آئے اور ابراہیم آگے چلا گیا۔

ابن زیاد ملعون کا قتل ہونا

جب ابراہیم بن اشتر کوفہ سے چلا تو تیز رفتاری سے کام لیا تاکہ ابن زیاد سے جا ملیں اس سے پہلے کہ وہ عراق کی سرزمین میں داخل ہو اور ابن زیاد ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ شام سے چلا تھا اور موصل پہنچ کر اس نے اس پر قبضہ کر لیا جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں پس ابراہیم چلا اور عراق کی زمین پیچھے چھوڑی اور موصل کے علاقہ میں داخل ہو گیا اور اپنے ہراول دستے پر طفیل بن لقیط نخعی کو مقرر کیا جو شجاع اور بہادر تھا۔

جب ابن زیاد کے قریب پہنچ گیا تو اپنے ساتھیوں کو تیار کیا اور نہیں چلتا تھا مگر تیاری اور اجتماع کے ساتھ مگر یہ کہ طفیل کو طلائع کے طور پر بھیجتا یہاں تک کہ وہ موصل کے علاقہ میں خازر کی نہر تک پہنچ گیا اور بارشیاتی میں اتر پڑا اور ابن زیاد اس کی طرف بڑھا یہاں تک کہ ان کے قریب نہر خازر کے کنارے پر۔

اور عمیر بن حباب سلمی نے جو کہ ابن زیاد کے ساتھیوں میں سے تھا ابن اشتر کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے ملو اور قبیلہ قیس سارا کا سارا عبدالملک

ابن مروان سے بغض کینہ رکھتا تھا مرج راہط کی جنگ کی وجہ سے اور عبدالملک کا سارا لشکر اس وقت قبیلہ کلب میں سے تھا پس عمیر اور ابن اشتر ملے تو عمیر نے اسے بتایا کہ وہ ابن زیاد کے لشکر کے میسرہ پر ہے اور اس سے وعدہ کیا کہ وہ اپنے لوگوں کے ساتھ شکست قبول کرکے پیچھے ہٹ جائے گا ابن اشتر نے کہا تیری کیا رائے ہے میں اپنے گرد خندق کھودلوں اور دو تین دن توقف کروں عمیر نے کہا ایسا نہ کرو وہ تو یہی چاہتے ہیں جنگ کو طول دینا ان کے لیے بہتر ہے وہ بہت زیادہ اور تم سے کئی گنا ہیں طول دینے میں کم لشکر زیادہ لشکر کی اطاعت نہیں رکھتا لیکن ان سے فوراً لڑجاؤ کیونکہ وہ تمہارے رعب و خوف سے بھرے ہوئے ہیں اور اگر وہ تیرے ساتھیوں کو سونگھ لیں اور ایک دن کے بعد دوسرے دن ان سے اور ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ تو ان سے مانوس ہو جائیں گے اور ان میں جرأت پیدا ہو جائے گی تو ابراہیم نے کہا اب مجھے معلوم ہو گیا کہ تم میرے مخلص ہو میرے ساتھی نے بھی مجھے یہی وصیت دنصیحت کی ہے تو عمیر نے کہا اس کی اطاعت کر کیونکہ اسی بوڑھے کو جنگ کا تجربہ ہے اور اس نے اس کی اتنی مصیبتیں جھیلیں اور تجربے حاصل کیے ہیں کہ کسی نے نہیں کیے جب صبح ہو تو حملہ کر دے، اور عمیر اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹ آیا۔

اور ابن اشتر اپنی ڈاڑھ کو سخت کرتا رہا اور ساری رات نہیں سویا یہاں تک کہ جب صبح کاذب ہوئی تو اپنے ساتھیوں کو تیار کیا اور ان کے متعلق دستے بنائے اور ان پر افسر مقرر کیے اور سفیان بن یزید ازدی کو میمنہ پر اور علی بن مالک جشمی کو اپنے میسرہ پر اور وہ احوص کا بھائی تھا اور عبدالرحمن

بن عبداللہ کو جو ابراہیم بن اشتر کا مادری بھائی تھا گھڑ سواروں پر مقرر کیا اور اس کا گھڑ سوار دستہ کم تھا اور طفیل بن لقیط کو پیادہ فوج پر مقرر کیا اور اس کا علم مزاحم بن مالک کے ہاتھ میں تھا۔

جب صبح کی پو پھوٹی تو تاریکی میں نماز صبح پڑھی پھر نکلا اور اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی اور ہر امیر کو اس کی جگہ لا کھڑا کیا اور ابراہیم گھوڑے سے اتر کر چل رہا تھا اور لوگوں کو ابھارتا اور فتح و کامیابی آرزو اور تمنا دلاتا تھا اور کچھ دیر چلا اور ایک بہت بڑے ٹیلے نے جھونکا جو دشمن پر مشرف اور وہاں سے اسے جھونکا جاتا تھا اچانک دیکھا کہ ان میں سے ابھی کسی نے حرکت تک نہیں کی پس اس نے عبداللہ بن زہیر سلوانی کو بھیجا تاکہ وہ ان کی خبر لے آئے پس وہ واپس آیا اور اس سے کہا کہ یہ لوگ دہشت و کمزوری میں نکلا ہے ان میں سے ایک شخص مجھے ملا اور ان میں کوئی بات نہیں مگر یہ کہ انے ابوتراب کے شیعو اے جھوٹے مختار کے شیعو وہ کہتا ہے میں نے اس شخص سے کہا وہ چیز جو ہمارے درمیان ہے وہ گالی گلوچ سے اجل دار فع ہے۔

اور ابراہیم سوار ہوا اور جھنڈوں کی طرف چلا اور انہیں برانگیختہ کرتا اور یاد دلاتا تھا حسین علیہ السلام، ان کے اصحاب اور ان کے اہل بیت سے ابن زیاد کے فعل و سلوک کو ان کے قید کرنے انہیں قتل کرنے اور ان سے پانی کو بند کرنے میں سے اور اپنی فوج کو ان کے شہید کرنے پر برانگیختہ کرنے میں سے

اب وہ لوگ بھی اس کی طرف بڑھے اور ابن زیاد نے اپنے میمنہ پر

حصین بن نمیر سکونی کو اور میسرہ پہ عمیر بن حباب سلمی کو اور گھڑ سواروں پر شرحبیل بن ذی الکلاع حمیری کو جب دونوں لشکر قریب آئے تو حصین نے اہل شام کے میمنہ کو لے کر ابراہیم کے میسرہ پہ حملہ کیا پس علی بن مالک جشمی نے ثابت قدمی دکھائی لیکن وہ شہید ہو گیا پھر اس کا علم قرہ بن علی نے اٹھایا اور وہ بھی شجاع اور بہادر مردوں کے ساتھ مارا گیا اور میسرہ کو شکست ہو گئی پس علم عبداللہ بن ورقاء بن جنادہ سلولی نے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے صحابی حبشی بن جنادہ کا بھتیجا تھا اور بھاگنے والوں کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا اے اللہ کے سپاہیوں میری طرف آؤ پس اکثر لوگ اس کی طرف پلٹ آئے پس اس نے کہا تمہارا امیر یہ ہے جو ابن زیاد سے لڑ رہا ہے ہمارے ساتھ مل کر اس کی طرف پلٹو پس وہ پلٹ آئے اور اچانک ابراہیم سر کھولے ہوئے پکار رہا تھا میری طرف آؤ اللہ کے سپاہیو میں اشتر کا بیٹا ہوں تمہارا بہتر فرار پلٹ کر حملہ کرنا ہے وہ گنہگار نہیں جو ناراضگی کے اسباب کو دور کر دے پس اس کے ساتھی پلٹ آئے اور ابراہیم کے میمنہ نے ابن زیاد کے میسرہ پہ حملہ کیا اور وہ امید رکھتے تھے کہ عمیر بن حباب شکست کھائے گا جیسا کہ اس کا گمان تھا لیکن عمیر نے شدید جنگ کی اور بھاگنے کو ناپسند کیا۔

جب ابراہیم نے یہ کیفیت دیکھی تو اپنے ساتھیوں سے کہا اس سواد اعظم سب سے بڑی سپاہ کو ہدف و مقصد بناؤ خدا کی قسم اگر اسے ہم نے شکست دے دی تو جیسے دائیں بائیں کی فوج ہم سمجھ رہے ہیں یہ ڈرے ہوئے پرند کی طرح تتر بتر ہو کر اڑ جائے گی پس ابراہیم کے ساتھی قلب لشکر کی

طرف چل پڑا پس ایک دوسرے کو نیزے مارے پھر تلواروں اور گرزوں کی طرف گئے پس کچھ دیر تک اس سے اضطراب پیدا ہوا اور لوہے پر لوہے کے پڑنے کی آواز اس طرح تھی جیسے دھوبیوں کے کپڑے ٹپکنے کی آواز ہوتی ہے اور ابراہیم اپنے علمدار سے کہتے اپنے جھنڈے کے ساتھ ان میں ڈوب جا تو وہ کہتا آگے بڑھنے کا رستہ نہیں ہے تو ابراہیم یہ کہتے یہ ٹھیک ہے پس جب وہ آگے بڑھتا تو ابراہیم تلوار سے شدید حملہ کرتا کسی شخص پر نہیں مارتا تھا مگر یہ کہ اسے پچھاڑ دیتا اور بار بار ابراہیم نے اپنے سامنے کے لشکر پر اس طرح حملہ کیا گویا وہ بکری کے بچے ہیں اور اس کے ساتھیوں نے بھی ایک مرد ایسا حملہ کیا اور گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ابن زیاد کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور دونو طرف سے بہت زیادہ لوگ مارے گئے اور بعض نے کہا ہے کہ عمیر بن حباب سب سے پہلے بھاگا اور اس کی پہلی جنگی معذوری دیھوری کی وجہ سے تھی جب وہ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے تو ابراہیم نے کہا کہ میں ایک شخص کو اکیلے جھنڈے کے نیچے نہر خازر کے کنارے قتل کیا ہے اس کو تلاش کرو کیونکہ میں نے اس سے کستوری کی خوشبو سونگھی ہے اس کے ہاتھ مشرق کی طرف اور پاؤں مغرب کی طرف تھے انہوں نے جا کر تلاش کیا تو اچانک ابن زیاد لعین مقتول پڑا تھا ابراہیم کی ضرب سے کہ جس نے اسے دو حصوں میں بانٹ دیا تھا اور وہ اسی طرح پڑا تھا جیسا کہ ابراہیم نے ذکر کیا تھا پس اس کا سر کاٹا گیا اور اس کے جسم کو جلا دیا گیا۔

اور شریک بن جدیر تغلبی نے حصین بن نمیر سکونی پر حملہ کیا اور اس کا

گمان یہ تھا کہ عبید اللہ بن زیاد ہے پس دو تو ایک دوسرے کے گلے پڑ گئے پس تغلبی نے پکارا مجھے اور زرانیہ کے بیٹے کو قتل کر دو پس انہوں نے حصین کو قتل کر دیا اور بعض کہتے ہیں کہ ابن زیاد کو شریک بن جدید ہی نے قتل کیا تھا اور یہ شریک جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی معیت میں تھا اور اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی جب حضرت علی کی زندگی کے دن ختم ہوئے تو یہ شریک بیت المقدس جا کر وہیں رہنے لگا جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے عہد کیا اگر کسی ایسے شخص نے ظہور کیا جو امام حسین کے خون کا مطالبہ کرے تو وہ (شریک) ابن زیاد کو قتل کرے گا یا اس کے سامنے قتل ہو گا پس جب مختار نے ظہور کیا حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے کے لیے تو شریک مختار کے پاس آیا اور ابراہیم بن اشتر کے ساتھ گیا جب ان کا آمنا سامنا ہوا تو شام کے گھڑسواروں پر حملہ کیا قبیلہ ربیعہ کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک ایک صف چیرتے ہوئے ابن زیاد تک پہنچ گئے اور غبار اڑ رہا تھا پس لوہے کے لوہے پر پڑنے کی آواز کے علاوہ کچھ سنائی نہیں دیتا تھا جب لوگ ہٹے تو اچانک دو قتل ہوئے پڑے تھے شریک اور ابن زیاد لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے، اور شریک ہی وہی ہے جس نے کہا۔ كل عيش قد أراه باطلاً غير ركز الرمح في ظل الفرس، ہر قسم زندگی کو میں باطل سمجھتا ہوں سوائے نیزے کو گھوڑے کے سائے میں گاڑنے کے راوی کہتا ہے اور شرجیل بن ذی الکلاع حمیری بھی مارا گیا اور اس کے قتل کا دعویٰ سفیان بن یزید ازدی ورقاء بن عازب اسدی اور عبید اللہ بن زہیر سلمی نے کیا اور عیینہ بن اسماء ابن زیاد کے ساتھ تھا جب

اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ گئے تو وہ اپنی بہن ہند بنت اسماء کو جو عبیداللہ بن زیاد کی بیوی تھی وہاں سے اٹھا کر لے گیا اور وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا اگر تو ہماری رسیوں کو توڑ رہی ہے تو بسا اوقات میدان جنگ میں شاندار بہادروں نے ہلاک کیے ہیں اور جب ابن زیاد کے ساتھی شکست کھا گئے تو ابراہیم کے ساتھیوں نے ان کا پیچھا کیا پس جو نہر خازر میں غرق ہوئے وہ ان سے زیادہ تھے جو قتل ہوئے اور انہوں نے ان کی چھاؤنی پر قبضہ کر لیا کہ جس میں ہر چیز موجود تھی۔

اور ابراہیم نے خوشخبری مختار کو بھیجا جب کہ وہ مدائن میں تھا اور ابراہیم نے اپنے عامل مختلف شہروں میں بھیجے پس اپنے مادری بھائی عبدالرحمن بن عبداللہ کو نصیبین کی اور اس نے سنجار اور دارا اور جوان کے قریب قریب سرزمین جزیرہ کا علاقہ تھا اس پر قبضہ کر لیا پس زفر بن حارث کو قرقیسیا کا اور حاتم بن نعمان باہلی کو حران رہاء اور سمیساط اور اس کے اطراف کا والی بنایا اور عمیر بن حباب سلمی کو کفرتوثا اور طور عبدین کا حاکم بنایا اور ابراہیم نے موصل میں قیام کیا اور عبیداللہ بن زیاد کا سر اور اس کے ساتھ اس کے افسروں کے سر تھے مختار کی طرف بھیجا پس انہیں قصر الامارہ میں پھینکا گیا تو ایک پتلا سا سانپ آیا اور وہ باقی سروں میں سے گزرتا ہوا عبیداللہ بن زیاد کے منہ میں داخل ہو کر اس کے نتھنے سے نکل آیا پھر اس کے نتھنے میں داخل ہوا اور اس کے منہ سے نکلا یہ عمل اس نے کئی مرتبہ کیا اس مطلب کو ترمذی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

اور مغیرہ کہتا ہے پہلا شخص کہ جس نے اسلام میں کھوٹے درہم کے

سکہ بنوائے (یا چھپہ دیو اروں پہ بنوئے) عبیداللہ بن زیاد تھا اور عبیداللہ بن زیاد کا ایک حاجب دوربان کہتا ہے میں اس کے ساتھ قصر الامارہ میں داخل ہوا جب اس نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا تھا تو اس کے چہرے میں آگ بھڑک اٹھی اس نے اپنی آستین کے ساتھ کہا اس طرح اس کے چہرہ پہ تھی تو اس نے کہا کسی سے نہ کہنا۔

اور مغیرہ نے کہا مرجانہ نے اپنے بیٹے عبیداللہ بن زیاد سے حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کہا اے خبیث تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے نواسے کو شہید کیا ہے تو کبھی بھی جنت کو نہیں دیکھ سکے گا جو کچھ ہم نے کامل ابن اثیر سے نقل کیا وہ یہاں ختم ہوا اور بحار میں ثواب الاعمال سے اس کی اسناد کے ساتھ عمارہ بن عمیر تیمی سے مروی ہے وہ کہتا ہے جب عبیداللہ بن زیاد لعنہ اللہ کا سر اور اس کے ساتھیوں (ان پر خدا کا غضب نازل ہو) کے سر لائے گئے تو میں ان سروں کے پاس گیا اور لوگ کہہ رہے تھے آگیا ہے آگیا ہے پس ایک سانپ آیا سروں کے درمیان سے گزر کر عبیداللہ کے نتھنے میں داخل ہو گیا پھر نکلا اور پھر دوسرے نتھنے میں داخل ہوا۔

اور کامل الزیارۃ سے اس کی سند کے ساتھ عبدالرحمن غنوی سے مروی ہے ایک حدیث میں وہ کہتا ہے خدا کی قسم یزید کو جلدی موت آگئی اور ان کے قتل (یعنی حسین کی شہادت) کے بعد تمتع اور فائدہ نہ اٹھا سکا اور اچانک ہی گرفتار ہوا مستی کی حالت میں رات کو سویا اور صبح کو متغیر حالت میں پایا گیا گو اس پر تارکول ملی گئی ہے بڑی افسوسناک حالت میں گرفتار ہوا

اور کوئی شخص نہیں بچا ان میں سے کہ جنہوں نے امام حسینؑ کے قتل میں اس کی پیروی کی یا اس جنگ کربلا میں شریک تھا مگر یہ کہ وہ جنون، جذام یا برص کی بیماری میں مبتلا ہوا اور یہ چیز ان کی نسل میں وراثۃ چلی

اور احمد بن یوسف قرمانی کی اخبار الاول میں ہے کہ یزید پچیس یا چھبیس ہجری میں پیدا ہوا اور وہ موٹا تازہ تھا اس پر گوشت اور بال زیادہ تھے اور اس کی ماں میسون بنت بحدل کلبی تھی یہاں تک کہ کہا ہے نوفل بن ابو فرات نے کہا میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھا پس ایک شخص نے یزید کا ذکر کیا پس کہا امیر . . . یزید نے کہا تو عمر نے کہا تو امیر المؤمنین کہتا ہے اور حکم دیا تو اس کو بیس کوڑے لگائے گئے۔

رویانی نے اپنے مسند میں نقل کیا ہے ابو درداء سے وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو کہتے سنا پہلا شخص جو میری سنت کو بدلے گا بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جسے یزید کہا جائے گا۔

یزید ماہ ربیع الاول سن چونسٹھ ہجری میں ذات الجنب (نمونیا) سے مقام حوران میں مرا اور اسے دمشق اٹھا کر لائے اس پر اس کے بھائی خالد اور بعض نے کہا اس کے بیٹے معاویہ نے نماز پڑھائی اور باب الصغیر کے مقبرہ میں دفن ہوا اور موجودہ زمانہ میں اس کی قبر مزبلہ (کوڑا کرکٹ) کی جگہ اور اس کی عمر سینتیس سال تھی اور اس کی خلافت و حکومت تین سال نو ماہ تھی۔

کتاب نفس المہموم فی مقتل الحسین المظلوم جمعہ کے دن عصر کے وقت بیس جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ اور وہ دن ہے ہماری سردار فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا وعلی ابیہا وبعلہا وبنیہا کی ولادت کا اس کے مؤلف مجرم وعیسیٰ

(عباس بن محمد رضا قمر) عفی اللہ عن جرائمہا کے ساتھ سے مکمل ہوئی قبہ مطہر رضویہ کے سامنے علی صاحبہا الاف التسلیم والتحیہ، والحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی محمد وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین ھوالموفق والمعین۔
نفس المہموم کا ترجمہ بتاریخ ۳ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ موافق ۱۴ نومبر ۱۹۸۸ء بروز پیر پونے بارہ بجے بمکان عزیز محمد حسن فرزند سیٹھ نوازش علی کراچی حقیر پر تقصیر سید صفدر حسین نجفی فرزند سید غلام سرور نقوی مرحوم کے ہاتھوں اختتام پذیر ہوا

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی خیر خلقہ محمد وآلہ الطیبین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ وبعد ۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے کہ جسے ہم نے اس لیے تحریر کیا ہے تاکہ اسے ہماری کتاب نفس المہموم فی مقتل الحسین المظلوم صلوات اللہ علیہ کے ساتھ ملحق کیا جائے یہ چند فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے جس کا نام میں نے نفثۃ المصدور فیما یتجدد بہ حزن یوم العاشور (سینہ کا درد رکھنے والے کی ہوں عاشور کے دن کے حزن و ملال کی تجدید کرنے والے امور میں) رکھا ہے ۔

اللہ سے مدد طلب کرتی ہے اور تمام امور میں اسی پر توکل ہے ۔

پہلی فصل

حسین علیہ السلام کے چند ایک مناقب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسینؑ کی معرفت مؤمنین کے باطن اور دلوں میں چھپی ہوئی ہے اور شیخ صدوق نے حسین بن علی علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے پاس ابی بن کعب موجود تھا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا مرحبا تیرے لیے اے ابا عبداللہ اے آسمانوں اور زمین کی زینت تو آپ سے ابی نے کہا یا رسول اللہ آپ کے علاوہ کوئی شخص کس طرح آسمانوں اور زمین کی زینت ہو سکتا ہے تو آپ نے فرمایا اے ابی قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ حسین بن علی آسمان میں بنسبت زمین کے زیادہ بڑا اور عظمت رکھتا ہے بیشک خدا کے عرش کی دائیں جانب لکھا ہے کہ وہ ہدایت کا چراغ اور نجات کی کشتی ہے اور شیخ جلیل ثقہ علی بن محمد خزاز قمی نے اپنی سند کے ساتھ ابو ہریرہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں تھا اور ابوبکر، عمر، فضل بن عباس، زید بن حارثہ اور عبداللہ بن

مسعود کہ اچانک حسین بن علی علیہ السلام آپ کی بارگاہ میں داخل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے انہیں پکڑ لیا اور ان کے بوسہ لیے اس کے بعد فرمایا اے کمزور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاؤ اور اوپر چڑھو کمزور آنکھ والے اور آپ نے اپنا منہ حسین کے منہ پر رکھ دیا اور فرمایا خدایا میں اسے دوست رکھتا ہوں پس تو اسے دوست رکھ اور اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اے حسین تو امام ہے امام کا بیٹا ہے تو اماموں کا باپ ہے جو تیری اولاد میں سے ائمہ ابرار ہیں۔

علامہ مجلسی رحمہ اللہ بحار میں کہا ہے اور طبرانی کی حدیث میں ہے عمدہ اسناد کے ذریعہ ابوہریرہ سے وہ کہتا ہے میرے ان دو کانوں نے سنا اور میری ان دو آنکھوں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو اور وہ جناب اپنی دو ہتھیلیوں کے ساتھ حسنؑ یا حسینؑ کو پکڑے ہوئے تھے اور ان کے دونو قدم رسول اللہ کے دونو قدموں پر تھے اور آپ فرما رہے تھے۔

(حزقة حزقة ترقه عين بقة) اے ضعیف وکمزور چھوٹے چھوٹے قدم رکھا اوپر کو چڑھو اے کمزور آنکھ والے

اے بعض کتب معتبرہ کی وساطت سے طاوس یمانی سے روایت ہے کہ حسین بن علی علیہ السلام جب کسی تاریک جگہ بیٹھتے تو لوگ آپ تک آپ کی پیشانی اور گردن کی سفیدی سے ہدایت حاصل کرتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اکثر اوقات ان کی پیشانی اور گردن کے بوسہ لیا کرتے تھے اور ایک دن جبرئیل نازل ہوئے پس جناب زہرا علیہا السلام کو سویا ہوا پایا اور حسین علیہ السلام گہوارے میں رو رہے تھے وہ تو انہیں بہلاتے رہے اور تسلی

دیتے رہے یہانتک کہ جناب سیدہ بیدار ہوئیں اور اس کی آواز سنی جو بہلا رہا تھا پس ادھر ادھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے انہیں خبر دی کہ وہ جبرائیل تھا مؤلف کہتے ہیں اس روایت کے صدر کی اشارہ کرتی ہے وہ روایت کہ جس میں ہے کہ جناب رباب نے اپنے شوہر حسین علیہ السلام کا مرثیہ پڑھا جب وہ شہید ہوئے اور کہا۔ (ان الذی کان نورا یستضاء بہ بکربلا قتیل غیر مدفون۔ جو ایسا نور تھا کہ جس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی کربلا میں دفن کے بغیر مقتول پڑا ہے اور میں نے بعض کتب علم اخلاق میں دیکھا جس کے الفاظ یہ ہیں عصام بن مصطلق کہتا ہے میں مدینہ میں گیا تو میں نے حسین بن علی علیہ السلام کو دیکھا تو ان کی اچھی روش اور اچھا منظر اور اس نے اس بغض و حسد کو ابھارا کہ جسے میرا سینہ ان کے باپ کے لیے چھپائے ہوئے تھا تو میں نے ان سے کہا تم ابو تراب کے بیٹے ہو فرمایا ہاں پس میں نے انہیں اور ان کے والد کو برا بھلا کہنے میں انتہا کر تو آپ نے میری طرف عطوف و رؤف (شفیق و مہربان) کی طرح دیکھا اس کے بعد فرمایا۔ "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاھلین واما ینزغنك من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون واخوانہم یمدونہم فی الغی ثم لا یقصرون"

میں اللہ سے شیطان رجیم سے پناہ مانگتا ہوں اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور رحیم ہے درگزر کرنا اختیار کرو اور اچھے کام کا حکم دو اور جاہلوں کی طرف سے منہ پھیر لو اور اگر شیطان کی طرف سے تمہاری (امت کے)

دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہو تو تم خدا سے پناہ مانگو کیونکہ اس میں تو شک ہی نہیں وہ بڑا سننے والا واقف کار ہے بیشک جو لوگ پرہیزگار ہیں جب کبھی انہیں شیطان کا خیال بھی چھو گیا تو وہ چونک پڑتے پھر فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ان کافروں کے بھائی بند شیطان ان کو (دھر پکڑ کے) گمراہی کی طرف گھسیٹتے ہیں پھر کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے پھر مجھ سے فرمایا کام کو آسان کرو میں اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے استغفار کرتا ہوں اگر تم ہم سے مدد چاہتے ہو تو ہم تمہاری مدد کرتے ہیں اور اگر عطا و بخشش چاہتے ہو تو ہم عطا و بخشش کے لیے تیار ہیں اور اگر رشد و ہدایت کے طلبگار ہو تو ہم ہدایت کرنے کو تیار ہیں عصام کہتا ہے کہ آپ نے مجھ سے ندامت پشیمانی کے آثار و علامات محسوس ہوئے اس چیز سے کہ جو میں نے زیادتی کی تھی تو آپ نے فرمایا آج سے تم پر کوئی الزام نہیں خدا تمہیں بخشے وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے کیا تم اہل شام میں سے ہو میں نے کہا جی ہاں تو فرمایا یہ عادت و طبیعت ہے کہ جسے میں اخزم سے جانتا ہوں (یعنی ہمیں گالیاں دینا بنی امیہ کا شیوہ ہے اور انھوں نے تمہیں سکھایا ہے) خدا ہمیں اور تمہیں زندہ و سلامت رکھے اپنے حاجات میں اور جو امور تجھے عارض ہوں کھلے دل سے انہیں پیش کیا مجھے تو اپنے بہترین گمان کے ساتھ پاؤ گے انشاء اللہ، عصام کہتا ہے کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی اور میں دوست رکھتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے اندر دھنس دے پھر میں آہستہ آہستہ آپ سے کھسکنے لگا اور روئے زمین پر ان سے اور ان کے باپ سے کوئی شخص زیادہ محبوب نہیں تھا مؤلف کہتے ہیں لا تثریب علیکم کا معنی ہے

تم پر کوئی سرزنش اور ملامت نہیں ہے صاحب کشاف نے یوسف صدیق کے اپنے بھائیوں کو معاف کرنے اور آپ کے قول لاتثریب علیکم کے سلسلہ میں ایک روایت ذکر کی ہے کہ جس کا یہاں ذکر کرنا مجھے بھلا معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے جب انہیں پہچان لیا تو یوسفؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمیں صبح وشام اپنے کھانے پر بلاتے ہیں حالانکہ ہمیں آپ سے شرم وحیا آتی ہے اس چیز کی وجہ سے کہ جو پہلے ہم سے زیادتی ہو چکی ہے تو حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اہل مصر کا اگرچہ اب میں مالک ہو چکا ہوں وہ اب بھی میری طرف پہلی نگاہ کی طرح دیکھتے اور کہتے ہیں منزہ اور پاک ہے وہ خدا کہ جس نے اس غلام کو جو بیس درہم میں بکا تھا پہنچا دیا یہاں پہنچا دیا اور اب میں تمہاری وجہ سے شریف وعظیم ہو گیا لوگوں کی آنکھوں میں کیونکہ اب انہیں معلوم ہوا ہے کہ تم میرے بھائی ہو اور میں حضرت ابراہیمؑ کی ذریت واولاد میں سے ہوں، تو یوسف صدیق کی اس کریم عادت وطریقہ کو اپنے بھائیوں سے دیکھے اور گویا شاعر نے ان کی زبان حال کو نظم کیا ہے اپنے اس قول سے (قلت ثقلت اذ اتیت مولداً قال ثقلت کاھلی بالایادی ۔ قلت طولت قال لابل تطولت۔

وابرمت قال حبل ودادی ۔ میں نے کہا میں بار بار آکر تم پر بوجھ بن گیا ہوں، اس نے کہا کہ میرے کندھے تیرے احسانوں سے بوجھل ہو گئے ہیں، میں نے کہا تو نے کرم کیا تو اس نے کہا نہیں تو نے کرم وبخشش کی اور میری محبت کی رسی کو مضبوط کر دیا۔

"شنشنة اعرفها من اخزم" یہ شعر کا دوسرا مصرعہ ہے اس کا پہلا مصرعہ ہے

ان بنی ضرجونی بالدم ۔ یہ شعر حاتم کے باپ کے دادے کا ہے اس کا ایک بیٹا تھا جسے اخزم کہتے تھے کہا گیا ہے کہ وہ عاق و نافرمان تھا پس وہ مر گیا اور چند بیٹے چھوڑ گیا وہ ایک دن اخزم کے باپ اپنے دادے پر کود پڑے اور اسے زخمی کر دیا تو اس نے کہا میرے بیٹے کہ جنہوں نے مجھے زخمی کر دیا یہ ایسی عادت ہے کہ جسے میں اخزم سے پہچانتا ہوں یعنی یہ عقوق و نافرمانی میں اپنے باپ کے مشابہ ہیں۔ شنشنہ کا معنی طبیعت مزاج اور عادت ہے شاید امام حسین نے اس ضرب المثل کو ذکر کر کے یہ بتانا چاہا ہو کہ یہ سب و شتم عادت و طبیعت ہے کہ جسے میں اہل شام سے جانتا ہوں کیونکہ معاویہ نے یہ قبیح عادت و طریقہ ان میں جاری کیا تھا وہ علے الاعلان حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو منبروں پر سب اور لعن کرتے تھے ۔

روایت ہے کہ جب امیرالمومنین کو معاویہ کی خبر ملی اور یہ کہ وہ ایک لاکھ فوج میں ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ فوج کس قوم میں سے ہے تو لوگوں نے بتایا اہل شام میں سے تو آپ نے فرمایا اہل شام نہ کہو بلکہ کہو اہل شوم و نحوست وہ اصل میں مصر کے رہنے والے ہیں جنہیں داؤد کی زبانی لعنت کی گئی ہے پس ان میں بندر اور سور بنائے گئے ۔

اور ہمارے مولا باقر علیہ السلام نے فرمایا شام بہترین زمین ہے اور اس میں رہنے والے بری قوم ہیں ۔

نصر بن مزاحم سے روایت ہے کہ جنگ صفین کے موقع پر اہل شام میں سے ایک شخص نکلا اور کہا کون ہے جو میرے مقابلہ میں آئے گا پس حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک شخص نکلا دونوں نے کچھ دیر تک جنگ کی پھر

عراقی نے شامی کے پاؤں پر تلوار مار کر اسے کاٹ دیا پھر کچھ دیر جنگ کی پھر اس کا ہاتھ تلوار مار کر کاٹ دیا تو شامی نے اپنی تلوار بائیں ہاتھ سے شامیوں کی طرف پھینک دی اور پھر کہا اے اہل شام میری یہ تلوار پکڑ لو اسے اپنے دشمن کے خلاف مدد حاصل کرنا پس انہوں نے اسے اٹھا لیا تو معاویہ نے اس مقتول کے وارثوں سے وہ تلوار دس ہزار درہموں میں خرید کی۔

شیخ جمال الدین یوسف بن حاتم حاتمی محقق حلی قدس سرہ کی کتاب الدر النظیم میں سند کے ساتھ حسین بن علی علیہ السلام کے ایک غلام سے روایت کی ہے اس نے کہا ایک سائل ایک رات نکلا مدینہ کی گلیوں سے چلتا ہوا حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے دروازے تک آیا اور دروازہ کھٹکھٹا کر یہ شعر پڑھنا شروع کیا

لم یخب الان من رجاك ومن حرك من خلف بابك الحلقة اس وقت جس نے آپ سے امید رکھی اور آپ کے دروازے کا حلقہ کھٹکھٹایا وہ نا امید نہیں پلٹ سکتا" اور امام حسینؑ اس وقت اپنے محراب عبادت میں نماز پڑھ رہے تھے آپ نے اپنی نماز کو مختصر کیا اور دروازے کی طرف آئے اچانک انہیں ایسا سائل نظر آیا کہ جس کے بدن پر لباس نہیں تھا تو آپ نے اس سے کہا اے سائل اسی جگہ رکو یہاں تک کہ میں تمہاری طرف لوٹ کر آؤں پھر آپ نے اپنے غلام کو بلایا اور اس سے فرمایا اے غلام تمہارے پاس کوئی چیز ہے تو اس نے کہا میرے پاس دو ہزار درہم ہیں جو آپ نے کل مجھے دیئے تھے تاکہ میں انہیں آپ کے گھر کے افراد اور غلاموں پر تقسیم کروں تو آپ نے فرمایا اے غلام وہ لے آؤ کہ وہ آیا ہے جو میرے گھر والوں اور غلاموں سے زیادہ مستحق ہے اور آپ کے اوپر دو یمنی چادریں تھیں آپ نے وہ دو ہزار درہم

کو زندہ رکھتی ہے جس نیکی کی آپ نے اپنا کی ہے وہ زمانہ سے نہ روک ہر تیدے کو اس کے کٹے کی جزا ملے گی۔

آپ نے فرمایا اس کو سو دینار بھی دیدو تو آپ سے کہا گیا اے امیر المومنین آپ نے اسے غنی کر دیا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کو کہتے سنا ہے لوگوں کو ان کی منزل و مقام پر رکھو اس کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے تعجب ہے ان لوگوں سے کہ جو اپنے مال سے غلام تو خریدکرتے ہیں لیکن اپنی نیکی سے آزاد لوگوں کو نہیں خریدکرتے۔

روایت ہے کہ امام حسینؑ کی پشت پر طف کربلا کے دن کچھ نشان پائے گئے تو زین العابدینؑ سے ان کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ ان تھیلوں کی وجہ سے ہیں کہ جنہیں اپنی پشت پر لاد کر بیواؤں یتیموں اور مسکینوں کے گھر لے جاتے تھے۔

دوسری فصل

آنجناب کی شجاعت

روایت ہے کہ حسینؑ اور ولید بن عقبہ کے درمیان ایک جاگیر کا جھگڑا تھا تو آپ نے ولید کا عمامہ اس کے سر سے اتار کر اس کی گردن میں سختی سے ڈال لیا جب کہ وہ اس وقت مدینہ کا گورنر تھا اور آپ نے مروان کا گلا پکڑ لیا اور آپ کی پکڑ بڑی سخت تھی اس کو دبایا اور اس کا عمامہ اس کی گردن میں مروڑا تو وہ بیہوش ہو گیا پھر آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

اور یوم طف (کربلا میں) آپ سے کہا گیا اپنے چچا زاد کے حکم کو تسلیم کر لیں تو آپ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم میں تمہیں اپنا ہاتھ ذلیل کی طرح نہیں دوں گا اور نہ ہی غلاموں کی طرح بھاگ جاؤں گا اس کے بعد آپ نے پکار کر کہا اے اللہ کے بندو میں اپنے اور تمہارے پروردیگار سے پناہ مانگتا ہوں ہر اس متکبر سے جو قیامت و حساب کے دن پہ ایمان نہیں رکھتا

اور آنجناب علیہ السلام نے فرمایا عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے اور آپ نے اپنی شہادت کے دن یہ شعر پڑھا الموت خیر من رکوب العار، والعار اولیٰ من دخول النار موت ننگ و عار برداشت کرنے سے بہتر ہے

اور ننگ و عار جہنم کی آگ میں جلنے سے اولی وانسب ہے اور میدان طف میں آپ کی اس شجاعت کا مظاہرہ ہوا ہے کہ جس سے تعجب ہوتا ہے بعض راوی کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے بہت زیادہ مصیبت زدہ کہ جس کے بیٹے اہل بیت اور ساتھی مارے گئے ہوں اور وہ آپ سے زیادہ مضبوط اور قوی دل ہو پیادہ فوج آپ پر حملہ کرتی تھی تو تلوار لے کر اس سختی سے آپ ان پر جھپٹتے تھے کہ وہ آپ کے سامنے اس طرح بکھر جاتے تھے کہ جس طرح بکریاں بھیڑیے کے حملہ سے تتر بتر ہو جاتی ہیں اور آپ ان پر حملہ کرتے تھے حالانکہ وہ مکمل تیس ہزار تھے تو آپ کے سامنے ٹڈی دل کی طرح شکست کھا کر منتشر ہو جاتے تھے پھر آپ اپنے مرکز کی طرف واپس آتے اور کہتے تھے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مولف کہتے ہیں کہ حسین علیہ السلام کی شجاعت ضرب المثل ہے اور آپ کے مقام نے جنگ کے مواقف میں پہلے اور پچھلے لوگوں کو عاجز و ناتواں کر دیا ہے اور آپ کا صبر کرنا اعداء کی کثرت اور انصار کی قلت کے باوجود صفین و جمل میں آپ کے والد کے صبر کی مانند ہے کوئی حرج نہیں کہ ہم آپ کے والد گرامی کی مختصر سی شجاعت کی طرف اشارہ کریں اور یہاں ہم اس پر اکتفا کریں گے کیونکہ آپ سب سے زیادہ اپنے والد سے مشابہت رکھتے تھے آپ کی شجاعت ان کی شجاعت کی حکایت و ترجمانی کرتی تھی آپ کی رفتار ان کی رفتار سے نہیں چوکتی تھی۔

عمر سعد نے شمر سے کہا خدا کی قسم حسین کبھی بھی یزید کی بیعت قبول نہیں کریں گے (ان نفس ابیہ بین جنبیہ) ۔ اس کے باپ کا دل اس کے

پہلوؤں میں دھڑکتا ہے۔

اور کتاب الدر النظیم کے مؤلف نے جنگ جمل کے واقعہ میں مسلم مجاشعی کے قتل کے بعد کہ جس نے امیر المومنین سے قرآن لیا تھا اور لوگوں کو جو کچھ قرآن میں ہے اس کی طرف دعوت دی تھی کہا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں پھر حضرت علیؑ نے جب دیکھا کہ لوگ جنگ کے لیے اکٹھے ہو گئے ہیں اور مصمم ارادہ کر چکے ہیں تو آپ نے محمد بن حنفیہ کی طرف کسی کو بھیجا کیونکہ جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا اے ابن خولہ آگے بڑھو اور اس قوم میں گھس جاؤ تو انہوں نے کہا جی ہاں پس دوبارہ بھیجا کہ اے خولہ کے بیٹے گھس جاؤ تو کہا جی ہاں اور محمد کے سامنے تیرانداز تھے جنہوں نے محمد پر تیر برسائے اور انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا پس محمد پیچھے ہٹ گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان لوگوں نے تم پر تیر برسائے ہیں اور تمہیں زخمی کر دیا ہے اور وہ اپنے تیروں کو ترکشوں میں انڈیل رہے ہیں دوبارہ تیراندازی کے لیے پھر ان پر حملہ کرنا پس علیؑ نے تیسری مرتبہ پیغام بھیجا اور محمد سے کہا اے خولہ کے بیٹے گھس جا انہوں نے کہا جی ہاں جب محمد نے دیر کی تو آپ خچر سے گھوڑے پر سوار ہوئے اور تلوار نیام سے نکالی اور محمد کی طرف تیزی سے گئے اور پیچھے سے ان کے پاس آکر اپنا بایاں ہاتھ ان کے دائیں کندھے پر رکھا پھر محمد کو اٹھایا یہاں تک کہ زین سے اٹھا لیا اور فرمایا آگے بڑھو محمد کہتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں مجھے آپ کا یہ واقعہ کبھی یاد نہیں آتا مگر یہ کہ گویا مجھے آپ کی خوشبو محسوس ہوتی ہے پس آپ نے علم میرے ہاتھ سے لے لیا اور پھر ان

چیز نے اس سے روک دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی علیہ و آلہ کو کہتے سنا کہ۔

لاسیف الاذوالفقار لافتی الاعلی

جب کہ میں آپ کے سامنے جنگ کر رہا

تھا راوی کہتا ہے کہ ہم آپ سے تلوار لیکر اسے سیدھا کرتے ہیں پھر آپ اسے ہم سے لیکر دشمن کی صف کے عرض میں گھس جاتے خدا کی قسم میں نے شیر کو بھی آپ سے زیادہ دشمن کو قتل کرتے اور زخمی کرتے نہیں دیکھا

اور لیلۃ الہریر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ نے کسی بہادر کا سامنا نہیں مگر یہ کہ اس کا خون بہایا اور کوئی شجاع نہیں تھا کہ جس کے قدم نہ ڈگمگائے ہوں اور کوئی برے ارادہ سے نہیں آیا مگر یہ کہ اسے وادی عدم بھیجا اور کوئی ستمگر نہیں تھا کہ جس کی زندگی کم نہ کی ہو اور اس کی پشیمانی نے طول نہ پکڑا ہو اور کوئی منافقین کی جماعت نہیں تھی کہ جسے منتفرق نہ کیا ہو اور کوئی گمراہی کی عمارت نہیں تھی کہ جسے منہدم نہ کیا ہو اور جب کسی شاہسوار کو قتل کرتے تو تکبیر کی صدا بلند کرتے پس لیلۃ الہریر میں آپ کی تکبیریں شمار کی گئیں تو وہ پانچسو تیئیس تکبیریں تھیں پانچسو تیئس نا ریوں کے قتل کرنے پر اور کہا گیا ہے کہ اس رات آپ نے اپنی زرہ کی تنگ جگہ میں شگاف کر دیا تھا اس خون کے بوجھ کی وجہ سے جو آپ کی ذرائع ہاتھ پر بہتا تھا۔

بعض نے کہا کہ اس دن آپ کے مقتول پہچانے گئے کیونکہ آپ کی ضربیں ایک طرز کی تھیں طول میں مارتے تو برابر کے دو حصے کرتے اور اگر عرض میں مارتے قط لگاتے گویا وہ ضرب میں گرم کی ہوتی۔

جنگ حنین کے سلسلہ میں روایت ہے اور یہ وہ جنگ تھی کہ جس میں صحابہ

میدان سے بھاگ گئے تھے اور حضرت علیؑ بنی ہاشم کے چند افراد کے ساتھ ثابت قدم رہے کہ آپ نے اس دن چالیس زرہ کے طول میں برابر کے دو حصے کئے یہاں تک کہ ناک اور شرمگاہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہوئے آپ کی ضربیں بکر ہوا کرتی تھیں یعنی ایک ہی ضرب لگاتے دوسری دفعہ مارنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

خیبر میں مرحب کافر کے سر پہ ضرب لگائی تو عمامہ، خود، سر، گلا اور جو زرہ اس نے پہنی ہوئی تھی آگے اور پیچھے سے یہاں تک کہ اس کے دو ٹکڑے کیے پھر ستر شاہسواروں پہ حملہ کیا اور انہیں پراگندہ کر دیا اور آپ کے اس کارنامہ پہ دونوں فریق حیران تھے۔

اور جنگ احد میں آپ نے صواب نامی شخص کو جو کہ شجاعت میں مشہور تھا دو حصوں میں کاٹ دو اس کے پاؤں پچھا اور ساتیں زمین پر کھڑی رہیں مسلمان اسے دیکھ کر اس سے ہنستے تھے حمیری نے آپ کی جنگ کے بارے میں کہا ہے۔ (کان اذا الحرب مزقها القناء عنها الیها لیل، یمشی الی القرن و فی کفه ء بیض ماضی الحد معقول العفر نا بین اشباله ء ابرزه للقنص الغیل۔ جب جنگ کو نیزے چیر پھاڑ رہے ہو اور سرداران لشکر پیچھے ہٹ رہے ہو تو مد مقابل کی طرف آپ جاتے ہیں جب کہ آپ کے ہاتھ میں صیقل شدہ تیز دھار والی چمکیلی تلوار ہوتی ہے جیسے شیر اپنے بچوں کے ساتھ چلے کہ جیسے بیشہ نے شکار کے لیے نکالا ہو۔

مؤلف کہتے ہیں کہ میں جب سید حمیری کے یہ اشعار پڑھتا ہوں تو مجھے

دیکھ رہی ہوں اے اللہ کے رسولؐ فرمایا میں آج رات حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کی قبریں کھودتا رہا۔

اور میثم نے جبلہ مکیہ سے کہا تھا تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ حسینؑ قیامت کے دن سید الشہداء ہوں گے اور ان کے اصحاب کا باقی شہداء سے درجہ بلند ہے۔

اور کعب الاحبار نے کہا ہماری کتاب میں ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کو اولادیں سے ایک شخص شہید ہوگا جس کے اصحاب کے گھوڑوں کا ابھی پسینہ خشک نہیں ہوگا کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور حور العین سے معانقہ کریں گے۔

اور صادقؑ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب مختلف زمینوں اور پانیوں نے ایک دوسرے پر فخر و مباہات کیا تو کربلا کی زمین نے کہا میں اللہ کی مقدس و مبارک زمین ہوں میری مٹی اور میرے پانی میں شفاء ہے لیکن کوئی فخر نہیں بلکہ خاضع اور خاشع اور ذلیل ہوں اس کے لیے کہ جس کی وجہ سے مجھے یہ رتبہ ملا ہے اور میں اپنے علاوہ پر فخر نہیں کرتی بلکہ اللہ کا شکر ہے پس اللہ نے اسے مکرم و محترم قرار دیا اور اس کو زیادہ شرف بخشا حسینؑ اور آپ کے اصحاب کی وجہ سے اس کے تواضع کرنے اور اللہ کا شکر بجا لانے کی وجہ سے اور خدا تعالیٰ کے قول (وردد نا لکم الکرۃ علیھم ") "پھر ہم تمہیں ان پر پلٹائیں گے" کے بارے میں روایت ہے کہ اس سے مراد حسینؑ کا خروج ہے اپنے ستر اصحاب کے ساتھ کہ جن پر سونے کی خودیں ہوں گی ہر خود کے دو منہ ہوں گے جو لوگوں

تک یہ صدا پہنچائیں گے۔

یہ حسین علیہ السلام ہیں کہ جنہوں نے خروج کیا ہے تاکہ مومنین کو اس سلسلہ میں کوئی شک نہ ہو۔

شیخ کشی فرماتے ہیں کہ حبیب رحمہ اللہ ان ستر افراد میں سے ایک ہیں کہ جنہوں نے حسینؑ کی نصرت و مدد کی تھی اور لوہے کے پہاڑوں سے جو ٹکرائے تھے جنہوں نے اپنے سینوں کے ساتھ تیروں کا اور چہروں کے ساتھ تلواروں کا استقبال کیا ان پر امان پیش کی جاتی تھی اور وہ انکار کرتے تھے اور کہتے تھے ہمارے پاس بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ میں کوئی عذر نہیں اگر حسینؑ شہید ہوگئے اور ہم میں سے کسی کی آنکھ پھڑکتی رہی یہانتک کہ وہ آپکے اردگرد شہید ہوگئے۔۔۔۔

اور میں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہوں۔ السلام علی الارواح المیخنتہ بقبرابی عبداللہ الحسین علیہ السلام، السابقون الی المکارم والعلیٰء والی ثزون غداً احیاض الکوثر لولا صوارمھم ووقع بنالھم علم یسمع الاذان صوت مکبر: اے وہ ارواح کہ جنہوں نے حسینؑ کی قبر پر اپنی سواریاں بٹھائیں تم پر سلام ہو جو مکارم اخلاق اور بلند کردار کی طرف سبقت کرنے والے تھے اور جو کل حوض کوثر پر قبضہ کرنے والے ہیں، اگر ان کی تلواریں اور تیرے و نیزے نہ ہوتے تو کان مکبر و آذان کہنے والے کی آواز نہ سنتے اور میں ان کے متعلق اپنی کتاب نفس المھموم میں ذکر کر چکا ہوں اور مسعودی سے ایک روایت بھی وارد کی ہے کہ کربلا والے اور جنگ بدر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے اصحاب

پر راضی ہونے کے بارے میں ہے اس کی شرح میں کہا ہے اور حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے پروردیگار مجھے اپنی مخلوق میں سے اپنا زیادہ محبوب اور ان میں سے زیادہ عبادت کرنے والا رکھا تو خدا نے انہیں حکم دیا سمندر کے کنارے فلاں بستی میں جاؤ اور انہیں خبر دی کہ فلاں جگہ جس کا نام ونشان بتایا اسے پاؤ گے پس حضرت موسیٰ اس جگہ پہنچے تو ایک ایسے شخص کو پایا کہ جو جذامی زمین گیر برص کی بیماری میں مبتلا تھا جب کہ وہ اللہ کی تسبیح کر رہا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے جبرئیل کہاں ہے وہ شخص کہ جس کے متعلق میں نے اپنے پروردیگار سے سوال کیا ہے کہ مجھے دکھائے تو جبرائیل نے کہا اے کلیم خدا وہ یہی ہے تو انہوں نے کہا اے جبرئیل میں تو پسند کرتا تھا کہ اسے ہر ہمیشہ کا روزہ دار اور ہمیشہ کا عبادت گزار دیکھوں تو جبرائیل نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ محبوب اور اس کا زیادہ عبادت گزار ہے ہمیشہ روزے رکھنے اور ہمیشہ عبادت کرنے والے سے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کی دو نوں آنکھیں لے لوں پس سنو کہ وہ کیا کہتا ہے پس جبرئیل اس کی دونوں آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ اس کے دونوں رخساروں پہ بہہ گئیں تو اس نے کہا تو نے مجھے ان دونوں سے فائدہ پہنچایا جب تک چاہا اور انہیں مجھ سے چھین لیا جب چاہا اور تو نے اپنی ذات میں میری طویل امید باقی رکھی اے نیکی کرنے اور صلہ دینے والے تو حضرت موسیٰ نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے میں ایک ایسا شخص ہوں کہ جس کی دعا قبول ہوتی ہے اگر تو پسند کرے تو میں تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ جو تیرے اعضاء و جوارح چلے گئے ہیں پلٹا دے اور تجھے اس بیماری سے اچھا کر دے تو میں ایسا کروں تو اس نے کہا میں ان

میں سے کوئی چیز نہیں چاہتا کیونکہ اس کا میرے لیے کسی چیز کو پسند کرنا مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں کسی چیز کو اپنے لیے پسند کروں اور یہی خالص رضا ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں پس حضرت موسیٰؑ نے اس سے کہا میں نے تجھ سے تجھے کہتے سنا ہے یا بار یا وصول اے نیکی کرنے والے اور اے صلہ دینے والے یہ نیکی اور یہ صلہ کونسا ہے جو تجھے تیرے پروردگار کی طرف سے پہنچا ہے تو اس نے کہا اس شہر میں میں کوئی ایسا شخص نہیں پاتا کہ جو مجھے اس کی ذات کے علاوہ جانتا ہو تو حضرت موسیٰ کو تعجب ہوا اور کہا واقعتاً یہ اہل دنیا میں سب سے زیادہ عابد ہے۔

اور جس طرح حضرت موسیٰ کو تعجب ہوا اس سے کہ جو اللہ کی قضا و فیصلہ پر راضی تھا ہمیں تعجب ہے اس شخص سے کہ جو راضی ہوا اس چیز کے فیصلہ پر کہ جو نفسوں کے ضائع ہونے اعضاء و جوارح کے تلف ہونے اور اولاد و ازواج کے جدا ہونے تک پہنچانے تک پہنچانے والا تھا مثل زہیر بن قین بجلی مسلم بن عوسجہ اسدی ابو محل مشہر حبیب بن مظاہر اور ان جیسے افراد رضی اللہ عنہم وابلغہم من رحمۃ اللہ غایۃ الرضا (خدا ان سے راضی رہے اور انہیں انتہائے درجۂ رضا تک پہنچائے) کیونکہ انھوں نے لوہے کے سمندر دیکھے کہ جن کے نیچے دنیا کے بندے چل رہے تھے پس وہ ان میں گھس گئے قضا و قدر پر راضی ہوتے ہوئے اور رضائے الٰہی کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے مؤلف کہتے ہیں کہ مناسب ہے کہ خصوصیت کے ساتھ عابس بن ابی شبیب شاکری بیض اللہ وجہہ کا ذکر بھی کیا جائے کیونکہ وہ رجال الشیعہ میں سے ہونے کے علاوہ رئیس شجاع خطیب عبادت گزار اور تہجد خواں تھے اور بنو شاکر

چوتھی فصل

بہترین عمل

(قطب راوندی نے کتاب الدعوات میں کہا ہے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کبھی تو نے میرے لیے بھی کوئی عمل کیا ہے عرض کیا نماز تیرے لیے پڑھی روزہ تیرے لیے رکھا صدقہ تیرے لیے دیا اور ذکر تیرے لیے کیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ نماز تیری دلیل و برہان ہے اور روزہ تیرے لیے ڈھال ہے اور صدقہ تیرے لیے سایہ ہے اور ذکر تیرے لیے نور و روشنی ہے پس میرے لیے تو نے کونسا عمل کیا ہے حضرت موسیٰ نے عرض کی مجھے رہنمائی فرما اس عمل کی طرف جو تیرے لیے ہے ارشاد ہوا اے موسیٰ کیا تو نے میرے ولی و دوست سے دوستی اور میرے دشمن سے دشمنی بھی کبھی رکھی ہے تو حضرت موسیٰ نے جان لیا کہ تمام اعمال سے افضل اللہ کے لیے محبت و دوستی اور اللہ کے لیے بغض و دشمنی ہے اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے امام رضا نے اپنے مکتوب میں کن محبا لآل محمد وان کنت فاسقا و محبا لمحبیھم وان کانوا فاسقین آل محمد کا محب و دوست ہو جا چاہے تو فاسق بھی ہو اور ان سے محبت کرنے والوں سے محبت کر چاہے وہ فاسق ہوں۔

اور شجوۃ الحدیث سے منقول ہے کہ یہ مکتوب اور آپ کا خط اب بھی بعض اہل کرمند کے پاس موجود ہے جو ایک بستی ہے ہمارے اطراف میں اصفہان

ماہی کی طرف اور اس خط کا قصہ یہ ہے کہ اس گاؤں کا ایک شخص جمال تھا۔
ہمارے مولا ابوالحسن رضا علیہ السلام کا جب آپ خراسان کی طرف آرہے تھے
جب اس نے واپس جانا چاہا تو آپ سے عرض کیا اے فرزند رسولخدا مجھے مشرف
کیجئے اپنے خطوں سے کس چیز کے ساتھ کہ جس سے میں برکت حاصل کروں اور
وہ شخص عامہ (اہل سنت) میں سے تھا تو آپ نے اسے یہ تحریر دی تھی)

قطب راوندی رحمہ اللہ نے ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود سے اس کے
باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ
و آلہ کو حکم دیا کہ وہ ایک گرجے میں داخل ہو کہ ایک شخص جنت میں داخل ہو
سکے جب آپ داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی اور
وہاں یہودی تورات کی تلاوت کر رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ
کی تعریف و توصیف تک پہنچے تھے جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو رک گئے
اور اس گرجے کے کونے میں ایک بیمار شخص بھی پڑا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ و آلہ نے فرمایا کیا ہوا تمہیں کہ رک گئے ہو تو بیمار نے کہا وہ نبی صلعم کی امت
کی تعریف تک پہنچے تھے کہ رک گئے پھر وہ بیمار گھٹنوں کے بل چلتا ہوا آیا یہاں
تک کہ اس نے تورات لے کر اسے پڑھا یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ
اور آپ کی امت کی آخری صفت تک پہنچا اور کہا یہ آپ کی اور آپ کی امت کی تعریف و
توصیف ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور
آپ اللہ کے رسول ہیں اس کے بعد وہ بیمار مر گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ
نے (اپنے اصحاب سے) کہا اپنے بھائی کے غسل و کفن وغیرہ کا انتظام و انصرام کرو۔

(بحار ۶۶/۲۵۲)

مؤلف کہتے ہیں کس قدر مشابہ ہے اس بیدار آزاد مرد کی حالت حر بن یزید ریاحی کی حالت کے ساتھ جیسا کہ سبط بن جوزی نے تذکرہ میں ذکر کیا ہے اس نے ذکر کیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام شبث بن ربعی، حجار، قیس بن اشعث یزید بن حارث کو یہ ندا دینے کے بعد کہ کیا تم نے مجھے لکھا نہیں تھا کہ پھل پک چکے ہیں اور سبزہ لہلہا رہے ہیں اور آپ تیار شدہ لشکر پر پہنچیں گے پس آپ آئیے اور ان ملاعین نے آپ کے جواب میں کہا کہ ہم نے نہیں کیا اور ہمیں پتہ نہیں آپ کیا کہتے ہیں راوی کہتا ہے اور حر بن یزید یربوعی ان کے سرداروں میں سے تھا تو اس نے کہا ہاں خدا کی قسم ہم نے خطوط لکھے اور ہم ہی آپ کو یہاں لے آئے ہیں پس خدا باطل اور اس کے اہل کو دور رکھے خدا کی قسم میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دوں گا پھر اس نے اپنے گھوڑے کے سر پر چابک مارا اور حسین علیہ السلام کے لشکر میں داخل ہو گیا تو حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا اہلاً و سہلاً تو خدا کی قسم دنیا و آخرت میں حر ہے۔ انتہی

معلوم ہونا چاہیئے کہ چونکہ ہمارے مولا حسین علیہ السلام باب وسیلہ تھے اور رحمت کے خزانوں کی چابی تھے اور ہدایت کے چراغ اور نجات کی کشتی تھے تو بعید نہیں کہ اکثر جو آپ کے بارے میں رقت و نرمی اور گریہ کرنا اور مطالبہ و اصرار کرنا کہ مجھے چھوڑ دو اور مجھے قتل نہ کرو ان لوگوں پر شفقت و مہربانی کہ ان قبیح جرائم کے مرتکب نہ ہوں کہ جن کی عالم انسانیت کی کوئی بدترین امت بھی مرتکب نہیں ہوئی اور شاید یہی راز ہے آپ کے بار بار کے استغاثہ کا اور ناصر و معین طلب کرنے کا کیونکہ آپ کو اپنے نفس مقدس کے باقی رہنے کا حرص و طمع نہیں تھی بلکہ ان کی نفاع اور ان میں سے بعض کی

نجات پا جاتے تھے بعد اس کے کہ سب کی نجات مشکل ہو گئی تھی -

پس پہلا استغاثہ جو آپ سے صادر ہوا جب آپ نے دیکھا کہ یہ قوم آپ سے جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کر چکی ہے اور یہ نصائح و مواعظ کہ جن سے پتھروں کے دل قریب ہے کہ پگل جائیں اور پچے گہواروں میں ٹکڑے ہو جائیں ان کے لیے نفع مند نہیں ہیں پس آپ نے پکارا - اما من غیث یغیثنا لوجہ اللہ اما من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی فریاد رس نہیں کہ جو اللہ کی ذات اور اس کی رضا کے لیے ہماری فریاد کو پہنچے کیا کوئی نہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے اہل حرم سے دشمنوں کو روکے تو جب حر نے دیکھا کہ یہ قوم حسین سے جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کر چکی ہے اور آپ کی فریاد و پکار سنی تو عمر سعد کے قریب گیا اور کہا اے عمر کیا تم اس مرد بزرگوار سے جنگ کرو گے اس نے کہا ہاں خدا کی قسم ایسی جنگ کہ جس کا آسان کام یہ ہے کہ سر گریں گے اور ہاتھ کٹیں گے تو اس نے کہا کیا تم اس چیز پر کہ جسے انہوں نے پیش کیا ہے راضی نہیں ہو سکتے تو عمر نے کہا اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ضرور ایسا کرتا لیکن تیرے امیر نے انکار کر دیا ہے پس حر آگے بڑھا یہاں تک کہ لوگوں سے ایک موقف پر کھڑا ہوا اور اس کو کپکپی شروع تھی یعنی لرزہ طاری تھا اور یہی اللہ کی طرف انابہ و رجوع اور خدا کی ہونے والی چیز تھی حر سے مہاجر بن اوس نے کہا تیرا معاملہ شک میں ڈالنے والا ہے خدا کی قسم میں نے تیرا اس قسم کا موقف کبھی نہیں دیکھا اگر مجھ سے پوچھا جاتا کہ اہل کوفہ میں سے سب سے زیادہ شجاع و بہادر کون ہے تو میں تجھ سے تجاوز نہ کرتا تو یہ کیا حالت ہے جو میں تجھ سے دیکھ رہا ہوں تو حر نے اس سے کہا خدا کی قسم

میں اپنے نفس کو جنت اور جہنم کے درمیان اختیار دے رہا ہوں خدا کی قسم میں جنت پر کسی بھی چیز کو ترجیح نہیں دوں گا اگرچہ میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاؤں۔

پھر حسینؑ کی طرف قصد و ارادہ کرتے ہوئے اپنے گھوڑے کو مارا اور اس کا ہاتھ اس کے سر پہ تھا اور وہ کہہ رہا تھا خدایا میں تیری طرف پلٹ رہا ہوں تو یہ قبول کر میں نے تیرے اولیاء اور تیرے نبی کی بیٹی کی اولاد کے دل ڈرائے ہیں پس امام حسین علیہ السلام سے آملا۔

جب ان سے قریب آیا تو اپنی ڈھال دی تو انہوں نے کہا کہ امن کا طلبگار ہے یہاں تک کہ جب اسے پہچان لیا تو حر نے حسین پر سلام کیا اور آپ کی خدمت میں عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں اے رسول اللہ کے فرزند میں آپ کا وہی ساتھی ہوں۔ کہ جس نے آپ کو واپس جانے سے روکا اور راستہ بھر آپ کے ساتھ چلتا رہا اور میں نے آپ کو اس جگہ تنگ کر دیا لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ یہ لوگ تمام وہ باتیں رد کر دیں گے جو آپ نے ان کے سامنے پیش کی ہیں اور آپ کے ساتھ وہ اس منزل تک نہیں پہنچ جائیں گے خدا کی قسم اگر مجھے علم ہوتا کہ وہ اس مقام تک پہنچ جائیں گے کہ جسے میں دیکھ رہا ہوں تو پھر میں آپ کے ساتھ اس سلوک کا مرتکب نہ ہوتا جو میں نے کیا ہے اب میں اللہ کی بارگاہ میں اپنے کئے پر توبہ کرتا ہوں تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میری توبہ قبول ہو جائیگی۔

تو امام حسین نے حر سے فرمایا ہاں خدا تمہاری توبہ کو قبول کریگا اتر آؤ

تو حر نے کہا کہ میں گھوڑے پر سوار رہوں تو آپ کے لیے بہتر ہوں پیدل ہونے سے میں ان سے گھوڑے پر ہی کچھ دیر جنگ کرونگا اور میرا آخری معاملہ گھوڑے سے

اترتا ہوگا تو حسین علیہ السلام نے اس سے کہا خدا تجھ پر رحم کرے تو تمہارے جی میں آئے وہ کر دیں وہ حسینؑ کے سامنے آگے بڑھ گیا اور کہا اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہیں مفقود پائیں اور تم پر روتی رہیں اس عبد صالح کو تم نے بلایا اور جب وہ تمہارے پاس آگیا تو تم نے اسے دشمن کے سپرد کر دیا۔

مؤلف کہتے ہیں میں احتمال دیتا ہوں کہ حر کا آپ کے حکم کی اطاعت نہ کرنا گھوڑے سے اترنے میں اور آپ سے اذن لینا اس قوم کی طرف نکلنے کا اس چیز کی بنا پر تھا جو اس سے آپ کے بارے میں صادر ہو چکی تھی گویا حر کو شرم آتی تھی کہ وہ آپ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے ۔

پانچویں فصل

شعراء کی قصیدہ خوانی

(کمیت بن زید اسدی اپنے زمانہ کا یکتا شاعر صاحب قصیدہ ہاشمیات مادح آل احمد بہت ہی زیادہ جلالت وعظمت کا مالک ہے علاوہ اس کے کہ وہ اہل بیت رسالت کا مدح خوان تھا خطیب فقیہ نسابہ بہترین خطاط شاہسوار تیر اندازی میں ماہر سخی اور دیندار تھا جس وقت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اور اس نے اپنا مشہور قصیدہ "من لقلب میتم مستھام" کون ہے اس دل کے لیے جو عشق آل محمد میں سرگرداں ہے، پڑھا اور اس شعر تک پہنچا (وقتیل بالطف غودر فیہم ء بین غوغاء امۃ وطغام ۔ اور میدان طف میں شہید ہونے والا کہ جو امت کے اوباش اور کمینہ لوگوں میں گھرا ہوا تھا، تو آنحضرت نے گریہ کیا اور فرمایا اے کمیت اگر ہمارے پاس مال ہوتا تو ہم تجھے عطا کرتے لیکن تیرے لیے وہ کلام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے حسان بن ثابت کے لیے فرمائی تھی "لا زلت مؤیدا بروح القدس ما ذببت عنا اھل البیت" جب تک ہم اہل بیت سے دفاع کرتا رہا روح القدس سے تیری تائید ہوتی رہے گی،،

اور صاحب معاہد التنصیص نے محمد بن سہل سے جو کمیت کا دوست ہے نقل کیا

ہے وہ کہتا ہے کہ میں کمیت کے ساتھ حضرت صادق کی خدمت میں حاضر ہوا
ایام تشریق (گیارہ، بارہ، تیرہ) میں تو کمیت نے عرض کیا آپ پر قربان
جاؤں آپ اذن دیتے ہیں کہ میں آپ کے لیے (کچھ اشعار پڑھوں) یہ ایام
عظام ہیں یہ عظیم و شریف دن ہیں یعنی مناسب نہیں ہے ان دنوں میں
اشعار پڑھنا تو عرض کیا وہ اشعار آپ اہل بیت کے حق میں ہیں فرمایا لے آؤ
پھر آپ نے حکم بھیجا کہ آپ کے بعض گھر والے نزدیک آئے تاکہ وہ بھی سن لیں
کمیت نے اپنے اشعار پڑھے اور بہت زیادہ گریہ ہوا یہاں تک کہ وہ اس
شعر تک پہنچا "یصیب به الرامون عن قوس غیرهم فیا آخراً اسدی
الـه الغی اول" وہ اسے دوسروں کی کمان سے تیر مارتے ہیں پس آئے
آخری کہ جس کے لیے پہلے نے گمراہی کا تانا بانا بنا، تو حضرت نے اپنے ہاتھ
بلند کئے اور عرض کیا (اللّٰهم اغفر لکمیت ما قدم واخر وما اسر
واعلن واعطه حتی یرضی) خدایا کمیت کے اگلے پچھلے اور پوشیدہ و علی گناہ معاف
کر دے اور اس کو اتنا دے کہ راضی ہو جائے) یہ شعراء اشعار کا حصہ ہے
کہ جن میں بنی اسد میں سے جو انصار حسین ہیں ان کی مدح کی ہے اور وہ چھ افراد
ہیں۔

پہلا :۔ حبیب بن مظہر (کی پیش اور ظاء نقطہ دار کی زبر کے ساتھ
ابو القاسم فقعی اسدی حبیب صحابی تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
کو دیکھا تھا کلبی نے ذکر کیا ہے اور حبیب چچازاد تھے ربیعہ بن حوط بن
رئاب کے جس کی کنیت ابو ثور تھی جو شاعر و شاہسوار تھا۔

اہل سیر کا کہنا ہے کہ حبیب کوفہ میں آ رہے اور تمام جنگوں میں حضرت علیؑ

کا ساتھ دیا اور وہ آنجناب کے خواص اور حاملین علوم میں سے تھے انتھی
اور میں نے ان کی شہادت نفس المھموم میں ذکر کی ہے اور ان کی جلالت
کے لیے وہ کچھ کافی ہے کہ جسے لوط بن یحیی ازدی نے محمد بن قیس سے روایت
کیا ہے کہ جب حبیب بن مظاہر شہید ہو گئے تو اس سے حسین علیہ السلام کا دل
ٹوٹ گیا اور فرمایا اپنے نفس اور فدا کار اصحاب کی شہادت اللہ کے حساب
میں ڈالتا ہوں۔

بشارت جعفریہ حو حسینی بارگاہ میں حبیب کی جلالت کی کاشف ہے

اور وہ چیز کو جو جناب حبیب قدس اللہ روحہ کی جلالت وعظمت کی
گواہ ہے وہ حکایت ہے کہ جسے ہمارے شیخ اجل محدث متبحر نوری نور اللہ
مرقدہ نے کتاب دارالسلام میں نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان
کیا عالم جلیل معظم نبیل شیخ اعظم رفیع الشان لامع البرھان کشاف حقائق
شرعیہ طرائف بیان کے ساتھ کہ جسے ان سے پہلے کسی جن و انسان نے نہیں چھوا
ناموس رہے اور فرید عصر بدر انور شیخ المسلمین شیخ جعفر تستری اس سال
جن کے وجود مبارک سے غری دنجف کی سرزمین مزین ہوئی دام ظلہ نے کہا کہ
کہ جب میں مشہد غروی (نجف اشرف) سے علوم دینی کی تعلیم و تحصیل سے
فارغ ہوا اور ان کی نشر و اشاعت اور وجوب انذار کا وقت آیا تو میں اپنے
وطن کی طرف لوٹا اور اس چیز کے ادا کرنے کے لیے قیام کیا جو مجھ پر واجب
تھی لوگوں کو ان کے مختلف مراتب میں ان کی ہدایت کرتا اور چونکہ میں ان
آثار و اخبار میں قوی دتوانا نہیں تھا جن کا تعلق مواعظ و مصائب کے

ساتھ ہے تو میں اکتفاء کئے ہوئے تھا کہ منبر پر اپنے ہاتھ میں تفسیر صافی لیے رہوں اور اس میں سے پڑھوں ماہ رمضان اور جمعوں میں اور روضۃ الشہداء مولی حسین کاشفی کی ایام عاشوراء میں اور میں ان لوگوں میں سے نہیں تھا کہ جن کے لیے وعظ و انداز کرنا اور رلانا ممکن ہے ان مطالب کے ذریعہ جو اس کے سینہ میں ودیعت ہیں یہانتک مجھ پر ایک سال گزر گیا محرم الحرام کا مہینہ قریب آ گیا تو ایک رات میں نے اپنے دل میں نے اپنے دل میں کہا میں کب تک کتاب دیکھ کر پڑھتا رہوں گا اور کتاب سے جدا نہیں ہونگا پس میں کھڑا ہوا اور تدبیر سوچنے لگا اس سے بے پرواہ ہوتے اور مستقل خطاب کرنے کی اور میں نے اپنی فکر کا قاصد اس کام کے اطراف میں بھیجا یہانتک کہ میں اس سے تھک گیا اور مجھے نیند آ گئی پس میں نے دیکھا کہ گویا میں زمین کربلا میں ہوں ان دنوں کو جب حسینی کارواں اس میں آ اترا اور ان کے خیمے لگے ہوئے ہیں اور دشمنوں کے لشکر ان کے آمنے سامنے ہیں جیسا کہ روایت میں آیا ہے پس میں سید الانام ابا عبداللہ علیہ السلام کے خیمہ میں داخل ہوا اور آپ کی خدمت میں سلام کیا آپ نے مجھے قریب نزدیک کیا اور حبیب بن مظاہر سے کہا فلاں شخص اور میری طرف اشارہ کیا ہمارا مہمان ہے پانی تو ہمارے پاس موجود نہیں ہے البتہ آٹا اور گھی موجود ہے پس اٹھ کھڑے ہو اور ان دونوں سے اس کے لیے کھانا تیار کرو اور اس کے پاس لے آؤ پس حبیب اٹھے اور اس سے کوئی چیز بنائی اور وہ میرے پاس رکھ دی اور اس کے ساتھ ایک چمچہ بھی تھا پس میں نے اس سے چند لقمہ کھائے اور میں بیدار ہو گیا اور اچانک میں ایسے حقائق و اشاروں کی طرف مصائب میں اور لطائف

وکنایات کی طرف ان پاکیزہ ہستیوں کے آثار میں ہدایت حاصل کرنے لگا کہ جن کی طرف مجھ سے پہلے کسی نے سبقت نہیں کی اور اس میں ہر رات اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ ماہ رمضان آگیا اور وعظ و بیان میں غایۃ الحرام و مقصد تک پہنچا انتھی ۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ جناب حبیب سے حدیث کی روایت بھی ہوئی ہے پس بحار میں ہے کہ محمد بن بحر شیبانی نے کہا ہم سے حبیب بن مظاہر اسدی بیض اللہ وجہہ نے روایت کی کہ انہوں نے حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام سے کہا آپ حضرات کیا تھے اس سے پیش کہ اللہ عز وجل آدمؑ کو پیدا کرے تو آپ نے فرمایا ہم نور کے اشباح تھے ہم عرش رحمن کے گرد گردش کرتے تھے اور ہم ملائکہ کو تسبیح و تہلیل و تمجید سکھاتے تھے ۔

دوسرا انس بن حارث اسدی کاہلی ہے اور کاہل اسد بن خزیمہ کی ایک شاخ ہے ۔

انس بہت بڑے صحابی رسول تھے کہ جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی ان روایات میں سے کہ جنہیں انہوں نے سنا اور آگے بیان کیا وہ روایت ہے کہ جسے عامہ اور خاصہ کے جم غفیر نے ان سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کو کہتے ہوئے سنا جب کہ حسین بن علی علیہما السلام آپ کی گود میں تھے یقیناً میرا یہ بیٹا عراق کی ایک زمین میں شہید کیا جائے گا یاد رکھو جو کوئی بھی موجود ہو اسے اس کی مدد کرنا چاہیئے اس حدیث کو جزری نے اسد الغابہ میں اور ابن حجر نے الاصابہ میں اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی ذکر کیا ہے پس جب انس نے آپ کو عراق میں دیکھا اور مشاہدہ کیا تو آپ کی نصرت کی اور آپ کے ساتھ شہید ہوا ۔

مؤلف کہتے ہیں ہم ان کی شہادت نفس المہموم میں ذکر کر چکے ہیں لہذا اب اعادہ نہیں کرتے لیکن ایک چیز پہ تنبیہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے اصحاب میں سے ایک جماعت حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئی کہ جن میں سے ایک ہی کاہلی تھے جن کا ذکر ہو رہا ہے اور ایک حبیب بن مظہر تھے جیسا کہ ایسا ہی العین نے ابن حجر سے نقل کیا ہے اور ان میں سے مسلم بن عوسجہ اسدی تھے جیسا کہ ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے اور کوفہ میں شہید ہونے والے ہانی بن عروہ تھے ارباب سیر نے لکھا کہ ان کی عمر اسی سال سے اوپر تھی اور عبداللہ بن یقطر حمیری تھے جو حسین علیہ السلام کے رضاعی بھائی تھے عبداللہ کی ماں امام حسین کی دائی اور مربیہ تھی جیسا کہ قیس بن ذریح کی ماں حسنؑ کی دائی و مربیہ تھی لیکن آپ نے اس کا دودھ نہیں پیا تھا لیکن آپ کو اس کا رضاعی بھائی کہا جاتا تھا کیونکہ اس کی ماں آپ کی خاصہ اور مربیہ تھی اور فضل بن عباس کی والدہ لبابہ بھی امام حسین علیہ السلام کی مربیہ اور حاضنہ تھی لیکن اس نے بھی آپ کو دودھ نہیں پلایا بیسا کہ صحیح اخبار میں ہے آپ نے سوائے اپنی والدہ گرامی فاطمہ علیہا السلام کے پستان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے انگوٹھے سے ایک مرتبہ اور آپ کے لعاب دھن سے دوسری دفعہ کے علاوہ کسی کا دودھ نہیں پیا ابن حجر نے کہا ہے اضافہ میں کہ عبداللہ صحابی تھا کیونکہ وہ حسین علیہ السلام کا ہمسن ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ ابو فراس کے قصیدہ کی شرح میں امام حسین اور آپ کے اصحاب کی شہادت ذکر کے موقع پر ہے راوی کہتا ہے اس کے بعد جابر بن عروہ غفاری نکلے اور وہ بہت بوڑھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

کے ساتھ بدر و حنین میں حاضر تھے پس وہ اپنی کمر کو اپنے عمامہ سے باندھنے لگے پھر اپنے ابرو ایک پٹی سے باندھے یہانتک کہ انہیں اپنی دونوں آنکھوں سے اونچا کر لیا اور حسین علیہ السلام ان کی طرف دیکھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے شکر اللہ سعیک یا شیخ اے بزرگ خدا تمہاری کوشش کی قدردانی کرے پس حملہ کیا اور جہاد کرتے رہے یہانتک ساٹھ افراد کو قتل کیا اور پھر شہید ہوئے ان پر اللہ کی رحمت اور اس کی رضوان ہو۔

تیسرا۔ ابوشعثاء یزید بن زیاد بن مہاصر (صاد کے ساتھ) کندی یا بہلی وہ مرد خدا شریف و بزرگ شجاع و بہادر و بیباک تھے کوفہ سے امام حسین ع کی طرف نکلے اس سے پہلے کہ حر آپ آئے ملا اور ہم حر کی طرف ابن زیاد کے قاصد سے ان کی گفتگو ذکر کر چکے ہیں نیز ان کی شہادت بھی نفس المہموم میں

چوتھا۔ ابوجحل اور وہ مسلم بن عوسجہ بن سعد بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی وہ شریف و بزرگ غمخوار عابد و زاہد انسان تھے۔

ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں کہا ہے (یہ ابن سعد ابو عبداللہ محمد بن سعد زہری بصری ہے) یہ واقدی کا کاتب اور کتاب طبقات الصحابہ والتابعین کا مؤلف ہے سبط ابن جوزی تذکرہ میں اس سے نقل کرتا ہے سن دو سو تیس میں فوت ہوا باقی رہا وہ ابن سعد جس نے امام حسین بن علی علیہما السلام سے جنگ کی تو وہ عمر بن سعد بن ابی وقاص ہے جسے مختار نے سن ۶۵ ہجری میں فی النار والسقر کیا۔

ابن حجر نے کتاب تقریب میں کہا ہے عمر بن سعد بن ابی وقاص ہے تو مدینہ

کا رہنے والا ہے لیکن کوفہ میں آباد ہو گیا تھا، بہت سچا ہے" لیکن لوگ اُسے بہت ہی مبغوض رکھتے تھے کیونکہ یہ اس لشکر کا امیر تھا کہ جس نے حسینؑ بن علیؑ سے جنگ کی یہ دوسرے طبقہ میں سے تھا (اہل سنت کے ہاں پہلا طبقہ ہے صحابہ کا دوسرا طبقہ بڑے تابعین کا تیسرا طبقہ عام تابعین کا ہے) جسے مختار نے سن پینسٹھ ہجری میں یا اس کے بعد قتل کیا اور اسے اشتباہ (وہم) ہوا ہے کہ جس نے اس کا ذکر صحابہ میں کیا ہے کیونکہ ابن معین نے حتمی فیصلہ دیا ہے کہ یہ عمر اس دن پیدا ہوا جس دن عمر بن خطاب فوت ہوئے انتھی

کہ مسلم بن عوسجہ صحابی رسول اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو دیکھا اور شعبی نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے اور وہ شاہسوار شجاع اور بہادر تھے اسلامی جنگوں اور فتوحات میں ان کا تذکرہ آتا ہے انتھی۔

اور کتاب مقتل نفس المھموم میں ہم ان کا ذکر کر چکے ہیں۔

پانچواں۔ قیس بن مسہر صیداوی وہ شریف و باعزت شخص تھے بنی صیداء میں شجاع و بہادر اور محبت اہل بیت میں مخلص تھے اور کمیت کے اس قول سے وہی مراد ہیں و شیخ بنی الصیداء قد فاظ قبلھم صیداء بنی اسد کی ایک شاخ ہے بنی صیداء کا بزرگ ان سے پہلے موت کا پیالہ پی چکا

اور کتاب مقتل (نفس المھموم) میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ قیس حسین علیہ السلام کے قاصد تھے اہل کوفہ کی طرف پس ابن زیاد نے انہیں گرفتار کرا لیا اور حکم دیا کہ انہیں قصر الامارہ کی بلندیوں سے پھینکا جائے لہذا انہیں وہاں سے ہی پھینکا گیا پس وہ موت سے ہم کنار ہوئے خدا ان پر رحم کرے، جب ان کی شہادت

کی خبر حسین علیہ السلام تک پہنچی تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور آپ اپنے آنسو نہ روک سکے اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی فمنہم من قضیٰ نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا ان میں سے کچھ تو اپنی مدت پوری کر گئے اور ان میں سے کچھ انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔

خدا ہمارے لیے اور ان کے لیے جنت کو اترنے اور مہمانی کی جگہ قرار دے اور ہمیں اور انہیں اپنی رحمت کے جائے استقرار میں اور ذخیرہ شدہ پوشیدہ ثواب میں اکٹھا کر دے۔

چھٹا۔ مُوَقَّع (بروزن معظّم) بن ثمامہ اسدی اور کمیت کے اس قول سے (دان، بابوسی اسیر) (ابو موسیٰ بیڑیوں میں جکڑا ہوا اسیر تھا) یہی ہیں موقع کا اصل معنی مصیبتوں میں مبتلا ہے۔ لیکن مشہور مرقع ہے اور ثمامہ اشناکی بیٹی کے ساتھ ہے۔)

ابصار العین میں ہے کہ موقع ان افراد میں سے ہیں کہ جو امام حسینؑ کی طرف میدان طف میں آئے اور وہ دسویں کی رات لشکر ابن سعد سے نکلے دوسرے نکل آنے والوں کے ساتھ۔

ابو مخنف نے کہا ہے کہ موقع میدان میں گرے تو ان کی قوم انہیں چھڑا کر لے گئی اور انہیں کوفہ لے آئی اور چھپائے رکھا ابن زیاد کو ان کی خبر ملی پس اپنے آدمی بھیجے تاکہ انہیں قتل کرے بنی اسد کی ایک جماعت نے سفارش کی تو انہیں قتل نہ کیا لیکن انہیں بیڑیاں پہنا کر مقام زارہ کی طرف جلا وطن کر دیا اور وہ ان زخموں کی بنا پر بیمار تھے جو انہیں کربلا میں لگے تھے پس زارہ میں بیمار اور بیڑیوں میں قید رہے یہانتک کہ ایک سال کے بعد فوت ہو گئے زارہ عمان کے

علاقہ میں ایک جگہ اور تہ یاد اور اس کا بیٹا اہل بصرہ اور کوفہ میں سے جسے چاہتا جلا وطن کرتا تھا۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ انصار حسین علیہ السلام ہیں جو بعد میں زخموں سے فوت ہوئے موقع کے علاوہ بھی دو افراد تھے۔

پہلا ان میں سے سوار بن منعم بن حابس بن ابو عمیر بن نہم ہمدانی نہمی تھا یہ بھی ان افراد میں سے تھا جو حسینؑ کی طرف آیا صلح دامن کے دنوں میں اور پہلے ہی حملہ میں جنگ کی اور زخمی ہو کر گرا

الحدائق الوردیہ میں کہا ہے کہ سوار نے جنگ کی یہاں تک کہ جب گر پڑا تو اسے قید کر کے عمر سعد کے پاس لے آئے پس اس نے اسے قتل کرنا چاہا تو اس کی قوم نے سفارش کی اور وہ اپنی قوم کے پاس زخمی حالت میں رہا اور پورے چھ ماہ کے بعد فوت ہو گیا۔

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ وہ قید میں رہا یہاں تک کہ وفات پائی اور اس کی قوم کی صرف قتل کو دفع کرنے کے بارے میں تھی۔

اور راسخیات کا گواہ ہے وہ حضرت قائم علیہ السلام کا انقاعیات میں ارشاد السلام علی الجریح المائور سوار بن ابو عمیر نہمی سلام ہو زخمی اور قیدی سوار بن ابو عمیر نہمی پر اگرچہ ممکن ہے کہ عبارت کو ان کی ابتدائی قید پر حمل کیا جائے۔

اور دوسرا عمرو بن عبداللہ ہمدانی جندعی ہے تو جندع (بروزن قنفذ) قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ ہے (ابصار العین) میں ہے کہ عمرو ان افراد میں سے ہے کہ جو حسین کی خدمت میں میدان طف میں صلح دامن (یعنی جنگ شروع ہونے سے پہلے) کے وقت آیا اور آپ کے ساتھ رہا۔

اور الحدائق میں کہا ہے کہ اس نے امام حسینؑ کی معیت میں جنگ کی پس زخموں سے چور ہو کر گرے سر پہ ایک ضرب لگی کہ جو دماغ تک پہنچ گئی پس اس کی قوم اسے اٹھا کر لے گئی اور اس ضرب سے بستر پہ سال بھر بیمار پڑا رہا پھر پورے سال کے بعد فوت ہو گیا رضی اللہ عنہ اور اس کا شاہد حضرت حجت علیہ السلام کا التقائمیات میں ارشاد ہے السلام علی الجریح المرتث عمرو الجندعی (المرتث مثل سلام ہو زخموں سے چور عمرو جندعی پر،،

☼

چھٹی فصل

جزع فزع

بحار میں ہے بعض مؤلفات اصحاب میں ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں جب ہم جنگ صفین میں تھے تو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو بلایا اور ان سے فرمایا اے بیٹا معاویہ کے لشکر پر حملہ کرو پس محمد نے میمنہ پر حملہ کیا یہاں تک میدان سے انہیں ہٹا دیا پھر باپ کی طرف زخمی پلٹ کر آئے اور عرض کیا بابا پیاس پیاس پس آپ نے انہیں پانی پلایا اور باقی پانی کا ان کی زرہ اور بدن کے درمیان چھڑکا دیا خدا کی قسم میں نے خون کی بوندیں ان کی زرہ کے حلقوں سے ٹپکتی ہوئی دیکھیں پس کچھ دیر انہیں مہلت دے کر پھر فرمایا اے بیٹا میسرہ پر حملہ کرو پس محمد نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے کئی شاہسوار قتل کیے پھر باپ کی طرف روتے ہوئے واپس آئے انہیں زخموں نے بوجھل بنادیا تھا پس ان کے باپ ان کی طرف کھڑے ہوئے اور ان کی دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ان سے کہا تجھ پر تیرا باپ قربان جائے تو نے مجھے خوش کیا ہے خدا کی قسم اے بیٹا اپنے اسی میرے سامنے جہاد سے پس کیوں روتے ہو کیا خوشی سے یا جزع و فزع سے تو محمد نے کہا اے بابا میں کس طرح نہ روؤں حالانکہ آپ نے تین مرتبہ مجھے موت کے سامنے پیش کیا اور اللہ نے مجھے سلامتی بخشی اور یہ یہ یعنی میں زخمی ہوں جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور جب بھی میں

آپ کی طرف پلٹ کر آتا تھا تا کہ کچھ دیر کے لیے آپ مجھے جنگ سے مہلت دیں تو آپ مجھے مہلت نہیں دیتے تھے اور یہ میرے دو نو بھائی حسنؑ و حسینؑ ہیں انہیں آپ جنگ کے لیے کبھی بھی حکم نہیں دیتے پس امیر المومنین اٹھ کر محمدؑ کی طرف گئے اور ان کے منہ کے بوسے لیے اور ان سے فرمایا اے بیٹا تم میرے بیٹے ہو اور یہ دو نو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے بیٹے ہیں کیوں میں انہیں قتل ہونے سے نہ بچاؤں تو محمد نے عرض کیا جی ہاں اے بابا جان خدا مجھے آپ کا صدقہ اور ان دونو کا صدقہ قرار دے ہر برائی سے انتہی

مولف کہتے ہیں جب حسینؑ جنگ صفین میں موجود تھے اور مشاہدہ کر رہے تھے جو کچھ امیر المومنین نے اپنے بیٹے محمد سے کیا جب وہ دشمنوں سے جہاد کر کے العطش العطش پیاس پیاس کہتے ہوئے لوٹے کہ انہیں پانی پلایا، اور باقی پانی ان کی زرہ اور بدن کے درمیان ڈالا تا کہ گرم لوہے جو حرارت ان کے زخموں کو پہنچی اس سے انہیں سکون دیں تو آپ کی کیا حالت ہو گی عاشور کے دن جب اپنے بیٹے علی بن الحسین کو دیکھا جب وہ دشمنوں سے پلٹ کر آئے اور انہیں بہت سے زخم لگے ہوئے تھے اور وہ کہہ رہے تھے اے بابا پیاس نے مجھے قتل کر دیا اور لوہے کے بوجھ نے مجھے تھکا دیا ہے اور اپنے باپ کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی اور آپ کی زرہ کے گرم لوہے کے ان کے زخموں پہ لگنے کی شدت کا گلا کیا لیکن ان کے باپ کے پاس پانی نہیں تھا کہ جس سے وہ ان کے جگر کو ٹھنڈک پہنچاتے اور ان کے زخموں کی حرارت کو سکون پہنچاتے پس آپ رو پڑے اور فرمایا واغوثاہ (ہے کوئی فریادرس) اے بیٹا تھوڑی دیر جنگ کرو بہت جلد تم اپنے نانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سے

ملاقات کرو گے اور وہ تمہیں اپنے بھرے ہوئے کاسہ سے ایسے شربت سے سیراب کریں گے کہ جس کے بعد تم کبھی بھی پیاسے نہیں ہو گے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ جناب علی بن الحسین کی ثقل الحدید (لوہے کے بوجھ) سے مراد مخالف لشکر کی کثرت اور ان سے جو مصیبت وہ جھیل رہے تھے کیونکہ آنجناب سلام اللہ علیہ شہداء کربلا کے درمیان زیادہ حملوں اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑنے کے ساتھ مخصوص تھے یہاں تک کہ راوی نے آپ کے حق میں کہا ہے کہ انہوں نے لوگوں پر کئی مرتبہ حملہ کیا اور ان میں سے کثیر جماعت کو قتل کیا یہاں تک کہ ان کے کثیر لوگوں کے قتل کرنے کی وجہ سے شور و غل اٹھا اور بعض تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علی اکبر علیہ السلام کے حملے بارہ تک پہنچے۔

باقی رہا لشکر کو لوہے سے تعبیر کرنا تو یہ تعبیر شائع و ذائع ہے اور شیخ کسی کا کلام حبیب بن مظہر کے بارے میں گزر چکا ہے اور حبیب ان ستر افراد میں سے تھے جنہوں نے حسین علیہ السلام کی نصرت و مدد کی تھی اور وہ لوگ لوہے کے پہاڑ سے ٹکرائے۔

اور چونکہ وہ علی اکبر علیہ السلام کی شہادت نفس المہموم میں ذکر چکا ہوں لہذا یہاں میں ان کا مقتل و شہادت اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

علی بن الحسین سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے ساتھ خلقت اخلاق اور گفتار میں تمام لوگوں سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے چچا حسن اور اپنے باپ حسینؑ کی گود میں پرورش پائی تھی اور ان دونوں کے آداب سے مزین تھے جیسا کہ اس امر کی

وہ الفاظ دیتے ہیں جو کافی، تہذیب اور فقیہ سے معتبر منقول زیارت میں ہیں جس میں آپ پر سلام ہے "السلام علیك یابن الحسن والحسین"۔

پس جب عاشور کے دن ان کے باپ کے ساتھ کوئی باقی نہ رہا سوائے ان کے اہل بیت کے تو ان کے غیرت مند نفس نے انہیں اہل غوایت و گمراہی کے گھڑ سواروں سے ٹکرانے پر ابھارا اور ہاشمی حمیت نے انہیں حرکت دی اہل ضلالت کے ارواح کو شکار کرنے پر تو آپ اس قوم کی طرف نکلے جب کہ وہ اپنی زرہ کے دامن زمین پر گھسیٹ رہے تھے زندگی سے مایوس تھے موت کا عزم بالجزم کر چکے تھے اور ان کا مظلوم باپ ان کی طرف حسرت و یاس سے دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے ان کا دل جل رہا تھا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے حزن و ملال کو ظاہر کر رہا تھا جیسا کہ بعض معتبر مقاتل میں ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی ریش مبارک کو آسمان کی طرف بلند کیا اور آپ کی زبان حال یہ تھی مجھے دردناک مصیبت اور عظیم صدمہ پہنچا ہے میں اپنی پراگندگی شدت غم اور حزن و ملال کی شکایت اللہ کی بارگاہ میں کرتا ہوں کیونکہ داڑھی کو پکڑ کر بلند کرنا حزن و ملام اور غم و غصہ کے ہجوم کی علامت ہے جیسا کہ ہمارے شیخ و بزرگ رئیس المحدثین ابو جعفر بن بابویہ قمی نے اس طرف اشارہ کیا ہے (شیخ ابن بابویہ قمی نے علل الشرائع میں کہا ہے حضرت موسیٰ کے اپنے بھائی کی داڑھی اور سر پکڑنے کی حکمت و فلسفہ یہ ہے۔ حضرت موسیٰ اپنے بھائی کا سر اور داڑھی اس طرح پکڑی جیسے انسان اپنا سر اور داڑھی پکڑتا ہے اس عادت کی بنا پر کہ جو لوگوں میں جاری و ساری ہے کہ جب کوئی شخص غمزدہ ہوتا ہے یا اس پر کوئی عظیم مصیبت آن پڑتی ہے تو اپنے وہ سر پہ ہاتھ رکھ لیتا ہے اور جب کوئی

عظیم صدمہ اسے لاحق ہوتا ہے تو اپنی ڈاڑھی پکڑ لیتا ہے گویا آپ نے جو کچھ کیا اس سے جناب ہارون کی بتایا کہ ان کے لیے غم و غصہ کرنا اور جزع و فزع کرنا اس فعل پر جو قوم بجالائی ہے واجب و ضروری ہے اور ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو مصیبت میں سمجھیں اس چیز سے کہ جو انہوں نے کی ہے کیونکہ امت نبی اور رحمت خدا سے بمنزلہ بھیڑوں کے ہے چرواہے سے اور کون زیادہ حق رکھتا ہے غم منانے کا بھیڑوں کے پراگندہ ہونے اور ہلاک ہونے سے ان کے چرواہے سے جب کہ وہ ان کی حفاظت پر موکل ہے اور ان کی اصلاح کیلئے اسے رکھا گیا اور اس کی خدمات حاصل کی گئی ہیں اور خدا نے ثواب کا وعدہ دیا ہے ان کی ہدایت وارشاد کرنے اور اچھی نگہبانی کرنے پر اور عقاب و عذاب کی دھمکی دی تھی اس کی ضد پر جو انہیں ضائع چھوڑ دینا ہے اور اس طرح تھا امام حسینؑ کا عمل جب آپ کو یاد آئی وہ قوم جو آپ سے لڑ رہی تھی آپ کے احترامات کے باوجود کہ جن کی وہ رعایت نہیں کر رہے تھے تو آپ نے اپنی داڑھی پکڑ لی اور گفتگو کی جو کی انتھی)

تو اس سے امام حسین کا اپنی داڑھی مبارک کو ان کے بیٹے علی کے قتال کی طرف جانے کے وقت پکڑنے کا راز معلوم ہوا جیسا کہ جناب ام کلثوم کے اپنا ہاتھ کو شہادت حسینؑ کے بعد ندبہ کرتے ہوئے سر پر رکھتے اور واحمد اہ ھذا حسین بالعراء قد سلب العمامۃ والرداء ۔

پس جناب علی اکبر نے اس قوم پر حملہ کیا اور وہ کہہ رہے تھے " انا علی بن الحسین بن علی ء نحن و بیت اللہ اولی بالنبی ۔ اضربکم بالسیف حتی ینثنی ء ضرب غلام ہاشمی علوی ء

ولا ازال الیوم احمی عن ابی　　تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

میں تمہیں تلوار سے اتنا ماروں گا کہ وہ مڑ جائے گی یہ ہاشمی علوی نوجوان کی ضرب ہو گی ۔ آج میں مسلسل اپنے باپ کی حمایت کرتا رہوں گا خدا کی قسم غلط باپ کی طرف جو بلایا جاتا ہے ۔ اس کے بیٹے کا حکم ہم پر نہیں چلے گا ۔

پس لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا اور انہیں ان کے اماکن ومواضع سے اٹھایا یہانتک کہ پیاس کے باوجود ایک سو بیس نادیوں کو فی النار کیا ۔

ابو الفرج کہتا ہے کہ آپ ان پر حملے کرتے رہے پھر اپنے باپ کی طرف پلٹ آتے اور کہتے بابا پیاس اور حسین ان سے کہتے میرے پیارے صبر کرو تم شام نہیں کرو گے یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ تمہیں اپنے مخصوص پیالے سے سیراب کریں گے اور وہ جناب یکے بعد دیگرے حملہ کرنے لگا ۔

یہانتک کہ انہیں ایسا تیر مارا گیا کہ جو آپ کے حلق میں لگا پس اسے پھاڑ دیا اور وہ جناب اپنے خون میں لوٹنے پوٹنے لگے اس کے بعد پکارا اے بابا آپ پر میرا سلام یہ میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں جو آپ کو سلام دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں جلدی ہمارے پاس آئے اور شہزادہ نے ایک چیخ ماری اور دنیا سے جدا ہو گئے ۔

ساتویں فصل

نصرت ابو طالبؑ

اصل سیر و اخبار نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ قریش کے ایک گروہ کے نزدیک سے گزرے جنہوں نے ایک اونٹ کو نحر کر رکھا تھا۔ کہ جس کا نام وہ ہبیرہ رکھتے تھے اور اسے کعبہ کے گرد کے بتوں کے لیے قرار دیتے تھے آپ نے ان پر سلام نہ کیا یہاں تک کہ آپ دار الندوہ تک پہنچ گئے (دار مکہ میں ایک جگہ ہے کہ جسے قصی بن کلاب نے بنایا تھا اور یہ ایک ایسا مکان تھا کہ جس میں اہل مکہ مشورہ کے لیے جمع ہوتے تھے اور بعد میں انہوں نے اسے اپنے بیٹے عبد الدار کے لیے قرار دیا اور وہ آج کل مسجد الحرام سے ملا ہوا ہے معاویہ نے اسے خرید کر دار الامارہ بنا لیا تھا پھر بعد میں اسے مسجد کا حصہ بنا دیا گیا مراصد الاطلاع ۲/۵۰۸ میں اس طرح ہے حاشیہ) تو قریش نے کہا کیا ابن ابی کبشہ (رسالت مآب کو کفار قریش اس نام سے پکارتے تھے ابو کبشہ سردار کا باپ) ہمارے قریب سے گزرتا ہے اور ہم پر سلام نہیں کرتا پس کون اس کے پاس جاتا اور اس کی نماز خراب کرتا ہے تو عبد اللہ بن زبعری سہمی نے کہا میں ایسا کروں گا تو اس نے گوبر اور خون لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ تک پہنچا جب کہ آپ سجدہ میں تھے پس وہ آپ کے لباس کو اس سے بھر دیا پس نبی اکرم واپس آئے یہاں تک کہ اپنے چچا ابو طالبؑ تک آئے اور کہا اے

بچ جائیں کون ہوں آپ نے کہا کیوں اے پیارے بھتیجے تو حضور نے وہ قصہ بیان کیا جناب ابوطالب نے کہا آپ نے انہیں کہاں چھوڑا ہے آپ نے فرمایا وادی ابطح میں تو جناب ابوطالب نے اپنی قوم کو پکارا اے آل عبدالمطلب اے آل ہاشم اے آل عبد مناف پس ہر طرف سے لبیک لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے تو ابوطالب نے ان سے کہا تم کتنے ہو انہوں نے کہا چالیس جوان کہا کہ اپنے ہتھیار اٹھا لو انہوں نے اپنے ہتھیار اٹھا لیے پس انہیں لیکر چلے یہاں تک کہ ان تک پہنچ گئے جب قریش نے ابوطالب کو آتے دیکھا تو چاہا کہ پراگندہ ہو جائیں تو ابوطالب نے کہا اے مکان کے مالک کی قسم (کعبہ) تم میں سے کوئی شخص اپنی جگہ سے نہیں اٹھے گا مگر یہ کہ میں اسے تلوار سے اٹھاؤں گا پھر ایک سخت پتھر کی طرف آئے جو ابطح میں پڑا تھا اس پہ تین ضربیں لگائیں اور اس کے تین ٹکڑے کئے پھر کہا اے محمدؐ تو نے سوال کیا تم کون ہو پھر ابوطالب نے یہ اشعار کہنے شروع کئے

انت الامین محمد ء قرم اغر مسود ء لمسودین اکارم ء طابوا وطالب المولد ء نعم الارومة اصلها عمرو الخضم الاوحد ء هشم الربیکة فی الجفان ء وعیش مکه انکد ء فجرت بذلک ستة ء فیها الخبیز تشرد ولنا السقایة للحجیج ء بها یماث العنجد ء والمأزمان وماحوت ء عرفاتها والمسجد انی تضام ولم امت ء وانا الشجاع العربد ء وبنوا بیک کانهم ء اسد العرین توقد ولقد عهدتک صادقا ء فی القول تتفند ء مازلت تنطق بالصواب . وانت طفل امرد مبدی النصیحة جاهدا ء ویلث الغمامة ترعد ء یسقی بوجهک صوبها ء قطراتها والجید خبک الوسیلة فی الشدائد و الربیع المرفد

تم ان میں ہو اے محمد قوم کے سردار شریف و بزرگ قوم جسے سردار بنایا گیا ہے محترم سرداروں کا جو پاک و پاکیزہ ہیں اور جن کی ولادت پاکیزہ ہے جن کی اصلی دجڑ بہترین ہے جو عمرو (ہاشم) سردار قوم بردبار اور بہت عطا کرنے والا ہے جو یگانہ روزگار تھا جس نے کھانا (جو روغن خرما اور دہی سے بنایا گیا ہو) چور چور کیا بڑے بڑے پیالوں میں جب کہ مکہ کی زندگی بہت سخت تھی۔ پس اسی پہ سنت جاری ہوئی اس میں روٹیوں کو ثرید کیا جانے لگا۔

اور ہمارے لیے ہے حاجیوں کو پانی پلانا کہ جس میں کشمش ڈالی جاتی ہے اور ہمارے لیے ہے مقام مأزمان (وہ تنگ جگہ جو مکہ و منی کے درمیان ہے) اور وہ کہ جسے میدان عرفات نے گھیر رکھا ہے اور مسجد الحرام تم پر کس طرح ظلم ہو سکتا ہے حالانکہ میں ابھی نہیں مرا اور میں سخت قسم کا اژدھا ہوں، اور تمہارے باپ کے بیٹے گویا کہ بیشہ کے شیر ہیں اور بھڑکتی آگ ہیں، میں تجھ سے سچا وعدہ کرتا ہوں اور تجھ سے جھوٹ نہیں بولا جائے گا تم ہمیشہ درست و صحیح بات کرتے تھے جب کہ تم بچے تھے اور ابھی تمہیں داڑھی ہی نہیں آئی تھی۔

آپ پسند و بصیرت کو ظاہر کرنے والے ہیں راہ خدا میں کوشش کرنے والے ہیں اور آپ کی وجہ سے بادل گرجتا ہے اور تیرے چہرہ کے صدقے میں اس کے قطرات اور زیادہ پانی سیراب کرتا ہے آپ ہی شدائد میں وسیلہ و ذریعہ ہیں اور عطا کرنے والی موسم بہار ہیں۔

پھر ابوطالبؑ نے کہا اے محمد ان میں سے کون تھا جس نے آپ سے بے ادبی کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ابن زبعری کی طرف اشارہ کیا پس اسے

جناب ابوطالب نے اپنے قریب بلایا پس اس کی ناک پر کے مارے کہ اس کا خون بہنے لگا پھر گوبر اور خون منگوانے کا حکم دیا اور وہ اس جماعت کے سر پر پھیرا اس کے بعد کہا اے میرے پیارے بھتیجے کیا اب آپ راضی ہیں تم نے سوال کیا تھا کہ تم کون ہو تم محمد بن عبداللہ ہو پھر حضرت آدمؑ تک ان کا نسب پڑھا اور کہا خدا کی قسم ان میں سے زیادہ شریف حسب والا زیادہ بلند منصب و مقام والا یا جماعت قریش جو تم میں سے چاہے کہ وہ کوئی حرکت کرے تو کر دیکھے میں وہ ہوں کہ جسے تم جانتے ہو،

مؤلف کہتے ہیں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی حضرت ابوطالبؓ کے ہاتھ اور زبان سے نصرت کرنے اور آپ سے دفاع کرنے کے سلسلہ میں وارد ہوا ہے اس سے کہیں زیادہ ہے کہ اسے ذکر کیا جائے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ جب محاصرے کے دنوں میں تھے تو جب بستر پر سوتے اور لوگ سو جاتے تو ابوطالب آتے اور آنحضرت کو ان کے بستر سے اٹھاتے اور حضرت علیؑ کو ان کی جگہ سلاتے اور آنجناب پر اپنی اولاد اور اپنے بھائیوں کی اولاد کو موکل و نگران مقرر کرتے پس علی علیہ السلام نے کہا اے بابا میں اس رات قتل ہو جاؤں گا تو ابوطالب سلام اللہ علیہ نے کہا " اصبرن یا بنی فالصبر احجی ء کل حی مصیرہ لشعوب قد بلوناک والبلاء شدید ء لفداء النجیب و ابن النجیب ء ان تصبک المتون بالنبل تتری فمصیب منها وغیر مصیب ء کل حی وان تطاول عمراء آخذ من لها مها بتصیب "

اے بیٹا ضرور صبر کرو کیونکہ صبر ہی زیادہ بہتر ہے ہر زندہ موت کی طرف جاتا ہے ہم نے تیرا امتحان کیا ہے اور امتحان شدید و سخت ہے نجیب

بن تجیب یہ مذبہ وقربان ہونے کا اگر موت تجھے پے در پے تیر مارے تو کوئی لگے گا کوئی نہیں لگے گا ہر زندہ اگرچہ طویل عمر گزارے اس کے حصوں میں سے اپنا حصہ لے گا۔

تو حضرت علیؑ نے جواب میں کہا " اتامرنی بالصبر فی نصر احمد ء واللہ ماقلت الذی خلت جازعا ولکنتی احببت ان تر نصرتی ء وتعلم انی لم ازل لک طائعاء وسعیی لوجہ اللہ فی نصر احمد ء نبی الھدی المحمود طفلا ویافعا

کیا آپ مجھے احمد مجتبیٰ کی نصرت میں صبر کرنے کا حکم دیتے ہیں اور خدا کی قسم جو بات میں نے کہی ہے وہ جزع وفزع یا گھبراہٹ کی بنا پر نہیں، لیکن میں دوست رکھتا ہوں کہ آپ میری نصرت و مدد کو دیکھیں اور جائیں کہ میں ہمیشہ سے آپ کا مطیع تھا اور میری کوشش احمد کی نصرت میں جو کہ نبی اور ہادی برحق اور بچپن اور جوانی میں قدم رکھتے ہوئے قابل تعریف ہیں اللہ کی رضا ہے "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہمیشہ قریش مجھے اذیت پہنچانے سے بزدل تھے یہاں تک کہ ابوطالب فوت ہوئے اس کے علاوہ بھی ان کے ایمان وایقان اور نصرت و مدد کے بہت سے دلائل ہیں۔

اور بہت کہا ہے ابن ابی الحدید نے "لولا ابوطالب وابنہ ء لما مثل الدین شخص فقاما۔ اگر ابوطالب اور ان کے بیٹے نہ ہوتے تو دین اپنا شخص برقرار رکھ کر قائم نہیں ہو سکتا تھا۔

فذاک بمکۃ آدی وحامی ء وذاک بیثرب جرالحماماء اس نے مکہ میں اسے پناہ دی اور اس کی حمایت کی اور اس نے یثرب اور مدینہ میں موت کو

کھینچا اور اس کی سختی برداشت کی۔

مؤلف کہتے ہیں اور اس بارے میں ان دونوں کی ہمارے آقا و سردار عباس بن ابی طالب علیہ السلام نے اقتدا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے فرزند کی نصرت کرنے اور ان سے مواسات و ہمدردی کرنے میں پس ان کا انکا کردار اپنے باپ دادا کے کردار کے مشابہ تھا پس آپ دیکھیں جناب ابوطالب کے اس قول کو جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی نصرت میں محاصرہ کے دنوں میں کہا ہے (فلا تحسبونا خاذلین محمدًا الذی عربۃ منا دلا منقرب ء ستمنعہ منا ید ھاشمیۃ ء وصرکبھا فی الناس اخشن مرکب ہمارے بارے میں یہ گمان نہ کرنا کہ ہم محمد کو مسافرت میں یا وطن میں چھوڑ دیں گے تحقیق ہم میں سے ہاشمی ہاتھ ان کی حفاظت کریگا اور ان کی سواری لوگوں میں زیادہ سخت سواری ہے۔

پھر آپ دیکھیں ان کے پوتے ابوالفضل العباس علیہ السلام کا قول عاشور کے دن فرزند رسول اللہ کی نصرت و مدد میں واللہ ان قطعتم یمینی ء انی احامی ابداً عن دینی ۔ وعن امام صادق الیقین ء نجل النبی الطاھر الامین

خدا کی قسم اگرچہ تم نے میرا دایاں ہاتھ کاٹ دیا ہے پس ہمیں اپنے دین سے دفاع اور حمایت کرتا رہوں گا۔

اور صادق الیقین امام سے کہ جو پاک و پاکیزہ امین نبی کا بیٹا ہے، اس کے علاوہ بھی ان کا کلام ہے اور شاید اسی طرف اشارہ کیا گیا آپ کی اس زیارت میں جو شیخ مفید وغیرہ سے اس فقرہ کے ساتھ منقول ہے (فالحقک اللہ ید رجۃ اباثک فی دار جنات النعیم ۔ پس خدا آپ کو ملحق کرے آپ کے باپ دادا کے درجہ کے ساتھ جنات نعیم کے گھر میں

آٹھویں فصل

مصائب کربلا کے اثرات

شیخ اجل علی بن محمد خزاز قمی نے جناب عمار سے روایت کی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے ایک جنگ میں تھے تو نبی اکرم نے اپنی ایک گفتگو میں ان سے کہا اے عمار عنقریب میرے بعد فتنہ و فساد بپا ہوگا جب ایسا وقت آئے تو علی اور ان کی جماعت کی پیروی کرنا کیونکہ علی حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے اے عمار تحقیق تم عنقریب میرے بعد علی کی معیت میں صفین میں بیعت توڑنے والوں اور حق سے منہ توڑنے والوں سے جنگ کرے گا پھر تجھے باغی گروہ قتل کرے گا عمار کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ اللہ اور آپ کی رضا اور خوشنودی میں نہیں ہوگا فرمایا ہاں یہ تیرا جہاد اور قتل ہونا اللہ اور میری رضا و خوشنودی میں ہوگا اور تیرا آخری زاد راہ دودھ کا شربت ہوگا جسے تو پیئے گا۔

پس جب جنگ صفین کا زمانہ آیا تو عمار بن یاسر امیرالمؤمنینؑ کی طرف نکلے اور ان سے عرض کیا اے رسول اللہ کے بھائی کیا آپ مجھے اذن جہاد دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا ابھی ٹھہرو خدا تم پر رحم کرے تھوڑی دیر کے بعد یہی بات دوہرائی تو آپ نے اسی قسم کا جواب دیا جب تیسری مرتبہ دہرائی تو امیرالمؤمنین علیہ السلام رو پڑے تو عمار نے آپ کی طرف دیکھا اور عرض کیا

یا امیر المومنین یہ وہی دن ہے کہ جس کے بارے میں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے بتایا تھا پس امیر المومنین اپنی خچر سے اترے اور عمار سے معانقہ کیا اور انہیں وداع کیا اس کے بعد فرمایا اے ابو یقظان خدا تمہیں اللہ اور اپنے نبیؐ کی طرف سے جزائے خیر دے تم اچھے بھائی تھے اور تم اچھے ساتھی تھے پھر آپ بھی رونے لگے اور عمار بھی رو پڑے اس کے بعد کہا خدا کی قسم اے امیر المومنین میں نے آپ کی اتباع نہیں کی مگر بصیرت کے ساتھ کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کو حنین کے دن کہتے ہوئے سنا اے عمار عنقریب میرے بعد فتنہ و فساد بپا ہوگا جب ایسا ہو تو علیؑ اور اس کی جماعت کی پیروی کرنا کیونکہ وہ حق کے ساتھ ہے اور حق اس کے ساتھ ہے اور عنقریب تم میرے بعد ناکثین اور قاسطین (بیعت توڑنے اور حق سے منہ موڑنے والوں سے) جنگ کرو گے پس خدا آپ کو اے امیر المومنین اسلام کی طرف سے بہترین جزا دے کہ آپ نے حق ادا کیا اور اسلام کی تبلیغ کی اور نصیحت کی اور خلوص دکھایا پھر عمار سوار ہوئے اور امیر المومنین بھی سوار ہو گئے۔ پھر میدان قتال کی طرف عمار نکلے پھر پانی مانگا تو کہا گیا ہمارے پاس پانی نہیں ہے پس انصار میں سے ایک شخص اٹھا اور انہیں دودھ کا شربت پلایا عمار نے اسے پی لیا اور پھر کہا اسی طرح مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے وعدہ کیا تھا کہ دنیا میں سے میرا آخری زاد راہ دودھ کا شربت ہوگا پھر دشمن قوم پر حملہ کیا اور اٹھارہ افراد کو قتل کیا پس اہل شام میں سے دو مرد ان کی طرف نکلے پس ان دو نوں نے انہیں نیزے مارے کہ جس سے شہید ہو گئے ان پہ اللہ کی رحمت ہو جب رات ہوئی تو امیر المومنینؑ نے مقتولین میں چکر لگایا پس عمار کو پڑا ہوا

دیکھا تو ان کا سر اپنی ران پر رکھا اس کے بعد رو پڑے اور یہ اشعار پڑھنے لگے
"الا ایھا الموت الذی لست تارکی ءارحنی فقد افنیت کل خلیل ء
اراک بصیراً بالذین احبہم ءکانک تنحو نحوھم بدلیل" اے وہ موت جو مجھے چھوڑنے والی
نہیں ہے مجھے راحت و آرام پہنچا دے کیونکہ تو نے میرا ہر دوست نابود کر دیا
ہے میں تجھے بابصیرت سمجھتا ہوں ان لوگوں کے بارے میں کہ جن سے میں محبت
کرتا ہوں کیونکہ ان کی طرف تو کسی دلیل و رہبر کے ساتھ جاتی ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ جب امیرالمؤمنین کی یہ حالت ہے عمار کے قتل و شہادت
کے بعد تو ان کے فرزند حسینؑ کی کیا حالت ہو گی ان کے بھائی اور ان کے ناصر و
مددگار جناب عباس کی شہادت کے بعد کہ جنہیں آپ نے زمین پر اس حالت
میں دیکھا کہ ان کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں دونوں رخسار خاک آلود ہیں جو خون میں
لت پت چٹیل میدان میں ریت صحرا پر پڑے ہیں۔

روایت ہے کہ جنگ احد میں جب حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کا
شکم پارہ کر کے ان کا جگر نکالا گیا اور ان کا مثلہ (ناک کان وغیرہ اعضاء کاٹنا)
کیا گیا جب جنگ ختم ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا میرے چچا حمزہ
کا کسے پتہ اور علم ہے آپ کی خدمت میں حارث بن صمہ نے عرض کیا میں ان کی
جگہ کو جانتا ہوں پس وہ آیا یہانتک کہ جناب حمزہ کی لاش پر رک گیا پس اس نے
پسند نہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی طرف پلٹ کر جائے اور انہیں ان کی
خبر دے پس رسول اللہؐ نے امیرالمؤمنینؑ سے فرمایا یا علی اپنے چچا کو تلاش کرو
پس حضرت علیؑ آئے اور حمزہ کی لاش پر کھڑے ہو گئے اور ناپسند کیا کہ رسول اللہ
کی طرف پلٹ جائیں پس رسول اللہؐ خود آئے یہانتک کہ ان کی لاش پر کھڑے ہو گئے

جب دیکھا اس چیز و عمل کو جوان کے ساتھ کیا گیا تھا تو رونے لگے اس کے بعد کہا خدایا حمد تیرے لیے ہے اور شکایت بھی تیری ہی بارگاہ میں ہے اور تجھ سے ہی مدد چاہی جا سکتی ہے اس چیز پر کہ جسے میں دیکھ رہا ہوں (پھر فرمایا اگر میں کامیاب ہوا تو مثلہ کروں گا اور پھر مثلہ کروں گا تو عزوجل نے یہ آیت نازل کی (وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين " ۔ اور اگر عقاب کرو تو اتنا عقاب کرو جتنا تمہیں دیا گیا ہے اور اگر صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا میں صبر کروں گا میں صبر کروں گا ۔

اور روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ نے جناب حمزہ پر اپنی چادر ڈال دی جو آپ نے پہن رکھی تھی لیکن جب سر کی جانب اسے بڑھاتے تو ان کے پاؤں ظاہر ہو جاتے اور جب پاؤں کی طرف بڑھاتے تو سر ظاہر ہو جاتا تو سر کی طرف بڑھایا اور ان کے پاؤں پر گھاس پوس ڈال دیا الخ

لیکن عباس سلام اللہ علیہ کا سر عاشور کے دن (گرز کے وار سے) کھل گیا تھا اور ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے اور آپ زخموں سے چور چور ہونے کے بعد شہید ہوئے اور حکیم بن طفیل خدا اسے ذلیل و رسوا کرے نے آپ کا لباس اتارا تھا جب حسینؑ نے انہیں دیکھا تو رونے لگے اور آنجناب علیہ السلام سے حکایت ہوئی ہے کہ فرمایا الان انکسر ظهری وقلت حيلتي اس وقت میری کمر ٹوٹ گئی اور میری تدبیر و چارہ کار تھوڑا اور کم ہو گیا ۔

اور آپ حق رکھتے تھے کہ یہ کہیں کیونکہ حکایت ہوئی ہے حضرت لقمان سفر سے واپس آئے تو راستہ میں ان کا غلام انہیں ملا تو لقمان نے پوچھا کہ میرے والد کا

کیا ہوا اس نے کہا فوت ہو گئے تو کہا کہ میں اپنے امر و معاملہ کا خود مالک ہو گیا پوچھا میری بیوی کا کیا ہوا اس نے کہا وہ بھی فوت ہو گئی ہے تو لقمان نے کہا کہ فرش و بستر کی تجدید ہوئی پوچھا میری بہن کیا ہوئی کہا کہ وہ بھی مر گئی ہے تو کہا کہ میری پردہ پوشی ہوئی پوچھا میرا بھائی کیا ہوا جب اس نے کہا کہ وہ بھی فوت ہو گیا ہے تو کہا کہ میری کمر ٹوٹ گئی۔

اور حکایت ہے کہ جب جناب سید رضی اللہ عنہ فوت ہوئے چھ محرم سن چار سو چھ میں تو وزیر فخر الملک تو تمام اعیان و اشراف اور سب قاضی ان کے جنازہ اور نماز پر حاضر ہوئے لیکن ان کے بھائی سید مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر جزع و فزع و دکھ درد کی وجہ سے اپنے جدامجد موسیٰ بن جعفر صلوات اللہ علیہ کے مشہد اور مزار پہ چلے گئے کیونکہ ان میں طاقت و توانائی نہیں تھی کہ اپنے بھائی کے جنازہ اور ان کے دفن ہونے کو دیکھ سکیں اور ان کی نماز جنازہ فخر الملک ابو غالب نے پڑھائی اور پھر خود دن کے آخری حصہ میں سید مرتضیٰ کے پاس مشہد کاظمی سلام اللہ علی مشرفہ میں گئے اور انہیں گھر کی طرف لازمی طور پہ واپس جانے پہ مجبور کیا۔

اور مجھے بہت زیادہ رقت طاری ہوتی ہے جناب عباس کی والدہ گرامی فاطمہ ام البنین رضی اللہ عنہا کے مرثیہ سے کہ جسے ابوالحسن اخفش نے شرح کامل میں پیش کیا ہے اور وہ مخدرہ ہر روز جنت البقیع کی طرف نکلتی تھیں اور ان کا مرثیہ پڑھتیں اور ان کے بیٹے عبید اللہ کو اٹھائے ہوتیں پس ان کا مرثیہ سننے کے لیے اہل مدینہ جمع ہو جاتے اور ان میں مروان بن حکم بھی ہوتا پس اندوہناک ہو کر روتے وہ مذبہ اس مخدرہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہوتا یا

یا من رأی العباس علی جماہیر النقد دوراء ہ من ابناء حیلا
کل لیث ذو لبد انبئت ان ابنی احبیب براسہ مقطوع ید ویلی
علی شبلی امال براسہ ضرب العمد لو کان سیفک فی یدیک
لما دنی عنہ احد۔ اے وہ کہ جس نے شیر کو دیکھا ان بھیڑوں کی جماعتوں
پر حملہ کرتے جن کے پاؤں چھوٹے اور چہرے قبیح تھے اور اس کے پیچھے حیدر
کے بیٹے تھے جو ہر ایک شیر تھا تہہ بتہ بیٹھے ہوئے گردن کے بالوں والا مجھے
خبر دی گئی ہے کہ میرے بیٹے کے سر پہ ضرب لگی ہے اور اس کا ہاتھ بھی کٹ
گیا ہے ہائے افسوس میرے شیر بچے پر جس نے اپنے سر کے ساتھ عمدی ضرب
کو پھیرا اگر تیری تلوار تیرے ہاتھوں میں ہوتی تو اس کے قریب نہ آتا۔
نیز اسی خاتون کے اشعار ہیں

لا یدعونی ویک ام البنین تذکرینی بلیوث العرین
کانت بنون لی ادعی بہم والیوم اصبحت ولامن بنین
اربعہ مثل نسور الربی قد واصلوا الموت بقطع الوتین
تنازع الخرصان اشلائہم کلہم امسی صریعا طعین
یالیت شعری اکما اخبروا بأن عباسا قطیع الیمین

وائے ہو تجھ پہ مجھے ام البنین کہہ کر نہ پکار کہ اس سے مجھے کو بیشہ کے شیر یاد
دلاتی ہے تھے میرے بیٹے کہ جن کی وجہ سے میں پکاری جاتی تھی آج میں اکیلی
رہ گئی ہوں اور بیٹے نہیں ہیں چار تھے ٹیلوں کی گدھوں ایسے جنہوں نے شاہ رگ
کے کٹنے سے موت سے وصال کیا ہے نیزوں نے ان کے اعضاء و جوارح میں
نزاع کیا پس ان میں سے ہر ایک نیزہ زنی سے پچھاڑا گیا ہے ہائے افسوس کیا

ایسے ہے جیسا کہ مجھے لوگوں نے خبر دی ہے کہ عباس کا دایاں (بایاں) بازو کٹ گئے تھے غموں و احزان کی آگ کا بھڑکنا فاطمہ علیہا السلام کے مرثیہ کے ذکر سے جو انہوں نے اپنے باپ پہ کیا جو انسانوں اور جنوں کے سردار تھے۔

مؤلف کہتے ہیں جب میں نے ام البنین کا مرثیہ ذکر کیا تو میرے دل میں آیا کہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے جو اپنے باپ کا مرثیہ کہا ہے اسے بھی ذکر کردوں بعد اس کے کہ ہم ان کے کچھ حزن و ملال و گریہ و بکاء کا تذکرہ کرتے ہیں۔

آپ کو معلوم رہے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی رحلت ہوئی تو مدینہ ایک ہی چیخ و پکار بن گیا پس نہیں تھا اس میں کوئی مگر رونے والی عورت اور مذیہ کرنے والا مرد اور مذبہ کرنے والی عورت اور آپ کی مصیبت سب سے زیادہ آپ کے پاکیزہ اہل بیت پر تھی خصوصاً آپ کے چچازاد اور بھائی امیر المومنین صلوات اللہ علیہ پر پس آپ پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات سے وہ مصیبت نازل ہوئی تو گمان نہیں کہ اگر پہاڑ اسے اٹھاتے تو برداشت کر سکتے اور آپ کے اہل بیت میں سب سے زیادہ حزن و ملال ہماری سردار مظلومہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو تھا ان پہ آتا حزن و ملال وارد ہوا کہ جسے اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور ان کا حزن و ملال اور گریہ و بکاء تازہ و سخت و شدید ہو رہا تھا نہ ان کا کراہنا ساکن ہوتا تھا اور نہ ہی ان کے رونے کی آواز میں سکون آتا تھا اور جو نیا دن آتا تھا ان کی پکار و گریہ پہلے دن کی نسبت زیادہ ہوتا۔

ایک دن جناب سیدہ نے فرمایا میں چاہتی ہوں کہ میں اپنے باپ کے

مؤذن کی آذان کی آواز سنوں یہ بات بلال تک پہنچی اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کے بعد آذان کہنی چھوڑ دی تھی۔ پس انہوں نے آذان کہنی شروع کی جب "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کہا تو جناب سیدہ علیہا اسلام کو اپنے باپ اور ان کا زمانہ یاد آیا پس گریہ پر قابو نہ پا سکیں جب بلال اپنے قول اشھد ان محمدا رسول اللہ ۔ تک پہنچے تو فاطمہ سلام اللہ علیہا نے چیخ ماری اور منہ کے بل گر پڑیں اور بیہوش ہو گئیں پس لوگوں نے بلال سے کہا رک جاؤ اے بلال رسول اللہ کی بیٹی دنیا سے جدا ہو گئیں اور انہیں گمان ہوا کہ آپ فوت ہو گئیں پس بلال نے آذان توڑ دی اور اسے مکمل نہ کیا جب جناب فاطمہ علیہا السلام کو افاقہ ہوا تو بلال سے خواہش کی کہ وہ اذان کو مکمل کریں تو بلال نے ایسا نہ کیا اور عرض کہ اے خواتین کی سردار مجھے اس چیز سے خوف ہے جو آپ اپنے نفس پر وارد کر لیتی ہیں جب میری اذان کی آواز سنتی ہیں پس جناب سیدہ نے انہیں معاف کر دیا اس سے

راوی کہتا ہے کہ آپ باپ کے بعد ہمیشہ سر پر پٹی باندھے رہتیں اور کمزور جسم ہو گئیں آپ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو گئیں ہر وقت آنکھوں میں آنسو رہتے دل جلتا رہتا لحظہ بلحظہ ان پر غشی طاری ہو جاتی اور اپنے دو توبچوں سے کہتیں کہاں گئے تمہارے وہ بابا تو تمہاری عزت و اکرام کرتے اور یکے بعد دیگرے تمہارے اٹھائے رکھتے کہاں ہیں وہ تمہارے باپ کہ جو سب سے زیادہ تم پر شفیق و مہربان تھے جو تمہیں زمین پر نہیں چلنے دیتے تھے اور میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا کہ اس دروازے کو کھولتے مگر یہ تمہیں کندھوں پہ اٹھائے ہوئے جیسا کہ ویسے بھی تمہارے ساتھ ان کا یہی عمل تھا۔

پس آپ اسی طرح تھیں جیسا کہ ان کے ان دونوں کے بارے میں ان کے والد گرامی نے خبر دی تھی محزون دمکروب اور روتی وگریہ کرتی ہوئیں کبھی اپنے گھر سے وحی کے منقطع ہونے کا ذکر کرتیں اور کبھی اپنے والد کی جدائی کو یاد کرتیں اور جب رات چھا جاتی تو وحشت محسوس کرتیں اس آواز کو مفقود دیا کر کہ جو ان کی سنتی تھیں جب آپ تہجد میں قرآن کی تلاوت کرتے پھر اپنے آپ کو ذلیل دیکھتیں بعد اس کے کہ باپ کے زمانہ میں عزیز و محترم تھیں اور اپنے باپ کا مرثیہ پڑھتے ہوئے کہتیں اذا اشتد شوقی زرت قبرك باكياء انوح واشكو لا اراك مجاولی۔ فيا ساكن الصحراء علمتنی البكاء ء وذكرك انسانی جميع المصائب۔ فان كنت عنی فی التراب يمغياء فما كنت عن قلبی الحزين بغائب جب میرا شوق شدت اختیار کر لیتا ہے تو میں روتے ہوئے تیری قبر کی زیارت کرتی ہوں میں نوحہ کرتی ہوں اور تجھ سے شکایت وگلہ کرتی ہوں لیکن تجھے جواب دیتے نہیں دیکھتی اے صحرا اور مٹی میں رہنے والے تو نے ہی مجھے رونا سکھایا ہے اور تیری یاد نے مجھے تمام مصائب بھلا دیئے ہیں اگر چہ تو مجھ سے مٹی میں غائب ہو گیا ہے لیکن تو میرے محزون دل سے غائب نہیں ہے نیز یہ بھی انہیں نے اپنے باپ کے مرثیہ میں اشعار کہے ہیں جیسا کہ شیخ جمال الدین یوسف شامی کی کتاب الدر النظیم میں ہے۔

قل للمغيب تحت اثواب الثرىء ان كنت تسمع صرختی وندائيا

صبت علی مصائب لو انها ء صبت علی الايام صرن لياليا

قد كنت ذات حمی بظل محمد ء لا اخش من ضيم وكان حماليا

فالیوم اخضع الذلیل واتقی ۔ ضیمی وادفع ظالمی بردائیا

فاذا بکت قمریۃ فی لیلھا ۔ شجنا علی غصن بکیت صباحیا

فلاجعلن الحزن بعدک مونسی ۔ ولاجعلن الدمع فیک وشاحیا

کہہ دے مٹی کے لباس کے نیچے غائب ہونے والے سے اگر تو میری چیخ و پکار اور ندا سنتا ہے تو مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں ہیں کہ اگر وہ دنوں میں پڑتیں تو سیاہ راتیں ہو جاتے میں محمد کے سائے میں محفوظ تھی اور میں کسی ظالم سے نہیں ڈرتی تھی اور آپ میرے لیے حفاظت گاہ تھے لیکن آج میں ایک ذلیل کے سامنے خضوع کرتی ہوں اور اپنے اوپر ظلم ہونے سے ڈرتی ہوں اور اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو اپنی رداو چادر سے روکتی ہوں جب قمری غم اندوہ سے رات کے وقت روتی ہے کسی ٹہنی پر تو میں صبح کو روتی ہوں میں نے تیرے بعد حزن و ملال کو اپنا مونس و مددگار بنا لیا ہے اور تیرے بارے میں آنسو کو اپنا ہتھیار بنایا ہے۔

شیخ علی بن محمد خزاز قمی نے محمود بن لبید سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی رحلت ہوئی تو جناب فاطمہ علیہا السلام شہداء کی قبور پر آتیں اور جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کو قبر پر آئیں اور وہاں روتیں ایک دن میں جناب حمزہ کی قبر پہ آیا تو میں نے جناب سیدہ کو وہاں روتے دیکھا میں نے اتنا انتظار کیا کہ انہیں سکون آجائے تو میں ان کے پاس آیا اور سلام کیا اور عرض کیا اے خواتین کی سیدہ و سردار خدا کی قسم آپ کے رونے سے میرے دل کی رگ کٹ گئی ہے تو آپ نے فرمایا اے ابو عمر میں رونے کا حق رکھتی ہوں کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ جیسا بہترین باپ پایا

واشوقاہ الی رسول اللہ ۔ کتنا شوق ہے مجھے رسول اللہ کی بارگاہ میں جانے کا پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا اذا مات یوما میت قل ذکرہ و ذکرابی مذمات واللہ اکثر ۔ جب کسی دن مر جاتا ہے تو اس کا ذکر کم ہو جاتا ہے لیکن میرے باپ جس دن سے فوت ہوئے ہیں ان کا ذکر بڑھتا جا رہا ہے"

اور محقق رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب معتبر میں اور شیخ شہید (قدہ) نے الذکری میں کہا ہے روایت ہے کہ اس مخدرہ صلوات اللہ علیہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی قبر کی مٹی سے مٹھی بھر مٹی لی اور اسے اپنی آنکھ پر رکھا اور کہا "ما ذا علی المثم تربۃ احمد ان لایشم مدی الزمان غوالیا صبت علی مصائب لو انہا صبت علی الایام صرن لیالیا"

جو شخص احمد مجتبیٰ کی قبر کی مٹی کو سونگھ لے تو اسے ضرورت نہیں کہ وہ مدت تک خوشبو نہ سونگھے مجھ پر اتنی مصیبتیں پڑیں کہ اگر دنوں میں پڑتیں تو راتیں ہو جاتے۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے آپ کی پاکیزہ مٹی کے ساتھ وہ کچھ کیا جو گلاب و ریحان سے کیا جاتا ہے نبی اکرمؐ سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے پاس ریحان (کوئی خوشبودار پودا) آئے تو اسے وہ سونگھے اور اسے اپنی آنکھوں پر رکھے کیونکہ وہ جنت میں سے ہے ۔

اور یہاں مناسب ہے اس چیز کا ذکر کہ جسے شیخ جمال الدین یوسف شامی محقق کے شاگرد نے قدس اللہ روحہا نے ہشام بن محمد سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب حسین علیہ السلام کی قبر پر پانی چھوڑا گیا تو چالیس دن کے بعد پانی زمین کے اندر چلا گیا اور قبر کا نشان و اثر مٹ گیا پس ایک اعرابی بنی اسد میں سے آیا اور وہ شروع ہوا ایک ایک مٹھی بھرتا اور اسے سونگھتا یہاں تک کہ

وہ حسین علیہ السلام کی قبر پر جا پڑا تو جب اسے سونگھا تو رو پڑا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آپ کس قدر خوشبو ہیں اور کس قدر آپ کی قبر اور آپ کی تربت خوشبو دار ہے پھر اس نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا

ارادوا لیخفوا قبرہ عن ولیہ وطیب تراب القبر دل علی القبر"

انہوں نے چاہا کہ اس کے دوستوں سے اس کی قبر کو مخفی کر دیں حالانکہ قبر کی مٹی کی خوشبو قبر کی طرف رہنمائی کرتی ہے

مؤلف کہتے ہیں میں نے نفس المهموم میں ذکر کیا ہے کہ متوکل نے قبر حسین علیہ السلام پر ہل چلانے اور قبر کو مٹانے اور اس کے گرد کے مکانات کو خراب کرنے کا حکم دیا تھا پس انہوں نے اس پر ہل چلائے اور اس کے گرد پانی چھوڑا اور ہتھیار بند سپاہی کھڑے کئے ایک چوکی اور دوسری کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہوتا کوئی زائر زیارت نہ کرتا مگر یہ کہ اسے گرفتار کر کے متوکل کے پاس بھیجتے تھے۔

ابو الفرج کہتا ہے مجھ سے محمد بن حسین اشنانی نے بیان کیا وہ کہتا ہے خوف کی بناء پر میں زیارت حسین علیہ السلام سے ان دنوں بعید العہد ہو گیا تھا پھر میں نے اپنے نفس کو اس خطرے میں ڈال کر یہ عمل کیا اور عطارین میں سے ایک شخص نے بھی میری اس سلسلہ میں مساعدت اور مدد کی پس ہم دو تو زیارت کے لیے نکلے دن کو ہم چھپے رہتے اور رات کو چلتے یہانتک کہ ہم غاضریہ کے نواحی علاقہ میں پہنچے اور وہاں سے آدھی رات کے وقت نکلے اور ہم دو چوکیوں کے درمیان سے چلے جب کہ ہتھیار بند سپاہی سوئے ہوئے تھے یہانتک کہ ہم قبر مبارک پر آئے تو وہ ہم سے مخفی ہو چکی تھی پس ہم علامتوں سے اسے پہچانتے

اور درست راستہ تلاش کرتے یہاںتک کہ ہم اس تک پہنچ گئے جیسے کہ وہ صندوق جو قبر کے گرد تھا اکھاڑا جا چکا تھا اور اسے جلا دیا گیا تھا اور قبر پہ پانی چھوڑا ہوا تھا پس اینٹوں والی جگہ دھنس گئی تھی اور خندق ایسی ہوگئی تھی پس ہم نے زیارت کی اور اس پہ منہ کے بل گر پڑے۔ اور اس سے ہم ایسی خوشبو سونگھی تھی تو میں نے اس عطار سے کہا جو میرے ساتھ تھا یہ کونسی خوشبو ہے تو اس نے کہا خدا کی قسم میں نے اس قسم کا کوئی عطر نہیں سونگھا پس ہم نے وداع کیا اور قبر کے گرد کچھ علامتیں قرار دیں چند ایک جگہوں پہ تو جب متوکل لعین مارا گیا تو ہم طالبین اور شیعوں میں سے ایک جماعت کے ساتھ جمع ہوئے یہاںتک کہ ہم قبر تک آئے اور وہ علامات نکالیں اور اسے دوبارہ اسی جگہ پہ رکھا جہاں وہ تھی۔

مؤلف کہتے ہیں پس وہ جناب صلوات اللہ علیہ کس قدر حقدار ہیں اس بلند فقرے کے جو آپ کی زیارت شریفہ میں ہے اشھد لقد طیب اللہ بك التراب واوضح بك الكتاب میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کی وجہ سے وہ مٹی خوشبودار و پاکیزہ ہوئی اور آپ کے ذریعہ کتاب خدا کی وضاحت ہوئی۔

تتمیم

"فرمائش بی بی فاطمہؑ"

میں نے اپنے سید و سردار شہید اجل السید نصر اللہ حائری قدس اللہ روحہ کے دیوان میں دیکھا کہ ان سے اہل بحرین حماھا اللہ عن طوارۃ الزمان میں سے ایک ان کے نزدیک قابل وثوق شخص نے حکایت بیان کی کہ بعض اخیار و صالح شخص نے عالم خواب میں جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو ہم سفر عورتوں کے

زمرہ میں دیکھا اور وہ حسین مظلوم پر ایک شعر کے ساتھ نوحہ پڑھ رہی تھیں اور وہ اس طرح تھا۔ واحیناہ ذبیحا من قفاء واحیناہ غسیلا بالد ما۔
واحیناہ کہ جسے پس گردن شہید کیا گیا واحیناہ کہ جسے خون سے غسل ملا۔
اور اسی کے مشابہ ہے وہ حکایت جو بعض دواوین سے منقول ہے کہ نیک اور صلحاء میں سے ایک شخص نے عالم خواب میں دیکھا ہماری سیدہ و سردار فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو کہ وہ اس سے فرما رہی ہیں ایک کے نیک موالیوں میں سے کسی ایک شاعر کو کہے کہ وہ سید الشہداء کا مرثیہ کہے کہ جس کا پہلا شعر یہ ہو (من غیر جرم الحسین یقتل۔ بغیر جرم کے حسین قتل کیے جاتے ہیں
تو سید مائری مذکور نے مخدومہ کے حکم کا امتثال کرتے ہوئے مرثیہ کہا
من غیر جرم الحسین یقتل ء وبالدماء جسمہ یغسل الخ
حسین بغیر جرم و خطا کے مارے گئے اور خون سے ان کے بدن کو غسل دیا گیا (دار السلام میں پورا مرثیہ رویاء و منام کی فصل میں موجود ہے۔
کتاب اغانی کی ساتویں جزء کے ابتداء میں ہے سید حمیری کے واقعات میں ہے اور تمیمی نے ذکر کیا ہے اور وہ علی بن اسماعیل ہے اپنے باپ سے وہ کہتا ہے کہ میں ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہ السلام کے ہاں موجود تھا کہ اچانک آپ کے دربان نے سید حمیری کو اذن دخول دیا پس آپ نے حکم دیا اس کو لے آنے کا اور آپ نے اپنے اہل حرم پردے کے پیچھے بٹھائے سید آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ تو آپ نے اسے اشعار پڑھنے کے لیے کہا تو سید نے اپنے اس قول سے پڑھنا شروع کیا۔
امرر علی جدث الحسین ء فقل لاعظم الزکیۃ۔ گذر حسین کی قبر سے اور ان کی

پاکیزہ ہڈیوں سے کہہ أ أعظما لازلت من ء وطفاء ساکبۃ رویہ اے ہڈیاں ہمیشہ برسنے والے بادل سے سیراب رہو۔
واذا مررت بقبرہ ء فاطل بہ وقف المطیہ جب اس قبر سے گزرے تو وہاں طول دے اور سواری کو روک لے۔
وابك اعطہر للمطہر والمطہرۃ النقیتہ اور رلا پاکیزہ کو پاکیزہ مرد اور پاک صاف خاتون کے لیے۔
کبکاء معولۃ انت ء یوما لواحدھا المنیۃ مثل اس عورت کے بلند آواز سے رونے پر کہ جس کا اکلوتا بیٹا مر گیا ہو۔
راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ جناب جعفر بن محمد علیہ السلام کے آنسو آپکے رخساروں پر ڈھل رہے ہیں اور آپ کے گھر سے بھی چیخ و پکار اور گریہ و زاری کی آواز بلند ہے یہانتک کہ آپ نے رک جانے کا حکم دیا تو سید رک گئے۔
(شیخ ابن قولویہ قمی قدس اللہ روحہ نے ابو ہارون مکفوف (نابینا) سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابو عبداللہ صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اشعار (ذکر حسین) کے پڑھو تو میں نے شعر پڑھنے شروع کئے آپ نے فرمایا نہیں اس طرح شعر اور مرثیہ حسین پڑھو جس طرح آپ کی قبر کے پاس پڑھتے ہو پس میں نے آپ کے سامنے یہ اشعار پڑھے
امرر علی جدث الحسین فقل عظم الزکیہ ۔ گزر حسین کی قبر سے اور ان کی پاکیزہ ہڈیوں سے کہہ ۔ جب آپ روئے تو میں رک گیا آپ نے فرمایا اور پڑھو پس میں نے پڑھا پھر فرمایا مزید پڑھو وہ کہتا ہے میں نے یہ اشعار پڑھے یا مریم قومی واندبی مولاك ء وعلی الحسین ناسعدی بیکاك اے مریم کھڑی ہو جا اور اپنے مولا کا ندبہ کر

اور حسین پر اپنے رونے کے ساتھ مدد کرنا راوی کہتا ہے کہ آپ نے گریہ کیا اور عورتوں میں علی جان بپا ہوا راوی کہتا ہے جب وہ خاموش ہو گئیں تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے ابو ہارون جو حسین کے بارے میں اشعار پڑھے اور دس آدمیوں کو رلائے تو اس کے لیے جنت ہے پھر آپ ایک ایک کم کرتے گئے یہاں تک کہ ایک تک پہنچے اور فرمایا جو حسینؑ کے بارے میں اشعار پڑھے پس ایک ہی شخص کو رلائے تو اس کے لیے جنت ہے پھر فرمایا جو آپ کا ذکر کرے اور آپ کو یاد کرے اور روئے تو اس کے لیے جنت ہے حاشیہ

نویں فصل

شیخ ابو محمد عبدالملک بن ہشام بصری نزیل مصر جو مصر میں ۲۱۳ھ دوسو تیرہ یا دوسو اٹھارہ میں فوت ہوئے انہوں نے کتاب السیرۃ النبویہ میں کہا ہے عدی بن حاتم سے روایت ہے راوی کہتا ہے کہ عدی کہا کرتا تھا ان باتوں میں سے جو مجھ تک پہنچی تھیں یہ کہ کوئی شخص عرب میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے لیے زیادہ ناپسندیدہ جب اس کا ذکر سنتے مجھ سے زیادہ نہیں تھا لیکن میں ایک شریف مرد تھا اور نصرانی مذہب پہ تھا اور میں اپنی قوم میں مرباع پر چلتا تھا (یعنی غنیمت ومنفعت کا چوتھا حصہ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کے سرداروں کی عادت تھی) پس میں اپنے نفس میں ایک دین کا پیرو تھا اور اپنی قوم کا بادشاہ تھا اس بنا پہ جو مجھ سے سلوک ہوتا تھا جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے بارے سنا تو میں نے انہیں ناپسند کیا اور میں نے اپنے عربی غلام سے کہا جو کہ میرے اونٹ چرایا کرتا تھا تیرا باپ نہ ہو میرے لیے تیار رکھ میرے اونٹوں میں سے تیز رفتار موٹے تازے چند اونٹ انہیں میرے قریب روکے رکھ جب تو سنے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا لشکر اس علاقہ کو روند رہا ہے تو مجھے خبر دینا پس اس نے مذکورہ پروگرام پہ عمل کیا اور پھر ایک صبح میرے پاس آیا اور کہا اے عدی جو کچھ آپ کرنے والے ہیں اس وقت جب محمد کے گھوڑے

آپ کو ڈھانپ لیں وہ ابھی کیجیے کیونکہ میں نے کچھ جھنڈے دیکھے ہیں اور ان کے بارے میں سوال کیا ہے تو لوگوں نے بتایا ہے یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے لشکر ہیں تو میں نے اس سے کہا کہ میرے اونٹ میرے قریب لے آؤ پس وہ انہیں قریب لایا پس میں نے اپنی بیوی بچوں کو ان پر سوار کیا اور کہا کہ اپنے دین والوں کے ساتھ جو کہ نصاریٰ ہیں شام میں شامل پس میں ایک گناہ اور قطع رحمی کا کام کیا اور حاتم کی ایک بیٹی کو وطن میں چھوڑ گیا جب میں شام میں پہنچا تو وہاں قیام کر لیا اور میرے پیچھے رسول اللہ کے گھوڑے آتے ہیں تو جن کو قید کرتے ہیں ان میں حاتم کی بیٹی بھی تھی اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں لے جاتے ہیں قبیلہ طی کے قیدیوں میں اور رسول اللہ کو میرے شام کی طرف بھاگ جانے کی خبر مل چکی تھی وہ کہتا ہے پس حاتم کی بیٹی قرار دی گئی اس باڑے میں جو مسجد کے دروازے کے ساتھ تھا اور قید اس میں رکھے جاتے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ حاتم کی بیٹی کے قریب سے گزرے تو وہ ان کے لیے کھڑی ہو گئی اور وہ عقلمند اور درست رائے رکھتی تھی اس نے کہا اے اللہ کے رسول باپ مر گیا اور سرپرستی کرنے والا گم ہو گیا مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے تو آپ نے فرمایا تیرا وافدولہ پرست کون ہے اس نے کہا کہ عدی بن حاتم آپ نے فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگ گیا ہے وہ کہتی ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ جب دوسرا دن آیا تو آپ میرے قریب سے گزرے تو میں آپ سے وہی گذارش دہرائی اور آپ نے مجھے وہی کچھ کہا جو کل کہا تھا وہ کہتی ہے کہ جب تیسرا دن آیا تو آپ پھر میرے قریب سے گزرے جب کہ میں آپ سے مایوس ہو چکی تھی تو میری طرف اس مرد نے اشارہ کیا جو آپ کے پیچھے پیچھے تھا کہ اٹھ کر آپ سے اپنی بات کرو وہ کہتی ہے

پس میں اٹھ کر ان کے پاس گئی اور کہا یا رسول اللہ باپ مر گیا اور سرپرستی کرنے والا غائب و گم ہو گیا ہے پس مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا میں نے کہا ہے یہاں سے نکلنے میں جلدی نہ کر جب تک تیری قوم کا کوئی ایسا فرزند نہ مل جائے جو تیرے نزدیک قابل وثوق ہو تاکہ وہ تمہیں تمہارے علاقہ میں پہنچا دے تو پھر مجھے اطلاع دینا پس میں نے کسی سے پوچھا اس مرد کے بارے میں جس نے میری طرف اشارہ کیا تھا کہ میں آنحضرت سے بات کروں تو مجھے کہا گیا کہ یہ علی بن ابی طالب ہیں پس میں وہاں رہی یہاں تک کہ ایک قافلہ بلی قبیلہ یا قضاعہ کا آیا وہ کہتی تھی کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنے بھائی کے پاس جاؤں شام میں پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ایک گروہ میری قوم کا آیا ہے کہ جن میں میرے نزدیک قابل وثوق اور مجھے میرے مقصد تک پہنچانے والے موجود ہیں وہ کہتی ہے پس رسول اللہ نے مجھے لباس پہنایا اور سواری دی اور سفر خرچ دیا پس میں ان کے ساتھ مدینہ سے نکلی اور شام آئی انتھی۔

مؤلف کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی سیرت دیکھئے کفار کے ساتھ اور حضرت کے اس قول کی طرف کہ اکرمو، کریم کل قوم ہر قوم کے کریم و شریف کی عزت کرو پھر آپ کے اہل بیت کے ساتھ بنی امیہ کی سیرت کو دیکھو۔

اہل سیر نے کہا ہے کہ حسین علیہ السلام کے اہل و عیال ابن زیاد کے دربار میں داخل کئے گئے کہ جن میں سے ایک زینب بنت علی بھی تھیں جو متنکرا اور اجنبی شکل میں داخل ہوئیں اور انہوں نے گھٹیا قسم کا لباس پہنا ہوا تھا پس آپ چلتی ہوئیں قصر الامارہ کے ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئیں اور انہیں ان کی کنیزوں نے گھیر لیا

تو ابن زیاد نے کہا یہ کون ہے جو ایک طرف جا بیٹھی ہے اور اس کے ساتھ اس کی عورتیں اور کنیزیں ہیں جناب زینب نے اسے کوئی جواب نہ دیا اس نے دوسری اور تیسری مرتبہ اپنی بات کا اعادہ کیا اور آپ کے بارے میں سوال کیا تو آپ کی کنیزوں میں سے ایک نے کہا ھذہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ یہ ابن فاطمہ کی بیٹی ہیں کہ جو رسول اللہ کی بیٹی تھیں پس ابن زیاد اس مخدرہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا الحمد للہ الذی فضحکم و قتلکم واکذب احدوثتکم حمد ہے اس خدا کی جس نے تمہیں رسوا کیا اور تمہیں قتل کیا اور تمہارے افسانہ کو جھوٹا کر دکھایا تو جناب زینب نے فرمایا الحمد للہ الذی اکرمنا بنبیہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و طھرنا من الرجس انما یفتضح الفاسق و یکذب الفاجر وھو غیرنا والحمد للہ حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمیں اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کے ذریعہ عزت بخشی اور ہمیں رجس و پلیدگی سے پاک رکھا جو پاک رکھنے کا حق ہے رسوا تو فاسق ہوتا اور جھوٹ فاجر بولتا ہے اور وہ ہمارا غیر ہے اور حمد اللہ ہی کے لیے ہے ابن زیاد کہنے لگا کس طرح تم نے اپنے اہل بیت کے ساتھ اللہ کا فعل و سلوک تو نے دیکھا تو آپ نے فرمایا میں نے جو کچھ بھی دیکھا جمیل و اچھا دیکھا یہ ایک قوم تھی کہ جن پر اللہ نے قتل ہونا لکھ دیا تھا پس یہ اپنی قبروں اور لیٹنے کی جگہوں کی طرف نکلے اور عنقریب اللہ تجھے اور انہیں اکٹھا کرے گا پس تجھ سے نزاع اور جھگڑا ہو گیا اور تجھ سے مخاصمت ومحاکمہ ہو پس دیکھ کر کامیاب کسے ہوتی ہے تیری ماں تیرے غم میں روئے اے مرجانہ کے پوت پس ابن زیاد غصہ میں آگیا اور ریخ پا ہو گیا۔

مؤلف کہتے ہیں اسے ننگ و عار دلایا زینب سلام اللہ علیہا نے اس کی ماں مرجانہ کے ساتھ کہ جو مشہور زانیہ و بدکار تھی کہ جس کی طرف جناب زینب کے باپ

سلام اللہ علیہ اشارہ کیا میثم تمار کے بارے اپنے ارشاد میں او دلیأخذ نک العتل الزنیم ابن الامۃ الفاجرۃ عبیداللہ بن زیاد" ضرور تجھے گرفتار کریگا سرکش کمینہ (منہ بولا بیٹا) جو فاجرہ بدکار کنیز کا بیٹا ہے عبداللہ بن زیاد) اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے سراقہ باہلی نے اس بیت میں (لعن اللہ حیث حل زیاداً وابنہ والعجوز ذات البعول خدا لعنت کرے زیاد وہ جہاں کہیں اترے اور اس کے بیٹے پر اور اس بڑھیا پر کہ جس کے کئی شوہر بیک وقت تھے جیسا کہ جناب زینب نے یزید کو عار دلائی کہ اس کی نسبت اس کی دادی ہند کی طرف ہے جو جگر خوارہ ہے اپنے اس خطبہ میں جو یزید کے دربار میں دیا جہاں آپ نے کہا وکیف یرتجی مراقبۃ من لفظ فوہ اکباد الازکیاء ونبت لحمہ من دماء الشہداء۔

اور کس طرح احتیاط و نگہبانی اور پاسداری کی امید اس شخص سے رکھی جاسکتی ہے کہ جس کے منہ نے پاکیزہ لوگوں کے جگر اگلے اور جس کا گوشت شہداء کے خون سے اُگا"، اور جو شخص اس تعبیر میں غور و فکر کرے تو جان سکتا ہے کہ آپ نے کس طرح سے یزید لعین کے دل کو جلایا، خدا اسے رسوا کرے اور اس پر لعنت کرے" اور کس طرح اسے کلام کرنے سے گونگا کر دیا اور یہ اس لیے کہ یزید نے خندف الیاس بن مضر کی زوجہ مدرکہ جو کہ قریش کے اجداد میں سے ایک ہے کی ماں کے ساتھ فخر کیا کیا تھا اپنے اس قول میں "لست من خندف ان لم انتقم من بنی احمد ماکان فعل" میں خندف کی اولاد سے نہیں اگر میں محمد نے جو کچھ کیا تھا اس کی اولاد سے اس کا انتقام نہ لوں"، گویا جناب زینب نے اس سے کہا کہ خندف کا تذکرہ چھوڑ و کہ تیرے اور اس کے درمیان تیرہ پشتوں کا فاصلہ ہے بلکہ اپنی سگی دادی ہند اور اس کے کردار و افعال کا ذکر کرو۔

دسویں فصل

بعد از کربلا

جناب حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام جلیل القدر شخص تھے جو کہ اپنے زمانہ میں امیرالمؤمنین علیہ السلام کے صدقات کے متولی تھے اور ان کا حجاج کیساتھ بھی ایک واقعہ ہے اور وہ اپنے چچا حسین کے ساتھ کربلا میں بھی شریک ہوئے جب حسین شہید ہوگئے اور آپ کے پسماندگان کو قید کیا گیا تو اسماء بن خارجہ آیا اور اس نے انہیں قیدیوں میں سے نکال لیا اور بعض کہتے ہیں کہ حسن بن حسن بھی قید ہوئے اور انہیں اتنے زخم لگے تھے کہ جن کی وجہ سے وہ موت کے کنارے پہنچ گئے تھے۔

اور ایک روایت ہے کہ انہوں نے اپنے چچا سے ان کی دو بیٹیوں میں سے ایک کی خواستگاری کی تو آپ نے ان سے کہا ان دونوں میں سے جو تمہیں زیادہ اچھی لگے اسے انتخاب کرلو پس حسن بن حسن کو شرم آگئی تو ان کے چچا نے ہی ان کے لیے جناب فاطمہ بنت الحسین کا انتخاب کیا کیونکہ وہ ان دونوں بہنوں میں سے جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا سے زیادہ مشابہت رکھتی تھیں۔

جب حسن بن حسن کی وفات ہوئی تو ان کی عمر پینتیس سال تھی اور ان کی زوجہ جناب فاطمہ بنت الحسین نے ان کی قبر پہ خیمہ نصب کیا اور وہ جناب دن کو روزہ رکھتیں اور رات کو عبادت کرتی رہیں ایک سال تک یہ بات شیخ مفید اور بہت سے شیعہ اور سنی علماء نے نقل کی ہے اور یہ چیز شائع اور عام تھی ان محترم خواتین میں جو

غمزدہ مہربان تھیں۔

ابن اثیر نے جناب رباب زوجۂ محترمہ امام حسینؑ کے بارے میں کہا ہے کہ وہ آپ کے بعد ایک سال زندہ رہیں کسی مکان کی چھت نے ان پر سایہ نہیں کیا یہاں تک کہ لاغر وضعیف ہوگئیں اور اسی غم و دکھ میں فوت ہوگئیں اور بعض نے کہا ہے کہ جناب رباب نے حسین کی قبر پر ایک سال قیام کیا اور پھر مدینہ کی طرف واپس آئیں اور آپ پر غم و افسوس کرتے فوت ہوگئیں انتھی

اور حکایت ہے کہ جب لبید بن ربیعہ شاعر (جو حزام جناب ام البنین کے والد کے چچا وہ ام البنین جو ماں ہیں جناب عباس بن امیر المومنین علیہ السلام) کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنی دو بیٹیوں کو اپنے اوپر سال بھر نوحہ کرنے کی وصیت کی پس کہا ارو نا تمنتان تندبان بعاقل ء انی ثقۃ لاعنین منہ ولا اثر، فقوما وقولا بالذی تعلمانہ ء ولا تخمشا وجھا ولا تحلقا شعر الی الحول ثم اسم السلام علیکماء ومن یبك حولا کاملا فقد اعتذر۔

اے دو نوحہ کرنے والیو ندبہ کرو اس عاقل پر کہ جو قابل وثوق جس کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا پس کھڑی ہو جاؤ تم دونو اور اس کے بارے وہ بات کہو جسے تم جانتی ہو اور چہرہ کو نہ خراشنا اور نہ بال کاٹنا ایک سال تک نوحہ وزاری کرو پھر تم دونو پر سلام کا نام ہے اور جو مکمل ایک سال روئے تو اس نے عذر پورا کر دیا۔

پس اس کی دونو بیٹیاں ایک سال مکمل اس پر نوحہ کرتی رہیں جیسا کہ حسینؑ پر ایک سال دن نوحہ ہوتا رہا۔

اور حکایت ہے جناب فاطمہ حسن بن حسن کی زوجہ سے کہ جب سال پورا ہو

گیا تو انہوں نے موالی (غلام دعز بند و تعارب سے کہا جب رات تاریک ہو جائے تو اس خیمہ کو اکھاڑ لینا جب رات تاریک ہوئی اور انہوں نے خیمہ اکھاڑ لیا تو اس بی بی نے کسی کہنے والے کو سنا (هل وجد دا ما فقد وا -) کیا اسے پالیا جسے منقود پایا تو دوسرے نے جواب دیا (بل يئسو ا فا نقلبوا) بلکہ مایوس ہو کر واپس پلٹ گئے کہتے ہیں پس جناب فاطمہ نے لبید کے شعر سے تمثل کیا (الی الحول ثم اسم السلام علیکما ومن یبك حولا کاملا فقد اعتذر -) ایک سال تک پھر تم پر سلامتی ہو اور جو ایک سال مکمل رو چکے تو اس نے عذر پورا کر دیا۔

※

گیارہویں فصل

خستہ حالت

معلوم ہونا چاہئیے کہ حلب کے قریب ایک مشہد و مزار ہے جو مشہد السقط اور مشہد الدکہ کے نام سے موسوم ہے جوشن پہاڑ پر جو کہ حلب پر مشرف ہے جس میں شیعوں کے مشاہد و مقابر ہیں۔

ان میں سے ایک مقبرہ ہے قطب المحدثین ابن شہر آشوب کا صاحب مناقب کا اور ایک مقبرہ ہے عالم فاضل جلیل فقیہ سید اجل ابو المکارم ابن زہرہ حسینی حلبی کا اور بنی زہرا کا گھرانہ حلب میں شریف گھرانہ ہے اور ان کے لیے مشہور شہرت ہے۔ اور ایک مقبرہ ہے احمد بن منیر عاملی کا جس کے حالات امل الامل میں مذکور ہیں اور ان کے علاوہ بھی ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین

اور سقط وہی محسن بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں میں ان کی زیارت سے اسی سال مشرف ہوا ہوں اور یہ سن تیرہ سو بیالیس ہے بیت اللہ رسوام کی زیارت سے واپسی پر اور میں نے مشہد شریف کی عمارت کا مشاہدہ کیا ہے جو بڑے بڑے پتھروں سے انتہائی متقن و محکم بنی ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ حلب میں جو جنگ ہوئی ہے اس کی وجہ سے اس کی دیواریں گر گئی ہیں اور وہ اس وقت گرا ہوا خرابہ کہ جس کی دیواریں اس کی چھتوں پر گری ہیں خاویۃ علی عروشہا کا سماں ہے۔

حموی نے معجم البلدان میں کہا ہے جوشن ایک پہاڑ ہے حلب کے مغربی جانب اور اسی سے ہی سرخ تانبا لیا جاتا ہے اور اس کی کان ہے اور کہا گیا ہے جب سے حسین بن علی علیہما السلام کے قیدی وہاں سے گزرے وہ کان خراب ہو گئی اور حسین علیہ السلام کی ایک بیوی حاملہ تھیں وہاں ان کا بچہ سقط ہو گیا اس پہاڑ میں کام کرنے والوں سے روٹی یا پانی مانگا تو انہوں نے اس خاتون کو برا بھلا کہا اور روٹی پانی نہ دیا پس اس نے بد دعا دی تو اسی وقت سے جو کوئی بھی اس میں کام کرتا ہے اسے نفع نہیں ہوتا اور پہاڑ کے اگلے حصہ میں ایک مشہد ہے جو مشہد السقط اور مشہد الدکہ نام سے مشہور ہے اور سقط کا نام محسن بن الحسین رضی اللہ عنہ رکھا گیا انتہی۔

مؤلف کہتے ہیں اور اہل حلب انہیں شیخ محسن (ح کی فتح اور شین کسرہ والی کی شد کے ساتھ) سے تعبیر کرتے ہیں میرے معلومات کے مطابق سب سے پہلے سیف الدولہ حمدانی نے اس کی تعمیر کرائی ضیاء الدین یوسف بن یحیی بن حسین صنعانی متوفی ۱۱۱۱ھ نے کتاب نسمۃ السحر بذکر من تشیع وشعر میں کہا ہے اور میں نے اس کی ایک جلد مشہد غروی (نجف اشرف) علی ساکنہ اسلام میں دیکھی ہے اس نے سیف الدولہ کے حالات میں کہا ہے اور ابن طی تاریخ حلب میں کہا ہے کہ سیف الدولہ وہی ہے کہ جس نے مشہد الدکہ جو حلب کے سامنے ہے تعمیر کیا اس بناء پر کہ اس نے اس جگہ نور اور روشنی دیکھی جب کہ وہ حلب میں کسی منظر میں تھا جب صبح ہوئی تو سوار ہو کر وہاں تک آیا اور حکم دیا کھودنے کا پس وہاں ایک پتھر دیکھا جس پر لکھا تھا ھذا المحسن بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام پس علویوں کو جمع کیا اور ان سے سوال کیا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ جب یزید کے زمانہ میں قیدیوں

کو لے کر حلب سے گزرے تو تو حسین علیہ السلام کی ایک زوجہ کا ایک بچہ یہاں سقط ہوا تو سیف الدولہ نے اس کی تعمیر کرائی اور کہا کہ اللہ نے مجھے اذن دیا ہے اس کی تعمیر کرنے کا اپنے نبی کی بیٹی کے نام پہ اور وہ جگہ بوش کے نام سے مشہور ہے انتھی۔

چند ایک فوائد

پہلا فائدہ :۔ معلوم رہے کہ ان افراد میں سے کہ جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے ان کے اہل بیت میں اور قتل نہیں ہوئے تو قتل نہ ہونے والوں میں ایک محمد بن عمر بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور وہ صاحب فضل و جلالت تھے۔

ہمارے شیخ اقدم ثقہ فقیہ اجل ابو صلاح تقی الدین بن نجم حلبی نے تقریب المعارف سے محکی میں کہا ہے اور علماء نے عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ محمد بن عمر بن حسن کو دیکھا اور یہ وہی ہیں کہ جو حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں تھے اور شیعہ انہیں ابو جعفر علیہ السلام کے بمنزلہ سمجھتے اور ان کے حق و فضل کو پہچانتے تھے۔

عبید اللہ کہتا ہے کہ میرے باپ محمد نے محمد بن عمر بن حسن سے ابو فلاں کے بارے میں بات کی تو محمد بن عمر بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے میرے باپ سے کہا خاموش رہو کیونکہ تم عاجز و ناتواں ہو خدا کی قسم ''وہ دونوں'' الشنہ خون حسین علیہ السلام میں شریک ہیں۔

مولف کہتے ہیں اور اس کا باپ عمر بن حسن قاسم اور عبداللہ جو دونوں حسنؑ کے

بیٹے تھے کی ماں سے تھا اور ان تینوں کی والدہ ام ولد تھیں۔

شیخ مفید نے ارشاد میں کہا ہے باقی رہا عمر، قاسم اور عبداللہ حسن بن علی علیہما السلام کے بیٹے تو یہ تینوں اپنے چچا حسین بن علی علیہ السلام کے سامنے شہید ہوئے میدان طف میں خدا ان سے راضی ہوا اور یہ خدا سے راضی ہوں۔

دوسرا فائدہ :۔ کتاب بحار میں مفضل بن عمر کی صادق علیہ السلام سے حدیث میں کربلا کی فضیلت میں ہے آپ نے فرمایا وہ ڈول یا طشت کہ حسن بن حسین علیہ السلام کے سر کو دھویا گیا اسی میں جناب مریم نے حضرت عیسیٰ کو غسل دیا تھا اور ان کی ولادت کی وجہ سے خود غسل کیا تھا۔

تیسرا فائدہ :۔ کتاب مکارم الاخلاق میں ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا حسین علیہ السلام اپنے سر پہ وسمہ کا خضاب لگاتے تھے اور آپ کے سر میں درد ہوتا تھا اور ہمارے پاس ان کے سر کا لفافہ موجود ہے کہ جس کو آپ اپنے سر پہ لپیٹتے تھے،،

خاتمہ

اس میں کافی ووافی پند و نصائح اور شافی مواعظ ہیں۔

اہل منبر اور مجالس عزا پڑھنے والوں کو چند ایک چیزوں کی مراعات کرنا چاہیئے تاکہ وہ ان افراد میں سے قرار پائیں جو شعائر اللہ کی تعظیم کرتے ہیں اور اللہ کے بندوں کی ہدایت کی انہیں توفیق دی گئی ہے۔

پہلی ۔ خلوص نیت اور ریاکاری سے اجتناب و احتراز

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا جس چیز کا مجھے تم

پر زیادہ خوف ہے وہ چھوٹا شرک ہے عرض کیا گیا چھوٹا شرک کیا ہے اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا ریاکاری آپ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ عزوجل جب بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا تو کہے گا ان کی طرف جاؤ کہ جن کو دکھانے کے لیے تم دنیا میں عمل کرتے تھے کیا ان کے پاس اپنے اعمال کا ثواب پاتے ہو اور حضرت صادقؑ نے عباد بن کثیر بصری سے مسجد میں فرمایا وائے ہو تجھ پہ اے عباد بچو تم ریاکاری سے کیونکہ جو شخص غیر اللہ کے لیے عمل کرے تو خدا اسے اسی کے سپرد کر دے گا جس کیلئے اس نے عمل کیا ہے۔

لہذا واعظ کو چاہیئے کہ وہ اپنے وعظ و نصیحت سے اللہ کی ذات اور اس کے حکم کے امتثال و اطاعت کرنے اور اپنے نفس کی اصلاح اور اللہ کے بندوں کو معالم و احکام دین کے ارشاد و ہدایت کرنے کا قصد و ارادہ کرے اور اس سے اس کا مقصد مال دنیا نہ ہو ورنہ ان لوگوں میں سے ہوگا جو اعمال کے لحاظ سے زیادہ خسارے میں ہیں کہ جن کی کوشش گم ہو جائے گی دنیا کی زندگی میں حالانکہ وہ گمان کر رہے ہوں گے کہ وہ اچھا اور نیک کام کر رہے ہیں۔

اور اخلاص کا مرتبہ بہت زیادہ مقدار رکھتا ہے اس کی بڑی قدر و منزلت ہے بلکہ اس کا معنی و مفہوم بڑا دقیق ہے اس کی طرف ارتقاء اور جانا بہت سخت ہے اس کا طالب دقیق نظر اور مکمل مجاہدہ اور کوشش کا محتاج ہے اور اسے چاہیئے کہ جو کچھ کہتا ہے اس پہ عمل کرے تاکہ اس کی مثال اس چراغ ایسی نہ ہو جو لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور اپنے آپ کو جلاتا ہے

دوسری ۔ سچ بولنا

پس حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل نے کوئی نبی

مبعوث نہیں کیا مگر سچ بولنے اور اچھے برے کی امانت ادا کرنے کے ساتھ۔

ابو کہمش سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں نے ابو عبداللہؑ سے عرض کیا عبداللہ بن ابو یعفور نے آپ کو سلام کیا ہے تو آپ نے فرمایا تجھ پر اور اس پر سلام جب تم عبداللہ کے پاس جائے تو اس کو میرا سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ جعفر بن محمد تجھ سے کہتے ہیں اس چیز کو دیکھو کہ جس کی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہاں پہنچے تو اس کو لازم پکڑو کیونکہ حضرت علیؑ رسول اللہ کے نزدیک پہنچے جس مقام پر پہنچے سچ بولنے اور امانت ادا کرنے کی بناء پر اور ابو عبداللہ علیہ السلام نے کہا کسی مرد کے طویل رکوع و سجود کو نہ دیکھو کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کا وہ عادی ہو چکا ہے اگر اس کو چھوڑ دے تو اس کی وجہ سے وحشت میں پڑ جائے گا لیکن اس کی گفتگو کی سچائی اور امانت کی ادائیگی کی طرف دیکھو۔

پس اہل منبر اور مجلس پڑھنے والا اللہ تعالیٰ اور اس کے حجج (انبیاؑ و ائمہ) اور علماء پر جھوٹ و افتراء بندی سے اجتناب کرے اور حدیث میں خلط ملط نہ کرے اور تدلیس و ملاوٹ نہ کرے اور جھوٹ کی زبان حال کے ساتھ بیان نہ کرے۔

ابو جعفر باقرؑ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے شر اور برائی کے کچھ تالے قرار دیئے ہیں اور ان تالوں کی چابیاں شراب کو قرار دیا ہے اور جھوٹ بولنا شراب پینے سے بدتر ہے اور انہیں جناب سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا وہی دین کی خرابی و بربادی ہے اور امیرالمومنینؑ نے فرمایا کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا جب تک جھوٹ کو نہ چھوڑے

چاہے اس کا کسی سنجیدہ اور پختہ امر کے ساتھ تعلق ہو یا مزاح اور خوش طبعی سے اور علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا چھوٹے اور بڑے جھوٹ سے ہر پختہ امر اور مزاح دونوں صورتوں میں جھوٹ سے بچو کیونکہ مرد جب چھوٹی چیز میں جھوٹ بولتا ہے تو بڑے معاملہ میں بھی جرائت کرنے لگ جاتا ہے یہ اور اس کے علاوہ بہت سے احادیث وارشادات معصومین ہیں۔

تیسرا گانے اور غنا سے اجتناب کرنا

بحارالانوار میں تفسیر عیاشی سے ابو جعفر سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں ابو عبد اللہ صادق علیہ السلام کے پاس تھا کہ آپ سے ایک نے سوال کیا میرے ماں باپ آپ پہ قربان جائیں میں اپنے بیت الخلاء میں جاتا ہوں اور میرے کچھ پڑوسی ہیں ان کے پاس کچھ کنیزیں ہیں کہ جو گاتی ہیں اور طنبورا بجاتی ہیں تو بعض اوقات میں بیٹھنے کو طول دیتا ہوں میرے ان کے گانے کی طرف کان دھرنے کی بناء پہ تو آپ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو تو اس شخص نے عرض کیا خدا کی قسم یہ ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کے پاس میں اپنے پاؤں کے ساتھ آیا ہوں یہ تو ایک سننا ہے کہ جسے میں نے کانوں سے سنا تو آپ نے فرمایا (خدا کی قسم ہے تجھ کو (ایسا نہ کیا کرو) کیا تو نے اللہ کو کہتے نہیں سنا ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئك كان عنه مسئولا) یقینا سمع و بصر (سننے اور دیکھنے کی طاقت اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا تو اس نے عرض کیا جی ہاں خدا کی قسم گویا میں نے یہ آیت کبھی بھی اللہ کی کتاب سے کسی عجمی یا عربی سے نہیں سنی تھی میں انشاء اللہ دوبارہ ایسا نہیں کرونگا اور میں اللہ سے استغفار کر دوں گا تو آپ نے اس سے کہا کھڑا ہو جا اور جا کر غسل کر اور جتنا جی میں آئے نماز پڑھو (نماز توبہ) کیونکہ تم ایک عظیم اور بہت بڑی چیز میں پھنسے ہوئے تھے

کس قدر تم بری حالت میں ہوتے اگر اسی طرح مر جاتے اللہ کی حمد و ثنا کرو (اللہ سے استغفار کرو حل) اور اس سے ہر اس چیز سے توبہ کا سوال کرو کہ جسے وہ ناپسند کرتا ہے کیونکہ وہ ناپسند نہیں کرتا مگر قبیح و بری چیز کو ان کے لیے چھوڑ دو جو اس کے اہل ہیں کیونکہ ہر چیز کے کچھ اہل ہوتے ہیں۔

چوتھا۔ یہ کہ باطل کی ترویج نہ کرے اور فاسق و فاجر کی مدح و ثنا نہ کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب فاجر و بدکار کی مدح کی جائے تو عرش ہلنے لگ جاتا ہے اور پروردگار غضبناک ہوتا ہے۔

پانچواں۔ یہ کہ علماء اور بزرگان دین کی توہین نہ کرے۔

چھٹا۔ یہ کہ آل محمد علیہم السلام کے اسرار کا افشار نہ کرے۔

ساتواں۔ یہ کہ وہ زمین میں فساد نہ کرے اور فتنہ کو برانگیختہ نہ کرے۔

آٹھواں۔ یہ کہ ظالموں کی اعانت و مدد نہ کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار" ان لوگوں کی طرف کہ جنہوں نے ظلم کیا ہے نہ جھکو ورنہ تمہیں جہنم کی آگ میں کرے گا اور ایک خبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب قیامت کے دن ہوگا تو ایک منادی ندا دے گا کہاں ہیں ظالم اور ان کے اعوان و مددگار جس نے ان کے لیے دوات میں صوف ڈالی اور ان کی تھیلی باندھی تھی یا ان کا قلم نہ اٹھایا تھا پس انہیں انہیں کے ساتھ محشور کرو اور امیر المومنین کی کمیل سے وصیت میں ہے اے کمیل بچو ظالموں کے دروازوں کو کھٹکھٹانے سے اور ان سے میل جول نہ رکھو یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اے کمیل جب تم مضطر و مجبور ہو جاؤ ان کے پاس حاضر ہونے کے لیے تو مسلسل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو اور اسی پر توکل کرو اور ان کے شر سے اللہ سے پناہ مانگو اور ان کی طرف سے سر جھکائے رہو

اور ان کے فعل و عمل کو دل سے برا سمجھو اور انکار کرو اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا علی الاعلان اظہار کرو تاکہ انہیں سنواؤ کیونکہ اسی سے وہ تجھ سے ڈریں گے اور ان کے شر سے تمہاری کفایت کی جائے گی اور علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا اپنے اس خط میں جو زہری کو لکھا بعد اس کے کہ اسے ظالموں کی ان کے ظلم میں اعانت کرنے سے ڈرایا گیا تجھے خصوصیت کے ساتھ اس نے بلاکر جب اس نے تجھے بلایا ہے انہوں نے تجھے قطب اور وہ کیلی نہیں قرار دیا کہ جس کے ذریعہ انہوں نے اپنے مظالم کی چکی کو گردش دی ہے اور پل نہیں قرار دیا کہ تجھ پر سے عبور کر کے وہ اپنے ابتلاءات میں جاتے ہیں اور سیڑھی اپنی گمراہی کی طرف، بلانے والا ان کی گمراہی کی طرف چلنے والا ان کے راستہ پر، تیرے ذریعہ وہ علماء کو شک وشبہ میں ڈالتے ہیں اور تیرے ہی ذریعہ جاہلوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں ان کے مخصوص ترین وزراء میں سے اور زیادہ قوی اعوان و انصار میں سے کوئی شخص نہیں پہنچ سکا مگر اس سے کم کہ جہاں تو پہنچا ہے ان کے فتنہ و فساد کے درست کرنے میں اور خواص و عوام کے ان کے ہاں آنے جانے میں پس کس قدر کم ہے مقدار کے لحاظ سے وہ چیز جو انہوں نے تمہیں دی ہے اس کے مقابلہ میں کہ جو انہوں نے تجھ سے لی ہے اور کس قدر معمولی ہے وہ چیز کہ جو انہوں نے تمہارے لیے تعمیر کی ہے اس چیز کے پہلو میں کہ جسے تجھ سے خراب و برباد کیا ہے پس تم اپنے نفس کے لیے غور و فکر کرو کیونکہ اس کے لیے سوچ و بچار تمہارے علاوہ کوئی نہیں کرے گا اور اس کا حساب کتاب کر جس طرح مسئول اور اس سے حساب لیا جاتا ہے کہ جسے کس کام کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔

نواں - یہ کہ مجرموں کو غرور دھوکہ میں نہ ڈالے اور ایسی بات نہ کرے۔ کہ جس کی وجہ سے فاسق و فاجر لوگ جرأت کریں کیونکہ صحیح معنی میں مکمل تقیہ وہ ہے

کہ جو لوگوں کو نہ تو اللہ کی رحمت سے نا امید کرے اور نہ اللہ کی روح وریحان سے
مایوس کرے اور نہ ہی اللہ کے عذاب سے مامون قرار دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ کی ان وصیتوں میں ہے کہ جو آپ نے ابن مسعود کو فرمائی
کسی گناہ کو حقیر و چھوٹا نہ سمجھو اور کبائرہ و بڑے گناہوں سے تو بہر حال اجتناب کرو
کیونکہ بندہ جب قیامت کے دن اپنے گناہوں کی طرف دیکھے گا تو اس کی دونوں آنکھوں
سے پیپ اور خون کے آنسو نکلیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (یوم تجد کل نفس
ماعملت من سوء تودلوان بینها وبینه امداً بعیداً۔
وہ دن کہ جس میں ہر نفس جو برائی کر چکا ہے اسے پائے گا اور وہ دوست رکھے
گا کہ کاش اس کے درمیان اس برائی کے درمیان دور کا فاصلہ ہوتا۔

ابو عبداللہ صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا بچو ان گناہوں سے کہ
جنہیں حقیر و معمولی سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ نہیں بخشے جائیں گے میں نے عرض کیا وہ محقرات
(جنہیں حقیر و معمولی) سمجھا جاتا ہے وہ کون سے گناہ ہیں آپ نے فرمایا ایک شخص گناہ
کرتا ہے اور کہتا ہے میرے لیے طوبی و خوشخبری اگر میرے لیے اس گناہ کے علاوہ
کوئی گناہ نہ ہو۔

اور انہیں جناب سے ہے آپ نے فرمایا جب کوئی کام اللہ کی معصیت و نافرمانی
شروع کر دیتی ہے تو اگر وہ سوار ہوں تو ابلیس کی گھڑ سوار فوج بن جاتے ہیں اور اگر
وہ پیدل ہیں تو شیطان کی پیدل فوج بن جاتے ہیں۔

گیارھواں۔ یہ کہ قرآنی آیات کی اپنی رائے کے ساتھ تفسیر نہ کرے کیونکہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ و آلہ اور ائمہ سے کہ جو آنحضرت کے قائم مقام ہیں علیہم السلام
صحیح سند کے ساتھ منقول ہے کہ قرآن کی تفسیر کرنا صحیح نہیں مگر اثر صحیح اور نص صریح

سے اور ابن عباس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا جو شخص قرآن میں علم کے بغیر کوئی بات کرے تو وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ جہنم کی آگ میں سمجھے اور عامہ (اہل سنت) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا جو شخص قرآن کی اپنی رائے سے خود تفسیر کرے پس حق کو پہنچ جائے تب بھی اس نے غلطی کی ہے۔

بارھواں - یہ کہ اخبار و روایات کے فاسد اور خراب و باطل معانی نہ کرے اور نہ ہی ان میں ٹھنڈے اور تصرفات کرے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں شائع و ذائع ہے ہمیں خدا اپنی پناہ میں رکھے۔

تیرھواں - یہ کہ احکام شرعی میں فتویٰ نہ دے جب کہ وہ فتویٰ دینے کا اہل نہیں ہے اور اس مقام پر سید اجل، اورع، ازھد، اسعد، قدوۃ العارفین، مصباح المتهجدین صاحب الکرامات الباھرہ ابو القاسم رضی الدین السید ابن طاؤس قدس اللہ سرہ و رفع فی الملأ الاعلی ذکرہ۔ نے اپنی گفتگو میں فرمایا میں نے اپنی مصلحت اور بچاؤ اپنی دنیا و آخرت میں یہی سمجھا اور دیکھا کہ احکام شرعی میں فتویٰ دینے سے فارغ رہوں چونکہ ہمارے علماء فقہا میں تکالیف عقلیہ کی روایت میں اختلاف پایا ہے اور میں نے اللہ جل جلالہ کا کلام سنا ہے جو اس شخص کے بارے میں کہتا ہے جو تمام مخلوق میں سے اس کے ہاں زیادہ عزت و توقیر رکھتا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں۔

اور اگر بعض باتوں میں ہمارے اوپر نہ کہی بات کی نسبت دیتا تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے گرفت میں لے لیتے الآیات، اور اگر فقہ میں میں کتابیں لکھتا کہ میرے

بعد جن پر عمل ہوتا رہتا تو میرے فتوے سے احتراز کرنے اور پڑھنے میں نقص واقع ہوتا اور جس آیت کی طرف اشارہ ہوا ہے اس کے خطرے کے ماتحت داخل ہوتا ہوتا کیونکہ اللہ جل جلالہ کی جب یہ تہدید اور دھمکی ہے عزیز و اعلم رسول کے لیے اگر وہ کسی قول کی اس کی طرف غلط نسبت دے تو میری کیا حالت ہو گی جب میں اس کی طرف اس کے کہے بغیر نسبت دوں جل جلالہ اور میں فتوی دوں یا کوئی خطایا غلط طور پر تصنیف کر دوں، جس دن میں اس کے سامنے پیش ہوں گا آخر کلام تک جس کو سید رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔

چودھواں ۔ ایسی بات نہ کرے جس سے انبیاء عظام اور اوصیاء کرام کی تنقیص ہوئی ہو جس وقت کہ ائمہ علیہم السلام کے مقامات کی بلندی اور رفعت کو بیان کرنا چاہیئے پندرھواں یہ کہ اصول دین کے مسائل میں شبھے ذکر نہ کرے جب انہیں لوگوں کے اذہان سے دور کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو احسن اور زیادہ اچھے بیان کے ذریعہ اور مسلمانوں کے اصول دین کی اساس و بنیاد کو نہ توڑے اور خراب نہ کرے۔

سولھواں ۔ یہ کہ نرمی اور رفق استعمال کرے اور نرمی و رفق بہت عظیم اصل و بنیاد تمام امور میں اور حضرت خضر نے جو آخری وصیت کی تھی موسی علیہما السلام کو اس میں تھا کہ کسی کو کسی گناہ کی عار نہ دلا اور اللہ تعالی کے ہاں سب سے زیادہ محبوب امور تین ہیں سعی و کوشش میں میانہ روی اختیار کرنا اور قدرت رکھتے ہوئے معاف کر دینا اور اللہ کے بندوں کے ساتھ نرمی و رفق سے پیش آنا کوئی شخص کسی کے ساتھ دنیا میں نرمی نہیں برتے گا مگر یہ کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن اس سے نرمی سے پیش آئے گا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا یقیناً یہ دین متین دنجتہ ہے پس اس میں نرمی کے ساتھ داخل ہو اور اپنے نفس کی طرف اللہ کی عبادت کو مبغوض نہ بنا کیونکہ سفر میں جو رہ گیا ہو اور اس کی سواری ہلاک ہو گئی ہو تو نہ وہ زمین کو قطع وعبور کر سکتا ہے اور نہ سواری کی پشت اس کے پاس ہے کہ جس پہ سامان رکھے اور سوار ہو۔

سترھواں ۔ یہ کہ فاسد و بری اغراض کے لیے کلام کو طول نہ دے اور اغراض شنہیہ کو چھوڑ دے ۔

اٹھارھواں ۔ مناسب ہے کہ مصائب کے ذکر کرنے میں خصوصاً محرم کے دنوں کے علاوہ رعایت کرے کہ ایسی چیزیں بیان نہ کرے جو دلوں کو قسی و سخت کرتی ہیں اور ان سخت مصائب کو آسان نہ سمجھے مثلاً دردناک مشکل اور گراں بار مصائب پڑھنا جیسے محدث فاضل مؤرخ متبحر میرزا ہادی خراسانی نجفی ایدہ اللہ نے کہا میں نے عالم خواب میں دیکھا گویا میں امیر المؤمنین علیہ السلام کے صحن میں ہوں اس کے ایک حجرہ میں جب کہ تمام ائمہ علیہم السلام یا ان میں سے اکثر وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور اہل منبر میں سے ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ وہ مجلس پڑھ رہا ہے اور ائمہ سن رہے ہیں یہاں تک کہ جب اپنے اس قول تک پہنچا کہ شمر نے جناب سکینہ سے کہا (معاذاللہ) اے خارجی کی بیٹی تو میں نے دیکھا کہ اس کی اس گفتگو سے امیر المؤمنین علیہ السلام کی طبیعت کڑھ رہی ہے اور آپ سخت منقبض ہیں اور آپ کے چہرہ مبارک پر تغیر و ترشی کے آثار نمایاں ہوئے ہیں جب میں نے دیکھا تو میں نے اس پڑھنے والے شخص کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جا کیا دیکھتے ہیں ہو امیر المؤمنین علیہ السلام کہ ان کی ساعت مبارک و مقدس پہ کیا اثر پڑ رہا ہے تو مجھ سے امیر المؤمنینؑ نے کہا جو کچھ تو نے کل کہا تھا وہ بھی اس سے کم نہیں تھا تو مجھے یاد آیا کہ میں نے حضرت

ابوالفضل العباس کے سر کی مصیبت پڑھی تھی کہ اسے گھوڑے کے سینہ کے لٹکایا گیا تھا تو میں آنجناب کی خدمت میں معذرت کی اور توبہ کی۔

انیسواں۔ یہ کہ امر بالمعروف اور نہی از منکر کرے نبی اکرمؐ نے فرمایا جب میری امت میں بدعتیں ظاہر ہوں تو عالم کو چاہیئے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے ورنہ اس پہ اللہ کی ملائکہ کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

اور روایت ہے کہ امیرالمومنینؑ نے خطبہ پڑھا پس اللہ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا اما بعد تم سے پہلے لوگ جو ہلاک ہوئے ہیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جب وہ گناہ کرتے تھے تو اللہ والے عابد و زاہد اور احبار و علماء انہیں اس سے نہیں روکتے تھے اور یہ کہ جب وہ لپنے ہوجاتے ہیں گنا ہوں میں اور ربائیوں اور احبار و علماء انہیں اس سے منع نہیں کرتے تو ان پر عقوبتیں اور عذاب نازل ہوتے ہیں پس امر بمعروف اور نہی از منکر کرو اور جان لو کہ امر بمعروف و نہی از منکر نہ کبھی اجل و موت کو قریب لے آتے ہیں اور نہ ہی ہرگز رزق کو منقطع کرتے ہیں امر آسمان سے زمین کی طرف اترتا ہے مثل بارش کے قطروں کے ہر نفس کے لیے جو کچھ خدا نے مقدر کیا ہے زیادہ یا کم

اور شیخ کلینی وغیرہ نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ اللہ عزوجل نے دو فرشتوں کو ایک شہر والوں کی طرف بھیجا تاکہ وہ اس شہر کو اس کے رہنے والوں پر الٹ دیں جب وہ فرشتے شہر تک پہنچے تو انہوں نے ایک شہر کو پایا کہ وہ خدا سے دعا اور تفرع و زاری کر رہا ہے تو ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کیا اس دعا کرنے والے کو دیکھتے نہیں ہو تو اس نے کہا میں نے اسے دیکھا ہے لیکن جو کچھ میرے پروردگار نے حکم دیا ہے اس کو کر گزرو تو

تو پہلا فرشتہ کہنے لگا میں کوئی کام نہیں کرتا جب تک اپنے پروردیگار سے مراجعہ نہ کروں پس وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ کی طرف لوٹ گیا اور عرض کیا اے پروردگار میں شہر میں پہنچا تو میں نے تیرے فلاں بندے کو دعا کرتے اور تیری بارگاہ میں تضرع وزاری کرتے دیکھا تو ارشاد ہو تم اس کام کو کرو جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے کیونکہ اس شخص کا چہرہ کبھی بھی میری وجہ سے غیض وغضب میں متغیر نہیں ہوا اور حضرت رضاؑ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کہا کرتے تھے جب میری امت امر بالمعروف اور نہی از منکر کا معاملہ ایک دوسرے پہ ڈالے گی تو اللہ تعالیٰ سے جنگ کے لیے انہیں تیار ہونا چاہیے (یا اللہ کی طرف سے عذاب کے نزول کے لیے تیار رہنا چاہیے۔)

اور ابو عبداللہ صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا ایک بزرگ عمر رسیدہ عبادت گزار تھا جو بنی اسرائیل میں اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا اس اثنا میں کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور وہ اپنی عبادت میں تھا کہ اچانک اس نے دو چھوٹے بچوں کو دیکھا کہ انہوں نے ایک مرغا پکڑ رکھا ہے۔

اور وہ اس کے پروں کو کھینچ رہے ہیں وہ اپنی عبادت ہی کی طرف متوجہ رہا اور انہیں اس کام سے منع نہ کیا تو اللہ نے زمین کی طرف وحی کی کہ میرے اس بندہ کو اپنے اندر نگل لے پس زمین نے اسے نگل لیا پس وہ دردون جو کہ سمندر کے وسط میں ایک جگہ ہے ہمیشہ ہمیشہ اور رہتی دنیا تک نیچے چلا جا رہا ہے۔

اور انہیں جناب علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کا ارشاد ہے کہ تمہاری کیا حالت ہو گی جب کہ تمہاری عورتیں

فاسد و خراب ہو جائیں گی اور تمہارے جوان فاسق و بے دین ہو جائیں گے اور تم نیک کاموں کا حکم نہیں دو گے اور برے کاموں سے منع نہیں کرو گے تو آپ سے عرض کیا گیا تو کیا ایسا ہو کے رہے گا اے اللہ کے رسول فرمایا بلکہ اس سے بھی زیادہ برا ہو گا پس کیا حال ہو گا تمہارا جب کہ تم بری چیزوں کا حکم دو گے اور اچھی چیزوں سے منع کرو گے پس آپ سے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ایسا بھی ہو گا فرمایا ہاں بلکہ اس سے بھی برا ہو گا پس تمہاری کیا حالت ہو گی اس وقت کہ جب تم اچھی چیز کو برا اور بری چیز کو اچھا سمجھو گے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا ہمیشہ لوگ خیر و خوبی میں رہیں گے جب تک امر بالمعروف اور نہی از منکر کرتے رہے اور نیکی پر ایک ایک دوسرے سے تعاون کرتے رہے جب ایسا نہیں کریں گے تو ان سے برکات چھین لوں گا اور بعض دوسرے بعض پر مسلط ہو جائیں گے اور زمین و آسمان میں ان کا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہو گا۔

بلیسواں ۔ ایسی بات نہ کرے کہ جو ابو عبداللہ الحسین اور ان کے اہل بیت مکرم و محترم علیہم السلام کی ذلت کا باعث ہو کیونکہ آپ اہل غیرت حمیت کے سردار تھے کہ جنہوں نے لوگوں کو تلواروں کے سائے میں مرنا ذلت و خواری پر اختیار کرنا سکھایا اور بلند آواز میں عاشورہ کے دن پکار کر کہا خبردار یاد رکھو کہ دعی ابن دعی (غلط بات کی طرف منسوب جو غلط باپ کی طرف منسوب کا بیٹا تھا) نے دو چیزوں پہ ڈٹ گیا ہے تلوار سے جنگ کرنے اور ذلت کے درمیان لیکن ذلت کو قبول کرنا ہم سے کوسوں دور ہے خدا، اس کا رسول اور مومنین ہم سے اس کا انکار چاہتے ہیں۔

اور ہمارے شیخ و بزرگ محدث متبحر حاج مرزا حسین نوری نور اللہ مرقدہ نے دارالسلام میں ذکر کیا ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مجلس پڑھنے والے سید نے عالم خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہو چکی ہے اور لوگ وحشت و دہشت میں ہر شخص کو اپنی لگی ہوئی ہے اور موکل فرشتے لوگوں کے حساب و کتاب کی طرف لے جا رہے ہیں ہر ایک کے ساتھ سائق و شہید (ہانکنے والا اور گواہی دینے والا ہے) یہاں تک کہ کہا۔ پس ہمیں موقف حساب کی طرف ہانک کر لے گئے اچانک ایک بہت اونچا منبر ہے کہ جس کے بہت سے زینے اور درجے ہیں اس کی چوٹی پر سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ ہیں اور اس کی پہلی سیڑھی پر خاتم الوصیین علیہ السلام ہیں اور وہ لوگوں کے حساب کتاب میں مشغول ہیں اور لوگ آپ کے سامنے صف بستہ کھڑے ہیں یہاں تک کہ معاملہ مجھ تک پہنچا پس مجھے سرزنش کرتے ہوئے عتاب کرتے ہوئے فرمایا تو نے کیوں میرے عزیز بیٹے حسین علیہ السلام کے تذلل کو کیوں ذکر کیا اور ان کی طرف ذلت کی نسبت کیوں دی ہے تو میں آپ کے جواب میں پریشان ہو گیا اور مجھے کوئی حیلہ نظر نہ آیا مگر انکار کرتے کا میں نے انکار کر دیا تو گویا میرے بازو پر کسی چیز سے درد محسوس ہوا گویا وہ میخ تھی کہ جو اس میں داخل کی گئی پس میں اپنے پہلو کی طرف ملتفت ہوا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس کے ہاتھ میں ایک طومار ہے جو اس نے مجھے دیا میں نے اسے کھولا تو اس میں میری مجالس کی تصویر کشی ہے اور ان چیزوں کی تفصیل تھی جو مختلف مجالس میں ذکر کی تھیں ہر ایک جگہ اور وقت کی تفصیل تھی اور اس میں وہ کچھ بھی تھا جس کا آپ نے مجھ سے سوال کیا تھا اور میں نے اس کا انکار کیا تھا آخر خواب تک جو ہولناک تھا کہ جس کی وجہ سے سید نے اپنا یہ شغل چھوڑ دیا اور شیخ نے

روایت کی ہے کہ سید حمیری اور جعفر بن عفان طائی کسی جگہ اکٹھے ہوئے تو سید نے اس سے کہا وائے ہو تم پر آل محمد علیہم السلام کے بارے میں کہتے ہو۔

مابال بیتکم تخرب لقفہ ء وثیابکم من ارذل الاثواب

کیا حالت ہے آپ کے گھروں کی کہ ان کی چھت خراب ہو گئی ہے اور آپ کا لباس پست ترین لباس ہے۔

جعفر نے کہا اس میں کون سی خرابی آپ کو نظر آئی ہے تو سید نے اس سے کہا کہ جب تم اچھی طرح سے ان کی مدح و ثنا نہیں کر سکتے تو خاموش رہو کیا آل محمد علیہم السلام کی اس طرح تعریف کی جاتی ہے لیکن میں تمہیں معذور سمجھتا ہوں چونکہ تمہاری طبیعت و مزاج اور علم و مقام یہی ہے اور میں نے ان کے بارے میں کہا کہ جو تیری مدح میں جو ان کے لیے ننگ و عار ہے اسے مٹا دیا ہے۔

اقسم باللہ و آیاتہ ء والمرء عما قال مسئول ء ان علی بن ابی طالب علی التقی والبر مجبول ء کان اذا الحرب مزقها القنا واحجمت عنها البهالیل یمشی الی القرن وفی کفہ ء ابیض ماضی الحد معقول ء مشی العفرنا بین اشبالہ ابرزہ للقنص الغیل ء ذلک الذی سلمہ فی لیلۃ ء علیہ میکال وجبریل میکال فی الف وجبریل فی ء الف ویتلوهم سرافیل لیلۃ بدر مددا انزلوا کانہم طیرا ابابیل ء میں اللہ اور اس کی آیات کی قسم کھاتا ہوں اور انسان جو کچھ کہتا ہے اس کا جوابدہ اور ذمہ دار ہے بلاشک علی بن ابی طالب تقوی اور نیکی پر خلق ہوئے ہیں، جنگ کو جب نیزے چیرتے ہیں اور اس سے شجاع و بہادر پیچھے ہٹتے ہیں تو یہ مد مقابل کی طرف بڑھتے ہیں جب کہ ان کے ہاتھ میں چمکدار تیز دھار صیقل شدہ تلوار ہوتی ہے، چلتا ہے شیر اپنے بچوں کے

درمیان کہ جسے بیشہ نے شکار کی طرف نکالا ہو، یہ وہ ہیں کہ شب ہجرت جنہیں میکائیل و جبرائیل نے آکر سلام کیا، میکائیل نے ہزار فرشتوں کے ساتھ اور جبرائیل نے بھی ہزار فرشتوں کے ساتھ، اور جنگ بدر کی رات بطور امداد نازل ہوئے گویا وہ ابابیل پرندے تھے۔

ان کی شان میں اس طرح کہا جاتا ہے اے جعفر اور تیرے جیسے اشعار خسیس اور پست و کمزور لوگوں کے لیے کئے جاتے ہیں پس جعفر نے سید کے سر کا بوسہ لیا اور کہا آپ خدا کی قسم اس فن کے سر ہیں اے ابو ہاشم اور ہم دم ہیں۔

یہاں تک کہ ختم ہوا جو مقصود تھا اس رسالۂ شریفہ سے اور یہ گیارہ ذیقعدہ حرام ۱۳۴۲ھ تیرہ سو بیالیس ہجری کی بات ہے اور وہ ہمارے مولا و آقا ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا صلوات اللہ علیہ کی ولادت کا دن ہے ان کی قبر مبارک کے جوار میں۔

اس کا ترجمہ تاریخ ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۱ راکتوبر ۱۹۸۸ء بروز پیر آٹھ بجے شب بر مکان سیٹھ نوازش علی سیٹھ برادرز ۱۸۱ ای ماڈل ٹاؤن لاہور اور یہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی ولادت کا دن ہے حقیر پر تقصیر سید صفدر حسین نجفی فرزند سید غلام سرور نقوی مرحوم کے ہاتھوں الحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی محمد و آلہ